منظور کردہ محکمہ تعلیم پنجاب، صوبہ سرحد و ریاست حیدرآباد دکن

مکتبۂ اردو لاہور کا ۲

کثیر الاشاعت و ارزاں ترین ماہنامہ

رسالہ ادب لطیف لاہور

جون ۱۹۳۹ء

ادارۂ تحریر

چودھری برکت علی بی، اے

میرزا ادیب بی اے

مقام اشاعت

مکتبۂ اردو لاہور

منیجنگ پروپرائٹر
چودھری نذیر احمد

قیمت فی پرچہ
چار آنے

کاتب: ممتاز القلم حامد حسین گھوڑے شاہ لاہور

چندہ سالانہ معہ ضخیم سالنامہ و افسانہ نمبر تین روپے چار آنے
علاوہ محصول ڈاک

فہرست

چندہ
ممالک غیر سے
آٹھ شلنگ

جلد ۹ | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۹ء | نمبر ۴

چودھری برکت علی بی اے پرنٹر پبلشر ایڈیٹر نے برانچ کو اپریٹو کیپیٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور سے چھپوا کر دفتر ادب لطیف سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا

اشارات

مہاراشٹر کے اردو پرست حضرات کی خدمت میں

کارکنانِ ادب لطیف" و مکتبہ اردو نے اردو کی نشر و اشاعت کے لئے جس نئی سکیم کا اجرا کیا ہے اسکا مجمل حال آپ نے ڈراما نمبر کے صفحہ اولیں میں پڑھ لیا ہے۔ مکتبہ اردو کے پیش نظر صرف اردو کی اشاعت ہے اور اس سلسلے میں وہ جو کچھ کر رہا ہے، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں پے در پے مالی نقصانات ہوئے ہیں مگر اس کے باوجود کارپردازان مکتبہ اردو کا قدم پیچھے نہیں ہٹا۔ بلکہ اردو کو ہر جگہ پھیلانے کے لئے مختلف طریقے اختیار کئے جاتے ہیں چنانچہ اسی جذبے کے زیر اثر نئی سکیم بروئے کار آئی ہے قارئین کرام جانتے ہیں کہ ہندوستان کے کئی حصے ایسے ہیں جہاں اردو صرف اسوجہ سے ترقی نہیں کر سکی کہ اس مقصد کے لئے قطعاً کوئی ذریعہ اختیار نہیں کیا چنانچہ مہاراشٹر کی سرزمین میں اب تک اردو کی نشر و اشاعت کی کوشش نہیں کی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں چند اردو پرست حضرات تو موجود ہیں مگر ذرائع و اسباب نہ ہونے کی وجہ سے ان کی "اردو پرستی" اردو کے لئے زیادہ کارآمد و حیات افزا ثابت نہیں ہو سکی۔ اب مکتبہ اردو کے کارکنوں نے مصمم ارادہ کیا ہے کہ اردو کو ہندوستان کے ہر ہر گوشے میں پھیلایا جائے اور پہلا "میدانِ عمل" یہی مہاراشٹر کی سرزمین ہے۔ ہمارے محترم ناظم اقبال صاحب "اردو سٹ" لے کر مجوزہ سکیم کے مطابق مہاراشٹر کا دورہ کریں گے۔ اور انتہائی کوشش سے کام لیکر اردو کی منتخب کتابیں ہر ایک شخص کے ہاتھوں میں پہنچائیں گے۔

سٹ کی قیمت گیارہ روپے ہے۔ اقبال صاحب یہ مکمل سٹ اردو کے ہر سرپرست کی خدمت میں پیش کرینگے اور پہلی قسط ساڑھے تین روپے ان سے لیں گے بقیہ رقم خریدار بحساب ۸؍ بالاقساط دینگے۔

قارئین کرام جانتے ہیں کہ اس سکیم کے پس پردہ مالی فائدے کا تصور تک بھی نہیں غور کیجئے گیارہ روپے کی کتابیں اسطرح پیش کر دینا محض اردو کی خدمت نہیں تو اور کیا ہے ؟؟

یہ سکیم صرف اسی وقت کامیاب ہو سکتی ہے جب اردو کے محترم سرپرست اردو سٹ کے محترم ناظم صاحب کی ہر ممکن امداد فرمائیں۔

ہم مندرجہ ذیل معزز حضرات کی خدمت میں گذارش کرینگے کہ وہ اردو کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں کرم فرمائی سے کام لیں گے!

مخلص

چوہدری نذیر احمد

بھوپال

میاں اسلام الدین صاحب جالندھری چیف جسٹس

پونہ چھاؤنی

خانصاحب عبدالقدیر خاں صاحب ایم ایل اے عبدالرؤف عبدالقدوس اینڈ مرچنٹ

پونہ شہر | احمد نگر شہر

حکیم جمیل احمد صاحب | حاجی اسمٰعیل ابراہیم صاحب

احمد نگر چھاؤنی

ڈھونڈ سیکنڈ فرم پنجابی

جناب شیخ عنایت و حبیب اللہ صاحب کلاتھ مرچنٹ و کرانہ مرچنٹ

ضلع بیڑ

چوہدری سردار خاں صاحب گتہ دار و شہاب الدین فاروقی

گیورائی

جناب عمر بن علی چاؤش رئیس اعظم گیورائی۔

جالنہ۔

جناب سید افضل علی صاحب وکیل و حمید الدین صاحب وکیل

اورنگ آباد۔

حضرت درد کاکوری

مکتبہ اردو کا عظیم الشان اقدام

وقت کی ایک اہم ضرورت

ادبی سٹ کا انتخاب

اردو جس ہلاکت بکنار دور سے گذر رہی ہے۔ وہ پبلک کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں مخالفان اردو کا زہر آلود تعصب ایک طاقتور سیلاب کی صورت اختیار کر کے اسے ایک حقیر تنکے کی مانند بہالے جانے پر تلی ہوئی ہے۔ اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہندوستان کی مشترکہ زبان زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار ہے۔ جو وقت کے ساتھ ساتھ تشویشناک سے تشویشناک صورت حالات پیدا کر رہی ہے۔ ضرورت ہے کہ بہی خواہان اردو اپنی تمام تر توجہات اردو کی بقا کے اہم ترین مسئلے پر مرتکز کر دیں۔ مخالفت حقیر ہونے کے باوجود مخالفت ہے۔ اور اس سلسلے میں کسی چیز کے متعلق حسن ظن" انجام کار تاسف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔!

موجودہ دور میں جہاں ہمیں اردو کی مخالف طاقتوں کا مقابلہ کرنا

ہے وہاں ہمیں اپنوں کی توجہ بھی اس اہم ترین مسئلے کی طرف مبذول کرانا ہے۔ ہمارے کانوں میں ہمیشہ یہ شکایت پہنچی ہے کہ ملک کے زر پرست تاجر شرمناک تاجرانہ ذہنیت کا ثبوت دیتے ہوئے حیا سوز لٹریچر کی ترویج میں مصروف رہیں اور اس طرح نوجوان دماغوں میں بد اخلاقی کے جراثیم پیدا کر رہے ہیں اس طرح جہاں قومی تنزل کی پرورش ہو رہی ہے۔ وہاں اردو کے مستقبل کو بھی تاریک کیا جا رہا ہے۔ آج ہر مخالف ببانگ دہل کہتا ہے۔ کہ اردو میں پست معیار لٹریچر پیش کیا جا رہا ہے۔ جو قوم و ملک کیلئے زہر سے بھی زیادہ مہلک ہے!

مجھے ستمبر ۴۸ء سے لیکر مئی ۴۹ء تک بمبئی، خاندیس، مہاراشٹرا، دکن، میسور اور مدراس کے اکثر مقامات پر زبان اردو کی نشر و اشاعت کے سلسلے میں جانے کا موقعہ ملا۔ میں نے ہر مقام پر بہی خواہانِ اردو سے گفتگو کی۔ وہ اردو کی لسانی عظمت، شیرینی، فصاحت، بلاغت کے معترف ہیں مگر اس کیساتھ ہی ان حضرات کو اس بات کی سخت شکایت ہے کہ ہماری زبان میں فحش لٹریچر نشیب کی طرف بہتے ہوئے پانی کی مانند بڑھتا جا رہا ہے جس کا مطالعہ دماغوں کو تاریک، دلوں کو پامال اور ہمتوں کو پست کر رہا ہے۔ عریاں پسندی قوم کی اخلاقی پستی پر شاہد ہے اور اس عریانی کی ذمہ دار وہ قابل نفرت ذہنیت ہے۔ جو تاجرانہ اغراض کے ماتحت فحش لٹریچر کو فروغ دینا زندگی کا سب سے بڑا مقصد سمجھ رہی ہے۔ میں نے ان تمام حضرات کی شکایات کو مکمل سے سنا، ٹھنڈے دل سے ان پر غور کیا۔ اور میں اس نتیجے پر پہنچا کہ اس وقت جہاں مخالفانِ اردو کے مقابلے میں مدافعانہ اقدامات کی اشد ضرورت ہے وہاں زر پرست اور عریاں پسند تاجرانہ ذہنیت کا سدباب کرنا بھی ہمارا فرض ہے!

دورے سے واپس آنے کے بعد میں نے عزیز بھائی چودھری نذیر احمد صاحب پروپرائٹر مکتبۂ اردو و ادب لطیف لاہور سے گفتگو کی پھر ملک کے چند صاحب الرائے اردو پرست حضرات سے مشورہ کیا اور اپنی مجوزہ سکیم انکی خدمت میں پیش کی اور آج میں نہایت مسرت کیساتھ اس بات کا اعلان کرتا ہوں کہ ان حضرات نے اس تجویز کو بھی پسند کیا۔ اور ہر طرح آمادہ عمل ہوئے۔ سکیم یہ ہے کہ مکتبۂ اردو بہترین کتابوں کا سٹ شائع کیا کرے گا۔ جو ادب کے ہر موضوع پر مشتمل ہوگا اس سٹ میں افسانہ، تاریخ، نظم، سوانحعمری، تنقید، ڈراما الغرض ہر موضوع پر ایک ایک کتاب محیط ہوگی۔ اس طرح یہ سٹ ایک قسم کے دائرۃ المعارف (انسائیکلوپیڈیا) ہوگا۔

ایک سٹ مکمل ہو چکا ہے جو میں اردو پرست حضرات کی خدمت میں پیش کروں گا۔

شرائط یہ ہیں۔

سٹ کی قیمت گیارہ روپے ہے۔ ادبی سٹ کے ہر سرپرست کو مکمل سٹ دیتے وقت ساڑھے تین روپے پیشگی دینا ہوگی۔ باقی رقم ڈیڑھ روپیہ پانچ مسلسل قسطوں میں دینا ہوگی اس طرح ہر نیا سٹ ان کی خدمت میں ہر سال پیش کیا جایا کرے گا۔ امید واثق ہے اردو نواز حضرات حسب دستور میری ہمت افزائی فرمائینگے۔

مکتبہ اردو کے ارباب حل و عقد نہایت دریا دلی سے کام لے کر اس کام کو شروع کر رہے ہیں۔ مندرجہ بالا تجویز کے مطالعہ کے بعد آپ بھی ان کی دریا دلی کے معترف ہو گئے ہوں گے۔ اس صورت میں ہر ایک اردو دان کا فرض ہے کہ وہ مکتبۂ اردو کے کام کو فروغ دے کر اردو کی نشر و اشاعت میں حصہ لے!

میں اپنے تمام محترم و معزز بہی خواہانِ اردو سے قوی توقع رکھتا ہوں کہ وہ دستور سابق اردو کی نشر و اشاعت میں میرا ہاتھ بٹائیں گے۔ موجودہ صورت حالات میں جب کہ اردو کو مٹانے کی منظم کوشش کی جا رہی ہے۔ اردو دان پبلک کا یہ سمجھ لینا کہ اردو خود بخود ترقی کرتی رہے گی۔ حقیقت کو جھٹلانا اور خود کو غلطی میں مبتلا کرنا ہے۔ ہم نے صورت حالات سے متاثر ہو کر یہ اقدام کیا ہے اور اگر آپ کو اردو سے ہمدردی ہے تو آپ کا فرض ہے کہ اس اقدام کو زیادہ سے زیادہ مضبوط کریں۔ تا کہ ہمارے لئے زیادہ وسیع میدان عمل پیدا ہو!

کارکنانِ مکتبہ اردو نے نہایت قابل صاحب الرائے حضرات کے مشورے کے بعد ادبی سٹ شائع کیا ہے۔ جس میں آپ ادب کے ہر اہم موضوع پر ایک بسوط کتاب پائینگے!

میں اپنے تمام محترم ہمدردوں کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ بہی خواہانِ اردو میری ہمت افزائی فرماتے رہیں گے!

فہرست ادبی سٹ

(۱) چاند کا گناہ (۲) ترکی کی جمہوریہ (۳) نغمہ حرم (۴) طلسم خیال۔
(۵) لینن (۶) کمپنی کی حکومت (۷) شہنشاہ حبشہ (۸) عورتوں کے افسانے
(۹) حاجی لق لق کے افسانے۔ مخلص: محمد اقبال سلیم گاہندری

ایف، ڈبلیو، بین
مترجمہ۔ علی احمد صاحب

پریم پیاسی

(۱)

آج سے ایک ہزار برس پہلے جنوب کے گھنے جنگلوں کے پرے ایک راجہ کی راجدھانی تھی۔ لیکن اتنی بڑی ریاست اور حکومت راجہ اور رانی کی نظروں میں خار تھی، اس لئے کہ ان کا کوئی وارث نہ تھا لیکن ایشور کی کرپا سے اس آخری جیون میں ان کی آشا پوری ہوئی رو دالک بڑھ کر ایک خوبصورت اور تنومند جوان ہوا۔ اسوقت تک راجہ اور رانی دونوں کے بال پک چکے تھے۔ اور انکی آخری آرزو صرف یہ رہ گئی تھی۔ کہ اب اپنے پتر کی شادی رچائیں۔ لیکن جب ڈالک سے پوچھا گیا تو وہ ہنسا اور بولا۔ کہ پھول کے مرجھانے کے بعد کون اس کو لیکر پھرے گا۔ یہ استریاں کیا ہیں۔ پھول جو صرف اس قابل ہیں کہ انکو جمع کیا جائے۔ جسوقت وہ تازہ اور شگفتہ ہوں اور جس سمے وہ مرجھا جائیں۔ انکو پھینک دیا جائے عقلمند صرف وہی ہے جو شہد کی مکھیوں سے شہد اس طرح حاصل کرے کہ انکی نیش زنی سے محفوظ رہے علاوہ اس کے عورتیں پربت آگتی، سوری اور مدیرا ہیں۔ جو صرف دور ہی سے دیکھنے سے سندر معلوم ہوتی ہیں۔

ان شبدوں کو سنکر ماتا پتا غم سے پتھر ہو جاتے، وہ سمجھ گئے کہ ان کے پتر کے دل میں عورت کے لئے جگہ نہیں ——
آخر اسی غم میں وہ مر گئے۔

× × × ×

اب رو دالک راجہ تھا۔ ایک روز وہ شکار کرتا ہوا ایک گھنے جنگل میں جا نکلا۔ اس کا گھوڑا شکار کے تعاقب میں اونچے اونچے درخت اور خار دار جھاڑیوں میں سے گزرتا ہوا جنگل کے عین درمیان پہنچ گیا۔ اور ندی کے قریب ایک پرانے بڑ کے درخت کے قریب رک گیا جس کی شاخوں سے لٹکتی ہوئی لانبی جڑیں زمین کے سینے پر ناگنوں کیطرح لہرا رہی تھیں۔ کچھ دور ایک پرانا شکستہ مندر دکھائی دے رہا تھا جس کے ستونوں میں قدامت کیوجہ سے خم آگیا تھا۔ اور جس کی سیڑھیوں کے پائیں کو ندی کا ستھرا جل اپنے دامن سے جھاڑ رہا تھا کنول کے منوہر پھول پانی کی گود میں جھولا جھول رہے تھے۔ راجہ گھوڑے سے اتر پڑا۔ اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔ اس نے اور پھر اس کے گھوڑے نے ندی سے خوب سیر ہو کر پانی پیا۔ پھر راجہ گھاس اور پتیوں سے گھوڑے کے پسینے کو پونچھنے لگا۔ ابھی وہ اپنے گھوڑے کی نگہداشت میں مصروف ہی تھا۔ کہ پیچھے سے اس نے کچھ کھڑکھڑاہٹ سنی، اور ساتھ ہی کسی کے چلانے کی مدھم آواز۔ راجہ نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔ اور یکایک جیسے کسی نے اس پر جادو کر دیا ہو، وہ اپنے گھوڑے، اپنی ہستی، اور دنیا کی تمام چیزوں کو بھول گیا۔ کچھ فاصلہ پر پھولوں کے ایک خوشنما درخت کے قریب اس نے ایک عورت کو دیکھا۔ شاید وہ جنگل کی پری تھی، اس کے گداز بازو اور پاؤں عریاں تھے سنہرے بالوں سے نیلے پھولوں کا ایک لانبا ہار شانوں پر سے ہوتا ہوا، سینے پر آکر لوٹ رہا تھا، بالوں کی گھنگور گھٹائیں، اور اس کی نیلی ستاروں کی طرح گول آنکھیں بجلیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ گال پتل کے بتوں کی طرح ابھرے ہوئے، اور ہونٹھ لالے کے پھولوں کے مانند سرخ تھے حیرت سے اس کے رخسار درخت سے لگے ہوئے پھل کیطرح لال ہو گئے تھے ابھرے ہوئے سینوں کے درمیانی نشیب میں کنول کا ایک نیلا پھول لگا تھا۔ اور ان چھوٹی پہاڑیوں پر محبت کے ڈاکو کسی بھولے بھٹکے راہرو کی گھات میں منڈلا رہے تھے۔ اسکا بایاں ہاتھ درخت

کی ایک شاخ پر تھا، اور دایاں ایک دوسری نرم شاخ کا گھیرا لیتے ہوئے اس کے چہرے کے سامنے آکر رک گیا تھا، اس طرح کہ درمیانی لانبی انگلی اس کے ہونٹ کے نچلے حصے کو مس کر... رہی تھی۔ راجہ کی روح اس کی نازک باہوں اور ہاتھ کے شاعرانہ دائرہ میں محصور ہو گئی تھی، وہ سراپا حسن ایک مورتی کی طرح خاموش کھڑی اسے تک رہی تھی۔ دائیں پاؤں کے پنجوں پر اس کے جسم کا سارا بوجھ تھا، اور بایاں پاؤں ٹھیک اس کے پیچھے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے حسینا ہرنی کلیلیں بھرتے بھرتے یکایک کسی آنیوالے خطرہ کے خوف سے رُک گئی ہو۔ وہ مجسّم مورت تھی بجز اس کے کہ نیلے کنول کا پھول اس کے سینے پر دل کے دھڑکنے کیوجہ سے موجوں کی طرح اچھل رہا تھا۔

نہ جانے کتنی دیر تک دونوں ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے ہوئے خاموش کھڑے رہے۔ دونوں ایک دوسرے میں جذب ہو کر محبت کے خوابوں کی اس بارگاہ میں پہنچ گئے تھے، جہاں برس لمحے معلوم ہوتے ہیں۔ اور وقت سسکیاں لیتا ہوا مردہ پڑا رہتا ہے، آخر اس نے اس سحر کو توڑا، اور اسقدر نرم لہجے میں جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا بولی:-

"یقیناً تو کوئی آدمی ہے"

"ہاں اے اپسرا" راجہ نے سیرت سے جواب دیا۔

اس نے پھر پوچھا "اور تیرے ساتھ یہ کیا ہے؟"

اور راجہ نے کہا "یہ میرا گھوڑا ہے"

تب اپنے دونوں ہاتھوں کو ملا کر اور ہتھیلی کو بجاتے ہوئے وہ بولی:-

"اچھا کچھ دیر ایسے ہی خاموش کھڑے رہو، مجھے دونوں کو غور سے دیکھنے دو۔ اسلئے کہ میں نے آجتک نہ تو کسی آدمی کو دیکھا اور نہ ہی کسی گھوڑے کو"

اس کی خواہش کے مطابق وہ ساکت کھڑا ہو گیا، اور دونوں ایک دوسرے کا معائنہ کرتے رہے۔ اسکی نیلی آنکھیں راجہ کے دل کی گہرائیوں تک پہنچ گئی تھیں۔ اور اس میں ارتعاش پیدا کر رہی تھیں راجہ فرطِ مسرت میں سر سے پاؤں تک لرز اٹھا، اور اپنے دل میں

کہنے لگا "میں نے بھی کبھی عورت کو نہیں دیکھا۔ اپنی زندگی میں پہلی مرتبہ عورت کو دیکھ رہا ہوں، گویا میری عمر کا ہر لمحہ اب تک ضائع ہوتا رہا ہو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے تاریک جیون کی نیا یکایک سورج کے دھارے میں بہنے لگی ہے" پھر خاموشی کو توڑتے ہوئے اس نے کہا، "اے نیلے پھولوں سے لدی ہوئی عورت، کیا تیری ان گہری نیلی آنکھوں نے جو معصوم بچوں کی آنکھوں کے مانند ہیں، کبھی کسی آدمی یا گھوڑے کو نہیں دیکھا"

وہ چونکی، جیسے کوئی سپنے سے بیدار ہوتا ہے۔ پھر قریب آئی اور ہاتھ اٹھایا، گویا... وہ اس کے بازوؤں کو پکڑ لینا چاہتی ہے۔ لیکن اس نے صرف اپنی ایک انگلی سے اس کے شانوں کو چھوا، راجہ کے بدن میں بجلی سی دوڑ گئی، پھر آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر وہ بولی۔

"لیکن اے خوبصورت بہادر اور بڑی آواز والے آدمی! میں ان چیزوں کو کس طرح دیکھتی، اس لئے کہ نہ تو اس جنگل کے باہر میں کبھی جاتی ہوں، اور نہ کوئی اس طرف آتا ہے۔ ہرے بھرے درخت، ہنستے ہوئے پھول، جنگل کے جانور اور میرا بوڑھا باپ، یہی میری کل کائنات ہے"

راجہ نے کہا "تمہارا باپ! کیا وہ کوئی انسان نہیں ہے؟"

اس نے جواب دیا "نہیں! اگر تم انسان ہو تو وہ نہیں ہے، اس لئے کہ وہ بوڑھا ——— بہت بوڑھا ہے۔ اور مجھ سے بھی زیادہ چھوٹا ہے۔ اس کے سر اور داڑھی کے بال سفید ہیں۔ اس کے بازو اور ہاتھ پاؤں ہڈی کی طرح سخت اور پتلے ہیں۔ وہ ہمیشہ ایک جگہ پتھر کی طرح بے حس اور خاموش بیٹھا رہتا ہے۔ اور کسی بوڑھے درخت کی طرح کمر کو جھکائے ہر وقت عبادت میں مصروف رہتا ہے۔ اس کا مرنا اور جینا دونوں برابر ہیں لیکن تو لانبا، سیدھا، مضبوط اور خوبصورت ہے اور میری طرح جوان ہے اور قد میں مجھ سے بہت بڑا ہے۔ میں مشکل کر تیرے کاندھوں تک پہنچ سکتی ہوں، شیروں کی طرح بال، چیتوں جیسے بازو، تیری ہر چیز مجھے عجیب معلوم ہوتی ہے۔ میرے خیال میں ایسی شکل کبھی نہ آتی تھی، اس لئے کہ میں ہمیشہ انسانوں کے بارے میں سوچا کرتی، پہر دن غور کرتی، کہ وہ کیسے ہوں گے۔ لیکن میرے تصور کی حسین سے حسین شکل بھی ایسی نہ تھی، جیسا کہ تو ہے۔ تمہارے اعضاء

کے مقابلہ میں میرے بازو، میرے ہاتھ پاؤں، کتنے چھوٹے اور کمزور ہیں۔ تمہاری ہستی وسیع اور میری ہستی چھوٹی اور مختصر ہے۔"

جب تک وہ کہتی رہی، راجہ اسے دیکھتا رہا۔ اور جب وہ خاموش ہو گئی، تو جوشِ مسرت سے ہنس پڑا، اور کہنے لگا،

"اے خوبصورت نیلی آنکھوں والی ساحرہ! تجھکو اپنی شکتی کا اندازہ نہیں ہے۔ اور نہ تو جانتی ہے، کہ وہ کن چیزوں میں پوشیدہ ہے۔ کیا --- کیا تیری کوئی ماں بھی تھی، یا تو پھولوں کی طرح جنگل کے کسی درخت سے پیدا ہو گئی؟"

تب اس نے کہا "نہیں میری ماں تھی، لیکن بہت زمانہ ہوا وہ چلی گئی۔ میری ماں ایک دیوی تھی، اسے اندر نے میرے باپ کو بہکانے کیلئے اس جنگل میں بھیجا تھا۔ بواسے دن رات عبادت میں مصروف دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ تب وہ آکر کچھ عرصہ تک میرے پتا کے پاس رہی۔ تب وہ چلی گئی۔ --- مجھکو اور بوڑھے باپ کو اس جنگل میں چھوڑ کر اڑتی ہوئی آسمانوں کی طرف چلی گئی۔"

راجہ نے کہا "میں تیرے پتا پر دوش نہیں لگا سکتا۔ شاید اپنے حسن کے جادو سے اس نے تیرے پتا کو مسحور کر لیا ہو یقیناً وہ اپنی ہونے والی لڑکی سے زیادہ سندر اور کومل رہی ہوگی۔ اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا تجھکو دیکھکر اس کے بے پناہ حسن کا اندازہ ٹھیک لگا سکتا ہوں لیکن ٹھہر پہلے مجھے اپنے گھوڑے کو کسی درخت سے باندھ لینے دے۔ پھر اگر تو اجازت دیگی۔ تو ہم دونوں بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کریں گے میں تیرا ممنون ہوں گا، اور تجھکو وہ تمام باتیں بتاؤں گا جو تو نہیں جانتی، اور کچھ کہنے کی ضرورت نہیں اور کچھ کہنا بھی ہے، تو صرف اپنے ہی متعلق"

تب مسکراتے ہوئے اس نے کہا "اچھا اس کو باندھ آؤ۔"

راجہ نے ایک لمحہ تک اسے غور سے دیکھا۔ اور پھر کہا۔

"نیلی آنکھوں والی کیا تو مجھ سے ڈرتی نہیں؟"

اور بغیر کسی بدگمانی کے راجہ کی طرف حیرت سے دیکھتی ہوئی وہ بولی "ڈر کس کا۔ کیا آدمی بھی آدمی کو نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

راجہ نے اسکی مسکراتی ہوئی آنکھوں کی کھڑکیوں سے اس معصومیت اور اسکے رُوح کی پاکیزگی کو دیکھا اور فرط خوشی سے قہقہہ مار کر ہنسنے لگا، اور ہنستے ہوئے اپنے دل میں کہا۔ آہا اسکی مدہوش کن سادگی کتنی لطیف ہے۔ اپنی معصومیت کی بدولت افسوس وہ نہیں جانتی۔ کہ مرد ہی کی ..... ایسی ہستی ہے جو اس پر حکومت کر سکتی ہے۔"

اور تب وہ اس سے مخاطب ہوا۔ "حسین جنگلی پھول! اگر میں تجھے توڑ لینے کی کوشش کروں، اور اپنے گھوڑے پر بٹھا کر تجھے لے بھاگوں تب بھی ڈرنے کی بات نہیں۔ اس لئے کہ تیرا خیال ٹھیک ہے۔ انسان انسان کو دکھ دینا نہیں جانتا۔ چونکہ سب ایشور ہی کی بنائی ہوئی مخلوق ہی تو ہیں ---- اور مردوں کو اسی لئے قوی اور بہادر پیدا کیا، کہ وہ تجھ جیسی نازک اور کومل ہستیوں کی حفاظت کرے۔"

پھر راجہ نے دل میں کہا "کاش میرے بھٹکے ہوئے ساتھی مجھے شام تک تلاش نہ کر سکیں۔ اور پرماتما کی دیا سے میں اس کنیا کے دل پر قبضہ پا لوں، اور اسکو اپنے ساتھ چلنے پر راضی کر لوں ---- اور اگر ایسا نہ ہو تو اس کے ساتھ اس جنگل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنے لگوں، اسکی خاطر میں اس جنگل کا کوئی ہرا بھرا درخت ہی بن جاؤں گا تاکہ اس کی نظروں میں تو رہوں، خواہ وہ اسے جڑ سے اکھاڑ کر پھینک ہی کیوں نہ دے۔"

تب اس نے گھوڑے کو دور ایک درخت سے باندھ دیا۔ اور دونوں مل کر سبز گھاس سے لدی ہوئی ان سیڑھیوں پر بیٹھ گئے جنکے قدموں کو ندی کی موجیں آ آکر چوم رہی تھیں۔

---:۲:---

راجہ دیر تک اس کو دیکھتا ہوا خاموش بیٹھا رہا، لیکن وہ اس کو اس سے زیادہ حیرت سے دیکھتی رہی، ایک پل کے لئے بھی اسکی نگاہ اس کے چہرے سے نہ ہٹی، اور یکایک راجہ نے اس سے پوچھا

"نیلی آنکھوں والی کیا تو بتا سکتی ہے۔ کہ تجھ سے اس جنگل میں باتیں کرتے ہوئے کتنی دیر گذری؟"

تب اس نے کہا "زیادہ نہیں صرف چند لمحے"

راجہ بولا "تو غلطی پر ہے۔ کئی ہزار سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے۔" اور جب جنگل کی دوشیزہ نے اسے حیران ہو کر دیکھا، تو راجہ نے کہا "اُف تو کتنی حسین ہے، تیری آنکھیں حیرت سے بھری ہوئی

ہیں اور میرے بدن میں رُوح مسرت کی فراوانی سے لرز رہی ہے۔ موہنی! دیکھ اس بہتی ہوئی ندی نے جب سے جنم لیا ہے، اسوقت سے اسی طرح موجیں مار رہی ہے۔ اور یہاں میں ہوں تیرے لئے سب سے پہلا انسان، کیونکہ اس سے پہلے تو نے کسی انسان کو نہیں دیکھا، اور ادھر تو ہے میرے لئے سب سے پہلی عورت، جس سے میں باتیں کر رہا ہوں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں اب تک دنیا کے پہلے انسان کی طرح تاریکی میں تیرے بغیر ٹھوکریں کھاتا رہا گھومتا رہا خستہ حال، شوریدہ سر، اور اکیلا آخر تجھے پالیا، جو عورت نہیں بلکہ عورت کے روپ میں کوئی پوتر دیوی ہے اور جب میں تیرے مکھ کیطرف دیکھتا ہوں، تو خوشی سے میری آتما کا ذرہ ذرہ مسکرانے لگتا ہے۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ میرے ہردے کے مندر میں صرف تو ہی تو بس رہی ہے اور یہ سب صرف چند لمحوں میں ہوا، یہ زریں لمحے جیون کا ایک نیا دروازہ ہمارے لئے کھول رہے ہیں۔ شاید یہی ہمارا آغاز اور یہی ہمارا انجام ہے؟"

تب اس نے کہا: "میں تیرا مطلب نہیں سمجھ سکی، لیکن کہے جا گفتگو کا سلسلہ ختم نہ کر تا کہ میں تجھکو دیکھتی رہوں، اور تیری میٹھی آواز ہمیشہ سنتی رہوں"

اور راجہ نے کہا: "نیلی آنکھوں والی! اگر تو نہیں سمجھ سکی، تو کوئی ہرج نہیں، ہو سکتا ہے کہ میرے منہ سے بے تکے اور بے معنی الفاظ نکل رہے ہوں، اس لئے کہ تیرے جادو بھرے نینوں نے میرے ہوش و حواس چھین لئے ہیں۔ اور میں نہیں جانتا، کہ مجھے کیا کہنا چاہیئے لیکن اب تیری باری ہے۔ اس خاموش سونے جنگل میں تو اکیلی کیا کرتی ہے، کیا میرے سوا اور کوئی تیرا استر بھی ہے"

تب وہ بولی: "میرے ہردے کو شانتی دینے والے بہت ہیں جنگلی ہرن، راج ہنس، جو مندر کی گری ہوئی دیوار پر نظر آ رہے ہیں، چڑیاں جو رین بسیرے کو روز یہاں آتی ہیں، اور پھول جنکی خوشبو سے میں اپنے بالوں اور کپڑوں کو بساتی ہوں، ان کے علاوہ مجھے اور بھی بہت سے کام رہتے ہیں۔ کبھی گھومتی ہوئی جنگل میں بہت دور چلی جاتی ہوں کھیلتے ہوئے بندر اور بھاگتی ہوئی گلہریوں کو پہروں دیکھتی رہتی ہوں، جب تھک جاتی ہوں، تو بیٹھ کر اپنے ہی بالوں سے کھیلتی ہوں، انگلیوں میں لپیٹتی ہوں، پھر کھول دیتی ہوں، پھر شانوں پر بکھرا لیتی ہوں، اور کبھی اس کی درازی سے بیزار ہو کر انہیں کس کر باندھ دیتی ہوں، کیونکہ یہ میرے قد سے زیادہ بڑے ہیں۔ کبھی اپنے پتا کو دیکھنے جاتی ہوں، لیکن ان سے ڈرتی ہوں، اس لئے کہ اس کا شریر تو وہیں رہتا ہے۔ مگر اس کی رُوح عالم بالا کی سیر کرتی رہتی ہے اور کبھی جب ہوا تھم جاتی ہے۔ تو ندی کے کنارے پاؤں لٹکا کر بیٹھ جاتی ہوں، اور اس کی تہہ میں نیلے اکاش پر تیرتے ہوئے بادلوں کو دیکھا کرتی ہوں، اور ندی خود میری سکھی ہے۔ اس لئے کہ روز میں اسمیں اشنان کرتی رہتی ہوں۔ اور پہروں سوچتی ہوں کہ یہ کہاں سے آتی ہے۔ اور کہاں جاتی ہے۔ برکھا میں تو اس کا رنگ ہی بدل جاتا ہے غصہ سے سرخ ہو جاتی ہے۔ دن بھر شور کرتی اور بڑبڑاتی ہے۔ اور کبھی —— چندرما اپنے سندر روپ سے پر: وسر کا سیتی ہے تو میں درختوں کی آڑ میں چھپکر ان ہاتھیوں کو دیکھتی ہوں جو ندی کے کنارے پانی کیلئے راتوں کو منڈلاتے رہتے ہیں"

راجہ نے پوچھا: "کیا جانور تجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتے"

تب اس نے جواب دیا: "نہیں وہ ایسا نہیں کر سکتے، وہ سب میرے باپ کو خوب جانتے ہیں، جو ان کی زبان جانتا ہے۔ وہ سب اس سے ڈرتے ہیں۔ اس لئے کہ اگر وہ ان کو بددعا دیدے۔ تو وہ ہمیشہ مصیبتوں کا شکار رہیں"

راجہ بولا: "ہاں جو تجھے دکھ پہنچائیں حقیقت میں وہ اس قابل ہیں کہ انکو زمین کے ساتویں طبق کے نیچے ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا جائے۔ میں تیرے بوڑھے باپ کا شکرگزار ہوں کہ وہ اپنی دعا کی شکتی سے تجھکو ہر مصیبت سے محفوظ رکھتا ہے، ان تمام چیزوں کے باوجود تیری زندگی تنہا اور بے مقصد تھی، کیا تو نے کبھی ایسا نہیں چاہا، کہ تیرا استر تیرے ہی جنس سے کوئی ہو، جو تیرا دل بہلایا کرے"

تب ایک خاص انداز سے اس نے سر کو جنبش دیتے ہوئے کہا:-

(باقی آئندہ)

عبدالکریم بی۔ اے

میری انیٹونٹ

سوموار ۱۴؍ اکتوبر ۱۷۹۳ء کو پیرس کی انقلابی عدالت میں ایک مقدمہ چل رہا تھا ایسا مقدمہ جس کی مثال پیرس کی ان بوسیدہ دیواروں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میری انیٹونٹ۔ لوئی شانز دہم کی بیوہ کا مقدمہ۔ علی تبار ملکہ بے یار و مددگار، تن تنہا عدالت کے کٹہرے میں کھڑی اپنی قسمت کے فیصلے کا انتظار کر رہی تھی۔ گذشتہ شب اس پر فردِ جرم لگادی گئی تھی۔ انسانی قسمت کے ایسے دردناک انقلاب کے اظہار کے لئے کونسے الفاظ موزوں ہو سکتے ہیں؟ صرف خاموشی!

اس قسم کے الم انگیز اور خوفناک نتائج کی حامل مثل شاید ہی کبھی مرتب کی گئی ہو۔ گرد و پیش کا منظر ایک بھیانک تصویر پیش کر رہا تھا۔ ہر چیز سے نحوست ٹپک رہی تھی۔ مثل کا سرنامہ، خون آشام جج، ہیبت ناک قصرِ عدالت، ہر چیز گویا موت کا پیغام تھی۔ صفائی کے جو گواہ طلب کئے گئے تھے، وہ خود مہیب موت کا اعلان کر رہے تھے۔ لہٰذا حرنگا کاؤنٹ اشٹنگ جو خود کو محبِ وطن ثابت کرنے کے لئے بیقرار تھا۔ بچاؤ کا کوئی پہلو نہیں پا سکتا تھا۔ اور بیلی جو اس کے جواب میں کہ آیا وہ ملزمہ کو جانتا ہے، اس کی طرف تعظیماً جھک کر جواب دیتا ہے۔

"ہاں! میں میڈم کو جانتا ہوں" بالکل بیکس تھا۔ سابق دلنواز دوست اور سابق وزیر جن کی قسمت کا ستارہ ڈوب چکا تھا۔ وہاں حاضر تھے۔ ہر طرف افسردگی ہر جانب مایوسی، اپنے بیگانے سب دشمن۔

میری انیٹونٹ فرانس کی ملکہ اس انتہائی بیچارگی کے عالم میں بھی مطمئن نظر آ رہی تھی، فردِ جرم سنکر اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے خفیف ترین آثار بھی نمودار نہیں ہوئے۔ گاہے گاہے اس کی انگلیوں میں جنبش پیدا ہو جاتی، جیسے پیانو بجا رہی ہو، وہ اپنے شاہانہ وقار اور شان و شوکت کو بالکل برقرار رکھے ہوئے تھی۔ اس کے چہرے سے عزم صمیم مترشح، اس کا لہجہ متین و سنجیدہ اور اس کے جواب بے جھجک تھے جن سے اگرچہ حقارت اور نفرت ٹپکتی تھی تاہم اس نے وقار کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ "تم انکار پر مصر ہو؟ انکار سے فائدہ!" "لیکن میں جو پہلے کہہ چکی ہوں وہی سچ ہے اور مجھے اس پر اصرار ہے۔"

فتنہ انگیز ہیبرٹ نے کئی باتوں کے بارے میں شہادت دی جن میں ایک انیٹونٹ اور اس کے لختِ جگر کا معاملہ بھی تھا جس کے متعلق اس سے زیادہ کچھ کہنے کا زبان کو یارا نہیں۔ ملکہ نے ہیبرٹ کو جواب دیدیا۔ ایک ثالث نے اس طرف جیوری کی توجہ دلائی کہ اس نے اس خاص بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کے جواب میں رقت آمیز لہجے میں ملکہ نے کہا:

"میں نے اس کا جواب نہیں دیا ہے۔ کیونکہ ایک ماں کے خلاف ایسے اتہام کا جواب دینے سے فطرت انکار کرتی ہے۔ میں ان تمام ماؤں کی توجہ اس طرف دلاتی ہوں جو یہاں ہیں۔" رابس پیرے ایک مشہور بیرسٹر نے جب یہ سنا۔ تو اس نے ہیبرٹ کی بہیمیت پر بہت پیچ و تاب کھائے، مگر کیا ہو سکتا تھا؟

آخر بدھ وار کی صبح چار بجے دو دن اور دو راتوں کے متواتر سوال و جواب۔ تہمت تراشیوں، ریاکاریوں، مکارانہ چالوں کے بعد نتیجہ برآمد ہوتا ہے: "سزائے موت! کچھ کہنا چاہتی ہو؟"

ملزمہ نے زبان سے کچھ کہے بغیر سر ہلا دیا۔ آخر شب کے چراغ ٹمٹما رہے ہیں۔ اور اس کی شمعِ حیات بھی گل ہو رہی ہے۔ عدالت میں سوائے اس جگہ کے جہاں وہ کھڑی ہے روشنی دھندلی ہے ——— وہ خاموشی کے ساتھ موت کی آغوش میں ابدی نیند سو جانے کے لئے چلی جاتی ہے۔

دو جلوس جن کو تئیس سال کا وقفہ ایک دوسرے سے جدا کرتا

ہے۔ عجیب و غریب تفاوت کے باعث ہماری توجہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ پہلا ایک خوبصورت شہزادی کا جلوس ہے۔ جو پندرہ برس کے سن میں اپنی ماں کے شہر سے الوداع ہو رہی ہے۔ پہلو میں امنگوں سے بھرا دل لئے ہوئے ایسی امنگیں جو شاذ و نادر ہی حوا کی کسی بیٹی کے دل میں اٹھی ہونگی۔ وتیرا ایک عینی شاہد لکھتا ہے صبح کو شہزادی رونا ہوا سے رخصت ہوئی، اور گاڑی کی پچھلی نشست پر غم سے نڈھال ہو کر گر پڑتی ہے چہرہ آنسوؤں میں بھیگا ہوا۔ کبھی ہاتھوں سے کبھی رومال سے آنکھوں کو ڈھانپ رہی ہے۔ اور بار بار سر باہر نکال کرانے آباو اجداد کے ان محلات پر نگاہ واپسیں ڈال رہی ہے جہاں پھر کبھی لوٹنا نصیب نہ ہوگا۔ وہ سسکیوں اور ہچکیوں کے درمیان رعایا کے سامنے اپنے غم اور شکریے کے اظہار کیلئے اشارہ کرتی ہے ہر طرف اشکوں کا ایک بے پناہ سیلاب امڈ آتا ہے۔ لوگوں کی چیخیں نکل جاتی ہیں۔ عورتیں اور مرد غم کے اس اظہار میں برابر کے شریک ہیں۔ ان ولدوز چیخوں کی صداؤں سے وی آنا کے کوچہ و بازار گونج اٹھے ہیں۔ آخر اس نازوں کی پلی شہزادی کی گاڑی آہستہ آہستہ نظروں سے اوجھل ہو جاتی ہے۔ اور مجمع منتشر ہوتا ہوا اپنے گھروں کو لوٹ جاتا ہے

پندرہ برس کی وہی دوشیزہ شہزادی اب اڑتیس برس کی سالخوردہ بیوہ بن چکی ہے جس کا تاج و تخت چھن چکا ہے۔ جس کے بال وقت سے پہلے سفید ہو چکے ہیں۔ یہ آخری جلوس ہے......

.... مقدمے کا فیصلہ سنائے جانے کے چند ہی منٹ بعد پیرس کی تمام چوکیوں میں نقارے پیٹ کر فوجوں کو تیار ہونے کا حکم سنایا جاتا ہے۔ طلوع آفتاب کے ساتھ ہی مسلح فوجوں کی نقل و حرکت شروع ہو گئی ہے۔ اونچیوں کے سروں پر چوراہوں میں غرضیکہ ایوانِ عدالت سے قصرِ انقلاب تک تمام راستے میں ضروری مقاما پر توپیں نصب کر دی گئی ہیں۔ متعدد دستے بازاروں میں گشت لگا رہے ہیں۔ گیارہ بجے میری انٹوئنٹ باہر لائی جاتی ہے۔ وہ معمولی سا لباس پہنے ہوئے ہے۔ اسے قتل گاہ تک بالکل ایک معمولی مجرم کی طرح لیجایا جاتا ہے۔ دست و پا بستہ، گاڑی پر ایک پادری کی معیت میں، پیادہ اور سوار فوج کے بے شمار دستوں کی حفاظت میں...... انکی طرف اور فوج کی دو ہری قطاروں کی طرف جو تمام راستے کے ساتھ ساتھ متعین ہیں، وہ کوئی توجہ نہیں دیتی اس کے بشرے سے اسکی قلبی حالت کا پتہ لگانا ممکن نہیں۔ نعرہ ہائے "جمہوریت زندہ باد" اور "ظلم برباد" جو راستہ بھر جوش کے ساتھ لگائے جاتے ہیں۔ اس پر کچھ اثر نہیں کرتے۔ وہ پادری کے ساتھ اعترافِ گناہ کے بارے میں خاموشی اختیار کئے رکھتی ہے۔ وہ زیادہ تر مکانوں کے اوپر لہراتے ہوئے سہ رنگ انقلابی جھنڈوں کو دیکھتی رہتی ہے۔ یا مکانوں کے سامنے کی تحریروں کو۔ قصرِ انقلاب میں پہنچنے پر اسکی نگاہیں بے اختیار شاہی محلات کی طرف اٹھ جاتی ہیں۔ اسوقت اس پر ایک لمحے کیلئے رقت طاری ہوتی ہے۔ لیکن وہ فوراً سنبھل جاتی ہے۔ اور بردباری و دلیری کے ساتھ پھانسی کے تختے پر چڑھ جاتی ہے۔ ٹھیک سوا بارہ بجے اسکا سر تن سے جدا ہو جاتا ہے۔ جلاد اس کا سر لوگوں کو دکھاتا ہے۔ فضا نعرہ ہائے "زندہ باد جمہوریت" سے دیر تک گونجتی رہتی ہے۔

اطلاع

جن حضرات کو ختم میعاد خریداری کی چٹھیاں لکھی گئی ہیں۔ اور انکی میعاد خریداری اس ماہ ختم ہو رہی ہے۔ ہماری چٹھیوں کا کوئی جواب نہ آنے پر انہیں اگلا پرچہ بذریعہ وی۔ پی بھیجا جاویگا۔ ضروری ہے کہ وہ حضرات وی، پی وصول پالیں، یا وی، پی سے پیشتر خط کا جواب دیں۔

منیجر

مسعود جاوید

نکہت کے خطوط

نشاطِ رُوح :

تمہارا مکتوبِ شوق ایک ہفتے سے آیا ہوا رکھا ہے۔ اور میں نے صرف اس لئے اب تک جواب نہ لکھا، کہ میری تعویق نگاری کی متعلق تمہارا جذبۂ شکوہ گذاری کہیں مضمحل نہ ہو جائے۔ جس نامراد قلب کی ضربات ہمدمی نے کبھی دست تسلّی کا خواب بھی نہ دیکھا ہو ـــ جس بدبخت زندگی نے کبھی اس سپردگیٔ بے اختیار کا تجربہ نہ کیا ہو، جس کے مقدس وجود کا اعتراف کر کے مذہب و اخلاق نے بھی عورت کے واسطے کچھ دیر کیلئے ترکِ حیا کو گوارا کر دیا ــــ اس نامراد قلب اور مجروح زندگی کیلئے ایک محبت کرنے والی ہستی کی شکوہ سنجیاں کیا کچھ ہیں، اس کا جواب تم مجھ سے نہ پوچھو پروین ــــ میں چاہتی ہوں کہ خاموش رہوں اور تم کبھی ہنس کر کبھی برہم ہو کر اپنی محبت کے سامنے جھنجھلا جھنجھلا کر شکایات لطیف کی راگنیاں تخلیق کرتی رہو کبھی اپنے معصوم تبسم کی بوچھار میں مجھے شرابور کر دو اور کبھی اپنی کیوپڈ کی کمان جیسی محبت آفریں پیشانی پر سیمیں شکنیں ڈال کر مجھے اپنے خلوص کی پوری قوتوں کے ساتھ سخت سُست کہتی چلی جاؤ۔ اور پھر متبسم دیکھنے کی کوششوں میں ناکام ہو کر جب تم خود بھی مضمحل ہو کر بیٹھ رہو تو میں اپنے پشیمان آنسوؤں کے درمیان مسکراتی ہوئی تمہاری بلوریں گردن میں اپنے بازو حمائل کر دوں!! ـــ تم ہنس رہی ہو پروین ؟ میری دیوانگی پر؟؟ ــــ ہاں خوب ہنسو ــــ ازدواجی خلفشار کے یہ تین گریہ پرور سال، ستاروں اور اشکوں کی موجودگی میں بسر کر دینے کے بعد اب میں بھی ہنسنا چاہتی ہوں، آہ! تم جانتی نہیں سکھی، محبت کی اس خلقی تشنگی کو جو انسان، اور خصوصاً عورت کے خمیر میں حلول کر دی گئی ہے۔ محبت عورت کا جبلّی مذہب ہے اور جس طرح انسان دُنیا میں کسی مذہب کا پابند ہوئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا، اسی طرح عورت کے لئے اسکا یہ جبلّی مسلک ناگزیر ہے۔ عورت کسی حال میں ہو اس کی روح کا یہ مقدس تقاضا اجاگر ہو کر رہتا ہے۔ ازدواج سے پہلے وہ اپنی گڑیا کو چاہتی ہے۔ اور اپنے قریب ترین اعزا کو ــــ ازدواج پر وہ شوہر کی پوجا کرتی ہے اور پھر اپنی اولاد کا پریم ــــ اور اسکی محبت کا یہ آخری مظہر ہی بلند ترین شے ہے پھر اگر کوئی عورت ـــ پریم کی ماری دکھیا عورت ـــ سماج کی ستائی ہوئی نیم جان عورت اپنے شوہر کی نگاہوں کی نرمی اور کیفیت سے اپنی محبت کو ارتقاء کے بلند ترین درجے پر پروان نہ چڑھا سکنے پر مجبور کر دی جائے۔ تو تم ہی بتاؤ کہ وہ تڑپ تڑپ کر خود اپنا گلا نہ گھونٹ لے تو کیا کرے۔ اور اگر مذہب و اخلاق کے قوانین کا احترام کر کے وہ اس جواں مرگی سے دست کش ہو کر زندہ بھی رہے تو اسے خود کو فریبِ حیات دینے کا ذریعہ تم جیسی بے لوث دوستوں کے علاوہ اور کہاں مل سکتا ہے۔ مجھے احساس ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو، لیکن کبھی کبھی اپنی نامرادیوں کے تحت یہ احساس بھی ایک خود فریبی معلوم ہوتا ہے۔ اور تمہاری محبت کا یقین پھر اس وقت تک نہیں آتا۔ جب تک تم اپنے معصوم شکووں کا کوئی شیریں و جاں آفریں تیر میرے دل کی گہرائیوں میں پیوست نہیں کر دیتی ہو ــــ ایک بے حس چٹان پر ننھی ننھی موجوں کا کیا اثر؟ جب تک کہ کوئی طاقتور سیلاب اس چٹان سے متصادم نہ ہو! ــــ پھر مجھ سے زیادہ بے حس چٹان کا اطلاق اور کس پر ہو سکتا ہے۔ اور تمہاری شکایت ہائے رنگین سے زیادہ اور کس چیز کو طاقتور سیلاب سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ؟

تم پوچھتی ہو کہ میں شعر بھی کہہ لیتی ہوں کہ نہیں ؟ ـــــ کتنا معصوم استفسار ہے! تم نے یہ سوال کیوں نہ کیا کہ تم رو بھی لیتی ہو، کہ نہیں ــ؟ اسمیں کلام نہیں کہ اتنی مدت تک میری دوست اور ہمراز رہنے کے باوجود تم نے میری دردسرائی کو نہیں سنا، شاید اسی لئے کہ میں خود بھی اسے شنیدنی تصور نہیں کرتی۔ لیکن کیا تم اب تک صرف اس قدر بھی تصور نہیں کر سکیں، کہ نکہت کی زندگی کا ہر نفس ایک تان ہے سوہنی

کی۔ ایک راگنی ہے کسی برہ کی ماری نیوگنی کی ——— یہ حقیقت ہے کہ محبت اور شاعری میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ خصوصاً اس قسم کی شاعری میں جسے صرف "میرا بائی" کی نوحہ سرائیوں سے تعبیر کیا جاسکتا ہے ——— اور پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ محبت کا قلب اب تک اس لذیذ چبھک سے نا مانوس ہے ——— اور اس لئے شاید کوئی کہدے کہ تو شعر کیسے کہہ سکتی ہے۔ لیکن اگر شاعری صرف جذبات حزن و طرب کی ترجمانی ہے۔ تو میں کہوں گی کہ میرے دل سے زیادہ حزن و ملال اور کہاں ملے گا؟ ——— میں محبت سے محروم ہوں ——— صحیح ——— لیکن اپنے دل میں اس جاں سوز محرومی کا احساس بھی تو رکھتی ہوں۔ کیا یہ احساس جذبات کو برانگیختہ اور لبوں کو مترنم کر دینے کیلئے کافی نہیں؟

ہاں یہ میں نے اب تک جو کچھ کہا ہے اسے شاعری نہیں سمجھتی۔ میرے پاس ان پریشان خیالیوں کا کافی ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ رات کے سناٹے میں ——— دوپہر کے سکوت میں ——— شام کی خاموشیوں میں ——— سوتے جاگتے ——— دل کی چند دھڑکنیں تڑپ کر الفاظ کی صورت میں لبوں سے باہر نکل پڑتی ہیں۔ جن کے اندر نہ کوئی ربط ہوتا ہے۔ اور نہ کوئی سلسلہ ——— وزن اور قافیہ کا وجود نہ ہوتا۔ تو میں ان کو نثر ہی کہدیتی، خدا جانے یہ کیا ہے؟ ——— تم مصر ہو تو سنائے دیتی ہوں۔ مگر صرف یہ پوچھنے کے واسطے کہ تم ان منتشر خیالوں کو کیا سمجھتی ہو ——— لیکن پہلے یہ خوب سمجھ لو۔ کہ ان نوا ہائے جذبات کا مخاطب کوئی نہیں۔ کرب کراہ کی یہ آوازیں کس کے سنانے کو بلند کی گئی ہیں۔ اس کا جواب خود مجھے بھی معلوم نہیں، ——— میں نے تو جو کچھ محسوس کیا کہد یا۔

رات میرے سر میں سخت درد تھا۔ اور کسی طرح نیند نہ آتی تھی، "وہ" حسب قاعدہ میری تکلیف سے بے نیاز اپنا لمبا کرتا اتارے پڑے سو رہے تھے۔ ان بے چین لمحات میں تنہائی کے احساسات کو دور کرنے کے واسطے میں نے مجبوراً "ادب لطیف" کا سالنامہ دیکھنا شروع کیا۔ لیکن درد کے باعث ذرا سی دیر میں سر گھومنے لگا۔ مجبوراً رسالہ بند کر دیا۔ اور چپ چاپ لیٹ گئی۔ مندرجہ ذیل اشعار اسی وقت کی کیفیات سے متعلق ہیں:۔

یہ کرم بھی کم ہے کیا صیاد کا * قید کی وسعت میں بھی آزاد ہوں
آنکھ میں آنسو ہیں جان نفوں پہ ہے * پہلے فریادی تھی اب فریاد ہوں
مر رہی ہوں اور مر سکتی نہیں * ہائے اب تک میں تمہیں کیوں یاد ہوں
میری بربادی سے نسبت ہے تمہیں * ورنہ میں بربادہی برباد ہوں

. . . .

دل بھی اب رونے لگا ہے اے ندیم
دیکھ لے آنسو میں سرخی آگئی
تم سے تو اچھی تمہاری یاد ہے!
آئی اور آکر ہمیں بہلا گئی:

. . . .

اب کہاں خونِ تمنا کی وہ پیہم بارش
اب تو دامن کی طرف دیکھ کے رو لیتی ہوں

. . . .

تمہیں نہ چاہو تو بتلاؤ پھر کہاں سے آئے
وہ صبر جس کو تمہاری نگہ نے لوٹا تھا
جو لب تک آکے خموشی میں کھو گئی ہائے
اس ایک آہ میں کس کو خبر ہے کیا کیا تھا

. . . .

ناچیز آنسوؤں کی اللہ رے قدر و قیمت
ہم حال کہہ رہے ہیں وہ مسکرا رہے ہیں

یہ ہے میری وہ دردسرائی، جس کے سننے کے واسطے تم اسقدر بے تابیوں کا مظاہرہ کر چکی ہو۔ اب تم خود ہی کہدو کہ بھلا یہ کوئی سننے کی چیز ہے؟

"وہ" کیسے ہیں؟ ——— اس کا جواب میں دوں تو کیا؟ ——— کاش تمہیں اپنا کلیجہ دکھا سکتی، کہ اس پر کتنے زخموں کا اضافہ ہو چکا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کے تیر و سناں کی طرف سے اپنے پہلو کو بے حس و سنگیں بنانے کی کوشش کرتی ہوں، لیکن پھر بھی جمود کی اس تہہ کے نیچے سوئی ہوئی انسانی کمزوری تو دور نہیں کی جا سکتی۔

ہاں یہ خبر صحیح ہے کہ میں دو بار سینما جا چکی ہوں۔ تم جانتی ہو کہ میں سینما کے خلاف کسقدر شدید جذبات رکھتی تھی ——— وہ

جذبات آج بھی موجود ہیں۔ میرے نزدیک سینما آج بھی ایک مخرب مذاق اور دشمن اخلاق چیز ہے۔ لیکن جسطرح ایک جاں بلب مریض کے واسطے شراب کا استعمال جائز ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ لہو ولعب اور نشاط نفسی کے ذرائع میرے واسطے کھل گئے ہیں۔ پھر میں ہاں اس لئے نہیں جاتی کہ فلم کی عشوہ فروش اداکاریوں سے محظوظ اور اسکے افسانے کی عیش پرستیوں سے متکیف ہوں ——— حاشا ہرگز نہیں ——— باور کرو میرے واسطے تو سینما کے پرتکلف ہال اک قبرستان میں بیٹھنا برابر ہے۔ آہ ——— سماج کے خون ریز اصولوں نے میرے مسرت و تفریح کے تمام جذبات کو ذبح کر ڈالا ہے جس عورت کے پہلو میں اپنے شوہر کی بےحسی اور بے نیازی ہمیشہ ایک خون آشام کانٹے کیطرح کھٹکتی ہو۔ وہ سینما کی تفریح سے کیا حظ اندوز ہو گی؟ ——— شوہر عورت کا دیوتا ہے۔ اور جب یہ دیوتا ہی ایک پتھر کی مورتی بن جائے۔ تو پھر ساری دنیا بھی تبسم ہی تبسم بن جائے تو کیا ——— آہ! پرویں

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو
ایک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیئے

کہو ہمارے بھیا تو اچھے ہیں نا؟ ——— ان کے پارہ ہائے جذبات سنے ہوئے تو مدت ہو گئی۔ اگر احساسات رشک اجازت دیں تو میرا اسلام کہدینا ان سے۔

تمہاری نگہت

سرمایۂ انبساط!

خوب! ——— قسم کھاتی ہو کہ اب کبھی شکوہ نہ کرو گی۔ ——— گویا یہ جواب دیا ہے تم نے میری محبت کی ان بیچارگیوں کا جو تمہاری شکایات کو میرے لئے باعث تسکیں بنائے ہوئے ہیں؟ ——— تم بہت شوخ ہو چلی ہو پروین! اگر ان معصوم شرارتوں کا یہی ارتقاء رہا، تو مجھ جیسی نحیف و زار کے پاس تو تڑپنے کی بھی سکت نہ رہے گی شاید سینوئسن نے کہا تھا ——— "وہ محبت کرنا کچھ نہیں، محبت کیا جانا البتہ کچھ ہے۔ مگر محبت کے بدلے محبت کیا جانا سب کچھ ہے ———"

اور اب غالباً تم اسی "سب کچھ" کو حاصل کر کے پندار پرست ہو گئی ہو ہاں مغرور ہو جاؤ، مگر اتنا خیال کر لو کہ آخر دنیا کا یہ نظام بھی قائم رہنے دو گی یا نہیں؟ مصر کی ماہ جبیں ملکہ قلوپطرہ نے احساس جمال کے نشہ میں بدمست ہو کر سلطنتوں کو ٹھکرا کر پامال کر دیا۔ اور سینکڑوں جوانیوں کو صرف یک لمحی نشاط کی خاطر زہر کے جام پلوا دیئے ——— خدا نہ کرے کہ تم قلوپطرہ ہو۔ لیکن کیا میری زندگی کو بھی تم انطونی کیطرح مسحور کر دینا چاہتی ہو۔ اور اسقدر مسحور کہ میں سب کچھ چھوڑ کر تمہاری ہو جاؤں اگر خدانا کردہ یہی ارادہ ہے تو میرے علاوہ خود تمہارے "ان" کا۔۔۔ بس اللہ ہی بیلی ہے۔ شاعر تو وہ پہلے ہی سے ہیں ——— اور تم جانتی ہو، کہ شاعری سے آگے دوسری منزل مجذوبیت ہی کی ہے!! ——— یہ کوئی ہمارے وہ نہ باشد کہ "زمیں جنبد زماں جنبد نہ جنبد گل محمد" ——— آیا عقل شریف میں؟

افسانے؟ ——— جی ہاں افسانے مجھے بہت محبوب ہیں میری نظریں رسائل میں اولیں کام ہی کرتی ہیں کہ افسانے تلاش کریں تم نے یہ تذکرہ ناسعت چھیڑا ہے۔ تو اب صاف صاف بھی سن لو رسائل میں یہ بلاناغہ شائع ہونے والی داستانیں جن کو افسانہ کہا جاتا ہے۔ پچانوے فیصدی "خرافات" سے زیادہ نہیں ہوتیں تم خود جانتی ہو کہ افسانہ جب تک حیات انسانی سے مربوط نہ ہو فنی لحاظ سے "افسانہ" نہیں ہو سکتا۔ ہمارے افسانے حیات انسانی سے مربوط تو ہیں، مگر صرف اس شعبۂ حیات سے جس کے جذبات سے بیخود ہو کر نغمہ سنجیاں کرنا ایک ترقی یافتہ قوم ہی کو زیب ہے۔ ہمارے افسانے صرف واردات محبت کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اور وہ بھی بعض اوقات پست ترین انداز میں ——— یہی وجہ ہے کہ تم بلا مبالغہ ہر ایک افسانے کا مطالعہ کئے بغیر یہ بتا سکتی ہو، کہ اس میں ایک ہیرو ہوگا، ایک ہیروئن دونوں میں سے کوئی ایک محبت کرے گا یا دونوں ——— اور انجام ہوگا شادی پر یا موت پر! ——— یہ ہے وہ عالمگیر خاکہ جس پر اردو کے کم و بیش تمام تر افسانے محیط نظر آتے ہیں ——— یہی سبب ہے کہ ان میں یکسانیت اور یکرنگی ہوتی ہے ——— تنوع نہیں ——— جس طرح زندگی کا کوئی ایک واقعہ ایک شاعر سے اشعار موزوں کرا لیتا ہے

اسی طرح وہ ایک افسانہ نگار کے قلم کو کہانی تخلیق کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ ظاہر ہے۔ کہ ایک کامیاب افسانہ زندگی کے کسی حقیقی، یا قیاسی و امکانی واقعہ کی تفسیر ہونا چاہیئے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ اگرچہ زندگی کا کوئی ایک واقعہ دوسرے سے ملتا جلتا نہیں ہوتا، مگر ان واقعات کی یہ افسانوی تصویریں بالکل ایک دوسرے کا عکس معلوم ہوتی ہیں ——کیوں ؟—— صرف اس لئے کہ ہمارے افسانے بہت کم زندگی کے حقیقی یا امکانی واقعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ افسانہ نگاروں میں مشاہدہ حیات اور تنقید زندگی کی اہلیت ہی نہیں۔ حالانکہ ایک افسانہ نویس کے لئے تنقیدِ حیات کا فرض اتنا ہی لازم ہے، جتنا کہ دیکھنے کیلئے آنکھیں —— اگر کوئی چاہے تو کیا ہمارے سماج کے حدود میں افسانہ نویسی کے لئے کچھ کم سامان موجود ہے؟ معصوم دوشیزہ لڑکیوں کے خشک حلقوم پر خاندان اور بزرگوں کی عظمت کا تیز خنجر رکھ کر جب ازدواج کے سلسلے میں جبراً و قہراً "ہاں" کہلا لیا جاتا ہے —— جب رسوم کی قربان گاہ پر مذہب و اخلاق کے صحیح اصولوں کو بھینٹ چڑھانے کیلئے انتخاب شوہر کے معاملے میں مشرق کی حیا پرور دوشیزہ کی خاموشی کو نیم رضا سمجھ لیا جاتا ہے —— جب صرف دولت اور وقار نسبی کیلئے سماج نوجوان ہستیوں کی زندگی خود ان کے والدین کے ہاتھوں ہمیشہ کے واسطے برباد کر دیتا ہے —— کیا ان تمام مواقع کے اندر افسانہ نویس کو اپنے قارئین کی ضیافت و بصیرت کا کوئی سامان نظر نہیں آتا؟؟ —— اس میں شک نہیں کہ افسانے کیواسطے کم از کم میرے خیال میں "محبت" ناگزیر ہے۔

افسانہ نویسی ایک فنِ لطیف ہے۔ اور تمام فنونِ لطیفہ جمالیات کے اظہار کا آلہ ہیں لیکن اس میں کلام نہیں۔ کہ جو افسانہ صرف عاشقانہ انجام پر ختم ہوتا ہے۔ وہ خواہ قارئین کے جمالیاتی ذوق کی تشنگی فرو کر دے لیکن "نقادِ حیات" ہونے کے اہم ترین فرض کو انجام نہیں دے سکتا۔

توبہ! —— میں نہ جانے کیا کیا لکھ گئی۔ تم کہتی ہو گی عجب دیوانی ہے! ایک بات پوچھ کر دامن چھڑانا دشوار ہو گیا۔

میں افسانہ لکھتی ہوں یا نہیں؟ —— واہ! یہ تمہیں خوب سوجھی! افسانہ نگاری پر میں نے اردو اور انگریزی کی چند کتابیں ضرور دیکھی ہیں۔ لیکن اسکا مطلب یہ ہرگز نہیں۔ کہ میں خود بھی کوئی کہانی تخلیق کر سکتی ہوں ——

—— آہ میری زندگی تو خود ایک جانگداز افسانہ ہے۔ قدرت کے قلم کا —— اور اسے تحریری صورت میں پہنچنے کے لئے ابھی اُردو افسانہ نگاروں کی ذہنیت کے انقلاب کی ضرورت ہے۔

"نکہت پریشاں"

نالۂ دل

اختر انصاری
بی اے، آنرز

ہائے دو بستیاں اجڑتی ہیں ... اُف مری آنکھیں جھلکی پڑتی ہیں
اے دل اپنی متاع سے ہشیار ... اُکے نظروں سے نظریں لڑتی ہیں
شکوہ کیوں کیجئے کہ تقدیریں ... یونہی بنتی ہیں اور بگڑتی ہیں
رات بھیگی ہے اور ہوا ہے خنک ... ق ... ٹھنڈی ٹھنڈی پھواریں پڑتی ہیں

لیکن اختر یہ تیری آنکھوں سے
کیسی چنگاریاں سی جھڑتی ہیں

سید ضمیر جعفری
بی اے

... کی طرف جاتے ہوئے

سلام اے بزمِ غم! اب محفلِ عشرت کو جاتا ہوں
ہجومِ یاس میں سرچشمۂ راحت کو پاتا ہوں
مری جنت جہاں ہے، میں اسی جنت کو جاتا ہوں
اڑا جاتا ہوں میں اک نغمۂ بے تاب کی صورت
کسی زہرہ بدن کے "آسمانی خواب" کی صورت

یہ وادی نو بہاروں کی، یہ وادی نغمہ زاروں کی
یہ وادی، رودباروں کی، یہ وادی آبشاروں کی
یہ وادی ماہ پاروں کی، یہ وادی چاندتاروں کی
مرے خوابوں کی شہزادی اسی وادی میں رہتی ہے
وہ روحِ جانِ آبادی اس آبادی میں رہتی ہے

وہاں خوابیدہ قسمت کو جگانے جا رہا ہوں میں
بلایا جا رہا ہوں، اور بلانے جا رہا ہوں میں
خود اپنے ہاتھ سے بگڑی بنانے جا رہا ہوں میں
بہت دلشاد جاتا ہوں، بڑا مسرور جاتا ہوں
لپکتا، کوندتا، مانندِ برقِ طور جاتا ہوں

جہاں وہ حور — "حورِ آسمانی" بن کے رہتی ہے
شباب و شعر کی رنگیں کہانی بن کے رہتی ہے
زمیں پر۔ چاند تاروں کی جوانی بن کے رہتی ہے

چلا جاتا ہوں میں کیف و مستی کے سہارے پر
بہی جاتی ہے، میری روح اس گنگا کے دھارے پر

میں جاؤں گا اور اپنے عشق کے نغمے سناؤں گا
وہ میرے گیت گائے گی، میں اسکے گیت گاؤں گا
اور اپنی رس بھری تانوں سے تارے توڑ لاؤں گا

مری دُنیا بنے گی اک بہار و رنگ کی دُنیا
شباب و شعر و مستی — نغمہ و آہنگ کی دنیا

ستم کو بھول جاؤں گا، جفا کو بھول جاؤں گا
زمانے کے ہر اندوہ و بلا کو بھول جاؤں گا
محبّت کی قسم ہے میں خدا کو بھول جاؤں گا

میرزا ادیب

غلاموں کی بغاوت

زمین ساہین کے شمالی حصے میں جہاں پہاڑوں کا سلسلہ ایک سرے سے شروع ہو کر دوسرے سرے کی لاانتہا وسعتوں میں گم ہو جاتا ہے، ظالم "سردار صولت" کے چند غلام الاؤ کے گرد بیٹھے سردی سے ٹھٹھرتے ہوئے جسموں کو حرارت پہنچا رہے تھے۔ پہاڑی علاقہ اور پھر صبح کا وقت، وہ سردی تھی کہ الاماں! تیز و تند ہوا کے جسم خراش جھونکے زرد زرد شعلوں کو تھپیڑے لگاتے، چہروں پر نشتر زنی کرتے، انسانی زندگی کے لئے ناقابلِ برداشت اذیت کا سامان پیدا کر رہے تھے۔ بدنصیب غلام کبھی اپنے چہرے آگ کے بالکل قریب لے جاتے اور کبھی سیاہ رنگ پاؤں شعلوں پر رکھ دیتے، آہ! وہ اپنے لرزتے ہوئے، کانپتے ہوئے جسموں کو شعلوں ہی کے سپرد کر دینا چاہتے تھے — — شعلوں ہی سے لپٹ جانا چاہتے تھے۔

ان میں ایک چھوٹا سا لڑکا بھی سمٹا سمٹایا، دبکا دبکایا بیٹھا تھا۔ چند لمحے خاموشی طاری رہی۔ پھر ایک غلام نے آگ سے گرم ہاتھ اٹھا کر چہرے پر پھیرتے ہوئے کہا۔ "ایسی ذلیل زندگی سے تو موت ہزار درجہ بہتر ہے۔ معلوم نہیں قدرت کس بات کا ہم سے انتقام لے رہی ہے۔ خونخوار بھیڑیا خدا کا قہر ہے۔ مظلوموں کی آہیں اور بد دعائیں آج تک اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں۔"

"قدرت کے انتقام کو شکست دینا انسانی طاقت سے باہر ہے۔" دوسرے نے کہا۔ اور ابھی وہ کچھ اور کہنا چاہتا تھا۔ کہ قریب سے ایک آواز "خونخوار بھیڑیا" کہتی ہوئی سنائی دی۔ تمام کھڑے ہو گئے۔ اور گرتے پڑتے پہاڑ پر چڑھنے لگے۔ دو تین منٹ کے بعد الاؤ کے پاس صرف ایک بوڑھا اور لڑکا رہ گئے۔ ایک تو پہلے ہی وہ شدت سرما سے کانپ رہے تھے۔ اب متذکرہ بالا الفاظ سن کر اور اپنے ساتھیوں کو اس طرح بھاگتے دیکھ کر ان پر لرزہ طاری ہو گیا۔ بوڑھا پہاڑ کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بوڑھے، کمزور ہاتھ برف جیسے سرد پتھر پر لرزنے لگے۔ سرد جھونکے اس کے جھری دار نیلے پیلے گوشت میں سے خنجر کی طرح گزر گزر کر، کمزور ہڈیوں کے ساتھ ٹکرا رہے تھے۔ لڑکا بھی اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس نے بچے کو دیکھ کر کانپتے ہوئے لہجے میں کہا: "سہیل — — یہاں سے بھاگ — — جاؤ!"

"کہاں بابا!" لڑکے کے لبوں سے نکلا۔

"کہیں — — چھپ جاؤ — جلدی کرو — — خونخوار بھیڑیا آ رہا ہے!"

پاؤں کی آہٹ سنائی دے رہی تھی۔ لڑکا بھاگ کر ایک طرف چلا گیا۔ ایک آدھ منٹ گزرنے کے بعد ضعیف انسان نے سامنے دیکھا — — دو سرخ، غضبناک اور شعلہ ریز آنکھیں ٹکٹکی باندھے اس کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس نے ایک ہاتھ سینے پر رکھ لیا۔ اور اپنی نگاہیں ایک ٹیلے پر جما دیں۔ اسے ایسا محسوس ہوا کہ زمین پہاڑوں کو اپنے سینے پر اٹھائے عمیق گہرائیوں میں ڈوب رہی ہے۔

ایک گرجتی ہوئی آواز سنائی دی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ ٹیلا جس پر اس نے نگاہیں جما رکھی تھیں، دھوئیں کے ایک کثیف بادل کی طرح دو آتشیں شعلوں میں غائب ہو گیا۔ —

خونخوار آنکھیں اس کے چہرے کے قریب آگئی تھیں "کیوں بوڑھے پاجی! یہاں آگ تاپ رہے ہو۔۔۔؟" صولت نے گرج کر کہا۔

"حضور! میں بوڑھا۔۔۔ بوڑھا۔" آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ آواز اس کے حلق میں اٹک گئی۔ اور وہ اپنے ظالم آقا کے چہرے پر صرف ملتجیانہ نظریں ڈال کر رہ گیا۔

"تم کام کرنا نہیں چاہتے پاجی!۔۔۔۔۔۔۔"

یہ کہتے ہوئے صولت نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ اور اپنا ہاتھ ایک غلام کی طرف بڑھایا۔ غلام نے چابک اس کے ہاتھ میں دیدی۔ بدقسمت بوڑھے نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر صولت اور چابک کو دیکھا۔ آخری بار اس کی التجا انگیز نگاہوں نے زبانِ خاموشی سے بھیڑیے کی شعلہ ریز نظروں سے رحم کی بھیک مانگی۔ اور اپنے ہاتھ صولت کے ہاتھوں کی طرف بڑھائے۔

"شاں" کی آواز پیدا ہوئی۔ اور اس کے جھری دار ہاتھ پر چابک کا نشان اس طرح نظر آنے لگا۔ جس طرح جلے ہوئے جنگل پر دھوئیں کی ایک کثیف چادر چھائی ہوئی ہو۔ ظلم کی مشین اپنا کام کرنے لگی۔ اور ضعیف جسم کی کھال پرزے پرزے ہونے لگی۔ ظالم سردار کے لئے اس قسم کے ظلم کا مظاہرہ روزمرہ کا معمول تھا۔ قدرت نے اُسے پیدا ہی اس لئے کیا تھا۔ کہ وہ بے کس انسانوں کی کھال ادھیڑے، کمزور مخلوق کے سینے کو اپنے پاؤں کے نیچے کچلے اور خلقِ خدا کے خون سے ہولی کھیلے۔ کونسی سفاکی تھی جس سے اس کے خونخوار دل نے پرہیز کیا تھا، کون سا ستم تھا جس سے اس کا دامنِ حیات بے داغ تھا؟

آج سے نو سال پیشتر اس نے "ارضِ سائین" پر بے کسی کی حالت میں قدم رکھے تھے۔ اس کے ساتھ تین چار آدمی تھے۔ شبانہ روز محنت کے بعد وہ غاروں میں سے چند چمکتے ہوئے ٹکڑے حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ صولت کی زندگی کی پہلی کامیابی تھی۔ اس کے بعد اس کی دولت کے انبار میں اضافہ ہونے لگا۔ اور جیسے جیسے اس کی طاقت بڑھتی گئی اُس کے مظالم بھی بڑھتے گئے۔ اُسے ظلم سے کون روک سکتا تھا؟

"ارضِ سائین" ایک مختصر سا علاقہ تھا۔ تین طرف سے پہاڑوں میں گھرا ہوا ـــــ آبادی سے کوسوں دُور!

صولت کا جہاز سال میں ایک مرتبہ ہیرے اور جواہرات لے کر روانہ ہوتا تھا۔ اور کچھ مدت کے بعد علاوہ ضروریاتِ زندگی کے چند اُن بدنصیب انسانوں کو بھی لے آتا تھا۔ جنہیں صولت یا اس کے ساتھی لالچ وغیرہ دے کر جہاز میں سوار کر لیتے تھے۔ صولت اِن بدبختوں کو زرخرید غلام سمجھتا تھا۔ اور ان پر ایسے ایسے ظلم کرتا۔ جن کا تصوّر بھی ایک "مہذب ذہن" میں نہیں آ سکتا۔

صبح سے لے کر شام تک یہ بیکس غلام ہل چلا کر اس کے کھیتوں اور باغوں کو سرسبز کرتے۔ اور بڑے بڑے پتھروں سے اس کے عالیشان مکانات تعمیر کرتے۔ اگرچہ ہر ایک غلام مشقت کے بارِ گراں کے نیچے کچلا جا رہا تھا، پھر بھی اگر کوئی شکوہ کرتا یا چند منٹ کے لئے آرام لیتا۔ تو ظالم صولت کی چابک سے اس کی کھال اُدھڑنے لگتی۔ ظالم صولت کبھی یہ خیال بھی نہیں کر سکتا تھا۔ کہ اس کی عدول حکمی ہو سکتی ہے۔

"ارضِ سائین" میں اُس کے دو نام تھے۔ ایک محترم آقا، اور دُوسرا خونخوار بھیڑیا ہر ایک شخص اس کے سامنے اسے محترم آقا کہتا اور ہر ایک غلام اس کی عدم موجودگی میں اُسے خونخوار بھیڑیا پکارتا۔ وہ یقیناً خونخوار بھیڑیا تھا۔ انسانیت کا گوشت کھانے والا بیکسوں پر پے در پے ظلم ڈھانے والا، سفاک ظالم، خونخوار بھیڑیا!!!

دن گزرتے جا رہے تھے۔ اور ہر دِن کے گزرنے پر اس کی خونخوارانہ خو میں ترقی ہو رہی تھی، وقت بیت رہا تھا۔ اور وقت کے ہر لمحے پر مظلوموں کی مظلومیت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

مظلوم بوڑھا گر پڑا۔ اس کے جسم سے خون نکل نکل کر جم گیا تھا۔ مگر ابھی تک بھیڑیے کے سفاک دِل کی تشنگی نہیں بجھی تھی۔

اس کے ساتھی چپ چاپ یہ دردناک انگیز منظر دیکھ رہے تھے مظلوم غلام پشت اور سروں پر بھاری بھاری پتھر اٹھائے گزر رہے تھے۔ کسی میں یہ جرأت نہیں تھی۔ کہ اس ظالم کا ہاتھ پکڑ لے کسی میں یہ حوصلہ نہیں تھا۔ کہ بوڑھے کو دردانگیز موت کے منہ سے بچالے۔ صولت کو "الٰہ ظلم" سمجھا جاتا تھا۔ اور الٰہ ظلم کے لاتعداد مظالم نے بندگانِ بیکس کے ضمیروں کو مردہ، دماغوں کو سوچنے سمجھنے سے قاصر اور دلوں کو بے حس بنا دیا تھا۔

بوڑھا مر چکا تھا۔ اور اب صولت دوسرے غلاموں کو دیکھ رہا تھا۔

"کمزور و ضعیف انسان کو مر ہی جانا چاہیئے"۔ صولت نے چند لمحے توقف کرنے کے بعد کہا۔

"ہاں محترم آقا! جب وہ مشقت ہی نہیں کر سکتا۔ تو اس کی زندگی کی کیا ضرورت ہے؟" اس کے ایک ساتھی نے کہا۔

"اور پھر ہماری حکم عدولی؟"

"آپ درست فرماتے ہیں محترم آقا! ضعیف انسان کو ضرور مر جانا چاہیئے"۔ دوسرے ساتھی نے کہا۔

صولت مڑا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ چلنے لگا۔ بوڑھے کی خون آلود لاش وہیں پڑی تھی۔ غلام پتھر اٹھائے جا رہے تھے ـــ ننھا لڑکا سہیل کہیں چھپا ہوا تھا ـــ!!

(۲)

سہیل جھونپڑی میں پھٹا پرانا، میلا کچیلا لحاف اوڑھے سوکھے ہوئے گھاس پر کروٹیں لے رہا تھا۔ خوفناک خواب جو اس نے رات کے ابتدائی حصے میں دیکھے تھے۔ اس کے دل و دماغ پر خوف و دہشت طاری کر رہے تھے کبھی تو وہ محسوس کرتا کہ صولت نے اس کی گردن کو دبوچ رکھا ہے۔ اور کبھی اپنے بابا کی بے رحمانہ و سفاکانہ موت کا دہشت ناک منظر اسکی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگتا۔ یہ دہشت انگیز منظر دیکھتے ہی چیخ مار کر وہ اُٹھ بیٹھتا۔ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگتا۔ ننھا سا دل، ناتجربہ کار دماغ اور یہ ہولناک خواب! آخرکار وہ

چیخ چیخ کر رونے لگا۔ جھونپڑی میں اس وقت کوئی بھی نہیں تھا چند منٹ کے بعد دروازہ کھلا۔ اور ایک بیمار غلام اندر داخل ہوا۔

"رو کیوں رہے ہو سہیل؟" اس نے سہمے ہوئے بچے کے پاس آکر کہا۔

"ڈر لگتا ہے!" سہیل نے کہا۔

مریض نے آہ بھری اور پدرانہ شفقت سے اس کے ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کہا۔ "میری گود میں سو رہو!"

"میں چچا کے پاس جاؤں گا"۔ اس نے روتے ہوئے کہا۔

"تمہارا چچا ابھی آجائے گا!"

چند منٹ تو سہیل خاموش رہا۔ پھر چیخ چیخ کر رونے لگا۔ طوعاً کرہاً بیچارے مریض نے سہیل کو گود میں اٹھایا اور جھونپڑی کے باہر آکر چلنے لگا۔ کچھ دیر وہ چلتا رہا۔ پھر اچانک ایک شخص اس کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ دونوں کی آنکھیں چار ہوئیں اور اجنبی چپ چاپ واپس چلا گیا۔ اور مریض پھر چلنے لگا۔ چند منٹ کے بعد وہ ایک جھونپڑی کے دروازے پر کھڑا تھا۔ اس نے دروازے پر دستک دی ـــ

دروازہ کھلا اور ایک شخص باہر آیا۔

"یہ چچا چچا کر رہا ہے!" مریض نے سہیل کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اسے کیوں لے آئے ـــ خیر" دروازہ کھولنے والے شخص نے کہا۔ اور سہیل کو اندر لے گیا۔

جھونپڑی میں ایک پتھر کے اوپر مٹی کا چراغ جل رہا تھا۔ جس کی مدھم روشنی ایک چھوٹے سے گوشے میں تاریکی کو چوس رہی تھی۔ پتھر کے پاس سہیل کا چچا کھڑا تھا۔ اور پتھر کے اردگرد چھ سات غلام بیٹھے تھے۔ اس کا چچا کہہ رہا تھا:۔

"یہ تو تم پر واضح ہوگیا۔ کہ ہم یہاں کیوں اکٹھے ہوئے ہیں۔ ظالم بھیڑیئے نے ہمارا خون چوس لیا ہے۔ اور اب اس کے

ظالم وانت ہماری ہڈیوں میں پیوست ہو رہے ہیں۔ کونسا ستم ہے جو اس نے نہیں کیا؟ کونسا ظلم ہے۔ جو اس نے نہیں توڑا؟ ہم خون پسینہ ایک کر کے اس کے کھیتوں کی پرورش کرتے ہیں۔ اس کے باغات کو پھلوں سے بھرتے ہیں۔ اور اُس کے شاندار مکانات بناتے ہیں۔ مگر اس محنت و مشقت کا عوض کیا ملتا ہے؟ یہی کہ ہماری کھالوں کو ادھیڑا جاتا ہے۔ روٹی کے سوکھے ٹکڑے کھانے کو ملتے ہیں۔ اور رہنے کے لئے ایسی جھونپڑیاں دی جاتی ہیں۔ جن میں ذلیل کتے بھی سانس لینا گوارا نہ کریں۔ آج ہمیں اس چیز کا فیصلہ کرنا ہے۔ کہ اسی طرح ذلیل کتوں کی مانند زندگی بسر کرنا ہے یا آزاد رہ کر جینا ہے؟"

ننھا سہیل ایک گوشے میں چپ چاپ کھڑا تھا۔ اس کا چچا کہے جا رہا تھا۔

"بے حس مظلوم کی زندگی ایک قابلِ نفرت، اور ایک قابلِ لعنت زندگی ہے۔ کیونکہ بے حس مظلوم ہی ظالم کو ظلم کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اگر مظلوم ظلم نہ سہے۔ تو ظالم کیونکر ظلم کر سکتا ہے؟ یہ ہماری بزدلانہ خو کا نتیجہ ہے۔ کہ خونخوار بھیڑیئے کی خونخواری بڑھتی جا رہی ہے۔" اس کا لہجہ پُرجوش ہو گیا تھا، اس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔

"آج تک تم آہوں اور آنسوؤں کے کمزور ہتھیاروں سے، ظالم صولت پر حملہ آور ہوتے رہے ہو۔ مگر کبھی کامیاب نہیں ہو سکے۔ —— اور کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ آنسو پانی کے معمولی قطرے ہیں۔ اور آہیں ہوا کی حقیر لہریں، کیا تم ان ہتھیاروں سے چٹان کو اپنی جگہ سے ہٹا سکتے ہو؟ —— اگر تم اس چٹان کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتے ہو۔ تو اپنے اندر پہاڑ کی قوت پیدا کرو۔ یاد رکھو۔ تم نے آج تک صولت کے ظلم برداشت کر کر کے اس کی سفاکانہ خو کی پرورش کی ہے —— تم خود اُس کی ذلیل غلامی پر قانع رہے ہو —— اگر قانع نہ رہتے۔ تو آج غلام کیوں ہوتے؟ یاد رکھو: غلامی انسانیت کی سب سے بڑی توہین ہے۔ بے حس غلام انسانیت کے دروازے پر، ایک ذلیل کتا ہے۔ جسے اس دروازے پر اس وقت تک، دھتکارا جاتا ہے۔ جب تک وہ غلام ہے۔ ذرا سوچو کیا آج تم غلام بن کر کتوں سے بھی زیادہ ذلیل نہیں ہو؟"

سب کی گردنیں فرطِ شرم سے جھک گئیں۔

"غلامی انسانیت سوز ذلت و مظلومیت لئے ایک طرف کھڑی ہے۔ اور دُوسری طرف آزادی، زندگی کی روح، زندگی کی شادابی اور زندگی کی عزت و حرمت لئے تمہاری منتظر ہے۔ بتاؤ کس طرف جانا چاہتے ہو؟"

"آزادی، آزادی!!" غلاموں نے ہاتھ اُٹھا اُٹھا کر کہا۔

"تو چلو آزادی کی طرف!"

"ہم تیار ہیں!" مجمع نے پُرجوش لہجے میں کہا۔

"مگر یہ کیونکر ہو سکتا ہے؟" یہ الفاظ اس شخص نے کہے جس نے سہیل کیلئے دروازہ کھولا تھا۔

سہیل کا چچا ایک قدم اور آگے بڑھ آیا۔ اُس کی آواز اور پُرجوش ہو گئی۔ "تمہارے جسموں میں صرف ظلم برداشت کرنے ہی کی قوت ہے۔ ظلم کو روکنے کی قوت نہیں؟ تمہارے بازو صرف زخمی ہونا ہی جانتے ہیں۔ تلوار اٹھانا نہیں جانتے —— تم ——"

"نہیں نہیں" مجمع نے جواب دیا۔

"تو پھر بہادر جوانوں کی طرح زندگی اور موت کا فیصلہ کرو۔ زندہ رہو تو آزاد رہ کر، ورنہ غلامی کو مٹاتے ہوئے مٹ جاؤ!"

مجمع میں سے ایک شخص اُٹھا اور کہنے لگا۔ "یہ درست ہے۔ کہ ہم انتہائی ظلم برداشت کر رہے ہیں۔ مگر ہم کر بھی کیا سکتے ہیں؟ قدرت ہی نے ہمیں ایسی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیا ہے؟"

اتنا سنتے ہی صفدر کی آنکھیں فرطِ رنج و غصّہ سے، اور سرخ ہو گئیں۔ وہ ایک قدم اور بڑھ آیا۔ اور کہنے لگا۔ "قدرت نہ کسی کو غلام بناتی ہے۔ اور نہ کسی کو آزاد کرتی ہے۔ انسان کی

قسمت کا فیصلہ اُس کے اپنے ہاتھوں میں ہے۔ اپنی زندگی کا فیصلہ قدرت کو سونپ دینا، زندگی کی سب سے بڑی غلطی ہے ــــ حالات نہیں بدلا کرتے، انسان بدلا کرتے ہیں۔ جو شخص آزاد ہونا چاہتا ہے۔ وُہ آزادی کے لئے جنگ کرتا رہے گا۔ یہاں تک کہ موت اس کے اور اس کے مقصدِ زندگی کے درمیان دیوار حائل کر دے ــــ انسان کی زندگی اصول کی زندگی سے وابستہ ہے۔ مرنے والا مر جاتا ہے۔ مگر اس کا اصول زندہ رہتا ہے۔ اور یہی انسانیت کا انتہائی عروج ہے۔ یاد رکھو۔ انسانیت کی جبین خون کے انہی قطروں سے چمکتی ہے۔ جو آزادی کی راہ میں بہائے جائیں۔ ہم سے پہلے جو لوگ یہاں آئے اور اپنی زندگی کو ظالم صولت کے جور و استبداد کے سپرد کر دیا۔ ہم انہیں بزدل کہتے ہیں۔ اگر ہم بھی غلامی پر قانع رہ کر ظلم برداشت کرتے رہے تو آنیوالے لوگ ہمیں صرف ایک ہی لفظ سے یاد کرینگے۔ اور وہ ہے بزدل۔ تم صولت کے ظلم برداشت کر کے، اپنے اوپر ہی ظلم نہیں کر رہے۔ بلکہ آنے والے لوگوں پر بھی ظلم کر رہے ہو ــــ اپنے ہونے والے بچوں پر ظلم کر رہے ہو۔ وہ تمہیں کیا کہیں گے؟ وُہ تمہیں کس نام سے یاد کریں گے؟؟

مجمع کا جوش بڑھ گیا تھا۔ ــــــــ سب کھڑے ہو گئے تھے۔

"مَیں خوش ہوں۔ کہ تم نے انسانی مقصد کو سمجھ لیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ صولت کا چہرہ دیکھتے ہی تم پر لرزہ تو نہیں طاری ہو جائے گا؟ جان کے خوف سے کوئی ذلیل حرکت تو نہیں کر بیٹھو گے؟ اور اس پر حملہ کرنے کی بجائے تمہارے بازو شل تو نہیں ہو جائیں گے؟؟"

"ہرگز نہیں ــــ ہم صولت پر ٹوٹ پڑیں گے۔ اور اس وقت تک علیحدہ نہیں ہونگے۔ جب تک کہ اس کے خون کا آخری قطرہ بھی خاک پر نہیں بہ جائے گا!" ایک غلام نے بپھرتے ہوئے شیر کی طرح گرج کر کہا۔

"مگر ہتھیار؟" دوسرا غلام بولا۔

"یہ مانا کہ ظالم اپنے ظلم کو زندہ رکھنے کے لئے مظلوم کو بے دست و پا کر دیتا ہے۔ مگر اس پر بھی مظلوم آزادی حاصل کر سکتا ہے۔ تمہارے پاس خنجر نہیں، تلواریں نہیں، مگر فصلوں کو کاٹنے والی درانتیاں تو موجود ہیں۔ چھوٹے چھوٹے چاقو تو موجود ہیں ــــ اگر تمہارا جذبۂ آزادی خلوص حاصل کر چکا ہے۔ تو تم انہی ہتھیاروں سے ظلم کو مٹا سکتے ہو ــــ اور اگر غلامی پر قانع رہنا چاہتے ہو۔ تو ساری دنیا کے ہتھیار بھی تمہارے لئے حقیر تنکوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے! بس اب زیادہ وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں ــــ جو شخص آزادی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ وُہ اس پُرخار راستے پر قدم رکھے!"

"ہم سب تیار ہیں" ــــ مجمع بیک آواز بولا۔

"تو آؤ عہد و پیمان کریں ــــ کیا تم میں سے ہر شخص حلف اٹھانے کے لئے تیار ہے؟"

"مَیں ظلم کو مٹا دوں گا۔"

ہر شخص نے آگے بڑھ کر یہی الفاظ دہرائے۔ اب سہیل باقی رہ گیا تھا۔ اس کا دل بے اختیار چاہتا تھا۔ کہ آگے بڑھ کر یہی الفاظ کہے ــــ مگر اس کے قدم جمے رہے نہ معلوم کیوں؟

"صبح جب تم پہاڑ پر پتھر اٹھانے جاؤ۔ تو اپنی اپنی آستینوں اور کپڑوں میں ہتھیار لے جاؤ۔ میں اس پر حملہ کر دوں گا ــــ اس وقت تم بھی اپنا فرض ادا کرنا۔ بس یہ ہے پروگرام ــــ یقین رکھو۔ کل صبح ہماری نئی زندگی کی صبح بھی طلوع ہو گی!"

"چچا میں بھی یہی کہنا چاہتا ہوں!" سہیل نے آخرکار آگے بڑھ کر کہا۔

"سہیل! میں تو تمہیں بھول ہی گیا تھا ــــ خبردار جو کچھ تم نے یہاں سُنا ہے۔ کسی سے نہ کہنا!"

"تو چچا! مَیں بھی کہوں؟"

"کیا؟"

"مَیں ظلم کو مٹا دونگا ــــ!"

"ابھی تمہاری باری نہیں آئی ــ" یہ کہتے ہوئے صفدر نے سہیل کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور اُسے گود میں اٹھا لیا۔

"بس چراغ کو بجھا دو۔ ــــ کل صبح ہماری زندگی کے افق پر آزادی کا آفتاب طلوع ہو گا!"

ایک شخص نے چراغ بجھا دیا۔ اور وُہ آہستہ آہستہ باہر نکل گئے ــ ــ!

مٹی کے ایک چھوٹے سے تودے کے اوپر کھڑا: نگاہیں سامنے گرتے ہوئے آبشار پر جمائے، سہیل رات کے واقعات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "میں ظلم کو مٹا دوں گا" یہ الفاظ بار بار اس کے کانوں میں گونجتے تھے۔ اَور وُہ بار بار محسوس کرتا تھا کہ اپنے چچا کے پہلو میں کھڑا ہے۔ اَور اس کے سامنے ہر ایک غلام پتھر پر ہاتھ رکھ کر قسم کھا کر یہی الفاظ دہرا رہا ہے۔ یہ بات تو اس کی سمجھ میں آگئی تھی۔ کہ اس کا چچا اَور دیگر غلام ظالم صولت کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔ مگر یہ بات اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی تھی۔ کہ خونخوار بھیڑیا ان کے ہاتھوں ہلاک ہو جائیگا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ صولت تمام دنیا کا بادشاہ ہے۔ اور جو شخص اس کا حکم نہیں مانتا۔ وُہ فوراً ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس کے چچا نے اسے گھر پر ہی رہنے کے لئے کہا تھا۔ مگر وُہ یہاں آکھڑا ہوا تھا اس کی خواہش تھی۔ کہ چچا کے پاس جا کر دیکھے۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ مگر جب دماغ میں آتشیں شعلے کی طرح یہ خیال آتا۔ کہ وہاں صولت آجائے گا۔ تو اس کا دِل دھڑکنے لگتا۔ اور قدم اٹھانا دوبھر ہو جاتا وہ کسی صورت میں بھی صولت سے ملنا نہیں چاہتا تھا۔۔

اس خیال ہی سے اس کی روح ہوا ہوتی تھی۔

چند منٹ کے بعد وُہ تودے سے نیچے اترا۔ اَور اپنی، جھونپڑی کی طرف قدم اٹھانے لگا۔ ابھی وُہ چند قدم چلا تھا۔ کہ اس کے کانوں میں ایک گرجتی ہوئی آواز آئی۔ وہ درخت سے لگ کر کھڑا ہو گیا ــ صولت اَور اس کا ساتھی اس کے سامنے کھڑے تھے۔

"یہاں کیا کر رہے ہو ــ؟" صولت نے لڑکے کو خشمگیں نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ سہیل کے تمام بدن پر لرزہ طاری ہو گیا۔

"بتاؤ!" صولت نے گرج کر کہا۔ اب بھی وہ خاموش رہا۔

"تم اس طرح نہیں بتاؤ گے؟؟" صولت نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

سہیل کی نگاہوں کے سامنے صولت کی خوفناک شعلہ ریز آنکھیں تھیں اَور اس کی دہشت ناک چابک۔ وہ صولت کے استفسار کو بھول گیا۔ وُہ نہیں جانتا تھا۔ کہ صولت نے کیا پوچھا ہے۔ اور نہ اس میں یہ جرأت تھی۔ کہ سامنے کھڑے ہوئے ظالم درندے کو استفسار دہرانے کے لئے کہے۔

"اگر نہیں بتاؤ گے۔ تو میں مار مار کر تمہاری چمڑی اُدھیڑ دُونگا۔"

"یہ الفاظ سنتے ہی بچے" نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہنا شروع کیا۔ "میں ظلم کو ــ ــ مٹا دوں گا!"

"کیا کہا؟" صولت نے سہیل کا بازو جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔ درد کی وجہ سے سہیل کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ اُس نے آنسو پونچھنے کے لئے ہاتھ آنکھوں کیطرف بڑھائے۔ مگر صولت نے پھر بازو جھنجھوڑا ــــ بچے کی باہیں ڈھیلی پڑ گئیں۔

"کیا کہا؟"

"وُہ ہی ــــ کہتے تھے؟"

"وُہ کون؟" یہ کہتے ہوئے صولت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"میرا چچا اَور ــــ"

"کیا کہا تھا اُنہوں نے؟"

"اُنہوں نے کہا تھا ــ۔ کہا تھا!" لڑکا آگے نہ بول سکا۔

"جلدی بولو!"

"میں ظلم کو مٹا دونگا! اُنہوں نے کہا تھا۔"

"کب"؟

"رات کو!"

"وہ کہاں اکٹھے ہوئے تھے؟"

سہیل اس کے جواب میں ہچکیاں لے لے کر رونے لگا۔

صولت نے متفکرانہ اپنی انگلیاں بالوں میں ڈالیں۔ اور لڑکے کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ پھر وہ اپنے محافظ کی طرف مخاطب ہوا۔ "سمجھ گئے معاملہ؟ ذلیل غلام شرارتوں سے باز نہیں آتے۔ میرے خلاف بغاوت کر رہے ہیں ــــ کمینے!" اُسنے محافظ کو خاص اشارہ کیا۔ اور وہ بعجلت چلا گیا۔ سہیل کا دل بڑے زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اسے محسوس ہوتا تھا۔ کہ بہت بڑی مصیبت آنے والی ہے۔

صولت نے سہیل کا ہاتھ پکڑا اور چلنے لگا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ ایک گنجان درخت کے پاس کھڑے تھے۔ قریب غلام پہاڑ سے پتھر نیچے لا لا کر رکھ رہے تھے۔ اور پتھروں کے پاس صفدر کھڑا تھا۔ صولت کی آنکھیں خون آلود ہو گئیں۔ بھویں تن گئیں۔ اور اس نے غیر اختیاری حالت میں بچے کے ہاتھ کو زور سے دبایا۔ بچے کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ صفدر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ صولت نے سہیل کے ہاتھ کو چھوڑ دیا۔ اور آہستہ آہستہ چلنے لگا۔

غلام پتھر رکھ رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کو خاص انداز سے دیکھ رہے تھے۔ صولت نے چابک کو حرکت دی۔ اور ظلم کی مشین ایک غلام پر چلنے لگی۔ یکایک صفدر آگے بڑھا۔ مگر اس سے پیشتر کہ اس کے بازو اوپر اٹھیں۔ صولت کے محافظوں نے اُسے اور دوسرے غلاموں کو اپنی آہنی گرفت میں لے لیا۔

"ذلیل غدّارو! اپنی شرارت کا انجام دیکھ لیا؟" صولت نے نفرت انگیز قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔ "میرے خلاف یہ سازش کمینو!"

"کمینہ تو تُو ہے۔ جو ان بھیڑیوں کی مدد سے ظلم کر رہا ہے۔" صفدر نے خود کو چھڑانے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "اگر آج بدقسمتی سے ہمارا مقصد ناکام رہا۔ تو اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ تیرا ظلم زندہ رہے گا۔"

یہ الفاظ سنتے ہی صولت کی آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں: "تیرے جیسے ہزاروں دیوانے تڑپ تڑپ کر مر گئے۔ اور میرا بال بھی بیکا نہیں ہوا!" صولت نے گرجتی ہوئی آواز میں کہا۔

"مگر اب وہ وقت آ گیا ہے۔ کہ تیرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں۔" صفدر نے کہا۔

"گستاخی کی انتہا ہو چکی ہے محترم آقا!" ایک محافظ نے کہنا شروع کیا۔ "ان بچھوؤں کو پاؤں تلے کچل دینا چاہیئے!"

صفدر تڑپ گیا۔

"انسان ہو کر یہ درندگی ــــ یہ کمینگی۔" اس نے محافظ کو مخاطب کر کے کہا۔ "تیرا دل اس قدر تاریک ہو چکا ہے۔ کہ انسانی ہمدردی کی ہلکی سی لہر بھی وہاں پیدا نہیں ہو سکتی ــــ تیری روح پر ظلم نے اس درجہ قبضہ کر لیا ہے۔ کہ تو انسانیت کا تصور بھی نہیں کر سکتا ــــ!"

محافظ نے منہ پھیر لیا۔

"میں ان کمینوں کو عبرتناک سزا دینا چاہتا ہوں۔ ان کے ہاتھوں کو زنجیروں سے باندھ دو!" صولت نے محافظوں کو حکم دیا۔

"جو چاہے کر ــــ عنقریب انصاف کی چکی تیری ہڈیاں پیس ڈالے گی ــــ ہمارے ہاتھوں کو جکڑ دے۔ مگر تو جذبۂ آزادی کو نہیں جکڑ سکتا ــــ آج تو ہمیں عبرتناک سزا دے۔ مگر تیری سزا وہ ہوگی۔ جس سے جہنم کی عقوبت بھی پناہ مانگے!" صفدر نے کہا۔ یکایک اس کی نظر ڈر سے کانپتے ہوئے سہیل پر پڑی۔ اور وہ صرف اتنا کہہ سکا "سہیل!" اس کے بعد اس کے لبوں سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ محافظوں نے سب سے پہلے صفدر کو گرا دیا۔ اور اس کی کھال ادھیڑنے لگے۔ ــ سہیل ڈر کر بے ہوش ہو گیا۔ غلاموں کے سامنے ان کے لیڈر کے ساتھ یہ ظالمانہ برتاؤ کیا جا رہا تھا۔ وہ خود کو چھڑانے کی انتہائی کوشش کر رہے تھے۔ مگر

رہے کی زنجیروں اور محافظوں کی آہنی گرفت نے انہیں بالکل بیکس
بنا دیا تھا۔ صفدر نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔ اس کے بعد
محافظ دوسرے غلاموں کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور جب انہیں اس
قدر زخمی کر دیا۔ کہ وہ ذرہ بھر بھی حرکت نہ کر سکیں۔ تو ہاتھ روک لئے۔
"یہ ہے ہمارے خلاف سازش کرنے کا نتیجہ ۔۔۔ ۔۔۔ آئندہ جو
شخص اس قسم کی ذلیل حرکت کرے گا۔ اس کے ساتھ یہی ہوگا۔۔۔ بلکہ
اس سے بھی زیادہ۔ تم غلام ہو۔ غلاموں کی طرح زندگی بسر کرو"۔ یہ
الفاظ کہہ کر صولت پھرا اور بے ہوش سہیل کو ساتھ لانے کا حکم دے
کر چلا گیا۔ جس طرح تلاطم کے بعد سمندر کی سطح پُرسکون ہو جاتی ہے۔
اس طرح اس ہولناک منظر کے بعد غلاموں کا جذبہ بغاوت ٹھنڈا
پڑ گیا۔ زخمی جسموں کے اندر دل بالکل مُردہ ہو گئے۔ یہ تو انقلاب تھا
غلاموں کی زندگی میں۔ ادھر سہیل کے دل میں انقلاب پیدا کیا جا رہا
تھا۔ وہ صولت کے ایک محافظِ خاص کی محافظت میں پرورش پا رہا
تھا۔ اور اس کے سپرد صرف ایک کام تھا۔ اور وہ تھا جاسوسی۔ جیسے
جیسے وہ غلاموں کی خبریں محافظ کے کانوں تک پہنچاتا تھا۔ محافظ کی
نظرِ عنایت اس پر زیادہ ہوتی جاتی تھی۔ اسی طرح دن ہفتوں میں
اور ہفتے مہینوں میں تبدیل ہو رہے تھے۔
سہیل اب مظلومیت کی بادِ سموم کے تھپیڑے کھاتا ہوا غنچہ
نہیں تھا۔ بلکہ وہ صولت کی بہار پرور عنایتوں کے سائے تلے گلِ
خنداں کی صورت اختیار کر چکا تھا۔ اس کی عمر چودہ سال کی ہو گئی
تھی۔ اور اپنے فرائض ذمہ واری کے ساتھ ادا کرتے کرتے وہ صولت
کے اکرامِ خاص کا مستحق ہو چکا تھا۔ جب کبھی اسے اپنے بابا اور چچا
کی بے رحمانہ ہلاکت کا خیال آتا۔ تو اس کے دل پر سوئیاں سی چبھنے
لگتیں۔ اس کے ضمیر میں خلش پیدا ہو جاتی۔ مگر اسی اثنا میں صولت
کی کرم فرمائیوں اور موجودہ مسرتوں کا سیلاب آتا۔ اور دل کی چبھن اور
ضمیر کی خلش کو بہا کر لے جاتا ۔۔۔۔ اور وہ پھر جاسوس سہیل بن
جاتا ۔۔۔ صولت کا وفادار ۔۔۔ ۔۔۔ غلاموں کے لئے ظالم۔
ترقی کرتے کرتے اس نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ کہ نئے
غلام اسے صولت کا بیٹا سمجھتے تھے۔ اسی اثنا میں اس کی زندگی
کے افق پر نئی مسرت کا آفتاب طلوع ہوا۔ اسے کائنات کا ذرّہ ذرّہ
مسرتوں سے لبریز نظر آنے لگا۔ اس کی روح ہر وقت سحر انگیز نغموں
کے آغوش میں تیرنے لگی ۔۔۔ ۔۔۔ صولت کی اکلوتی بیٹی پہلے اس
پر مہربان تھی ۔۔۔ ۔۔۔ مگر اب اس سے محبت کرنے لگی تھی ۔۔۔۔۔!

(۴)

متواتر مظالم برداشت کر کر کے غلاموں کی قوت احساس مُردہ
ہو جاتی ہے۔ وہ اپنی مظلومیت کو قسمت کا لکھا۔ اور ظالم کے ظلم
کو منشائے ایزدی سمجھنے لگتے ہیں۔ مصیبتوں سے نجات پانے کا
اگر کوئی خیال ان کے ذہن میں آتا ہے۔ تو وہ موت ہے۔ ان کے
بزدلانہ جذبات ہر ایک انسانی کوشش کو حقیر گردانتے ہوئے ظلم
سے بچنے کے لئے صرف موت ہی کا دامن پکڑتے ہیں۔ اور صولت کے
غلاموں کی زندگی بھی اسی حقیقت کا اعلان کر رہی تھی۔
سہیل ہر روز بیکس غلاموں کی گریہ زاری، چیخ پکار سنتا
تھا۔ لرزہ خیز سے لرزہ خیز واقعے کو ہر وقت دیکھتا تھا۔ مگر مظلوموں
کے قریب ہوتے ہوئے بھی وہ ان سے بے حد دُور تھا۔ مسرتوں کے
آغوش میں سانس لینے والی زندگی، دُکھوں سے بھری ہوئی زندگی کا
کیونکر خیال کر سکتی ہے؟ مگر اس دن سہیل خلافِ معمول متفکر تھا۔
اس دردناک واقعے نے جو ایک دن پیشتر اس نے اپنی آنکھوں
کے سامنے دیکھا تھا۔ اس کے دل کو بیحد متاثر کیا تھا۔ اور واقعہ
یہ تھا۔ کہ ایک غلام عورت نے کھیت کا کام چھوڑ کر اپنے بیمار
شیرخوار بچے کو اپنی چھاتی سے لگا رکھا تھا۔ جب ظالم صولت نے
دیکھا۔ تو اس کی آنکھوں سے غصے کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ انتہائی
بے رحمی سے کام لے کر وہ بے کس ماں کو بید سے مارنے لگا۔ ظالم
نے اسی پر اکتفا نہ کیا۔ بلکہ ننھے بچے کو زمین پر گرا دیا۔ ماں نے اسے
فوراً اٹھا لیا۔ اس پر صولت کے غصے کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اور اس
نے ننھی جان کو کتوں کے آگے ڈال دیا۔ ماں کی مامتا یہ ظلم کیونکر
برداشت کر سکتی تھی؟ وہ بجلی کی سی تیزی کے ساتھ بڑھی۔ اور بچے کو گود
میں اٹھا لیا۔ کتے اس سے لپٹ گئے۔ اور اسے لہولہان کر دیا۔ وہ
اپنے لختِ جگر کی جان بچانے کے لئے بھاگی۔ اور جب اس کی زخمی

ٹانگوں نے بالکل جواب دے دیا۔ تو وہ بچے کے اوپر لیٹ گئی۔ کتوں نے بھی اس کا پیچھا چھوڑا۔ خونخوار بھیڑیا اور اس کے درندہ صفت محافظ اس منظر کو دیکھ دیکھ کر خاص لطف حاصل کر رہے تھے۔ سہیل کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ وہ بھاگ کر وہاں پہنچا۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ ماں کی مامتا اپنا فرض ادا کر چکی تھی۔ اس نے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔ خون میں لتھڑا ہوا بچہ گِنتی کے سانس لے کر ماں سے جا ملا۔ رات کو سہیل سویا۔ تو خواب میں بھی یہی دردناک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اور جب صبح اٹھا۔ تو اس کی طبیعت بیحد مضطرب —— بے حد بیقرار تھی۔ اس کی مسرور زندگی میں یہ پہلی خلش تھی۔ جو برابر بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ اس کی منور زندگی پر غم کا یہ پہلا سایہ تھا۔ جو متواتر پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ وہ گھر سے باہر نکل آیا۔ اور میدان میں کھڑے ہو کر اپنی موجودہ زندگی کا جائزہ لینے لگا۔

جب آگ جلائی جاتی ہے۔ تو شعلے دھوئیں کی کثیف چادروں کے سینوں کو چیرتے ہوئے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح تاریکی کے نیچے سوئی ہوئی ضمیر کی قوت شعلوں کی طرح لہرا لہرا کر بیدار ہو رہی تھی۔ "یہ ظلم و ستم کیوں اور کب تک ؟ دولت کو ظلم کرنے کا کیا حق ہے ؟ ؟" یہ سوال بار بار اس کے ذہن اور دل سے ٹکراتا تھا کبھی تو موجودہ مسرتوں کا خیال اس کے تمام احساسات کو کچل ڈالتا تھا۔ اور کبھی ضمیر کی طاقت اسے خود سے نفرت کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ زرینہ کے عشق کی مسرتوں نے اس کا ایک ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔ اور غلاموں کی مظلومیت نے اس کا دوسرا ہاتھ۔ کشمکش سے تنگ آکر وہ آگے بڑھا۔ اور ایک چشمے کے کنارے کھڑا ہو گیا۔ پاس ہی سے ایک دلنواز آواز آئی — اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ زرینہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"کس خیال میں ہو تم ؟" زرینہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں کیوں آگئیں ؟"

"تم جو یہاں تھے !"

"مگر تمہیں یہ کیونکر معلوم ہوا۔ کہ میں یہاں ہوں ؟"

"معلوم ہونے والی چیز معلوم ہو جایا کرتی ہے !"

"زرینہ !" سہیل نے ذرا کرخت آواز میں کہنا شروع کیا۔

"کل جو ظلم ہوا ہے وہ جانتی ہو ؟"

"میں نے وہ واقعہ سنا ہے !" لڑکی نے غمگین لہجے میں کہا۔

"کاش میں وہاں ہوتی !"

"تو پھر کیا ہوتا ؟"

"میں کبھی یہ ظلم نہ ہونے دیتی —— !" یہ کہتے ہوئے اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔ سہیل کے دل میں ایک نشتر سا چبھا۔ وہ وہاں تھا مگر اس کے باوجود ظلم ہوا۔

"نہ معلوم آبا اتنے ظالم کیوں ہوتے جاتے ہیں ؟" زرینہ نے دردانگیز لہجے میں کہا۔

"اس لئے کہ کوئی ان کے ظلم کو روکنے والا نہیں !"

"میں انہیں سمجھاتی ہوں —— مگر ——"

"وہ کسی کی نہیں سنیں گے —— وہ کسی کی نہیں سن سکتے —— اُن کے کان بالکل بہرے ہیں !"

"سہیل !" زرینہ نے اس خلافِ توقع اظہارِ رنج پر کہا "تمہیں وہ بہت عزیز سمجھتے ہیں —————— تم پر تو وہ کسی قسم کا ظلم نہیں کرتے ؟"

"درست ہے مجھے وہ بہت عزیز سمجھتے ہیں —— —— مجھ پر کسی قسم کا ظلم نہیں کرتے۔ اس لئے مجھے ان کے خلاف حرفِ شکایت لب پر نہ لانا چاہیئے !"

سہیل کے لہجے میں طنز بہ رنگ غالب تھا۔ دو تین منٹ کامل خاموشی طاری رہی۔ زرینہ سہیل کے چہرے کو دیکھتی رہی اور سہیل خیالات میں غرق۔ یکایک زرینہ کی آنکھوں میں مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

"سہیل ! ایک بات کہوں ؟"

"کہو !"

"اُس غلام عورت زینب کو جانتے ہو —— وہی جو ہمیں کہانیاں سنایا کرتی ہے ؟"

"ہاں، آگے کہو !"

"کل اس نے مجھے ایک کہانی سنائی ہے۔ جس میں ایک درندے

اپنی محبوبہ کو دھوکا دیا۔ اور ایک دوسری عورت سے محبت کرنے لگا۔۔۔ پہلی عورت نے زہر کھا کر جان دے دی"۔

"تو پھر؟"

"میں نے اس قسم کی اور بھی کہانیاں سنی ہیں۔ جس میں مردوں نے عورتوں سے بے وفائی کی ہے۔۔۔ میرے سہیل! تم تو اُن مردوں میں سے نہیں ہو نا؟"

سہیل نے زرینہ کی آنکھوں کو دیکھا۔ وہ خوبصورت بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ اس کا دل بے تاب ہو گیا۔ اور اس نے ہاتھ اپنی محبوبہ کی گردن میں حمائل کر کے کہا "یہ خیال نہ کرو زرینہ! ہماری محبت کامیاب رہے گی!"

"مگر میں ڈرتی ہوں۔۔!"

"ڈرنے کی قطعاً ضرورت نہیں!"

"اچھا قسم کھاتے ہو؟"

"قسم کھانے کی ضرورت کیا ہے۔ تمہارا باپ ظالم ہونے کے باوجود ہماری محبت کے لئے ظالم نہیں!"

"مگر مجھے خوف ہے مبادا تم ظالم ہو جاؤ!"

"یہ نہیں ہوگا۔۔۔ زرینہ!"

"تو آؤ حلف اٹھائیں کہ ایک دوسرے سے وفا کریں گے!"

سہیل کے جسم میں لرزہ سا پیدا ہو گیا۔ گردشِ خون میں تیزی آگئی۔ اسے گزشتہ واقعات یاد آنے لگے۔ سب سے پہلے وہ منظر اس کے سامنے آیا۔ جب وہ بچہ تھا۔ اور چچا کو ملنے کے لئے جھونپڑی میں گیا تھا۔۔۔ اور ہر ایک غلام کی زبان سے سنا تھا۔ "میں ظلم کو مٹا دوں گا"۔ اس منظر کے بعد دوسرا منظر اس کی نگاہوں کے سامنے آیا۔ یہ منظر وہ تھا جب اس نے بے خبری میں اپنے چچا اور دیگر غلاموں ۔ غداری کی تھی۔ اسے وہ واقعہ بھی یاد آگیا جب اس کے چچا نے اپنی بے رحمانہ موت سے پہلے اس کی طرف دیکھ کر کہا تھا:۔

سہیل!

چند لمحوں میں اس کی یادداشت کہاں سے کہاں لے گئی۔

"حلف اٹھا کر کہو۔ میں وفا کروں گا"۔ زرینہ نے پوچھا۔

سہیل کے سامنے "میں ظلم کو مٹا دوں گا" کے الفاظ شعلوں کی صورت میں تڑپے۔ اور اس کے کانوں میں "سہیل" کہتی ہوئی ایک آواز آئی۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

"تم کیا چاہتی ہو؟"

"میں" وہ مسکرائی۔ "ہم یہاں محبت کے عہد و پیمان کریں گے"۔

"مگر ٹھہرو!"

"کیوں؟" لڑکی نے خوفزدہ آواز میں کہا۔

"میری طبیعت خراب ہے۔۔۔ اس وقت مجھے تنہا چھوڑ دو!"

"پہلے جو میں کہتی ہوں وہ کرو!"

"میں اس وقت کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھے تنہا چھوڑ دو"۔

"تمہاری طبیعت خراب ہے۔ میں تمہارے ساتھ رہوں گی!"

"زرینہ مجھ پر اعتبار کرو!"

"مگر مجھے یقین دلاؤ؟"

"کیونکر؟"

"جو میں کہتی ہوں وہ کرو۔۔۔ حلف اُٹھا کر کہو میں محبت میں وفا کروں گا!"

"اتنی ضد اچھی نہیں!"

"تمہارا اس سے کیا بگڑتا ہے؟" زرینہ نے سہیل کا ہاتھ پکڑ لیا۔

ایک دم سہیل کے سامنے وہی مناظر یکے بعد دیگرے آئے اس کے کانوں میں بار بار یہ الفاظ گونجے "میں ظلم کو مٹا دوں گا!" اس کے ساتھ ہی اس کے چچا کی "سہیل" کہتی ہوئی آواز آئی۔ اس کے لبوں کو حرکت ہوئی۔ یک لخت زرینہ کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا۔ اور اس نے سہیل کے ہاتھ کو زور سے دبایا۔ "سہیل! سہیل!!"

سہیل خاموش کھڑا رہا۔

"سہیل!"

اب اس نے زرینہ کے چہرے کو دیکھا۔

"کیا کر رہے ہو تم؟"

"کیا کہا ہے میں نے؟"

"تم؟" زرینہ کے چہرے پر وحشت چھائی ہوئی تھی: کیا کہا ہے میں نے؟

"گویا تم نہیں جانتے ـــ کونسا ظلم تم مٹانا چاہتے ہو؟"

"اوہ میں سمجھا"، اب سہیل کو معلوم ہوا۔ کہ اس نے پتھر پر ہاتھ رکھ کر وہی الفاظ دہرائے تھے۔ جو غلاموں نے کہے تھے۔۔۔:

"مجھے اس وقت تنہا چھوڑ دو۔ میری طبیعت بہت خراب ہے ـــ میری زرینہ، میری اچھی زرینہ!!"

زرینہ نے اشک ریز آنکھیں اس کی طرف اٹھائیں اور چپ چاپ چلی گئی۔ اس کے چلے جانے کے بعد سہیل جتنا ان واقعات پر غور کرتا۔ اس کے دل کا اضطراب، سینے کی خلش اور روح کی بے قراری بڑھتی جاتی۔ وہ نگاہِ تخیل کے سامنے دیکھتا۔ کہ بے کس زخمی ماں اپنے ننھے سے بیمار بچے کو گود میں اٹھائے کتوں کے آگے بھاگ رہی ہے ـــ اور اس کے ساتھ ہی صولت کا سفاک چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے آجاتا۔ وہ اس اضطراب انگیز اور خلش اندوز حالت سے نکلنا چاہتا تھا۔ مگر نہیں نکل سکتا تھا۔ آخر ایک خیال اس کے ذہن میں آیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا ـــ مگر اس دھڑکن میں ایک خاص قسم کی لذت تھی ـــ!

زرینہ اپنے باغیچے کے دروازے کے قریب کھڑی تھی۔ اسے دو دن سے سہیل نہیں ملا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار ہویدا تھے۔ یکایک اس کی دائیں طرف چند قدم کے فاصلے پر ایک شاخ کو حرکت ہوئی۔ اس نے ادھر دیکھا اور خوف و حیرت کی ایک ہلکی سی چیخ اس کے لبوں سے نکل گئی۔ سہیل کے کپڑوں پر سرخ داغ پڑے تھے۔ اور آنکھیں خوفناک ہو گئی تھیں۔ زرینہ چند لمحے تو اسے پہچان ہی نہ سکی۔ وہ بھاگ کر اس کے قریب گئی۔ اور پھٹی پھٹی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ خوف و حیرت نے اس کے لبوں پر مُہر ثبت کر دی تھی۔

"تم سہیل؟؟"

"تمہیں حیرت ہوگی ـــ واقعی یہ حیرت کا مقام ہے۔ نہیں ـــ!"

"اس وقت تم کیا بنے ہو ـــ تمہارے ہاتھ خون آلود۔۔۔؟"

"ایک قاتل کے ہاتھ خون آلود ہی ہونے چاہئیں!"

"تم قاتل؟؟"

"قاتل بننے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا زرینہ!"

"کیا کہہ رہے ہو تم ـــ قاتل تم؟ کس کو تم نے قتل کیا کہو سہیل!!"

"اس شخص کو جس کی نظروں میں انسان ذلیل کتوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ جس کے مظالم سے انسانیت کا سینہ زخموں سے چور چور تھا۔"

"کون؟" زرینہ کی نگاہوں کے سامنے تاریک سائے منڈلانے لگے۔ ایک خوف آلود توقع اس کے ذہن میں چھا گئی۔ ایک حیرت پرور مایوسی اس کے دل پر قابض ہو گئی ـــ اس توقع، اس مایوسی کے درمیان اس کی حالت اس کشتی کی طرح ہو گئی۔۔۔ جو دریا کی متلاطم سطح پر ہوا کے تیز و تند جھونکوں میں ہچکولے کھا رہی ہو! "کون؟" اس نے دوبارہ کہا!

"تمہارا باپ ـــ خونخوار بھیڑیا؟"

"میرا باپ؟؟"

"تمہارے باپ کے سوا اور کون خونخوار بھیڑیا ہو سکتا تھا؟"

"کیا کہہ رہے ہو سہیل ـــ؟ پاگل ہو گئے ہو؟؟"

"ہاں مجھے میرے ضمیر نے پاگل ہونے پر مجبور کر دیا۔"

"مگر ایسا کبھی ہو سکتا ہے۔ تم اور میرے باپ کو ـــ"

اپنے آقا کو ۔۔۔ ؟"

"اِس کے سوا اور کوئی چارہ نہیں تھا!"

زرینہ بُت بنی کھڑی رہی!

"شاید تم میری بات پر اعتبار نہیں کرتیں۔۔ حالانکہ میرے خون آلود ہاتھ تمہیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے کافی ہیں۔ مَیں نے ظالم صَولت کو قتل کر دیا ہے ۔۔۔ مَیں نے ظلم کو مٹا دیا ہے!"

"کتنا ظلم ۔۔۔ کتنی دغابازی!"

"دل کھول کر لعنت ملامت کر و ۔۔۔ مگر پہلے میرے چند الفاظ سن لو زرینہ! تم جانتی ہو صولت نے غلاموں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا ۔۔۔ اس کے پائے استبداد کے نیچے مظلوم زندگیاں کچلی جا رہی تھیں ۔۔۔ وُہ ظلم کرتا جاتا تھا۔ اور اس کے ظلم کی پیاس بڑھتی جاتی تھی ۔۔۔ اور ہماری کوئی کوشش غلاموں کو اس کے دستِ ظلم سے نہیں بچا سکتی تھی ۔۔۔ اس کی مرض کا علاج صرف ایک تھا۔ اور وہ تھا موت!"

"تم اور میرے باپ کے قاتل؟؟"

"ہاں زرینہ! مَیں تمہارے باپ کا قاتل ہوں ۔۔۔ ظلم کو مٹانے کے لیے مجھے یہ انتہائی ناخوشگوار فرض ادا کرنا پڑا!"

زرینہ چپ چاپ کھڑی سہیل کو دیکھتی رہی۔

"اب میں جاتا ہوں ۔۔۔ ہمیشہ کے لئے رخصت!" یہ کہتے ہوئے سہیل نے قدم اٹھائے اور باغیچے سے نکل کر چلا گیا۔ زرینہ بے اختیارانہ دروازے پر آ کر اسے دیکھنے لگی۔ سہیل تیزی کے ساتھ چلنے لگا۔

زرینہ نے دَوڑ کر اس کا دامن پکڑ لیا

"سہیل!"

"زرینہ میں نے ایک ناخوشگوار فرض ادا کر دیا ہے۔ اب دوسرا ادا کرنا ہے۔ مجھے چھوڑ دو۔ موقعہ کی نزاکت مجھے زیادہ ٹھہرنے کی اجازت نہیں دیتی!"

"تم جا رہے ہو ۔۔۔ تو میرا کیا ہوگا ۔۔۔ میں کیا کروں گی؟"

"مَیں نے تم سے بے وفائی کی ہے۔ مگر زندگی کی مسرتیں تم سے بے وفائی نہیں کرینگی!"

"میری زندگی کی مسرتیں تو تم لئے جا رہے ہو!"

"میں قاتل ہوں زرینہ! مجھے اپنے انجام کی طرف جانے دو ۔۔۔ تمہارے محافظ اور خادم بے کس غلاموں کو اس جُرم کے مرتکب سمجھ چکے ہوں گے۔ اس حالت میں میرا یہاں ٹھہرنا کتنا خطرناک کام ہے!"

"تم نہیں جا سکتے!"

"تو پھر؟"

"تم نہ جاؤ ۔۔۔ تم ۔۔۔ آؤ ہم یہاں سے چلے جائیں!"

"یہ نہیں ہو سکتا زرینہ! مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو!"

"اِس وقت محبت کا فرض ادا کرو!"

"مگر انسانیت کا فرض؟ ۔۔۔ انسانیت کا فرض کیونکر ادا ہوگا؟ ۔۔۔ نہیں مَیں نہیں جا سکتا ۔۔۔ مَیں یہ بزدلانہ کام ہرگز نہیں کروں گا!"

"مگر سنو سہیل! جو کچھ ہونا تھا۔ وُہ ہو چکا۔ اب آؤ یہاں سے چل دیں!"

"مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو زرینہ! تمہارے خادم غلاموں پر ظلم کر رہے ہوں گے۔"

"وُہ ظلم نہیں کر سکتے ۔۔۔ وُہ ظلم نہیں کریں گے۔ تم مجھ پر ظلم نہ کرو ۔۔۔ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی!"

"یہ خیال خام ہے اسے دماغ سے نکال دو!"

"میں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے ۔۔۔ مجھ پر کیوں ظلم کرتے ہو" زرینہ کی آنکھیں اشک آلود ہو گئیں۔

"زرینہ تمہیں ایک قاتل سے ہرگز محبت نہیں کرنی چاہیے ۔۔۔ اور پھر میں قاتل بھی تمہارے باپ کا ہوں!"

سہیل نے غور سے زرینہ کے چہرے کو دیکھا۔ اور چلنے لگا ۔۔۔ چند قدم چلا ہوگا۔ کہ پھر زرینہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"زرینہ! یہ بات مجھے پسند نہیں۔ تم میرے اور میرے فرض کے درمیان دیوار بن کر کھڑی ہو رہی ہو!"

"تو کیا مجھے مار ڈالنا ہی چاہتے ہو۔۔۔ اگر یہ بات ہے۔ تو مجھے قتل کر دو۔۔۔ میں تمہارے ہاتھوں قتل ہونا تمہاری فرقت میں گھل گھل کر مرنے سے زیادہ پسند کرتی ہوں!"

سہیل کے آگے زرینہ کی اشک آلود آنکھیں رحم کی درخواست کر رہی تھیں۔ ایک منٹ تک وُہ بے حس و حرکت کھڑا رہا۔

"آؤ سہیل! یہاں سے چل دیں!"

سورج طلوع ہو چکا تھا۔۔۔ اور اس کی روشنی کائنات کے ذرے ذرے کو منور کر رہی تھی۔ زرینہ برابر منت و سماجت کر رہی تھی۔

"زرینہ! اس کا کچھ فائدہ نہیں۔۔۔ تمہاری التجا مجھے فرض ادا کرنے سے نہیں روک سکتی۔۔۔ مجھے بہرحال اپنا فرض ادا کرنا ہے!"

"تو محبت کا فرض۔۔۔"

"مَیں نے محبت کے فرض پر انسانیت کے فرض کو ترجیح دی ہے!"

سہیل نے اپنا بازو چھڑا لیا۔۔۔ اور دوڑنے لگا۔ زرینہ "سہیل! سہیل!!" کہتی گرتی پڑتی اس کے پیچھے بھاگنے لگی۔۔۔ اس کے پاؤں زخمی ہو رہے تھے۔۔۔ مگر وہ برابر بھاگی جا رہی تھی۔

(۷)

میدان میں ظالم صولت کے محافظ و خادم ایک ایک غلام کو زنجیروں سے۔۔۔۔۔ باندھ کر چابک سے پیٹ رہے تھے۔ مظلوم انسانوں کے جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ اور فضا میں ان کی چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ ان پر یہ الزام لگایا گیا تھا۔ کہ انہوں نے صولت کو زخمی کر دیا ہے۔ صولت کی موت پر پردہ ڈالا جا رہا تھا۔ یکایک دوسری طرف سے گرد و غبار اُٹھا اور سہیل تیزی کے ساتھ بھاگتا ہوا آیا۔ ایک دو منٹ کے بعد محافظوں کے پاس پہنچ گیا۔

"ٹھہرو!" سہیل نے بلند آواز میں کہا۔

محافظوں کے ہاتھ رک گئے۔

"ان کتوں نے محترم آقا کو زخمی کر دیا ہے۔" محافظ بولے۔ غلاموں نے سر ہلا ہلا کر "نہیں نہیں" کا شور مچایا۔

"صولت کو مَیں نے قتل کیا ہے!"

سہیل کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی مجمع پر سنسنی چھا گئی۔ "موت کا قاتل میں ہوں!"

غلام آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اس کی طرف دیکھنے لگے۔ محافظوں کی نگاہیں اس کے خون آلود ہاتھوں پر جم کر رہ گئیں۔ سہیل ایک تودے پر چڑھ گیا۔ اس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اس نے دایاں ہاتھ اوپر اٹھایا اور کہنے لگا:۔

"صولت۔۔۔ ایک خونخوار بھیڑیا تھا۔۔۔ اور آج وُہ مر گیا ہے۔۔۔ تمام غلام آزاد ہیں۔۔۔"

غلاموں کے چہروں پر سرخی دوڑ گئی۔

"میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ انسانوں پر ظلم کرنے والا ابھی زندہ۔۔۔" وُہ فقرہ مکمل نہ کر سکا۔ ایک محافظ نے اس کے سینے میں خنجر بھونک دیا۔ غلام تڑپ کر اٹھے۔ سہیل نے سینے سے خنجر نکالا۔ اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا۔ اور دوسرا ہاتھ زخم پر رکھ کر کہنے لگا:۔

"بیٹھے رہو۔۔۔ کوئی ہنگامہ نہ ہو۔ آج سے تم آزاد ہو۔۔۔ ہو۔ تم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا۔ ظلم کرنے والا مر گیا ہے۔۔۔!"

ایک طرف سے "سہیل! سہیل!!" کہتی ہوئی آواز آئی۔ سہیل آگے بول گیا۔ "کنارے پر جہاز کھڑا تمہارا انتظار کر رہا ہے۔۔۔ جاؤ! تم آزاد ہو۔"

مگر غلام مغلوب الغضب ہو چکے تھے۔ برسوں سے سویا ہوا جذبہ انتقام بیدار ہو چکا تھا۔ وُہ ایکدم اٹھے اور محافظوں پر ٹوٹ پڑے۔ ہجوم میں سے "سہیل! سہیل!!" کہتی ہوئی آواز آئی۔ سہیل نے ایک طرف دیکھا۔ اس کی محبوبہ مغلوب الغضب لوگوں میں پس رہی تھی۔ اس نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر بول نہ سکا۔ اور دھم سے گر پڑا۔ اس کے ساتھ ہی زرینہ کی آواز بھی ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی۔

امین حزیں
(سیالکوٹی)

نکات

(۱)

خودی جو شیفتۂ لذّتِ نمود نہیں — وہ ایک سایۂ تاریک ہے وجود نہیں
نمود سے ہے وجود اس کا مثلِ شعلۂ برق — "خودی" وہ آتشِ ایمن ہے جسکا دُود نہیں

(۲)

نمود سے ہیں مہ و مہر آپ اپنی دلیل — نمود جوہرِ ذاتی سے ہے جمالِ جمیل
خودی جو اپنی نمائش سے جھینپ جاتی ہے — وہ یا تو مردہ ہے یا دبکے ہوگئی ہے رذیل

(۳)

نمود ہی ہے ثبوتِ وجودِ شے ناداں! — نمود ہی سے چمکتا ہے جوہرِ پنہاں
"خودی" کو بہر خدا دے نمود کا موقعہ — کہ ہے یہ آئینۂ ممکنات بے پایاں!!

(۴)

نمود جو نہیں رکھتا وجود ہی کیسا؟ — جو آگ کا نہ ہو مخبر وہ دود ہی کیسا؟
اثر پذیر نہ ماحول ہوسکے جس سے — تمہیں بتاؤ امیں وہ شہود ہی کیسا؟

(زیرِ ترتیب گلبانگِ حیات کا ایک ورق)

مترجمہ: شاہدالہاشمی
(ا۔ پیوری)

بھکاری

"آگ ہوگی؟"

"ہاں ہے تو"

"مجھے چاہیئے"

"کیسے لے جاؤگی؟"

"اس ٹھیکری میں"

"لاؤ دیدوں"

"یہ لو"

جاڑے کی اندھیری رات، ندی کا شور، جو غصہ میں گرجتی ہوئی، اپنے کناروں سے سر ٹکراتی ہوئی بہتی چلی جارہی تھی۔ بارش اس شدت سے ہورہی تھی گویا معلوم ہوتا تھا، کہ آج ہی گھٹاؤں سے ساتوں سمندروں کا پانی برس جائے گا۔ ندی کے کنارے ایک دھرم سالہ نظر آرہا تھا۔ جس میں شہر کے چند بھیک منگے جنہیں کہیں پناہ نہ ملتی تھی، رات بسر کیا کرتے تھے۔

ہاں تو جاڑے کی اندھیری رات جب کہ فارغ البال دنیا والے اپنے گرم گرم بستروں میں دبے دنیا و مافیہا سے بے خبر چین کی نیند سوتے تھے۔ سرائے میں تین بھیک منگے پناہ گزیں تھے۔ ایک بوڑھا جس کی دونوں آنکھیں بینائی کھو چکی تھیں، اسکی نوجوان الہڑ لڑکی، جس کے ہر ہر عضو سے جوانی پھٹی پڑتی تھی، اور تیسرا ایک نوجوان تندرست و توانا بھکاری۔

لڑکی اپنے بوڑھے باپ کی لکڑی پکڑ پکڑ کر شہر کی گلیوں میں بھیک مانگا کرتی تھی، یہی اسکے بڑھاپے کا سہارا تھی، جوان بھکاری اس سرائے میں پہلی بار آج ہی آیا تھا۔ وہ سٹیشن پر بھیک مانگا کرتا تھا۔

اس شام کو جب گھٹائیں اپنے دل کا ارمان نکالنے پر تلی ہوئی تھیں، وہ جوان بھکاری رات بسر کرنے اس سرائے میں ٹھہر گیا تھا جب اس سے آگ طلب کی گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوشیزہ بھی اپنے بوڑھے باپ کے ہمراہ آگئی۔ دونوں نے دو کونوں میں اپنے اپنے بستر جما دیئے

بھکاری نے اس دوشیزہ کے ٹھیکرے میں آگ رکھ کر خیال کیا، کہ وہ اکیلی نہیں ہے، اس کے دل میں ایک عجیب قسم کی گدگدی پیدا ہونے لگی اسکا دل یہ محسوس کرنے لگا، کہ اب وہ اس دنیا میں اکیلا نہیں رہیگا اسے اسکی زندگی کا ساتھی مل گیا ہے۔

جسوقت وہ بھکاری دوشیزہ کو آگ دے رہا تھا، اسکی انگلیاں دوشیزہ کی نرم و نازک اور ٹھنڈی انگلیوں سے مس ہوگئیں۔ اسکے جسم میں ایک برقی لہر دوڑ گئی، اسے ایسا معلوم ہونے لگا، کہ دن رات دھڑکنے والا دل صرف گوشت کا ایک لوتھڑا ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کوئی اور چیز بھی پوشیدہ ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس سے پہلے اس نے اپنے دل کا کبھی خیال بھی نہیں کیا تھا اسکے دل میں دوشیزہ کی پیاری پیاری نازک انگلیوں کو دوبارہ چھونے کی تمنا اور بڑھ گئی۔ آج سے پہلے بھکاری کو کسی چیز میں اتنا لطف نہیں آیا تھا۔ جتنا ان انگلیوں کے چھونے میں۔ کچھ دیر ٹھہر کر بھکاری پھر بولا:۔

"اور آگ چاہیئے"

"ہے نا؟"

"کیوں نہیں" بھکاری کہنے لگا "لاؤ ٹھیکرا دوں"

اسے کسی کے چلنے پھرنے کی آواز سنائی دی، ساری کی ہلکی سی سرسراہٹ، سانس کی دبی ہوئی آواز، بھکاری کے جسم میں بجلی کی لہر سی دوڑ گئی۔ وہ اپنے پنجے ذرا آگے بڑھا کر بولا:۔

"لاؤ ٹھیکرا کہاں ہے؟"

"یہ ہے!" کسی نے آواز دی اور ساتھ ہی کسی بڑی چیز کے رکھنے کی آواز آئی، بھکاری کا دل اداس ہوگیا۔ وہ چاہتا تھا، کہ ٹھیکرا اس کے ہاتھ میں دیا جائے

"کدھر ہے؟"

"یہ ہے"

"لاؤ"

"دے تو رہی ہوں"

"مجھے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا!"

"آنکھوں میں اندھیرا معلوم ہوتا ہے کیا؟" ایک دبی ہنسی کے ساتھ بھکارن نے جواب دیا۔

"ہاں! آج سے معلوم ہونے لگا ہے"

"آج سے"؟ بھکارن نے ہنس کر کہا۔

بھکاری نے ہاتھ پھیلایا تو دوشیزہ کی پیری انگلیاں اسے چھو گئیں، اور اس کے جسم میں ایک سنسنی سی پھیل گئی۔

——— ۲ ———

"سنو تو"

"اوں ہوں"

"تمہیں میری قسم"

"پھر وہی بیوقوفی"

"ایک بات سن لو"

"کہو"

"کس سے کہوں؟ دیوار سے؟"

"سن تو رہی ہوں، کہو میں بہری نہیں ہوں"

"جاؤ میں کچھ بھی نہیں کہوں گا"

"میں جاتی ہوں، نہ کہو میری بلا سے"

"ناراض ہوگئیں یہ بری عادت ہے"

"تم کچھ کہتے ہی نہیں تو میں کیا کروں"

"ادھر آکر سنو"

"کہو"

"کل میں اپنے گھر جانا چاہتا ہوں: ہے اجازت؟"

"اچھا!"

جس طرح ایک سچا مذہب پرست بلاناغہ عبادت گاہ میں جاتا ہے، اسی طرح بھکاری بھی سرِشام دھرم سالہ پہنچ جاتا۔ وہ دوشیزہ بھکارن بھی اپنے باپ کے ساتھ ٹھیک وقت پر آجاتی۔ جب کبھی وہ دیر سے پہنچتی، بھکاری کی بے چینی بڑھ جاتی۔ اور وہ بڑی بے تابی کے ساتھ اس کا انتظار کیا کرتا۔ اور انتظار کی چند گھڑیاں کس طرح گزرتیں، اسکا دل ہی جانتا، وہ رنجیدہ ہوجاتا۔ اسے ہر طرف اداسی نظر آتی، لیکن بھکارن کے آتے ہی سب بے چینی کافور ہوجاتی۔ ساری اداسی ہنسی میں تبدیل ہو جاتی، وہ اپنے دل میں ایک گدگدی محسوس کرتا۔ کتنی ہی برسات کی کالی کالی راتیں، کتنی ہی بسنت کی پیاری پیاری دوپہریں آئیں اور گزر گئیں مگر بھکاری کی زندگی اس کشتی کے مانند تھی جو موجوں میں گھر گئی ہو۔ موجیں اسے جس طرف بہالے جائیں وہ بہتی چلی جاتی ہے۔ بھکاری دکھ اور درد کی موجوں کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ دیکھیں کدھر بہالے جاتی ہیں۔

ایک دن اس نے بھکارن سے کہا:

"تمہارے پتا کی حالت تو روز بروز خراب ہوتی جارہی ہے پھر کیا تم اکیلی ہی رہوگی؟"

"تمہارا اس سے مطلب؟" بھکارن نے تنک کر جواب دیا۔

"مطلب کیوں نہیں خوب کہتی ہو؟" بھکاری کہنے لگا۔

"میں تمہاری کون ہوتی ہوں، جو میری فکر میں دن رات بے چین ہورہے ہو! میں اپنے ماموں کے پاس رہوں گی"

"میں تمہارے ماموں کا سر توڑ دوں گا" بھکاری چڑ کر کہنے لگا۔

"بڑے آئے سر توڑنے والے! میرے ماموں کچہری میں بھیک مانگتے ہیں، پولیس والوں سے انکی دوستی ہے۔ بڑے صاحب ہر اتوار کو چار آنے دیتے ہیں" بھکارن نے دل ہی دل میں مسکرا کر جواب دیا

"ٹھیک ہے! میں تمہارے ماموں کا سر کیوں توڑنے لگا، میں تمہارا ہوتا ہی کون ہوں۔ میں خود ہی کانشی جانیوالا تھا، پر نہ جاسکا" بھکاری نے اپنے دل کی بے چینی دبا کر کہا۔

"ہٹو میرے سامنے سے! میں تم سے نہیں بولونگی! کانشی جاؤ یا پریاگ! مجھے اس سے مطلب"

بڑی تیزی سے بھکارن نے اتنا کہا اور اپنے پتا کے پاس چلی گئی، جو

دوسرے کونے میں پڑا کراہ رہا تھا۔ وہاں جا کر وہ آہستہ آہستہ رونے لگی۔ اسکا دل امنڈا آ رہا تھا۔ وہ اپنے دل کو سنبھالنا چاہتی تھی لیکن نہ سنبھال سکتی تھی۔

مٹی کا ایک چھوٹا سا چراغ بجھنے کے قریب تھا۔ اور ایک پروانہ اسکے ارد گرد چکر لگا لگا کر اپنے آپ کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ لیکن چراغ کی لو اتنی تیز نہ تھی کہ اپنے پریمی کو جلا سکے۔ رات آئی اور ہوا کے ایک ہلکے سے جھونکے نے چراغ کی زندگی ختم کر دی۔ جلتے ہوئے کلیجے کو سکون ملا۔

دھرم سالے میں اندھیرا چھا گیا۔ ایک کونے میں اپنے پتا کے پاس بیٹھی ہوئی بھکارن آنسو بہا رہی تھی۔ دوسرے کونے میں چپ چاپ آنکھیں بند کئے ہوئے بھکاری پڑا تھا۔

(۳)

"بڑی سردی ہے۔"

"اف! اب سہی نہیں جاتی! باپو جی رات کیسے کاٹیں گے میں تو سہہ لونگی لیکن ....!"

"ہاں بڑی سردی ہے! ایک کمبل ہو تو .... کام تو مشکل ہے!"

"ہاں"

"کیا کہا تم نے؟ ایک کمبل! کہاں سے پاؤں کمبل، تھوڑا سا پیال بھی ملے تو کافی ہے باپو جی کی حفاظت ہو سکے! اُف کیسی ٹھنڈی ہوا ہے۔ میں مر جاؤں گی۔"

"کیا کروں؟ کہاں سے پاؤں پیال ...... کمبل .....

..... کمبل ہو تو تمہیں بھی آرام ملے!"

"کتنے روپیہ میں کمبل ملے گا؟"

"یہی پانچ چھ روپے میں۔"

"باپ رے اتنی قیمت! سمجھتی تھی کہ ڈیڑھ دو روپے میں۔"

"سستا کمبل بیکار ہوتا ہے! جاڑا نہیں جاتا۔"

"پتا جی کی بڑی فکر ہے! باپ رے ایسی سردی ــــ"

پوس ماگھ کی ڈراونی کالی رات۔ فضا میں برف کے چھوٹے چھوٹے ذرات اڑ رہے تھے۔ ہوا تو ایسی تھی، کہ ہڈیوں کو چیرتی ہوئی نکل جائے

درخت کا پتہ پتہ کانپ رہا تھا۔ بھکاری نے ٹھنڈی سانس بھر کر سوچنا شروع کیا۔ اسے ایک کمبل چاہیئے اپنے لئے نہیں ــــ تو پھر کس کے لئے؟ اس بھکارن کے لئے۔ اسکے پتا کے لئے۔ وہ بڑھا بڈھا اپنا بچ کمبل اوڑھ کر رات کاٹے گا۔ لیکن اس سے بھکاری کو فائدہ؟ تو کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ لیکن جب اسے بھکارن کا پتا اوڑھیگا۔ تو بھکارن کتنی خوش ہوگی۔ اور اسکی خوشی ہی اس کے لئے سب کچھ ہے۔ بھکاری نے رات کو سوچ لیا، کہ اسے کیا کرنا ہے۔ ایک کمبل کے لئے اسے کتنی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ پہلی بار آج اسے اپنی بیچارگی کا احساس ہوا۔ کیا وہ اپنے پریم کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتا؟ ایک معمولی کمبل بھی جب اس کے لئے پہاڑ ہو رہا ہے تو کس بل پر سچی محبت کا دعویٰ کرتا ہے۔ اسکی محبوبہ کیا کہے گی۔ وہ اپنے دل میں بہت شرمندہ ہوا۔ اسکے دل کی ملکہ سمجھ لیگی کہ وہ کس کے دل کی رانی ہے جو مجبوری، لاچاری، بیکسی اور مفلسی کا راجہ ہے بھکاری مجبور تو تھا ہی، لیکن یہ بات اسے نہایت تکلیف پہنچا رہی تھی کہ وہ اپنی بھکارن کے سامنے مفلسی کے باعث گردن جھکا دے انہی خیالوں کی دنیا میں اس نے رات کاٹی صبح کی سفیدی پھیلتے ہی اس کا خیال بھکارن کیطرف گیا۔ وہ اپنے تمام چیتھڑے اپنے پتا کو اڑھا کر چپ چاپ بیٹھی دکھ کی گھڑیاں گن رہی تھی، نہ آگ تھی، نہ کپڑے۔ بھکاری سے یہ منظر نہ دیکھا گیا۔ اس نے اپنے دل میں عہد کیا۔ کہ بغیر ایک کمبل لئے اپنا منہ بھکارن کو نہ دکھائے گا۔ یہی بڑبڑاتا ہوا بھکاری بازار کیطرف چلا۔ اسکے پاس صرف پانچ چھ آنے کے پیسے تھے۔ اور آج اسے پانچ چھ روپے کا سودا کرنا تھا۔ آٹھ دس گھنٹوں میں وہ اتنے روپے کیسے کما سکے گا؟

(۴)

دن ایک خواب کی طرح ختم ہو گیا۔ بھکاری سارا دن ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر سوچتا رہا، کہ وہ کمبل کیسے حاصل کرے۔ سامنے خوبصورت اور شاندار دکانوں کی قطار تھی۔ شیشہ کی الماریوں میں بے شمار کمبل پڑے تھے، موٹروں کی ریل پیل تھی، لوگ آتے اور چپ چاپ کمبل خرید کر چلے جاتے۔ ایک صاحب آئے، ساتھ چار پانچ چھوٹے بڑے

بچے تھے۔ دوکاندار نے خوشی سے بڑھ کر خوش آمدید کہا، دیکھتے دیکھتے وہ کئی گرم شال اور کمبل خرید کر چلے گئے۔

دوسرے صاحب آئے انہوں نے کئی کمبل خریدے اور بھورے رنگ کا کمبل خود اپنے لئے خرید کر واپس چلے گئے۔ سامنے ایک سپاہی موٹا سا کمبل اوڑھے چلا آ رہا تھا۔ بھکاری کی نظروں میں تمام دُنیا کمبل پوش دکھائی دینے لگی۔ مگر تمام دنیا میں صرف وہی بدنصیب تھا جس کے پاس کمبل نہ تھا۔ وہ تمام کمبل والوں کو گالیاں دینے لگا۔

رات آئی۔ بھکاری کا دل رین بسیرے کے لئے تڑپنے لگا لیکن ہمت نہ ہوئی بغیر کمبل لئے چین کہاں، اب تو وہ کمبل لیکر ہی اپنی رانی کے سامنے سر اونچا کر کے کھڑا ہوگا۔ جس طرح ایک بہادر سپاہی کارنمایاں انجام دیکر اپنے سردار کے سامنے کھڑا ہوتا ہے۔

سوچتے سوچتے رات ختم ہو گئی۔ لیکن کمبل ہاتھ نہ لگا اسیطرح بھکاری کے کئی دن بڑی بکلی میں ختم ہو گئے۔ اس نے دھرم سالے کی طرف قدم بھی نہ اٹھایا۔ اسکا دل تڑپ تڑپ کر رہ جاتا۔ اس کا دل ہر بار یہ یاد دلاتا، کہ اسکی محبوبہ نے پہلی بار اشارے سے جو چیز مانگی تھی اس کو پورا نہ کرنا بے وفائی میں داخل ہے۔ بھکاری کمبل لیکر اپنی عزت بڑھانا چاہتا تھا۔ اپنی بے پایاں محبت کا ثبوت پیش کرنا چاہتا تھا۔ اپنے پیسوں سے کچھ خرید کر کھاتا۔ اور خاموشی سے پڑے پڑے کمبل کی دکان کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرتا۔ قریب قریب ایک ہفتہ یونہی ختم ہو گیا۔ بھکاری اکتا گیا۔

پھر رات آئی

ہمیشہ کی طرح ماگھ کی بھیانک رات اور آئی گھنگھور گھٹا کیساتھ غضب کی سردی تھی۔ بادل انتہائی غصے سے گرجنے لگا۔ سارا سنسار کانپنے لگا۔ رات بڑھتی ہی گئی، اور دیکھتے دیکھتے سناٹا چھا گیا۔ دوکانیں بند ہو گئیں سارا شہر گرم کمبل اوڑھ کر سو گیا۔ کم سے کم بھکاری کو تو ایسا معلوم ہونے لگا۔ سردی نے پھر اسے ایکبار کمبل کی یاد دلائی۔

رات کی تاریکی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ بھکاری آہستہ آہستہ کمبل کی دکان کیطرف بڑھنے لگا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ رواں رواں کانپ رہا تھا۔ کلیجہ امنڈ کر منہ کو آ رہا تھا۔ وہ کمبل کی دوکان کے پاس آیا ادھر ادھر دیکھ کر اپنے کپڑوں میں سے کچھ نکال کر آہستہ سے شیشوں کو توڑ دیا۔ ایک ہلکی سی آواز فضا میں کھو گئی۔ ایک سیکنڈ میں بھکاری نے اپنے آپ کو کمبلوں کے پہاڑوں میں پایا۔

اس نے بہت سے کمبلوں کو چھوا، کتنا لطف آ رہا تھا اسے خوشی سے اسکا دل اچھلنے لگا۔ اب اسے یہ فکر لاحق ہوگئی، کہ ان کمبلوں میں سے کونسا کمبل لے۔ جلدی میں اس نے ایک موٹا کمبل اٹھالیا اور ادھر ادھر دیکھ کر اپنا راستہ لیا۔ وہ سیدھا دھرم سالے کی طرف اڑا جا رہا تھا۔ گویا اس کے پیروں سے پر لگے ہوئے تھے۔ تحفہ دیکھ کر وہ ضرور اپنی بھکارن کا دل موہ لے گا۔ وہ کتنی خوش ہوگی۔ اور پھر ایکبار اسی طرح اپنی درد بھری آنکھوں سے اسکی طرف دیکھکر مسکرا پڑے گی۔ وہ اپنے آپ کو چھپاتا ہوا بڑی تیزی سے بھاگا جا رہا تھا سامنے دھرم سالہ نظر آیا۔ وہ خوشی میں پھولا نہ سمایا۔ بڑی عجلت کے ساتھ دھرم سالہ میں داخل ہوا، اسکی آنکھیں کسی کو تلاش کرنے لگیں۔ دھرم سالہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔

وہ دل شکستہ ہو کر چلا اٹھا "کہاں گئی وہ؟"

فوراً ہی ایک کونے سے جواب ملا "کون ہے؟"

بھکاری کہنے لگا "تم کون ہو اور یہاں جو ایک بوڑھا اور اسکی لڑکی رہتی تھی کہاں گئے؟"

"میں نہیں جانتا! بوڑھا شاید مر گیا اور لڑکی کو اس کا کوئی رشتہ دار آکر لے گیا۔ لیکن تم ہو کون؟"

"آہ!!!"

بڑی زور سے بادل گرجا، ہوا کے ٹھنڈے جھونکے کیساتھ موسلادھار بارش ہونے لگی بھکاری جہاں تھا وہیں ٹھٹھر رہا۔ رات آہستہ آہستہ اپنا سفر ختم کر رہی تھی

کرشن چندر ایم اے

بچپن

رفیع کو تیتریوں سے بہت محبت تھی، یوں تو رفیع کو ہر چیز سے محبت تھی، خوشنما رنگا رنگ کی تیتریوں کو باغ میں اڑتے دیکھ کر اسکا دل یکایک بے تاب ہوجاتا اور وہ انکے پیچھے خوشی کی وحشیانہ چیخیں مارتا ہوا پھولوں کی کیاریوں کو روندتا ہوا بھاگا بھاگا پھرتا، اور جھٹ سے اپنی پھندنے والی ٹوپی سر سے آتار کر لاجوردی رنگوں والی ایک تیتری کو اس میں قید کر لیتا، پھر آہستہ سے حیرت اور پیار بھری نگاہوں سے تیتری کی طرف دیکھتا، اسے اپنی چھوٹی چھوٹی نازک انگلیوں میں پکڑ کر ادھر ادھر گھومتا، تیتری کے پر پھڑپھڑاتے اور یکایک اسکا دل رحم کے جذبات سے اتنا بھر جاتا، کہ اسکی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگتے اور وہ اسے بلکلنت چھوڑ دیتا۔ تیتری اڑتی ہوئی دور سونف کے پودوں سے پرے شفتالوؤں کے درختوں کی چوٹیوں سے گزر جاتی، رفیع حیرت بھری نگاہوں سے اڑتی ہوئی خوبصورت تیتری کی طرف دیکھتا۔ کتنی اچھی تیتری تھی! محبت اور افسوس، یکایک ایک اور تیتری، سبز اور پیلے پیلے پروں والی، پہلی تیتری سے بھی زیادہ حسین اور درخشاں سنگھرراج کے پھولوں کے اوپر اڑتی ہوئی دکھائی دیتی، اور وہ اپنی چھوٹی چھوٹی ٹانگوں سے لمبی لمبی چھلانگیں مارتا ہوا سنگھرراج کے تختوں کی طرف دوڑنے لگتا۔ اسے واقعی تیتریوں سے محبت تھی۔

اسے آڑوؤں سے بھی محبت تھی، اور سیبوں سے بھی، اور لال لال رنگ کے شربتی انگوروں سے بھی، جب درختوں پر سیب سونے کی گیندوں کی طرح چمکتے، اور لمبی لمبی سبز بیلوں میں پہاڑی انگور یاقوت کے دانوں کی طرح دمکتے، تو انہیں دیکھ کر رفیع کا دل کسی نا معلوم خوشی سے کانپنے لگتا۔ صرف دل ہی نہیں، بلکہ ٹانگیں بھی، وہ چاہتا کہ وہ جلدی جلدی درخت کی اونچی شاخوں پر چڑھ جائے۔ اور ہر ایک آڑو کو اپنی نکر کی ننھی ننھی جیبوں میں بھر لے۔ ہر سیب کو انگوروں کے ہر خوشے کو اپنے گالوں کے اندر یا شاید اپنے دل کے اندر چھپا لے وہ نہیں چاہتا تھا۔ کہ دنیا کا کوئی اور فرد بھی اسکے سیبوں، آڑوؤں، انگوروں اور ناشپاتیوں کی طرف نگاہ بھی اٹھائے۔ اسے یقیناً ان سے محبت تھی اور باغ کے مالی کو یہ اچھی طرح معلوم تھا۔

اور پھر اسے اپنی انا سے بھی محبت تھی۔ جب اماں انا کو کبھی جھڑکی دیتیں، اور انا اداس صورت بنائے آنچل کے ایک کونے سے آنسو پونچھتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی جاتی، تو رفیع ادھر ادھر دیکھتا ہوا، سہم سہم کر قدم اٹھاتا ہوا، چپکے سے انا کے کمرے میں چلا جاتا اور انا کی سیاہ گھگھری کا کونا پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ وہ اداس، معصوم اور پیار بھری نگاہوں سے اپنی انا کی طرف دیکھتا، اور وہ انا کو چپ کرانا چاہتا وہ اسے ڈھارس دینا چاہتا۔ لیکن پتہ نہیں کیوں وہ کچھ نہ کر سکتا، پھر یکایک اس کا گلا بھر آتا، اور انا کو روتے دیکھ کر وہ بھی بے اختیار سسکیاں لینے لگتا، پھر انا اسے اپنی گود میں لے لیتی، اسے اپنے بازوؤں میں زور سے بھینچ کر چھاتی سے لگا لیتی۔ اپنے گیلے رخسار اسکی نرم نرم گالوں سے لگا لیتی۔ اس کا منہ اتنی بار چومتی، کہ اسی کا دم رکنے لگتا پھر آہستہ آہستہ انا کی سسکیاں بند ہو جاتیں، اور اس کے آنسو خشک ہو جاتے —— ہاں اسے اپنی انا سے بہت محبت تھی۔

لیکن انا سے محبت کا مطلب یہ نہیں تھا، کہ اسے امی اچھی نہ لگتی تھیں۔ امی تو اسکی جان تھی، لیکن وہ کیا کرے، اماں ہی اسے ہر وقت اپنے پاس نہ رہنے دیتی تھیں ”جاؤ ننھے باغ میں کھیلو، جاؤ ننھے سکول جاؤ“ رفیع سیر کو، وہ جب دیکھتا، امی کسی نہ کسی کام میں مصروف ہوتیں امی کچن میں جاتیں تو وہ پیچھے بھاگتا۔ اور کروشیا یا سلائیاں لے کر بیٹھتیں تو وہ صوفے کا کونا پکڑ کر کھڑا ہو جاتا۔ اور امی کے بالوں سے کھیلنے لگ جاتا۔ اماں گھڑکی دیتیں ”ننھے تم نے سبق نہیں یاد کیا، اور

وہ سہم جاتا، "جاؤ کام کرو"۔ اور وہ دھیمے دھیمے قدموں سے واپس لوٹ جاتا۔ اسے تو ماں سے محبت تھی لیکن ماں ہی اسے ہر وقت پیار نہیں کرتی تھیں۔ جب گھر میں مہمان عورتیں آتیں تو وہ مچل جاتا اور بار بار ماں کے پاس جا کھڑا ہوتا۔ لیکن ماں اسے یونہی پچکار کر کہہ دیتیں "رفیع بیٹا، باہر کھیلو"

ہاں کبھی کبھی وہ اماں کی گھڑکیوں کی بھی پروا نہیں کرتا تھا ماں طشتری اٹھائے ہوئے ابا کے لئے کھانے کے کمرہ میں تراشے ہوئے پھل لیجا رہی ہوتیں۔ کہ وہ انکی ٹانگوں سے لپٹ جاتا۔ شریر نٹھے شریر رفیع کہنے سے کیا ہوتا تھا۔ وہ اردو کی تیسری کتاب اٹھائے ہوئے ماں کے ارد گرد شور مچاتا ہوا بھاگتا، اور انہیں ایک قدم بھی آگے نہ بڑھنے دیتا۔ تھک کر اور ہار کر وہ اسے اپنے بازوؤں میں اٹھا لیتیں۔ ماں کی میٹھی اور مہربان نگاہیں دیکھ کر وہ انکی گردن سے لپٹ جاتا "میری اچھی امی"

وہ اباجی کو بھی بہت چاہتا تھا، اگرچہ اسے پتہ تھا، کہ ابا بہت بڑے آدمی ہیں۔ اور نرم لہجے میں بہت کم بات کرتے ہیں، پھر بھی وہ انہیں بہت چاہتا تھا۔ اگر وہ دورے پر جاتے تو وہ ہمیشہ ضد کرتا "مجھے بھی ساتھ لیچلو ابا، لیچلو نا ابا، اچھے اباجی، اباجی"۔ لیکن ان منتوں سماجتوں کا اباجی پر ہمیشہ کم اثر ہوتا تھا، اور تو اور وہ شام کو سیر کرنے کے وقت بھی اپنے دوستوں کے ہمراہ چلے جایا کرتے، اور بیچارہ رفیع چیختا ہی رہتا، ابا دورے سے واپس آتے تو وہ کتنی دیر ہی ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر ابا کی راہ دیکھتا رہتا، اور جب ابا دور سے ہی گھوڑے پر سوار ندی کے قریب کی پگڈنڈی پر نظر آجاتے، تو وہ فرط مسرت سے چلا اٹھتا، اباجی آئے، وہ آئے، وہ آئے، ہاں وہ اباجی کو بہت چاہتا تھا۔

لیکن محبت تو اسے نیلا سے ہی تھی، نیلا بیگم فتح دین چپراسی کی لڑکی تھی، عمر میں شاید رفیع سے ایک برس بڑی ہی تھی، شاید اسی وجہ سے وہ بیچارے رفیع کی پروا تک نہ کرتی تھی، ممکن ہے کہ کوئی اور وجہ بھی ہو، لیکن اس کا رفیع کو پتہ نہ تھا۔ بہرحال رفیع کو جتنی نیلا سے محبت تھی، اتنی نیلا اس سے بیگانہ تھی، اس نے تو آج تک کبھی رفیع سے بات بھی نہ کی تھی، بلکہ جب کبھی وہ رفیع کے پاس سے گزرتی، اور رفیع کو ایسے موقعے بہت کم آئے ہونگے، تو سر اٹھا کر اپنے خوبصورت گھونگروالے بالوں کو جھٹکا کر اسکے پاس سے گزر جاتی، غریب رفیع کو اسوقت بہت ہی ذہنی تکلیف ہوتی تھی، وہ اس چھوٹے سے قصبے کے ہر ننھے گڈریے سے ہنس ہنس کر بات کرتی تھی۔ مگر... بیچارے رفیع کو ہی یہ مسرت حاصل نہوئی تھی۔

یوں تو یہ کوئی بہت بڑی بات نہ تھی، رفیع کی معصوم زندگی میں چند ہی ایک ایسے تکلیف دہ لمحے آئے تھے، ورنہ دن بھر تو وہ نیلا کو کم و بیش یاد بھی نہ رکھتا تھا سکول کی قید، ماسٹر کی گھڑکیاں، حساب کے سوال، جمع تفریق، ضرب و تقسیم، باغ میں اچھل کود، رات کو وہ جب تھک کر بستر پر ہوتا تو بس پھر صبح امی ہی اسے مشکل سے جگاتی تھیں۔

لیکن جب نیلا سامنے آجاتی، یا وہ جب باغ میں پھولوں سے اکیلا کھیلتا کھیلتا اکتا جاتا، تو نیلا کی حسین گڑیا جیسی صورت کا خیال کرتے، وہ ایک عجیب ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو جاتا، اور اس کا جی چاہتا، کہ وہ خود نیلا کو بلا لے، بھلا وہ اسے کیا کہے گی، اچھا، تو بھلا وہ اس سے ہی کیوں نہیں بولتی۔ ایکدن جب وہ یونہی کھیلتا کھیلتا ندی کے کنارے چلا گیا تھا، جہاں ندی پہاڑ کے قدموں سے ٹکرا کر اپنا بہاؤ تبدیل کرتی ہوئی جنوب کی طرف مڑ جاتی تھی تو وہاں اس نے ایک تنگ کے بہت بڑے درخت کے نیچے بہت سے اپنے ہمجولی دیکھے۔ کئی پتنگیں چڑھا رہے تھے، کئی بانسریاں بجا رہے تھے۔ کئی بچھڑی ہوئی بھیڑ بکریوں کو آوازیں دے دے کر واپس بلا رہے تھے۔ دو تین ندی کے کنارے نہا رہے تھے۔ اور ندی کے نیلے پانی میں تیرنے کی ناکام کوششیں کر رہے تھے۔ ایک طرف منوہر، صادق، حسنی، نوراں، کیتھری اور بہت سے لڑکے لڑکیاں ریت کے ٹیلے کھود کھود کر عالیشان محل بنا رہے تھے۔ رفیع بھی ان کے ساتھ جا کر کھیلنے لگا۔ ان میں نیلا بھی تھی، وہ بہت دیر تک ان کے ساتھ کھیلتا رہا۔ لیکن معلوم نہیں کیوں نہ اس نے نیلا سے بات کی، نہ نیلا نے اس سے۔ کھیلتے کھیلتے نیلا اور کیتھری پتنگ کے قریب

چلی گئیں۔ اور پتنگ چڑھانے لگیں۔ رفیع حیرت سے انکی طرف دیکھنے لگا، اس نے آجتک کبھی پتنگ نہ چڑھائی تھی، اتنی اونچی، اسے تو پتنگ پر بیٹھنے سے بھی ڈر لگتا تھا۔

صادق بانسری بجا رہا تھا، رک کر بولا "پتنگ پر چڑھو گے"

رفیع انکار نہ کر سکا، خاصکر نیلا کے سامنے جو دوسری پتنگ سے اترکر اب پاس کھڑی مسکرا رہی تھی۔

رفیع ڈرتے ڈرتے پتنگ پر چڑھا۔ لیکن اب اسے پتنگ کو آگے بڑھانے کا ڈھب نہ آتا تھا۔ ناچار کہنے لگا مجھے جھوٗلا دو۔

یہ سنکر بہت لڑکے لڑکیاں ہنس پڑے۔ رفیع کو ایسا معلوم ہوا کہ نیلا کی ہنسی ان سب میں سے بلند تھی، وہ شرمندہ سا ہوگیا اور پتنگ سے اتر آیا، اور سیدھا گھر کی طرف چلا گیا۔ وہ غمگین اور اداس جا رہا تھا، اسے کسی پر غصہ نہ تھا، صرف اسے بار بار نیلا پر غصہ آ رہا تھا گھر پہنچتے پہنچتے اسکی سسکیاں تیز ہوگئیں۔ اور جب وہ بڑے پھاٹک کے اندر داخل ہوا، تو وہ زار و نزار رو رہا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اماں نے پوچھا۔

"کیوں رو رہے ہو بیٹا؟"

"بیٹا رفیع کیا بات ہے"

"میرے رفیع کو کس نے مارا ہے؟"

"ننھے تم اتنی دیر کہاں کھیلتے رہے، یہاں بچارا مالی ڈیڑھ دو گھنٹے سے تمہاری تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہے۔ بولو رفیع ننھے۔"

لیکن ننھا رفیع دیر تک روتا رہا آخر جب وہ چپ ہوا۔ تو سسکیوں کے درمیان میں رک رک کر بولا:۔

"میں۔ . . . . . میں۔ . . . . . ایک پتنگ . . . ایک پتنگ لگوا دو امی"

نیلا رفیع کے ہاں کئی بار آئی کبھی امی سے مٹھائی لینے کے لئے کبھی کوئی کپڑوں کا جوڑا لینے کے لئے، کبھی پکے ہوئے اخروٹ دینے کے لئے، جو اس کے گھر کے آنگن میں اگے ہوئے درخت پر لگتے تھے لیکن رفیع اسے دیکھتا ہی رہجاتا۔ کئی بار رات کو سوتے وقت جب اماں اسے پریوں کی کہانیاں سناتی، تو وہ سوچا کرتا کہ کیا پریاں نیلا کی طرح خوبصورت اور مغرور ہوا کرتی ہیں۔ لیکن اس سوال کو اماں سے پوچھنے کا اسے کبھی حوصلہ نہ ہوا، نیلا اسے ایک مورت کی طرح پیاری لگتی تھی کبھی وہ سوچتا، اسکے گال کتنے لال ہیں۔ اس کے ہونٹ اس کے اپنی گالوں یا ہونٹوں کا رنگ تو اتنا صاف نہ تھا، اچھا تو اگر وہ بھی نیلا کی طرح خوبصورت بن جائے تو کیا پھر بھی نیلا اس سے نہ بولے گی، یہ خیال اسے اسوقت آیا، جب کہ وہ سنبلو کی ایک اونچی جھاڑی کے قریب کھڑا ہوا پکے ہوئے سرخ سرخ سنبلو توڑ توڑ کر کھا رہا تھا، ان سنبلوؤں کا رنگ کتنا سرخ تھا سنبلو کھاتے کھاتے اس نے چار پانچ سنبلو توڑ کر اپنی گالوں پر مل لئے۔ اور اپنے ہونٹوں اور ٹھوڑی کو بالکل لال کر لیا۔ پھر یکایک اسے دوسری جھاڑی کے قریب ایک خوبصورت تیتری دکھائی دی، اور وہ نیلا کے متعلق سب کچھ بھول گیا۔ وہ کتنی دیر تک تیتریاں پکڑنے میں مصروف رہا آج اس نے سات خوبصورت تیتریاں پکڑیں۔ اور انہیں پھر اس نے اپنے چھوٹے سے رومال میں جمع کر لیا۔ اور انہیں گھر لے گیا۔

اماں نے پوچھا۔ یہ منہ کیوں لال کر رکھا ہے، شاید آج پھر سنبلو کھاتے رہے ہو میں نے تمہیں کئی بار سمجھایا ہے، کہ سنبلو نہ کھایا کرو، لیکن تم مانتے ہی نہیں، کیوں؟ ان بچاری تیتریوں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے؟"

جب رفیع کو ایک دو طمانچے پڑے۔ تو وہ زور زور سے رونے لگا۔

عید کے دن فتح دین کی لڑکی حسب معمول ایک رومال میں خوبانیاں باندھ کر رفیع کے گھر دینے آئی، رفیع گھر پر موجود نہ تھا، وہ باغ میں باڑھ کے قریب چنبیلی کے پھولوں کے پودوں سے پھول توڑ رہا تھا، اور ہار بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ نیلا جب خوبانیاں دیکر باغ کے قریب سے گزری، تو رفیع کو باڑھ کے قریب بیٹھے دیکھکر رک گئی، وہ مزے سے ہار بنانے میں مشغول تھا۔

رفیع بچارے کو پتہ ہی نہ تھا، کہ نیلا پاس ہی کھڑی ہے یکایک نیلا نے باڑھ سے، ایک ٹہنی توڑی، رفیع نے سر اٹھا کر دیکھا، نیلا

تھی، اس کا چہرہ شرم سے لال ہوگیا۔ اس نے ہار بنانا چھوڑ دیا، اور اٹھ کر باڑے کے قریب کھڑا ہوگیا۔

نیلا بولی "تمہارا نام رفیع ہے؟"

"ہاں، رفیع!"

"رفیع!"

"ہاں رفیع!"

"رفیع کیا نام ہے؟" نیلا نے اپنی چھوٹی سی ناک کو ہوا میں اونچا کرتے کہا۔

"رفیع نہیں رفیع!"

نیلا بولی "میرا نام نیلا ہے۔ ہم وہاں رہتے ہیں (انگلی سے اشارہ کرکے) وہ ان اخروٹ کے درختوں کے پیچھے"۔

رفیع کہنے لگا۔ "ہمارے ہاں چنبیلی کے پھول بہت اچھے ہیں"

نیلا بولی "ہمارے ہاں خوبانیاں بہت اچھی ہوتی ہیں"۔

رفیع کہنے لگا "ہمارے باغ میں بھی بہت اچھی خوبانیاں ہیں"

نیلا نے سر ہلا کر کہا "جھوٹ، ہماری خوبانیاں سب سے میٹھی ہوتی ہیں"۔

رفیع کچھ دیر خاموش رہا، پھر بولا "میں پتنگ چڑھا سکتا ہوں بہت اونچی لیجا سکتا ہوں"۔

"اچھا؟" نیلا نے ایسے کہا۔ جیسے اسے اسکی بات پر یقین نہ آرہا ہو

"میں اپنے باغ کے ہر درخت پر چڑھ سکتا ہوں"۔

"ہوں؟"

"میں —— میں چنبیلی کے ہار بنا رہا ہوں۔ یہ دیکھو!"

نیلا بولی۔ "ہم تم سے اچھے ہار بنا سکتے ہیں۔ ادھر دکھاؤ پھول!"

رفیع نے نیلا کا ہاتھ پکڑا، اور اسے باڑے کے اس طرف لے آیا پھر دونوں بیٹھ کر ہار بنانے لگے، ہار بناتے بناتے نیلا ہنسنے لگی،

رفیع نے حیران ہوکر پوچھا "کیوں ہنستی ہو؟ کیا بات ہے؟"

نیلا ہنستے ہوئے کہنے لگی ...... میں کہتی ہوں، تم ہار نہیں بنا سکتے۔ اور کیا؟

رفیع کو جو غصہ آیا، تو اس نے نیلا کے ایک طمانچہ لگا دیا، نیلا کہاں ہنس رہی تھی، کہاں اب زور زور سے رونے لگی، نیلا کو روتے دیکھ کر رفیع بہت پریشان ہوا، کیا کرے، کیا نہ کرے، اگر امی کو پتہ لگ گیا۔ کہ اس نے نیلا کے طمانچہ لگایا ہے، تو پٹ جائے گا، چنانچہ وہ نیلا کی منتیں کرنے لگا۔

اچھا نیلا جانے دو، مت روؤ، میں کہتا ہوں مت روؤ، دیکھو میرے پاس تیتریوں کے تین سو پر ہیں، وہ اندر ڈبے میں بند رکھے ہیں، میں وہ سب تمہیں دے دوں گا لو اب تم نہ روؤ، میں تمہیں ابھی لاکر دیتا ہوں۔

رفیع دوڑتا دوڑتا گھر گیا، اور تیتری کے پروں والا ڈبہ لے آیا، اور ڈبہ کھول کر نیلا کے سامنے رکھ دیا۔ کتنے اچھے پر ہیں، یہ دیکھو دیکھو نیلا، مت روؤ، اور یہ سب پھول اور ہار بھی تمہارے ہوئے۔ رفیع نے ایک دو ہار اٹھا کر نیلا کے گلے میں پہنا دیئے۔

نیلا روتے روتے ہنسنے لگی۔

اس دن سے نیلا اور رفیع اکٹھے کھیلتے رہے۔ انہوں نے جھاڑیوں سے سنبلو چن چن کر کھائے، انگور کی بیلوں پر چڑھ کر سونے کی طرح چمکنے والے انگور کے خوشے توڑے۔ نیلا کے گھر اخروٹ کے درخت کے سائے تلے بیٹھ کر "قاضی کو لڑا" اور بچپن کے دوسرے محبوب و مرغوب کھیل کھیلے۔ ندی کے کنارے جاکر گڈریوں کے ساتھ ناچے، .... پتنگیں چڑھائیں۔ بانسریوں کے گیت سنے، کبھی کبھی رفیع دولہا بنتا تھا۔ اور نیلا دلہن، اور گھاٹی کے دامن میں ننھے ننھے گڈریے براتی بنے ہوئے شور مچاتے ہوئے، کاغذ کی دفلیاں بجاتے ہوئے بھاگتے پھرتے تھے۔ ایک عجیب نظارہ ہوتا تھا۔ اور جب کبھی نیلا کھیل ہی کھیل میں شوخی یا شرارت سے کسی دوسرے گڈریئے کی دلہن بن جانے پر آمادگی ظاہر کرتی، تو رفیع بگڑ کھڑا ہوتا، اور کھیل میں حصہ لینے سے انکار کر دیتا اور لڑائی پر تل جاتا۔ یا نیلا سے روٹھ جاتا، روٹھے ہوئے کو منانے کے لئے نیلا کو بہت بہت منتیں کرنی پڑتی تھیں، اور بہت سخت سخت قسمیں کھانی پڑتی تھیں۔

اس طرح تین سال گزر گئے، اس خوبصورت وادی میں دو ننھے دلوں نے پاک اور معصوم محبت کا ایک میٹھا سہانا، اور پیارا سپنا

دیکھا۔ وہ سپنا جو پہاڑی جھرنوں کے گیتوں کی طرح دلفریب تھا، وہ محبت جو ستاروں کی طرح روشن اور بلند تھی۔ پھر یکایک رفیع کے والد کی تبدیلی کسی اور جگہ ہو گئی، اور رفیع اور نیلا نے دھڑکتے ہوئے دلوں اور ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے ایک دوسرے کو الوداع کہی۔

رفیع نے جاتے وقت وہ چیز بھی نیلا کو دیدی جسے وہ اپنی جان سے بھی عزیز رکھتا تھا۔ یہ ایک چاقو تھا۔ جس کا پھل بہت تیز اور چمکدار تھا۔ اور دستے پر رنگ برنگ کے سیپ لگے ہوئے تھے۔ اور نیلا؟ ...... نیلا نے بھی اپنی سبز منکوں کی مالا جسے وہ ہر وقت اپنے گلے میں پہنے رکھتی تھی، اتار کر رفیع کو دیدی اور یہ سب کچھ چھپ چھپ کر ہوا، لیکن ٹھیک اسوقت کہ جب رفیع کے گھر کے لوگ روانہ ہونے کو تھے۔ اور رفیع کو ایک گھوڑے پر سوار کیا جا رہا تھا، نیلا سسکیاں لیتی ہوئی رو پڑی۔ رفیع کا دل بے تاب ہو گیا۔ لیکن اسوقت اس نے نہایت ہمت سے کام لیا۔ اس نے اپنی آنکھوں کے آنسو روک لئے اور منہ پھیر کر آسمان کیطرف دیکھنے لگا۔ جہاں سفید سفید بادل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے جا رہے تھے۔

تیرہ سال اور گزر گئے اور پھر ایکبار رفیع کے والد کی تبدیلی اسی حسین وادی میں ہوئی، جہاں نیلا رہتی تھی، رفیع کے دل میں بچپن کے خواب جاگ اٹھے، اور اس عہد کی معصوم خوشیاں، اور اس زریں زمانے کی تمنائیں دل میں کروٹیں لینے لگیں۔ کیا وہ نیلا کو بھول گیا تھا؟ کیا کالج کی ہنگامی زندگی نے اسکے دل پر بچپن کا کوئی بھی نقش باقی نہ رہنے دیا تھا۔ کیا اب بھی وہ نیلا کو اسی طرح چاہتا تھا؟ ان سب باتوں کا جواب شاید خود رفیع بھی اچھی طرح سے نہ دے سکتا تھا۔ ہاں شاید نیلا کو قریباً قریباً بھول ہی گیا تھا۔ لیکن بالکل نہیں، وہ سبز منکوں کی مالا ابھی تک اس کے پاس تھی، اور کسی قیمت پر بھی وہ اسے اپنے آپ سے جدا نہ کر سکتا تھا،

کالج کے پر مسرت لمحوں میں بھی اس نے اکثر نیلا کو یاد کیا لیکن یونہی، کبھی وہ اپنے بچپن کے دلکش کھیلوں کو یاد کر کے مسکرا دیتا، عجب زمانہ تھا۔ نہ ہاکی، نہ فٹ بال، ٹینس، پھر بھی کتنی مسرت تھی ان کھیلوں میں، اور نیلا، وہ ننھی شوخ سی گڑیا، تتلا کر باتیں کرتی ہوئی ایک عجیب دلکش ادا سے ہنستی ہوئی۔

لیکن اب جب گرمیوں کی چھٹیوں میں اس نے گھر آ کر نیلا کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ آخری بار جب اس نے نیلا کو دیکھا تھا، تو وہ ایک ننھی سی پری تھی، جو اسکی طرف دیکھ دیکھ کر روتی جاتی تھی، اور اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے آنسو پونچھتی جاتی تھی، پھر تیرہ سال تک اس کے تخیل میں نیلا کی ہی تصویر رہی، وہ خود لڑکپن سے شباب میں آگیا، اسکے والد کے سر کے بال سفید ہو گئے۔ باغ میں ناشپاتیوں کے وہ درخت جو آج سے تیرہ سال پہلے نہایت پتلے اور چھوٹے تنوں کے مالک تھے آج اپنی شاخیں آسمان کی طرف بلند کئے کھڑے تھے، اور نیلا۔۔۔ وہ ننھی سی گڑیا؟

لیکن جلد ہی وہ نیلا کو دیکھ کر حیران رہ گیا، وہ باغ میں ایک سیب کے درخت کے نیچے کتاب کھولے بیٹھا ہوا تھا کہ کوئی اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا ہاں یہ نیلا ہی تھی، سرو کی طرح بلند قامت شباب کی رعنائیوں کا مرقع جمیل اسکے لبوں پر ابھی معصوم سی مسکراہٹ تھی، جو شاید سورج کی کرنوں سے مل کر بنی تھی، اسکی گود میں ایک ہنستا ہوا بچہ تھا

رفیع اٹھ کھڑا ہوا،

نیلا بولی: "تم نے مجھے پہچانا بھیا؟"

رفیع کے منہ سے نکلا۔ نیلا؟

نیلا ہنسنے لگی وہی دلکش ہنسی، بچہ رفیع کو دیکھ کر کلکاریاں مارنے لگا، اور زور زور سے بازو ہلانے لگا۔

رفیع نے آگے بڑھ کر اور بچے کے شانوں کو چھو کر کہا۔ یہ تمہارا لڑکا ہے نا، کتنا خوبصورت ہے، اسکا کیا نام ہے؟

نیلا نے کانپتی ہوئی آواز میں آہستہ سے کہا، ہاں۔ اس کا نام ہے رفیع، محمد رفیع،

کتنی ہی دیر رفیع خاموش کھڑا رہا، نہ اسکے پاؤں تلے زمین تھی اور نہ سر پر آسمان، وہ خلا میں گھوم رہا تھا۔ نہایت تیزی سے گھوم رہا تھا، پھر یکایک ایک جھٹکے کے ساتھ وہ بچپن کی زندگی میں لوٹ آیا، وہ چھوٹا سا تھا، ننھا رفیع، اور نیلا کے ساتھ بھاگ بھاگ کر تیتریاں

پکڑ رہا تھا۔ نیلا اور وہ سنبلو کی شاخوں پر جھکے سنبلو کھا رہے تھے ندی کے کنارے اونچے تنگ پر جھولا جھول رہے تھے۔ گڈریے.... بانسریاں بجا رہے تھے۔ گڈریے براتی بنے ہوئے تھے۔ اور نیلا اسکی دلہن۔ ....

بچے نے رفیع کے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا با.. با.. با، با.... ...

رفیع بچے کی طرف جھکا پھر اس نے آہستہ سے اپنی جیب کے اندر سے کوئی چیز نکالی۔ یہ سبز موتیوں کی ایک مالا تھی۔ آہستہ سے اس نے یہ مالا بچے کے گلے میں ڈال دی

نیلا کی آنکھوں میں آنسو چمکنے لگے۔ لیکن رفیع نے نہایت ہمت سے کام لیکر اپنے آنسوؤں کو اپنی آنکھوں میں روک لیا۔ اور نگاہیں اٹھا کر گھاٹی سے اوپر آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ جہاں سفید سفید چمکتے ہوئے بادل ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتے ہوئے جا رہے تھے۔

اثر چکوالی بی، اے

خموشی

نہ کہہ کہ میری محبت میں سوز و ساز نہیں　　نہ کہہ کہ میری محبت جنوں طراز نہیں
نہ کہہ کہ میری خموشی میں دلکشی ہی نہیں　　دلِ خراب کو احساس دوستی ہی نہیں
غلط کہ ننگِ وفا ہیں تعلقات مرے　　گداز و کیف سے خالی ہیں واردات مرے
غلط کہ میری امیدوں میں احتشام نہیں　　غلط کہ مجھکو محبت کا احترام نہیں

میں دست کش نہیں ہرگز تری محبت سے　　ہیں یاد مجھکو فسانے تری نگاہوں کے
شکستِ ضبط ہے توہین رسمِ اُلفت کی　　کہ حشر خیز ہیں خاموشیاں محبت کی

خموش رہ کے مجھے تجھ سے عشق کرنا ہے
محیطِ غم سے مجھے اس طرح گزرنا ہے

عزیز احمد

"نغمہ"

وہ آئی طور کے جلوؤں کو شرماتی ہوئی آئی
جہانِ آرزو کو آج گرماتی ہوئی آئی

حیات افزا تبسم جانفزا ہونٹوں پہ رقصاں ہے
ہزاروں بجلیاں رگ رگ میں دوڑاتی ہوئی آئی

فضا میں تیرتی ہیں نغمہ مدہوش کی موجیں
ربابِ چنگ کے تاروں کو تڑپاتی ہوئی آئی

بہکتی، آہ بھرتی ہر قدم پر زیرِ لب ہنستی
فسانہ الفتِ رفتہ کا دہراتی ہوئی آئی

کسی نے کہہ دیا تھا ہوش سے بیزار ہے دنیا
حریمِ ناز کے پردوں کو سرکاتی ہوئی آئی

چمک تاروں کی آنکھوں میں نظریں گدگدی نہال
زمانہ کو گراں خوابی سے چونکاتی ہوئی آئی

فضا میں چھا گئے برق و شرر کے چار سو جلوے
صبا کے دوش پر زلفوں کو بکھراتی ہوئی آئی

چمن پابوس ہوتا ہے بہار آنکھیں بچھاتی ہیں
ادا سے مسکراتی پھول برساتی ہوئی آئی

مہِ کامل تری بے کیف بیمار یاں کب تک
وہ آئی چاندنی راتوں کو شرماتی ہوئی آئی

جمیل احمد کندھاپوری

باغی ڈراما نگار ہنرک ابسن

آج سے ایک صدی پیشتر ادبیات عالم میں ناروے کا کوئی درجہ نہ تھا، لوگ اسے حقارت آمیز نظروں سے دیکھا کرتے تھے مگر کسے خبر تھی کہ یہی ناروے دنیائے ادب کا یہی غیر معروف مقام ایک دن ہنرک ابسن Henrik Ibsen جیسا عدیم النظیر شاعر اور باکمال ڈراما نگار پیدا کر سکے گا۔

دور حاضر کا یہ سب سے ممتاز اور قابل فخر ڈراما نگار، جس نے نہ صرف دنیائے ڈراما کی بنیادیں ہی متزلزل کردیں، بلکہ اپنے بے مثل ڈراموں سے تمام یورپ میں انقلاب کی آگ بھی روشن کردی۔ ...... آج سے ایک سو دس سال پیشتر ناروے کے ایک چھوٹے سے گاؤں Skien میں ۲۰ مارچ ۱۸۲۸ء کو پیدا ہوا، اس کا باپ گاؤں کے سربرآوردہ رئیسوں میں سے تھا۔ لوگ اس کو قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھا کرتے تھے۔ مگر قسمت نے ساتھ نہ دیا، اور اسکی مالی حالت روز بروز خراب ہوتی گئی۔ یہانتک کہ جب ابسن آٹھ سال کا ہوا تو اس کے باپ کی کل کائنات نیلام ہوگئی، جس کے باعث سب لوگوں کو وہ مقام چھوڑ کر (Venstop) چلا جانا پڑا، یہاں پہنچ کر وہ نہایت غربت و افلاس کی زندگی بسر کرنے لگے، اور ابسن اپنے ایام طفلی میں بھوک، اور فاقہ کشی جیسے دشمنوں سے روشناس ہوا،

ابسن بچپن ہی سے نظرتاً نہایت متین، سنجیدہ اور خاموش طبع واقع ہوا تھا۔ اپنے ہم عمر ساتھیوں کے برعکس اسے کھیل کود سے سخت نفرت تھی، تمام بچے تو مکان سے باہر اچھل کود اور قسم قسم کے کھیلوں میں وقت گذارتے، مگر یہ ہونہار لڑکا باورچی خانہ کے پاس، ایک چھوٹے سے کمرے میں چھپ کر تمام دن کتابوں کا مطالعہ کرتا رہتا، اسکی بہن نے اس کے بچپن کے حالات بیان کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ "ہم لوگوں کو اس سے مطلق ہمدردی نہ تھی، اور حتی الامکان ہم اس کو تنگ کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ چونکہ ہم لوگوں کی خواہش اس کو اپنے ساتھ کھیل کود میں شریک کرنے کی ہوتی، اس لیئے ہم مل کر اس کے کمرے کے در و دیوار پر پتھر اور برف کے ڈھیلے پھینکتے، اس خیال سے کہ شاید پریشان ہوکر باہر آئے اور کھیل کود میں ہمارا ساتھ دے، مگر وہ کبھی ٹس سے مس نہ ہوتا۔ ہاں جب اس کا غصہ ضبط سے باہر ہو جاتا، تو وہ کمرے سے نکل کر صحن تک صرف ہمارا تعاقب کرتا۔ اور جب ہم خوفزدہ ہوکر فرار ہو جاتے، تو وہ پھر حسب سابق اپنے کمرے میں چلا جاتا۔ اور کتابوں کے ساتھ اپنا دل بہلانے لگتا۔ چونکہ وہ فطرتاً نہایت متحمل اور نیکدل واقع ہوا تھا، اس لیئے رنجیدہ ہونے کے باوجود بھی ہمیں کسی قسم کی تکلیف نہ پہنچاتا"

زندگی کے چودہ سال گذار چکنے کے بعد ابسن نے نقاشی کو بطور پیشہ اختیار کرنا چاہا، مگر اسکے لیئے پیسوں کی ضرورت تھی، اور اسکے والدین کی جیبیں خالی تھیں۔ چنانچہ اس کے سارے ارمان خاک میں مل گئے۔ اور آخر مجبور ہوکر وہ ایک سال بعد ایک دور و دراز مقام پر ایک طبیب کے ساتھ بطور عطار کے رہنے لگا۔ یہاں اس نے پورے پانچسال گزار دیئے، شعر و شاعری اور علم و ادب کا شوق اسکے دل میں سب سے پہلے یہیں پیدا ہوا، چنانچہ اپنے فرصت کے اوقات وہ ...... ادبیات کے مطالعے کے علاوہ نظمیں لکھنے میں بھی صرف کرنے لگا۔ روز بروز اسکا شوق بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ وہ اپنا بیشتر وقت نوشت و خواند میں گزارنے لگا۔ سن بلوغت کا ایک سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کیلیئے اسے ایک امتحان کی تیاری میں مشغول ہونا پڑا، مگر اس دوران میں بھی وہ سسرو کی تقریریں یاد کرتا رہا۔

مالدار تجار تو روپے حاصل کرنے کی ادھیڑبن میں مصروف رہا کرتے، مگر یہ نوجوان جس کے ہونٹوں سے وہاں کے باشندوں کے خیال میں ابھی دودھ کے نشان بھی خشک نہیں ہوئے تھے ادیبانہ خواب دیکھتا۔ ظاہر ہے سماج یوں کسی کو ترقی کی راہ پر گامزن نہیں دیکھ سکتی۔ چنانچہ گاؤں والوں کے دلوں میں اس کے خلاف نفرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ ایسی نفرت جس میں ضد کی آمیزش ہوتی ہے —

ابسن کی خوش نصیبی سے سمندر قریب ہی تھا جس سے کھلی دنیا کی فرحت بخش ہوائیں آتی تھیں۔ ہاں وہ کبھی کبھی گاؤں کے شور و شغب سے نکل کر چلا جاتا، اور ساحل پر خراماں خراماں ٹہلتے ہوئے دور، حد نظر سے دور شفق کے پار نگاہیں جمائے، شمالی موجوں کے دلاویز نغمے سنا کرتا

رفتہ رفتہ ابسن کی طبیعت اچاٹ ہوتی گئی۔ ایک چھوٹے سے قصبے میں زندگی کے دن گذارنا اس کو نہایت غیر شاعرانہ سا فعل معلوم ہوا۔ اسکے بحر دل میں حوصلے اور نئی نئی امنگیں موجزن تھیں اس چھوٹے سے غیر مقام میں رہ کر شاید وہ اپنے بلند حوصلے پورے نہ کر سکتا تھا۔ اپنی شاہراہ ترقی اس کو کسی اور جگہ دکھائی دیتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۵۰ء میں وہ کرسچینیا چلا گیا، اور وہاں مضامین لکھ کر گزر اوقات کرنے لگا۔

اس کے پاس تین ایکٹ کی ایک مختصر سی ٹریجیڈی Catilina بھی تھی، جو قافیہ وغیرہ سے آزاد تھی، اسی سال بڑی دشواریوں سے وہ اسے شائع کرانے میں کامیاب ہوا مگر ظالم نقادوں نے اس کا خیر مقدم نہایت غصہ و حقارت سے کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ صرف ۳۰ کاپیاں فروخت ہو سکیں، ایک کاپی کا خریدار جس نے کتاب لیکر نوجوان ادیب کی ہمت افزائی کی تھی، معمولی دکاندار تھا۔ جس نے کتاب اس کے باطنی اوصاف کے باعث نہیں، بلکہ اس لئے خریدی کہ اس کا کاغذ پارسل لپیٹنے کیلئے نہایت موزوں اور عمدہ تھا۔ ابسن کو جب اس کی خبر ملی، تو اس نے نہ صرف اس دکاندار سے کتاب واپس خریدی، بلکہ روپے دیکر پبلشر سے بھی کتاب کی تمام کاپیاں واپس لے لیں۔

۱۸۵۰ء میں کرسچینیا میں وہ اس ارادے سے گیا تھا، کہ وہاں پہنچ یونیورسٹی امتحان کی تیاری کرے۔ مگر اس کی توقع اور امید کے خلاف جب سٹیج ہونے پر اسکا ایک مختصر اور معمولی سا ڈراما پبلک میں بے حد مقبول ہوا، تو اس نے ہمیشہ کے لئے امتحان میں شریک ہونے کا خیال ترک کر دیا۔ اور مصمم ارادہ کر لیا، کہ وہ اپنی تمام زندگی گلستان علم و ادب کے اندر نئے نئے اور انوکھے پودے لگانے میں صرف کر دے گا۔ چنانچہ شہر کے ایک سنسان، و معمولی محلے میں اس نے بود و باش کے لئے ایک چھوٹا سا مکان کرائے پر لے لیا۔ وہ روپے جو اس کو اپنے ڈرامے کے ذریعے سے ملے تھے جلد ہی صرف ہو گئے۔ اور اب اس کی زندگی نہایت کلفت و مصیبت کے ساتھ گذرنے لگی، حتیٰ کہ کھانے پینے تک کو بھی کچھ نہ رہا، اور اسے مجبوراً پے در پے فاقہ کشی کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ ہمسایوں کے طنز آمیز حملوں سے بچنے کے لئے وہ کھانے کے وقت گھر سے باہر نکل جایا کرتا، کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے ہوٹل گیا ہے۔ اور پھر جب اس طرح تھوڑا وقت گذر جاتا، تو وہ پہلے سے بھی زیادہ گرسنہ واپس آ جاتا، اگرچہ اس کے ہمسائے یہی سمجھتے کہ وہ شکم سیر ہو کر واپس آ گیا ہے۔

الغرض بڑی بڑی دشواریوں کے بعد ۱۸۵۱ء میں برجن کے ایک نئے تھیٹر میں ابسن کو ایک جگہ ملی اور وہ ڈراماٹی شاعر Dramatic Poet کے عہدے پر فائز ہو گیا۔ اس کے ایک سال بعد تھیٹر کے منیجروں نے اس نوعمر ڈائرکٹر کو اپنے اخراجات سے تین ماہ کے لئے سفر پر روانہ کیا، تاکہ وہ بیرونی ممالک میں جا کر سٹیج کے فنی تجارب حاصل کرے۔

دس سال تک یعنی اپنی ذہنی نشو و نما کے رومانی دور میں ابسن نے اس قومی تحریک میں نہایت ہی سرگرم حصہ لیا، جو ناروے کے اندر ۱۸۵۰ء سے ۱۸۶۰ء تک زور شور سے جاری رہی، اس دور میں اس نے اپنے وطنی ڈرامے قلمبند کئے جو جذبۂ حب وطن سے پُر ہیں اور کافی شہرت حاصل کی۔

قومیت کے لئے ابسن کا سچا جوش و خروش اس امر سے آشکار ہوتا ہے، کہ اس نے ایک سوسائٹی اس غرض سے قائم کی جو بیرونی اثرات کا سد باب کرے، اور قومیت کی سپرٹ آرٹ

کی قلمرو میں بھی داخل کرے۔

قومیت کے موضوع پر کافی سے زیادہ خامہ فرسائی کر چکنے کے بعد اِبسن کے دل میں ایک ایسا ڈراما لکھنے کی خواہش ہوئی جس کا پس منظر موجودہ زندگی ہو۔ چنانچہ اس نے ڈراما "محبت کی کامیڈی" پیش کیا، جس میں عشقیہ شادیوں کے خلاف زہر میں بجھے ہوئے طنز کے تیر برسائے۔ دراں حالیکہ عوام اس قسم کی رائج الوقت شادیوں کو نہایت مستحسن نگاہ سے دیکھنے کے عادی تھے۔ اس ڈرامے میں اِبسن نے یہ ثابت کیا ہے کہ دو محبت پرست دلوں سے تمام جذبۂ الفت شادی کے بعد فنا ہو جاتا ہے ویسے شادی کو مزارِ محبت بہت سے ادبا و شعرا نے قرار دیا ہے۔ مگر یہاں اِبسن نے عوام کی محبت کے خلاف علمِ بغاوت اس لئے بلند کیا۔ کہ اس سے عشقِ حقیقی کی طرف قدم بڑھانے میں مدد نہیں ملتی، اس کا خیال ہے کہ سچی محبت تمام رکاوٹوں سے بے نیاز اور بالاتر ہوتی ہے اور اس کے نظریے کے مطابق سچی محبت دراصل وہی ہے جس کی انتہائی منزل عشقِ حقیقی ہو۔

اِبسن کے اس نظریے کو چاہے ہم جس نظر سے بھی دیکھیں مگر اس سے ہم کسی طرح سے بھی انکار نہیں کر سکتے۔ کہ بحیثیت آرٹسٹ کے وہ زندگی کے عملی پہلوؤں سے کنارہ کش رہتا ہے۔ اور زندگی کے حسین رخوں کی تصویر پیش کر کے وہ ہمیں عشقِ حقیقی سے روشناس کرانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے اس ڈرامے کے کردار فالک اور سوان گلڈ اپنی جبینوں پر بغیر کسی قسم کی شکنیں پیدا کئے ہمیشہ کیلئے جدا ہو جانے کو بسر و چشم راضی اور آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے کہ انکی محبت نہ صرف پاک صاف بلکہ ابدی اور لازوال اور ہر قسم کی آلائش سے بے نیاز ہے۔ محبت ان کے خیال کے مطابق ذاتی مسرت کا ذریعہ نہیں، بلکہ یہ ایک عہد ہے عشقِ حقیقی کا، وہ اس فردوسی اور کبھی نہ ختم ہونے والے پاک جذبے کو اپنی روزمرہ کی چلتی پھرتی مکروہ زندگی سے ملوث کر کے تباہ کرنا نہیں چاہتے۔ وہ عشق کے متعلق پھیلے ہوئے موجودہ رسمی زاویہ نظر کو حقارت سے ٹھکرا دیتے ہیں، اور اس سے اجتناب کرتے ہوئے ایک نئی شاہراہ پر گامزن ہو جاتے ہیں۔ جو ان کو منزل عشقِ حقیقی کی طرف لے جاتی ہے۔

اس قسم کے خیالات سے ہم افلاطون کے Sym Posium اور زندہ جاوید شاعرِ اطالیہ ڈانٹے Vila Naova میں بھی دوچار ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں مسیحیت کے ابتدائی دور میں بھی وہ مرد و عورت جن کے سینوں میں نورِ عشق منوّر ہوتا تھا، خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنی رضا اور خوشی کے ساتھ ہمیشہ ناکتخدا رہ کر پاکباز زندگی گزارنے کا عہد کیا کرتے تھے۔

ظاہر ہے کہ اس قسم کا ڈراما، جس کا بنیادی نظریہ سماج کے بنائے ہوئے قوانین کی مخالفت ہو۔ . . . . . . کبھی آسانی سے قبولیت حاصل نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ڈراما کے شائع ہوتے ہی اِبسن پر لوگوں نے ہر سمت سے لے دے شروع کر دی۔ ناروے کے ایک اخبار نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا، کہ "محبت کے ایسے انوکھے نظریے کی توقع ہم دہقانی بوڑھیوں سے تو کر سکتے ہیں، مگر ایک شاعر کے دماغ میں ہرگز اسکی گنجایش نہ ہونی چاہیئے۔ ڈراما میں محبت کا جو نظریہ مصنف نے پیش کیا ہے وہ نہ صرف غیر اخلاقی ہے، بلکہ غیر شاعرانہ بھی"

ایک دوسرے اخبار نے اس ڈراما کے متعلق جس کے قلمبند کرنے میں اِبسن نے اپنی زندگی کے پورے تین سال گزار دیئے تھے ان خیالات کا اظہار کیا، کہ "ڈراما ناکتخدگی کی تعریف میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کیتھولیزم نے اِبسن کے دل میں گھر کر رکھا ہے۔ وہ مذہب جس میں اس بات پر خاص زور صرف کیا جاتا ہے۔ کہ انسان کی زندگی ہمیشہ انفرادیت کے تنگ دائرے میں محدود رہنی چاہیئے" —— غرضکہ سبھوں کی متفقہ رائے یہ ٹھہری کہ یہ ڈراما حد درجہ مہمل اور ہر لحاظ سے قابلِ نفرت ہے۔

پبلک میں اس ڈراما نے نفرت وغیرہ کا طوفان بپا کر دیا ہو ادا آموز کی حیثیت سے جب اِبسن نے بحری سفر کے لئے گورنمنٹ سے قرض کی درخواست کی تو یونیورسٹی کے پروفیسروں میں سے ایک نے کہا کہ "وہ شخص جو "محبت کی کامیڈی" جیسی کتاب کا

مصنف ہو قرض پانے کا حقدار نہیں، بلکہ وہ اس لائق ہے، کہ ایک مضبوط ڈنڈے سے اسکی کافی تواضع کیجائے"

۱۸۶۲ء میں برگن کا تھیٹر دیوالیہ ہوگیا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا، کہ وہ ملازمت ابسن کے ہاتھوں سے جاتی رہی جس کے ذریعہ سے اسے ایک مستقل اور معقول آمدنی ہوجایا کرتی تھی۔

اب پھر وہی غربت تھی اور وہی فاقہ کشی!...... یہ دو ایسے مہلک دشمن تھے۔ جو بار بار ابسن پر حملہ کر دیتے۔ غرضکہ اسدفعہ پھر افلاس اور تنگدستی نے اسے بہت ستایا۔ یہاں تک کہ جب اس کی ضروریات حد سے تجاوز کرنے لگیں۔ تو اس کے بعض احباب نے انتہائی کوشش کی، کہ اسے کم از کم تحصیلدار کی جگہ ہی مل جائے۔ مگر افسوس ان کی سعی مشکور نہ ہوسکی۔ اب مصیبت کے ہولناک ظلمت کدے سے مخلصی پانے کی ابسن کو اسوقت صرف ایک ہی راہ نظر آتی تھی، صرف یہی ایک کہ جس طرح بھی ہو وہ جلد ناروے سے نکل بھاگے۔ اس کو ایسا محسوس ہوتا تھا، کہ اگر وہ کچھ دیر بھی یہاں اور ٹھہرا تو تباہ ہوجائے گا۔ کبھی کبھی اسکے دل میں یہ خیال آتا کہ وہ ایک خطرناک قبر کے کنارے کھڑا ہے........ اور وہ قبر ہے مقام کرسچنیا جو ناروے کے وسیع قبرستان میں واقع ہے"

الغرض بڑی بڑی دشواریوں اور مختلف سرکاری دفاتر میں بے انتہا خوشامد کرنے کے بعد وہ شاہی خزانے سے اپنے سفر کیلئے ایک مختصر سی رقم حاصل کرنے میں کامیاب ہوا

۲ اپریل ۱۸۶۴ء کو شاعر نے کرسچنیا کو خیرباد کہا۔ جسوقت ساحل سے جہاز روانہ ہوا - اور ابسن نے اپنے وطن ناروے پر آخری نگاہ ڈالی، تو اسوقت اس ملک کے لئے اس کے دل میں جذبۂ تنفر نہ تھا۔ بلکہ ایک لامحدود جذبۂ حقارت جو وہ ناروے والوں کے خلاف اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا،

ٹہنٹے سے وہ روما پہنچا۔ اپنے مشہور ڈرامے "مہمان" کے ہیرو آسولڈ کی مانند اسے یہاں ایسا محسوس ہوتا تھا۔ جیسے وہ ایک بلند مینار کے اندر سے نکل کر فرار ہوگیا ہے۔ جہاں وہ پابزنجیر تھا۔

.....اسے ایسا معلوم ہوتا۔ جیسے اس نے ناروے میں کبھی آفتاب کی شعاعیں ہی نہ دیکھی تھیں، اس غلام کے مانند جسے ابھی ابھی آزادی ملی ہو۔

اطالیہ میں اس نے اپنی مشہور نظم برانڈ لکھنا شروع کی۔ اسی نظم میں ایک جگہ ابسن گرجا کے ایک پادری کی زبان سے اپنے جیسے بلند حوصلہ لوگوں کو دلخراش جملے کہلواتا ہے ـــ "اُف! ضدی نہ بنو!...... بلند حوصلوں کی طرف تمہیں اپنی عنان توجہ منعطف نہ کرنی چاہیئے! پیدائش کے وقت ہی تمہاری قسمتوں پر ناکامی کی مہر ثبت کر دی گئی ہے! کیا تم اپنی زنجیریں توڑ سکتے ہو؟ تمہیں اپنے روزمرہ کے فرائض انجام دینے ہیں! تمہیں انجیل مقدس کا مطالعہ کرنا ہے!...... بس ان چیزوں کے علاوہ ہر بڑی اور اعلیٰ چیز تمہارے لئے ضرر رساں ہے! آخر انتخابی کاغذات تمہارے کس کام کی چیزیں ہیں؟...... بہتر یہی ہے، کہ تم اپنے گھر کے چولہوں کو صاف ستھرا رکھو۔ میرے بچو! تم گدھ اور باز سے کس قسم کی توقع کرتے ہو، بھیڑ اور بھال سے کس چیز کے متمنی ہو؟"

اس کے بعد ابسن نے ملک کے سامنے اپنا دوسرا ڈراما Alliance of youth پیش کیا۔ اس میں بھی جمہور یعنی عام پبلک کے فرسودہ خیالات کے پرخچے اڑائے گئے ہیں اور ان کے نازیبا اعمال پر دلیری کے ساتھ نکتہ چینی کی گئی ہے۔ ناروے میں سب سے پہلی مرتبہ جب ۱۸ اکتوبر ۱۸۶۹ء کو یہ ڈراما ایک مشہور تھیٹر میں سٹیج کیا گیا۔ تو اسوقت ابسن بندرگاہ سعید میں تھا۔ پردہ اٹھنے پر جیسے ہی ابتدائی سطور پبلک کے گوش گذار ہوئیں، ہال میں شوروغل کا طوفان برپا ہوگیا، اور جب ہنگامہ حد سے تجاوز کر گیا تو منیجر کو مجبور ہوکر تماشہ روک دینا پڑا۔ اسکے بعد سامنے کا پردہ گرا دیا گیا، اور منیجر نے خود سٹیج پر سامنے آکر عاجزی سے کہا، کہ "اگر آپ چاہتے ہیں، کہ تماشا جاری رہے، تو از راہ کرم ذرا صبر اور خاموشی سے کام لیں"

چنانچہ پبلک نے اس کی عرض قبول کر لی، اور تماشہ دوبارہ شروع ہوا، تین ایکٹ تو ڈراما بغیر کسی خلل اندازی کے جاری رہا مگر چوتھے ایکٹ میں جب ڈراما کے ایک کردار Bastian

Monge نے کہا کہ تمہیں معلوم ہے قوم کسے کہتے ہیں؟ — قوم عبارت ہے ان ذلیل آدمیوں سے جو غلامانہ زندگی بسر کرتے ہیں" بس اتنا سننا تھا کہ تماشہ بینوں کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی سب غصہ سے لال پیلے ہو گئے۔ اور ہال ایکبارہ محشرستان بن گیا۔ غرضکہ Alliance of youth جیسے قابل تعریف ڈرامے کا نارود والوں نے ایسا نفرت انگیز اور جگر پاش خیر مقدم کیا۔

۵۰ سال کی عمر میں ابسن نے اپنا زندہ جاوید ڈراما گڑیا کا گھر A Doll's House لکھا۔ جس کو جملہ ناقدان فن نے اس کا شاہکار اور لازوال ادبی کارنامہ قرار دیا ہے۔ یہ پہلا ڈراما ہے جو اس عدیم النظیر ڈراما نگار کو سکینڈینیویا کی حدود سے باہر بھی مقبول و مشہور بنانے میں ممد و معاون ثابت ہوا۔ ویسے ناروے میں وہ اپنے رومانی اور تاریخی ڈراموں اور بالخصوص برینڈ کی زبردست کامیابی کے باعث کافی شہرت حاصل کر چکا تھا، مگر اس تازہ ڈراما نے اس کو تمام یورپ میں مقبول و معروف بنا دیا۔ غالباً سب سے پہلی مرتبہ یہ ڈراما کوپن ہیگن میں سٹیج کیا گیا۔ پھر ۱۸۸۹ء میں بمقام لندن اور ۱۸۹۴ء میں بمقام پیرس اس کی کامیاب تمثیلیں ہوئیں۔ اور ڈراما کے موضوع نے ہر جگہ سنسنی پھیلا دی۔

ابسن آزادیٔ نسواں کا بہت بڑا حامی اور علمبردار تھا چنانچہ اس ڈراما کا بنیادی نظریہ بھی اسی آزادیٔ نسواں کی حمایت ہے اس ڈراما کی ہیروئن نورا نے اسی حصول آزادی کی خاطر ہمیشہ کیلئے اپنے شوہر اور اپنے ننھے ننھے بچوں کو خیرباد کہہ دیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا انجام ملک میں سنسنی پھیلائے بغیر ہرگز نہ رہ سکتا تھا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ابسن پر ہر طرف سے کافی لے دے ہوئی،

ابسن نے نہ صرف اس ڈراما بلکہ اپنے دیگر نثریہ ڈراموں میں بھی — سماج کی کمزوریوں کی طرف انگشت نمائی کی … بے ان کمزوریوں کو دور کرنے کے ذرائع بتانے کی زحمت اس نے گوارا نہ کی، یہ فرض اس نے ان لوگوں کے لئے چھوڑ دیا، جو ڈراما نگار نہیں تھے۔ ابسن نے گویا مرض دریافت کر دیا …… علاج کی ذمہ داری اس نے دوسروں پر چھوڑ دی۔ اس کے خیال میں ایک ڈراما نگار کا اہم ترین فرض یہ تھا، کہ وہ سماج کی برائیوں کو بیدردی سے بے نقاب کرے اور سدھارنے کی تدابیر دوسروں کیلئے چھوڑ دے

جب ۱۸۸۲ء میں "بھوت" اشاعت پذیر ہوا، تو ابسن کے ذاتی احباب بھی اسکی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے۔ اور اخبارات و رسائل کے ظالم بیرحم نقادوں… نے تو اسقدر زہریلے اور نفرت انگیز تبصرے لکھے، کہ محبت کی کامیڈی والے تبصرے ان کے آگے ماند پڑ گئے۔ اس کے بعد اس کے دوسرے ڈرامے "جنگلی بط" کا بھی ویسا ہی نفرت انگیز خیر مقدم کیا گیا

آخر ابسن اسقدر تنگ آ گیا کہ اسے جذبہ تنفر سے مغلوب ہو کر ایکبار یہ کہنا پڑا، کہ "ناروے کی آبادی دو لاکھ انسانوں پر نہیں۔ بلکہ دو لاکھ کتوں اور بلیوں پر مشتمل ہے"

ابسن نہایت زبردست کیرکٹر کا مالک تھا۔ اس کا سب سے درخشاں ثبوت یہ ہے کہ ملک میں ہر گوشہ میں اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا گیا۔ مگر اس نے اس بغاوت کو ذرہ بھر اہمیت نہ دی، اور کبھی بھی اس سے متاثر نہ ہوا، جو راہ وہ اپنے لئے منتخب کر چکا تھا، اس پر بلا دم و استقلال سختی سے گامزن رہا۔ دنیا کی کوئی طاقت بھی اس کے آہنی ارادے کو متزلزل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکی۔ اس چیز سے کبھی وہ نہ گھبرایا، دنیا میں اسکا کوئی ہم خیال نہیں۔ بلکہ اس نے تو ایکبار صاف الفاظ میں کہدیا، کہ "مضبوط ترین انسان وہی ہے۔ جو تنہا کھڑا رہتا ہو"

آخر دشمنوں اور حریفوں نے منہ کی کھائی۔ اور یہ باغی ڈراما نگار کامیاب و کامراں ہوا، وہی دشمن جنہوں نے ایکدن اسکی مخالفت کی تھی، آخر اس کی عدیم النظیر قابلیت اور پراثر شخصیت کے سامنے سرنگوں ہو گئے، انہوں نے اس کے سامنے اپنے سپر ڈال دیئے۔

اطالیہ میں ہی ابسن نے دو نہایت عمدہ اور قابل ستائش ڈرامائی نظمیں Brand اور Peer Gynt قلمبند کیں۔ جنہوں نے یکے بعد دیگرے شایع ہو کر اسکی شہرت میں چار چاند لگا دیئے۔ یہ نظمیں اسقدر مقبول و مشہور ہوئیں، کہ ناروے والوں نے بھی آخرکار اپنا سر عقیدت ابسن کی قابلیت کے سامنے خم کر دیا۔ اور اس کے بدترین حریف بھی رفتہ رفتہ اسکی بے مثل دماغی کاوشوں کی مدح سرائی کرنے لگے ابسن کو اب سرکاری پنشن ملنا شروع ہو گیا اور اس طرح تنگدستی

اور افلاس کا دور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہوگیا۔

۱۸۹۱ء میں یہ جلاوطن ڈرامانگار ناروے واپس آیا۔ اور اپنے آخری ایام مادر وطن کی آغوش میں گزارنے کیلئے اس نے کرسچینیا میں سکونت اختیار کرلی اپنی عدم موجودگی میں وہ تمام یورپ کے اندر مشہور ہوچکا تھا۔ اس لئے جب وہ اپنے . . . گھر واپس آیا تو اس کا نہایت پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ وہی لوگ جو اس کی مخالفت کرتے تھے، اب گلی کوچوں میں اسکی قصیدہ خوانی کرنے لگے۔ ۱۸۹۸ء میں اس کی سترویں سالگرہ ناروے والوں نے نہایت دھوم دھام سے منائی۔ اور اس کے ایک سال بعد کرسچینیا تھیٹر کے سامنے اس کا ایک مجسمہ پبلک کی طرف سے نصب کیا گیا۔ پھر ایک طویل علالت کے بعد جب ہنرک ابسن نے مئی ۱۹۰۶ء میں داعی اجل کو لبیک کہا تو پبلک نے اپنے خرچ سے نہایت شاندار طور پر اس کی تجہیز و تکفین کی۔

ابسن کے ایک سوانح نگار نے اسکی صورت و شکل کے متعلق لکھا ہے کہ اس کا قد میانہ تھا اور اسکی شخصیت زبردست! اس کے جسم کا بالائی حصہ بہت مضبوط تھا، اور ضعیفی کے باوجود اس کے چہرے کے گرد بھورے رنگ کے بال بھرے رہتے تھے۔ اسکے خاردار ابروؤں اور اس کی ان آنکھوں سے جن پر ہمیشہ عینک چڑھی ہوتی تھی، اس کے ارادے کا استحکام آشکار ہوتا تھا۔ ابسن کے تن بدن سے . . . قوت جنگ نمایاں ہوتی تھی۔

زندگی میں شاذ و نادر ہی وہ کبھی علیل ہوا، حتیٰ کہ ضعیفی میں بھی وہ کبھی کسی مرض کا شکار نہ بنا، وہ صحت مجسم تھا، طوفان، آندھی، سردی، یا بارش، کسی چیز سے اس پر کوئی اثر نہ ہوتا تھا پابندی اوقات کا وہ ہر کام میں بہت زیادہ خیال رکھتا، اور یہ اس کا وہ وصف تھا جس کا ثانی تمام روئے زمین میں بھی تلاش کرنے پر نہیں مل سکتا۔

موسم گرما میں ابسن سات بجے ہی بیدار ہوجایا کرتا تھا مگر سرما میں قدرے تاخیر سے۔ کپڑے تبدیل کرنے میں وہ عموماً بہت دیر لگاتا تھا کیونکہ اس کی عادت تبدیلِ پوشاک کے دوران میں کمرے کے ارد گرد خراماں خراماں ٹہل کر اپنے ڈراموں کے پلاٹ پر غور کرنے کی تھی۔ اس سے فارغ ہوچکنے کے بعد وہ ہلکا سا ناشتہ کھاتا، اور ٹھیک نو بجے نہایت پابندی کے ساتھ ڈراما لکھنے میں مصروف ہوجاتا۔ پھر جب ایک بج جاتا، تو وہ لکھنا ترک کرکے چہل قدمی کے لئے باہر نکل جاتا۔ کیونکہ دن کا کھانا نوش کرنے سے قبل وہ ٹہل لینے کا عادی تھا۔ سہ پہر کا وقت وہ مطالعہ میں صرف کیا کرتا تھا اور پھر معمولی مقدار میں کچھ کھا پی کر . . . سویرے ہی بستر استراحت پر دراز ہوجایا کرتا۔ غرضیکہ یہ اس پروگرام کا معمولی سا خاکہ ہے، جس پر وہ سختی سے عمل کیا کرتا تھا۔

ابسن نہایت متین اور خاموش طبع واقع ہوا تھا۔ اگر اس کے سامنے دو چار حضرات جمع ہوجاتے، تو وہ کبھی زبان کشائی نہ کرتا اور حتی الامکان خاموش رہنے کی سعی کرتا تھا۔ لکھنے لکھانے کے علاوہ اور کسی کام میں اسکی طبیعت نہ لگتی تھی۔

وہ عموماً تنہا ٹہلنے کا عادی تھا۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ تمام راہ کسی نہ کسی موضوع پر غور و خوض کیا کرتا تھا۔ اور جب اسے ہر طرح سے تشفی ہوجاتی تھی۔ تو پھر اس پر کچھ لکھنے کو بیٹھتا۔ جب تک وہ ٹھکانہ سے اپنے موضوع کے نشیب و فراز پر غور نہ کرلیتا کبھی اس پر قلم نہ اٹھاتا

اس کیلئے تصنیف کا سب سے بہتر زمانہ موسم گرما تھا۔ سرما وہ صرف پلاٹ کی تعمیر و تشکیل میں صرف کیا کرتا تھا، اور جو پلاٹ اسے جاڑے میں ہاتھ آجاتے، ان پر وہ گرما میں خامہ فرسائی کرتا، اس نے اپنی تقریباً تمام تصانیف گرما میں ہی لکھی ہیں۔

سب سے دلچسپ بات یہ ہے۔ کہ جب وہ کوئی ڈراما لکھنے بیٹھتا تھا تو کھانا نہایت ناکافی مقدار میں کھاتا، بس صبح کے وقت تھوڑی سی روٹی اور ایک پیالہ قہوہ نوش کرکے لکھنے کو بیٹھ جاتا۔ اس کا خیال تھا کہ اگر اس نے زیادہ کھا لیا، تو پھر وہ ٹھکانہ سے کچھ نہ لکھ سکے گا۔

کمرہ بند کرکے لکھنے کی اسے عادت نہ تھی کیونکہ دوران تحریر میں کبھی کبھی وہ کمرے کے اندر اور باہر ٹہل کر پائپ پینے لگتا۔ اسکے علاوہ اور کسی وقت وہ ہرگز پائپ نہ پیتا تھا ــــ لکھنے کے اوقات میں وہ اپنے کمرے میں تنہا بیٹھنے کا عادی تھا۔ البتہ کبھی اس کی بیوی وہاں آجایا کرتی، مگر اس کی ذات سے اسکو کوئی مزاحمت نہ ہوتی تھی۔

مترجمہ وجودی

حضرت وارث شاہ کی ہیر کا ایک ورق

(ہر زبان میں ایسے ایسے ادبی جواہرات موجود ہیں کہ اہل زبان ان پر فخر کرتے ہیں۔ ہم انگریزی، فرانسیسی، روسی، جاپانی اور ایسی ہی دوسری زبانوں کے تراجم پیش کر کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے بہت بڑی علمی و ادبی خدمت سرانجام دی، مگر ہم اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں کہ ہمارا ملک بھی ہم سے کچھ مطالبہ کرتا ہے۔ وہ بھی چاہتا ہے کہ ہم اپنی ملکی زبانوں کے تراجم.. پیش کر کے انکو چار چاند لگائیں۔

افسوس ہے کہ ہم نے اپنی ملکی زبان پنجابی کو اسقدر پیچھے چھوڑ دیا ہے کہ اس کے استعمال کو اپنی شان کے خلاف ہی نہیں سمجھتے۔ بلکہ اسکو علم دوست حضرات کے سامنے پیش کرنا ایک قسم کا گناہ بھی خیال کرتے ہیں۔ اس زبان میں بعض ایسے ایسے گوہر نایاب پوشیدہ ہیں کہ داد دیئے بغیر چارہ نہیں۔ ہم آج کی صحبت میں حضرت وارث شاہ کی ہیر کا "ایک ورق" پیش کرتے ہیں۔ اس میں اس واقعہ کا ذکر ہے، جب ہیر سسرال کے گھر ہے۔ اس کا عاشق رانجھا اس سے کوسوں دور اس کے فراق میں تڑپ رہا ہے۔ اور ہیر اسکے فراق کی گھڑیاں گن گن کر گزار رہی ہے۔ وہ اپنے عاشق کو پیغام بھجواتی اور خط لکھتی ہے۔ اس کے جواب میں اسکا عاشق رانجھا اسکو خط لکھتا ہے۔　　(وجودی)

ہیر قاصد کو پیغام دیتی ہے

(۱)

اے او بھائی قاصد!
خدا کے لئے
تم میرے پیارے رانجھے سے
میری داستان غم اس طرح بیان کرنا کہ تیرے فراق میں
میں بہت دبلی ہو گئی ہوں۔
اور قریب مرگ معلوم ہوتی ہوں —— مجھ بدقسمت کو

(۲)

ظالم خدا نے
دشمنوں کے گھر میں
پیدا کیا
اب تو
تیرا راستہ دیکھتے دیکھتے
میری آنکھیں
درد بھی کرنے لگیں
اے میرے مالک!
کبھی اپنی صورت مجھے دکھا جا۔

(۳)

تیرے بغیر۔
میں رات دن۔
جاگتی رہتی ہوں۔
میرے اس بیان کے گواہ
میری آنکھوں کے۔
دونوں گڑھے ہیں۔
اے میرے مالک!
جلدی آ۔
میرا دین بھی جا رہا ہے اور دنیا بھی۔
آ۔ اور میرے دین اور دنیا کو بچالے۔

(۴)

میں ہمیشہ
تجھے پکارتی رہتی ہوں۔
میں کوّے اڑاتی ہوں۔
اور تیرا انتظار کرتی ہوں
میری قسمت میں یہی لکھا ہے۔
اگر تم
میرے جسم کے چمڑے کا۔
جوتا بنا کر
اپنے پاؤں میں پہننا چاہو۔
تو بھی
مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔

(۵)

اگر تم
میرا امتحان کر رہے ہو۔
تو پیارے۔
اب آجاؤ۔
پھر تمہارا دیر بعد آنا۔
کس کام آئے گا ؟
جب میں نہ ہوں گی۔
میں اپنے پیارے رانجھے کے پاس
کس طرح جاؤں ؟
جسم میں طاقت نہیں ہے
اور پاس دام نہیں۔

رانجھے کو ہیر کا خط ملتا ہے

(۱)

قاصد نے آکر۔
رانجھے کو خط دیا۔
کہ محبوبہ قریب مرگ ہے۔
تو نے اسے
خدا معلوم
کیا دھوکا دے کر
لوٹ لیا ہے۔
تو نے اس پر
جادو کر دیا ہے۔
ایک گھڑی بھی۔
اس کو چین نہیں۔
تو نے۔
کوئی ایسا۔
محبت کا تیر چلایا ہے ـــــ کہ
تیرے رقیبوں سے
اس کو محبت بالکل نہیں ہوتی۔
اگرچہ لوگوں نے بہت ہی کوشش کی

(۲)

تیرے رقیب کو۔
وہ پاس تک پھٹکنے نہیں دیتی۔
وہ تو۔
اس کے پاس تک نہیں جاتی۔
جب وہ۔
اس کے قریب جانے کا۔
ارادہ ہی کرتا ہے۔
تو اسی وقت
وہ برہم ہو جاتی ہے۔

(۳)

تیرے انتظار میں۔
وہ رات بھر جاگتی ہے۔
تارے گن گن کر۔

وقت گذارتی ہے۔
اس کی زندگی کی مثال
یہ ہے۔
جیسے حضرت نوح کی کشتی
طوفان میں ہو۔
بیٹھتے بیٹھتے
وہ تیرا ہی نام لیتی ہے۔

(۴)

تم جوگی بن کر بھی۔
اس شہر میں۔
جہاں ہیر رہتی ہے۔
آجاؤ۔
محبوبہ سے
دو گھڑی مل کر
اپنی زندگی کا لطف حاصل کرو۔
اے حضرت وارث شاہ!
اس وقت سب کام درست ہو جاتے ہیں۔
جب خدا مہربان ہو۔

ہیر کے خط کا پڑھا جانا

(۱)

تیری محبوبہ نے۔
تیرے نام
خط لکھا ہے۔
اس میں۔
سوز و گداز بھر دیا ہے۔
رانجھے نے اس خط کو۔
جھٹ پٹ پڑھایا۔
خوش ہوا۔

اور دل سے
ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

(۲)

اے میاں ملاں!
تو میرا درد اور فراق سے بھرا ہوا خط لکھ۔
وہ درد اور فراق۔
جو آسمان سے تارے توڑ دیتا ہے۔
اس خط میں لکھنا۔
وہ گلہ کرنا۔
وہ دل کا درد کہنا۔
جو پیارے۔
اپنے پیارے کو لکھتے ہیں۔

(۳)

قاصد خط دے کر۔
فارغ ہوا۔
تو پیارے نے
خدا کا شکر ادا کیا۔
اے حضرت وارث!
میں اس کی قدرت کے
قربان!
کام وہی سرانجام پاتا ہے۔
جو خدا کو پسند ہو۔

رانجھے کا ہیر کی طرف خط لکھنا

(۱)

آخر اس حسین نے۔
یہ جواب لکھا کہ۔
جب ہمارے دل میں
اس کی محبت پیدا ہوئی۔

جب ہم کو.
حُسن کے چوروں نے لوٹ لیا.
اسی روز سے.
ہم فقیر ہو گئے.

(۲)

پہلے پیارے کو
دعا سلام قبول ہو.
پھر یہ معلوم ہو.
کہ حضرت!
آپ ہم کو تو
مذاق کے کوئیں میں ڈال گئے.
ہم نے.
مال و جان تک
پیش کر دیا.
اور تم!
رشتۂ محبت ہی کو
توڑ کر چلے گئے.

(۳)

اب
ہم سے کوئی.
سیدھے منہ.
بات بھی نہیں کرتا.
جب سے پیارا
میرے پاس سے چلا گیا.
ہمارا بسنا.
خدا کو.
ایسے آدمیوں میں منظور ہوا
جو محبّت کا نام تک نہیں جانتے.
محبّت کرنے والے.
ہم سے بھاگ کر.
اس طرح چلے گئے.
جس طرح مور اڑ کر
چلا جاتا ہے.

(۴)

میری قربانیوں کی
پروا نہ کرتے ہوئے
انہوں نے.
رقیبوں کے ساتھ راہ لی.
اب رقیب کے گھر.
خوشی سے جا کر بیٹھ گئی ہیں
جب ہم نے.
اپنی حسن و خوبصورتی.
ان پر نثار کر دی.

(۵)

وہ!
خود تو،
پردہ میں
محبوب بن کر جا بیٹھے.
اور اس کے انتظار میں.
ہماری آنکھوں کی بینائی بھی.
کھو گئی.
اے حضرت وارث شاہ!
وہ ہم کو پیچھے تو چھوڑ گئے ہیں!
مگر جب ہم.
ان کے پیچھے دوڑنے والے.
اُن سے جا ملے.
تو دشمنی پیدا کرنے والوں کا
بس نہ چلے گا.

اور وہ ہمارے ہی ہو جائیں گے۔

ہیر کی طرف رانجھے کے خط کا مضمون!

(۱)

ہم خیریت سے ہیں۔
اور تمہاری۔
خیریت چاہتے ہیں
اب تم
میرا حال اس طرح لکھو۔
خدا اور راستہ دکھانے والے کی۔
مہربانی کے بغیر۔
ہماری مصیبتوں کو
بھلا کون آسان کر سکتا ہے؟

(۲)

"موجو چوہدری" جیسے
معزز شخص کا بیٹا
اور
ہیر کے والد کے۔
مویشی چرائے!؟
اس پر بھی۔
دھوکا دے کر۔
خود تو ڈولی میں بیٹھ کر۔
رقیب کے ساتھ چلی گئی
بھلا اب۔
ان کنواریوں کا
کون اعتبار کرے!؟

(۳)

یہ جادو کے زور سے۔
رسی کو سانپ بنا دیں۔
اور آسمان کے تاروں کو
ٹوکری کے نیچے چھپا دیں۔
والدین کے گھر بیٹھ کر تو۔
یہ جاٹوں کو فقیر بنا دیتی ہیں۔
اور سسرال کے گھر جا کر
وہ خوب خوشی سے رہتی ہیں۔

(۴)

خود تو۔
یہ دلہن بنکر۔
سب کچھ بھول جاتی ہیں۔
اور اپنے چاہنے والوں کو۔
نیم جان چھوڑ جاتی ہیں۔
معززین کے بیٹوں کو
مویشی چرانے والا بنا کر۔
خود جا کر۔
معزز بن جاتی ہیں۔

(۵)

وہاں۔
جب کوئی
ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے۔
تو خود بن سنور کر۔
بیٹھ جاتی ہیں۔
اے حضرت وارث شاہ۔
بھلا یہ ہم سے۔
کب ہار مانیں گے۔
جب راجہ بھوج جیسوں سے
انہوں نے ہار نہ مانی۔

راجہ مہدی علیخاں

ایک رُوَمان

جھٹپٹے کے وقت شیشم کے درختوں کے تلے
رل رہی تھی جب ہوا سرو و شاخوں کے تلے

جب زمینِ خلد منظر کیف سے معمور تھی
شام کی دیوی محبت کے نشے سے چور تھی

گاؤں کی ویراں سڑک پر مجھکو اک لڑکی ملی
نیلگوں ملبوس میں مورت چھپی تھی نور کی

ساتھ اپنے دھول اڑائے جسطرح موجِ صبا!
جس طرح سے پھول کیساتھ ایک کانٹا ہو لگا

نوجواں بھی آرہا تھا ایک اُس کے ساتھ ساتھ

وحشی جنجوعہ

قیدی کی ڈائری

۱۵، اپریل۔ آج مجھے مسلح سپاہی اپنی حراست میں جج کے سامنے لے گئے۔ راستے میں مجھے بے شمار گالیاں سہنی پڑیں اور ایک ظالم نے تو اپنے ڈنڈے سے بھی کام لیا۔ جس کی یادگار اب تک میرے پہلو میں موجود ہے۔ میرا قصور کیا تھا؟ مجھے تیز چلنے کے لئے مجبور کیا گیا۔ میں نے انکار کر دیا۔ بھلا فکر میں ڈوبا ہوا انسان کبھی تیز بھی چل سکتا ہے؟ میں راستے میں اپنے مستقبل کے متعلق سوچ رہا تھا۔ اور پولیس والے اپنے رعب و داب کے متعلق......... میرا اندھا باپ لاٹھی ٹیکتا ہوا میری بیوی کی رہبری میں مجھے آخری بار ملنے کیلئے آیا، لیکن بے نیل و مرام لوٹا۔ میں جج کے سامنے پیش ہوا۔ مقدمہ کی سماعت شروع ہوئی۔ میرا وکیل ایک اپٹوڈیٹ جنٹلمین تھا۔ وہ اپنی عینکوں کے بالائی شیشے سے میری طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھتا، جس سے میں کانپ اٹھتا۔ مجھے بے قصور ثابت کرنے کے لئے اس نے ہر چند کوشش کی لیکن بے سود۔ میں جانتا تھا کہ میرے ان روپوں کی قیمت جو بطور فیس ادا کئے گئے تھے، صرف لفاظی ہوگی۔ اور بس بہت بڑے وکیل کی لفاظی..... ! کیسا ہی بگلا بھگت تھا وہ وکیل........ اور اس کا وہ منشی؟ اگر میرے ہاتھ آ جائے تو اس کی بھی مونچھیں اکھیڑ لوں۔ اس نے خوب پھانسا۔ وکیل ایسا ہے، ویسا ہے۔ اس نے تختۂ دار سے سینکڑوں مجرموں کو اتارا ہے۔ ہزاروں کو قید خانے کی تنگ تاریک کوٹھڑیوں سے نکال لایا ہے۔ اور پھر فیس بھی کچھ نہیں۔ صرف پانچسو روپیہ۔ پانچ سو روپیہ ہندوستان کی سرزمین میں پانچسو پائیاں بھی غریب کے گھر سے نکلنا مشکل ہیں۔ لیکن یہ روپیہ؟ میری آزادی کی قیمت تھی نئی زندگی کا معاوضہ تھا۔ اس لئے مجبوراً سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ جج نے مخالفین کے بیانات قلمبند کرنے کے بعد میری آزادی قانونی زنجیروں میں جکڑ کر جیل خانے کی تاریک کوٹھڑی کے حوالے کر دی۔ اور مجھے ایکسال کی طویل قید!...... طویل کیوں نہ کہوں آزادی کی گود میں پرورش پانے والے طائر نوگرفتار کیلئے قفس کی زندگی کا ایک ایک پل کتنا مشکل ہے؟ یہ وہی جانتا ہے ایک سال کی قید! کیوں؟ کس لئے؟ کس جرم کی پاداش میں؟...... میرے دل میں انتقام کی آگ بھڑک رہی تھی، وہ میرا خون تھا ہم ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ لیکن...... اس نے میری مسرتوں کے گلشن کو بیدردی سے پامال کرنے کی کوشش کی، وہ لالچی کتا تھا۔ عفت و عصمت کی دیوی، شرم و حیا کی پتلی میری بیوی رضیہ کو اس نے بدنگاہ سے دیکھا۔ اس کے حسن سے متاثر ہو کر وہ انسانیت تک کو بھول گیا۔ مجھے پتہ چل گیا۔ ایکدن میں نے اسے رضیہ سے اظہار محبت کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ وہ اس سے کہہ رہی تھی "شرم کرو۔ میں تمہاری بھابی ہوں" لیکن وہ ہوس کے نشے میں اندھا ہو رہا تھا اپنی خواہشات کی تکمیل نہ ہوتی دیکھ کر وہ زبردستی پر اتر آیا۔ میں غصے سے کانپنے لگا۔ میں نے چاقو نکالا، اور چاہتا تھا کہ اسے ہمیشہ کے لئے موت کی آغوش میں ہی سلا دوں۔ لیکن وہ تاڑ گیا۔ اور وہاں سے بھاگ گیا۔ دوسرے دن پولیس والوں نے مجھے اقدامِ قتل کے جرم میں گرفتار کرنا چاہا۔ میں نے کچھ پس و پیش کرنا بے سود سمجھا۔ اور اپنے آپ کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

۱۸، اپریل۔ جیل خانے کی چہار دیواری میں میرا دم گھٹا جا رہا ہے آہ! آزادی!! آزادی!!! تیرا نام ہی فردوسِ بریں ہے۔ آسمانی فضاؤں میں اڑنے والے طیور کتنے خوش ہیں، جھونپڑی میں آزادی کی زندگی بسر کرنیوالا غریب مزدور جو اپنی تقدیر سے لڑ رہا ہے۔ کتنا ہی خوش قسمت ہے الہ جن کا ہر قدم اور ہر فعل دوسروں کی مرضی پر منحصر ہے۔ کتنے بد نصیب خیر!....... یہ ایکسال بھی گذر سکتا ہے۔ اگر اس مہربان اندھے

باپ کا خیال نہ ہو۔ جو بیٹے کے خیال میں نڈھال ہو رہا ہوگا۔ تو اس وفادار بیوی کا دھیان نہ ہو، جو خاوند کے فراق میں دن رات گھل رہی ہوگی، پاگل اگر انہی خیالات میں کھویا رہا، تو شاید اسی قید میں تیری روح جسم کی قید سے آزاد ہو جائے گی۔

۱۹ اپریل۔ آج جیل خانے میں ہر ایک قیدی نے مجھ سے اپنا تعارف کرایا۔ ان میں ہر قسم کے قیدی ہیں۔ سفاک قاتل، خوفناک اور بے رحم ڈاکو۔ دلیر اور سنگدل چور۔ ان کے چہرے مکروہ اور بھیانک ہیں کچھ قیدی کونوں میں سر جھکائے کسی فکر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ شاید یہ اپنے ماضی پر کفِ افسوس مل رہے ہیں۔ یا مستقبل کے متعلق سوچ رہے ہیں۔ لیکن میرا خیال ہے۔ خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ضمیر آزاد ہے۔ جن کی روح گناہوں کی کثافت سے پاک ہے۔ یہ کسی کی خودغرضی کا شکار ہوئے ہیں کئی ایک نے تو اپنے ماضی کے ظلم و ستم کی داستان اس دلیری سے سنائی کہ مجھے ان سے نفرت ہوگئی۔ ایک قیدی نے تو مجھ سے دوستی ہی گانٹھ لی۔ وہ جعلی سکے بنانے کے جرم میں گرفتار ہوا ہے۔ کہتا ہے کہ میری زندگی بڑے مزے سے گزر رہی تھی۔ روپوں کی کمی نہ تھی، لوگ دولت کماتے ہیں۔ اور میں دولت بناتا تھا۔ لیکن میرے ایک مکار اور فریبی دوست نے مجھے دھوکا دیا۔ اور اس راز سے پولیس کو آگاہ کر دیا۔ میں پکڑا گیا۔ اس زمانے میں کوئی کسی کا دوست نہیں سب فریبی اور مطلب کے بندے ہیں۔ میں نے دل میں سوچا کہ دوسروں کو فریبی کہتا ہے۔ لیکن خود ذات شریف کی ماضی کی تاریخ کے اوراق جعلسازیوں اور فریب کاریوں سے سیاہ ہیں، یہ ہیں وہ لوگ جو دوسروں کے تنکے کو دیکھتے ہیں۔ لیکن اپنی آنکھوں کا شہتیر انہیں نظر نہیں آتا۔

۱۵ جولائی۔ آج جب سب قیدیوں میں کھانا تقسیم ہو رہا تھا ایک قیدی نے چپکے سے روٹی چرا لی۔ لیکن جیلر نے دیکھ لیا۔ بس اس بچارے کی شامت آگئی۔ ہنٹروں سے مار مار کر اسے ادھ موا کر دیا قیدیوں کو شکایت ہے۔ اس شکایت کے سننے کے لئے افسرانِ بالا کے کان بہرے ہو گئے ہیں، اور بھلا ان قیدیوں کی سنتا ہی کون ہے؟ شکایت ہے کہ کھانا اچھا نہیں ملتا، سارا دن محنت و مشقت، اور پھر کھانے کو دو چپاتیاں چنے کی۔ . . . تھوڑا سا گوبھی یا شلغم کے پتوں کا سالن اور ایک پیالہ پانی کا مشکل سے نصیب ہوتا ہے۔ اب کتنے ناشکرے ہیں یہ قیدی، آزاد دنیا کے باشندوں میں بھی کچھ لوگ ایسے ہیں جو غریب کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔ جن کو تین دن کے فاقے کے بعد ایک وقت کی روٹی مشکل سے نصیب ہوتی ہے۔ وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں۔ ان کی بھوک کی گود میں بلکتے ہوئے بچوں کے رونے کی آواز سے انکی سوئی ہوئی قسمت نہیں جاگتی۔ محنت و مشقت سے چور ہو کر، جب ذرا آرام لینے کے لئے وہ کسی پتھر کا سہارا لیکر بیٹھتے ہیں تو اپنی قسمت کا خیال آتے ہی ایک سرد آہ بھرتے ہیں۔ لیکن یہ آہ کائنات میں ہلچل پیدا کر سکتی ہے۔ تاروں بھرا فلک اس سے لرزہ براندام ہو سکتا ہے لیکن قسمت پر کوئی اثر نہیں ہوتا . . . . قدرت مجبور ہے۔ سنا ہے کہ دوسرے ممالک میں قیدیوں کے لئے آرام و آسائش کا ہر سامان مہیا ہے۔ ہوادار کمرے، اچھے اچھے کھانے، آرام دہ بستر لیکن مجھے تو اعتبار نہیں آتا۔ قیدی پھر بھی قیدی ہے۔ قید کرنے کیلئے قانون ہے۔ لیکن قید خانے میں آرام کرنے کیلئے کوئی قانون نہیں۔ شاید یہ مصائب قیدی کو سدھارنے کے لئے ہوں۔ لیکن آزادی چھیننے سے زیادہ اور کونسا دکھ دیا جا سکتا ہے؟

۲۱ اگست۔ اب تو جیلخانے سے قدرے مانوس ہو گیا ہوں لیکن جب کبھی باہر سڑک پر لوگوں کو شاداں و فرحاں ٹہلتے ہوئے دیکھتا ہوں تو پھر آزادی کا خیال آ جاتا ہے۔ اگرچہ میں یہ جانتا ہوں، کہ اس مسرت کی نقاب کے عقب میں ایک فکرمند اور غمگین چہرہ ہے۔ جس پر اشک آلود آنکھیں اپنی تقدیر کو رو رہی ہیں لیکن انسانی فطرت کا تقاضا ہے کہ انسان جب تنہائی سے نکل کر دنیا کے شور و شغب میں گم ہو جاتا ہے۔ تو اس کے دل سے فکر اور غم مٹ جاتا ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنی اردگرد کی چیزوں بلکہ اپنے آپ کو بھی بھول کر مسرت کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔ لیکن تنہائی میں جا کر پھر وہی غم۔

۲ ستمبر۔ ایک نیا قیدی زنجیروں میں جکڑا ہوا لایا گیا۔ وہ زور زور سے نعرے لگا رہا تھا۔ "بھارت ماتا کی جے"۔ "مہاتما گاندھی کی جے"۔ پولیس کے سپاہی اسے تنگ کر رہے تھے لیکن پھر بھی ایسا کرنے سے وہ باز نہ

آیا۔ میں نے سمجھا کہ یہ قومی لیڈر ہے۔ لیکن جفاکش اور ارادے کا پکا، جو نہ گندم فروش لیڈر نہیں۔ قوم کا وہ سرگرم رہبر نہیں، جو اپنے ملوے مانڈے کیلئے دوسروں کی جان وطن کی چوکھٹ پر قربان کرتے ہیں۔ "جو وطن خطرہ میں ہے" "سوراج ہمارا پیدائشی حق ہے۔ مسجد شہید گنج کو واگزار کے پیٹنٹ" فقرے لوگوں کے بیقرار مجمع کے سامنے کہہ کہہ کر لوگوں کے جذبات اور غصّے کو مشتعل کر دیتے ہیں۔ اور پھر! اس آگ کو لگا کر دور سے ہی دوسروں کے جھونپڑوں کو جلتے ہوئے دیکھ کر اپنی کامیابی پر خوش ہوتے ہیں۔ ہاں! تو میں اپنی خیالات میں غرق تھا۔ کہ دروازے کی آواز سے چونک پڑا۔ میں نے دیکھا کہ قیدی کو چھوڑ کر سپاہی دروازہ بند کر رہے ہیں۔ قیدی میرے پاس ہی بیٹھا تھا۔ جب سپاہی چلے گئے، تو اس نے مجھے "اے بھارت کے سپوت!" کہکر مخاطب کیا۔ پھر اپنی رام کہانی بیان کرنا شروع کر دی۔ اس نے کہا۔ کہ میں ایک بہت بڑا آدمی ہوں۔ لاکھوں کی جائیداد کا مالک۔ لیکن ملک کی غلامی کو میں نہ دیکھ سکا۔ میرے دل میں قوم کا درد تھا۔ میں نے اپنے وطن کو آزاد کرنے کا عزم کر لیا۔ اپنے لیکچروں سے غفلت کی نیند سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔ انکے مردہ دلوں میں ہلچل پیدا کی۔ ان کے تن بدن میں غصّے کی آگ لگا دی۔ میں ایک مشہور مقرر ہوں۔ میرے الفاظ تیر و نشتر سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ میں نے ان نشتروں سے بھارت کے سپوتوں کے دماغ کو چیرا، اور ان سے غفلت کا مواد نکال کر انہیں اس قابل بنایا۔ کہ وہ اپنی برائی بھلائی کو سوچ سکیں۔" وہ یہی کہہ رہا تھا کہ دوسرے کونے سے ایک شخص چلا اٹھا۔ "جھوٹ! بالکل جھوٹ!! تو مکار اور فریبی ہے۔ تو لوگوں کو دھوکا دیکر اپنا الو سیدھا کرتا ہے۔ اتنا جھوٹ! کل تجھے پیٹ پالنے کیلئے سوکھے ٹکڑے تک نصیب نہ تھے۔ تو لوگوں کی غفلت، زمانے کی روش اور اپنی چرب زبانی سے فائدہ اٹھا کر لیڈر بن بیٹھا۔ تیری ہر جگہ عزت ہوتی ہے، تیرے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے جاتے ہیں۔ مگر تو فریبی ہے، تیری ظاہری حالت نے لوگوں کو دھوکا دیا، بیشک تو ایک آتش بیان مقرر ہے۔ لیکن ایک بزدل اور کمینہ لیڈر۔ تیرے ہی ان آتشیں الفاظ نے میرے غصّے کی آگ کو بھڑکایا، اور میں اپنی جان کی پروا نہ کرتے ہوئے اس موت کے سمندر میں کود پڑا، لیکن ڈوبا نہیں، کنارے لگ گیا۔ کنارہ یہ جیلخانہ ہے۔ تو اسوقت تماشا دیکھ رہا تھا۔" اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ اور وہ کانپ رہا تھا۔ "تو موت کی گود میں دم توڑتے ہوئے زخمیوں پہ ہنس رہا تھا۔ انکی بہادری کے لئے نہیں بلکہ اپنی کامیابی پہ"۔ یہ سنکر لیڈر نے سر جھکا لیا۔ آہ! دنیا میں رہ کر میں دنیا کو نہ سمجھ سکا۔ لیکن جیلخانے میں آ کر میں نے دنیا پر نگاہ ڈالی۔ تو مکاری اور فریب کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

۱۰ستمبر۔ آج اس سوراخ سے۔ اوہ! یہ سوراخ تو نہیں روشندان معلوم ہوتا ہے۔ لیکن روشندان اتنا تنگ! روشندان ہی ہوگا۔ جیلخانے کے روشندان اتنے نہ ہوں تو اور کیا۔ یہ لال قلعہ تو ہے نہیں۔ میں نے سامنے نگاہ اٹھائی، آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی، اُف یہ رومان انگیز منظر!! اس پیمانہ میں شراب محبت دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ پیمانہ تو ہے۔ لبالب، ہونٹوں سے لگا سکتا ہوں، لیکن ساقی کے بغیر مزہ کہاں؟ ساقی۔ جس کے ہاتھ میں قدرت نے میری مسرت کا جام دے دیا ہے۔ میری غمگین تنہائیوں کی ہم جلیس میری رفیقۂ حیات رضیہ۔ جس کے مرمریں اور صبیح جسم پر بدنگاہیں پڑنے سے پہلے ہی دہکتی ہوئی سلاخیں جھونک کر اندھی کر دی جائیں۔ جان آفرینِ تیری یاد، اس بوڑھے باپ کی محبت پر غالب آ گئی، جس کی آغوشِ شفقت میں میرا بچپن آرام سے گزرا ہے، اور جس نے تجھ جیسی چاند سی دُلہن میرے لئے محبت پدری کا چراغ لیکر ڈھونڈ نکالی۔ لیکن میں اسکی نظروں میں بس کر زندگی کے لطف سے ناآشنا تھا۔ تیرے تیر نظر سے گھائل ہو کر میں نے زندگی کی لذتوں کو پا لیا ہے۔ لذتوں کو جو گناہوں کی تلخی کو انسانی دماغ سے ہمیشہ کے لئے نکال پھینکتی ہے۔

۱۱ مارچ۔ گذشتہ رات ایک عجیب واقعہ ظہور پذیر ہوا، فکر و فاقہ کے مارے ہوئے مجرم بے فکری کی آغوش میں سکھ کی نیند سو رہے تھے۔ تھوڑی دیر کیلئے انہیں دنیا کے افکار سے رہائی حاصل ہو گئی تھی میں اونگھ رہا تھا۔ کہ اتنے میں کسی کے شور بے ہنگام سے میں چونک پڑا۔ ایک قیدی کسی گیت سے اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔ وہ کسی کی بیوفائی کا گلہ کر رہا تھا، سینہ چیر کر زخم دکھانا چاہتا تھا۔ لیکن بیہودہ

رات کی تاریکی میں معلوم نہیں اس کا خیال کیوں ایسی وادی میں جا بھٹکا جہاں انسانی سکھ آوارہ پھرتا ہے۔ دن بھر بیگار میں اپنا خون صرف کرنے والے بے گناہ مجرم جو کسی فردوسی نغمہ میں کھوئے ہوئے تھے۔ اور خوفناک مجرم جو اپنے مستقبل کی بھیانک تصویر دیکھ کر خوفزدہ ہو رہے تھے چونک پڑے۔ دروازے پر پہرہ دینے والے سپاہی، سرکار کے نمک خوار جو رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر تھوڑی دیر کے لئے کمر سیدھی کرنا چاہتے تھے ٹھہر ٹھہر کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ناشائستہ گالیاں، موٹی موٹی مغلظات جو اکثر پولیس والوں کے حافظہ کی نوٹ بک میں ایسے ہی موقعوں کے لئے ہی درج رہتی ہیں۔ زبان سے نکل کر کانوں سے ٹکرانے لگیں۔ بیکس مجرم کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ نیند کے نشے میں مست قیدی پھر اس پتھریلے فرش پر کروٹیں لینے لگے...... صبح ہمیں کھلے میدان میں جبری ورزش کے لئے لے گئے۔ رات والے زندہ دل شخص کے لئے پتھر کوٹنے کا حکم صادر ہوا، اور شام تک اس بیچارے پر وہ ستم ڈھایا گیا۔ کہ توبہ ہی بھلی۔

۱۵ اپریل۔ آج میں جیلخانہ سے آزاد ہوا۔ ایک خواب سے۔ خوفناک دل ہلا دینے والے خواب سے..... بیدار ہوا، جو ایک خاص مدت تک مجھ پہ طاری رہا۔ خواب؟ اُف اس خواب کی دنیا سے میں جلد نکلنا چاہتا تھا۔ اس خواب میں میں نے کیا دیکھا؟ دنیا کی حالت مکر و فریب، ظلم و ستم، دنیا کسی کی نہیں جو اس کے تعاقب میں بھاگتا ہے، دنیا اس سے الگ تھلگ رہنا چاہتی ہے۔ اور جو اس سے آگے بھاگتا ہے۔ دنیا چاہتی ہے، کہ اپنی تمام رنگینیاں اس کے دامن میں ڈال دے.........

میرا باپ میری بیوی کی رہبری میں مجھے قید خانے کے دروازے پر ملا۔ لیکن میرا بھائی! وہ شاید کسی جگہ اپنے خیالات میں محو خاموش انتقام کی تجویزیں سوچ رہا ہوگا۔ وہ سوچتا ہوگا۔ کہ اب ضمیر کی لعنت و ملامت اور اس کمبخت بھائی کی نظروں کی تاب لانا مشکل ہے۔ وہ خیال کر رہا ہوگا کہ اب صفحۂ دنیا سے اس کا نقش ہستی مٹا دوں۔ یہ خون دنیاوی رشتے کی آڑ میں ہمیشہ کے لئے دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن اس کا یہ خوف بیہودہ ہے۔ جیل خانے کے پے درپے مصائب نے مجھے اس قابل بنا دیا ہے کہ میں اسے خندہ پیشانی سے معاف کر سکتا ہوں۔ اسے پھر اس سینے سے لگا سکتا ہوں، جس میں بے قرار دل انتقام کے لئے تڑپ رہا تھا.......... باپ نے مجھے گلے سے لگا لیا، وہ اپنی ماضی کے غموں کو خوشی کے آنسوؤں کے طوفان میں بہا دینا چاہتا تھا۔ وہ دل کی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کہ یہ میرا جگر گوشہ ہے۔ لیکن ظاہر بیں نگاہوں سے میری تبدیلیاں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیونکہ آنکھیں تو اس سے چھین لی گئی تھیں۔ دنیا کے رشتے دل کی نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں۔ لیکن دنیا کی تبدیلیاں ظاہر بیں آنکھوں سے ہی نظر آ سکتی ہیں۔ میرے باپ کی غیر فانی محبت کے سیلاب میں میری رفیقۂ حیات کا اظہار محبت بھی بہہ رہا تھا، ایک کا سینہ مجھے بھینچے ہوئے تھا۔ تو دوسرے کا دل مجھے اپنے آپ میں گم کر لینا چاہتا تھا، ہمیشہ کے لئے..........

سجاد ہاشمی

بادۂ شیراز

شرارِ آہِ من آتش زدہ کاشانۂ خود را
بغارت دادہ ام امشب متاعِ خانۂ خود را

نمیدانم چہ گویم روئے ساقی را بہ بدمستی
بہ از ماہِ مبیں گویم اگر پیمانۂ خود را

اگر زاں چشمِ شوق ایں گونہ کیفِ عشوہ می بارد
ز بدمستی کند سرکش تہی خمخانۂ خود را

جبینم کعبہ مے ریزد، سجودم عرش مے بارد
بدہ صد آب و رنگ از سجدہ ام بتخانۂ خود را

شدی سجاد سرگرداں بہ کوئے عشق مہرویاں
تو رسوا ساختی آخر دلِ دیوانۂ خود را

پنڈت خنداں مرحوم کی آخری ناتمام

غزل

خنداں مرحوم اردو کے نہایت کامیاب شاعر تھے۔ سوز و گداز آپ کی شاعری میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے! افسوس آج دستِ موت نے ہم سے ایک مخلص ترین دوست اور ایک بہترین شاعر چھین لیا۔

ذیل کی غزل شاعر مرحوم نے رحلت سے تقریباً دو ماہ پیشتر جناب مشتاق جیلی اور حضرت سراج الدین ظفر بی، اے، ایل ایل بی، کی موجودگی میں کہنی شروع کی تھی۔ یوں تو نظم کا ہر شعر الہامی ہے۔ مگر مطلع اول اور مقطع خاص طور پر سرمایہ دارِ الہام ہیں۔

خنداں صاحب نے تا دمِ واپسیں تکلیفوں کا مقابلہ خندہ پیشانی سے کیا، اور ایک لمحہ کیلئے بھی بے چینی ظاہر نہ کی۔

ہمیں مرحوم و مغفور کے عزیزوں سے ہمدردی ہے

(ایڈیٹر)

بہ ایں حالِ زبوں جینے کا ساماں کر رہا ہوں میں
جو ہو سکتا ہے تیرے غم پہ احساں کر رہا ہوں میں

ہر اک داغِ محبت کو فروزاں کر رہا ہوں میں
مقدر کی سیاہی میں چراغاں کر رہا ہوں میں

بہ لمحاتِ مصائب اور تصور تیری محفل کا!!
بیابانوں میں گلگشت گلستاں کر رہا ہوں میں

ازل سے نیتِ ساحل ہے، ہر دم یادِ ساحل ہے
مگر کشتی کو نذرِ موجِ طوفاں کر رہا ہوں میں

قریبِ مرگ ہوں خنداں مگر لب پر تبسم ہے
یہاں تک احترامِ دردِ پنہاں کر رہا ہوں میں

مصنفہ فرانسیسی شاعر لا مارتین   مترجمہ "ش" مظفر پوری

خدا سے فریاد

پاک پروردگار! دیکھ تیری قلمرو میں ہر طرف شر پھیل گیا ہے بدی کا اژدھا تیری سلطنت میں اپنا خوفناک منہ پھاڑے ہر طرف زہر اگلتا پھر رہا ہے۔ بتا کیا تو نے ہر ذی حیات کو ـــــ عقل و فہم رکھنے والے انسان کو، صرف مصائب جھیلنے کے لئے پیدا کیا ہے ـــــ یہ زمین و آسمان، ارواح و مادیات اور تمام اشیاء کیا اسی لئے پیدا کی گئیں کہ آہیں بھریں، دُکھ سہیں اور درد و غم کے سمندر میں ڈوبی رہیں ـــــ ؟

اگر خالق اکبر کا مقصدِ تخلیق یہی ہے تو ـــــــــــ

اے تمام جاندارو! اور بے جانو، اور اے اللہ کی صورت پر پیدا ہونے والے انسانو! تم سب بیک وقت اپنی نگاہیں آسمان کیطرف اٹھاؤ، اور چلا چلا کر اس خدائے دو جہاں سے فریاد کرو، کہ اے معبود! ہم پر کیوں مصیبتوں کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں!

اے ازلی و ابدی قوتِ حیات! ہم تجھے کیا کہکر پکاریں؟ کس نام سے تجھے موسوم کریں؟ تو وہی ہے، جسے ہم کبھی تقدیر کہتے ہیں اور کبھی فطرت کبھی نیچر کہکر پکارتے ہیں اور کبھی محیر العقول ناموسِ اعظم کا خطاب دیتے ہیں۔ وہ تو ہی ہے، جس کے حضور میں ہم کانپتے ہیں، اور ایک مجروح پرندے کی طرح پھڑ پھڑا کر دم توڑ دیتے ہیں۔ تجھی سے بغاوت کرتے ہیں۔ تجھی سے لرزہ براندام رہتے ہیں، اور تجھی سے محبت کرتے ہیں۔ غم ہو یا مسرت تو ہمیشہ ہمارے سامنے ہے۔ تو ہمیشہ تو ہی ہے!

لیکن اے قہار و جبار! بتا ہم نے ایسا کون گناہ اور کون جرم کیا تھا، کہ ہمیں اسکی پاداش میں زندگی دیدی گئی، اور ہمیں پیدا کر کے روئے زمین پر چھوڑ دیا گیا؟ کیا ہم نے کبھی زندگی کی آرزو کی تھی؟ تجھ سے کبھی درخواست کی تھی کہ ہمیں پیدا کر دے؟ ہم تو عدمِ محض تھے۔ کیا عدمِ محض بھی وجود کی خواہش کر سکتا ہے؟

اے تمام لطیف زندگی اور ٹھوس وجود رکھنے والو! جاندارو اور بے جانو، آؤ اور سب معبودِ حقیقی کے سامنے جمع ہو جاؤ، جو تمہاری آہوں فریادوں، سسکیوں، آنسوؤں، چیخوں اور گناہوں سے خوش ہوتا ہے۔

اے درد و غم سے اکھڑی ہوئی آوازو! مردوں کی ہڈیو! بیماروں کی آہو۔ بیواؤں کی سسکیو، یتیموں کے آنسوؤ! تم سب اٹھو، بلند ہو کر آسمان کا بند دروازہ کھٹکھٹاؤ، اور پوچھو کہ پروردگار! یہ تمام آلام و مصائب ہم پر کیوں نازل کئے گئے ہیں؟

اے زمین چیخ، اے آسمان گونج، اے اندھیرے غار، جس میں موت اپنے شکار کھاتی ہے، تو بھی چلا، تم سب پکارو، اور پروردگار سے کہدو، کہ ہم گواہی دیتے ہیں تقدیر کے ظلم کی، جس نے ہم سب کو خود ہی پیدا کر کے مصیبت و غم کے بھوکے شیر کے آگے ڈال دیا۔

پروردگار! ڈال دے ظالم تقدیر کو دوزخ کے دہکتے ہوئے انگاروں میں!

پتے کی بات: مکتبہ اردو لاہور میں ہندوستان کے ہر ادارے کی کتاب موجود ہے، ضرورتمند حضرات مکتبہ کی خدمات سے فائدہ اٹھائیں۔

اختر انصاری
بی اے
(آنرز)

قطعات

داغِ محبت

مجھ سے اک دن کہا محبت نے — میرے پیارے! ادھر تو آؤ تم
میں تمہیں ایک داغ دیتی ہوں — تاکہ مجھ کو نہ بھول جاؤ تم

چاندنی رات

چاند تیری بلائیں لیتا ہے — پھول تجھ پر نثار ہیں سارے
میری خواہش یہ ہے کہ نذر کروں — توڑ کر آسمان کے تارے

زبان

قلب زندہ ہے لفظ ہیں بیجان — کیجئے کیا اگر نہ چپ رہیئے
جس کو دنیا "زبان" کہتی ہے! — اس کو جذبات کا کفن کہیئے

کرم نامہ

ٹانکے زخمِ جگر کے ٹوٹ گئے — آنسوؤں میں ہے خون کی سرخی
خوب کی تم نے پرسشِ احوال — خط نے اچھی یہ غمگساری کی

ادارہ

نقد و نظر

مدینہ جوبلی نمبر: کتابت و طباعت دلکش و دلآویز، صفحات ۱۴۸، قیمت ۸ ر۔ ارسال زر کا پتہ۔ منیجر صاحب اخبار مدینہ بجنور، یو۔پی

مدینہ بجا طور پر ہندوستان کا مایۂ ناز جریدہ ہے اور اپنے اجراء سے لیکر اب تک اس کا جو قدم بھی اٹھا ہے، وہ ترقی ہی کی طرف اٹھا ہے اخبار ملک و قوم کا راہبر ہوتا ہے۔ اور یہ اسوقت تک ملک و قوم کی صحیح معنوں میں راہبری نہیں کرسکتا جب تک ترقی پسندانہ رجحانات کا عازم نہ ہو۔ اور ہمیں یہ دیکھکر بہت مسرت ہوتی ہے کہ مدینہ اپنے فرائض بڑی ایمانداری و خلوص کے ساتھ ادا کر رہا ہے، زیر نظر نمبر مدینہ کا عدیم النظیر جوبلی نمبر ہے جو $\frac{۲۲}{۴}$ تقطیع کے ۱۴۸ صفحات پر چھاپا ہوا ہے ان صفحات میں ہر قسم کا مضمون شامل ہے۔ مدیران محترم نے مسائل حاضرہ سے متعلق بہترین مضامین کو اخبار میں جگہ دی ہے۔ بالخصوص "اشتراکیت" اور "اردو زبان" پر جو مضامین ہیں وہ ہر لحاظ سے کامیاب و مفید ہیں۔ رائٹ آنریبل ڈاکٹر سر تیج بہادر نے "اردو زبان ہندوستان کی مشترکہ تہذیب کا نتیجہ ہے" کے عنوان پر ایک نہایت مفید و عالمانہ مقالہ تحریر فرمایا ہے ڈاکٹر محمد عمر فاروقی، ایم اے پی ایچ ڈی، کا مضمون "ہم کیا بولیں" ایک محققانہ اور کارآمد مضمون ہے۔ اسی طرح جناب حبیب احمد صدیقی نے "ہماری جان اور برہمنوں کا سودا" کے خام پر اپنے خیالات کا اظہار کرکے پبلک کی راہبری کی ہے۔ جناب سید مرتضےٰ صاحب قادری کا مضمون "اردو ٹائپ" بھی افادی نقطۂ نظر سے بہت مفید مقالہ ہے۔ ملک کے مشہور شاعر جناب پروفیسر رگھوپتی سہائے فراق کا مضمون "اردو کی عشقیہ شاعری" بہت کامیاب اور قابل تحسین تحقیق ہے۔ اشتراکیت پر جناب ڈاکٹر محمد اشرف جناب منظر رضوی اور جناب محمد ہاشم قدوائی کے مضامین جامعیت کے لحاظ سے بہت کامیاب کوششیں ہیں۔ حصہ نظم بھی بہت بلند ہے، جناب ماہر القادری، حضرت اعجاز صدیقی، جناب شعری بھوپالی، حضرۃ میکش اکبرآبادی کی نظمیں بہت دلآویز ہیں۔ جوبلی نمبر میں ۲۳ کے قریب فوٹو بھی دیئے گئے ہیں۔ مختصر یہ کہ مدینہ کا جوبلی نمبر اردو ادب میں ایک مفید اور اہم اضافہ ہے۔ ہم ادارہ ادب لطیف اور قارئین "ادب لطیف" کی طرف سے ادارۂ مدینہ کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ (م ا)

محبت کا افسانہ: مصنفہ لطیف الدین احمد، کتابت و طباعت دلآویز و دیدہ زیب، صفحات ۲۴۴ قیمت دو روپے (کتاب مجلد ہے) ملنے کا پتہ عظیم الحسن صاحب محلہ منٹو۔ آگرہ۔

جو حضرات اردو ادب سے ذرہ بھر بھی مس رکھتے ہیں۔ وہ یقیناً حضرت لطیف الدین احمد کی ادیبانہ عظمت کے معترف ہونگے آپ ملک کے چوٹی کے ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں۔ زیر نظر آپ کا ایک نہایت دلچسپ و دلآویز ناول ہے جس میں فاضل ناول نگار نے ازدواجی زندگی کے ہر رخ اور ہر پہلو پر روشنی ڈالی ہے کتاب کا ماحصل یہ ہے۔ "اس صبح کے بعد ہم دونوں نے کیا سیکھا؟ ہم نے یہ سیکھا کہ ازدواج کیا نہیں ہے۔ ازدواج کسی مذہبی معاشری قانون یا رسم و رواج کی خانہ پری کا نام نہیں خطبۂ نکاح اور منتروں کے دوہرانے کا نام نہیں۔ کسی معاہدہ کو یا قید و پابندی کا نام نہیں بلکہ وہ ایسی حالت کا نام ہے۔ جس میں تغیر ہوتا ہے۔ جس میں روئیدگی ہے۔ جس میں حرکت عمل ہے اور جس کے اندر دو تضاد باہمدگر مدغم ہو جاتے اور ایک بنجاتے ہیں:

ازدواجی زندگی کی کشتی کو ہزاروں طغیانیوں کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ اسکے راستے میں کئی جوار بھاٹے آتے ہیں، گرداب کئی رکاوٹیں حائل کردیتا ہے مگر یہ کشتی نہ جھکتی ہے۔ نہ ڈرتی ہے۔ بلکہ اسی سکون سے بہی چلی جاتی ہے۔"

ناول نگار کی بلندی تخیل و رنگینی نگارش ملاحظہ فرمائیں۔

"آفتاب کے اپنی آرام گاہ میں جانے کے جذبے سے کائنات دھڑکتی ہوئی محسوس ہوتی تھی، خوابگاہ خورشید کے سرخ رنگ پردے طلائی ستونوں پر لٹکے نظر آتے تھے۔ پگھلا ہوا سونا جسکی تھرتھراہٹ چمک رہی تھی ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ ان پہاڑی چوٹیوں کے اس طرف

نور کا ایک فوارہ اچھل اچھل کر اپنے حوض میں گر رہا ہے، اور وہ حوض لبریز ہو کر چھلکا چاہتا ہے

"ساری کائنات خوشی اور بہجت کی ہنسی بن گئی تھی، ایمی نے وردانہ کو قریب تر کر لیا، اسکی نبضیں تیز ہو گئی تھیں، اس کے رخساروں میں بھی صبح کی ایک جھلک جلوہ گر تھی"

اس ناول میں اور اردو کے باقی تمام ناولوں میں ایک اور خاص فرق بھی ہے۔ اس ناول میں یا تو ہیرو کی زبان سے واقعات دہرائے گئے ہیں یا ہیروئن کی زبان سے، اور یا بہت کم، کسی اور شخص کی زبان سے اور ظاہر ہے یہ ناول نویسی کا نیا طریقہ ہے۔ م۔۱

ریڈیو ڈرامے:۔ مصنفہ جناب فضل حق قریشی دہلوی، کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، صفحات ۱۹۷ قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ عزیز بکڈپو قرول باغ دہلی۔

ریڈیو ڈرامے، اردو کے جلیل القدر افسانہ نویس و تمثیل نگار جناب فضل حق قریشی کے ان ڈراموں کا مجموعہ ہے جو دہلی یا دیگر ریڈیو سٹیشنوں سے براڈکاسٹ ہو کر ہر جگہ بے حد مقبول ہو چکے ہیں، جناب فضل حق قریشی کو گوناگوں جذبات کی عکاسی میں مہارت تامہ حاصل ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کے قلم سے جو چیز نکلتی ہے، وہ جذبات نگاری کے لحاظ سے خاص چیز ہوتی ہے۔ ان ڈراموں میں بھی یہ خصوصیت بدرجہ اتم پائی جاتی ہے۔ مجموعے میں کل بارہ ڈرامے ہیں، اور ہر ایک اپنے موضوع کے لحاظ سے کامیاب ہے۔ اس میں طربیہ اور مزاحیہ ڈراموں کے ساتھ ساتھ حزنیہ ڈرامے بھی ہیں۔ اور ہر ایک دل و دماغ پر لطیف اثرات طاری کرتا ہے

مجموعے کے آغاز میں اردو کے مقبول ترین مزاح نگار جناب رشید صدیقی کا دیباچہ بھی شامل ہے، جو بذات خود نہایت دلچسپ چیز ہے۔

اس مجموعے کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے، کہ زیر نظر کتاب تیسرا ایڈیشن ہے۔ م۔۱

انسدادِ گداگری۔ مصنفہ جناب وجودی، کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ، صفحات ۱۹۴ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ: منیجر صاحب نظامیہ بکڈپو، پٹیالہ (پنجاب)

گداگری ایک لعنت ہے، جو ہندوستان پر مسلط ہے۔ اس لعنت نے ہمارے ملک کو جس طرح تباہ کیا ہے، اس کا اندازہ وہی شخص لگا سکتا ہے، جو ملک کے موجودہ اقتصادی و سیاسی حالات سے آگاہ ہو حقیقت یہ ہے کہ جہاں ہماری پستی و تنزل کے کئی اسباب ہیں، وہاں گداگری نے بھی ہندوستان کو پست کر دیا ہے۔ گداگری نہ صرف ملک کے اقتصادی حالات پر ایک نہایت زہریلا حملہ کرتی ہے۔ بلکہ یہ لعنت افراد قوم کے ذہن کو بھی بالکل پست کر دیتی ہے۔ اور اس کے نتیجے میں پھنس کر انسان ذہنی طور پر بالکل مردہ ہو جاتا ہے۔ گداگر ایک چلتی پھرتی لعنت ہے، ایک چیختی چلاتی بدبختی ہے، اور ایک حرکت کرتی ہوئی بے غیرتی ہے۔ موجودہ دنیا کے ترقی یافتہ ممالک پر نظر ڈالیے، آپ کو اول تو وہاں گداگر نظر ہی نہیں آئیں گے اور آئیں گے بھی تو بہت ہی کم، مگر اس ہندوستان — اس غلام آباد — اور اس لعنت کدۂ تنزل میں تو چپے چپے پر گداگروں کے دل کے دل کھڑے بدنصیب ہندوستان کی انتہائی بدنصیبی کا اعلان کر رہے ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ گداگری کا سرچشمہ غیر ملکی تسلط، اور اقتصادی بدحالی ہے۔ مگر یہ حقیقت بھی جھٹلائی نہیں جا سکتی کہ ہندوستان کے بیشتر گداگر محض خاندانی رسم کے مطابق گداگری کو مقصد حیات بنائے ہوئے ہیں! اسوقت گداگری کو دور کرنے کی سخت ضرورت ہے، کاش ہمارے راہنمایان ملک اس طرف توجہ فرمائیں۔

ہم جناب وجودی صاحب کے ممنون احسان ہیں، کہ انہوں نے اس اہم مسئلے پر ایک نہایت جامع و مکمل کتاب لکھی، کتاب ایکسو دس عنوانات مختلفہ پر مشتمل ہے، اور ہر عنوان نہایت اہم ہے۔ وجودی صاحب نے دنیا کے تمام بڑے بڑے مذاہب کے انسداد گداگری کے متعلق احکام لکھ کر یہ ثابت کیا ہے، کہ گداگری ہر مذہب میں سخت ذلیل سمجھی جاتی ہے۔ آپ نے گداگروں کی مختلف دلچسپیاں، قسمیں بھی درج کی ہیں، اور ہر قسم کے گداگر کی ذہنی کیفیت کھینچی ہے! ہر شخص کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ م۔۱

میر مشاعرہ :- مصنفہ پروفیسر عشرت رحمانی ایم۔ اے، کتابت و طباعت خوشگوار، صفحات ۲۰، قیمت ۸/- ملنے کا پتہ جدید بکڈپو نیرنگستان دریا گنج دہلی۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب کسی قوم پر ادبار و تنزل کی ملعون گھٹائیں چھا جاتی ہیں، تو اس قوم کے افراد زندگی کے حقیقی مقاصد سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں گویا انہیں ان مقاصد سے کوئی تعلق ہی نہیں نہ صرف یہ بلکہ وہ حقیقی مقاصد حیات سے یکسر علیحدہ ہو کر ان پست و لغو مشاغل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ جو ایک طرف تو زندگی کی رہی سہی صلاحیتوں کو تباہ کر کے رکھ دیتے ہیں، اور دوسری طرف زندگی کے حقائق سے آگاہ ہونے کا بھی موقعہ نہیں دیتے۔ علامہ اقبال نے سچ کہا ہے ؎

آ تجھکو بتاؤں میں تقدیر امم کیا ہے۔
شمشیر و سناں اول، طاؤس و رباب آخر،

چنانچہ اس صورت حال میں بدنصیب قوم کے بدنصیب افراد ذہنی غلامی کی زنجیروں کو مضبوط سے مضبوط کرتے چلے جاتے ہیں۔ قارئین کرام انیسویں صدی کے ربع اول کے ہندوستانی رؤسا کی عیاشانہ زندگی سے یقیناً آشنا ہونگے۔ ان کی عیاشیوں نے قوم کی ذہنی تخریب میں جو حصہ لیا ہے وہ بھی عالم آشکار ہے۔ زیر نظر ڈرامے میں پروفیسر عشرت رحمانی نے اسی قسم کے ایک خوش دل مگر پست دماغ رئیس کی عیاشانہ مصروفیات کا نہایت کامیابی کے ساتھ خاکہ کھینچا ہے، گویا کتاب کے ہیرو میر صاحب "لکھنوی نزاکت و لطافت" کا ایک چلتا پھرتا نمونہ ہے جسے زندگی کے حقائق سے قطعاً کوئی تعلق نہیں، جو ملک کے موجودہ سیاسی و اقتصادی حالات سے بالکل ناواقف ہے، اور جو صرف نزاکت آب مصروفیتوں ہی کو اپنی دنیا سمجھتا ہے۔ بلکہ سمجھنے پر مجبور ہے.......... ملک کے موجودہ سیاسی حالات کے آہنی پنجے میں اسی طرح غلام قوم کی ذہنی صلاحیتوں کو تباہ و برباد کیا جاتا ہے!

میر صاحب قبلہ داغ دہلوی کی بازاری شاعری کے عاشق ہیں اور وہ اس قسم کی شاعری ہی کو شاعری کا کمال سمجھتے ہیں۔ چنانچہ عجیب عجیب نزاکتوں سے کام لیکر مشاعرے کی تیاریاں کرتے ہیں۔ ان کے ہم جلیس بھی انہیں کی طرح نزاکت پسند دل کے مالک ہیں، مشاعرہ ہوتا ہے اور اسی لکھنوی آن بان کے ساتھ ہوتا ہے۔ شعرا کی حرکات و سکنات جہاں مضحکہ انگیز ہیں، وہاں عبرت انگیز بھی ——— آخر عجیب انداز میں مشاعرہ ختم ہوتا ہے۔

محترم پروفیسر صاحب نے نہایت کامیابی کے ساتھ اپنا فرض پورا کیا ہے ڈراما ختم کرتے ہی انسان لکھنوی نزاکتوں سے بیزار ہو جاتا ہے ——— یہ ڈراما آل انڈیا ریڈیو دہلی سے براڈکاسٹ ہو کر ہندوستان کے گوشے گوشے میں مقبول ہو چکا ہے۔ قارئین ضرور مطالعہ فرمائیں: م۔ا۔

کالیداس اور ودیا :- مصنفہ جوش صاحب انبالوی، صفحات ۸۰، کتابت و طباعت اعلیٰ، کتاب مجلد ہے۔ قیمت ۸/- ملنے کا پتہ۔ ودیا پبلشنگ ہاؤس انبالہ چھاؤنی۔

یہ ایک ناٹک ہے جس میں کالیداس کی زندگی کو ڈرامائی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سب سے پہلا اعتراض تو کتاب پر یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی زبان نہایت ادق اور سنسکرت آمیز ہندی ہے۔ جسے اردو کہنا حقیقت کو جھٹلانا ہے۔ اس میں شک نہیں، کہ کالیداس سنسکرت زبان کا فرمانروا تھا، اور یہ ناٹک اس عہد سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ ملک کی زبان سنسکرت تھی، مگر اس سے یہ کہاں لازم آتا ہے، کہ اب کے اس عہد کے متعلق جو کچھ لکھا جائے، وہ سنسکرت ہی کی قسم کی کسی زبان میں ہو۔ شروع میں جناب مولانا وقار کا دیباچہ ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں، کہ اسکی زبان نہایت صاف، شستہ اور رواں ہے، اور شستگی زبان کے اعتبار سے انہوں نے نہایت لطافت اور متانت پیدا کر دی ہے۔ نہ معلوم وقار صاحب زبان کی صفائی، شستگی اور روانی سے کیا مراد لیتے ہیں اور شستگی زبان کے اعتبار سے لطافت و متانت ان کے ذہن میں کیا حقیقت رکھتی ہے! بہرحال یہ حقیقت ہے کہ وقار صاحب نے ذمہ دارانہ دیباچہ نہیں لکھا، دیباچہ میں جابجا انہوں نے لفظ "ڈرامیائی" لکھا ہے، شاید ڈرامیائی سے انکی مراد ڈرامائی ہے ؟؟ م۔ا۔

شہید مکسیونی :- مولفہ پنڈت اندر ودی کپل صاحب، کتابت و طباعت

خوشگوار۔ قیمت ۱۲؍ ملنے کا پتہ۔ اردو بک سٹال امرت سر۔

آئرلینڈ کے زندہ جاوید محب وطن ٹرنس میکسوینی کے حالات زندگی کا یہ مجموعہ ہندوستان کے موجودہ دور ابتلا و کشمکش میں خاص طور پر مفید ہے۔ اور کتاب کے موٴلف جناب پنڈت اندرو دی کپل صاحب کی کوشش سے ہمارے ادب میں ایک ایسی کتاب کا اضافہ ہو گیا ہے جو غلام ہندوستان کے تنگ و تاریک سیاسی راہوں میں راہنمائی کی روشنی ڈال سکتی ہے! اور جس کے مطالعے سے غلام باشندے کئی اہم سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ سب سے بڑا سبق جو اس کتاب سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ ہمیں آزادی اور استخلاص وطن کی راہ میں ہر قسم کی قربانی اور ہر طرح کے ایثار کے لئے آمادہ رہنا چاہیئے! جب تک ہم اس راہ میں اپنی جان تک قربان کرنے پر تیار نہ ہوں آزادی کا حاصل ہونا ایک خواب پریشاں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا!

کتاب کو اکیس اہم ابواب پر مشتمل کیا گیا ہے۔ اور ہر باب میں آئرلینڈ کے اس بطل اعظم کی زندگی کا کوئی نہ کوئی پہلو پیش کیا گیا ہے! کتاب کا انداز بیان دلچسپ ہے زبان بہت سلیس اور عام فہم ہے (م۔ا)

حیا۔ سالگرہ نمبر: زیر ادارت محترمہ کنیز فاطمہ حیا۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ۔ قیمت ۸؍ ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ حیا لکھنؤ۔

حیا۔ ایک نسوانی رسالہ ہے۔ جو ملک کی مشہور ادیبہ محترمہ کنیز فاطمہ حیا کی زیر ادارت نہایت کامیابی کے ساتھ شائع ہو رہا ہے جو رسالہ محترمہ حیا جیسی جلیل القدر شاعرہ کی ادارت میں شائع ہو رہا ہو اس کی کامیابی و ترقی کے متعلق کچھ کہنا تحصیل حاصل ہے! محترمہ حیا صاحبہ پرچے کو ترتیب دینے میں بہت صاف ستھرا مذاق رکھتی ہیں۔ اور حیا کا ہر پرچہ پہلے پرچے سے زیادہ کامیاب ہوتا ہے۔ زیر نظر حیا کا سالگرہ نمبر ہے جس کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے۔

زسر تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم!
کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا اینجاست

ہر مضمون و نظم دلکش و دلآویز ہے۔ رسالے میں تصاویر بھی ہیں۔ بہرحال حیا کا سالگرہ نہایت کامیاب نمبر ہے! (م۔ا)

ہل۔ زیر ادارت شری ناتھ سنگھ۔ کتابت و طباعت نہایت اعلیٰ سالانہ چندہ للعہ فی پرچہ ۶؍ ملنے کا پتہ۔ انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

ہندوستان ایک زراعتی ملک ہے۔ جہاں قریباً پچاسی فی صدی آبادی کھیتی باڑی کر کے ہی گزران اوقات کرتی ہے۔ جب یہ حالت ہے تو لازماً ہمارے راہنماؤں کو دیہات سدھار کی طرف سب سے زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ کیونکہ جب تک کسانوں کی حالت درست نہیں ہو گی، ہندوستان کی پستی میں قطعاً کوئی فرق نہیں آئے گا۔ چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد کے ارکان محترم نے ایک مفید رسالہ شائع کرنا شروع کیا ہے۔ جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے۔ "ہل" یکسر زراعتی رسالہ ہے۔ جس میں شروع سے لیکر آخر تک زراعت سے متعلق ہی مضامین دیے جاتے ہیں۔ اسوقت ہمارے پیش نظر "ہل" کا فروری نمبر ہے۔ جس میں متعدد نہایت کار آمد زراعتی مضامین دیئے گئے ہیں۔ مثلاً ڈاکٹر کے این داس کا مضمون "دیہاتی کنویں اور گندگی سے ان کی حفاظت" عبدالحی عباسی کا مقالہ "جانوروں کی پرورش اور ترقیٔ دیہات" ڈاکٹر ذاکر حسین کا مقالہ "نئی تعلیم، نئی زندگی"

ٹائٹل پیج پر ایک رنگین تصویر ہے اس کے علاوہ ایک اور رنگین تصویر بھی رسالے کے آغاز میں ہے۔ قریباً قریباً ہر مضمون کو مصور کیا گیا ہے۔ جس سے رسالے کی افادیت میں خاص اضافہ ہو گیا ہے۔

بہرحال کارکنان انڈین پریس یہ رسالہ شائع کر کے ملک کی ایک اہم خدمت انجام دے رہے ہیں۔ (م۔ا)

عذرا کے خطوط: مصنفہ اے۔ ایچ آغا کتابت و طباعت خوشگوار قیمت آٹھ آنے ملنے کا پتہ۔ نیشنل بکڈپو۔ اینڈ ایجوکیشنل پبلشرز لاہور۔

اس کتاب کے مصنف جناب آغا اشرف ایک ذہین نوجوان ہیں اور یہ کتاب آپکے برسوں کے تجربات زندگی کا ماحاصل ہے! کتاب ایک نازک مگر حساس اور متفکر عورت کے ان عبرت انگیز خطوط کا مجموعہ ہے جو وہ وقتاً فوقتاً اپنے دوست کو بھیجتی رہتی ہے! معلوم ہوتا ہے الفاظ کے جھرمٹوں میں ایک زخم نصیب عورت کے آنسو جھلملا رہے ہیں۔ ایک نوجوان کی پہلی کوشش ہے اسلئے ہمیں انکی ہمت افزائی کرنی چاہیئے۔ موجودہ کوشش سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ آغا صاحب نے اگر مشق جاری رکھی تو وہ مستقبل میں اردو کے ایک مایۂ ناز ادیب ثابت ہونگے۔ مشروع...

منظور کردہ محکمہ تعلیم پنجاب۔ صوبہ سرحد و ریاست حیدرآباد دکن

مکتبۂ اردو لاہور کا

کثیر الاشاعت و ارزاں ترین ماہنامہ

رسالہ

ادبِ لطیف

لاہور

جولائی سنہ ۱۹۳۹ء

ادارۂ تحریر

چودھری برکت علی بی، اے

میرزا ادیب بی، اے

مقامِ اشاعت

مکتبۂ اُردو لاہور

قیمت فی پرچہ چار آنے

[illegible]

کتبہٗ ممتاز القلم حامد حسین گھوگھا تیشہ لاہور

زرِ سالانہ بمعہ ضخیم سالنامہ و
افسانہ نمبر و ڈراما نمبر تین روپے
آٹھ آنہ علاوہ محصولڈاک

زرسالانہ
ممالکِ غیر سے
۸ شلنگ

فہرست

جلد ۹ | بابت ماہ جولائی سنہ ۱۹۳۹ء | نمبر ۵

چودھری برکت علی بی۔ اے، پرنٹر، پبلشر اینڈ ایڈیٹر نے براہ کو اپریٹو کیپٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور سے چھپوا کر دفتر ادب لطیف سرکلر روڈ لاہور سے شائع ہوا

ادارہ:-

اشارات

ادبی سٹ:- قارئین نے ڈراما نمبر میں ادبی سٹ کی سکیم کے متعلق پڑھا ہوگا۔ جون کے ایشوع میں بھی اسکی تفصیل درج ہے۔ اور جیسا کہ توقع تھی ہماری سکیم کو بڑی مسرت کے ساتھ پڑھا گیا ہے ملک کے طول و عرض سے اس سکیم کی تائید میں خطوط پہنچ رہے ہیں۔ ان خطوط میں ہمارے کئی مہربانوں نے سکیم کو ہمہ گیر بنانے کی طرف توجہ کی ہے وہ چاہتے ہیں کہ اس مفید سکیم کو ہندوستان کے ہر گوشے میں پھیلایا جائے۔ ظاہر ہے یہ چیز ہماری توقعات سے علیحدہ نہیں۔ ہماری انتہائی خواہش ہے کہ اپنے وجود کو اردو ادب کے لئے زیادہ سے زیادہ کارآمد بنائیں اور اس کے لئے ہمارے دائرہ عمل کو اتنا وسیع ہونا چاہیئے۔ کہ ملک کا ہر کونہ اس سے متاثر ہو سکے یہی ہے ہمارے مہربانوں کے تائیدی خطوط کا ماحصل۔ مگر سب سے زیادہ مسرّت ہمیں یہ دیکھ کر ہوئی ہے کہ بعض خطوط ایسے علاقوں سے موصول ہوئے ہیں، جہاں اردو کے جاننے والے اتنے کم ہیں۔ کہ وہاں اردو کی اہمیت ایک بے معنی چیز ہے۔ ان حضرات نے لکھا ہے۔ کہ ایسی مفید سکیم کو ہمارے دُور افتادہ علاقوں سے شروع کیا جائے! بعض نے تو سکیم کا مطالعہ کرتے ہی ممبری کی درخواست کے ساتھ پہلی قسط بھیجدی ہے! یہ چیز یقیناً اس حقیقت و صداقت پر شاہد ہے۔ کہ ہماری سکیم ہمہ گیر تائید کی مستحق ہے۔ اور دوسرے اردو کو اتنی مقبولیت حاصل ہے۔ کہ ایسے علاقوں میں بھی جہاں اردو بظاہر کالعدم کی حیثیت رکھتی ہے، اردو کی سچی تڑپ رکھنے والے لوگ موجود ہیں۔ ذیل میں ہم ایک محب اُردو جو خاندیس کے رہنے والے ہیں کے خط کا اقتباس پیش کرتے ہیں:۔

محترمی!

"میں ایک ایسے علاقے میں رہتا ہوں، جہاں اردو کو جاننے والے بہت کم ہیں مگر میں آپ سے سچ عرض کرتا ہوں۔ کہ اردو کی خدمت کیجیں کیونکہ اردو بڑی میٹھی اور آسان زبان ہے۔ جب میرے یا میرے کسی دوست کے سامنے اردو کی کوئی اچھی سی کتاب آتی ہے تو ہم بہت خوش ہوتے ہیں، لیکن یہ دیکھ کر بڑا دکھ ہوتا ہے کہ جب کبھی ہم بڑے شوق سے کسی کتاب کا اشتہار پڑھ کر کتاب منگواتے ہیں اور کتاب بڑی واہیات ثابت ہوتی ہے۔

میں اور میرے دوست آپکی سکیم کی بڑے زور کے ساتھ تائید کرتے ہیں۔ پہلی قسط بھیج رہا ہوں، میرے حصے کی کتابیں بھیجدیں شاید آپ یہ کہیں کہ سٹ کی قیمت تو گیارہ روپے ہے اور تم کیوں پانچ روپے میں اتنی کتابیں بھیجدیں یہی محسوس کر کے میں نصف رُپے بھیج رہا ہوں۔ آپ بیشک نصف سٹ بھیجدیں۔

کیا اقبال صاحب پہلے یہاں نہیں آئیں گے۔ یہاں انہیں کافی کامیابی ہوگی!"

ظفرحسین

اس خط سے آپ نے اندازہ لگا لیا ہوگا۔ کہ ادبی سٹ کی سکیم کتنی کشش اپنے اندر رکھتی ہے۔ مگر ہم اس امر کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ہماری اردو ہی فطرتاً اتنی دلکش، آسان اور موثر زبان ہے۔ کہ جو کچھ اس کی طرف ذرہ بھر بھی توجہ کرے وہ اسکی شیرینیوں سے محظوظ ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا!

آپ ملک میں اردو کی مخالفت کے مظاہرے دیکھ رہے ہیں اس کا مطلب لازماً یہ ہے۔ کہ بعض حضرات محض مہاسبھایانہ ذہنیت کے ماتحت یہ روش اختیار کر چکے ہیں صوبائی تعصب ہی نہیں ایسے قابلِ اعتراض، اتحاد کش رویہ اختیار کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ نہ صرف صوبائی تعصب بلکہ مذہبی تعصب بھی برسرِ کار ہے۔ ہمارے محترم دوست غلطی سے یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اردو مسلمانوں کی زبان ہے جو قرآنی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے درانحالیکہ یہ سفید جھوٹ ہے اور حقیقت سے بڑے درجے کا اغماض، اگر وہ حقیقت سے آشنا ہو جائیں۔ تو آج ہی لسانی تعصب ان کے دلوں سے دور ہو جائے اور اسی تعصب کو دور کرنے کے لئے اردو کے محبانِ مخلص پیہم و مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ خدا کرے انکی کوشش جو وطن کے لئے بیحد مفید ہے۔ کامیاب ہو جائے!!

"ادب لطیف" کا عدیم النظیر افسانہ نمبر:- ادب لطیف کے افسانہ نمبر اس قدر مقبول ہو چکے ہیں، کہ اب کے افسانہ نمبر کی بجائے ڈراما نمبر شائع ہوا تو لوگوں نے افسانہ نمبر کی اشاعت پر بھی زور دینا شروع کر دیا۔ ہر روز ڈاک سے متعدد خطوط ایسے موصول ہوتے ہیں۔ جن میں افسانہ نمبر کی اشاعت پر خاص اصرار کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنے قارئین کے پیہم اصرار کے پیش نظر ادارہ ادب لطیف نے اپنی کوششیں افسانہ نمبر

کی تعمیر پر لگا دی ہیں۔ ہمارا یہ عدیم النظیر افسانہ نمبر اپنے جملہ صوری محاسن کو لئے ہوئے اپنی تمام معنوی خصوصیات کے ساتھ ستمبر کے پہلے ہفتے میں شائع ہو کر قارئین کی خدمت میں پہنچ جائے گا۔

آئندہ نمبر میں ہم افسانہ نمبر کے چند مندرجات کے متعلق کچھ لکھیں گے!

مکتبہ اردو کی علمی سرگرمیاں:۔ مکتبہ اردو کے کارکن ادبی سٹ کی سکیم کو ہر جگہ کامیاب بنانے میں مصروف ہیں۔ اور سکیم کا سب سے اہم حصہ یہ ہے۔ کہ قریباً ہر ماہ ایک کتاب شائع کی جائے اس لئے نئی کتابوں کی اشاعت میں خاص سرگرمی کا اظہار کیا جا رہا ہے ادھر ادارہ ادبِ لطیف' افسانہ نمبر کو کامیاب ترین بنانے میں منہمک؛ قارئین منتظر تھے کہ صحرا نورد کے خطوط جلد سے جلد ان تک پہنچ جائیں اور اب مسرت کے ساتھ ہم اعلان کرتے ہیں خطوط شائع ہو گئے ہیں گلے۔ انیشوع کی پشت پر کتاب کا ٹائیٹل پیج ملاحظہ فرمائیں۔ رنگین اور دلآویز ٹائیٹل پیج کے علاوہ کتاب میں متعدد تصویریں بھی ہیں۔!

ایک ہنگامہ خیز اعلان:۔ مکتبۂ اردو کی طرف سے عنقریب دُنیا کی نادر ادیبہ مسز پرل بک کی شہرہ آفاق تصنیف the good earth کا ترجمہ تمام ظاہری محاسن کے ساتھ شائع ہوگا۔

مسز پرل بک کی تصانیف نے دنیائے ادبیات میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ اور اسکی دماغی کاوشیں دنیا کی کئی زبانوں میں منتقل ہو چکی ہیں۔ "دی گڈ ارتھ" اس نامور ادیبہ کا وہ زندہ جاوید کارنامہ ہے جس پر موصوفہ کو نوبل پرائز ملا ہے۔ اس ناول میں چینی زندگی کو اس کامیابی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ کہ آپ ایک لمحے کے لئے بھی یہ یقین نہیں کریں گے۔ کہ یہ کسی غیر چینی دماغ کی کاوش ہو سکتا ہے اس ناول کی مقبولیت کا اندازہ اس امر سے لگائیے۔ کہ یہ نہ صرف دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ بلکہ اسے فلمایا بھی جا چکا ہے

ترجمہ اردو کے جلیل القدر انشا پرداز حضرت احسان بی اے کا مرہونِ منت ہے۔ احسان صاحب کو اصل خوبیاں برقرار رکھنے میں ید طولٰے حاصل ہے۔ اور آپ کے ترجمے رسالوں میں شائع ہو کر بے حد مقبول ہو چکے ہیں۔ یہ ترجمہ انہوں نے بڑی محنت سے کیا ہے

نوشتہ ورڈزورتھ

مترجمہ سید اشرف کاظمی

"وہ"

وہ انسانی قدموں سے نا آشنا راستوں پر رہتی ہے۔
ڈو کے رواں چشموں کے قریب
حسین دوشیزہ، جس کے حسن کی رعنائیوں کو سراہنے والا تو کوئی تھا ہی نہیں۔
اور پیار کرنے والے بہت کم!
بنفشے کا حسین پھول۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کائی سے ڈھکے ہوئے پتھر کے پاس ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ نگاہوں سے نیم نہاں
اس ستارے کی طرح حسین جو آسمان کی وسعتوں پر تنہا ضیا بار ہو!
اس نے گمنامی میں ہی زندگی کی گھڑیاں ختم کر دیں۔
اور جب بے رحم موت نے اسے اپنے تاریک آنچل میں چھپا لیا۔
تو کوئی جان بھی نہ سکا۔
لیکن اب جبکہ وہ قبر کی سکوت آفریں تنہائیوں میں ابدی خوابوں میں مدہوش ہے
تو میرے سینے میں درد و کرب کی ہیجان برپا کر دینے والی لہریں موجود ہیں
مگر کوئی اس درد کی ٹیس کو کیا جانے!

محمود اسرائیلی

تسطیر بر غزل حضرت اسد اللہ خاں غالبؔ

تسطیر اردو شاعری میں نئی چیز ہے۔ یہاں مخمس کا عام رواج ہے۔ جس میں شعر سے قبل تین مصرعوں کا اضافہ کیا جاتا ہے۔ مگر تسطیر کو عرب میں بہت مقبولیت حاصل ہے۔ اس میں شاعر کے پہلے اور دوسرے مصرعوں کے درمیان دو مصرعے اس خوبی سے کھپائے جاتے ہیں۔ کہ ہر مصرع مکمل شعر بن کر قطع بند کا لطف پیدا کر دیتا ہے۔ گویا چار مصرعوں میں پہلا اور چوتھا مصرعہ اصل شعر کا ہوتا ہے اور دوسرے اور تیسرے مصرعوں کا اپنی طرف سے اضافہ کیا جاتا ہے۔ مندرجہ ذیل تسطیر میں حضرت غالب رح کے مصرعوں پر نشان لگا دیا گیا ہے :-

غم دنیا سے گر فرصت بھی پائی سر اٹھانے کی
مجھے مہلت کہاں ہے دو گھڑی آرام پانے کی
گھڑی بھر کو تجھے دل سے بھلایا بھی تو کیا ظالم
فلک کو دیکھنا تقریب تیرے یاد آنے کی

لپٹنا پرنیاں میں شعلہ آتش کا آساں ہے
کہ اس میں پھر بھی کچھ قوت ہے عزت کو دبانے کی
یہ ممکن ہے کہ کاغذ شمع کا فانوس بن جائے
و لے مشکل ہے حکمت دل میں سوز غم چھپانے کی

انہیں منظور اپنے زخمیوں کا دیکھ آنا تھا
ضرورت ورنہ ایسی تو نہ تھی کچھ باغ جانے کی
نگہ نیچی کئے وہ مسکراتے اپنی محفل سے !!
اٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا
دل ناداں کو عادت ہے فریب حسن کھانے کی
یہی ایفائے وعدہ تھا تو اس وعدے کو کیا کہئے
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہیں سکتی
نہ پوچھو اس پہ افتادیں پڑی ہیں کیا زمانے کی
اب اس سے آہ اپنا بار غم بھی اٹھ نہیں سکتا
مری طاقت کہ ضامن تھی بتوں کے ناز اٹھانے کی

کہوں کیا خوبی اوضاع دنیائے زماں غالب
مری قسمت کی خوبی ہے، شکایت کیا زمانے کی
کسے مخلص سمجھئے، یا محب باصفا کہئے !!
بدی کی اس نے جس سے ہم نے کی تھی بارہا نیکی

میرزا ادیب

"وُہ سات مجرم"

صحرانورد کے خطوط شائع ہو چکے ہیں۔ یہ اس سلسلے کی پہلی جلد ہے۔ فی الحال یہ سلسلہ کچھ عرصہ کے لئے روک کر نیا سلسلہ شروع کیا جاتا ہے۔

اس نمبر میں اس کا "ابتدائیہ" شائع ہو رہا ہے۔ پہلا مکمل باب جو بذاتِ خود صحرا نورد کے ہر خط کی مانند مکمل افسانہ ہو گا، افسانہ نمبر میں نکل رہا ہے۔

"وہ سات مجرم" بھی ہماری اور آپ کی طرح انسان ہیں۔ مگر ان کی دنیا ہماری دنیا سے مختلف ہے۔ ان کے جذبات مختلف ہیں ان کے افعال اور کردار مختلف ہیں، خالق نے انہیں انسان بنایا۔ مگر خالق کی پیدا کی ہوئی دنیا نے انہیں "حیوان" سمجھا۔ اور مخلوق کا فیصلہ خالق کے فیصلے پر غالب آ گیا۔

(میرزا ادیب)

"نمودِ سحر"

یکایک بدنصیب قیدی کے جسم میں ایک لرزش سی دوڑ گئی،

چودہ سال کی طویل، حوصلہ فرسا اور حواس شکن مدت میں یہ پہلا موقعہ تھا کہ اس کے کانوں میں اس قسم کی آواز تھرتھرائی ——— ایک لمحے کے لئے تھرتھرائی اور پھر ہوا کی لہروں میں تحلیل ہو گئی۔

وہ اپنی کمزور کہنیوں کے بل سر کو بلند کر کے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کئی لمحے قید خانے کی سنگین دیواریں اور آہنی سلاخیں اس کی نگاہوں کے سامنے رینگتی رہیں۔ آخر مایوس ہو کر اور آواز کو حریف فریب تخیل سمجھ کر اس نے سر لکڑی کے تختے پر رکھ دیا۔ مگر اس عالت میں بھی اس کی نگاہیں سامنے قید خانے کی دیوار پر گری ہوئی تھیں۔

آج سے چودہ سال پیشتر وہ ایک بہت بڑے جرم کی پاداش میں سپاہیوں کی تلواروں کے سائے تلے، یہاں ——— اس وحشت ناک مقام پر لایا گیا تھا۔ چند ماہ بعد چھ اور مجرم بھی اس اندھیرے غار میں دھکیل دیئے گئے۔ مگر اس کے ساتھیوں نے اس کا ساتھ نہ دیا۔ وہ چھ کے چھ ایک ایک کر کے اس اندھیرے غار سے نکل کر موت کی اتھاہ تاریکیوں میں ہمیشہ کے لئے غائب ہو گئے۔ اس نے اپنے سامنے ہر ایک کو سسک سسک کر، تڑپ تڑپ کر، ایڑیاں رگڑ رگڑ کر آخری سانس لیتے ہوئے

دیکھا ——— ہمیشہ کے لئے اس تاریک اور خوفناک قید خانے کو چھوڑتے ہوئے دیکھا، مگر وہ تنہا انسان سب کچھ دیکھنے کے باوجود، رہائی کی ہر امید سے مایوس ہونے کے باوجود جیئے جا رہا تھا!

وہ گلتی ہوئی ہڈیوں اور سیاہ جھریاں پڑے ہوئے گوشت کے بھیانک پردوں کا ڈھانچہ، غار کے کسی گوشے میں اگا ہوا ایک افسردہ پودا تھا۔ جس پر کبھی کبھی ہوا کا کوئی جھونکا پہاڑ کے شگاف میں سے داخل ہو کر چند لمحوں کے لئے ایک لرزش سی پیدا کر دے۔ یا وہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں چند بار کھانس کر اور دو ایک بار پیٹ کے بل رینگ کر زندگی کا ثبوت دیتا ہوا، نحیف و نزار پیکر تیزی کے ساتھ جلتا ہوا ایک جہاز تھا جس کا بادبان شعلوں کے آتشیں سانسوں سے بھرا رہا ہو!

اس کے کان ہر لمحہ ایک خاص آواز سننے کے لئے بے تاب تھے۔ اس کی آنکھیں ہر گھڑی ایک خاص منظر دیکھنے کی منتظر تھیں، اور اسی موقعے کے انتظار میں وہ نحیف و نزار جسم موت کی ٹھوکریں کھا کھا کر سانس لے رہا تھا۔ اس کی بربطِ حیات کے تمام تار ٹوٹ چکے تھے۔ مگر ابھی ایک تار سلامت تھا۔ یہ تار ——— یہ حقیر ——— بہت جلد ٹوٹ جانے والا تار

برابر موت کے حملوں کا مقابلہ کر رہا تھا۔ اس کا چراغ حیات بجھ چکا تھا، لیکن ابھی اس چراغ حیات کا نہایت مدھم — نہایت حقیر شعلہ موت کے جھونکوں کی آغوش میں لرز رہا تھا۔

ایکبارہ پھر وہی آواز گونجی۔

قیدی کی بوڑھی رگوں میں خون تیزی سے گردش کرنے لگا، اور اس کے لمبے لمبے، نیلے نیلے ناخن، دیوار میں ایک ابھرے بھونڈے سے پتھر پر، جس کے ایک سرے پر سمندری جھاگ کی مانند کوئی سفید سی چیز جمی ہوئی تھی، رگڑ رگڑ کر مدھم سی خراشیں ڈالنے لگے۔ اس نے گردن اٹھا کر روشندان کی طرف دیکھا۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سینے کی خستہ ہڈیوں سے درد کی لہریں ٹکرائیں، اس پر کھانسی کا شدید دورہ پڑا، فضا میں کھانسی کی آواز اس طرح گونجنے لگی جس طرح کسی ٹوٹی پھوٹی قبر کے بکھرے ہوئے ڈھانچے میں خزاں رسیدہ سوکھے سوکھے پتے گر گر کر کھڑکھڑا رہے ہوں۔ وہ کھانستا رہا، اور جب کھانسی قدرے رکی، تو اس کے منہ سے ایک سیاہ سی چیز نکل کر ٹھوڑی کے موٹے موٹے گرد آلود بالوں پر جم گئی۔ قیدی نے اپنی پھٹی ہوئی کفت سے منہ کو پونچھا — کفت کے چیتھڑوں پر جا بجا خون کے دھبے پڑے ہوئے تھے —— اور اب ان میں چند اور دھبوں کا اضافہ ہو گیا تھا۔

چند منٹ اور گزر گئے، سانس لیتی ہوئی لاش موت کے غار کے عین کنارے پر جا پہنچی!

آواز پھر گونجی،

قیدی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اس طرح چمک اٹھیں جسطرح رات کے اندھیرے میں بجلی کی روشنی سے کسی جھیل کا ایک گوشہ ایک لمحے کے لئے روشن ہو جائے!!

وہ اپنی زخمی کہنیوں پر جسم کا بوجھ ڈال کر دیوار سے کچھ آگے کھسک آیا۔

آواز کی بجائے اب مسلسل شور بلند ہو رہا تھا۔

قیدی پیٹ کے بل رینگنے لگا۔ اس کا کمر سے نچلا حصہ مفلوج ہو چکا تھا۔

شور میں سے "شاہین" کہتی ہوئی آواز بلند ہوئی، اور قیدی کے دل و دماغ میں ایک طوفان اضطراب بن کر پھیل گئی۔

قیدی کی نحیف کہنیوں سے خون بہہ رہا تھا۔ پیٹ کے زخم رگڑ کھا کر پھٹ رہے تھے مگر وہ زخموں کی تکلیف سے بے پروا آگے بڑھتا جا رہا تھا۔

اب "شاہین" کا شور بلند ہوا، قیدی کی کہنیاں اور تیزی سے جسم کو گھسیٹنے لگیں، اسکا دل، اس کا دماغ، اس کی روح، اسوقت کانوں میں آ گئی تھی۔ وہ مجسم گوش بن گیا تھا۔ صرف ایک لفظ سننے کے لئے صرف ایک مژدہ سننے کے لئے!

شور بلند سے بلند ہوتا جا رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا۔ قید خانے کے باہر کی ہر چیز ٹکرا رہی ہے۔

قیدی آہنی سلاخوں کے قریب پہنچ گیا۔ اس کی دائیں کہنی کی ہڈی نکل آئی تھی۔ اس نے سلاخوں سے باہر دیکھا۔ لوگوں کا ایک بے پایاں ہجوم قید خانے کی طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔

قیدی تڑپ کر آگے بڑھا —— اور آگے بڑھا، ابھی وہ سلاخوں سے کچھ دور ہی تھا،

"شاہین آزاد —— ہمارا وطن آزاد" ایک شور بلند ہوا، قیدی کی آنکھیں پھیل گئیں، —————— اس نے ایک لمبی آہ بھر کر باہر مضطرب مجمعے کی طرف دیکھا، اور اپنا سر سلاخوں سے لگا دیا۔

سمع خراش شور کے ساتھ قید خانے کے تالے ٹوٹنے لگے، دروازے ٹوٹنے لگے۔ دیواریں گرنے لگیں۔

ہر طرف قیامت خیز شور —— ہر جانب ہنگامہ رستخیز

چند منٹ کے بعد آخری تالہ بھی ٹوٹ گیا۔ کف در دہاں باغی کمرے میں آ موجود ہوئے۔ سب کی نگاہیں مضطربانہ ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔

شور یکایک تھم گیا۔

ہجوم کے سامنے قیدی کی لاش پڑی تھی۔

قیدی کا ایک ہاتھ اوپر اٹھا ہوا تھا۔ جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا تھا ————— اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں!!

تسونگ ناؤ
چینی شاعر

محلات اور جھونپڑیاں

مترجمہ محمد اشرف خاں عطا

اے نووارد مسافر!

تو میرے وطن کی وسعتوں میں کیف آفریں رعنائیوں اور نظر افروز خوبصورتیوں کو ڈھونڈ رہا ہے۔ لیکن یہ سامان طرب نشاط میرے وطن چین میں نہیں ملیگا فلاکت زدہ انسانوں کے ملک میں خوبصورتی، رعنائی اور نظر افروزی کے سامان ڈھونڈنے والے نووارد مسافر! دیکھ ان اونچے اونچے محلات کی منڈیروں پر مسرت و شادمانی کی پریاں رقص کناں ہیں۔ اور مرمریں کمروں سے چنگ رباب کی وجد آفریں اور حیات افروز تانیں بلند ہو رہی ہیں۔

لیکن ان فلک بوس محلات کی مرمریں دیواروں کے نیچے فاقہ کش، غم نصیب مزدوروں کی بے گور و کفن نعشیں سرمایہ دار کے ظلم کی بھیانک تصویر پیش کر رہی ہے۔

شہر سے دور کھلی فضا میں دور تک پھیلی ہوئی خس کی جھونپڑیوں کی طرف نظر اٹھا۔ جو چھتوں سے محروم ہیں —— مزدور اور کسان کے فاقہ کش بچے موسم سرما میں سکڑ کر بیٹھے ہیں۔

+ - ——— + ——— - ——— +

اے نووارد مسافر!

کنارِ آب کے گلہائے رنگا رنگ کو دیکھ کر خوش نہ ہو۔ ان کی پنکھڑیوں میں شہیدانِ وطن کا خون ملا ہوا ہے۔

یہ فلک بوس سبز پوش پہاڑ جن کے دامن میں دریا بہہ رہے ہیں اور پھول کھل رہے ہیں، اپنے پہلو میں میرے ملک کی غربت و افلاس کے ہزارہا افسانے لئے ہوئے ہیں۔

+ ——— + ——— ×

میرا ملک، ہاں بیرونی ریشہ دوانیوں اور توہم پرستیوں کا مرکز چین، نوجوانوں سے خالی ہے۔

میرے ملک کی وسیع و عریض زمین پر بوڑھوں کی حکومت ہے، جو دن رات گناہوں کی وادیوں میں محو خرام ہیں۔

وہ اپنے لرزہ آفریں اور انسانیت سوز گناہوں کا کفارہ، جوانوں کا خون بہا کر ادا کرتے ہیں۔

یہ بوڑھے لوگ گھروں کی چار دیواری میں بیٹھے بادۂ احمر کے خم پر خم لنڈھا رہے ہیں۔

لیکن نوجوان دولہا، جس کے ہاتھوں میں مہندی ابھی خشک نہیں ہوئی، میدان کارزار میں اپنی جان دیکر بوڑھوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر رہا ہے۔

+ ——— + ——— +

نوجوان، بہادر۔ جری۔ نڈر۔ محب وطن چینی۔

زندان کی آہنی سلاخوں کے عقب میں چین کی نئی تاریخ مرتب کرنے میں مصروف ہے، وہ ایک ایسے خواب کی تعبیر دیکھنا چاہتا ہے جس نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔

وہ مستقبل کی خوبصورت تصاویر کو حال کے آئینہ میں دیکھ کر باغ باغ ہو رہا ہے۔ اسے اس چیز کی پروا نہیں، کہ جہاد حریت وطن میں شہادت پانے کے بعد اسکی بے گور و کفن نعش کتوں اور چیلوں کی خوراک بن جائے گی، بلکہ وہ جانتا ہے، کہ خونِ شہادت کا ہر قطرہ ملوکیت کے تابوت کے لئے کیل ثابت ہوگا۔ لاریب!

چین کا غیور نوجوان باطل کی تاریکیوں میں حق و صداقت کا نور پھیلا رہا ہے۔

وہ حریت کاملہ کا سچا علمبردار ہے۔

نوشتہ: کارلیٹن بلیس　　ترجمہ: سید راحت مولائی

کیریبی کا قیصر[1]

دآمریت کے موجودہ دورِ ترقی میں ارباب نظر یورپ کے صرف ان ہی دو بڑے بڑے آمروں کی طرف متوجہ ہیں جنہوں نے یورپ میں ایک تہلکہ مچا رکھا ہے۔ لیکن ایک تیسرا آمر بھی لوگوں کو اپنی ستم رانیوں کی جھلکیاں دکھا دکھا کر اگر خوفزدہ نہیں تو حیران و متعجب ضرور کر رہا ہے جس کی طرف ابھی بہت کم نظر پہنچی ہیں۔ آج اپنے ناظرین کے اضافۂ معلومات کے لئے اس کے کچھ حالات پیش کرتا ہوں

جمہوریہ ڈومینیکی اور جمہوریہ ہیٹی دونوں جزیرہ ہیٹی میں برابر کے شریک ہیں۔ اس جزیرہ کے مغرب میں کیوبا اور مشرق میں پورٹو ریکو واقع ہے۔ لیکن اس مجموعہ جزیرہ کی آبادی کا تقریباً ⅔ حصہ باشندگان ہیٹی و ڈومنگو پر مشتمل ہے۔ اس جمہوریہ ڈومینیکی کا صدر جنرل ریفائیل لیونیڈاس ٹروجلو مولینہ ہے۔ جسکی عمر چوالیس سال سے کسی طرح کم نہیں۔ اس جنرل کے اعزاز میں شہر سینٹو ڈومنگو کا نام بدل کر شہر ٹروجلو کر دیا گیا ہے۔ ۱۹۳۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق جمہوریہ کی آبادی پندرہ لاکھ ہے۔ جس میں یورپی، افریقی، ہندوستانی اور شامی تمام اقوام شامل ہیں۔ یہ لوگ عام طور پر ہسپانوی زبان بولتے ہیں۔ سرکاری زبان بھی ہسپانوی ہے۔ یہاں کے لوگ پاپائیت کے قائل ہیں۔ ہیٹی کی آبادی پچیس لاکھ ہے ۱۹۱۶ء تا ۱۹۲۴ء تک ڈومینیکی جمہوریہ اور ہیٹی دونوں ریاستہائے متحدہ امریکہ کے بحری جہازوں کے قبضے میں تھے۔ لیکن اب وہاں بھی دو ایوانی حکومت (سینیٹ کونسل اور اسمبلی) کا دور ہے۔ مگر سیاسی رہنما جو اس نام نہاد جمہوریت کے کرتا دھرتا ہیں۔ اتفاقیہ طور پر ہی انتخاب کی زحمتیں گوارا کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ کا الیکشن دائمی صورت رکھتا ہے شاید یہاں قہوہ بکثرت ہوتا ہے شکر سازی عام صنعت ہے۔ اکثر جگہوں پر معدنیات کے بیش بہا خزانے بھی ہیں ؛　　راحت

وسط اکتوبر میں مجھے ایک امریکن کا خط ملا۔ جو سینٹو ڈومنگو سے آیا تھا۔ اس خط میں اس نے واقعات کے خوفناک قتل و غارت کی تفصیل لکھی تھی۔ جہاں ڈومینیکی فوج اور پولیس شراب کے نشہ سے مدہوش ہو کر امن پسند ہیٹیوں ([illegible]) پر جن میں مرد، عورت، بچے، جوان اور بوڑھے سب ہی شامل تھے۔ حملہ آور ہوئی، اور سخت وحشیانہ طریقوں سے تقریباً پانچ ہزار جانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس خط میں اس امر کا اظہار بھی تھا، کہ کاتب نے بچشم خود ان گاڑیوں کو دیکھا ہے۔ جن سے خون ٹپک رہا تھا، اور جن کے اندر مقتول لاشیں اس سمندر کی طرف لے جائی جا رہی تھیں، جہاں شارک مچھلیاں ان کو اپنی خوراک بنانے کے لئے ساحل والوں کی عنایتوں کی منتظر رہتی ہیں۔ ہزاروں لاشیں اوپر تلے چنی گئیں اور اس کے بعد ان پر آتش گیر مادہ ڈال کر آگ لگا دی گئی۔ یہ ڈھیر کئی کئی روز تک اپنی بدبو اور اپنی روشنی سے ارد گرد کی فضا کو متعفن و منور کرتے رہے۔ یہ جرائم صرف سرحدی علاقوں ہی میں رونما نہیں ہوئے۔ بلکہ تمام ڈومینیکی جمہوریہ میں اکتوبر کے شروع ہفتے میں ان کا ارتکاب ہوا۔

سب سے بڑی حیرت کی بات تو یہ ہے، کہ اس ظلم و استبداد کی کوئی اڑتی ہوئی اطلاع بھی امریکن پریس کو نہ پہنچی اور معاملہ ڈومینیکی جمہوریہ کے اندر ہی اندر یکا یک رہ گیا۔ جرم کی اہمیت کو دیکھتے ہوئے یہ کس طرح یقین نہیں آتا، کہ خود کیریبی اخباروں کا "اخبار و اطلاعات" کا صفحہ ناکافی تھا۔ اس لئے قدرتاً میں اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ ہیٹی اور ڈومینیکی جمہوریہ کے مابین کوئی ایسا غیر معمولی حادثہ وقوع پذیر ہو گیا ہے۔ جس سے کاتب خط اپنے جذبات کی شدت کو ضبط نہ کر سکا۔ اور اس نے جذباتی رو میں ایک معمولی سے واقعہ کو اس قدر زبردست اہمیت دیدی۔

کچھ دنوں بعد نیویارک کے ہسپانوی زبان کے پریس میں میں نے یہ خبر پڑھی کہ ہیٹیوں کی ایک کافی تعداد کو ڈومینیکی کاشتکاروں نے قتل کر دیا ہے۔ اس کا مطلب صرف ایک ہو سکتا تھا۔ اور وہ تھا سرکاری سازش، حکومتی اشتراک۔ کیونکہ جنرل ٹروجلو مولینہ کی آمریت اس قدر منظم و باقاعدہ

---

[1] جنوبی امریکہ، وسطی امریکہ، کیوبا اور مغربی جزائر ہند سے گھرے ہوئے بحر اوقیانوس کے ایک حصے میں کئی جزائر واقع ہیں۔ ان کو جزائر کیریبی کہا جاتا ہے۔ ان جزائر میں گاڈی لوپ، سینٹ لوسیا اور ڈومینیکا بہت نمایاں اور اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ (راحت)

ہے، کہ کوئی ڈومینکی بغیر سرکاری رضامندی کے معمولی سی بھی انگشت نمائی نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی کوئی ڈومینکی سوائے اراکین فوج و پولیس کے اپنے پاس ہتھیار رکھ سکتا ہے۔ اس خبر کے شائع ہونے کے بعد دوسرے اخباروں میں بھی اس کا چرچہ ہونے لگا۔ اور اس طرح سینٹو ڈومنگو سے چاروں طرف اطلاعات پھوٹ پڑیں۔

پھر ۱۱ نومبر سنہ ۱۹۳۷ء کو نیویارک ہیرلڈ ٹریبیون کے اول صفحہ پر ہی موٹی موٹی سرخیوں کے ساتھ اس وحشیانہ قتل وخون کی پوری تفصیلات شائع ہوئیں۔ ان تفصیلات سے معلوم ہوا کہ کس طرح بچوں کو نیزوں پر اچھالا گیا، عورتوں کو موت کی نیند سلایا گیا۔ اور مردوں کو خنجر بھونک بھونک کر جان سے مارا گیا۔ ان تمام تفصیلات کی تصدیق ان ہزاروں اور لاکھوں مصیبت زدہ ہستیوں سے ہوئی جو ڈومنیکی فوج کے اس وحشیانہ ظلم پر اپنی اپنی جانیں لیکر بھاگے تھے۔ اور کسی طرح ملک کی سرحدوں تک پہنچ کر خود کو بچا سکے تھے۔

یہ خوفناک قیامت صغریٰ ان لوگوں کے لئے شاید تعجب انگیز نہ ہو جو دنیا کی سیاست سے کچھ واقفیت و وابستگی رکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ قریباً آٹھ سال سے جب سے کہ ٹروجیلو برسر اقتدار ہوا ہے، سینٹو ڈومنگو میں کیا کیا حشر برپا ہو چکے ہیں۔ اس کے زمانہ حکومت میں قتل وغارت اور بربریت و استبداد کی ایک ایسی مثال قائم ہو چکی ہے۔ جس نے عہد قدیم کی بہت سی داستانوں کو دماغ سے محو کر دیا ہے۔ صرف امریکہ ہی نہیں، شاید دنیا بھر کی تاریخ میں اس سے زیادہ ظلم وستم کی مثال نہیں مل سکتی۔ یہاں ہلاکو اور چنگیز خاں کی بدنام عالم خون آشامیاں بھی مات ہیں۔ نپولین اور نادر شاہ کے تاریخی حملے بھی بے حقیقت ہیں۔ اور ابدالی اور منگولوں کی مشہور داستانیں بھی افسانہ بنکر رہ جاتی ہیں۔

ہسپانوی امریکی جنگ کے خاتمے سے لیکر سنہ ۱۹۱۰ء تک جو زمانہ گذرا ہے وہ امریکی ادب میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ اس وقت کا جتنا جذباتی وافسانوی ادب ہے، اس کا پلاٹ بہت سادہ ہوتا تھا۔ بدمعاش کسی ایسے آمر کو بنا دیا جاتا تھا، جو چھوٹے سے قد کا ہو۔ اس کے سر پر بڑا سا ہیٹ رکھا ہو، مونچھیں تنی ہوئی اور ہاتھ میں چمکتی ہوئی تلوار لئے ہو۔ کچھ خطابات بھی پائے ہوں، چوڑا ابھرا سینہ تمغات سے بھی مزین ہو، جہالت کوٹ کوٹ کر بھری ہو، حرص، ظلم، بدی اور انتہائی مکاری کا نمونہ ہو۔ ہمارے چھوٹے رڈیارڈ کپلنگ ان جوانمردوں کی ستائش کرتے تھے۔ جو نیلے لباسوں میں قسمت کو آزماتے، ملیریا اور وحشی جانوروں کا مقابلہ کرتے، اور دشمنوں کی گولیوں کو بچوں کی سی بےفکری اور ہنسی خوشی کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے سینوں پر کھاتے تھے۔ ہمارے بہادر اپنے ہم وطن سست، کاہل اور بودے انسانوں کے لئے عجلت، باضابطگی، قاعدہ اور دلیری پیدا کرنے کا باعث ہوتے، اور اپنے دشمنوں کو نہایت فیاضی و تحمل کے ساتھ ہدایات دیتے۔ گویا اپنی بہادری، عجلت، خوش قسمتی، باضابطگی اور بہت سے سنہری بالوں والا بہادر اپنے دشمنوں کی تمام چالبازیوں اور حیلہ تراشیوں پر غالب آتا۔ خطۂ بنات کی دختر عسل دچرب کو خطرہ سے نکالتا، اور اس طرح حسن وعشق اور عزت و دولت حاصل کرتا۔ اس عبارت میں جو سراپا ہے وہ جنرل ٹرولینہ ہی کا ہے،

لیکن بعض اوقات حقیقت بھی ایسی ہی تعجب انگیز وحیران کن ہوتی ہے۔ جیسے کہ افسانہ۔ اگر کوئی شخص رچرڈ ہارڈنگ ڈیوس کے متخیلہ ومنصوبہ بدمعاش کو اپنی دنیا میں صحیح مثال دیکھنا چاہتا ہے، تو وہ جنرل ٹروجیلو مولینہ کی ذات ہے جو اپنے ظلم و اقتدار کا پنجہ ایک براۓ نام جمہوریہ سینٹو ڈومنگو پر جمائے ہوئے ہے وہ ہماری افسانوی روایات کی ایک ترقی معکوس ہے۔ جس نے ہمارے کرۂ ارض پر کبھی نہ مٹنے والا داغ لگا کر آنے والی نسلوں کے لئے ایک بدترین مثال قائم کر دی ہے۔ جس نے اپنی بہادری اور جوانمردی کو بزدلی اور نامردی میں تبدیل کر دیا ہے۔ وہ واقعتہً عساکر کا "سردار اعظم" ہے۔ لیکن یہ سردار اعظم وہ خطاب ہے، جو اس نام نہاد جمہوریہ کی کانگریس نے جس کا وجود جنرل مولینہ کے ہاتھوں میں ایک کٹھ پتلی سے زیادہ نہیں۔ اس ظالم کی خدمت میں پیش کر کے گویا اپنی طرہ امتیاز حاصل کر لیا ہے۔ اس کے علاوہ محسن الملک یونیورسٹی کا فاضل ذہنی یعنی اعزازی فاضل "معاشیات وسیاسیات" اور ایک ایسی دخانی کشتی کا جو جنگ سے کہیں پہلے وقتوں کی ہے، اور جس میں ایک بھونڈے سے عرشہ پر چند مشین گنیں بھی رکھی ہوئی ہیں: "امیرالبحر" بھی ہے اور یہی نہیں بلکہ وہ ایسی تدبیریں بھی کر رہا ہے۔ جن سے وہ اس جمہوریہ کا صدر دوام ——— (Life President) ہو جائے۔

اس نے نئی دنیا کی سب سے پرانی یونیورسٹی کے ساتھ ایک عجیب معاملہ کیا۔ اور اپنی عقل وفراست سے یہ فائدہ اٹھایا، کہ اس دارالعلوم نے یہ معاملہ شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد ہی اسکو معاشیات وسیاسیات کی اعزازی ڈگری سے نواز دیا۔ وہ معاملہ یہ تھا، کہ اس نے سینیٹر جیمی موتا جونیر کا تمام علاقہ کاشت دس ہزار اسٹرلنگ کے عیوض میں خرید، اور فوراً ہی ریاست کے ہاتھ ایک لاکھ اسٹرلنگ کا فروخت کر ڈالا۔ اس پر وزیر زراعت کمیر ٹولن ٹینو نے آمر کی اس پبلک سپرٹ کو سراہتے ہوئے لوگوں کو بتلایا کہ اس طرح اسقدر قیمتی قطعۂ آراضی دیکر ٹروجیلو نے جمہوریہ کی ترقی تعلیم زراعت کے لئے ایک آسانی بہم پہنچا دی ہے۔ تمام جمہوریہ ٹروجیلو کے لئے جذبات تشکر و امتنان کیساتھ اس کے اس عمل پر خوش تھی، کسی کو یہ خیال تک بھی نہیں ہوا، کہ ریاست کو دس ہزار اسٹرلنگ کی قیمت کی ایک چیز کے لئے ایک لاکھ اسٹرلنگ یعنی دس گنا، ادا کرنے پڑے ہیں۔

ٹروجلو کا نو سالہ لڑکا بھی جو اس کی پسندیدہ و محبوبہ عورت کے بطن سے ہے اپنی طفلی کے زمانہ ہی میں فوج کا کرنل بنا دیا گیا، اور ایک کرنل کی پوری تنخواہ اس کو ملنے لگی۔ چند سال گزرے کہ کانگرس نے جس کو دارالسلطنت میں امریکہ کو سب سے پہلے دریافت کرنے والے کے نام کی مناسبت سے کولمبس پلازا کہا جاتا ہے۔ اسی ریمفس (Ramfis) کو، ٹروجلو کا لڑکا جو کرنل ریمفس کہا جاتا ہے "قابل ترین بچہ" (Illustrious Child) کا خطاب دیا ہے۔ کانگرس کی تجویز کے الفاظ یہ ہیں۔ کہ "اے یاران ہمعصر! یاد رکھئے وہ مردانہ دلجمعی و خوش اخلاقی جس سے مقدونیہ کے فلپ اعظم نے قرونیہ کے میدانوں میں سکندر کا مقدس و متبرک شجر سدا بہار قبول کیا!" اور یہ کہ کس طرح اس باپ کا دل، اس قابل باپ کا دل جس کی حب الوطنی، جس کے شعور و فراست، اور جس کے بلند کردار کے ہاتھوں میں ہماری جمہوریہ کی قسمت دیدی گئی ہے ہمارے اس نذر انکسار سے متاثر ہوگا۔ جو ہم نے اس لڑکے کی خدمت میں پیش کی ہے؟

ٹروجلو نے اپنے نام کا ایک بالکل نیا صوبہ قائم کیا ہے اور ملک کے سب سے بڑے شہر کا نام بدل کر اپنے نام پر رکھا ہے۔ بہت سے پلوں اور دیگر مفاد عامہ کے کاموں میں اس کا نام نظر آتا ہے۔ حالانکہ ان کی تعمیر کا تعلق اس سے بہت ہی کم ہے۔ اور زیادہ تر اس کے زمانہ سے پہلے کے تعمیر یافتہ ہیں تمام سرکاری ملازمین اور شہری باشندوں کو مجبور کیا گیا۔ کہ وہ اس کا ایک بت نصب کرائیں اور اس کے ذاتی استعمال کے لئے ایک عالیشان عمارت بنوائیں دوسرے بہت سے مستبد حکمرانوں کی طرح اس کو بھی اپنے ملک اور دیگر جگہوں سے کافی تمغات مل چکے ہیں۔ جو گویا اس کی عزت و حکومت کے اعترافات ہیں۔ یہ تمغات ایسے ہیں کہ شاید ان کا مقابلہ وہ انسان اپنے تمغات سے کبھی نہ کرسکے، جو ہوش سنبھالتے ہی بنی نوع انسان کی بھلائی اور خدمت شروع کردے اور مرتے وقت تک کرتا رہے۔

اسی چھوٹی سی گرم سلطنت کا خود غلط حکمران ایک ایسا انسان ہے جس میں خوف و خودنمائی کی کشمکش نے مل کر استبدادیت کا خطرناک ترین مادہ پیدا کر دیا ہے۔ جب وہ ملاقاتیوں کو حاضری کی اجازت دیتا ہے تو چار بندوقچی ہر آنے والے پر چھوٹی کلوں کی بندوقیں (جن کے لئے مترجم کے نزدیک "کلندروقوں" کا بہترین لفظ وضع کیا جا سکتا ہے) تانے کھڑے رہتے ہیں۔ جاتے وقت ملاقاتی اس کی طرف پشت نہیں کرسکتے۔ بلکہ ان کو پیچھے کی طرف چلنا پڑتا ہے۔ اس کو کسی کا اعتبار نہیں، وہ لوگ جو اس کے بے تکلف مصاحب اور سلطنت کے اعلیٰ مرتبت اراکین ہیں۔ یک لخت جیل میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ یا ان کے خاندان والے ان کو گھاس اور کیچڑ میں ست پت پاتے ہیں۔

چند سال ہوئے ایک ڈومی نیکی مرحوم لڑکی کی لاش ریاستہائے متحدہ سے وطن کو اس لئے بھیجی گئی، کہ اس کو خاندانی قبرستان میں دفن کر دیا جائے لیکن یہاں یہ افواہ گرم ہو چکی تھی کہ اس لڑکی کی لاش میں کوئی سازشی اور بغاوتی تدابیر پوشیدہ ہیں۔ جن پر ڈومینیکی لوگوں کو عمل پیرا ہونے کی سخت تاکید کی گئی ہے۔ چنانچہ سمندری جیٹی پر اس لاش کو اتروا لیا گیا۔ اور ان تدابیر کی تلاش لاحاصل میں اس لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ اس سے آپ کو اندازہ ہوا ہوگا، کہ ٹروجلو کا شان و شوکت سے مضحکہ خیز عشق، احمقانہ تکبر اور بغاوت سے خوف کتنا محزوں و تاریک پہلو رکھتا ہے؛

لیکن ان چیزوں سے قطع نظر اور بہت سی باتیں دلچسپ بھی ہیں۔ ہر اس شخص کو جو زندہ رہنا چاہے، انتہائی چاپلوس اور خوشامدی بننا پڑتا ہے اور وہ خوشامد اور چاپلوسی جو سچا درد ملت رکھنے والوں اور قوم کے صحیح ہمدردوں کی دل شکستگی، اور ان کے نازک احساسات کو مجروح کرنے کا باعث ہو، دیگر حلقوں میں لطف و انبساط پیدا کرتی ہیں۔ بعض اوقات تو یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ بنی نوع انسان کی ساری تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی مافوق البشر ہستی ہوئی ہے۔ جس کی اس طرح ولائی کیگئی ہو۔ ان لوگوں میں جن کے بظاہر ٹروجلو کی خدمت میں غیر معمولی عز و وقار کے تحائف پیش کرنے اور بے انتہا تعریفوں کے پل باندھنے کا ناخوشگوار فرض سپرد ہوا ہے۔ وہ بدنصیب، سابق صدر آرک بشپ نوئل بھی ہے۔ جس کو ایک مرتبہ امریکی حلقۂ سیاسیات کے دباؤ پر یہ عہدہ مل گیا تھا سب سے آخری انتخاب صدارت کے موقعہ پر جو نشانات لوگوں میں تقسیم ہوئے تھے۔ ان پر "خدا اور ٹروجلو" کے الفاظ کندہ تھے۔ اور اس روز سے تمام اخبارات کچھ اس انداز سے جو سابق قیصر کے دل میں بھی رشک و حسد کی آگ بھڑکا دے۔ ہمیشہ "ٹروجلو اور خدا" کے جملہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ ڈومی نیکی پریس کا روزانہ مطالعہ بنی نوع انسان کی مجبورانہ بے عزتی و کم قدری کی تعلیم کے مترادف ہے۔ وہ اخبارات جو آج اپنی زندگی قائم رکھنے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ اس امر کے لئے مجبور ہیں، کہ ہر اشاعت کے سب سے پہلے صفحہ کو سیاہ جھنڈے کے نشان سے آراستہ کریں اور اس میں اس امر کی ہر ممکن تعریف کے راگ گائیں۔

ہیٹیوں کے اس قتل و خون سے بہت پہلے ٹروجلو کے سیاسی دشمنوں اور ان لوگوں نے جو ہزاروں کی تعداد میں دنیا کے دیگر بہت سے حصص میں جلاوطنی کی زندگی گذار رہے ہیں۔ یہ اعلان کیا تھا، کہ ان مقتولین کی تعداد جو اس آمر کی وحشت و بربریت کا شکار ہو چکے ہیں، کئی ہزار تک پہونچتی ہے۔ ان مقتولین میں وہ ڈومی نیکی بھی شامل ہیں۔ جو آسمان ادب و صحافت کے آفتاب اور رو نمائے کاروبار کے نامندہ گوہر تھے۔ مثلاً، وہیلسمہ۔

قیدی برسوں سے جیلوں میں بند پڑے ہیں۔ یولی سس ہیورا تک جس نے ملک پر انتہائی تعدد تعلم کی حکومت کی تھی۔ اور آخرکار ۱۸۹۹ء میں قتل کر دیا گیا تھا کبھی ان انتہائی غارت گری و جان کشی کے اعمال کے ارتکاب کی جرأت نہ کر سکا تھا۔ جو آج ٹروجیلو کے لئے بچوں کا کھیل بنے ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی اس کے خلاف اس قدر غم و غصہ اور نفرت کا اظہار کیا گیا تھا۔ اس طول طویل فہرست میں جو جمہوریہ ڈومینیکا کے باشندوں کے خون سے رنگی ہوئی ہے اور جس کے تھوڑے سے بھی اظہار کی کوشش اس مضمون کے دامن سے کہیں زیادہ وسیع ہے۔ ملک کے نادر ادبا، بڑے بڑے صحافت داں اور مشہور شعراء بھی شامل ہیں۔ ان کا قصور صرف اتنا تھا، کہ وہ آمر کے مدح خواں نہ تھے، اور اس پر اعتراضات کرتے تھے یا اس کے خلاف لوگوں کے دلوں میں [illegible] انصاف کا احساس پیدا کرتے تھے۔ اس فہرست میں وہ لوگ بھی ہیں۔ جو حکومت سابقہ کے معتمد عہدیدار اور معتبر امراء تھے۔ اور جنہوں نے موجودہ حکومت میں پیش پیش حصہ لینے میں یا تو کوتاہی سے کام لیا۔ یا نہایت وفاداری سے شریک رہے۔ دونوں کا انجام ایک ہی ہوا مزید اس فہرست میں وہ کاشتکار و زمیندار بھی ہیں، جنہوں نے سپاہیوں کے اس عمل پر کہ وہ ان کے مویشی اور فصل چرا لیتے ہیں، اور حکومت کے اس اقدام پر کہ اس نے ان کی جائدادیں ضبط کر لی ہیں، کچھ بھی اعتراض کیا۔ گویا ہر دو افعال قانوناً ناجائز ہیں، جن کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا، موت کو دعوت دینا ہے۔ یہیں پر بس نہیں بلکہ اس خونیں فہرست میں ان طالب علموں اور استادوں، ان کاروباری لوگوں اور سوداگروں غرض کہ ہر پیشہ اور ہر درجہ کے لوگوں کے نام بھی نظر آتے ہیں۔ جن کے اندر تھوڑا سا بھی جوش اور ذرا سی بھی صداقت تھی۔ ان سب لوگوں کا جرم صرف اتنا تھا۔ کہ وہ نئی حکومت کے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے تھے۔ اور اس کے مظالم کو بخوشی نہیں قبول کرتے تھے۔

ایک سرکاری خفیہ مصلح اور سخت دل گروہ جس کا نام لا ۴۲ اس واسطے رکھا گیا ہے۔ کہ اب سے قبل وہاں ایک بیالیسواں امریکی بحری دستہ فوج تھا۔ جس نے سینٹو ڈومنگو میں اپنے اعمال و افعال کی ایک تلخ ترین یادگار چھوڑی ہے۔ صرف اس کام کے لئے مقرر ہے۔ کہ وہ لوگوں کی مار پیٹ کرتا ہے تاکہ کوئی سرکش نہ ہو سکے۔ جن لوگوں پر حکومت کے دشمن ہونے کا معمولی سا بھی شبہ ہو، ان کو لاپتہ کر دے۔ اور زیادہ مشکوک لوگوں کو بے تکلف قتل کر ڈالے مشہور شاعر ورجیلیو ورینا اور اس کی بیوی کا افسوسناک قتل وہ سیاہ ترین عمل ہے جس نے ہسپانیہ اور تمام لاطینی امریکہ میں غم و غصہ کی آگ بھڑکا دی۔ ورجیلیو جو اپنی حب الوطنی، وسیع النظری، صاف گوئی اور صحافتی بلندی کے لئے عالمگیر شہرت کا مالک تھا۔ اپنے اس قتل سے بہت پہلے بحالت قید جیل ہی میں دق کا شکار ہو چکا تھا۔ واضح رہے کہ اس وقت اس کو اس امریکی بحری دستہ فوج نے گرفتار کیا تھا جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی اس کو اور اس کی بیوی کو نہایت بے دردی سے گولی کا نشانہ بنا دیا گیا۔ اس سے چند سال پہلے تقریباً چھ سو ڈومینیکی کاشتکاروں کو موکا اور پورٹو پلاٹا کے مضافات میں موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ ان بیگناہوں کا قصور یہ تھا، کہ انہوں نے بڑے بڑے شکر سازی کے اداروں کو اپنی اراضیات غصب کر لینے سے روکا تھا ان کے علاوہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ کئی ہزار اور قیدی بھی تہ تیغ کر دیئے گئے ہزاروں کو ناقابل برداشت اذیتیں دی گئیں، اور لاکھوں کو نگوا کی جیل کی کال کوٹھری میں جلا کر مار ڈالا گیا۔

کیوبا اپنے سردار گراؤ سن مارٹن کی قیادت و ماتحتی میں سینٹو ڈومنگو سے تعلقات منقطع کرنے پر مجبور ہو گیا۔ کیونکہ وہاں کے باشندوں کے ساتھ بھی بُرا سلوک کئے گئے تھے۔ ٹروجیلو کے مقتول ملازمین میں دو پورٹو ریکی بھی تھے۔ اور بڑی بڑی بدکلامیوں اور پُر ذلت تو تو میں میں کے بعد ان مقتولین کے چند رشتہ داروں کو ریاست کی تاخیری امداد حاصل ہو سکی تھی، گو اس امداد کا کوئی خاص اثر و نتیجہ نہیں ہوا۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ تقریباً پچاس عورتوں نے ایک انتہائی خوشامدانہ عرضداشت تیار کی، اور اس میں آمر سے اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی رہائی چاہی۔ اس عرضداشت کے لفظ لفظ سے ان غمگین و الم ناک روحوں کی درد آمیز اور حسرت بھری حالت ٹپکی پڑتی تھی جنہوں نے اپنی جگر دوز اور زہرہ گداز آہوں کے پہلو بہ پہلو ایسے جملے بھی استعمال کئے تھے۔ جیسے "انتہائی دور اندیش و نکتہ بیں سیاستداں" "جواں مرد بہادر حکمراں" ——— "مافوق البشر ہستی" وغیرہ وغیرہ۔ پھر بھی ان قیدیوں کو آزاد نہیں کیا گیا۔ اور اس پر مستزاد یہ ہوا، کہ دستخط کنندگان میں سے بہت سی عورتوں کو جو تنہا تھیں، قتل کروا دیا گیا۔

ٹروجیلو کا عروج: ٹروجیلو علاوہ اور باتوں کے دراصل طائفیت ذاتی عسکریت اور امریکی بحری قوت کی تخلیق ہے۔ سب سے پہلے اس نے اور اس کے بھائیوں نے مل کر ایک گروہ قائم کیا۔ جو سارے علاقے میں اپنی شرارتوں اور بدکرداریوں کی وجہ سے بدنام ہو گیا، اس گروہ کو Pandilla de Pepitos کہتے تھے۔ اور ٹروجیلو چپیتہ (Chapita)، کے نام سے مشہور تھا، اس کے جلاوطن مخالفین اس کو اب بھی اسی نام سے پکارتے ہیں۔ اس نے اور اس کے بھائیوں نے جو اب ریاست کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز ہیں، بہت سے موقعوں پر قانون شکنیاں کیں، اس کے دو سوانح نگار گوٹے اور سانشیز کے اقوال کے مطابق ٹروجیلو نے ۱۹۱۱ء میں سان کرسٹوبل کے سرکاری ڈاک خانہ سے تمام سرکاری روپیہ چرا لیا، اور ایک عرصہ تک سینٹ طامس میں خفیہ اور جلاوطنی کی سی

زندگی گزارتا رہا۔ یہاں تک کہ صدر کاسیریز کے خلاف بغاوت کے وقت آئے پھر واپس آنے کا موقع مل گیا۔ لیکن کچھ ہی عرصہ بعد وہ اور اس کا بھائی ورجیل دونوں مویشی چرانے کی کوشش میں گرفتار کر لئے گئے۔ ۱۹۱۶ء میں اس نے اپنے ایک آقا کی طرف سے چیک پر جعلی دستخط کر دیئے جس کی پاداش میں اس کو چھ ماہ کی سزا بھگتنی پڑی۔

رہائی کے بعد اس نے نیشنل گارڈ میں شرکت کر لی۔ یہ گارڈ امریکی داخلی فوجوں نے خفیہ اطلاع رسانی کے لئے قائم کیا تھا۔ اس نے اپنی اس نئی جگہ سے فائدہ اٹھا کر بہت سے خلاف قانون قمار خانوں اور عیش گاہوں کی حفاظت کے عوض میں کافی روپیہ وصول کیا۔ لیکن کچھ ایسے اسباب کی بنا پر جو معرض تحریر میں نہیں لائے جا سکتے، اور جن کی وجہ سے وہ ایک امریکی افسر کے مقاصد کے حصول میں بڑا کار آمد ثابت ہوا، اسی امریکی افسر نے اس کو بچانے کی کوشش بھی کی تھی، وہ ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔

کچھ عرصہ تک وہ سن انڈریز کے مرکز شکر سازی کے گارڈ میں کام کرتا رہا لیکن پھر اس نے نیشنل گارڈ میں ایک معمولی رنگروٹ کی حیثیت سے شرکت کر لی۔ وہ ابتدا ہی سے بے رحم و مستعد تھا۔ وہ یہاں اس نے بہت جلد ترقی شروع کر دی۔ وہ اپنی سنگدلی، ڈاکہ زنی کے باعث رسوا ہو چکا تھا، کئی مرتبہ اس کے بالادست افسروں نے اس پر زنا اور چوری کے الزامات لگائے لیکن ہر دفعہ مذکورہ بالا امریکی افسر اس کا معاون ثابت ہوا۔

امریکی بحری فوج کی واپسی کے بعد ٹروجیلو بدستور نیشنل گارڈ میں کام کرتا رہا، اور اپنی چالبازیوں سے ترقی کے زینہ پر چڑھنے لگا۔ اس نے اپنے ایک افسر کو اس کے ہی ایک غضبناک ملازم سے بہکا بہکا کر قتل کروا دیا۔ ایک دوسرے افسر کو چند دستاویزات کے جھوٹے اور جعلی ہونے کی سزا میں نکلوا دیا۔ ان دستاویزات میں ٹروجیلو کو ایک انقلابی سازش کا شریک کار بتلایا گیا تھا اور اس طرح آہستہ آہستہ قدم بقدم وہ نیشنل گارڈ پر اپنے پورے پورے تصرف کے لئے راستہ صاف کرتا رہا۔ اس کے یہ خواب بغیر تعبیر کے نہ رہے چنانچہ اس گارڈ کی حکومت اس کے ہاتھ میں آتے ہی اس نے اس کا نام نیشنل آرمی (عسکر قومی) رکھا۔ اور پھر اس عسکریت کے پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو گیا جس کو امریکی حکومت نے اڑا دیا تھا۔

ڈاس کمیشن کی ۱۹۲۹ء تحقیقات پر ڈاس کمیشن کا ایک ممبر امریکہ کا موجودہ انڈر سیکرٹری آف سٹیٹ سمنر ویلس بھی تھا۔ ملک کی مالی حالت کو درست کرنے اور نئے امریکی قرضہ کی بنیاد رکھنے کے لئے عمل کیا گیا۔ اس امر کی کوشش کی گئی کہ فوج کو مبالغہ آمیز اخراجات، اور ٹروجیلو کے زیر انتظام قیمتوں کی زیادتی اور کثیر روپے کی ضبطی کی وجہ سے ایک سرے سے اڑا ہی دیا جائے۔ اگرچہ کمیشن کی آخری رپورٹ میں کسی مخصوص الزامات کا اظہار نہیں کیا گیا۔ تاہم فوج کے اخراجات کو کم کرنے پر زور دیا گیا۔ بہت سے افسروں کو جن میں کپتان بائز بھی شامل تھا جزیرے سے اپنی جانیں بچا کر بھاگنا پڑا۔ کیونکہ انہوں نے کمیشن سے اصل واقعات چھپانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کمیشن کی کوششیں کامیاب بنانے کی بھی سعی کی تھی۔ تحقیقات میں بہت سی عجیب عجیب باتوں کا انکشاف ہوا، مثلاً یہ کہ فوج کے کپڑے دھونے کے کارخانہ کا انتظام ٹروجیلو کی ایک داشتہ کرتی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ قدرتاً زیادہ شرح پر یہ کام کرتی ہوگی۔ فوج رجسٹروں میں بہت سے ایسے بیکار آدمیوں کے نام بھی درج تھے، جو تنخواہ تو پوری پاتے تھے، لیکن جنہوں نے کبھی بندوق کاندھے تک پر نہیں رکھی تھی۔ ۱۹ اسٹرلنگ میں سے جو ایک سپاہی کی معینہ تنخواہ تھی، یہ اندازہ کیا گیا کہ آٹھ سے دس اسٹرلنگ تک ٹروجیلو کی جیب میں چلے جاتے تھے۔ وہ سپاہی جنہوں نے کبھی اس عمل کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی، یا تو حفاظت خانے میں بھیج دیئے جاتے تھے یا غائب ہو جاتے تھے۔

فوج کو اڑا دینے کی کوشش سے نفرت پیدا ہو گیا۔ ڈاس کمیشن نے اپنی نافہمی کی وجہ سے گو اس کی کوششوں میں کسی قسم کی غداری یا بے ایمانی کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اسوقت کی حکومت واسکوئیز کے لئے قبر کھود دی فروری ۱۹۳۰ء میں ٹروجیلو نے تمام فوج کی معیت میں بغاوت شروع کر دی رینفائیل اسٹریلا ارینا کو کٹھ پتلی کی طرح وقتی صدر کی حیثیت سے اسوقت تک قائم رکھا گیا جب تک کہ ایک خاص قسم کا فوج کے زیر اثر الیکشن ہو۔ اور اس میں ٹروجیلو کو کرسی صدارت دے دی جائے۔ چنانچہ یہی ہوا، اس کے بعد اسٹریلا ارینا نائب صدر بنا دیا گیا۔ اس انتخاب صدر میں سب سے زیادہ پرلطف بات یہ تھی کہ ٹروجیلو کو مندرجہ فہرست رائے دہندگان سے کہیں زیادہ ووٹ ملے شاید شیطان کی ذریات بھی اپنی رائے دینے آئی ہو۔ عدالت العالیہ کے ایک جج نے جب ان انتخابات کو خلاف قانون و فاسد قرار دیا تو اس غریب پر اس قدر مصائب آئے کہ آخرکار اس کو وہاں سے جان بچا کر بھاگنا پڑا۔ حال ہی میں فرمانبردار و مطیع ارینا کو بھی آمر کی خونیں اغراض روکنے کی کوشش کی وجہ سے اپنی جان کی خاطر جزیرہ کو خیرباد کہنی پڑی۔

عسکری حکومت۔ ٹروجیلو نے اسی فوج کے ذریعہ سے جو باشندگان کی حفاظت کے لئے تیار کی گئی تھی، اور جس کو نیشنل گارڈ یعنی قومی محافظ کا نام دیا گیا تھا۔ ہر مخالف کا سر کچلا، اور آج بھی اسی طرح کچل رہا ہے۔ ضبطی اور اجارے جو کہ اسوقت تک صرف عسکری حلقوں ہی کی نمایاں خصوصیت تھی، اب قومی صورت اختیار کر چکے ہیں۔ ٹروجیلو نے ...

اپنی اس اعلیٰ حیثیت کو اپنی ذاتی امارت و دولت کے لئے استعمال کیا ہے وہ خود یا اس کے عزیز ہر قسم کے کھانے اور دیگر ضروریات زندگی کی رسد کے اجارہ دار ہیں۔ بوچڑ خانوں میں ٹروجیلو کے سوا کوئی اور شخص مویشی فروخت نہیں کر سکتا۔ تمباکو اور اس کی پتیوں کی تجارت کلیتہً اسی کے ہاتھوں میں ہے اسکے پاس تمام ریشمی کپڑے کا اجارہ ہے۔

ڈومنیکا میں زندگی گزارنا اسقدر گراں ہو گیا ہے۔ کہ معمولی معمولی اجناس تک کی قیمت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ حال ہی میں ایک بہت بڑے غیر ملکی بنک کے خلاف ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا گیا تھا کیونکہ اس نے ملک میں کچھ ایسے قرضے جمع کرنا شروع کئے تھے۔ جن میں ٹروجیلو خود شریک تھا، بڑی بڑی جاگیروں کی ضبطی کی بھی عجیب عجیب داستانیں مشہور ہیں۔ امریکی کاروباری اداروں کے ایجنٹ اور نائبین ٹروجیلو کی ذاتی تجارت کا مقابلہ کرنے کی سزا میں جیلخانے بھیجدیئے گئے۔ ان پر سیاسی سازش کا الزام لگایا گیا، اور کبھی ان کی عرض و معروض اور ان کے مقدمہ کی سماعت نہیں کی گئی۔

آخری ترتیب و ترمیم جو کہ امریکی بحری فوج ہٹنے کے وقت ۱۹۲۴ء میں، تیار ہوئی تھی۔ اس کے مطابق جمہوریہ پر تقریباً دو کروڑ ۱۶ لاکھ ۴۰ ہزار پونڈ اسٹرلنگ بیرونی قرضہ جات تھے۔ جن میں سے ساڑھے پانچ فیصدی الیسا سود تھا جس کے سود سے یہ قرضہ ادا کیا جاتا۔ یہ قرضہ ۱۹۴۲ء میں بشرح ایک سوا ایک فیصدی واجب الادا ہو جاتا ہے۔ صدر ریاستہائے متحدہ کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ محصولات چونگی ہر قسم کے جمع کرنے کے لئے اپنا آدمی مقرر کرے تاکہ ادائیگی کی ضمانت ہو سکے۔ اصل پر ادائیگی ۱۹۳۰ء تک شروع نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن اس سال ٹروجیلو برسر اقتدار ہوا، اور روپیہ ادا کرنے سے معذور رہا، اور مزید دو سال تک روپیہ ادا کرنے کا اعلان کیا۔ حکومت ہو اس سے رضامند اور اس سے متفق الرائے ہو گئی۔ لیکن پھر ۱۹۳۳ء میں مزید چھ ماہ کی توسیع دیدی گئی۔ حال ہی میں دستاویزداروں سے ایک معاہدہ ہوا ہے جس کی رو سے سالانہ ادائیگی کو بہت ہی کم کر دیا گیا ہے۔ اور محصولات چونگی پر امریکی تصرف مزید ۱۴ سال کے لئے بڑھا دیا گیا ہے۔

اصل مہلت مانگنے اور دیئے جانے کے اسباب کمزور تھے عالمگیر کساد بازاری کی وجہ سے ڈومنیکی شکر، قہوہ اور تمباکو کی صنعتوں کو بڑا نقصان پہنچا تھا۔ ۱۹۳۰ء کے خوفناک طوفان باد نے جزیرہ کے کافی حصہ کو بری طرح برباد کر ڈالا تھا۔

ہیٹیوں کا قتل بظاہر دو وجوہ کی بنا پر معرض وجود میں آیا ہے اولاً آنے والے نئے انتخاب کا قرب۔ باوجود ٹروجیلو کی فولادی حکومت کے سازش و بے اعتمادی اور اس کے خلاف بغاوت کے امکان کی افواہیں روز بروز گرم ہوتی جا رہی ہیں۔ ٹروجیلو غیر ملکی مشکل کو دبا کر ملکی نفاق دبانا چاہتا ہے۔ یہی وہ معقول مدبرانہ طریقہ ہے۔ جس پر چند سال ہوئے پیرو کے وحشی آمر سانشیز سیرو نے عمل کیا۔ جب کہ اس نے لیشیا کی گڑبڑ سازی کو کولمبیا کے سر تھوپا۔ یہ ہی وہ ہوشمندانہ فن ہے۔ جو اسی ملک کا بناو ڈس کام میں لاتا ہے۔ اور اکوئیڈر میں ہمیشہ کون و فساد کی آگ سلگتی رکھتا ہے اور یہی وہ زیرکانہ تدبیر مشہور ہے۔ جس پر یورپی آمرین عمل پیرا ہیں جو عوام الناس پر اپنی گرفت مضبوط رکھنے کے لئے ہمیشہ پڑوسی ملکوں کیخلاف تلواریں بلند کرتے رہتے ہیں۔ ٹروجیلو ارادۃً قریب قریب صدر وردگس کی برازیل والی مثال کی تقلید کرتا اور فاشیت کے اصول کے مطابق خود کو مستقل آمر قرار دینا چاہتا ہے۔ ہیٹیوں کے قتل سے یہی نہیں ہوا، کہ پبلک کی توجہ جنگ کے امکانات کی طرف رجوع ہو گئی۔ بلکہ اس نے ڈومنیکیوں کو یہ بھی یاد دلا دیا۔ کہ ٹروجیلو کے عہد حکومت میں معمولی سی مخالفت بھی خون و آتش میں غرق کر دیجائے گی۔

دوسری وجہ قتل ٹروجیلو کے جرمنی سے سریع الاثر اور عملی تعلقات کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ تمام جنوبی آمرین چاہے وہ ریاستہائے متحدہ کو کتنی ہی دوستی کے فریب کیوں نہ دیں۔ اور روز ولٹ کے جمہوری خیالات کی کتنی ہی حمایت و تائید کیوں نہ کریں۔ لیکن یہ بھی یقینی ہے کہ وہ لوگ تمام جمہوریت پسند خیالات کو اپنے وجود اور اپنی قوت و حکومت کے لئے خطرناک ترین بدعات سمجھتے ہیں۔ اگر وہ ایک طرف ریاستہائے متحدہ سے خندہ پیشانی کے ساتھ آتے ہیں۔ تو دوسری طرف جرمنوں اور اطالویوں اور اکثر جاپانیوں سے بھی خفیہ گفت و شنید کے سلسلے قائم رکھتے ہیں۔ ٹروجیلو کے جرمنی سے تعلقات متواتر روز بروز مستحکم ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ہٹلر کی حکومت سینٹو ڈومنگو پر ایسی نظریں ڈال رہی ہے۔ جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس کو کسی بین الاقوامی آویزش و کشاکش کے وقت سینٹو ڈومنگو کو، جو کہ نہر پناما کے قریب واقع ہے ایک دوستانہ جنگی اساسی بنیاد بنا لینے کے امکانات نظر آ رہے ہیں۔ ٹروجیلو نے حال ہی میں جرمنی سے سرحد ہیٹی پر چالیس ہزار جرمنوں کو آباد ہونے اور کاشت اور دیگر ضروریات کے لئے اراضیات دینے کے معاہدہ کی تکمیل کی ہے ان ہیٹیوں میں جو قتل کئے گئے ہیں۔ بہت سے وہ ہیٹی بھی تھے۔ جو ان اراضیات پر اپنا قبضہ و دخل جمائے ہوئے تھے۔ جو ٹروجیلو جرمن بسنے والوں کو دینا چاہتا تھا۔

بدقسمتی سے ٹروجیلو کی تمام حرکات و سکنات اور اس کے تمام

اعمال و افعال، روزویلٹ کی ان تمام کوششوں پر جو وہ مغربی نصف کرۂ ارض میں جمہوریت، امن اور غیر طرفداری کی موافقت اور ترویج میں عمل میں لا رہا ہے ایک ضرب کاری ثابت ہو رہے ہیں۔ مزید برآں عالمگیر نازی تحریک کی مزید توسیع کی حمایت کر رہا ہے۔ برلن روما کا محور جواب جاپان کی شمولیت سے ایک مثلث کی شکل اختیار کر چکا ہے ایک لا تعداد کانٹوں والا جال بنا ہوا ہے، اور یہ کانٹے روز بروز ان ممالک سوا کے قریب سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔ جنہوں نے ابھی تک برلن اور روما کے مستبد حکمرانوں کی ہیبت ناک بے پناہ قوت کو تسلیم نہیں کیا ہے۔

جاپان جس نے سیاسی حلقے میں بھی داستان قتل و خون کا اعتراف کیا ہے۔ دراصل جنگ نہیں چاہتا۔ اگرچہ صدر روزنسٹ بذاتہ قریب قریب ایک آمر ہی کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر اس نے فوجی تیاریوں پر روپیہ بے دریغ صرف نہیں کیا ہے۔ اس کے پاس تو ملی حفاظت کے لئے صرف ایک متحرک چھوٹی سی فوج ہے۔ جو کسی زبردست یا واقعی جنگ کے جدید سامان حرب سے بھی آراستہ نہیں اور شاید حفاظت کے لئے بھی ناکافی ہے۔ لیکن اگر قضیہ طول پکڑ ہی گیا، تو خیال کیا جاتا ہے کہ جاپانی لوگ جو ذرئی کشتیوں سے تعداد میں کہیں زیادہ ہیں جلد یا بدیر تمام جزیرہ کو تہس نہس کر ڈالیں گے۔ اور اس پرانی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیں گے۔ فی الحال جاپانی شاید ہر وہ معاوضہ قبول کر لے جو اس کو اس کے شہریوں کے قتل کے عوض میں دیا جائے۔ اور جو بظاہر قابل قبول بھی ہو لیکن اس میں شک نہیں کہ تروتجیلو نے جزیرہ پر ہونے والی جنگ کا بیج بو دیا ہے، اور شاید جمہوریہ ڈومی نیکا کے زوال اور اس کی موت کا بھی۔

اعتراف میں نے ترجمہ میں کافی تصرف سے کام لیا ہے اور وہ صرف اس لئے کہ زبان کی پیچیدگی سے کہیں مطلب خبط نہ ہو جائے اور اصل مقصد ضائع ہو لیکن یہ تصرف ایک دو جگہ ہی کرنا پڑا ہے۔ باقی ترجمہ لفظی ہے۔ راحت

نوشتہ:- ایڈگرامین پو
مترجمہ:- سید موسیٰ کلیم

جنون

عصبی کمزوری ۔۔۔۔ ہاں یہ خطرناک حد تک بڑھ گئی ہے۔ لیکن جنون؟ ۔۔۔۔۔۔۔ یہ آپ مجھ پر الزام لگاتے ہیں۔ عصبی کمزوری نے میرے قوائے ذہنی کو کمزور نہیں، بلکہ ضرورت سے زیادہ قوی بنا دیا ہے ۔۔۔۔۔۔ اور قوت سامعہ ۔۔۔۔ اس میں غیر معمولی ترقی ہو گئی ہے ۔۔۔ کائنات بسیط اور فضائے محیط کی ہر آواز سے میرے کان آشنا ہیں۔ جنت کی سرور آفریں صدائیں اور دوزخ کی پرہول آوازیں ۔۔۔۔۔۔۔ میں نے سنی ہیں ۔۔ ۔۔۔ پھر ۔۔۔۔ پھر کیا آپ خود دیوانے نہیں ہیں، جو مجھے دیوانہ کہتے ہیں لو ۔۔۔۔۔ سنو ۔۔۔۔۔ سنو ۔۔۔۔ میں کسقدر متانت و سنجیدگی سے اپنی ساری داستان دہراتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔ ـــــــ

یہ بتانا میرے لئے قریباً ناممکن ہے۔ کہ کب "یہ خیال" میرے دل و دماغ پر چھا گیا ۔۔۔۔ لیکن ہاں اتنا کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن اور رات ہاں ۔۔۔ دن اور رات ۔۔۔۔۔۔۔ ہر وقت میرے حواس پر مسلط ہو گیا تھا ـــ کیا اس میں کسی خوفناک جذبے کو دخل تھا؟ مطلق نہیں ۔۔۔۔ ۔۔۔۔ برخلاف اس کے مجھے اس بوڑھے سے محبت تھی، ـــ اس نے کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچایا تھا ۔۔۔۔۔۔۔ کبھی میری توہین و تضحیک نہیں کی تھی ۔۔۔۔۔ اور آپ یہ بھی غلط سمجھ رہے ہیں۔ کہ مجھے اس کی دولت نے اندھا کر دیا تھا ۔۔۔۔۔۔ نہیں ۔۔۔ لیکن ایک چیز ۔۔۔ خطرناک ۔۔۔۔۔ انتہائی خطرناک ۔۔۔۔۔۔۔ اس کی دھندلی بے نور آنکھیں تھیں ۔۔۔۔۔۔ جو گدھ کی آنکھوں سے بہت مشابہ تھیں ۔۔۔۔ اُف! ۔۔۔ وہ خوفناک آنکھیں جن پر ایک مدھم جھلی چڑھی ہوئی معلوم ہوتی تھی، اور جب کبھی ان آنکھوں سے میری آنکھیں لڑتیں، تو مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کہ وہ میرے سارے جسم کا خون سمیٹ کر میری آنکھوں کے راستے سے کھینچ لے رہی ہیں ـــ اور کبھی ۔۔۔۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا تھا۔ وہ میرے دل کو چھید رہی ہیں ۔۔۔۔ ایک ٹیس ـــ نامعلوم ـــ خوفناک ٹیس میرے دل میں پیدا ہو جاتی تھی ۔۔۔۔۔۔۔۔ چنانچہ ۔۔۔۔۔ رفتہ رفتہ ۔۔۔۔۔ میرے دل میں "یہ خیال" ۔۔۔۔۔ یہ ارادہ ۔۔۔۔ یا یوں سمجھئے کہ یہ خواہش پیدا ہوئی، کہ ان آنکھوں سے ۔۔۔۔ ان تیروں سے ۔۔۔۔۔۔ نجات حاصل کروں ۔۔۔۔ جو دھیرے دھیرے میرے دل میں سوراخ کر رہی تھیں۔ ان آنکھوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نجات پانے کا ایک ہی طریقہ تھا ۔۔۔۔۔۔ غریب بوڑھے کی جان ۔۔۔۔۔ اور میں اس کے لئے تیار تھا۔ میں نے مصمم ارادہ کر لیا۔ کہ بوڑھے کا خاتمہ کر دوں ـــ ہاں خاتمہ ۔۔۔۔۔۔ بتائیے آپ میری جگہ ہوتے تو آپ کو اس سے بہتر اور کوئی تدبیر سوجھ سکتی تھی ۔۔۔۔۔۔؟

کیا اب بھی آپ مجھ کو دیوانہ تصور کرتے ہیں ۔۔۔؟ جناب! دیوانہ آدمی کچھ نہیں جانتا ـــــ میری فراست کا ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہوا ۔۔۔۔۔۔۔ کاش آپ مجھے دیکھتے ۔۔۔۔۔ آپ دیکھتے ـــ کتنی عقلمندی، کتنی دور اندیشی ـــ کتنی احتیاط ـــ کتنی چالاکی کے ساتھ میں نے اپنے ارادہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے قدم اٹھایا مجھے اس بوڑھے کی حالت پر اسقدر رحم شاید عمر بھر نہ آیا ہو جس قدر کہ اس کو ختم کرنے سے ایک ہفتہ پہلے آیا ـــ ہر رات کو ـــ آدھی رات گذر جانے کے بعد ـــ میں اس کے کمرے کا دروازہ کھولتا ـــ نہایت آہستگی کے ساتھ ـــ اور جب دروازہ اتنا کھل جاتا، کہ میرا سر سما سکے تو نہایت خاموشی سے قندیل کو اندر داخل کر دیتا ـــ قندیل ـــ اتنی دھیمی جیسے بجھی ہوئی ہو ـــ بالکل خاموش ـــ پھر آہستہ سے سر داخل کرتا ـــ ہاں! جھانک کر دیکھتا ـــ اوہ ـــ اگر آپ میرے اس عمل کو دیکھتے تو یقیناً ہنستے ـــ میں نہایت آہستگی کے ساتھ حرکت کرتا ـــ اتنا آہستہ ـــ اسقدر آہستہ ـــ کہ اس "جھانکنے" کے عمل میں پورا ایک گھنٹہ صرف ہوتا ـــ اور اتنی خاموشی سے کہ بوڑھے کی نیند میں خلل نہ ہوتا ـــ ۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا اب بھی آپ مجھے دیوانہ تصور کرتے ہیں ـــ؟ ـــ اب بھی ـــ؟ بتائیے کہ کیا ایک دیوانہ آدمی اتنی احتیاط، اتنی چالاکی اور اتنی عقلمندی سے یہ کام انجام دے سکتا ہے ـــ؟! ۔۔۔۔۔۔

خیر جب میں اپنا سر کمرے میں داخل کر دیتا، تو نہایت خاموشی کے ساتھ قندیل کی روشنی بڑھاتا ـــ صرف اسقدر کہ ایک مدھم شعاع اس کی ـــ اس کی خونخوار ـــ گدھ کی سی آنکھوں پر پڑے یہ عمل میں نے مسلسل سات طویل راتوں تک کیا ـــ اور ہر رات کو اسوقت جب کہ آدھی رات گزر چکی ہوتی ـــ لیکن افسوس کہ میں نے اس کی آنکھوں کو بند پایا ۔۔۔۔۔۔ ہر مرتبہ ـــ اور مجھے

ناکامی کی صورت دیکھنی پڑی —— اس لئے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس لئے کہ —— وہ بوڑھا نہیں تھا جس نے میری روح کو بے چین کر رکھا تھا ۔ ۔ ۔ بلکہ وہ اسکی آنکھیں ۔ ۔ ۔ شیطانی آنکھیں تھیں —— ہر صبح کو جب میں اس بوڑھے سے ملتا اور دریافت کرتا کہ رات کیسی گذری تو ۔ ۔ وہ پیر فرتوت یہ شبہ ظاہر کرتا کہ میں ہر رات کو ٹھیک بارہ بجے اس کے کمرہ میں جھانک کر دیکھتا ہوں ——

آٹھویں رات کو میں نے معمول سے زیادہ احتیاط کے ساتھ دروازہ کھولا —— میں نے اتنی آہستگی کے ساتھ حرکت کی ۔ ۔ ۔ ۔ کہ گھڑی کی سوئی بھی میرے مقابلہ میں تیز حرکت کرتی ہے۔ اس رات سے پہلے مجھے اپنی ذہنی و دماغی قوتوں کا —— اپنی عقلمندی کا اندازہ نہیں ہوا تھا —— مجھے اپنی فاتحانہ مسرتوں پر بمشکل قابو پانا پڑا —— یہ معلوم کر کے کہ میں کمرے کا دروازہ کھول رہا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ آہستہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آہستہ ۔ ۔ ۔ اور وہ بوڑھا میری پراسرار حرکات خواب میں بھی نہ دیکھ سکتا تھا —— لیکن بالآخر میں اپنی خوشی پر قابو نہ پا سکا، اور ایک باریک —— مدھم قہقہہ —— میرے حلق سے نکل ہی گیا —— شاید اس بوڑھے نے سن لیا ہو کیونکہ اس نے بستر پر کروٹ لی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ شاید اب آپ یہ خیال کریں کہ میں واپس آ گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہا ہا ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن نہیں ۔ ۔ ۔ اس کے کمرے میں غضب کا اندھیرا تھا کیونکہ چوروں کے خوف سے اس نے کھڑکیاں بند کر رکھی تھیں، میں جانتا تھا کہ اس کو دروازے کے کھلنے کا علم نہیں ہوا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں دروازے کو کھولتا ہی رہا —— آہستہ —— آہستہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

میں نے کمرے میں سر داخل کیا —— اور قندیل کو روشن کرنے ہی والا تھا کہ میرا انگوٹھا پھسل گیا ۔ ۔ ۔ اور ٹن کی آواز سے بڈھا اپنے بستر پر اچھل پڑا —— اس نے پوچھا —— "کون ہے ؟" میں نے بالکل خاموشی اختیار کی —— کوئی جواب نہ دیا ۔ ۔ ۔ ۔ کامل ایک گھنٹے تک میں نے اپنے کسی عضو کو حرکت نہ دی —— وہ ابھی تک اپنے بستر پر پھر کسی آواز کے سننے کا انتظار کر رہا تھا۔ بالکل اسی طرح جس طرح میں کئی راتوں تک دیوار کو کان لگا کر موت کی گھڑیوں کی آواز سنا کرتا تھا —— یکایک میں نے ایک ہلکی سی کراہنے کی آواز سنی —— دل ہلا دینے والی آواز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کسی تکلیف کی وجہ سے —— ؟ نہیں —— رنج کی وجہ سے —— ؟ یہ بھی نہیں —— البتہ ایک ایسی مدھم آواز تھی جو روح کی گہرائیوں سے اٹھتی ہے —— میں اس آواز کو اچھی طرح جانتا ہوں۔ میں نے کئی دفعہ عین آدھی رات کے وقت —— جبکہ ساری دنیا محوِ خواب ہوتی —— وہ میرے دل کی گہرائی سے اٹھتی —— خوفناک طریقے پر گونجتی ہوئی۔ میرے عناصر میں انتشار پیدا کر دیتی۔ میں نے کہا کہ میں اس آواز کو ۔ ۔ ۔ اچھی طرح جانتا ہوں مجھے اس بوڑھے کے احساسات سے واقفیت تھی۔ اور اس سے ہمدردی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

بوڑھا بہت دیر تک بستر پر حالتِ خوف میں لیٹا رہا۔ اور پھر کروٹ لی۔ ۔ ۔ ۔ میں اس کے احساسات کی تہہ تک پہنچ گیا —— وہ یہ کوشش کر رہا تھا کہ اپنے خوف زدہ خیالات کو بے بنیاد سمجھے مگر یہ اس کی ناکام کوشش تھی —— وہ اپنے آپ سے کہہ رہا تھا، "کوئی بھی نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روشندان سے ہوا کا ایک جھونکا آ گیا ہوگا ۔ ۔ ۔ یا ۔ ۔ ۔ یا —— ایک چوہا رینگ گیا ہوگا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یا جھینگر کی آواز ہوگی" یا وہ اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے ان مفروضات سے کام لے رہا تھا۔ لیکن سب بے سود —— اس لئے کہ "موت" اس کے سر پر اس طرح منڈلا رہی تھی، جیسے چیل کسی مردار پر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ غرض صیاد اپنے صید کے لئے جال بچھا چکا تھا۔ اور وہ کمرے میں میرے سر کی موجودگی کو محسوس کر رہا تھا۔

میں نے بہت دیر تک خاموشی سے انتظار کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ خاموشی اور صبر کے ساتھ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر میں نے فیصلہ کیا کہ قندیل کو بہت ۔ ۔ ۔ ۔ بہت ہی مدھم طریقہ پر روشن کیا جائے۔ چنانچہ میں نے قندیل پر سے غلاف ہٹا دیا —— ہوشیاری؛ اتنی ہوشیاری کے ساتھ کہ آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے —— اور ایک منفرد —— مدھم —— مکڑی کے جالے کے تار کی مانند باریک —— شعاع قندیل سے نکلی اور ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور اس خوفناک، خونخوار آنکھ پر پڑی، وہ کھلی ہوئی تھی —— پوری کھلی ہوئی تھی —— پوری کھلی ہوئی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور جب میں نے اس پر نظر ڈالی تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو میں سر سے پاؤں تک غضبناک ہو گیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے ان آنکھوں کو غور سے گھور کر دیکھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مدھم نیلی آنکھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور ان پر ایک پراسرار جھلی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میری رگوں کے خون میں انجماد پیدا کرنے والی —— میں اس کے چہرے اور آنکھوں کے سوا کچھ نہ دیکھ سکتا تھا —— اس لئے کہ روشنی کی مدھم شعاعیں صرف اسی حصہ پر پڑ رہی تھیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

اور کیا میں نے آپ سے یہ نہیں کہہ دیا ہے کہ جس کو آپ جنون —— یا دیوانگی تصور کرتے ہیں —— وہ میرے حواس کی انتہائی چالاکی ہے —— ؟ اب میرے کانوں میں ایک دھیمی مسلسل آواز آ رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ایسی جیسے گھڑی میں سے آ رہی ہو —— ۔ ۔ ۔

گئی ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن میں اس آواز کو بھی خوب جانتا ہوں۔ یہ اس بوڑھے کے دل کی حرکت تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس آواز نے میری حالت میں ایسا اشتعال پیدا کر دیا، جیسا کہ ایک سپاہی کے اندر بگل کی آواز جرأت اور جوش پیدا کرتی ہے۔ لیکن میں بالکل ساکت و صامت رہا۔ میں نے سانس بھی بمشکل لی، اور قندیل کو معمولی حرکت دیئے بغیر کھڑا رہا۔ میں نے روشنی کی مدھم شعاع کو آنکھ پر جمائے رکھا — اس دوران میں میں نے محسوس کیا کہ اس جہنمی دل کی آواز تیز ہوتی جا رہی ہے — ہر لمحہ — وہ تیز اور بلند ہوتی جا رہی ہے — "اس بوڑھے کا خوف بڑھتا جا رہا ہے" میں نے محسوس کیا — وہ آواز بڑھتی جا رہی ہے — بڑھتی جا رہی ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیکھ رہے ہیں آپ میرے حسی و ذہنی قوتوں کا مظاہرہ — ؟ اور اب بھی آپ مجھے دیوانہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ؟ اس کا تو میں نے اعتراف کرلیا ہے، کہ عصبی کمزوری — مجھ میں ضرور ہے — لیکن ۔ ۔ ۔ ۔ خیر — ! — آدھی رات کی ہولناک تاریکی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ویران گھر کی خاموشی — اور ایسی عجیب و غریب آواز نے مجھ پر ناقابل بیان خوف طاری کر دیا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں بدستور خاموش کھڑا رہا تھوڑی دیر تک ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن حرکت تیز ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تیز تر ہوگئی ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے خیال کیا کہ اب دل پھٹ جائے گا اب مجھ میں نئے خوف کا احساس پیدا ہوا — کہیں یہ آواز ہمسایہ کے کانوں تک نہ جا پہنچے — کیونکہ یہ خطرناک طریقے پر بڑھتی جا رہی تھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

غریب بوڑھے کا آخری وقت آپہنچا تھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے ہیبتناک چیخ کے ساتھ روشنی تیز کردی اور پھرتی کے ساتھ بوڑھے پر لپکا — اس نے خوف سے ایک مرتبہ زور کی چیخ ماری ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ صرف ایک مرتبہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں صرف ایک مرتبہ ۔ ۔ ۔ میں نے بلا کی تیزی کے ساتھ بوڑھے کو گھسیٹ کر نیچے ڈالا اور اس پر بستر ڈال کر تقریباً کچل دیا ۔ ۔ ۔ ۔ میرے لبوں پر ایک فاتحانہ تبسم رقص کر رہا تھا۔ یہ دیکھ کر کہ میں نے ایک بڑی حد تک اپنے کام کو بحسن و خوبی انجام دیدیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ لیکن کئی لمحوں تک روئی میں لپٹی ہوئی گھڑی کی طرح ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دل کی آواز سنائی دیتی رہی۔ مگر اس سے مجھے اب زیادہ اندیشہ نہیں تھا۔ کیونکہ یہ دیوار کے پار سنائی نہ دیتی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بالآخر یہ آواز بند ہوگئی۔ وہ بوڑھا مر چکا تھا۔ میں نے اس پر سے بستر ہٹایا — اور اس کی نعش کا خوب معائنہ کیا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہاں! وہ برف کی مانند سرد — مردہ پڑا تھا۔ میں اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر کئی لمحوں تک انتظار کرتا رہا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ پتھر کی طرح بے جان پڑا تھا — اب اس کی وہ نیلی شیطانی آنکھیں مجھے نہیں ستائیں گی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ -

اگر اب بھی آپ مجھے مجنون ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ دیوانہ تصور کرنے کے فریب میں مبتلا ہیں تو ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس وقت آپ کی آنکھیں ضرور کھل جائیں گی جب آپ کو معلوم ہو جائے گا، کہ میں نے کتنی احتیاط، ہوشیاری اور عقلمندی کے ساتھ نعش کو چھپایا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات گزر رہی تھی — میں نے تیزی — لیکن خاموشی کے ساتھ کام کیا۔ سب سے پہلے میں نے لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے — میں نے ہاتھ، پاؤں اور سر کو جسم سے جدا کیا — تب میں نے کمرے کے فرش سے تین پتھر اکھیڑے اور نہایت حفاظت کے ساتھ ان کے نیچے اپنی زندگی کے اس باقیماندہ بوجھ کو دبا دیا۔ تب میں نے اتنی چالاکی، اتنی ہوشیاری اور اتنی عقلمندی کے ساتھ اوپر سے پتھر رکھے کہ کوئی انسانی آنکھ — اس کی نیلی شیطانی آنکھ بھی — شبہ نہیں کر سکتی تھی — مجھے کچھ دھونا دھلانا بھی نہیں پڑا۔ خون کا کوئی دھبہ — عضو کا کوئی حصہ — کچھ بھی نہیں، کیونکہ اس کے لئے میں نے پہلے ہی نہایت دور اندیشی سے کام لیا تھا — ایک ٹب سے یہ مشکل آسان ہوگئی تھی —

جب میں نے اپنا پورا کام ختم کیا، تو اس وقت چار بجے تھے — لیکن ابھی آدھی رات کا سا اندھیرا تھا۔ جونہی گھڑی نے چار بجائے کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا — میں نہایت اطمینان سے دروازہ کھولنے کے لئے چلا — اب مجھے کس بات کا اندیشہ تھا — ؟ ۔ ۔ ۔ ۔

تین آدمی داخل ہوئے۔ انہوں نے خود اپنا تعارف کرایا — وہ پولیس کے عہدہ دار تھے — انہوں نے کہا کہ رات ہمسایہ نے یہاں ایک چیخ کی آواز سنی تھی — وہ کسی شبہ کی بنا پر تحقیقات کی غرض سے آئے ہیں۔

میرے لبوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی — مجھے کس بات کا ڈر تھا — ؟ — میں نے ان لوگوں کو خوش آمدید کہا۔ "وہ چیخ کی آواز" میں نے وضاحت کی۔ "خود میری تھی — میں خواب سے چونک پڑا تھا — "بوڑھا آدمی" میں نے قدرے توقف کے بعد کہا۔ "گھر پر نہیں ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ گاؤں میں گیا ہوا ہے"۔ میں نے اپنے مہمانوں کو گھر کا معائنہ کرایا۔ بالکل اچھی طرح — میں نے ان کی رہبری کی اور آخر میں ہم "اس" کے کمرے میں پہنچ گئے۔ میں نے اس کی تجوریاں بتلائیں — جوں کی توں — محفوظ و سلامت۔ میں نے انتہائی خود اعتمادی اور اطمینان سے اسی کمرے میں ان کے لئے کرسیاں رکھیں — اور خود — اپنی فتح کی وحشیانہ خوشی کے

جذبات میں غرق عین اسی مقام پر کرسی رکھ کر بیٹھ گیا۔ جہاں اس کی نعش دبی ہوئی تھی۔

ان لوگوں نے کافی اطمینان کر لیا تھا —— میری خوش خلقی نے ان کے قلوب کو مسخر کر لیا۔ اور میں . . . . میں بھی مطمئن تھا —— وہ بیٹھے باتیں کرنے لگے، اور میں بھی —— کافی اطمینان کے ساتھ —— ان کی گفتگو نے دلچسپ موضوع ڈھونڈ لیا تھا . . . . لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایسا معلوم ہوا، کہ میرے چہرے کی رنگت بدل رہی ہے . . . . . . اور یہ خواہش پیدا ہوئی کہ یہ لوگ اب چلے جائیں۔ میرے سر میں درد محسوس ہونے لگا۔ اور —— اور ایک مدھم آواز میرے کانوں میں آنے لگی لیکن وہ لوگ بیٹھے گپیں ہانک رہے تھے —— . . . . . . اب وہ آواز ذرا صاف طور سے سنائی دینے لگی۔ وہ بڑھنے لگی اور تیز —— تیز ہوتی گئی —— میں نے مزید اطمینان کے ساتھ باتیں شروع کیں تاکہ اس آواز کو نہ سنوں —— . . . . لیکن وہ بڑھتی جا رہی تھی —— اور صاف ہوتی جا رہی تھی۔

بلاشبہ اب میرے چہرے کی رنگت بہت بدل گئی تھی . . . . میں نے اپنی تقریر کی روانی میں اضافہ کر دیا —— اور آواز بھی قدرے بلند کر دی —— مگر . . . . . مگر وہ آواز بڑھتی گئی . . . . آہ . . . . اب میں کیا کر سکتا تھا۔ وہ ایک خوفناک مسلسل آواز تھی، بالکل ایسی جیسے ایک گھڑی کی، جو روئی میں لپٹی ہوئی ہو —— ۔

میری سانس تیز تیز چلنے لگی . . . . ان عہدہ داروں نے ابھی تک اس آواز کو نہیں سنا۔ میں نے اپنی روانی اور تیز کر دی —— آواز اور بلند کر دی —— لیکن اُف! اس آواز میں ترقی ہو رہی تھی —— میں اپنی جگہ سے اٹھا —— اور —— تضیع اوقات پر پر زور بحث کرنے لگا۔ سخت لہجہ اور وحشیانہ حرکات کے ساتھ —— . . . . . . یہ کمبخت چلے کیوں نہیں جاتے —— ؟ میں نے کمرے میں لمبی لمبی ڈگیں بھرنا شروع کیں —— گویا . . . . . . گویا . . . . . . آدمیوں کی موجودگی مجھے کھائے جا رہی تھی —— . . . . لیکن —— لیکن وہ آواز . . . . وہ تو بڑھتی ہی جا رہی تھی —— . . . . . . اوہ! . . . . خداوندا —— اب میں کیا کر سکتا تھا —— ؟ . . . . میرے منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو گئی —— . . . . . . میں بہکی بہکی باتیں کرنے لگا —— میں خود کو کوسنے لگا —— اور —— اور فرش پر پاؤں رگڑنا شروع کیا —— لیکن —— آہ! وہ آواز —— وہ تو بڑھتی ہی جا رہی تھی —— . . . . . وہ . . . . بلند ہوتی گئی —— . . . . . تیز . . . . . بلند . . . . . . تیز . . . . بلند آہ . . . . . . او خدا! . . . . وہ بیہودہ انسان . . . . . . ؟ بیٹھے مزے اور اطمینان سے باتیں کر رہے تھے . . . . . . اور مسکرا رہے تھے —— . . . . . " کیا یہ ممکن ہے کہ انہوں نے وہ آواز نہیں سنی؟ —— میرے خدا! . . . . نہیں —— ہرگز نہیں —— انہوں نے سن لیا —— انہوں نے شبہ کیا —— جان لیا —— اور —— اور —— میرے خوف اور دہشت سے لطف اندوز ہو رہے تھے —— یہ میں نے خیال کیا —— اور خیال کرتا ہوں —— . . . . میرا یہ درد . . . . —— یہ کہ . . . . . . یہ نزع کا عالم —— . . . . . اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی اذیت نہیں ہو سکتی . . . . اب مجھے ان کا اہانت آمیز تبسم زہر معلوم ہو رہا تھا —— میں برداشت نہیں کر سکتا تھا . . . . میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ مجھے خوب زور زور سے چیخ چیخ کر جان دیدینا چاہیئے —— . . . . یہ دیکھئے . . . . . وہ پھر بلند ہوتی جا رہی ہے . . . . بلند . . . . . . بلند . . . . . . بلند . . . . بلند . . . . اُف! —— "بدمعاشو" میں نے چیخ کر کہا " اب تم میرا مذاق نہیں اڑا سکتے —— میں جرم کا اقبال کرتا ہوں —— ان پتھروں کو اکھیڑو —— —— یہاں . . . . ہاں یہاں . . . . یہ اس کے مدفون دل کی آواز ہے "

فراقؔ گورکھپوری
ایم، اے

خودفراموشیاں

دلوں کو چارۂ دردِ محبت بھول جاتا ہے　　وہاں ہر آدمی اپنی ضرورت بھول جاتا ہے
حیاتِ محض پا جاتا ہے ناکام محبت بھی　　اذیت سے گذر جاتا ہے راحت بھول جاتا ہے
جسے راحت زمانے کی شکیبا کر نہیں سکتی　　وہی دل تیرے جورِ بے نہایت بھول جاتا ہے
نگاہِ شوق میں ہوتی ہیں وہ چنگاریاں پنہاں　　کہ حسنِ شوخ بھی اپنی شرارت بھول جاتا ہے
غنیمت جان اے دل فرصتِ دیدارِ جاناں کو　　محبت کو یہ عہدِ با فراغت بھول جاتا ہے
کہاں کا ہوش کیسی بے خودی، اس بزم میں آکر　　خود اپنا عشق کو رنگِ طبیعت بھول جاتا ہے
یوں ہی کچھ فرض کرکے مائلِ لطف و کرم تجھکو　　دلِ اندوہگیں کیوں اپنی حالت بھول جاتا ہے
اک ایسا دردِ غربت بھی ہے اے دل جسکی اٹھتی ہی　　جنونِ عشق کو بھی جوشِ وحشت بھول جاتا ہے
وہ کیا ہے جو نہ یاد آجائے تحریکِ محبت سے　　مگر کیوں وعدۂ روزِ قیامت بھول جاتا ہے
تغافل حسن میں ہوتا ہے. لیکن اس طرح کوئی　　محبت بھول جاتا ہے مروت بھول جاتا ہے!
دلِ مایوس پر آتا ہے ایسا وقت بھی جس میں　　محبت کو سوادِ شامِ فرقت بھول جاتا ہے
یہ کیسی دلبری ہے حسن کی کیسی دل افزائی　　گناہِ عشق بھی اپنی ندامت بھول جاتا ہے
دلِ وارفتۂ دیدار کی اللہ ری محویت　　تصور میں ترے جو تیری صورت بھول جاتا ہے
تعین سے گزر کر جس کو ہر عالم نظر آئے،　　وہ کثرت بھول جاتا ہے کہ وحدت بھول جاتا ہے
بسا اوقات دل کے ساتھ بارِ غم اٹھانے میں　　سنا ہے حسن بھی اپنی نزاکت بھول جاتا ہے

فراقؔ اس طرح کھونا رنجِ فرقت میں بجا لیکن
کوئی اس درجہ بھی اپنی حقیقت بھول جاتا ہے

سید مقبول حسین
(احمد پوری)

"شکوۂ عبث"

ہم محو رہے، بیخود سے رہے، وہ داد محبت دے بھی گئے
کیفیت غم کا شکوہ عبث، جو دے گئے تھے وہ لے بھی گئے

---

(۱) یہ آرزو اب تک دل میں ہی
آنکھوں سے لگاتے قدموں کو
اور اشک رواں سے جی بھر کے
اے کاش دھلاتے قدموں کو
اس دل کی تمنا کرکے سوا، وہ آئے بھی اور چلے بھی گئے
ہم محو رہے، بیخود سے رہے وہ داد محبت دے بھی گئے

---

(۲) اے باد سحر پھولوں کی قسم
اس منزل پاک سے ہو جو گذر
کہنا کہ بہت اب خوار ہیں ہم
ایسے کہ نہیں کچھ اپنی خبر
تھا سعیِ عمل جو شعار کبھی، افسوس کہ اب اس سے بھی گئے
ہم محو رہے، بیخود سے رہے، وہ داد محبت دے بھی گئے

---

(۳) خاموش ہوں اب کیا منہ سے کہوں
وہ طاقت گویائی ہی نہیں
دکھلاؤں کسے یہ حال زبوں
وہ جذب مسیحائی ہی نہیں
یاں شرم عبودیت نہ رہی، وہ اپنی امانت لے بھی گئے
ہم محو رہے۔ بیخود سے رہے، وہ داد محبت دے بھی گئے

علامہ ظہور

پروفیسر کنہیا لال کپور
(ایم اے)

(۱)

علامہ ظہور کی وفات کے دو گھنٹے بعد ہی لوگوں نے ان کی زندگی، ان کی شاعری اور ان کے فلسفے پر مضامین لکھنے شروع کر دیئے۔ معلوم یہ ہوتا تھا کہ ملک کا ہر چھوٹا موٹا نقاد، افسانہ نویس، اور شاعر اگر علامہ کا ہم نوالہ نہیں، تو ہم پیالہ ضرور تھا۔ اخبارات و رسائل نے ظہور نمبر نکالے۔ ادبی مجلسوں نے ظہور میموریل قایم کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ بہی خواہان ملت نے ظہور کبڈی ٹورنامنٹ، ظہور لانڈری اور ظہور فٹ بال بھی قائم کرنے کی سعی بلیغ کی۔ مقرران آتش نوا نے علامہ کے کلام پر تقریریں کر کے خراج تحسین حاصل کیا۔

الغرض علامہ کی موت ہر ایک شخص کے لئے رحمت باری ثابت ہوئی جو شخص بھی علامہ ظہور پر مضمون لکھتا، ہفتوں اس کا مجلسوں میں اس طرح استقبال کیا جاتا۔ "یہ صاحب علامہ کے گنتی کے چند دوستوں میں سے ایک ہیں"۔ شہرت حاصل کرنے کا اس سے نادر موقعہ شاید ہی کسی کو ملا ہو۔

یہ سب باتیں مرزا ظریف ہر روز دیکھتا۔ اور پڑھتا، اور دل ہی دل میں کڑھتا کہ وہ شخص جن کو علامہ کی زندگی میں ان کے در کی جوکھٹ دیکھنے کا بھی موقع میسر نہیں ہوا، ان کی موت کے بعد اس طرح باتیں کرتے ہیں گویا ان کی ساری عمر صرف علامہ کے ہی گھر کٹی۔ مثلاً ایک افسانہ نویس نے جس کا نام تک اس سے پہلے کسی شخص نے نہیں سنا تھا لکھا "میں اور علامہ ہمیشہ ایک چارپائی پر سوتے تھے۔ اگرچہ علامہ بے حد فربہ بدن واقع ہوئے تھے، اور تنگ چارپائی پر میرے ساتھ سونے کی وجہ سے انہیں کبھی کبھی ساری رات نیند نہ آتی تھی، مگر دلی خلوص کا یہ حال تھا کہ کبھی زبان سے اُف نہیں کی۔ برابر پچاس سال وہ میرے ساتھ اسی کھٹ پر سوتے رہے"۔ ایک اور صاحب جو کسی گمنام اخبار کے ایڈیٹر تھے اس طرح رقمطراز ہوئے۔

"علامہ دوپہر کا کھانا ہمیشہ میرے ہاں کھاتے تھے۔ علامہ کو ٹماٹر سے جتنی رغبت تھی، اتنی ہی بینگن سے نفرت تھی۔ مجھے یاد ہے، کہ ایک دفعہ انہوں نے ایک رکاب کو، کہ جس میں بینگن کی بھاجی تھی، اس زور سے فرش پر پٹک مارا کہ نگوڑا میں سویا ہوا بچہ خواب میں چیخ اٹھا"۔

اس مضمون کو پڑھ کر پروفیسر صاحب جھلا اٹھے، ان کا عقیدہ تھا کہ قوم کو یہ جاننے کی اتنی ضرورت نہیں، کہ علامہ کون کونسی سبزیاں زیادہ پسند فرماتے تھے۔ جتنی اس امر کی کہ انہیں پسندیدہ پھلوں کے نام کیا تھے چنانچہ اسی دن انہوں نے اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر ایک نہایت دلچسپ مضمون لکھا: "علامہ انگور اور کیلا بڑے چاہ اور شوق سے کھاتے تھے۔ کھجور ان کا من بھاتا پھل تھا مگر انار سے انہیں ازلی نفرت تھی، مجھے اچھی طرح یاد ہے، کہ ایکدفعہ جب وہ میرے دیوان خانے میں بیٹھے تھے، میں نے غلطی سے انہیں ایک قندھاری انار پیش کر دیا، اس کو دیکھتے علامہ کو متلی شروع ہو گئی اور پورے دو گھنٹے کے بعد مشکل سے انکی طبیعت سنبھلی"۔

(۲)

تعجب کی بات یہ تھی، کہ جیسے جیسے دن گزرتے جاتے، علامہ مرحوم کے دوستوں کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا۔ ان کے دوستوں کے زمرے میں ہر قسم اور ہر شعبہ کے لوگ شامل تھے۔ پروفیسر، ادیب، حکیم، پنساری سپاہی، باورچی، سائنٹسٹ جو مضمون نگار چھوٹے طبقے سے ہوتا۔ اور جس کو اپنی کم مائیگی کا زیادہ حساس ہوتا، وہ اپنے مضمون کی تمہید اس طرح باندھتا: "علامہ کے ہاں چھوٹے اور بڑے کی تفریق نہ تھی، وہ ایک تلی سے مصافحہ کر کے اتنے ہی خوش ہوتے تھے، جتنے ایک شہنشاہ سے میں کئی دفعہ ان کے مکان پر ان سے ملا، اور انہوں نے ہمیشہ خندہ پیشانی سے مجھے شرف ملاقات بخشا"۔

جس مضمون نگار نے اپنے مضمون کو زیادہ دلچسپ بنانا ہوتا، وہ علامہ کے متعلق فرضی کہانیاں گھڑ کر مضمون میں ٹھونس دیتا۔ مثلاً ایک صاحب نے جو کسی امریکن بیمہ کمپنی کے ایجنٹ تھے لکھا: "ایک دفعہ دوران گفتگو میں نے علامہ سے کہا، کہ آپ اپنی زندگی کا بیمہ کیوں نہیں کراتے۔ اس پر علامہ مسکرا دیئے، اور کہنے لگے۔ کہ بیمہ وہ کرائے جس کو موت کا ڈر ہو، میں تو موت کو راحت ابدی تصور کرتا ہوں، موت تو دروازہ ہے جس میں سے گزر کر انسان بہشت میں داخل ہوتا ہے اس کے بعد آپ نے بار بار یہ شعر دہرایا ؎

موت اک ماندگی کا وقفہ ہے
یعنی آگے چلیں گے دم لیکر

علامہ نے یہ شعر کچھ اس طرح ادا کیا، کہ مجھ پر وجد طاری ہو گیا چنانچہ

اس دن میں نے توبہ کی۔ کہ آئندہ کسی شاعر، فلسفی، یا علامہ کا بیڑا نہیں کونگا

ایک سیاسی لیڈر نے لکھا:۔

"علامہ ہمیشہ مجھ سے سیاست پر گفتگو کیا کرتے تھے۔ یہ صحیح ہے کہ ان میں دقیق سیاسی مسائل کو سمجھنے کی قابلیت نہ تھی مگر پھر بھی وہ ایک نہایت زبردست سیاست داں تھے۔ جب پہلے پہلے نہرو رپورٹ شائع ہوئی تو علامہ نے مجھ سے درخواست کی کہ میں انہیں ساری کی ساری رپورٹ پڑھ کر سمجھاؤں۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔

ایک اور صاحب نے جنہیں مصور ہونے کا فخر حاصل تھا لکھا:

"علامہ فنِ مصوری میں ہمیشہ گہری دلچسپی لیتے تھے ایک دن میں نے ان سے پوچھا، کہ آپ کے خیال میں کیا محبت خوبصورتی پیدا کرتی ہے یا خوبصورتی محبت؟ علامہ نے فرمایا۔ یہ امر بحث طلب ہے۔ بہرحال میرے خیال میں محبت خوبصورتی پیدا کرتی ہے۔ مثال کے طور پر اس بندریا کو دیکھئے کہ جسکو میں نے پال رکھا ہے۔ میرے لئے یہ دنیا کی حسین ترین چیز ہے۔ اتنی حسین کہ اس کے مقابلے میں دنیا کی خوبصورت سے خوبصورت رقاصہ، دلہن یا ایکٹرس میری آنکھوں میں ہیچ ہے۔ میں یہ سنکر تصویرِ حیرت بن گیا۔ کہ جس مسئلہ نے مجھے مدتوں پریشان رکھا تھا، علامہ نے ایک عام فہم مثال سے اس کو میرے ذہن نشین کر دیا"

(۴)

مرزا ظریف نے علامہ کو اپنی زندگی میں ایک آدھ بار دو یا تین سو گز کے فاصلے سے دیکھا تھا، ایک دفعہ جب کہ وہ ایک مجلس کے صدر کے فرائض دے رہے تھے۔ اور دوسری دفعہ جب کہ وہ فرسٹ کلاس کے ڈبے میں سوار ہو رہے تھے۔

چنانچہ ان دو ملاقاتوں کی بنا پر انہوں نے بھی علامہ پر قلم اٹھانے کی جرأت کی، ایک لحاظ سے وہ حق بجانب تھے۔ کیونکہ کم از کم انہوں نے علامہ کی شکل تو دیکھی تھی، یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ انہیں ان سے گفتگو کرنے کا موقعہ نہیں ملا تھا۔ اور حقیقت یہ تھی، کہ اگر علامہ دس بیس برس اور زندہ رہتے، تو ضرور ملاقات ہو جاتی، پھر جبکہ ہر ایک آدمی علامہ پر کچھ نہ کچھ لکھ رہا تھا، وہ کیوں چپ بیٹھتے۔ چنانچہ رسالہ انجم کے ظہور نمبر میں مرزا ظریف نے ۲۰ صفحے کا ایک طویل مضمون رقم کیا۔ جس کے ضروری اقتباسات نیچے درج کئے جاتے ہیں

"میں علامہ کو سب سے پہلی دفعہ سردار مرحوم اور دبیر مرحوم کے ساتھ ان کی کوٹھی پر ملا جسوقت دبیر نے میرا تعارف علامہ سے کرایا، علامہ اس وقت اپنی داڑھی میں سے ایک سفید بال موچنے سے نکال رہے تھے

آپ پہلے ہی دن مجھ سے کچھ ایسے مانوس ہو گئے کہ رات کو میری دعوت اپنے گھر کی، اور کھانا کھلا کر اپنی موٹر میں مجھے میرے گھر چھوڑ آئے، اس کے بعد کئی ملاقاتیں ہوئیں اکثر وہ خود شام کو میرے گھر تشریف لاتے تھے اور آدھی آدھی رات تک اپنی بذلہ سنجی سے مجھے محظوظ کرتے تھے۔ ان موقعوں پر عجیب سماں بندھتا تھا۔ ایک دفعہ علامہ کو ایسی زبردست چھینک آئی کہ میز پر پڑی ہوئی تینوں موم بتیاں بجھ گئیں۔ اتنے میں ایک بلی کا بچہ پھدک کر علامہ کی ٹوپی پر آ بیٹھا، اور علامہ بھوت بھوت کہہ کر کمرے سے نکل بھاگے۔ . . . .

ایک دفعہ علامہ میرے ساتھ دوکان پر چائے پی رہے تھے۔ کہ ایک بڑی لمبی ریش والا مولوی داخل ہوا، اور کہنے لگا کہ "علامہ آپ مزے سے چائے پی رہے ہیں، ادھر قوم تباہ ہو رہی ہے:" یہ سنکر علامہ کے ہاتھ تھرتھرانے لگے۔ چائے کا پیالہ ان کے ہاتھوں سے نیچے گر پڑا، اور ان کی آنکھوں کو آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ . . . .

ایک دفعہ علامہ غلطی سے پاجامہ الٹا پہنکر میرے ہاں تشریف لائے میرے پاس اس وقت رحیم مرحوم بیٹھے تھے۔ ہم دونوں علامہ کو دیکھکر قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ مگر علامہ کو پھر بھی اپنی غلطی کا احساس نہ ہوا جب ہم نے پاجامہ کی طرف اشارہ کیا، تو کہنے لگے، کہ بھئی جسوقت میں شعر موزوں کرتا ہوں مجھے اپنے لباس کا کچھ خیال نہیں رہتا۔ چنانچہ انہوں نے کوٹ اتار کر دکھایا، کہ قمیص بھی الٹی پہن رکھی ہے:۔ . . . .

بیمار ہونے سے ایک ہفتہ پہلے انہوں نے میرے ہاں شام کا کھانا کھایا، رخصت ہوتے وقت کہنے لگا کہ "مرزا معلوم ہوتا ہے، کہ یہ آخری دعوت ہے" میں ان الفاظ کا کچھ مطلب نہ نکال سکا۔ مگر افسوس کہ یہ الفاظ صحیح پیشین گوئی سے لبریز تھے۔ اسی دعوت کے متعلق مجھے ایک اور بات یاد آگئی، علامہ جاتی دفعہ بجائے اپنا بوٹ پہننے کے غلطی سے میرا بوٹ پہن کر چل پڑے۔ راستہ میں خیال آیا، اور پھر واپس لوٹے۔

بیماری کے دوران میں اکثر مجھ سے تخلیہ میں بات چیت کرتے تھے۔ مرنے سے چند منٹ پیشتر انہوں نے اپنے تازہ کلام کا مسودہ میرے سپرد کرتے ہوئے کہا: "بھائی ظریف! یہ امانت تم ہی سنبھال سکتے ہو دیکھنا اس کی اشاعت میں تاخیر نہ کرنا۔ کیونکہ اس میں قوم کے لئے ایک تازہ پیغام حیات چھوڑ کر مر رہا ہوں"

ان الفاظ کے ساتھ علامہ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ میں نے دیکھا، کہ ان کے چہرے پر ایک عجیب مسکراہٹ تھی۔ ممکن ہے میں

لہ ان کا آخری کلام المعروف بہ "چراغ سحری" محتاط ہاتھوں میں دیا گیا تھا"

(۴)

اس مضمون کے چھپنے کے دو تین دن بعد مرزا ظریف کا شمار علامہ ظہور کے جگری دوستوں میں ہونے لگا۔ اور ہزاروں ادیب، ایڈیٹر، نقاد، ان کے مکان پر واقعہ کوچہ زرگراں پر "چراغ سحری" کا مسودہ، کہ جس کو مرزا نے نہایت حروف میں ایک رات بارہ بجے تک بیٹھ کر لکھا تھا، دیکھنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔

امین حزیں
سیالکوٹی

منزلِ شوق

منزلِ شوق میں کیا جانئے یہ کیا ہوتا ہے! دِل وہی ہوتا ہے پڑ[1] ایک بلا ہوتا ہے

آبلہ پائی سے ہوتا ہے قدم اور بھی تیز دردسے شوق بہر حال سوا ہوتا ہے

ہفتخواں طے ہوئے جاتے ہیں اِدھر آپ سے آپ بربطِ ذوق ادھر گرم نوا ہوتا ہے

ایک دھن ہے کہ بہر کیف لئے جاتی ہے۔ یہ بھی محسوس نہیں ہوتا کہ کیا ہوتا ہے؟

سیلِ دریا ہے کہ رکنا جسے آتا ہی نہیں کوئی طوفان سا طوفان بپا ہوتا ہے!

دشت ہو، بحر ہو تاروں کی فضا ہو کچھ ہو۔ شوق خود مثلِ خضر راہنما ہوتا ہے

منزلِ شوق کا ہر ذرہ ہے تنویر سرشت
دن کو یہ مہر آمیں شب کو دیا ہوتا ہے

[1] میں جانتا ہوں کہ پَر مگر کے معنوں میں متروک ہے۔ لیکن یہاں اس کے بغیر کام نہ چل سکتا تھا۔ اس لئے استعمال کیا گیا۔

(امین حزیں)

طاہر غلام ناصر خاں ایم۔اے

اِنتقام

(۱)

گاؤں سے باہر ایک بڑے نیم کے درخت کی چھاؤں میں موہن اکیلا بیٹھا تھا۔ سامنے میدان میں گائیں اور بھینسیں گھاس چر رہی تھیں، اس کی مشتاق اور تیز نگاہیں تمام جانوروں پر پڑ رہی تھیں۔ اور جب کوئی جانور چرتے چرتے ذرا دُور نکل جاتا، تو وہ دوڑ کر اسے گھیر لاتا۔۔۔ اس کی عمر بارہ سال سے زیادہ نہ ہوگی، لیکن گاؤں کی کھلی اور تازہ ہوا میں قدرت کے ہاتھوں اس کی نشوونما بہترین طریقہ پر ہوئی تھی، قد اور جثہ میں وہ اپنے باقی تمام ساتھیوں سے بڑھا ہوا تھا۔ وہ صبح پو پھٹنے سے پہلے اپنے باپ کے مویشی لیکر نکل جاتا تھا۔ اور شام کو چار بجے کے قریب واپس آتا تھا، شام کا باقی وقت اس کا اپنا ہوتا تھا، جسے وہ کھیل میں گزارتا تھا۔

اس نے نظر اٹھا کر دیکھا، ایک گائے نزدیک کے کھیت میں داخل ہوگئی تھی، موہن اپنی لکڑی لیکر اس کی طرف دوڑا۔ "اری نمبردار کے کھیت میں جاتی ہے؟" اس نے گائے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔ "اگر اس نے دیکھ لیا، تو تجھے کاٹ ڈالے گا!"

گائے بھاگ کر باقی جانوروں میں مل گئی، اور موہن پھر درخت کے نیچے آکر جڑ سے سہارا لیکر بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ کچھ بے چین تھا۔ غالباً اسے کسی کا انتظار تھا، وہ بار بار مڑ کر گاؤں کی طرف دیکھتا تھا۔ آخر جب اس کا اضطراب بہت بڑھ گیا، تو اس نے اپنی گٹھری میں سے جس میں وہ اپنی روٹی باندھ کر لایا کرتا تھا۔ بانسری نکالی اور بجانے لگا۔ بانسری کی باریک آواز چہچہاتے ہوئے پرندوں کی آواز سے ہم آہنگ ہوکر فضا میں گونجنے لگی۔

یکایک پیچھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی، موہن نے بانسری ہونٹوں سے ہٹا کر مڑ کر دیکھا۔ ایک چھوٹی سی لڑکی بغل میں کچھ دبائے آرہی تھی، موہن بانسری ہاتھ میں لئے ہوئے اس لڑکی کی طرف دوڑا، اور نزدیک آکر بولا "کیوں ری بملا! لائی چاول؟"

بملا نے اپنی بغل میں سے ایک پوٹلی نکالی، اور طفلانہ معصومیت سے سر ہلا کر کہنے لگی "ہاں ہاں لائی ہوں! یہ دیکھو!"

موہن نے پہلے اس کے ہاتھ میں سے چاول کی پوٹلی چھین لی، پھر ذرا تیوری چڑھا کر بولا "اتنی دیر کیوں لگائی تو نے؟ تجھے معلوم نہیں تھا کہ میں یہاں انتظار کر رہا تھا؟ بھوک کے مارے برا حال ہو رہا ہے، بول اتنی دیر کیوں لگی تجھے؟ بول!"

اس نے مارنے کو ہاتھ اٹھایا لڑکی سہم گئی، اور خوفزدہ نظروں سے موہن کو دیکھنے لگی۔ جس نے پہلے تو اس کے چاول چھین لئے تھے، اور اب اس کو پیٹنے پر آمادہ تھا۔

"مجھے مار دوست!" بملا نے منت کے لہجہ میں کہا "ماتا جی ابھی ابھی پتا جی کے لئے چاول لیکر کھیت پر گئی ہیں۔ جب وہ چلی گئیں، تو میں چاول چرا کر یہاں لائی ہوں"

موہن نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ اور بغیر کچھ کہے پھر نیم کے درخت کے نیچے آکر بیٹھ گیا۔ بملا بھی خاموشی سے اس کے پیچھے پیچھے چلی۔ لیکن موہن کے تیور خراب دیکھ کر کچھ فاصلہ پر بیٹھ گئی۔

موہن کا غصہ ابھی تک نہیں اترا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر بملا کی طرف دیکھا۔ اور کہنے لگا "اتنی دیر تک مجھے بھوکا رکھا، دیکھ تو اب میں بھی تجھے اپنے ساتھ نہیں کھلاؤں گا!"

اس نے پہلے اپنی گٹھری کھول کر دو موٹی موٹی روٹیاں نکالیں جن پر تھوڑا سا ساگ رکھا ہوا تھا۔ پھر چاولوں کی پوٹلی بھی کھول کر برابر ہی رکھ لی اور کھانا شروع کر دیا۔

بملا چپ چاپ بیٹھی موہن کو دیکھتی رہی۔ پھر جب اس نے دیکھا کہ اس کے چرائے ہوئے چاولوں کو اکیلا موہن ہی ختم کر دے گا۔ تو اس سے ضبط نہ ہو سکا۔ اور وہ دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا کر رونے لگی۔

موہن نے اسکی طرف دیکھا، اور پھر جھڑک کر کہا "اری اب روتی کیوں ہے؟"

"مجھے بھوک لگی ہے" بملا نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"بھوک لگی ہے؟" موہن نے کچھ نرم ہو کر کہا "اری تو تو کھا کر آئی ہوگی گھر سے"

بملا نے سر ہلایا "نہیں میں نے تو صبح سے کچھ نہیں کھایا ہے" وہ سادگی سے بولی "تم نے ہی تو کہا تھا کہ اکٹھے کھائیں گے"

موہن کو رحم آگیا بولا "ارے تو تو نے یہ پہلے ہی کیوں نہیں کہدیا! چل جلدی سے آ۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ تو بھی بھوکی ہے"

ببلا نے ساڑھی کے آنچل سے اپنے آنسو پونچھے اور موہن کے برابر بیٹھ کر کھانے میں شریک ہو گئی۔

کھاتے کھاتے موہن کو کچھ خیال آگیا، کہنے لگا "ببلا تجھے یہاں آتے ہوئے کسی نے دیکھا تو نہیں؟"

ببلا بولی "نہیں تو۔ ہاں راستہ میں موہنی ملی تھی، میں نے اسے بھی بلایا، مگر وہ کہتی تھی کہ مجھے پتاجی کی روٹی لیکر کھیت پر جانا ہے"

موہن نے کہا "اگر وہ ہوتی تو اسوقت وہ بھی چاول کھا لیتی نا!"

تھوڑی دیر میں دونوں کھانے سے فارغ ہو گئے۔ اور بیٹھ کر باتیں کرنے لگے۔ ان کی گفتگو بالکل ایسی تھی، جیسے دو معصوم فرشتے ایکدوسرے سے مصروف کلام ہوں، بعض اوقات دونوں کسی معمولی سی بات پر نہایت زور سے کھلکھلا کر ہنس دیتے تھے۔ انکی روحیں آزاد تھیں۔ اپریل کے مہینے میں چلنے والی اس خوشگوار ہوا کی طرح جس کی عطر بیزی اور مشک ریزی مشام جان کے لئے پیغام نشاط لائی ہے۔

اسوقت دونوں زمین پر آمنے سامنے اوندھے لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں کی کہنیاں زمین پر ٹکی ہوئی اور ٹھوڑیاں دونوں ہاتھوں میں رکھی ہوئی تھیں۔ موہن ببلا کے چہرے پر نظر گاڑے اسکی باتیں سن رہا تھا۔ وہ مویشیوں کو بھی بھول گیا، اور اپنی بانسری کو بھی۔ جو اس کے برابر پڑی تھی۔ اس نیم کے درخت کے نیچے دو معصوم روحیں یکجا تھیں۔ جو سفر حیات کی دلکش ترین اور حسین ترین منزل میں ایک دوسرے کی رفاقت کر رہی تھیں

ببلا نے کروٹ لی اور آنکھیں مسل کر بولی "مجھے نیند آئی ہے موہن"

موہن نے اپنی چادر کا تکیہ بنا کر ببلا کو دیدیا۔ اور کہا "لے یہیں سو جا یہاں کافی ٹھنڈ ہے"

ببلا نے ہاتھ بڑھا کر چادر اس طرح سے لی۔ گویا وہ اسکی اپنی ہی ہے۔ اور اسے سر کے نیچے رکھ کر آرام سے لیٹ گئی۔ موہن بھی درخت کے تنے سے کمر لگا کر بیٹھ گیا۔ اور اپنی بانسری کو ہونٹوں سے لگا کر ایک پھونک ماری، ساتھ ہی اسکی انگلیاں اس بے حقیقت لکڑی کے ٹکڑے پر رقص کرنے لگیں۔

ساری فضا پر موسیقیت چھا گئی۔ ببلا کی آنکھیں آہستہ آہستہ جھکنے لگیں، اور ذرا ہی دیر میں بانسری کے نغموں نے اسے تھپک کر خواب کی پرسکون دنیا میں پہنچا دیا۔ اور پھر موہن کی انگلیوں میں سستی آگئی اس نے آنکھیں بند کرلیں۔ اور اس کا سر جھک کر اس کے سینے پر آرہا،

بانسری کا نغمہ ختم ہو گیا۔ اور موہن اس ستار نواز مغنیہ کی طرح خاموش ہو گیا۔ جو تمام رات اپنے کمال کا مظاہرہ کرنے کے بعد صبح کے ابتدائی گھنٹوں میں اپنے ستار پر سر جھکا کر سو رہی ہو،

(۲)

شباب نے انگڑائی لی، حسن بیدار ہوا۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

محو خواب حسینہ نے آنکھیں کھولدیں، اس کا ہاتھ خود بخود ساری پر پہنچا جو سوتے میں ڈھلک گئی تھی، اور اس کے شکنوں میں اپنے سینہ کے اٹھتے ہوئے طوفان کو چھپا لیا، اسوقت وہ کچھ کھوئی ہوئی سی معلوم ہوتی تھی، اسکی آنکھیں دور افق پر جمی ہوئی تھیں اور اس کی نقرئی انگلیاں بیتابی کے عالم میں لکڑی کے ایک ٹکڑے کے ساتھ مشغول تھیں۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔

یکایک وہ خود بخود سمٹ گئی، گویا کسی کی آغوش سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر چونک کر ارد گرد نظر ڈالی۔ اور اپنے تئیں تنہا پا کر خود ہی مسکرا دی وہ خواب دیکھ رہی تھی —— ایک رنگین اور دلفریب خواب —— !

وہ اسی طرح اپنے خیالات میں غرق بڑی دیر تک بیٹھی رہی، سورج افق کے نزدیک پہنچ گیا تھا۔ لیکن اسے بالکل خبر نہ ہوئی، وہ اس نیم خوابی سے اسوقت جاگی، جب کسی نے دونوں ہاتھوں سے اسکی آنکھیں بند کرلیں۔ ببلا اچھل پڑی اور کچھ دیر تامل کرکے بولی "اوہ موہنی تم نے تو میری آنکھوں میں درد کر دیا"

موہنی نے ببلا کی آنکھوں پر سے اپنے ہاتھ ہٹا لئے، اور اس کے برابر بیٹھ کر ہنستے ہوئے کہنے لگی "اسوقت کیا سوچ رہی تھیں تم؟"

"یہاں بیٹھے بیٹھے سو گئی تھی ابھی ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

ببلا نے سر پھیر کر پیچھے دیکھا، تو موہن کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اسکی آنکھیں کسی فوری جذبہ سے چمک اٹھیں۔ لیکن پھر کوئی خیال آتے ہی اس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اس نے شرما کر نظریں جھکا لیں، اور کچھ اس طرح ۔ ۔ ۔ سمٹ گئی۔ جیسے اب سے تھوڑی دیر پہلے خود بخود سمٹ گئی تھی۔ اس کا سارا بدن کانپنے لگا۔ اور وہ خاموش ہو گئی۔

موہن ببلا کے برابر بیٹھ گیا، اور بولا "ابھی ابھی موہنی کہہ رہی تھی، کہ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ جب میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے۔ تو کہنے لگی کہ ببلا کے سامنے ہی بتاؤں گی"

"ہوں" ببلا نے بغیر نظریں اٹھائے جواب دیا۔

"ارے یہ آج کیا بات ہے؟" موہن نے حیرت سے پوچھا "ببلا اسوقت خاموش سی کیوں بیٹھی ہو تم؟" اور پھر اسکی ٹھوڑی کو سہارا دیکر

اس کا منہ اوپر کو اٹھایا۔ لیکن جب اس کا چہرہ موہن کے چہرے کے سامنے آیا، تو ببلا نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ موہن سے آنکھیں ملانا نہیں چاہتی تھی

موہنی یہ سب کچھ دیکھکر اس طرح مسکرا رہی تھی، گویا کوئی بوڑھا آدمی بچوں کی شوخی دیکھ کر خوش ہو رہا ہو۔ آخر اس سے نہ رہا گیا۔ بولی۔ "میں سب کچھ جانتی ہوں موہن: اس کا تعلق بھی اسی بات سے ہے جو میں تمہیں بتانے کو کہہ رہی تھی"

موہنی نے ایک لمبی سی سانس لیکر کہا: "اچھا تو سنو! کل شام..."

موہنی جان بوجھ کر رک رک کر بات کر رہی تھی۔ ببلا پہلے تو آنکھوں آنکھوں میں منع کرتی رہی۔ لیکن موہنی نے کچھ پروا نہ کی اور اسی طرح ہاتھ ہلا ہلا کر باتیں کرتی رہی۔ آخر ببلا سے خاموش نہ رہا گیا، جلدی سے اٹھ کر موہنی کے منہ پر ہاتھ رکھدیا۔

"کیا کرتی ہو موہنی!" اس نے آہستہ سے کہا

موہنی مسکرا کر بولی: "کیوں تمہارا کیا ہرج ہے؟"

ببلا نے پہلے کنکھیوں سے موہن کو دیکھا، اور اس کے چہرے پر سرخی چھا گئی۔ پھر آنکھیں بند کرکے اس نے کہا: "مجھے شرم آتی ہے"

"شرم آتی ہے؟" موہنی نے بناوٹی استعجاب سے پوچھا: "کس سے شرم آتی ہے؟" پھر موہن کی طرف اشارہ کرکے کہا: "کیا ان سے؟"

ببلا نے جواب نہیں دیا، اور دونوں ہاتھوں میں اپنا منہ چھپا لیا۔

"ہاں تو کل شام" موہنی نے پھر کہنا شروع کیا: "تمہارے پتا جی ببلا کے گھر گئے تھے، اور اس کے پتا جی سے کہنے لگے......"

ببلا نے موہنی کے زور سے چٹکی لی۔ بے چاری بلبلا اٹھی۔ "اب تو میں سب کچھ ہی بتاؤں گی" اس نے پیشانی پر بل ڈال کر کہا۔

"آخر تم نے یہ بات مجھے کیوں بتائی تھی، میں تمہارے گھر سننے کیلئے تھوڑا ہی گئی تھی؟" پھر موہن کی طرف منہ کرکے بولی: "تمہارے پتا جی نے اس کے پتا جی سے کہا، کہ دیکھو چودھری موہن اور تمہاری تیری ببلا کا آپس میں بچپن سے ہی بہت پریم ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان دونوں کی شادی ہو جائے"

"پھر کیا جواب دیا ببلا کے پتا جی نے؟" موہن نے بیحد اشتیاق سے پوچھا۔

پیشتر اس کے کہ موہنی کچھ کہہ سکے ببلا دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپا کر وہاں سے بھاگ گئی، موہنی کھڑی ہوگئی اور کہنے لگی "موہن وعدہ کرو، کہ تم ببلا کو واپس لے آؤ گے، نہیں تو میں تمہیں آگے نہیں بتاؤں گی"

"میں وعدہ کرتا ہوں" موہن جلدی سے بولا۔

موہنی نے کہا: "ببلا کے پتا جی نے کہا، کہ میری تو خود ہی یہی مرضی ہے کہ ان دونوں کا سمبندھ ہو جائے......... لو اب جلدی سے جا کر ببلا کو پکڑ لاؤ"

ببلا کچھ دور نکل گئی تھی، موہن اس کے پیچھے آوازیں دیتا ہوا دوڑا اور آخر دو تین ہی منٹ میں اسے جا پکڑا۔

"ببلا چلو نا، موہنی تمہیں بلا رہی ہے" اس نے ببلا کا ہاتھ پکڑ کر کہا

ببلا کی سانس چڑھی ہوئی تھی، اس نے ملتجیانہ انداز سے موہن کو دیکھا اور بولی: "مجھے جانے دو موہن: میں تم سے التجا کرتی ہوں"

موہن کو کچھ رحم آگیا، موہنی کو آواز دیکر اس نے کہا: "موہنی یہ نہیں آتی۔ اب میں کیا کروں؟"

موہنی نے پکار کر کہا: "تم نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا، وہ پورا کرو"

موہن دوبارہ ببلا سے مخاطب ہوا: "ببلا چلو نا آخر کیوں خفا ہو؟"

"نہیں موہن میں نہیں جاؤں گی اسوقت" وہ اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

موہن نے پھر موہنی سے پکار کر پوچھا: "بتاؤ موہنی میں کیا کروں اب؟"

اور موہنی نے وہیں کھڑے کھڑے جواب دیا: "کرو کیا؟ گود میں اٹھا کر لے آؤ، مرد ہو، تم سے اتنا بھی نہ ہو سکے گا؟"

موہن نے کچھ دیر تامل کیا، اور پھر جھک کر اسے اپنے مضبوط اور قوی بازوؤں میں اٹھا لیا۔ ببلا کچھ دیر اس کی گرفت سے نکلنے کی جد و جہد کرتی رہی، لیکن اپنی تمام کوششیں ناکام ہوتے دیکھ کر اس نے اپنا جسم چھوڑ دیا۔ اس کی پیشانی پر پسینہ کے قطرے جمع ہوگئے۔ اور اس کا سر نیچے کو ڈھلک گیا۔

موہن بیخودی کے عالم میں اس مرمریں مجسمہ کو اپنی آغوش میں لئے کھڑا تھا اس سے پہلے اس نے ببلا کو کبھی گود میں نہیں لیا تھا۔ اتنی نزدیک سے اسے دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا، اسے ببلا سے محبت تھی اسلئے کہ جب سے اس نے ہوش سنبھالا تھا۔ وہ ببلا کے ساتھ کھیل کر ہی جوان ہوا تھا۔ لیکن آج اسے ببلا میں کوئی نئی بات نظر آ رہی تھی، اس کے حسن میں ایک نئی کشش اور جاذبیت پیدا ہوگئی تھی۔

ببلا ایک بے جان مجسمہ کی طرح اس کی گود میں پڑی تھی، اس کی قوت مدافعت سلب ہوگئی، اور کسی خوش آیند وقت کے تصور سے اس کی آنکھیں بند ہوگئیں، موہن نے اس کے گداز سینہ پر نظر ڈالی، جس کے مناسب اتار چڑھاؤ اور جس کی تیز تیز حرکت نے پہلی مرتبہ اس کے دل میں عشق و محبت کے لطیف احساسات پیدا کئے تھے، پھر اس کی نگاہ ببلا

کے خاموش مگر تھرتھراتے ہوئے گلابی ہونٹوں پر پڑی، ان ہونٹوں کے تبسم اور ان سے نکلی ہوئی آواز کے ترنم سے اس کے کان اس درجہ آشنا ہو گئے تھے کہ ان کی دلکشی اس کے نزدیک ایک بے معنی سی چیز تھی۔ لیکن آج موہنی کے الفاظ نے اس کی حالت بدل دی تھی، اس کے کانوں میں ایک نیا احساس اور اس کی آنکھوں میں ایک نئی نگاہ پیدا ہو گئی تھی، گرد و پیش کی ہر چیز اسے رومان میں ڈوبی نظر آ رہی تھی، اس کی نظروں کے سامنے سے پردہ اٹھ گیا تھا۔ اور وہ حسن و عشق کی دلفریب وادی کو اس کی تمام رعنائیوں کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔

موہن کچھ کہنا چاہتا تھا، لیکن آواز اس کے حلق میں اٹک جاتی تھی، اس نے ایک گہری سانس لی "ببلا!" وہ اس سے زیادہ کچھ نہ کہہ سکا، لیکن اس ایک لفظ ہی میں وہ سب کچھ کہہ گیا۔ اس بے معنی سے نام میں اسکی تمام حسرتیں اور ارمان پنہاں تھے۔ جب دو دل نشۂ محبت میں سرشار ہوتے ہیں، تو ایک ایک لفظ اور ایک ایک اشارہ میں وہ وہ کچھ کہا جا سکتا ہے۔ جس کی ادائیگی کے لئے الفاظ قطعاً ناکافی ہوتے ہیں

ببلا نے اپنی شرمگیں آنکھیں کھول دیں۔ اس نے پرشوق نگاہ سے ایک لمحہ کے لیے موہن کے چہرے کو دیکھا، پھر اس کے ہونٹوں کو حرکت ہوئی اور اس نے رک رک کر کہا "کیا کہتے ہو موہن؟"

"ببلا مجھے تم سے پریم ہے" موہن کے دل کی گہرائیوں سے آواز نکلی۔

ببلا کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی "میں تمہاری ہوں موہن" اس نے سرگوشی کے انداز میں کہا "اور ہمیشہ تمہاری ہی رہوں گی میں، التجا کرتی ہوں کہ ....!"

موہن نے جواب نہیں دیا۔ اس نے ببلا کو اپنی گود میں ذرا دبایا اور مسکرا دیا، ببلا بھی مسکرا دی، اور اس نے شرما کر منہ پھیر لیا۔

اس تمام گفتگو میں آدھے منٹ سے زیادہ نہیں لگا ہوگا۔ ادھر موہنی نے پھر آواز دی "کیا باتیں کر رہے موہن بھیا؟ بس اسی طرح لئے آؤ!"

موہن اسی طرح ببلا کو گود میں لئے موہنی کے پاس آیا اور اسے نہایت آہستہ سے زمین پر اتار دیا۔ اس کے بعد جب تینوں زمین پر بیٹھ گئے تو موہنی نے شرارت سے کہا "اری ببلا! اگر موہن بھیا کی گود میں چڑھنے کو دل چاہتا تھا، تو صاف کیوں نہیں کہہ دیا؟ ان بہانوں سے کیا ہوتا ہے؟"

ببلا شرما کر مسکرا دی۔ بولی "موہنی! تم مجھے ہر وقت کیوں چھیڑتی رہتی ہو؟"

آسمان کا مغربی گوشہ سرخ ہو گیا تھا۔ موہن نے بانسری ہونٹوں سے لگائی، اور شام کی خاموش اور پرسکون فضا میں ایک دلکش نغمہ گونج اٹھا

(۳)

ان باتوں کو ایک مہینہ ہو گیا۔ محبت کے بھولے دو دل ہر روز تنہائی میں ملتے تھے۔ موہنی ان کی رازدار تھی۔ دو معصوم روحوں کو اکٹھا دیکھ کر اس کو بے انتہا مسرت ہوتی تھی۔

لیکن نشاط و انبساط کا یہ دور کچھ دیر پا ثابت نہیں ہوا، امیدوں اور ارمانوں کا مرغزار بادِ مخالف کے تیز و تند جھونکوں نے برباد کر دیا۔

شام کا وقت تھا، کہ گاؤں کا نمبردار ببلا کے گھر سے نکلا۔ ببلا کا باپ اسے باہر تک پہنچانے آیا، اسوقت وہ بہت خوش معلوم ہوتا تھا، اور نمبردار کی ہر بات پر اس کی باچھیں کھل جاتی تھیں۔

نمبردار اس سے رخصت ہو کر چلا ہی تھا، کہ اسے پھر کچھ خیال آیا اور مڑ کر آواز دی "چودھری جی ایک بات اور کہنا ہے مجھے!"

ببلا کا باپ ایک زرخرید غلام کی طرح دوڑ کر نمبردار کے پاس آیا اور ادب سے جھک کر بولا "فرمایئے سرکار! اور کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

"میں چاہتا ہوں کہ یہ سب بات جلدی ہی طے ہو جائے" نمبردار نے کہا "گوپال میرا ایک ہی بیٹا ہے"

"جو حکم سرکار کا" ببلا کے باپ نے پہلے سے بھی زیادہ جھک کر کہا۔ "لڑکی آپ کی ہے، کل ہی لیجایئے"

نمبردار نے پھر جانے کا ارادہ کیا، لیکن ایک اور بات سوچ کر ٹھہر گیا "مجھے ایک اور فکر ہے چودھری جی"

ببلا کے باپ نے ماتھے پر بل ڈال کر پوچھا "وہ کیا فکر ہے سرکار؟" اسے یہ ڈر تھا، کہ ببلا میں کوئی عیب نکال کر نمبردار معاملہ ختم ہی نہ کر دے۔

"مجھے اس لڑکے کی طرف سے فکر ہے" نمبردار بولا "وہی نا موہن"

ببلا کے باپ نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا۔ اور کہا۔ "اونہہ! اس چھوکرے کا کیا ہے؟ اس کا میں آج ہی انتظام کر دوں گا"

"ہاں مجھے یہی فکر تھی کہ ان دونوں کی سگائی ہو چکی ہے"

"اجی سرکار تو اس سے ہوا کیا؟" ببلا کا باپ بولا "ایک سگائی کیا میں تو پچاس سگائیاں توڑ دوں گا۔ مجھے بھلا کیا معلوم تھا، کہ ببلا کو آپ پسند کر لیں گے؟"

"اچھا چودھری! بس اب میں جاتا ہوں" نمبردار جاتے ہوئے بولا۔

"نمستے سرکار!" ببلا کے باپ نے دونوں ہاتھ جوڑ کر زمین پر جھکتے ہوئے کہا۔

تھوڑی دیر کے بعد جب ببلا باہر سے آئی تو اس کا باپ اسکا انتظار کر رہا تھا، اس نے ببلا کو اپنے پاس بلایا، اور اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر

کہا: "بیٹی ببلا! میں چاہتا ہوں، کہ تم اب موہن سے نہ ملا کرو!"

ببلا کا دل دھک سے رہ گیا۔ اس نے شرما کر سر جھکا لیا، اور اسکے چہرہ پر ارغوانی رنگ چھا گیا! اس کا دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا۔ اور وہ اسوقت کا تصور کرنے لگی، جب وہ موہن کی بیوی بن کر اس کی آغوش محبت میں بیٹھی ہوگی۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے موہن سے ملنے سے کیوں منع کیا جا رہا تھا۔ گاؤں کے دستور کے مطابق شادی سے اکیس دن پہلے لڑکے اور لڑکی کو آپس میں ملنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، تو کیا اکیس دن کے بعد وہ سچ مچ موہن کی ہو جائے گی؟ اسے اس بات کا افسوس تھا، کہ وہ اتنے دنوں تک موہن کو بالکل نہ دیکھ سکے گی۔ یہ دن وہ کس طرح گزار سکے گی؟ انتظار کی گھڑیاں کتنی کٹھن ہوتی ہیں، یہ وہ جانتی تھی یا موہن ایک شام سے دوسری شام کا انتظار ہی ان کے لئے دوبھر تھا۔ پھر اسے موہن کا خیال آیا۔ بیچارہ موہن! جب اسے معلوم ہوگا، کہ وہ مجھے اکیس دن تک نہیں دیکھ سکتا، تو اس کا کیا حال ہوگا؟ وہ خود اپنی زبان سے کتنی بار کہہ چکا تھا، کہ ببلا میں تمہیں دیکھے بغیر ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتا؟ مگر ایک بات سے اسکی تسکین ہوگئی۔ اکیس دن وہ موہن کے اور موہن اسکے تصور میں گزار سکتا تھا۔ اس کے بعد دنیا کی کوئی طاقت انکو علیحدہ نہیں کر سکے گی۔ دو محبت کی پیاسی روحیں ہمیشہ کے لیے اکٹھی ہو جائیں گی اور ہاں موہنی جو موجود ہے، وہ انکی ملاقات کی کوئی نہ کوئی سبیل ضرور نکال لیگی۔ یہ سب کچھ سوچ کر ببلا کا دل کا خوش ہو گیا لیکن وہ اپنے باپ کی زبانی بھی یہ بات سننا چاہتی تھی۔

"کیوں پتا جی کیا بات ہے؟" اس نے بھولے پن سے پوچھا۔ وہ مسم اشتیاق بنی بیٹھی تھی۔ اسکے دل میں امید و بیم کی کشمکش ہو رہی تھی۔

"اب تو نمبردار کی بہو بننے والی ہے؟" اس کے باپ نے کہا۔

ببلا کے دل پر بجلی گر گئی۔ اسے اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا تھا۔ نمبردار کی بہو؟ اس نے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے سرگوشی کے انداز میں کہا

"ہاں بیٹی! اب تو نمبر کی بہو بنے گی۔ ابھی وہ گوپال کے متعلق بات چیت کر کے گئے ہیں؟" اس کے باپ نے جواب دیا۔

ببلا کا سر چکرانے لگا۔ جتنے منصوبے اس نے اپنے دل میں باندھے تھے۔ ان سب کا خون ہو گیا۔ اس کی حالت اس پرندے کی سی تھی، جو خواب میں اپنے آپ کو آزادی کے ساتھ پھولوں کی ٹہنیوں پر اڑتا ہوا دیکھے، لیکن جب آنکھ کھلتی ہے۔ تو خود کو قفس کی تیلیوں میں بند پاتا ہے۔ اس کے باپ نے اسکی تمام آرزوؤں اور ارمانوں پر پانی پھیر دیا اسے موہن کا خیال آیا۔ جب اسے معلوم ہوگا، کہ اس کی ببلا اب اس سے چھن جائے گی، تو بھلا اس کی کیا حالت ہوگی؟ اس کا تو دل پھٹ جائے گا، پھر اسے اپنے وہ الفاظ یاد آئے۔ جو اس نے اسوقت کہے تھے، جب موہن اسے ایک بے بس بچہ کی طرح اپنی گود میں لئے کھڑا تھا۔ اسوقت اس نے کہا تھا: "میں تمہاری ہوں موہن! اور ہمیشہ تمہاری ہی رہونگی" کیا اسے اپنا وہ وعدہ توڑ دینا چاہئے۔ جو اس نے اپنی عمر کے سب سے زیادہ پرکیف لمحہ میں کیا تھا؟ کیا موہن اسے معاف کر دے گا؟ کیا موہن اس وعدہ خلافی کے بعد اس کی صورت دیکھنا گوارا کرے گی؟

وہ کانپ گئی، اس سے ایسا کبھی نہ ہو سکے گا۔ موہن اور ببلا کی پریم میں ڈوبی ہوئی باتیں اس نیم کے درخت نے سنی تھیں جس کے نیچے وہ ہر روز ایکدوسرے سے ملا کرتے تھے۔ ان پرندوں نے سنی تھیں جو ان دو معصوم روحوں کو دیکھ کر ان کی باتیں سننے کیلئے نزدیک کے درختوں پر بیٹھ جاتے تھے۔ اور باد نسیم کے ان خوشگوار جھونکوں نے بھی جو ان کو دیکھ کر آپس میں سرگوشیاں کرتے ہوئے گزر جاتے تھے۔ جو وعدہ ان تمام چیزوں کو گواہ کر کے کیا جائے، اسکا توڑنا بھلا ممکن ہو سکتا تھا؟ اس نے اپنے باپ کی تجویز کی مخالفت کرنے کا ارادہ کر لیا۔

"پتا جی" وہ سر اٹھائے بغیر بولی۔ "آپ ایسا نہیں کر سکتے"

"میں ایسا نہیں کر سکتا؟" اس کے باپ نے حیرت سے پوچھا، "اس کا کیا مطلب"؟

"پتا جی، گاؤں میں سب جانتے ہیں کہ ـــــ"

"کہ تیری شادی موہن سے ہوگی؟" اس کے باپ نے بات کاٹتے ہوئے کہا: "اگر میں تیرے متعلق کسی سے وعدہ کر سکتا ہوں، تو تیرا باپ ہونے کی حیثیت سے مجھے پورا اختیار ہے کہ اپنا ارادہ بدل دوں۔ اس میں کسی کا کچھ زور نہیں"

ببلا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا "میں موہن کو دھوکہ نہیں دے سکتی پتا جی۔ میں اس سے عہد کر چکی ہوں، اس کو بڑا دکھ ہوگا!"

"مجھے موہن کی کچھ فکر نہیں جائے جہنم میں وہ، میں تو تجھے سکھی دیکھنا چاہتا ہوں" اس کے باپ نے ذرا بگڑ کر کہا۔

"موہن کے ساتھ میں بہت سکھی رہونگی پتا جی" ببلا ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں سے اپنے باپ کی طرف دیکھ کر بولی۔

اس کا باپ اور بھی سخت لہجہ میں بولا: "تو خواہ مخواہ ضد کرتی ہے ببلا، جیسا میں کہتا ہوں تجھے ویسا ہی کرنا پڑے گا"

"میرا دل ٹوٹ جائے گا پتا جی" ببلا نے آخری بار منت کے لہجہ

میں کہا۔

"میری بات کو غور سے سن لے بملا! تو ابھی بچی اور نا سمجھ ہے۔ اپنی اچھائی اور برائی کو نہیں پہچان سکتی۔ میں نے دنیا دیکھی ہے۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، کہ تیری بہتری کس صورت میں ہو سکتی ہے۔ گوپال نمبردار کا اکلوتا بیٹا ہے اس کے پاس دولت ہے، مویشی ہیں اور بہت سی زمین ہے اسکی ہر جگہ عزت ہے، گاؤں میں جہاں جاتا ہے، سب اسے سلام کرتے ہیں نمبردار بوڑھا ہو گیا ہے۔ چار دن کا مہمان ہے، اس کے بعد ان تمام چیزوں کا مالک گوپال ہوگا - - - اور تو ہوگی، باپ کی موت کے بعد گوپال نمبردار بن جائے گا اور تو نمبردار کی بیوی ہوگی ــــ سنتی ہے بملا! نمبردار کی بیوی ــــ تجھے اپنے ہاتھ سے کوئی کام نہیں کرنا پڑے گا۔ تیرا حکم ماننے کے لئے بہت سے نوکر چاکر ہونگے۔ اور پھر جب تیرے پاس دولت ہوگی۔ تو ہمیں بھی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے، موہن کے پاس یہ باتیں کہاں ہیں، اس غریب کو کھانے کو روٹی تو میسر نہیں تجھے وہ کیا خوش رکھ سکتا ہے؟ صبح سے شام تک وہ کھیت میں ہل چلاتا ہے، تجھے اس کے ساتھ کام کرنا پڑے گا، اور تیرا پھول سا بدن کملا جائے گا۔ خدا نے تجھے محنت کرنے کیلئے پیدا نہیں کیا ہے"

"پتا جی! بملا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا "من کو سکھی رکھنے کے لئے دھن کی ضرورت نہیں۔ میں دولت کی بھوکی نہیں ہوں"

بملا کے باپ نے تیوری چڑھالی "بملا تو نہیں جانتی تو کیا کہہ رہی ہے!" اس نے کہا "اگر تو گوپال سے شادی کر لے تو تیرے بھاگ کھل جائیں گے ــــ ہم سب کے بھاگ کھل جائیں گے۔ گاؤں کے سب لوگ میری عزت کریں گے۔ تو خود عیش اور چین سے رہیگی، گوپال تیرے واسطے بہت سا زیور اور خوبصورت کپڑے لا کر دے گا۔ تھوڑے ہی دنوں میں لوگ تجھے نمبردانی کہیں گے۔ سمجھی؟

بملا نے ابلتے ہوئے آنسوؤں کی دھند میں سے اپنے باپ کے ظالم چہرہ پر نظر ڈالی، جس کی آنکھوں پر لالچ اور حرص نے پٹی باندھ دی تھی دولت کا یہ غلام سمجھتا تھا۔ کہ اصل خوشی روپیہ پیسہ سے حاصل ہوتی ہے۔ اسے کیا معلوم تھا، کہ جس شخص کے من میں پریم کا سمندر موجیں مار رہا ہو۔ وہ ہر قسم کی دنیوی آسایش سے بے نیاز ہوتا ہے۔ دولت اس کی دیوی تھی اور وہ اس کا پجاری۔ اسی دیوی کی قربانگاہ پر وہ اسوقت اپنی معصوم بیٹی کی مچلتی ہوئی آرزوئیں اور تڑپتے ہوئے ارمان بھینٹ چڑھا رہا تھا آہ! اپنی بیٹی کی فطرت سے وہ کس قدر نا آشنا تھا!! اس کے شیشہ جیسے نازک دل اور اس کے مقدس جذبہ کو وہ کس بے رحمی سے پامال کر رہا تھا!

بملا کی حسرت آمیز اور مایوس نگاہ سے اس کے باپ کا دل مطلق نہ پسیجا۔ وہ بولا "اسوقت میں باہر جاتا ہوں، تو اس معاملہ پر خوب غور کر لے" یہ کہکر وہ بملا کو تنہا چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

(۴)

اس رات بملا کو بالکل نیند نہیں آئی، اپنے باپ کی باتیں اسے رہ رہ کر یاد آ رہی تھیں، اور ان کا ایک ایک لفظ اس کے دل میں نشتر بن کر چبھ رہا تھا۔ آجتک اسے معلوم نہیں تھا، کہ اس کے باپ کو دولت سے اتنی زیادہ محبت ہے۔ لیکن اس کی شام کی گفتگو نے اسکی آنکھوں پر سے پردہ سا اٹھا دیا تھا۔ اور اسے ایک تلخ حقیقت کا احساس ہو چلا تھا۔ موہن کے متعلق بملا کے باپ نے جو الفاظ استعمال کئے تھے ان سے اس کا دل اندر ہی اندر دکھ رہا تھا۔

"مجھے موہن کی کچھ فکر نہیں" اس نے کہا تھا "جائے جہنم میں وہ میں تو تجھے سکھی دیکھنا چاہتا ہوں"

"میرا باپ میری طبیعت سے کتنا ناواقف ہے!" اس نے دل ہی دل میں سوچا "اسے کیا معلوم کہ موہن سے علیحدہ رہ کر میں سکھی نہیں نہیں رہ سکتی!

یہ وہ جانتی تھی، کہ گوپال امیر ہے۔ لیکن اسے دولت کی تمنا نہیں تھی، اس کا دل محبت کا بھوکا تھا، اور صرف موہن ہی اسکی روح کی تشنگی کو بجھا سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر کے خود اپنا تصور کیا۔ وہ گوپال کی بیوی بن گئی تھی، اس کے بہت سے نوکر تھے۔ وہ ایک خوبصورت ساری پہنے ہوئے تھی، اسکا جسم سونے کے زیوروں سے پیلا تھا۔ لیکن اسیوقت اسی موہن کی دھندلی سی صورت نظر آئی، جو لحظہ بلحظہ صاف ہو رہی تھی موہن اسے دیکھ کر غمگین انداز سے مسکرایا، اس کے ہونٹ ہلے اور بملا نے یہ الفاظ سنے "بملا کیا پریم کا یہی انت ہے؟"

بملا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، اور وہ نقشہ ہی اس کے دماغ سے جاتا رہا۔ پھر اسے وہ وقت یاد آیا، جب وہ موہن کے کندھوں پر اپنا سر رکھے . . . بڑی دیر تک بیٹھی رہتی تھی، موہن اس سے پریم کی باتیں کیا کرتا تھا۔ اور وہ مست و بیخود نبی انہیں سنا کرتی تھی جب وہ اپنی کبھی نہ ختم ہونے والی بات ختم کر لیا کرتا تھا، تو بملا کو اپنی آغوش میں آہستہ سے دبا کر کہتا تھا "تم مجھے پاگل سمجھتی ہوگی بملا" جب بملا اس سے پوچھتی "کیوں پاگل کیوں؟" تو وہ جواب دیتا تھا "بملا پریم میں انسان دیوانہ ہی ہوتا ہے" اور بملا مسکرا کر اس سے کہتی تھی "تم سچ کہتے ہو پریتم" اور یہ کہکر دل کی گہرائیوں میں سے ایک سانس لیتی تھی۔

آہ! اب یہ سب باتیں خوابِ موہوم کی طرح ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائیں گی، موہن کو اب وہ کبھی نہ دیکھ سکے گی، اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی بندھ گئی، اور وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔

دوسرے دن اس کا باپ صبح صبح اس کے پاس آیا تو تمام رات رونے اور جاگتے رہنے کے سبب سے اسکی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں، اس کا باپ یہ دیکھکر بغیر کچھ کہے سنے کھیت کو چلا گیا۔ دن بھر کام کر کے جب شام کو وہ واپس پلٹا، تو اس کے پاس ایک گٹھری تھی، اس نے وہ گٹھری لاکر بملا کے آگے ڈال دی اور کہا "لے بملا! نمبردار نے تیرے واسطے ساڑھیاں بھیجی ہیں"

بملا نے گٹھری لے لی، لیکن اسکی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس کی حالت اس ماں کی طرح تھی، جس کا بچہ مر گیا ہو، لیکن اس کے کھلونوں کو دیکھ کر اس کے دل میں بچہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہو، اور وہ آنسو بہا لیتی ہو۔

گٹھری میں چار خوبصورت اور بیش قیمت ساڑھیاں تھیں، لیکن بملا نے لاپروائی سے انہیں ایک طرف ڈال دیا۔ اس رات اسے بےچینی تھی ضرور، مگر اتنی نہیں، جتنی اس سے پہلی رات ہوئی تھی، جاگتے رہنے کی وجہ سے، اس پر نیند کا بےحد غلبہ تھا، اور چارپائی پر لیٹتے ہی وہ دُنیا و مافیہا سے بےخبر ہو گئی۔

صبح کو جب اسکی آنکھ کھلی، تو دھوپ کافی پھیل چکی تھی، اسکا باپ آج ابھی تک کھیت پر نہیں گیا تھا۔ اسے بملا کا انتظار تھا۔ بملا منہ وغیرہ دھو کر سامنے آئی تو اس کے باپ نے نہایت محبت بھرے لہجہ میں کہا: "بیٹی بملا! ذرا ساڑھی پہن کر ہمیں دکھائی تو ہوتی۔ ایک کونے میں سب کیوں ڈال دیا؟"

"پتاجی اسوقت کچھ دل نہیں چاہتا" بملا نے افسردگی کے ساتھ جواب دیا۔

"نہیں بیٹی ابھی پہن لو نا، میں اسی وجہ سے تو کھیت پر نہیں گیا" اس کا باپ بولا۔

بملا بادلِ ناخواستہ اٹھ کر اندر گئی، اور گو پال کی بھیجی ہوئی ایک خوبصورت ساڑھی پہن کر باہر نکلی، اسے دیکھ کر اس کے باپ کی باچھیں کھل گئیں، بولا "بیٹی اس وقت تو کتنی سندر معلوم ہوتی ہے! اور ابھی ہے ہی کیا؟ شادی کے بعد دیکھنا، تو کتنے خوبصورت خوبصورت کپڑے پہنا کریگی" اس نے مصلحتاً زیادہ دیر گفتگو کرنا مناسب نہ سمجھا، اور بملا کی پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر کھیت کو چلا گیا۔

ساڑھی اتارنے سے پہلے اس نے آئینہ میں اپنی صورت دیکھی، اور خود ہی خود اسے اپنے حسن پر حیرت ہو گئی۔ پھٹے ہوئے اور میلے کچیلے کپڑوں میں اسے اپنے متعلق کچھ گمان کرنے کا کبھی خیال بھی نہیں آیا تھا، آج پہلی مرتبہ اس میں یہ احساس پیدا ہوا تھا کہ وہ بھی خوبصورت ہے بڑی دیر تک وہ مبہوت سی آئینہ میں اپنی شکل دیکھتی رہی۔ پھر اسے کچھ خیال آیا، اس نے اٹھ کر اپنے بال بنائے اور ان میں ایک پھول لگایا۔ اور پھر آئینہ میں اپنا منہ دیکھا، اس وقت وہ بلا مبالغہ حور معلوم ہوتی تھی، اسکے لمبے اور سیاہ بال ناگن کی طرح اسکی کمر تک لٹک رہے تھے۔ اس کی مخمور آنکھیں بجلیاں گرا رہی تھیں، اس نے غرور سے سر اٹھا کر پیچھے کی طرف دیکھا لیکن وہ بالکل تنہا تھی، پھر آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر آپ ہی مسکرا دی، اس کے عارضِ تاباں پر سرخی سی چھا گئی۔ ساڑھی کے باریک شکنوں میں اس کا شفاف سینہ، اور اس کا دلفریب اتار چڑھاؤ صاف نظر آ رہا تھا اس کا چاند سا مکھڑا، گلابی ہونٹ، اور اس کے اٹھتے ہوئے جوبن کی بہار کسی دیکھنے والے کے دل کا صبر و شکیب لوٹ لینے کو کافی تھے۔ اس نے اپنے سراپا پر ایک چھلتی سی نگاہ ڈالی۔ اور پھر خود ہی کسی سوچ میں پڑ گئی۔

اسے اپنے حسن اور دلربائی کا احساس ہو چلا تھا، اور اب اس دل میں غرورِ حسن آہستہ آہستہ پیدا ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی جہاں حسن ہو وہاں پرستار بھی ہونگے۔ جہاں شمع جلے گی، وہاں پروانے ضرور آئیں گے۔ اگر اسے دیکھ کر گوپال اپنا دل کھو بیٹھا تھا، تو اس میں تعجب کی بات ہی کیا تھی۔ درحقیقت وہ اس قابل تھی، کہ لوگ اسے آنکھوں میں رکھیں، اور دل میں جگہ دیں۔ موہن نے اس سے محبت کر کے اس پر کچھ احسان نہیں کیا تھا۔ بلکہ موہن کی محبت کا جواب محبت سے دیکر خود موہن پر اس نے احسان کیا تھا۔ جب تک اس کی مرضی تھی، وہ موہن سے ملتی رہی اب اگر وہ اس سے ملنا چھوڑ دے، تو موہن کو شکایت کی قطعاً گنجایش نہ ہو گی، وہ موہن سے ملنے پر کچھ مجبور نہ تھی، اس نے موہن کا خیال کیا، جو اس وقت کھیت میں ہل چلا رہا ہو گا اس کے پھٹے ہوئے کپڑے پسینہ میں تر بتر ہونگے۔ اور اس کے چہرے پر خاک جم گئی ہو گی۔ پھر اس نے ایک ادا سے آئینہ کی طرف مڑ کر اپنا خوبصورت چہرہ، سڈول جسم، گلابی ہونٹ اور بیش قیمت ساڑھی دیکھی، اور خود بخود نفرت کے ساتھ منہ بنایا۔

اس دن رات کو بھی بملا بالکل نہ سو سکی۔ لیکن پہلی رات کیطرح اس کا دل غمگین نہ تھا، وہ اب دولت، عزت، اور اچھے اچھے کپڑوں کے سہاؤنے خواب دیکھ رہی تھی۔ خدا نے اس کو یہ موقع دیا تھا کہ گاؤں کا نمبردار اس کو اپنی بہو بنانے کی خواہش کر رہا تھا۔ کیا اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھانا کفرانِ نعمت نہ ہو گا؟ اسے حیرت تھی، کہ اتنے دنوں وہ

موہن کے ساتھ کس طرح محبت کرتی رہی، موہن کو یہ جرأت ہی کیونکر ہوئی کہ اس سے اظہارِ محبت کرے۔ اس نے یاد کیا، کہ بارہا موہن نے اسے اپنی آغوش میں لیا تھا۔ اور شرم و ندامت سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا، اسے اپنے آپ پر غصہ آ رہا تھا۔ اس نے اپنے پھول جیسے جسم پر ہاتھ لگانے کی موہن کو اجازت ہی کیوں دی ؟

یہ سچ تھا، کہ وہ موہن سے بہت کچھ عہد و پیمان کر چکی تھی۔ لیکن اگر وہ وعدہ کر سکتی تھی تو اسے پورا نہ کرنے کا بھی اسے ہی اختیار تھا،

اب اسے اپنے باپ کے الفاظ کی قدر ہو رہی تھی۔" موہن کے پاس یہ باتیں کہاں ؟" اس نے کہا تھا " اس غریب کو کھانے کو روٹی تو میسّر نہیں۔ تجھے وہ کیا خوش رکھ سکتا ہے ؟ صبح سے شام تک وہ کھیت میں ہل چلاتا ہے۔ تجھے اس کے ساتھ کام کرنا پڑے گا۔ اور تیرا پھول سا بدن کملا جائے گا۔ خدا نے تجھے محنت کرنے کے لئے پیدا نہیں کیا ہے" واقعی اس نے یہ سب کچھ سچ کہا تھا۔

اس نے سوچا میرے باپ کو مجھ سے کتنی محبت ہے! میری بہتری اور خوشی کے لئے وہ کسقدر کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں نے ان کو صاف جواب دینے ؟ ان کی سب تجویزوں کو رد کر دیا ! میں بھی کتنی بڑی بیوقوف تھی، وہ تو انہوں نے عقلمندی سے کام لیکر مجھے سوچنے کی مہلت دیدی، ورنہ اگر میرا جواب نمبردار کو پہنچا دیتے، تو نمبردار اپنے بیٹے کے لئے کوئی اور لڑکی تلاش کر لیتا۔ اور میں پھر اس موہن کے سر منڈھی جاتی۔ تمام دن مجھے محنت کرنا پڑتی، چولہا جھونکتی اور اس کے بچوں کی پرورش کرتی، نہ اچھے کپڑے پہننے کو ملتے، اور نہ زیور، اس غریب کے پاس روٹی کا سہارا تو ہے ہی نہیں، میرے واسطے کپڑے کیا خاک لاتا ؟

صبح کو اس کا باپ پھر آیا۔ بملا کا چہرہ بشاش تھا۔ اور وہ بہت خوش معلوم ہوتی تھی، باپ نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا " بیٹی میں چاہتا ہوں کہ اسی ہفتہ سب معاملہ ختم ہو جائے۔ نمبردار کی بھی یہی خواہش ہے، اور گوپال تو ایک ایک گھڑی گن رہا ہے "

بملا نے سر جھکا کر جواب دیا " جیسے آپ کی خوشی ہو پتا جی "

اس کے باپ کی باچھیں کھل گئیں۔ بولا " شاباش بیٹی، تو نے اسوقت ہماری لاج رکھ لی۔ اچھی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں، میں ابھی نمبردار کے گھر جاتا ہوں "

وہ جانے کے لئے مڑا ہی تھا۔ کہ بملا نے اسے روک لیا " پتا جی " اس نے کہا۔

اس کا باپ رک گیا " کیوں بیٹی کیا ہے ؟"

بملا نے دبی آواز میں کچھ شرما کر کہا " پتا جی! گوپال میرے لئے بہت سی ساڑھیاں لا دیگا ؟"

" ہاں ہاں بیٹی "

" اور بہت سا زیور بھی ؟"

" ہاں ہاں بیٹی "

" بہت سے نوکر میری خدمت کیا کریں گے ؟" اس نے پوچھا

" ہاں ہاں " اس کے باپ نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔

" تو اپنے ہاتھ سے کچھ بھی نہیں کرے گی۔ تیری خدمت کو بہت سے نوکر ہونگے "

" سب میری عزت کریں گے پتا جی ؟" بملا نے پوچھا " سب مجھے سلام کیا کریں گے "

" ہاں بیٹی! سب تجھے سلام کریں گے "

بملا نے غرور سے سر اٹھایا۔ اور بولی " اور ——— اور موہن بھی پتا جی ؟"

" ہاں ہاں موہن بھی بیٹی " اس کے باپ نے زور سے ایک قہقہہ لگا کر کہا۔

(۵)

نیم کے تنہ سے سہارا کئے ہوئے موہن اکیلا بیٹھا تھا، اس کی ٹوٹی ہوئی بانسری اس کے پاس رکھی تھی۔ وہ کسی گہرے سوچ میں تھا، اور اسکی نگاہ دور افق پر جمی ہوئی تھی، اور اس کا سر ایک جانب ڈھلکا ہوا تھا ——— بھیا موہن!" کسی نے آہستہ سے کہا۔

موہن نے بغیر پیچھے سر پھیرے جواب دیا " کیا کہتی ہو موہنی ؟"

موہنی برابر آکر کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ زرد تھا، اور ہونٹ خشک ہو رہے تھے " یہاں اکیلے بیٹھے ہو تم ؟" اس نے سسکی لیکر پوچھا۔

" ہاں اکیلا ہی بیٹھا ہوں " اس نے ٹھنڈی سانس لیکر کہا " بملا کی تو شادی ہو گئی نا، اب وہ یہاں کبھی نہیں آئے گی موہنی، کبھی نہیں "

موہنی نے محبت سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا " موہن بھیا تم رنج نہ کرو۔ بملا تمہاری محبت کے قابل نہیں۔ اس نے تمہارے مقدس جذبہ کی قدر نہ کی، اس نے تمہیں دھوکہ دیا۔ اور اپنے تمام عہد و پیمان توڑ دیئے۔ جو اس نے مجھے گواہ کر کے کئے تھے، آہ! کسے معلوم تھا، کہ اس کے خوبصورت جسم میں پتھر کا دل ہے !"

" ایسا نہ کہو موہنی " موہن نے اداس لہجہ میں کہا " اسے مجبور کیا گیا ہوگا "

موہنی نے غصہ سے زمین پر پاؤں مارا " یہ سب غلط ہے۔ اس

نے زور سے کہا: "بالکل جھوٹ! اگر اس کی اپنی مرضی نہ ہوتی تو کوئی اسے مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ بھلا ہے کسی کی مجال جو میری مرضی کے خلاف میری شادی کر دے۔"

موہن نے مسکرا کر اس کی طرف دیکھا: "یہ کیا کہہ گئیں تم موہنی؟" وہ بولا۔ موہنی جھینپ گئی۔ شرم کے مارے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔ اسے موہن سے بیحد الفت تھی، وہ اسے اپنا بھائی سمجھتی تھی۔ اسوقت اسے رنجیدہ دیکھ کر موہنی کا دل ٹوٹ گیا، وہ اس کے غم میں شریک ہو کر اسے تسلی دینا چاہتی تھی۔

"تم اسے بھولنے کی کوشش کرو موہن بھیا!" موہنی نے کہا: "بملا جیسی بیوفا لڑکی کے لئے خود کو ہلکان کرنا کہاں کی دانشمندی ہے؟"

"میں اسکی بیوفائی سے اپنی وفا کا مقابلہ کرنا چاہتا ہوں موہنی۔" موہن افسردگی کے ساتھ بولا۔ "وہ اپنے عہد و پیمان بھول جائے میں نہیں بھول سکتا۔"

"وہ تو کہتی ہے مجھے موہن سے کبھی بھی محبت نہیں ہوئی، اس نے مجھ سے کیوں محبت کی تھی؟"

"وہ سچ کہتی ہے موہنی!" موہن نے افق پر نظر جماتے ہوئے کہا۔ "لیکن اگر ایسا ہی تھا، تو اس نے مجھے دھوکہ میں کیوں رکھا؟ پہلے سے ہی کیوں نہ بتا دیا؟ اگر وہ پہلے ہی یہ سب کچھ بتا دیتی، تو آج مجھے اتنی تکلیف نہ ہوتی۔"

موہنی برابر بیٹھ گئی، اور پھر محبت سے موہن کا کندھا دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر بولی: "مجھے تم سے دلی ہمدردی ہے موہن بھیا۔ تمہیں اسطرح دیکھکر میرا دل اندر ہی اندر کڑھتا ہے۔"

موہن نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور آہستہ سے بولا: "موہنی! بملا سے محبت کرکے جو نتیجہ میں نے دیکھا اس سے میرا اعتبار عورت کیطرف سے اٹھ گیا۔ میں سوچ رہا ہوں، کہ تمہاری باتوں کا مجھے کسی حد تک یقین کرنا چاہئے۔"

موہنی ایک چوٹ کھائی ہوئی ناگن کی طرح بل کھا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گئی: "موہن بھیا!؟" اسکی آواز غصہ سے کانپ رہی تھی۔

موہن نے حیرت سے اسے دیکھا۔ اس نے موہنی کو اتنا خفا ہوتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے سخت ندامت محسوس ہو رہی تھی، وہ اٹھ کر موہنی کے قریب آیا، اور زیر لب بڑبڑا کر بولا: "مجھے معاف کرنا موہنی!"

موہنی نے سر جھکا لیا، اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے: "تم میرے ساتھ سخت ناانصافی کر رہے ہو موہن بھیا!" اس نے سسکیاں لیکر کہا: "تمہارے ان الفاظ نے میرے دل کو بہت تکلیف پہنچائی ہے۔"

موہن نے اس کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھ دیئے اور بولا: "مجھے معاف کرو موہنی! مجھے سخت افسوس ہے، کہ تمہارے معصوم جذبات کو میرے الفاظ سے ٹھیس لگی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ تمہارے پہلو میں اتنا باوفا دل ہے۔"

موہنی نے اپنے آنسو پونچھے اور دونوں پھر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر دونوں خاموش رہے۔ پھر موہنی نے قفلِ خاموشی کو توڑ کر کہا: "اب تمہارا کیا ارادہ ہے بھیا؟"

موہن نے کچھ سوچکر جواب دیا: "موہنی میں اب یہاں نہیں رہ سکتا میں کسی اور گاؤں میں جا بسونگا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو بھیا! مگر کبھی کبھی یہاں ضرور آیا کرنا، تم کو دیکھکر میرا دل خوش ہو جایا کرے گا۔"

"موہنی میں تمہیں ہرگز نہیں بھول سکتا آج مجھے معلوم ہو گیا، کہ دو عورتوں کی فطرت کسقدر مختلف ہو سکتی ہے۔ تمہارے پہلو میں صحیح معنوں میں عورت کا دل ہے۔" موہن یہ کہکر کھڑا ہو گیا۔ بانسری کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کو اس نے دور پھینک دیا

"خدا حافظ موہنی!" وہ موہنی کا ہاتھ دبا کر بولا۔

موہنی آنسو بھری آنکھوں سے موہن کی لحظہ بہ لحظہ دور ہوتی ہوئی شکل دیکھتی رہی۔ جب وہ تاریکی میں چھپ کر اس کی نظروں سے غائب ہو گیا تو اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پکار کر کہا: "خدا حافظ موہن بھیا!"

موہنی آنکھوں کے ابلتے ہوئے سیلاب کو نہ روک سکی۔ اس نے اپنا منہ چھپا لیا، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، اس نے عمر میں دو ہستیوں سے محبت کی تھی، اور تقدیر نے دونوں کو اس سے چھڑا دیا تھا۔

(۶)

بملا کی ماں نے اپنے آنسو صاف کئے اور بولی: "ہائے اب کھائیں گے کہاں سے؟"

بملا کا باپ دونوں ہاتھوں سے سر کو تھامے ہوئے بیٹھا تھا، اس نے کہا: "افسوس سال بھر کی محنت یوں بیٹھے بٹھائے ضائع ہو گئی۔ آگ نے تو ایک تنکا بھی باقی نہیں چھوڑا۔"

"بدنصیب عورت نے ایک آہ بھر کے کہا: "اب بڑھاپے میں فاقے بھی تو نہیں ہو سکیں گے۔"

بملا کا باپ کانپ گیا: "نہیں ہم فاقے نہیں کریں گے!" اس نے چلا کر کہا۔

"تو اب پھر کیا ہوگا؟ ہمارے پاس نہ پھوٹی کوڑی بھی نہیں"

ببلا کا باپ کچھ دیر خاموش رہا۔ پھر اس کے ذہن میں کوئی تدبیر آگئی "تم مجھ پر چھوڑ دو۔" یہ کہکر وہ باہر چلا گیا۔

آدھی رات کو جب تمام گاؤں والے دن بھر کی محنت کے بعد میٹھی نیند سو رہے تھے۔ نمبردار کے گھر کی طرف سے "چور، چور" کا غلغلہ اٹھا۔ سب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور لاٹھیاں لیکر دوڑ پڑے۔ اندھیرے میں لوگوں نے دیکھا کہ نمبردار کے گھر کی کھڑکی میں سے کوئی آدمی کود کر ایک طرف بھاگا جا رہا تھا۔ سب شور و غل مچاتے ہوئے اس کے پیچھے لپکے۔

یکایک مخالف سمت سے ایک دھندلی سی شکل آتی ہوئی دکھائی دی۔ یہ موہن تھا، جو شہر سے واپس آ رہا تھا اپنے نئے مکان کو جانے کے لئے اسے اس گاؤں میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ دن کے وقت تو وہ گاؤں سے بچکر ہی نکل جاتا تھا۔ لیکن اب چونکہ رات تھی، اس لئے اسے کسی سے دوچار ہونے کا خدشہ ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ اس گاؤں میں سے ہوکر جا رہا تھا۔ اس نے دیکھا۔ کہ گاؤں کیطرف سے ایک شخص بھاگتا ہوا آ رہا تھا اور اس کے پیچھے بہت سے آدمی "چور، چور" پکارتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

موہن دور سے ہی چور کو پکڑنے کے ارادہ سے راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ اور جب چور نزدیک آیا، تو اسکی طرف جھپٹ پڑا۔ چور ایک لمحہ کے لئے ٹھٹک گیا، اور پھر لاٹھی اٹھا کر ایک بھرا ہوا ہاتھ موہن کے سر پر مارا۔ موہن اس اچانک حملے سے بوکھلا گیا۔ لاٹھی اس کے سر پر پڑی اور وہ تیورا کر زمین پر گرا۔ لیکن گرتے گرتے بھی وہ چور سے گتھ گیا۔ اور اسے بھی اپنے ساتھ لے گرا۔

اتنے میں سب لوگ بھی پہنچ گئے۔ اور چور کو ہاتھوں ہاتھ پکڑ لیا ایک آدمی نے جھک کر گٹھڑی اٹھالی، جو چور کے ہاتھ میں سے چھوٹ کر زمین پر گر پڑی تھی، اس گٹھڑی میں کپڑے اور زیور تھے۔ ایک اور آدمی نے روشنی چور کی طرف کر کے اس کا منہ دیکھا۔ یہ ببلا کا باپ تھا۔

"میں نے چوری نہیں کی۔" اس نے چیخ کر کہا۔ "مجھے نہیں معلوم یہ گٹھڑی یہاں کس طرح آئی؟"

اس کی بات پر کسی کو یقین نہیں آیا، سب اسے گھسیٹتے ہوئے ایک کوٹھری میں لے گئے۔ جہاں اسکو بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن اس کے خلاف چوری کی رپٹ لکھائی گئی، اور پولیس کے سپاہیوں نے اسے تھانہ میں بند کر دیا۔

(۷)

موہن کو بیہوشی کی حالت ہی میں موہنی کے گھر پہنچا دیا گیا۔ جہاں وہ بڑی دیر تک بیہوش ہی پڑا رہا۔ موہنی بہت پریشان تھی، دو ہی دن ہوئے موہن اس سے ملنے آیا تھا۔ تو اچھا خاصا تھا۔ اور اس سے بڑی دیر تک باتیں کرتا رہا تھا۔ اب وہ زخمی تھا۔ یہ دوسری بار تھی کہ ببلا کے باپ نے اسے زخمی کیا تھا۔ جسمانی زخم بھر جاتا۔ لیکن کیا روحانی زخم کا مندمل ہو جانا بھی ممکن تھا؟

ہوش آنے پر جب موہن نے اپنے گھر جانے کی خواہش کی تو موہنی نے یہ کہکر اسے روک لیا، کہ جب تک زخم مکمل طور پر ٹھیک نہ ہو جائے۔ تمہارا حرکت کرنا ٹھیک نہیں۔ اس تمام عرصہ موہنی ایک مشفق ماں اور محبت کرنیوالی بہن کی طرح موہن کی تیمارداری کرتی رہی اکثر گزشتہ باتوں کو یاد کر کے وہ آنسو بہا لیا کرتی تھی۔ ببلا کی طرف سے اسکے دل میں رنج تھا۔ لیکن اس کے باپ سے تو اسے نفرت تھی۔ خصوصاً جب سے اسے یہ معلوم ہوا تھا، کہ اس نے ہی موہن کو چوٹ لگائی تھی۔

ایک دن موہنی جب اندر آئی، تو موہن کسی گہرے سوچ میں تھا، موہنی نے اسکی توجہ ہٹانے کو ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں یکایک موہن نے گفتگو کا رُخ پلٹ دیا، اور بولا "موہنی اس تمام واقعہ سے ببلا تو بہت دکھی ہو گی۔"

"ہاں وہ بہت دُکھی ہے موہن بھیا" موہنی نے کہا۔ "اول تو تمام گاؤں کے طعنے نہیں سنے جاتے ہونگے۔ کہ باپ بیٹی کے گھر چوری کرنے کو آیا۔ اس پر طرہ یہ کہ نمبردار اور اس کے بیٹے کے بھی تیور خراب رہتے ہیں۔ بات بات پر گوپال کہتا ہے کہ گھر سے نکال باہر کروں گا۔"

"یہ تو بہت بری بات ہوئی نا پھر؟" موہن نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا۔

اور موہنی منہ بنا کر بولی، "تو یہ بات اس کے باپ کو پہلے سے نہ سوجھی تھی؟ کیوں گیا تھا بیٹی کے گھر چوری کرنے؟"

موہن نے کچھ دیر تامل کیا۔ معلوم ہوتا تھا، کہ اس کے دماغ میں کوئی زبردست کشمکش ہو رہی ہے۔ آخر اس نے سر اٹھایا اور کہا، "موہنی!"

"کیا کہتے ہو موہن بھیا؟"

"موہنی اب انتقام کا وقت آگیا، دو مرتبہ ببلا کے باپ نے مجھے زخمی کیا، اب میری باری ہے۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا آخر؟" موہنی نے کچھ سمجھنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

موہن نے ایک گہری سانس لی اور بولا "اگلے ہفتہ بملا کے باپ پر مقدمہ چلے گا. اور مجھے وہاں گواہی کے لئے جانا ہوگا"

موہنی نے اپنا سر زور سے ہلایا، گویا وہ سب کچھ سمجھ گئی "ٹھیک! اب بھی میں، کیوں موہن بھیا مجھے کچہری میں نہ لے چلوگے؟"

موہن نے محبت سے موہنی کی پیٹھ پر تھپکی دی اور بولا "کیوں نہیں؟ تم بڑی خوشی سے چلو"

موہنی خوش ہوگئی۔ موہن کے چہرہ پر بھی ایک ہلکا سا تبسم آیا پھر اس نے سر جھکا لیا اور کسی سوچ میں غرق ہوگیا۔

(۸)

کچہری کا کمرہ تماشائیوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا بملا کے باپ پر آج مقدمہ چلنا تھا. اور تمام گاؤں امنڈ آیا تھا. اس نوعیت کا مقدمہ آج تک پیش نہیں ہوا تھا. جس میں کسی شخص کو اپنی بیٹی کے ہاں چوری کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہو۔ کچہری میں ایک طرف موہن بیٹھا تھا اس کا زخم ابھی اچھا نہیں ہوا تھا، اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، اس کے برابر موہنی بیٹھی تھی، دوسری طرف کچھ فاصلہ پر بملا بیٹھی تھی موہن نے اسے دیکھا اور اس نے موہن کو. لیکن آنکھ ملتے ہی اس نے سر جھکا لیا، وہ کچھ شرمندہ سی تھی۔

گزرا ہوا زمانہ ایک بار پھر موہن کی نظروں کے سامنے آگیا. اس نے آنکھیں بند کرلیں، اور اس کے دماغ کے پردہ پر چند شکلیں آگئیں، ان میں اس نے بملا اور موہنی کو اچھی طرح پہچان لیا، اسے ایک بڑا سا نیم کا درخت بھی دکھائی دے رہا تھا، جس کے نیچے ان کی ملاقاتیں ہوا کرتی تھیں۔ اپنا بچپن اور بملا اور موہنی کے ساتھ کھیلنا کودنا ——— آہ! کیسا بے فکری کا زمانہ تھا! پھر اس نے محسوس کیا کہ وہ اور بملا بڑے ہو رہے تھے. اور عمر کے ساتھ ساتھ ان کے احساسات اور جذبات میں بھی نمایاں تغیر ہوگیا تھا. وہ منظر بھی اس کی آنکھوں کے سامنے آیا. جب وہ بملا کو اپنی آغوش محبت میں لئے کھڑا تھا. بملا کی نیلگوں آنکھوں میں پریم کا سمندر موجیں مار رہا تھا. اور وہ اس سے محبت اور وفا کے اقرار و پیمان کر رہی تھی "میں تمہاری ہوں موہن" اس نے کہا تھا۔ "اور تمہاری ہی رہونگی، میں وعدہ کرتی ہوں"

موہن نے اضطراب کی حالت میں آنکھیں کھول دیں، بملا سامنے بیٹھی تھی، وہ اب بھی حسین تھی. زمانہ کی بیرحم دستبرد سے اس کی بہار حسن ابھی تک محفوظ تھی. اس میں وہی رعنائیاں تھیں جنہوں نے ایک زمانہ میں موہن کو مست و بیخود بنا دیا تھا. اس کی مخمور نگاہوں میں اب بھی ساغر و پیمانہ کی جھلک تھی، اور اس کے شباب میں اب بھی حشر سامانیاں تھیں. لیکن اب اس کا چہرہ مضمحل سا تھا. گزشتہ واردات کے صدمہ کی وجہ سے اس کا رنگ کملا گیا تھا. اور موہن سوچ رہا تھا "وہ کتنی دکھی ہوگی!"

زنجیروں کی جھنکار نے موہن کو چونکا دیا. چار سپاہیوں کی حراست میں بملا کے باپ کو لاکر ملزموں کے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا. اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں پڑی ہوئی تھیں، اس نے آتے ہی وحشت زدہ نظروں سے موہن کو اور پھر بملا کو دیکھا. اس کی آنکھوں سے وہ نقشہ گزر گیا جبکہ موہن اس کے خلاف گواہی دے گا. اور عدالت اسے لمبی سزا دے گی. نہ معلوم کتنے سال اسے لوہے کی زنجیروں کے پیچھے گزارنا ہونگے!

گھنٹی بجی اور مجسٹریٹ اندر داخل ہوا، اسے دیکھتے ہی بملا کے باپ نے پکارنا شروع کیا "حضور! میں بے گناہ ہوں: میں نے کوئی جرم نہیں کیا ہے" ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر اس کے کہنی ماری، اور اسے خاموش کر دیا۔

سب سے پہلے موہن کا بیان تھا، وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر گواہوں کے کٹہرے میں آکھڑا ہوا، اس نے پہلے سر پھیر کر بملا کی طرف دیکھا، جس کا چہرہ یکایک زرد پڑ گیا تھا. پھر ایک فاتحانہ انداز سے مسکرا کر اس کے باپ کو دیکھا. جو اس طرح کانپ رہا تھا، اور یہ بھی قرین قیاس بات تھی اس کے مجرم ضمیر پر یہ بات بخوبی ظاہر تھی، کہ اس نے موہن کے خلاف ہر امکانی کارروائی کی تھی، ایک مرتبہ اس کی آرزوؤں اور امنگوں پر پانی پھیر دیا تھا اس کی حسرت اور ارمان بھرے دل کو چٹکیوں سے مسل کر پھینک دیا تھا اور دوسری مرتبہ اس کی جان لینے کو ہاتھ اٹھایا تھا. اب موہن کی باری تھی، انتقام کا وقت آگیا تھا

عدالت نے ملزم کی طرف اشارہ کرکے موہن سے پوچھا "تم اس شخص کو جانتے ہو؟"

موہن نے ملزم کی طرف دیکھا اور بولا "ہاں میں اس شخص کو اچھی طرح جانتا ہوں، مجھے افسوس ہے، کہ میری بیماری کے سبب سے اس شخص کو اتنی تکلیف اٹھانا پڑی"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" مجسٹریٹ نے حیران ہوکر پوچھا۔

"یہی کہ یہ شخص بے گناہ ہے، میری بیماری نے اتنی مہلت ہی نہ دی کہ میں تمام بات صاف کر دیتا" موہن نے کہا.

عدالت نے سوال کیا "تو پھر اصل قصہ کیا ہے؟"

موہن نے کہا "مجرم میں ہوں، چوری کرنے میں نمبردار کے گھر گیا تھا

اور جب خبر ہو جانے پر میں کھڑکی سے کود کر بھاگا، تو گاؤں والے سب شور مچاتے ہوئے میرے پیچھے دوڑے۔ سامنے سے یہ شخص آ رہا تھا اور شور سنکر میرا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا۔ میں نے اس کو لاٹھی مارنا چاہا لیکن یہ پہلے وار کر چکا تھا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کہ کیا ہوا جب مجھے ہوش آیا تو میں نے سنا کہ اس شخص کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

عدالت کے کمرہ میں شور مچ گیا۔ لوگ چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ بملا کا چہرہ مسرت سے چمکنے لگا۔ اس کے باپ نے اطمینان کی سانس لی۔ ہنسی مبہوت سی بیٹھی تھی۔ اس کا سر چکرا رہا تھا۔ اور وہ تمام کارروائی سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

اس کے بعد بملا کی ماں آئی۔ اس نے کہا "رات کے وقت میں سو رہی تھی، کہ کسی کے پاؤں کی آہٹ سے میری آنکھ کھل گئی۔ لالٹین کی روشنی میں میں نے دیکھا، کہ کوئی شخص میری طرف پیٹھ کئے ہوئے صندوق کھولنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جب اس نے میری طرف منہ پھیرا تو میں نے پہچان لیا وہی شخص ہے۔" بملا نے موہن کی طرف اشارہ کیا، جو کھڑا ہوا مسکرا رہا تھا۔

بملا کے باپ نے بیان دیتے ہوئے کہا "میں رات کو منڈی سے واپس گاؤں آ رہا تھا۔ کہ دور سے ایک آدمی دوڑتا ہوا دکھائی دیا۔ جس کے پیچھے اور بہت سے آدمی شور مچاتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔ میں راستہ روک کر کھڑا ہو گیا، تو اس نے مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ لیکن میں نے پہلے اسے گرا دیا، اس کے بعد سب آدمی آ گئے۔ اور انہوں نے مجھے پکڑ لیا"

مجسٹریٹ نے اس کی طرف دیکھا۔ اور پوچھا تم کچھ اور کہنا چاہتے ہو؟

موہن نے مسکرا کر پہلے بملا کو، اور پھر اس کے باپ کو دیکھا، اور بولا۔ "نہیں سرکار! میں نے چوری کر کے ایک گناہ کیا ہے۔ اب جھوٹ بول کر اسے اور بھاری کرنا نہیں چاہتا۔"

عدالت کی طرف سے موہن کو ایک سال قید بامشقت کی سزا ہوئی

موہنی کے منہ سے ایک چیخ نکلی۔ سپاہیوں نے آگے بڑھ کر موہن کے ہتھکڑی لگا دی۔ لیکن وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ اس کا انتقام پورا ہو گیا تھا............!!

شاطر حکیمی کامٹی

نوجوان کسان

دھوپ کی شدت سے دریا خشک ہیں صحرا اداس — جانور کچھ پھر رہے ہیں کھیتوں کے آس پاس!

لو کا یہ عالم کہ مانگے سے نہیں ملتی پناہ! — دن کی پیشانی پہ جیسے رات کا عکسِ گناہ

آگ کے شعلے اگلتی ہے زمینِ گل عذار — مجھ کو ڈر ہے سنگ و آہن میں نہ آ جائے گداز

یہ ہوا کے تند جھونکے اور یہ آندھی کا زور! — کبر کی محفل میں جیسے وقت کے ماروں کا شور!

سر برہنہ پاؤں ننگے دھیان میں کھویا ہوا، — ہل چلائے جا رہا ہے عافیت کا — "دیوتا"

آنکھ میں غصہ کی سرخی دل میں دردِ اضطراب — اور ماتھے پہ پسینہ کھا رہا ہے پیچ و تاب

یہ جوانی یہ تنِ نازک یہ کھدر کا لباس — کیوں نہ مرجائے مرے حساس دل کی بھوک پیاس

بانیٔ جبر و تشدد یعنی اے سرمایہ دار — دیکھ کس محنت سے کھیتی کر رہا ہے کاشتکار

دیکھ تیری ہستیٔ ناپاک مٹ جانے کو ہے
ہاں تری دنیا میں ظالم انقلاب آنے کو ہے

سراج الدین ظفر

لالہ و گل

ذرّے ذرّے میں محبت کا جو اعجاز نہ ہو
ابر آوارہ نہ ہو سبزہ سرا فراز نہ ہو

میری ہر سانس کوئی سلسلۂ راز نہ ہو
پردۂ جاں میں کہیں خود تری آواز نہ ہو

پردۂ راز ہیں سرگرمِ تگ و تاز نہ ہو
اس طرح آ کہ کوئی پردہ نہ ہو راز نہ ہو

بے کسی جرمِ سر انجمنِ ناز نہ ہو
ڈر رہا ہوں کہ شکایت کا یہ انداز نہ ہو

دور رہتا ہوں ترے در سے ہمیشہ کہ کہیں
عشق آلودۂ ذوقِ ہوس و آز نہ ہو

تو نہ آئے جو گلستاں میں تو اے جانِ بہار
پھر کبھی بادِ سحر زمزمہ پرداز نہ ہو

عشق مجھکو مہ و انجم سے بھی آگے لے جائے
زندگی میری اگر حائل پرواز نہ ہو

کہیں یہ بھی نہ ہو آدابِ محبت کے خلاف
سانس بھی لے کوئی اسطرح کہ آواز نہ ہو

اور بھی راہِ وفا میں ہیں مسائل درپیش
روحِ بے تاب ابھی بر سرِ پرواز نہ ہو

مسکراتے ہیں ستارے مجھے چھوڑو کہ کہیں
اس طرف سے یہ مجھے دعوتِ پرواز نہ ہو

پردۂ زیست اٹھا اے ہوسِ روئے حبیب
یہ جو اٹھ جائے کوئی پردہ نہ ہو راز نہ ہو

درد پہ ناز ہے مجھکو کہ عنایت ہے تری
کون ہے جس کو عنایت پہ تری ناز نہ ہو

دیکھ پائے کسی کافر کا جو اندازِ خرام
بوئے گل پھر کبھی آوارۂ پرواز نہ ہو

روز سنتا ہوں ہواؤں کے ترانے کہ کہیں
ترا پیغام نہ ہو، یہ تری آواز نہ ہو

شاعرِ راز ہوں ساز اپنا اٹھاؤں جو ظفر
دوسری میرے مقابل کوئی آواز ہو

پروفیسر عشرت رحمانی
(ایم اے)

(ریڈیائی ڈراما)

طوفانِ حیات

افرادِ تمثیل

(۱) ماشا . . . . ایک نوجوان ملاح
(۲) شامو . . . . . . ایک ماہی گیر کی نوجوان لڑکی (ماشا کی منگیتر)
(۳) سمندر کا دیوتا . . . .
(۴) ہوا کا دیوتا . . . .
(۵) چند اور آوازیں . . . .

تمہید (محبت ایک معمہ ہے. جسکو دنیا کے بڑے بڑے فلاسفر، عالم، پنڈت اور سیانے حل نہیں کر سکے. کہتے ہیں محبت انسان کو دنیا سے کھو دیتی ہے اس بیماری کا کوئی علاج نہیں. مگر جاننے والوں کے نزدیک محبت کا درد دل کی دوا بنتا ہے. اسکو علاج کی حاجت ہی نہیں. محبت اصل میں ایک سہانا خواب ہے. جسکی تعبیر میں ایک نئی زندگی ملتی ہے۔ اور اس زندگی کے دلچسپ زمانے کی کبھی انتہا نہیں ہوتی۔ موت بھی محبت کی زندگی کا ایک پیارا کھیل ہے۔ آسمان کتنے ہی رنگ بدلے. کیسے ہی طوفان آئیں، گھٹائیں چھائیں، آندھیاں چلیں، دنیا کی ہر چیز مٹ کر خاک میں مل جائے مگر محبت کے بوئے ہوئے پودوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا. (محبت میں فنا ہونا حیاتِ جاودانی ہے)

آبادی سے دور بہت دور ایک مختصر سا جزیرہ تھا — اس جزیرے میں سوائے چند چپروں کے یا چند سخت جان جھاڑیوں کے اور کوئی چیز نہیں تھی. طوفان اور آندھیاں آتی تھیں۔ اور چند جانیں جھینٹ لیکر چلی جاتی تھیں۔ چاندنی راتوں میں جوار بھاٹا آتا۔ اور وہ بھی چند زندگیوں کا خراج وصول کر لیتا. آبادی سے دور — بہت دور بسنے والے نوجوان ماہی گیر مچھلیاں پکڑنے جاتے تھے — اور بڈھے لوگ کنارہ پر بیٹھے ہوئے انکی سلامتی کی دعائیں مانگا کرتے تھے عورتیں گھروں میں انکے آنے کا انتظار کیا کرتی تھیں.

اس جزیرے کی مختصر آبادی میں - دو نوجوان دل ایسے تھے. جنکے دلوں میں محبت کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا. اور اسکی لہریں دن بدن بڑھتی جاتی تھیں — ماشا ایک نوجوان ملاح تھا. اور شامو ایک غریب ماہی گیر کی لڑکی — دونوں فطرت کی گود میں پل کر جوان ہوئے تھے.

چلئے! آبادی سے دور. بہت دور - اس بستی میں جہاں ماشا اور شامو کی محبت اپنا نکھرا ہوا روپ دکھا رہی ہے. انکی شادی کی تاریخ ٹھیر چکی ہے)

پہلا سین

[ایک ماہی گیر کی جھونپڑی. رات کا وقت ہے. شامو بے خبر سو رہی ہے. کل اس کے بیاہ کی تاریخ ہے. اس کے ماں باپ رشتے کنبے کے لوگوں کو بلانے گئے ہیں. شامو کو سوتے میں ایسا معلوم ہو رہا ہے. جیسے محبت کے فرشتے: دور سے اسے میٹھے میٹھے سروں میں گیت سنا کر جگا رہے ہیں.]

(یہاں بہت دور سے گانے کی سی آواز آتی ہے. گویا شامو خواب سن رہی ہے)

(گانا) جاگ اے حسین جاگ . . . . جاگ . . . .
تو جو محوِ خواب ہے
عشق بھی خراب ہے
سو رہی ہے زندگی
سو رہے شباب بھی
جاگ اے حسین جاگ

(شامو ایک بھیانک خواب دیکھ کر جاگتی ہے)

شامو:- (ایکدم سوتے سے جاگ کر ڈری اور سہمی آواز میں) ہا — ہا ہا ہائیں! دیوتا بھگوان! ...... یہ ..... یہ ..... کیا تھا — میں نے کیا دیکھا۔ ایسا بھیانک سپنا — اوہ ..... کیسا ڈراؤنا خواب — کیا تھا یہ

(ماشا آتا ہے)

شامو:- (آہٹ سے گھبرا کر) کون ہے یہ؟ کیا —؟

ماشا:- کیا ہو رہا ہے؟

شامو:- کون ماشا تم؟

ماشا:- ہاں میں — کیوں؟ میں اس وقت نہ آؤں کیا؟

شامو:- نہیں تو — کیوں نہ آؤ — میں ابھی .....

ماشا:- ابھی سو کے اٹھی ہو — اوں — میرے آنے سے بے چین ہوئیں؟

شامو:- نہیں ماشا! تمہارے آنے سے بے چین —؟

ماشا:- کیوں نہیں کیا؟

شامو:- تمہیں دیکھنا سب سے بڑا چین ہے۔ تمہارے نہ آنے سے بے چین —

ماشا:- یہ میرے دل کی بات تمہاری زبان سے

شامو:- کیوں نہیں — جو تمہارے دل میں ہے وہ میری زبان پر

ماشا:- شامو! ہمارے کیسے اچھے نصیب ہیں — ہماری محبت کے خواب کی —

شامو:- خواب — اوہ — ماشا — ابھی میں نے ایک خواب دیکھا۔

(آواز کانپتی ہے)

ماشا:- ہیں شامو۔ تم کانپ رہی ہو — کیسا خواب؟

شامو:- اُف — بہت ڈراؤنا — خواب —

ماشا:- تم خواب سے ڈر گئیں شامو۔ (ہنسنا)

شامو:- ہاں ماشا — بہت ڈراؤنی باتیں دیکھ رہی تھی۔

ماشا:- (ہنسنا) ارے چھوڑو بھی — خواب کی باتوں کا کیا کہنا۔

شامو:- تم ہنس رہے ہو ماشا۔ سنو تو، میں نے کیا کیا دیکھا۔

ماشا:- اونہہ۔ بھول جاؤ — سب خیال کی باتیں ہوتی ہیں — خواب کوئی چیز نہیں — ہم محبت کے پیارے خواب دیکھ رہے ہیں۔ ڈراؤنی باتیں ہمارا کیا بگاڑ سکتی ہیں؟ (ہنسنا) یہ ہماری خوش نصیبی کے دن ہیں — ہنسو شامو، خوش رہو۔

شامو:- (مسکرا کر) دیوتا ہمیں سدا ہنسی خوشی رکھیں۔

ماشا:- سدا خوش رہیں گے شامو — خوشی کا زمانہ آگیا ہے — جانتی ہو کل کیا دن ہے —

شامو:- کل — (شرما کر ہنسنا) میں جانوں — بسنت ہے۔

ماشا:- (ہنستا ہے) ہاں بسنت تو ہے۔ مگر یہ ہماری زندگی میں پہلا بسنت ہے۔ تم بن رہی ہو — یہ کاہے کیلئے ٹھیرا ہے شامو ذرا بتانا۔

شامو:- میں کیا جانوں — سنا ہے — کہیں کسی کا بیاہ ہے۔ اوں!

ماشا:- کہیں! کسی کا! بیاہ!! (ہنسنا) واہ ری میری بھولی دلہن۔ اچھا تمہارے پتا اور ماتا جی کہاں گئے ہیں۔

شامو:- برادری میں لوگوں کو بلاوے دینے گئے ہیں۔

ماشا:- کیوں؟ کسی کے بیاہ کے بلاوے وہ کیوں دینے لگے۔

شامو:- میں کیا جانوں — تم ہی ان سے پوچھنا! -

ماشا:- ان سے کیوں پوچھوں — میں آپ ہی نہ بتا دوں۔

شامو:- کیا ہے

ماشا:- تمہارا بیاہ ہے (ہنسنا)

شامو:- (شرما کر) ہوں — ایسی باتیں کروگے، تو ہم نہ بولیں گے۔

ماشا:- واہ — یہ کوئی بری بات تھی!

شامو:- پھر ہم بھی کہدیں گے —!

ماشا:- بھلا تم کہوگی کیا —؟

شامو:- یہی کہ تمہارا بیاہ! (ہنسنا)

ماشا:- اچھا — یہ تو سب سے اچھی بات ہے — کہے جاؤ — میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا خوشی ہے۔

شامو:- ماشا —

ماشا:- شامو۔

شامو:- کیا کل سچ مچ تمہارے بیاہ کا دن ہے؟

ماشا:- ہاں ہاں؟ — اور تمہارے بیاہ کا دن — کیوں!! ہمارے بیاہ کا — مدتوں بعد ہمارے نصیب کے پھول کھلے۔ بس تو مرادوں کے دن ہیں مرادوں کی راتیں۔

شامو:- آج کی رات کیسی پیاری ہے!

ماشا:- کل کا دن اس سے بھی پیارا ہوگا۔

شامو:- ماشا۔ پھولوں کی خوشبو کیسی۔

ماشا:- پھولوں کی خوشبو ہی مست نہیں — شامو آج دنیا کی ہر چیز

مست ہے۔ پھول ہماری خوشی پر ہنس رہے ہیں۔ چاند کو دیکھو! کھلا جاتا ہے۔ پیاری شامو کو دیکھتا ہے۔ اور مسکراتا ہے۔

شامو :- آہا — آج چاندنی رات ہے۔ سچ مچ چاند کی رات بھی کیسی سندر ہوتی ہے

ماشا :- مگر آج چاندنی کی بہار ہی اور ہے شامو۔ آکاش سے نور برس رہا ہے۔ میرے چاند کو دیکھ کر تارے بھی مسکرا رہے ہیں۔ یہ سب ہمارے نصیب کے باغ کے پھول ہیں شامو۔

شامو :- نہیں۔ رت کی پری ہماری خوشی پر ناچ رہی ہے۔ اور یہ تارے اس کے گلے میں موتیوں کی مالا ہے کیوں یہ سجاوٹ سدا بنی رہے ماشا۔

ماشا :- کیسی پیاری بات۔ ہماری محبت کے باغ کی بہار یونہی کھلی رہے۔ (کسی کی ہنسنے کی آواز دور سے "ہا ہا ہا ہا")

شامو :- ارے یہ کون — ہنسا —

ماشا :- کوئی بھی نہیں، تمہیں تو کچھ وہم ہو گیا ہے۔

(پھر ہنسی کی آواز)

شامو :- نہیں ماشا، کوئی پھر ہنسا — وہ سنو . . .

ماشا :- چھوڑو ان باتوں کو شامو۔ دیکھو ہماری محبت کی دنیا کیسی سندر ہے۔ ہم اب اس بہاروں کی دنیا میں چین کی بنسی بجائیں گے"

شامو :- سچ ہے ماشا۔ دیکھو تو یہ پھول۔

(دور سے شور کی آواز)

ماشا :- ہیں یہ شور کیسا —

شامو :- اونہہ — ہوگا کچھ — پھولوں کو تو دیکھو — آج ہماری چبوتری کے چاروں طرف سارے کھل رہے ہیں۔

ماشا :- اور جو رہ گئے ہیں وہ صبح تک کھل کر بہار دکھائیں گے۔ مگر کیسے جانتی ہو؟ —

شامو :- ہاں تبارن! ماشا دولہا کے سر پر چڑھیں گے۔

ماشا :- نہیں — شامو دلہن کے گلے میں کھلیں گے (دونوں کا ہنسنا)

شور کی آوازیں بڑھتی ہیں اور ہوا کی سائیں سائیں

ماشا :- یہ شور تو سمندر کا ہے۔ کیا ہوا۔

شامو :- کچھ بھی نہیں — تمہارے کانوں میں ہر وقت سمندر کا شور رہتا ہے۔ وہی گونجتا ہے۔ اب یہاں بیٹھے بیٹھے جی گھبرا گیا تو سمندر کا دھیان آگیا۔

ماشا :- نہیں شامو — ایسی باتیں نہ کہو — میرے کانوں میں تو ہر وقت تمہاری رسیلی آواز گونجتی ہے — سمندر کے شور میں بھی مجھے تمہارے پیار کی میٹھی باتوں کا مزا آتا ہے"

شامو :- یہ سب میرے بہلانے کی باتیں ہیں۔

(شور کی آوازیں بڑھتی ہیں)

ماشا :- نہیں نہیں شامو — سنو تو — ہوا کیسی تیز ہے — اور سمندر کے شور کی آوازیں بھی بڑھ رہی ہیں۔ نجانے کیا ہے۔

شامو :- ہوگا کچھ — تمہیں کیا سوچ ہے۔ تمہارے کام کا وقت نہیں رات ہے۔

ماشا :- اوہو — دیکھو نا بادل چھا گئے — چاند بھی چھپ گیا اندھیرا ہو رہا ہے

شامو :- تمہیں کیا ڈر ہے —

ماشا :- مجھے — میں اس شور کو دیکھنے ذرا —

شامو :- نہیں، شور کو دیکھنے میں نہ جانے دونگی۔ تم رات کو تو کشتی نہیں چلاتے — تمہاری بلا سے کچھ ہوگا۔

ماشا :- تمہاری خوشی مگر —

شامو :- مگر کیا؟ — ماشا — اب میں تمہیں ہر وقت کشتی نہیں چلانے نہیں جانے دونگی —

ماشا :- اچھا (ہنسکر)

شامو :- اور کیا تم مجھے اکیلا چھوڑ کر دن رات کشتی کھیتے پھرو گے اور میں بے آس بیٹھی ہچکولے کھاتی رہوں گی۔

ماشا :- نہیں۔ شامو جو تم کہوگی وہی ہوگا۔

شامو :- کیا تم کل سمندر میں کشتی . . . . —

ماشا :- نہیں — کل میں پریم ساگر میں مگن —

(ایکدم شور تیز ہو جاتا ہے — ہوا بے حد زور پر ہے۔ چیخوں کی ترتیب ہو جاتی ہیں۔ ماشا گھبرا کر اٹھتا ہے۔ اور جانے کا ارادہ کرتا ہے)

شامو :- نہیں نہیں۔ ماشا! تم اس وقت نہیں جا سکتے۔

ماشا :- میں جلدی آ جاؤں گا۔

شامو :- ہرگز نہیں۔ میں تمہیں کبھی نہ جانے دونگی — میں نے ایسا ہی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ اُف یہی — بالکل یہی۔ آندھی شور — طوفان۔ (شور)

ماشا :- شامو میرا فرض ہے۔ مجھے سمندر پر جانا چاہیئے۔

شامو :- ماشا۔ اب تم پر میرا حق ہے — کل ہمارا بیاہ ہے۔ کیا تم میرا

کہنا نہیں مانوگے۔

ماشا: کیوں نہ مانوں گا۔ شامو۔ مگر۔ اُف دیکھو تو طوفان کا کیا حال ہے۔ نجانے ۔۔

(طوفانی شور جاری ہے۔ شامو گھبراتی ہے)

شامو: اسی لئے۔ اسی لئے میں تمہیں نہیں جانے دونگی۔ میں نے ابھی خواب میں دیکھا تھا۔ اف ۔ میں تھی اور تم۔ ہم دونوں سمندر کے کنارے پھولوں سے کھیل رہے تھے۔ تم مجھے تھپک تھپک کر سلا رہے تھے۔ اور سریلی آواز میں کچھ گا رہے تھے۔

ماشا: یہ سب خیال ہے شامو۔ ہم سدا ہنسی خوشی کھیلتے رہیں گے

شامو: (جلدی جلدی گھبرائی ہوئی آواز میں) نہیں ۔ سنو۔ ابھی سب کچھ اتنے میں ایکدم پانی کا شور اور ہوا کا زور بند ہوگیا۔ طوفان آیا۔ اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔ سمندر کے طوفان میں تم جاکر پھنس گئے ۔ اور (آواز بھرا جاتی ہے) نہیں نکل سکے۔ ۔ آہ! میں نے بہت ڈھونڈا بہت دیکھا۔ سمندر کی تہہ میں کھوج لگایا۔ پھر نجانے کیا ہوا ہم دونوں کہاں گئے۔

ماشا: شامو یہ سب خیال کی باتیں ہیں۔ مجھے جانا چاہیئے۔ میرا فرض۔

شامو: کل ہمارا بیاہ ہے۔ اور تم طوفان میں جا رہے ہو۔ ماشا ٹھہرو۔

ماشا: میں ابھی آجاؤں گا ۔ تم نہ گھبراؤ۔ جہاز ڈوب نہ جائے۔

شامو: نہیں۔

باہر سے آواز: "ماشا۔ طوفان بہت بڑھ گیا ہے۔ جلدی چلو"

ماشا: دیوتا ہماری مدد کریں۔ شامو! میں جاتا ہوں۔

(ماشا جاتا ہے۔ شامو اس کو پکڑتی ہے چیختی ہے۔ ہوا کی سائیں سائیں انسانی چیخوں کی طرح ..... سنائی دیتی ہیں)

آواز: شامو۔ نہیں۔ ماشا نہیں۔ مت جاؤ۔ آہ ۔ تم کہاں جاتے ہو ٹھہرو۔ نہ جاؤ

ماشا: چھوڑ دو شامو ۔ مجھے جانا ہے۔ (چلا جاتا ہے)

شامو: آہ! ماشا کہاں جاتے ہو۔ چلا گیا ۔ وہ کہاں گیا (شور و غل اور طوفان) مدد (ہوا کدم تیز) اُف! مدد ۔ میرے ماشا کو بچا ! دیوتا بھگوان !! ۔

(طوفانی شور اور ہواؤں کا زور ۔ طوفان کی تباہیوں کی آوازیں لوگ چلا رہے ہیں، اسی میں دیوتاؤں کی آوازیں ملی جلی رہی ہیں، جیسے شامو کے کانوں میں گونج رہی ہیں)

ہوا کا دیوتا: (سائیں سائیں۔ سائیں) سمندر کے دیوتا اب بس کرو۔

(خوفناک آواز)

سمندر کا دیوتا: (شائیں شائیں) ہوا کے دیوتا۔ !! ابھی اور ابھی اور

ہوا کا دیوتا: سمندر کے دیوتا یہ زور۔ (خوفناک آوازیں)

سمندر کا دیوتا: ابھی اور ۔ ابھی اور ۔ ابھی اور اور اور ...

شامو: آہ! کیسا شور ۔ کیسا زور کا طوفان ۔ دیوتاؤ ۔ یہ کیسی آوازیں ۔ ماشا کو کہاں ڈھونڈوں۔ کیسے جاؤں ۔ ماشا تم کہاں ہو۔ کہاں ہو ۔

ہوا کا دیوتا: سمندر کے دیوتا ۔ اب دکھا چکو زور۔

شامو: آہ دیوتاؤ! مدد ۔ مدد ۔ ہمارا بیاہ۔

(شور میں آوازیں دب کر رہ جاتی ہیں)

میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں ۔ ماشا کہاں ہو ۔

سمندر کا دیوتا: ابھی کچھ نہیں ہوا ۔ ابھی اور ۔ ابھی اور ۔ ابھی اور اور ۔ اور ۔ اور (ہنستا ہے)

(خوفناک قہقہوں کی گونج)

(طوفانی زور، ہوا۔ بادل کی گرج ۔ آوازیں چیخ پکار)

دُوسرا حصّہ

(سمندری سین)

طوفان کی رات کے بعد۔ صبح کے وقت

سمندر کا کنارہ: (رات بھر طوفان کا زور شور رہا ہے۔ اب آہستہ آہستہ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مگر ابھی باقی ہے۔ شامو نے رات مشکل سے اس آفت میں گذاری ہے۔ صبح ہوتی ہے۔ سمندر کے کنارے بھاگ کے پہنچی ہے۔ جہاز تباہ ہو چکا ہے۔ ڈوبے ہوئے لوگوں کی چیخ پکار ابھی تک جاری ہے۔ ہلکا ہلکا ہوا کا زور اس کے ساتھ بیاں ہلکی ہلکی نغمہ کی لہروں کا مل جل کر ایک دلدوز سماں پیدا کرنا)

شامو: (گھبرائی ہوئی آواز میں) دیوتاؤ: مدد!! طوفان تو کم ہوگیا۔ میرا ماشا کہاں ہے ۔ (کسی سے) بھائی تم نے ماشا کو دیکھا ہے؟

جواب: کیا دیوانی لڑکی ہے۔ یہاں کسی کو اپنی خبر نہیں۔ ماشا کی کسے پڑی ہے (کئی آوازیں) لڑکی راستے سے ہٹ جا۔ ہمیں لاشیں لانی ہیں

شامو: اوہ! لاشوں کا ڈھیر ۔ نجانے یہ کون کون ہونگے بیچارے!

آواز: لڑکی تو کون ہے؟ یہاں سے ہٹ جا۔

شامو: میں کہاں جاؤں۔ تمہیں بتا دو ماشا ۔ میرا ماشا کہاں ہے!

(لوگ اس پر ہنستے چلے جاتے ہیں)

دیوانی۔ جیسے ماشا جہاز کا کپتان ہو۔ سب اسی کو تو دیکھ رہے ہیں۔ ہونہہ ہٹ جا یہاں سے، جہاز ٹوٹ چکا۔ ہزاروں آدمی ڈوب گئے۔ کسی کو کسی کی خبر نہیں۔

شامو:- دیوتاؤ! میرا ماشا کہاں ہے! جہاز ڈوب گیا (لوگوں کی مختلف بولیاں آنے جانے اور بچانے ڈوبنے کی آوازیں) ماشا۔ ماشا۔ تم کہاں ہو۔ وہاں دیکھوں وہ ملاح اس کنارے پر آ رہے ہیں۔ انہیں میں — میرا ماشا ہوگا۔ طوفان کم ہو گیا۔ اب میں اس کو ساتھ لیکے گھر چلی جاؤں گی۔ (اشین نکال رہا ہوگا۔ گندے مردے نہیں چھونے دونگی) آج ہمارا ......

آوازیں:- ارے دوڑو۔ وہ کشتی میں جہاز کے بچے ہوئے آدمی۔ کشتی بھنور میں آگئی — دوڑو — ملاح گھبرا گیا ہے — چپو نہیں چلتا چلو چلو مدد مدد — وہ ڈوبے۔

شامو:- ارے یہ کون — ماشا — ماشا تم کہاں ہو۔ میں یہاں ہوں کشتی چھوڑ دو میرے ماشا چلو۔ ماشا۔ نہیں سنتے۔ میری بات سنو — ماشا — ماشا تم کہاں جاتے ہو۔ ارے کشتی۔ تمہاری کشتی ڈوبی — ڈوبی ماشا۔ بچو — آہ — پانی کا چکر — آہ — اوہ دیوتاؤ — مدد (چیخیں) ڈوب گئے۔ ماشا کہاں گئے — کیا ہوئے اوہ — آہ — ماشا —

آواز:- دیوانی لڑکی کشتی ڈوب چکی۔ وہ سب ڈوب گئے۔ اب کہاں ہیں۔

شامو:- وہ بھی ڈوب گیا — ماشا ڈوب گیا — میرا ماشا (دیوانی ہو جاتی ہے) میرا ماشا۔ نہیں وہ نہیں ڈوب سکتا — آج ہمارا بیاہ ہے ماشا پھول ہنس رہے ہیں۔ ماشا تم کہاں ہو — کہاں! تم کہاں ہو (ہنستی ہے) ہا، ہا ہا۔ ماشا تم بھی ہنسو، سمندر بھی ہنس رہا ہے آؤ میرا سینا ...... (روتی ہے) میں تمہارے پاس آ رہی ہوں ماشا (شامو کودنا چاہتی ہے — کوئی دیکھ کر پکڑ لیتا ہے)

آواز:- لڑکی کیا کرتی ہے۔ جان دیتی ہے، ٹھیرو۔

شامو:- تم کون ہو۔ چھوڑ دو مجھے — ہمارا آج بیاہ ہے — مجھے چھوڑ دو ہا ہا ہا ہا (ہنسی) آج ہمارا بیاہ ہے۔ تم جانتے ہو..... ہم نے پریم کی نیا بنائی تھی۔

شامو:- (گانا)

اب ڈوب چلی موری پریم کی نیا۔ ٹوٹ گئے پتوار
ڈوبت ہے مورا نیا کھویا۔ ڈوب گیا سنسار

پریم ملن کی آس بندھا کے
چھوڑ کے موہے گروا لگا کے
آن ملے تھے پریم کے دوارے
بچھڑت ہو اب پریتم پیارے
جیون ساتھی انگ کے تارے

کہاں گئے ہو پریم کھویا ✦ ڈوب چلی موری پریم کی نیا

وہ دیکھو ماشا — میرا ماشا مجھے بلا رہا ہے۔ ماشا تم کہاں — میں آئی۔
(ایکدم کود پڑتی ہے — پانی میں کودنے کی آواز)

لوگوں کی آواز:- یہ کیا ہوا — دیوانی لڑکی — سمندر میں ڈوب گئی اتنی دیر سے پکڑے رہے — ذرا ہاتھ ڈھیلا ہو گیا — وہ ایکدم چھوٹ کے کود پڑی — کسی کی محبت میں دیوانی تھی۔

دوسرا:- محبت کی طاقت نے ہی اسے کھینچ لیا — محبت کا طوفان بھی عجیب ہے۔

(خوفناک شور کی آوازیں)

ہوا کا دیوتا:- سمندر کے دیوتا — یہ کیا ہوا —

:- ہوا کے دیوتا — اچھا ہوا —

:- سمندر کے دیوتا — ان دو دکھیوں کو ڈبو دیا — آج ان کے بیاہ کا دن تھا

:- ہاں آج انکے بیاہ کا دن ہے۔

:- خوشی میں غم ملا دیا — غریبوں کو مٹا دیا — اب بیاہ کہاں ہوگا —؟

:- ہوا کے دیوتا — تم کیا جانو — بیاہ کہاں ہوگا — جانتے ہو — وہ کبھی نہیں مٹ سکتے

:- پھر وہ کہاں گئے؟

:- وہ دونوں محبت کے دھنی تھے — انہیں ایک دوسرے سے سچی محبت تھی — پاک اور معصوم محبت نے انہیں جوڑ دیا ہے۔ وہ کبھی الگ نہیں ہو سکتے۔ وہ محبت کی کشتی میں سوار ہیں دیکھو وہ محبت کی جنت میں ہیں .... ہیں — یہ کیا — سمندر کے کنارے کھوہ میں۔ شامو اور ماشا دونوں بیٹھے ہنس رہے ہیں۔ یہ کہاں — وہاں ہیں — جہاں محبت کی بستی ہے۔ محبت قوت ہے۔ مسرت ہے۔ لذت ہے۔ کوئی طوفان محبت کو نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ دونوں پریم کی نیا میں چین کی بنسی بجا رہے ہیں۔ وہ دونوں وہاں ہیں — جہاں

سے پرندوں کے نغموں کو — پھولوں کی خوشبو کو — بچوں کی ہنسی کو — سورج کی روشنی کو — چاند کی کرنوں کو — ہوا کی آہوں کو — ستاروں کی شعاعوں اور ساری دنیا کو حکم دیتے ہیں — آج ان دونوں کا بیاہ ہے۔ یہی محبت کا آخری نباہ ہے۔

(قہقہہ کی گونج)

دیکھا وہ کہاں ہیں "

(گانے کی آواز اونچی ہو جاتی ہے)

(دونوں دیوتاؤں کا گانا)

اس پار چلو، اس پار چلو
جہاں بہتی پریم کی دھارا ہے
جہاں پریم کے سندر پھول کھلے
وہی پیا ما دیس ہمارا ہے
اس پار چلو

پردہ

مجید لاہوری

کاروبارِ شوق

ترے خیال کو تجھ سے حسین بناؤں گا
ترے جمال کو کیف آفریں بناؤں گا!

خزاں کو دلکشیٔ رنگِ آرزو دے کر
چمن کو جانِ بہشتِ بریں بناؤں گا

کلی کلی کو جوانی کی مستیاں دوں گا
روش روش کو شباب آفریں بناؤں گا

سکوتِ مرگ میں ہنگامۂ بقا بن کر
نوائے شوق کو میں آتشیں بناؤں گا

جس اضطراب سے پُر اضطراب ہے عالم
اس اضطراب کا دل کو امیں بناؤں گا

تو مسکرائے گی ارماں بھری نگاہوں سے
بصد نیاز تجھے نازنیں بناؤں گا

سُنا سُنا کے ترے حُسن کی حدیثِ جمیل
بلند و پستِ جہاں کو حسیں بناؤں گا

شراب برسے گی فطرت کے میکدے سے مجید
سرودِ عشق کو یوں دِل نشیں بناؤں گا

نوٹ:۔ جن خریدار حضرات کی میعادِ خریداری ختم ہو جائے، اور انہیں ختمِ میعاد کی اطلاع دیجائے تو بہتر ہے کہ وہ حضرات دفتر کو چٹھی کا جواب جلد دیں، بصورت دیگر پرچہ وی پی آنے پر وی پی وصول کر لینا ان کا اخلاقی فرض ہے۔ (مینجر)

دس منٹ بارش میں

راجندر سنگھ بیدی

ابو بکر روڈ شام کے اندھیرے میں گم ہو رہی ہے۔ یوں دکھائی دیتا ہے۔ جیسے کوئی کشادہ سا راستہ کسی کوئلے کی کان میں جا رہا ہے ورونشا کی باڑ، دوگن ویلیا کی بیل، سفر ینا کا گلاب، قطب سید حسین مکی کے مزار شریف کے کھنڈرات پر، حافظ کی غزل، اور زمرد ین آیات پراثر، میں ایک کھلتے ہوئے مشکی رنگ کی گھوڑی جس کی پشت نم آلود ہو کر سیاہ سانپ کی طرح دکھائی دے رہی ہے۔ سب بھیگ رہے ہیں۔ ۔ ۔ اور راٹما بھی بھیگ رہی ہے۔

راٹما کون ہے؟ اسے کلپ برکش کہہ لو۔ یا کام دھین گائے۔ یا اس سے بہتر راٹما۔ ۔ ۔ راٹما ہے۔ بھرایا لال کی بیوی، ایک دس سال کے نااہل جاہل کاہل چھوکرے کی ماں، چند ماہ ہوئے تخفیف کے موقع پر ھیوم پائپ کمپنی کے مالکوں نے بھرایا لال کو کام سے برطرف کر دیا۔ اس کے بعد بھرایا لال کی پرسکون زندگی میں قسمت کے طوفان گرد باد پیدا ہوتے رہے۔ وہ تلاش روزگار میں نہ جانے کہاں چلا گیا۔ لوگ کہتے ہیں، کہ وہ عفت مآب راٹما کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ گیا ہے۔ شاید اس لئے کہ راٹما اس سے محبت کرتی ہے گویا جو کوئی محبت کرے، وہ پائے استحقار سے ٹھکرا دیا جاتا ہے۔ مرچو تیزابی کا بیان ہے، کہ بھرایا لال اپنی ہی برادری کی ایک اور عورت کے ساتھ چلا گیا ہے۔ وہی عورت ——— کوڑی جو ابو بکر روڈ کے مکانوں میں سے گملے اٹھایا کرتی تھی، ان دنوں بھرایا لال بیکار تھا۔ بیکار آدمی کی عقل و فکر میں خون جگر پینے یا کثرت سے محبت کرنے کے سوا اور کچھ نہیں سما سکتا۔ لوگوں نے بھرایا لال کو ایشورہ بزرگ گاؤں میں دیکھا ہے۔ مگر مرچو تیزابی کا بیان ہے۔ کہ اس نے اسے کوٹ پتلی میں صفیں بناتے اور گڑ گڑی کے کش لگاتے ہوئے دیکھا ہے۔ قریب ہی کوڑی کسی دوسرے مرد کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی، ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر راٹما پھر بھی بھرایا لال کو دل سے چاہتی ہے۔ یہ محبت اور جنون کے انداز بھی کبھی چھپتے ہیں؟ ——— اور راٹما بھیگ رہی ہے!

راٹما کی مشکی رنگ کی گھوڑی ابو بکر روڈ پر ہماری کوٹھی کے سامنے گھوم رہی ہے۔ وہ اس کا شب تاریک کا سا رنگ صرف اس کے ہنہنانے اور یا کبھی کبھی بجلی کے چمکنے سے اس کے وجود کا علم ہوتا ہے۔ صبح سے بچاری کو دانہ نہیں دیا گیا۔ نہ ہی اس کی سوچ والی ٹانگ پر پٹی ہی لگائی گئی ہے بھوک کی شدت سے بے بس اور بگڑ کر دہ آوارہ ہو رہی ہے۔ شاید بھرایا کو ڈھونڈتی ہو گی۔ بھرایا ——— جو اسے بھی چھوڑ کر کوڑی کے ساتھ چلا گیا ہے۔ کوڑی جو کوٹ پتلی میں کسی دوسرے مرد کے ساتھ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہی تھی، اور ایک وقت میں ایک دل کے اندر یا مشکی گھوڑی رہ سکتی ہے یا کوڑی۔ یا کوڑی یا راٹما۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بھوکی مشکی گھوڑی ہنہنا رہی ہے۔ اس انداز سے جس سے سکندر سے جدا ہونے پر بوسی فلیس ہنہناتا تھا!

راٹما اپنے سر سے بوریئے کی اوڑھنی اٹھا کر پوچھتی ہے۔

"باوجی ——— آپ نے یہاں رامی نہیں دیکھی، ۔ ۔ ۔ ۔ رامی ——— میری مشکی رنگ کی گھوڑی؟"

میں نے کہا: "رامی؟ کون رامی؟ ۔ ۔ ۔ ۔ گوالے کی چھوٹی بہن۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اچھا! رامی تمہاری مشکی رنگ کی گھوڑی۔ اری وہ ورونشا کی باڑ کے نیچے تو کھڑی ہے، تمہیں دکھائی نہیں دیتی کیا؟"

راٹما آنکھوں کو سکیڑ کر باڑ کی طرف دیکھتی ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ جب کھلتے ہوئے مشکی رنگ کی گھوڑی شام کے وقت بارش میں بھیگ جاتی ہے۔ تو وہ بھی شب تاریک کا ایک جزو بن جاتی ہے، اور بے نور رو رو کر جوت گنوائی آنکھوں کو اسے شام تاریکی یا تاریکی شام سے جدا کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بارش کے رم جھم، سرس کی لمبی لمبی پھلیوں کی کھڑ کھڑ، گرتے ہوئے پتوں کے نوٹ، رعد کی گرج، بطخوں کی بط بط۔ ۔ ۔ مینڈکوں کی ٹراہٹ، پرنالوں کے شور، اس کتیا کی اوہنہ ——— اوہنہ، جس نے ابھی ابھی سات بچوں کا جھول جنا ہے۔ اور ایک بچے کو منہ میں پکڑے کسی بجھے ہوئے تنور کی متلاشی ہے۔ ان سب کے شور و غوغا میں بھوکی گھوڑی کی جگر دوز ہنہناہٹ علیحدہ سنی جا سکتی ہے۔

پراشر کہتا ہے "میں بھیگ رہا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور وہ بھی بھیگ رہی ہے۔"

ماں خفا ہوتے ہوئے کہتی ہے: "گیلا۔ گیلا۔ گیلا! تنور بالکل گرنے والا ہو گیا ہے۔ ایں؟ یہ موٹی کتیا تنور میں چھپی بیٹھی ہے۔ میرا تنور گر جائیگا یہ بیوقت کی بارشیں رام رہے۔ ۔ ۔ ۔"

ننھے بشن کا فراک گرکر صحن میں یوں پڑا ہوا دکھائی دیتا ہے. جیسے کوئی مری ہوئی فاختہ ہو، ماں ناراض ہے. کہ میں نے بشن کا فراک کیوں نہیں اٹھایا؟ حالانکہ راٹا کی گھوڑی پکڑنے میں میں سر سے پاؤں تک بھیگ گیا، ماں اس لئے بھی خفا ہے. کہ میں پراشر سے آوارہ مزاج نوجوان کے ساتھ بارش میں لنگوٹا باندھ کر نہانے کے لئے چلا ہوں، ماں کا خیال ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ رہ کر آوارہ ہو جاؤں گا. حقیقت میں ماں کے ماتھے پر تیور اس لئے ہیں. کہ میں نے راٹا کو مشکی گھوڑی پکڑنے میں مدد دی ہے، گھوڑی کو شام کی تاریکی سے علیحدہ کرتے ہوئے اسکی ایال راٹا کے ہاتھ میں دیدی ہے اور اس فعل کے ارتکاب میں اس سے چھو گیا ہوں۔

میں نے کہا: اسی پرانشچت میں تو میں نہا رہا ہوں، ماں!

حقیقت یہ ہے. کہ اس قسم کی آلودگی کو میں پسند کرتا ہوں، پراشر کا کیا وہ تو ہر قسم کی آلودگی کو پسند کرتا ہے . . . . . . کاش! جرا یا لال کبھی نہ آئے اور راٹا کو ہر ایک کام کے لئے ہمارا مہون منت ہونا پڑے. کیا وہ گھوڑی ہی پکڑوائے گی، اور کوئی کام نہیں کہے گی؟

ماں کہتی ہے. لوہار. بڑھئی چمڑہ رنگنے والے ایک برہمن کو چوبیس قدم. تاڑی بیچنے والے تیس قدم. جاروب بونے والے اڑتالیس قدم، موٹا مانس کھلانے والے چونسٹھ قدم پرے سے بھرشٹ کر سکتے ہیں: مگر میں ماں کو کہتا ہوں، ماں! ان لوگوں کیوجہ سے تو ہم زندہ ہیں۔ براہمن کھیتی تی یہ لوگ باڑھ ہیں . . . . . اور پھر تھوڑی بہت برائی سچائی کو بچانے کے لئے روز ازل سے زندہ ہے۔ ماں کہتی ہے. کل جگ ہے. گھور کل جگ!

بظاہر ماں بشن سے باتیں کر رہی ہے. مگر دراصل وہ سب کچھ مجھے سنا رہی ہے. مہا یگیہ برہما کا ایک دن ہوتا ہے. کرت کر یتا، دوا پر اتنے لاکھ برسوں کے ہیں. کل جگ چار لاکھ بتیس ہزار برسوں کا ہے. پچھلے برس چیت کے مہینہ میں کل جگ کو صرف پانچہزار چھبیس برس گذرے ہیں. رام جانے ابھی کتنے باقی ہیں . . . . . . اور یہ بے وقت کی بارشیں!

"بارش نے کافی سردی پیدا کر دی ہے" میں نے کہا.

"ہاں . . . . . . میرے تو دانت بجنے لگے ہیں . . . . . چلو برآمدہ میں چلیں"

"چلو . . . ابھی بہت وقت تو نہیں ہوا"

"چائے بنوا دو نا ــــــ سردی ہو رہی ہے"

"چائے بن جائے گی۔ سگرٹ نہیں ملیں گے"

"کوئی بات نہیں! بیڑیاں جو ہیں میرے کوٹ کی جیب میں"

"ہمارے ٹی سنڈیکیٹ کو آجکل بارش بہت فائدہ مند ہے"

"ہاں ــــ چائے کے پودوں کی ڈھلوان جنوب کی طرف ہے ابوبکر روڈ کا تمام پانی ادھر نہیں جاتا. مگر زیادہ بوچھاڑ چائے کے پودوں کے لئے نقصان دہ ہے. جڑیں گل جانے کا اندیشہ ہے. ہلکی ہلکی پھوار کا تو کہنا ہی کیا . . . کچھ بھی ہو. یہ بارش اسوسی ایٹڈ ٹی سنڈیکیٹ کے لئے فائدہ مند ثابت ہوگی. ہماری آمدنی بڑھ جائے گی. کیوں؟ ہے نا"

"ہاں!"

"ایشور اپنی دیا بارش کے ذریعہ بھیجتا ہے"

"ہاں ــــ دیا . . . . آمدنی ــــــ ارے! راٹا کی جھونپڑی کی کھپریل اڑ رہی ہے!"

"یہ بھی ایشور کی دیا ہے . . . . . ."

اب بارش بہت زیادہ ہونے لگی ہے. گویا سب کی سب ابوبکر روڈ پر ہی برس پڑے گی. بکیٹر کے پتے بطخ کے پروں کی طرح بھیگتے نہیں پانی کے قطرے ان پر پارے کی طرح لڑھکتے ہیں. کہیں کہیں اٹک کر ایک مدور ہیرے کی طرح دکھائی دیتے ہیں. کچھ دیر بعد ایک اور قطرہ وہیں نکلتا ہے. تو ہیرا زیادہ مدور اور بڑا ہو جاتا ہے. مگر نازک نازک رات کی رانی کے پھول اس بوچھاڑ کی تاب کہاں لا سکتے ہیں . . . . . ابوبکر روڈ کے دو رویہ کوٹھیوں میں بسنے والے بکیٹر کے پتوں کی طرح ہیں. بارش انکی سلیٹ کی چھتوں پر سے بہتی لڑھکتی ہوئی ابوبکر روڈ پر آ رہی ہے. بارش کے قطرے ان کے لئے مدور ہیرے ہیں . . . مگر رات کی رانی ــــ راٹا سر جھنکتی ہے. گاہے گاہے سر اٹھا کر کھپریل کو باندھنا شروع کر دیتی ہے. اور اپنے بھیگتے ہوئے بالوں کیوجہ سے وہ گن ویلیا کی حسین بیل دکھائی دیتی ہے۔

پہلے بچاری مشکی گھوڑی کو ڈھونڈتی پھرتی تھی. اب یہ اس کیلئے ایک نئی مصیبت ہے. جھونپڑی کی تمام چھت سے پانی بہنے لگا ہے. اوڑھنی کی اوڑھنی تو محض رسمی پناہ ہے. اس کے تمام کپڑے بھیگ کر جسم کے ساتھ چپک گئے ہیں. شام کے اندھیرے میں جب بجلی چمکتی ہے، تو وہ عریاں سی دکھائی دیتی ہے۔

بارش میں ایشور کی دیا سے کوئی نرم گرم جامے زیب تن کرتا ہے کوئی عریاں ہو جاتا ہے. کسی کی آمدنی دوگنی ہو جاتی ہے، تو کسی کی کھپریل ٹوٹ جاتی ہے . . . کوئی شب سمور گذارتا ہے. کوئی بے کس شب تنور! وو گن ویلیا کی بیل کو جب تند ہو ہلاتی ہے. تو یوں دکھائی دیتا ہے گویا کوئی حسینہ سرد ہونے کے بعد لب بام اپنے چمکیلے سیاہ بالوں کو زور سے نچوڑ کر دونوں ہاتھوں سے چھانٹتی ہے. راٹا کا بے عقل بکاہل ــ پاگل

لڑکا جھونپڑی میں سویا پڑا ہے۔ بجھے ہوئے چولہے کے پاس، گرم ہو کر ..... اگر وہ جاگتا ہوتا، تو مشکی گھوڑی پکڑنے کے لئے اسکی ماں کو میرا مرہون منت نہ ہونا پڑتا۔ پھرایا لال تو چلا ہی گیا ہے۔ کاش! وہ کاہل لڑکا ہمیشہ کی نیند سو جائے!

شاید راٹا کھپریل بندھوانے کے لیے ہمیں بلائے۔ اس کے بارش کی وجہ سے بدن کے ساتھ چپکے ہوئے کپڑے! بجلی کی چمک میں اس کا بدن کتنا خوبصورت دکھائی دیتا ہے۔ اور ماں .... ماں کہتی ہے کل جگ ہے۔

—— اور راٹا بالکل بھیگ چکی ہے۔

کلکتہ کی مارکیٹ میں چائے کتنی بکے گی؟ کتنی دساور کو جائے گی میری آمدنی بڑھ جائے گی پراشر کی بھی۔ . . . مگر وہ کمبخت اور بڑیاں ہونگا چائے کے پیالوں کے پیالے اور شراب اور . . . . . . مگر راٹا کی کھونتی اڑ رہی ہے۔

"تجھے نکلے گلٹی، ہیضے کے توڑے، . . . . سوئے کا سو بارہ جائے تو..... " راٹا اپنے چھوکرے کو گالیاں دے رہی ہے۔

راٹا کو چائے کی ضرورت نہیں، گالیاں دیتے ہوئے اس کے جسم میں کافی گرمی آ رہی ہے۔ وہ نکما سست لڑکا اس کے ساتھ کھپریل بھی تو نہیں بندھواتا۔ آرام سے بجھتے ہوئے چولہے کے پاس پڑا رہتا ہے پانی کی چھینٹیں پڑتی ہیں تو ٹانگیں سکیڑ لیتا ہے۔ جب اندر پانی ہی پانی ہو جائے گا، تو وہ آنکھیں ملتا ہوا اٹھے گا۔ صرف یہ کہے گا۔ ماں کیا بات ہے جو اتنا شور مچا رکھا ہے؟ چین سے سونے بھی نہیں دیتی۔ ..... بھلا کوئی بات ہی نہیں۔ وہ تو شاید یہ بھی کہے میں ایسی عورت کے گھر کیوں پیدا ہوا، جو ایسی ایسی گالیاں دیتی ہے۔ جسے میری کوئی بھی ضرورت نہیں۔ کہتی ہے۔ سوئے کا سو بارہ جائے تو . . . . . وہ بے وقوف کیا جانے کہ جب ماں یہ کہتی ہے، کہ تو سوئے کا سو بارہ جائے۔ تو اسوقت وہ اسے ہمیشہ کی نیند سے بچانے کے لئے طوفان باد و باراں میں تن تنہا بے یار و مددگار اپنی جان تک لڑا رہی ہے۔

ابھی انتہائی گرسنگی کی وجہ سے اسکی مشکی گھوڑی یوں ہنہنا رہی تھی جیسے سکت رہ سے جدا ہونے پر پورس فیلس ہنہنا تا تھا۔ مگر اب وہ خاموش ہے۔ شاید اس نے راٹا کی بے بسی کو دیکھ لیا ہے۔ اور پھرایا کے پیار تو —— اب وہ کبھی نہیں ہنہنائے گی!

پراشر کہتا ہے "وہ ایک مرتبہ مدد کے لئے اشارہ تو کرے "

"ہاں —— اور ہم دونو . . . . . . " میں نے جواب دیا۔

"میں کہتا ہوں۔ کیوں نہ ہم خود ہی چلے جائیں "

"مگر ماں کہتی ہے۔ کل جگ کو صرف پانچ ہزار برس گذرے ہیں رام جانے ابھی کتنے باقی ہیں "

پھر وہی گالیاں . . . .

"تجھے آوے ڈھائی گھڑی کی، . . . . . . نکلے تیرا جنازہ پچھلا پہرا ..... گور میں پٹے . . . . خون تھوکے تو . . . . . "

شاید وہ چھوکرا سوچتا ہوگا۔ میں کیوں اس عورت کے گھر پیدا ہو گیا جو مجھے گور میں بھیجنا چاہتی ہے۔ وہ بے وقوف کیا جانے، کہ حقیقت میں وہ اسے آبی گور سے بچانے کے لئے اپنی جان تک لڑا رہی ہے۔ وہ وحشی سالہ بے عمل، غافل، کاہل چھوکرا اب تک اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ صرف اس لئے کہ راٹا کو اس سے محبت ہے۔ جس کا اس کو اچھی طرح سے احساس ہے۔ وہی راٹا کی زندگی کا سہارا ہے، وہی راٹا کی آنکھوں کا نور ہے۔ اسی لئے وہ بیکس اور اندھی ہے! . . . . . . اگر راٹا پھرایا لال کو محبت نہ کرتی۔ اگر وہ اس چھوکرے پر اپنی تمام امیدیں نہ لگا دیتی تو سکھی ہو جاتی۔

ایونجر روڈ متحرک ہو کر کوئلے کی کان میں جاتی ہوئی دکھائی دیتی ہے بہاؤ کے خلاف ایک دہقان جھکتا ہوا آہستہ آہستہ اسی جانب آ رہا ہے۔ اس کے ہاتھ میں ایک بیل کی رسی ہے۔ شاید وہ بیل کو کہیں سے چرا لایا ہے۔ غالباً اسکی خواہش ہے۔ کہ ہم اسے برآمدے میں کچھ دیر ٹھہرنے کے لئے جگہ دیں۔ اور یہ ممکن نہیں، کون جانے بیل گوبر سے برآمدے کا فرش خراب کر دے۔ اور ماں . . . . . پھر چوری کے مال کو اپنے پاس رکھنا . . . . . "

"بابو جی سلام " دہقان کہتا ہے۔

"سلام" پراشر نے زیر لب کہا۔

پھر وہ اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں میں سے ایک گیلا کاغذ پراشر کے ہاتھ میں دے دیتا ہے —— پروانہ راہ داری . . . . یہ اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ بیل چوری کا مال نہیں، اپنا ہے۔ جسے وہ سال محل کی منڈی میں بیچنے کے لئے لئے جا رہا ہے۔

باعث تحریر آنکہ

ایک راس گاؤ نر، جس کے سینگ اندر کو مڑے ہوئے ہیں، دُم سیاہ بالوں میں سفید . . . .

—— اور باقی کا بارش نے دھو دیا ہے۔ کتنے بے ربط ہوتے ہیں۔ یہ دہقان لوگ، پہلے سینگ اور پھر دم، بعد المشرقین، ان کے لئے گویا دم اور سینگوں کے درمیان کوئی جگہ ہی نہیں، جسم کا رنگ پہلے آنا چاہیئے تھا

مخملیں جسم! اور وہ بارش میں گیلا ہو کر سفید ساٹن کی طرح دکھائی دینے لگا ہے اندھیرے میں اس کا سفید رنگ نظر آتا ہے۔ مگر جب بجلی چمکتی ہے۔ تو بیل بجلی کا ایک جزو بن جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ بیل تمام زور لگا کر ہانکتا ہے۔ جس طرح شوجی مہاراج کو دیکھ کر پیارے ان کا نندی گن ہانک رہا ہو۔ شاید بیل صبح سے بھوکا ہے۔ مگر اپنے بوڑھے، مکروہ شکل مالک کو پیار کئے جاتا ہے۔ اگرچہ جانتا ہے کہ بوڑھا کل اسے تال محل کی منڈی میں بیچ ڈالے گا ہائے! یہ محبت اور جنون کے انداز بھی کبھی چھپتے ہیں؟

"کیوں بیچتے ہو اتنے خوبصورت بیل کو؟"

"بابو جی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فصلیں تباہ ہو گئی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مالیہ دینا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے! یہ بے وقت کی بارشیں۔ کیا میں اندر آ جاؤں، اس چھت کے نیچے؟"

"اوں ہوں ——— تمہارا، یہ بیل گوبر سے برآمدے کو خراب کر دیگا"

"میں صاف کر دوں گا بابو جی! ——— شیشے کی طرح۔ ۔ ۔ بیل صبح سے بھوکا ہے۔ اتنی سردی کہاں برداشت کر گیا اور پھر دوسری بات نہیں فقط یہ پروانہ راہداری دھل گیا، تو یہ بیل چوری کا مال سمجھا جائے گا۔ تال محل کا تھانے دار جہاں خاں بڑا کڑوا آدمی ہے، مار مار کر ادھ موا کر دیگا بیل جاتا رہے گا۔ تال محل میں اس بیل کی قیمت پر ہی تمام امیدیں لگا رکھی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ہائے یہ بے وقت کی بارشیں"

"جاؤ" پراشر نے کہا۔ ۔ ۔ "ہم تمہیں یہاں جگہ نہیں دے سکتے جاؤ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

دہقان سہم کر چلا گیا۔ کبھی کبھی پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا ہے، گویا رات کو ہمارے ہاں ہی سیندھ لگائے گا۔ "اگر وہ سیندھ لگائے بھی تو حق بجانب ہے" میں نے سوچتے ہوئے کہا۔

بیل ابوبکر روڈ کے چوک پر گر پڑا ہے، وہ دہقان کے اٹھائے۔ ۔ ۔ کسی کے اٹھانے نہ اٹھے گا۔ وہ نندی گن کی طرح دہقان کو دیکھ کر کبھی نہیں ہانک لگائے گا۔

"اور دودھ سنگھ چائے بنی بھی؟ ۔ ۔ ۔ نہیں؟ ۔ ۔ ۔ کتنے کاہل ہو تم! راٹما کے چھوکرے کی طرح۔ مگر ہم تم سے محبت نہیں کرتے۔ مار مار کر جان نکال دیں گے ——— سچ مچ کایستھ کے گھر نوکر لوگ حرام کی کھاتے ہیں۔ برتن ہماری عورتیں انہیں مانجھنے نہیں دیتیں۔ چوکا انہیں نہیں لگانا ہوتا۔ اور ماں کو تو اس کی صفائی بھی پسند نہیں۔ نجانے وہ کرتا کیا ہے؟ میں نے کہا۔

پھر میں نے پراشر سے پوچھا:۔

"کتنی پیالیاں پیو گے تم؟"

"دو چھ"

"پارہ شر۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اور درجن بیسڑیاں؟"

"نہ دو ہاں"

"نہ زیادہ۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

"اچھی"

——— بارش اور بھی تیز ہو رہی ہے۔ ۔ ۔ ۔ اور راٹما کی گالیوں کی بارش بھی!

کھپریل گرا ہی چاہتی ہے۔ دیواروں میں شگاف ہو رہے ہیں۔ قریب ہی ایک سیٹھ کے سہ منزلہ مکان کا پرنالہ راٹما کی جھونپڑی پر گرنے لگا ہے۔ جھونپڑی کے ارد گرد ابوبکر روڈ پر چلتے ہوئے پانی کو دیکھ کر طوفان نوح کا خیال آتا ہے۔ کیا ہم راٹما کی مدد کر سکتے ہیں؟ باوجود کل جگ کے۔ ۔ ۔ ۔ ہمارے برآمدے کے سوا، اور کوئی نزدیک پناہ بھی تو نہیں ہے۔ پراشر خوش ہے۔ اس کے پاس چائے ہے۔ بیڑیاں ہیں ——— اور بے پناہ راٹما ادھر آ ہی جائے گی۔ ۔ ۔ ۔

راٹما چاروں طرف دیکھ رہی ہے۔ پراشر بولا:۔

"ابھی وہ کہے گی۔ مجھے اپنے دامن میں چھپا لو بابو جی"

"اوں ہوں" میں نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"تو اس کے سوا اسے چارہ ہی کیا ہے؟"

"یہ بارش کا دامن کیا اس کے لئے کم ہے؟ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ راٹما کی سی عورت کو میں جانتا ہوں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جب کسی ایسی مصیبت زدہ پر عزت کے دامن تنگ ہو جاتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ تو خود بخود ایک بہت بڑا دامن اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ ۔ ۔ ۔"

——— راٹما کی تو مٹھیاں بند ہیں۔ کبھی کبھی وہ دانت پیستے ہوئے چیخ لیتی ہے ———

"جوان مرے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کلموئے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ میں نے تو رولیا تجھے بے چین"

خط کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے (مینجر)

نوشتہ: جیمس فلیکر
مترجمہ: اشرف چکوالی ایم اے

عربوں کا جنگی ترانہ

ہم تقدیر سے بھی زیادہ
تیز رفتار ہیں۔
ہم ہر وقت گھوڑوں پر سوار
جنگ کے لئے تیار رہتے ہیں
ہم مغربی حکمرانوں کی
تہذیب و تمدن کو
کچل دیتے ہیں۔
او مغرب کے
سفید فام بادشاہو!
خبردار ہو جاؤ
ہشیار ہو جاؤ
عیش و آرام ہم سے
بہت دور بستے ہیں
اور نہ ہم بزدلوں کی موت
مرتے ہیں۔
عورتوں کی طرح
ہم آہ و بکا نہیں کرتے۔
اور نہ ہی بچوں کی طرح
بڑبڑاتے ہیں۔
بلکہ
ہم خیموں کے رستوں پر
سوتے ہیں
ہم نئے جذبوں اور نئے دلوں کے ساتھ
بیدار ہوتے ہیں۔
اور میدان جنگ کی سمت
فتح مندانہ انداز سے
لاد اللہ بڑھتے ہیں۔

سورج اور چاند
ہماری رہنمائی کرتے ہیں
اور نسیم بہار
ہمارے بالوں کو
چھوتی ہوئی ـــــ گذر جاتی ہے۔
ہم ـــ شمال سے جنوب
اور مشرق سے مغرب ـــ کی جانب
فتح مندانہ انداز سے
بڑھتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔
تلوار ہماری پیش قدمی کرتی ہے۔
اور ہمارا قومی پرچم
ہلالی نشان کے ساتھ
ہر جگہ لہراتا ہوا دکھائی دیتا ہے
ہم میدان جنگ میں
موت کے دانت کھٹے کر دیتے ہیں
ہماری تلواریں اور نیزے
دشمنوں کے دلوں میں
ایک غیر فانی ہراس
پیدا کر دیتے ہیں۔
ہماری ڈھالیں
ایک پرسکون چشمے کے
پانی کی مانند چمکتی ہیں۔
دشمن کے بزدل اور جواں مرد سپاہی
ہماری تلوار کی محض جنبش ہی سے
بے موت مر جاتے ہیں۔
خدا کے فضل سے
ہم ـــــ فتح مند و کامراں ہیں۔

احمد ندیم قاسمی

پہلا تجربہ

پھوار پڑ رہی تھی۔ بوڑھا اپنے دھوئے ہوئے چیتھڑے لپیٹتا ہوا باہر نکلا۔ نحیف آنکھوں پر ابرو لٹک رہے تھے، اور ہونٹ چہرے کی بے شمار جھریوں میں خلط ملط ہو گئے تھے۔

وہ اپنی گذشتہ زندگی نہایت باعزت طریق پر گزار چکا تھا۔ آخری دنوں میں نوجوان بیٹا اینٹوں کے بھٹے میں کام کرتا ہوا جل کر مر گیا، اور بوڑھے کے کاروبار کو سخت دھکا لگا۔ گاؤں میں ایک چھوٹی سی لون مرچ کی دوکان بنالی تھی، چند ہفتوں کے بعد اسے بھی بند کرنا پڑا۔ گاؤں میں جو تھوڑی بہت ساکھ قائم تھی، وہ بھی مٹنے لگی، خوددار طبیعت پائی تھی، گاؤں سے اٹھ کر یہ لاہور شہر آ گیا تھا۔ یہاں بھی کوئی باعزت جگہ نہ مل سکی۔ ایک ہفت سالہ بچہ تھا۔ ناقص غذا ملنے کی وجہ سے بیمار پڑ گیا۔ چادر کے پلو میں جو دو چار ٹھیکریاں باندھ لایا تھا۔ وہ ختم ہو گئی تھیں، حکیم نے چونی کا ایک نسخہ تجویز کیا تھا، پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی کہ بیچ کر دوا خرید دے۔ بھیک مانگتے شرم آتی تھی، کوئی شناسا تھا نہیں، کہ اس سے قرضہ لے لیتا۔ راضی برضا ہو کر بیٹھ رہا لیکن بچے کی دکھی دکھی التجاؤں نے کلیجہ جھلس دیا! دانتوں میں انگلی داب کر اٹھ بیٹھا۔ سوچا۔ کوئی مجھے جانتا تو ہے نہیں، دو چار جگہ ہاتھ پھیلاؤں گا، کچھ مل گیا تو خیر، نہیں تو اپنا اور بچے کا گلا گھونٹ کر مر جاؤں گا۔

آج وہ مجبور ہو کر بھیک مانگنے کے لئے جھونپڑے سے باہر نکلا ساتھ کی جھونپڑی کے دروازہ پر ایک بڑھیا کھڑی تھی۔ بولی "کہاں چلے بڑے میاں؟"

بوڑھے کے پوپلے منہ سے یہ لفظ جیسے پھسل کر نیچے گر گیا "شہر"

"ننھے کا بخار اتر گیا؟"

"نہیں، اور تیز ہو گیا!"

"کوئی دوا پلائی؟"

"خریدنے جا رہا ہوں۔"

بڑھیا سر جھکا کر اندر چلی گئی اور بوڑھا سوچنے لگا۔ کہ کیا بھیک مانگنے کا پہلا اصول جھوٹ بولنا ہے!

وہ کیچڑ میں پھسلتا گرتا، پڑتا چلا جا رہا تھا۔ دور سڑک پر لوگ چھاتے پھیلائے چوڑے کے بھاری بھاری بوٹ پہنے شپ شڑپ کرتے گزر رہے تھے۔

اب وہ بڑی سڑک پر آ گیا۔ ایک موٹر آئی اور دور تک چھینٹے اڑاتی ہوئی اس کے قریب سے گزر گئی، اس نے اپنی جھریوں اور دھوئے ہوئے چیتھڑوں سے کیچڑ پونچھتے ہوئے ایک لمبی آہ بھری، کہ اس کے ماتھے کی لکیریں ابھر آئیں، ادھر ادھر دیکھا، سامنے ہسپتال نظر آیا۔ سوچا۔ اگر یہیں سے بخار کی دوا مل جائے تو شہر جانے کی کیا ضرورت! ننھے کا بخار بھی تیز تھا کہیں وہ بے ہوش ہو کر کھاٹ سے نیچے نہ آ رہے!

ڈاکٹر صاحب ایک بڑی میز کے سامنے کرسی پر بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے۔ آس پاس سفید پوش مریضوں کا ہجوم تھا۔ بوڑھے نے چیتھڑوں سے تھرتھراتے ہوئے ہاتھ باہر نکال کر ٹھوڑی کے نیچے جوڑ لئے اور بولا،

"سلام حضور!"

وہ سلام کے جواب میں ڈاکٹر صاحب کے سر کی ایک خفیف سی حرکت کا منتظر تھا، لیکن مایوس ہوا، ادھر ادھر دیکھا۔ کہ ان مریضوں ہی میں سے شاید کوئی بھلے مانس ہمدردی کرے اور سفارش کر دے۔ لیکن سب ڈاکٹر صاحب کے قلم پر نگاہیں گاڑے بنچوں پر پتھر کے بے جان بتوں کی طرح بیٹھے تھے۔

اتفاقاً ڈاکٹر صاحب کو چھینک آ گئی۔ چہرے پر رومال مل کر سامنے دیکھا، بوڑھا موقع غنیمت جان کر پاس ادب سے فرش پر جھک گیا۔ اور پکارا "سلام حضور!" —— اور جب سر اٹھایا، تو ڈاکٹر صاحب کا قلم اسی طرح فرفر چل رہا تھا۔

اس نے سوچا۔ اس طرح تو شاید ہی کام بنے۔ جو مدعا ہے۔ صاف صاف بے دھڑک کہہ ڈالنا چاہیئے۔

"حضور! میرا ننھا بچہ پرسوں اترسوں سے سخت بخار۔ ۔ ۔ ۔!"

ڈاکٹر صاحب کے گھورنے نے میز کی چولیں ڈھیلی کر دیں، کاغذ دواتیں، اور سرخ ربڑ کی نلیاں لرز اٹھیں، بوڑھے کا دل بے اختیار پسلیوں سے ٹکرا کر رہ گیا، اس کے ٹھٹھرے ہوئے ہاتھ آپ سے آپ چیتھڑوں کے نیچے چلے گئے۔ اسکی ناک، کان اور ہونٹ ہلدی کی طرح زرد پڑ گئے۔ پھر واپس سڑک پر آ گیا۔ ایک اور موٹر جھپاک سے اس کے قریب سے گذر گئی۔ موٹر کے عقبی پردے کے قریب اندر کی طرف رنگ برنگ کی ایک گڑیا ناچتی اچھلتی موٹر کے ساتھ غائب ہو گئی۔ بوڑھے نے

دل میں کہا "تین چار آنے کی ہوگی یہ گڑیا! اور مجھے چونی کی دوا خریدنی ہے"

اس نے پلٹ کر ہسپتال کی طرف دیکھا۔ دروازے پر سفید روغن سے "خیراتی ہسپتال" لکھا ہوا تھا۔ بوڑھے کو یوں معلوم ہوا، جیسے یہ الفاظ اس پر ہنس رہے ہیں، وہ کچھ سوچ کر تیز تیز قدم اٹھاتا شہر میں گھس گیا۔

پھوار کے ننھے ننھے قطرے اسکی الجھی ہوئی میلی داڑھی میں اٹک رہے تھے، اور اس کا سارا جسم سردی کی شدت کیوجہ سے اس کے دل کی طرح کانپ رہا تھا۔

ایک بہت بڑی عمارت کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ رک گیا۔ یہ کسی اخبار کا دفتر تھا۔ سامنے ایڈیٹر صاحب کا کمرہ تھا۔ اس نے چق اٹھانے کا ارادہ کیا۔ مگر ہاتھ کو جیسے کسی نے کہنی سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا، زبان میں جیسے گانٹھ پڑ گئی۔ اوروں کو بھیک دینے والا خود بھیک مانگ رہا تھا۔ اس کا سر جھک گیا۔ بھیگی ہوئی داڑھی کے بال فرط غم سے اکڑ گئے مگر ہمت کر کے ہاتھ آگے بڑھا ہی دیا۔ حضور! ایک پیسہ اللہ۔۔۔۔۔!

ایڈیٹر نے اپنے نتھنوں سے سگرٹ کا دھواں نکالتے ہوئے کہا "بھاگ جاؤ" بوڑھے کا ہاتھ بڑی تیزی سے واپس چیتھڑوں میں گھس گیا۔

باہر نکلا تو ایک تانگے سے ایک عورت نرم و گرم سموروں میں ملفوف اتری، اور ہاتھ میں چمڑے کا ایک بیگ لٹکا کر اندر جانے لگی۔ بوڑھا قدرے جھجکا۔ مگر پھر بے اختیار پکار اٹھا "بی بی جی۔ میرا بچہ۔۔۔۔۔"

بی بی جی نے جیب سے رومال نکالا، اور ناک پر رکھ کر لہراتی ہوئی ایڈیٹر کے کمرے میں گھس گئیں۔

اس نے سوچا۔ کیا آج میرے جسم سے بو آ رہی ہے! اس چار لاکھ کی آبادی میں کسی سینے کے اندر دل نہیں کیا! پیسے لوگوں کو اتنے محبوب کیوں ہوتے ہیں کہ انہیں دم بھر کے لئے بھی اپنے بٹوے سے جدا نہیں کرتے۔ اور پھر مجلسوں میں اکڑی گردنوں کے ساتھ کس شان سے کہتے ہیں پیسہ! پیسہ تو ہمارے ہاتھوں کا میل ہے! جھوٹے۔ ریاکار!

وہ اب نئی نئی باتیں سوچنے لگا۔ فقیروں کی امیدیں مر مر کر زندہ رہنے کی خوگر کیوں ہوتی ہیں! میں کتنا ڈھیٹ ہوں، لیکن یہ میری ڈھٹائی نہیں۔ قوت برداشت ہے۔ بڑے بڑے جرنیل بھی فقیروں کی سی قوت حوصلہ کے مالک نہیں ہوتے۔ اُف! جب میں نے اپنے جیسے انسانوں کے آگے باچھیں لٹکا کر ہاتھ پھیلائے تھے، تو خدا جانے کائنات ریزہ ریزہ کیوں نہ ہو گئی۔ آسمان کیوں نہ ٹوٹ پڑا۔ زمین کیوں نہ پھٹ پڑی، ان امیر لوگوں کے پاس تو غریبوں کے لئے چند نرم الفاظ بھی موجود نہیں

وہ چیتھڑوں میں ہاتھ چھپائے تیز تیز قدم اٹھائے بڑھا جا رہا تھا، اس کے سر کی ٹوپی تیز پھوار کو نہ روک سکی۔ اس کے گنجے سر پر ٹھنڈا پانی موٹی موٹی بوندیں بن کر گر رہا تھا۔ اسکی آنکھوں میں کہرے یا درد کیوجہ سے آنسو تھے۔ جھریوں میں پھوار اٹک رہی تھی، آدھی داڑھی چیتھڑوں میں چھپ گئی تھی، جسم جھکا ہوا تھا۔ ہونٹ نیلے پڑ گئے تھے:

ناگاہ اسے کچھ دور ایک بورڈنگ ہاؤس نظر آیا۔ وہ سوچنے لگا یہ کم عمر لڑکے اتنے پتھر دل نہیں ہوتے، اور پھر انہیں پیسے کی اتنی پروا بھی تو نہیں ہوتی، باپ کا مال پوت نہال۔ سینما یا مٹھائی کے خرچ میں سے دو چار آنے مجھے دے دیں گے۔ انہیں ثواب ملے گا، اور میرا ننھا اچھا ہو جائے گا۔

وہ دروازے کی سیڑھیاں چڑھ کر اندر داخل ہوا۔ چار لڑکے اکٹھے کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ اب اس نے اپنے سینے میں سے خودداری عزت نفس اور غیرت کی لاش کھینچ کر باہر فرش پر دے ماری اور پیشہ ور گداگروں کیطرح بولا "بابو جی۔۔۔۔۔"

ایک لڑکا بولا "بابا! یہ بڑا امیر ہے۔ اس کا باپ ڈپٹی ہے"

دوسرا لڑکا بولا "بابا! اس کا باپ بڑا زمیندار ہے۔ پانچ مربعے ہیں ان کی۔ پانچ"!

تیسرا لڑکا بولا "اس سے مانگ اس سے۔ اس کا باپ پٹواری ہے۔ زمینداروں کی کھالیں ادھیڑنے والا"

بوڑھے نے محسوس کیا، کہ وہ ایک کھلونا ہے جس سے یہ شریر لڑکے کھیل رہے ہیں۔ لیکن اسے چونی کی فوری ضرورت تھی اور ضرورت بادشاہوں کو فقیروں کے قدموں پر جھکا دیتی ہے۔ وہ تو زمانے کا ٹھکرایا ہوا ایک بدنصیب بوڑھا کھوسٹ ہے۔ جس کے ننھے کو چونی کی دوا کی ضرورت ہے!

اس نے چوتھے لڑکے کی طرف انگلی اٹھا دی "تم ہی مہربانی کرو بابو جی"

وہ تو بھرا بیٹھا تھا۔ کہنے لگا "میرے والد صاحب گداگروں کے سخت خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں ہندوستان کی غلامی کیوجہ یہ ذلیل بھکاری ہیں، جو چھوٹے بڑے کے آگے ہاتھ پھیلا پھیلا کر انسانی غیرت بیچتے رہتے ہیں۔ چل ہٹ دور ہو، مجھے تیری غلیظ داڑھی سے بو آ رہی ہے!"

چاروں لڑکے زور زور سے ہنسنے لگے اور اس نے محسوس کیا کہ بورڈنگ ہاؤس کا برآمدہ سمٹتا آ رہا ہے۔ اور عنقریب اسے یہ دیواریں جکڑ لیں گی۔ اور وہ چیختا چلاتا مر جائے گا۔ مر جائے گا؟ ــــ اسے اپنے

ننھے کا خیال آگیا۔ چھاتی کی ذرا بائیں جانب چوتھی اور پانچویں پسلی کے درمیان کوئی شے اس زور سے اچھلی کہ وہ گرتے گرتے بچا۔ واپس لوٹنا چاہا، تو ایک لڑکے نے بڑھ کر ایک پیسہ اسکی کمزور اور کانپتی انگلیوں میں تھما دیا اور بولا "بے بابا! حاتم یہ تو نہ کہے گا۔ کہ اس کے بعد اس دنیا میں حاتم کا ثانی نہیں۔ آج ہم نے اس کی قبر پر لات مار ہی دی"!

چاروں لڑکے پھر قہقہوں میں غرق ہو گئے۔ وہ سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آگیا۔ ایک لڑکے کی آواز آئی "بابا! پیسے کو مضبوطی سے تھامے رکھنا یہ چڑیا بڑی تیز پر ہے"؟ —— جیسے فقیر کا کوئی گلا گھونٹ رہا تھا۔

"مجھے واپس ہو جانا چاہئیے . . . . مجھے واپس ہو جانا چاہئیے کہیں میرا ننھا اکیلے ہی نہ دم توڑ دے۔ اس کا جسم پھنک رہا تھا۔ اسکی آنکھیں سرخ تھیں، اور اسکی سانسیں بہت تیز چل رہی تھیں۔ مجھے واپس ہو جانا چاہئیے"!

پیسہ مٹھی میں دبائے وہ ایک اور راستے سے واپس آنے لگا۔ اسے ایک بہت بڑے میدان میں ایک بہت بڑا اژدہام نظر آیا ایک بہت بڑے شامیانے کے نیچے لوگ ایک دوسرے سے چپٹے بیٹھے تھے ایک بہت بڑے قومی رہنما، ایک بہت بڑے اسٹیج پر اچھل رہے تھے۔ کود رہے تھے۔ جھکتے تھے۔ تنتے تھے۔ گھونسے تانتے تھے۔ باہیں پھیلاتے تھے۔ منہ سے جھاگ نکل رہا تھا۔ آنکھوں سے شرارے برس رہے تھے۔ اسٹیج کانپ رہا تھا۔ خود ہانپ رہے تھے۔ بوڑھا سوچنے لگا۔ ان لوگوں کے دل اتنے بڑے لیڈر کی باتیں سن سن کر پسیج رہے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی خدا ترس مجھے ضرور سہارا دے گا۔ انشاء اللہ کوئی چونی کے بجائے اٹھنی دے دے۔ شاید میں ننھے کے لئے کچھ پھل بھی خرید سکوں گا۔ بے چارا بے ہوشی میں سیب مانگ رہا تھا۔

وہ آگے بڑھا، اسوقت رہنما صاحب فرما رہے تھے "ہم ہندوستانی ہیں۔ ہم نہ ہندو ہیں نہ مسلمان، نہ سکھ نہ عیسائی۔ نہ پارسی نہ یہودی۔ نہ بدھ نہ جینی۔ ہم ہندوستانی ہیں۔ ہم سب ہندوستانی ہیں۔ ہندوستان ہمارا جنم بھومی ہے۔ ہندوستان ہماری دنیا ہے۔ ہندوستان ہمارا سب کچھ ہے۔ بولو ہندوستان کی جے۔ بھارت ماتا کی جے۔ انقلاب زندہ باد"!

حاضرین فرط جوش میں فرش پر سے کود کود جاتے تھے۔ ہر آنکھ میں خون تھا، اور ہر لب پر نعرہ۔ بوڑھے نے مجمع میں ایک شخص کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا اور بولا "بے مولوی جی۔ مجھ غریب کا ننھا . . ." بوڑھے کی چھاتی کہنی کے سیدھے نشانے سے ہٹ گئی، وہ لڑکھڑا کر ایک اور شخص پر جا گرا جس کا طرہ مور کی دم کی طرح پھیلا ہوا تھا۔ وہ بولا "دفع ہو غلیظ کتے۔ مانگنے کی یہی جگہ رہ گیا ہے"!

بوڑھا چھاتی ملتا ہوا جلسہ گاہ سے نکل آیا۔ ایک مریل سی کتیا جو دم کو ٹانگوں میں دبائے ایک پودے کی اوٹ میں بیٹھی تھی۔ حسرت بھری نگاہوں سے گھورنے لگی۔ بوڑھے کے آنسو آنکھوں سے نکل کر جھریوں میں اٹکی ہوئی پھوار میں مل گئے۔ اس نے اپنے جی میں کتیا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "ادھر آ۔ ادھر آ جا کتیا۔ تو بھی دنیا کی ٹھکرائی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ تو بھی میری طرح ٹھٹھر رہی ہے۔ اور تیری پسلیاں بھی میری طرح ابھری ہوئی ہیں"!

کتیا فقیر کو اپنی طرف متوجہ دیکھ کر جلسہ گاہ کی طرف چلدی، اسکی لٹکی ہوئی دم اور جھکے ہوئے لمبے کانوں کے کناروں پر سے پھوار موٹے موٹے قطرے بن کر نیچے گر رہی تھی۔ فقیر نے اپنی خاموش تقریر جاری رکھی، "ادھر ادھر نہ جا۔ وہاں بھارت ماتا کے سپوت تیری پسلیوں میں ایسی کہنی لگائیں گے۔ کہ تیرا بھیجا نکل جائے گا۔ وہاں غلامی کا جوا اتار نے کے مشورے ہو رہے ہیں۔ ادھر غریبوں کا گزر نہیں"!

دماغ یوں بے تحاشا کام کرنے لگا۔ تو بوڑھے کے کان بجنے لگے۔ اس نے سمجھا میں پاگل ہو رہا ہوں۔ کتوں سے باتیں کرنا داناؤں کا کام نہیں۔ وہ پیسہ اس کی مٹھی میں انگارے کی طرح دہکنے لگا، وہ اسے پھینک دینا چاہتا تھا۔ مسل دینا چاہتا تھا۔ لیکن شاید اس سے ایک سیب خریدا جا سکے! اب اس نے مٹھیاں بھینچ کر دوڑنے کی کوشش کی۔ ننھا اسے فضا میں موجی موجی آنکھوں سے آنسو گراتا، منہ بسورے سسکتا نظر آیا۔ اب وہ نوجوانوں کی طرح دوڑنے لگا!

اچانک اس کے قدم رک گئے۔ سامنے کارخانے کی لمبی لمبی چمنیاں دھواں اگل رہی تھیں۔ دھک۔ دھپ۔ دھک۔ دھپ۔ اس کا دل مشین کی آواز سے ہم آہنگ ہو کر تڑپنے لگا۔

وہ جی میں کہنے لگا۔ کیا یہاں سے بھی نا امید لوٹنا پڑے گا! اس جگہ سے تو الٰہی مجھے کچھ دلوا دے۔ ننھے کے پاس خالی ہاتھ کیسے جاؤں خالی ہاتھ جانے سے تو کہنا بہتر رہے گا۔ کہ ننھے مر جا۔ بے شک مر جا۔ مجھ سے تیرے لئے چونی کی دوا نہیں خریدی جا سکتی۔ بے شک مر جا —— الٰہی —— الٰہی!

وہ کارخانے میں داخل ہوا، کالے کالے چہرے۔ کالے کالے لباس! کالی کالی مشین! گورا گورا منیجر!

"سلام حضور"!

"ارے! تو یہاں کیسے گھس آیا! بھاگ جا!"

"حضور، میرا ننھا سا بچہ ہے۔ تین دن سے بیمار پڑا ہے۔ اگر ایک چونی . . . . ."

"معاف کر بابا"

بوڑھے نے سوچا، اب لے کے ہی ٹلوں گا۔ یوں تو یہ لوگ غریبوں کی باتیں ایک کان سے سنتے نہیں، اور دوسرے نکال باہر پھینکتے ہیں بولا "بابو جی۔ اگر میں . . . . ."

"ارے یہ بہرہ ہے کیا؟ ۔ بھاگ جا"

"میں حضور . . . . !"

"چپراسی اسے دھکیل کر باہر کر دے۔ یوں مانگتا ہے۔ جیسے مجھے اس کے باپ کا قرضہ دینا ہے۔ لچا۔ بدمعاش۔ کنگلا!"

بوڑھا پکار اٹھا "بھائی چپراسی! مجھے دھکا نہ دینا۔ میں غریب مر جاؤں گا"

بوڑھا اب بڑے اطمینان و سکون سے واپس مڑا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔ اس کی آنکھوں میں چمک تھی، اس کے انداز میں وقار تھا۔ وہ دس سال پہلے کا پرانا باعزت چودھری نظر آنے لگا۔

. . . .

اچانک کارخانے میں بھگدڑ مچ گئی "ارے لیسنا۔ پکڑنا، وہ گیا وہ گیا۔ وہ۔ وہ۔ وہ گیا!"

خون سے لتھڑا ہوا ایک انسانی ہاتھ، جس نے اپنی زرد انگلیوں میں ایک پیسہ تھام رکھا تھا۔ دَن سے منیجر کی میز پر آگرا!

منیجر نے حیران ہو کر پوچھا "کیا ہوا؟"

ایک مزدور ہراساں لہجے میں بولا "حضور، وہ فقیر مشین کی جھپیٹ میں آ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا"!

"تو پولیس میں اطلاع کر دو"

باہر کارخانے کی لمبی لمبی چمنیاں دھواں اگل رہی تھیں۔ دھک۔ دھپ۔ دھک۔ دھپ۔ مشینوں کی آواز آ رہی تھی

صمد شاز رضوی

اے دوست!

(۱)

میں اپنی ساری راحتیں نثار تم پہ کر چکا:
سکونِ طلب، وفا کی منزلوں سے بھی گذر چکا
جب اپنی رُوح وقلب کو میں دردوغم سے بھر چکا
ہزار بار کہہ چکا کہ . . . ہاں میں تم پہ مر چکا
تو پھر یہ کیا کہا "مری وفا کو بھول جاؤ گے"!!

(۲)

نشاطِ مرگ کی طرح وجود میں سما گئے.
سرورِ زیست بن کے تم فضائے دل پہ چھا گئے
مرے زمین و آسماں کچھ اور ہی بنا گئے
تمہیں تو ہو جو مجھ کو اپنا بھولنا سکھا گئے
تو پھر یہ کیا کہا "مری وفا کو بھول جاؤ گے"!!

(۳)

سما کے مجھ میں تم نے زیست کا نیا مزہ دیا
نشاطِ جاوداں کا درس روح کو پڑھا دیا
فضا کو اپنی مسکراہٹوں سے جگمگا دیا
تمام کائنات کو حسین تر بنا دیا
تو پھر یہ کیا کہا "مری وفا کو بھول جاؤ گے"!!

(۴)

وہ مسکراہٹیں جو میرے دل میں جذب ہو چکیں
وہ آنکھیں. جو مرے لئے ہزار بار رو چکیں
جو کیفِ رُوح میں نظامِ قلب کو ڈبو چکیں
میں ان کو بھول جاؤں گا. جو مجھ کو مجھ سے کھو چکیں
تو پھر یہ کیا کہا "مری وفا کو بھول جاؤ گے"!!

---

(۱) پرچہ وصول نہ ہونے کی اطلاع مہینہ کے اندر اندر ہونی چاہیئے. دو دو تین تین ماہ بعد دفتر کو لکھنے سے پرچہ نہیں بھیجا جائے گا۔
(۲) قلیل چندہ پہ ہی میں سالنامہ. ڈرامانمبر اور افسانہ نمبر کے علاوہ، نو عام پرچے دیئے جاتے ہیں.
(۳) ادبی سیٹ کی سکیم شذرات میں پڑھیئے ـــ ادبی سیٹ میں اردو کے ہر موضوع پر کتابیں ہوا کریں گی۔
(۴) ادب لطیف کا افسانہ نمبر دنیائے افسانہ کا ریکارڈ توڑ دیگا۔ اس کے افسانہ نمبر میں اشتہار دیکر اپنی تجارت کو فروغ دیجئے. (منیجر)

احمد ندیم قاسمی

مژدۂ انقلاب

مضطرب ہیں میری فریادوں سے یارانِ چمن
توڑ کر چھوڑوں گا لیکن میں قوانینِ کہن!

پھونکتا ہوں ان کے کانوں میں سرودِ زندگی
ایک دن کروٹ بدل لے گا مرا پیارا وطن

ذرّے ذرّے سے اٹھے گی جب صدائے انقلاب
منتظر ہیں اس گھڑی کے جانفروشانِ چمن

نالہ ہائے درد سے گونجیں گے اس کے مرغزار
خون کے دھاروں سے دھل جائیگا رنگِ انجمن

پی سکیں گے اس سے درویش و امیر و بادشاہ
اک نئے سانچے میں ڈھل جائیگی صہبائے کہن

میری وحشت ہوشیاروں سے کبھی لے گی خراج
اک صداقت بن کے چمکے گا مرا دیوانہ پن

زندگی اور موت اک تصویر کے دو عکس ہیں
کھیل ہے میرے جنوں کے سامنے دار و رسن

طعنے دیتے ہو مجھے لیکن جوانانِ "غیور"
تم کو زیبا ہے کہ پہنو جیتے جی کالے کفن

تم نہیں سمجھے غلامی اور آزادی کا فرق
تم نہیں سمجھے کہ جنگل میں ہے غیروں کے وطن

تم نہیں سمجھے کہ جب شیشے پہ جم جاتا ہے میل
اس سے چھن سکتی نہیں زنہار سورج کی کرن

تم نہیں سمجھے کہ جب دل غیر کے محکوم ہوں
کچھ اثر کرتا نہیں روحوں پہ نورِ علم و فن

میں نہیں کہتا کہ ہے تنہا تمہارا ہی قصور
خوابِ غفلت میں پڑی ہے انجمن کی انجمن

میرے سینے میں مگر شمعِ عمل ہے شعلہ ریز
جس کی ضو میں دیکھتا ہوں ہند کے کوہ و دمن

لیڈروں کے دل میں رقصاں خواہشِ نام و نمود
اور اہلِ دیں کے ڈھیلے فرغلوں میں مکر و فن

اس طرف اغیار کا ہر فرد ہے مصروفِ کار
اس طرف بیکار ہیں مصروف شیخ و برہمن!

اس طرف بارود کی بو اور توپوں کی گرج
اس طرف مردوں کے رخ پر عورتوں کا بانکپن!

تم ابھی تک ہند کو فردوس ہو سمجھے ہوئے،
میری نظروں میں مگر یہ ملک ہے بیت الحزن

جانتا ہوں اس حقیقت کو یہاں دیوانگی
میری فریادوں سے جھنجھلاتے ہیں یارانِ وطن!

لیکن اس اجڑی ہوئی محفل کی حالت دیکھ کر
اب بہت برس برس کے دکھتا ہے مرا داغِ کہن

اب سراپا آگ ہے میرا وجودِ غم نصیب
میری آہیں برق ساماں میرے نالے شعلہ زن

انقلاب آجائیگا اب انقلاب آ جائے گا!!
ذرّہ خاکِ ہند کا بن جائے گی لعلِ یمن

برق کے مانند کوندیں گے یہاں کے بدنصیب
شیر کی مانند گونجیں گے یہاں کے خستہ تن

آگ کی مانند لپکیں گے یہاں کے مولوی
آندھیوں کی طرح ابھریں گے یہاں کے برہمن

ڈالیوں پر جھوم کر ہر صبح ن گر گائیں گے!!
اپنی آزادی کے نغمے خوش نوایانِ چمن

میرا سرمایہ مرا احساس ہے۔ ورنہ ندیم
میں نہ عالم ہوں نہ فاضل ہوں نہ استادِ سخن۔

ادارہ

نقد و نظر

مدراس میں اُردو:۔ مصنفہ نصیر الدین صاحب ہاشمی طباعت وکتابت اعلیٰ۔ صفحات دو سو کے قریب قیمت ۲ر ملنے کا پتہ۔ ادارۂ ادبیات اردو۔ رفعت منزل خیریت آباد۔

موجودہ صورتِ حالات میں، جبکہ اردو دشمنی کے مظاہرے ہندوستان کے گوشے گوشے میں بروئے کار آرہے ہیں اور بڑے بڑے قوم پرست جن کی قوم پرستی مسلّم اور جن کی وسیع الخیالی مشہور و معروف ہے۔ موجودہ اردو ہندی نزاع کے سلسلے میں ایسی ایسی حرکتیں کر رہے ہیں۔ جن کا تصور بھی انکے عقیدتمند نہیں کر سکتے اردو کی خوش قسمتی سے ہم میں ایسے اولوالعزم اشخاص بھی موجود ہیں جن کا ۔ ۔ ۔ اوڑھنا بچھونا اردو ہے! جو ہر وقت اردو کو ترقی و فروغ دینے کے لئے تدابیر سوچتے رہتے ہیں۔ اور جو ہر وقت اُردو کی نشر و اشاعت کیلئے کوشش کرتے رہتے ہیں!

جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی ان ہی اشخاص میں شامل ہیں۔ اس کتاب سے پیشتر بھی آپ کئی محققانہ مقالات تحریر فرما چکے ہیں: "مدراس میں اردو" اپنے موضوع کے لحاظ سے نہایت کامیاب کوشش ہے ہاشمی صاحب نے مدراس میں اردو کی رفتار ترقی پر روشنی ڈالتے ہوئے مدراس کے ادبا کی ذہنی کاوشوں پر تبصرہ کیا ہے: جو ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے:

کتاب کے شروع میں دکن کے مشہور ادیب جناب سید محی الدین صاحب زور نے ایک مختصر مگر پرمغز دیباچہ لکھا ہے۔

امید ہے ہماری پبلک اس کتاب کی کماحقہٗ قدر کرے گی۔ (م ا)

مَن کی بِتیا:۔ مصنفہ محترمہ لطیف النساء بیگم صاحبہ۔ طباعت کتابت اعلیٰ۔ صفحات ۸۰۔ قیمت ۸ر۔ ملنے کا پتہ۔ ادارہ ادبیات اردو خیریت آباد۔ حیدر آباد دکن۔

محترمہ لطیف النساء بیگم صاحبہ اردو کی مشہور انشا پرداز ہیں، اور آپ کے متعدد و مفید مقالات سب رس میں شائع ہو چکے ہیں یہ مجموعہ آپ کی ان تقریروں پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے گاہے گاہے، مختلف جلسوں میں کیں۔ کل مضامین اٹھارہ ہیں۔ اور ہر مضمون اپنی افادیت کے لحاظ سے اتنا کامیاب ہے۔ کہ اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ کتاب کے آغاز میں لکھا ہے:

"اس کتاب میں متوسط طبقہ کی خواتین کی معاشرتی اور اخلاقی کمزوریوں کو بے نقاب کر کے زندگی کی تلخیوں سے کامیاب مقابلہ کرنے کے طریقے پیش کئے گئے ہیں"

اور کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سطور مبالغے پر مبنی نہیں۔ واقعی محترمہ نے کھاتے پیتے طبقے کی کمزوریوں کو نہایت کامیابی کے ساتھ بے نقاب کیا ہے!

محترمہ کا طرزِ نگارش بہت شگفتہ ہے! معلوم ہوتا ہے کہ لطیف النساء صاحبہ ایک پیدائشی ادیبہ ہیں! (م ا)

مَن کی دُنیا:۔ مصنفہ جناب رشید قریشی۔ کتابت و طباعت اعلیٰ۔ صفحات ۱۴۰۔ قیمت عہ۔ ملنے کا پتہ۔ ادارہ ادبیات اردو خیریت آباد حیدر آباد دکن۔

من کی دنیا مجموعہ ہے، جناب رشید قریشی صاحب کے افسانوں کا۔ رشید صاحب ابھی نومشق ہیں، اور ان کے افسانے بھی زیادہ کامیاب نہیں۔ مگر امید کی جاتی ہے، کہ ہمارا یہ نووارد صاحب قلم مستقبل میں ضرور اردو کے مشاہیر کی صف میں شامل ہوگا۔ اندازِ نگارش کے تیور صاحبِ قلم کی صلاحیتوں کا پتہ دے رہے ہیں---!

آغازِ کتاب میں ایک مختصر سا دیباچہ ہے۔ جناب محی الدین صاحب زور کے قلم سے۔ پھر جناب پروفیسر مولوی عبدالقادر صاحب سروری، ایم اے ایل ایل بی کا مقدمہ ہے۔ جس میں انہوں نے افسانے کے عناصر ترکیبی پر روشنی ڈالتے ہوئے قریشی صاحب کی خصوصیات کا بھی ذکر کیا ہے! عرضِ حال کے ماتحت افسانہ نگار نے اپنا اور اپنے افسانوں کا تعارف کرایا ہے۔ اور افسانوں کے مطالعے سے پیشتر ان سطور کا پڑھنا بہت ضروری ہے۔

بہر حال اس مجموعے کی قدر کرنی چاہیئے۔ (م ا)

غلاموں کی بغاوت:۔ مصنفہ چودھری عبدالرشید صاحب

تبسم بی اے۔ کتابت وطباعت نہایت اعلیٰ صفحات ۲۳ قیمت ۴؍ ملنے کا پتہ۔ اردو اکیڈمی لاہور۔ مکتبۂ اردو لاہور۔

غلاموں کی بغاوت ایک ولولہ انگیز نظم ہے۔ جناب عبدالرشید صاحب تبسم کے قلم سے۔ تبسم صاحب پنجاب کے جواں سال، جوان دماغ اور جوان افکار ادیب ہیں اور آپ جو کچھ لکھتے ہیں، سوچ سمجھ کر لکھتے ہیں، زیر نظر نظم موجودہ فضا کے لئے بہت مفید نظم ہے۔ شروع میں مورخ اسلام مولانا علم الدین صاحب سالک ایم، اے، (علیگ) کا محققانہ مقالہ ہے۔ جس میں انہوں نے تنزل کے غار میں گری ہوئی قوم کی ذہنی پستی کی نفسیاتی تحلیل کر کے تبسم صاحب کے اشعار کی خوبیاں واضح کی ہیں۔ (م ا)

مظاہر ذہنیات :۔ مصنفہ ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ایل، ایم، پی، آئی، ایم، ڈی۔ کتابت وطباعت خوشگوار۔ صفحات ۱۴۴ قیمت دو روپے۔ ملنے کا پتہ۔ کوثر چاند پوری رائیسن بھوپال۔

مظاہر ذہنیات میں فاضل مصنف نے انسانی زندگی کے تمام عناصر کی نفسیاتی تحقیق کر کے کامیابی کے ذرائع بتائے ہیں۔ سب سے پہلے حقیقت نفس پر روشنی ڈالی ہے۔ نفس کیا چیز ہے؟ اسکی کون کونسی مختلف کیفیتیں ہیں۔ شعوری، تحت شعوری، التباسات حسیہ، خارجی موثرات یا ہیجانات کی نہایت کامیابی کے ساتھ توضیح وتشریح کی ہے پھر قوت حافظہ، اس کی گوناگوں کیفیات، اسے تیز اور کارآمد بنانے کے ذرائع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ اس کے بعد دوسرے اہم لوازم حیات کو معرض بحث میں لایا گیا ہے۔ مصنف کا انداز بیان نہایت شگفتہ اور دلآویز ہے۔ معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی انسانی زندگی کی گہرائیوں سے واقف ہو سکتا ہے۔ ہمیں فاضل مصنف کا شکرگزار ہونا چاہیئے۔ کہ انہوں نے اتنی کامیاب، مفید اور کارآمد کتاب لکھ کر ہماری معلومات میں اضافہ کیا۔ لاریب مظاہر ذہنیات ایک مشعل کامیابی ہے۔ جس کی ضرورت ہر شخص کو ہے۔ امید ہے قارئین اس کتاب کی قدر کریں گے۔ اور اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے: (م ا)

منظور کردہ محکمۂ تعلیم پنجاب صوبہ سرحد ریاست حیدرآباد دکن

مکتبۂ اردو لاہور کا

کثیر الاشاعت و ارزاں ترین ماہنامہ

رسالہ ادبِ لطیف لاہور

اگست سنہ ۱۹۳۹ء

خریداران ادبِ لطیف کیلئے انتہائی رعایت!

صحرا نورد کے خطوط جیسی عدیم النظیر کتاب

صرف ایک روپیہ آٹھ آنے میں!

جیساکہ قارئین جانتے ہیں "صحرا نورد کے خطوط" شائع ہو چکی ہے اسکی قیمت ڈھائی روپے علاوہ محصولڈاک اور محصولڈاک کیساتھ تین روپے ہے لیکن ہم خریداران ادب لطیف کیساتھ ایک روپے کی رعائت کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں۔ کہ خریدار صاحبان ———

یا تو (۱) ایک روپیہ آٹھ آنے کتاب کی قیمت اور پانچ آنے ڈاک خرچ کل ایک روپیہ تیرہ آنے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ کتاب فوراً ان کی خدمت میں بھیج دیجائیگی۔ مزید تین آنے بھیجنے والے حضرات کو کتاب بصورت رجسٹری بھیجی جاویگی ——— یا

(۲) ہمیں اجازت دیں۔ کہ کتاب وی پی برائے مبلغ دو روپے انکی خدمت میں بھیج دیں۔ کتاب وی پی بھیجنے کی صورت میں محصولڈاک ساڑھے آٹھ آنے صرف ہوتے ہیں۔

جو حضرات چند ماہ پیشتر کتب کا آرڈر بھیج چکے ہیں۔ ان کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ وہ دوبارہ آرڈر عنایت فرمائیں تاکہ فوراً تعمیل کی جائے۔

یہ اعلان نئے خریداروں کے لئے بھی ہے۔ نئے خریدار حضرات پانچ روپے پانچ آنے بذریعہ منی آرڈر بھیج دیں۔ اس رقم میں کتاب کی قیمت اور رسالے کا ایک سال کا زرِ سالانہ دونوں شامل ہیں۔

کتاب ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے۔ قارئین بہت جلد توجہ کریں۔ ورنہ ممکن ہے۔ دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے!

(نوٹ) آرڈر دیتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں

مینجر مکتبۂ اردو لاہور

زر سالانہ بمعہ ضخیم سالنامہ و افسانہ نمبر و ڈراما نمبر تین روپے آٹھ آنہ علاوہ محصول ڈاک

زر سالانہ ممالک غیر سے ۸ شلنگ

فہرست

جلد (۹) بابت ماہ اگست ۱۹۳۹ء نمبر (۶)

چوہدری برکت علی بی۔اے۔ پرنٹر، پبلشر، ایڈیٹر نے برانچ کواپریٹیو کیپٹل پرنٹنگ پریس وطن بلڈنگ لاہور سے چھپوا کر دفتر ادب لطیف ۱۵ سرکلر روڈ بیرون موری دروازہ لاہور سے شائع کیا۔

اشارات

ادبی سٹ:- اس سکیم کو معرضِ وجود میں آئے ابھی بمشکل ڈیڑھ ماہ گزرا ہے۔ مگر موجودہ صورتِ حالات سے بہ آسانی یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ کہ اردو ادب کو فروغ و ترقی دینے کی یہ کامیاب کوشش مستقبل قریب میں ہندوستان کے گوشے گوشے پر چھا جائیگی۔ اس وقت ادبی سٹ کے محترم ناظم جناب اقبال سلیم گاہندری ملک کے مختلف حصوں میں دورہ لگا رہے ہیں۔ اور ان کے خطوط کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ جہاں گئے ہیں (قطع نظر اس کے کہ اس علاقے کے بیشتر باشندوں کی زبان اردو ہے یا نہیں) انہیں خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ اور ہو رہی ہے۔ چنانچہ اس وقت ان کی سرگرمیوں کا مرکز بھوپال ہے۔ اقبال صاحب کو یقین کامل ہے۔ کہ یہ لائحہ عمل روز بروز کامیاب سے کامیاب اور مقبول سے مقبول ہوتا جائیگا۔

گزشتہ اشاعت میں درخواست کی گئی تھی۔ کہ قارئین کرام اقبال صاحب کا ہاتھ بٹائیں۔ تاکہ وہ اپنا دائرہ عمل زیادہ وسیع کر سکیں۔ ہم اپنے محترم دوستوں کے ممنونِ احسان ہیں۔ کہ انہوں نے بکمال مہربانی صاحبِ موصوف کی اعانت کی اور اس طرح کئی مشکلات جو اس سکیم کے راستے میں حائل تھیں۔ دور ہوگئیں۔ ہمیں امید واثق ہے۔ کہ دیگر حضرات بھی توجہ فرما کر "ادبی سٹ" کے کارکنوں کو شکر گزاری کا موقع دیں گے۔

جو حضرات اِس سکیم کے تمام پہلوؤں سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ وہ یا تو ڈراما نمبر کے ابتدائی صفحات ملاحظہ فرمائیں۔ یا منیجر صاحب مکتبہ اردو سے اس باب میں خط و کتابت کریں۔

ایک اہم اعلان:- "ادبی سٹ" کی توضیح کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ خریدار حضرات سے پیشگی صرف تین روپے لئے جائیں گے اور بقیہ رقم دو روپیہ بالاقساط۔ اب اسمیں کچھ تبدیلی کی جاتی ہے۔ یعنی پیشگی تین روپے کی بجائے پانچ روپے لئے جائیں گے اور بقیہ رقم حسبِ معمول:

جو حضرات ادبی سٹ خریدنا چاہتے ہیں وہ پانچ روپے پیشگی روانہ فرمائیں۔

مکتبۂ اردو کی زیرِ طباعت کتابیں:-

سوشلزم مصنفہ فریڈرک اینگلز

ایسے تو اردو میں سوشلزم پر متعدد کتابیں موجود ہیں۔ مگر افسوس کنا ہے کہ اس انبار میں کوئی ایسی تصنیف یا تالیف نہیں تھی۔ جو سوشلزم کے تمام پہلوؤں کو محیط ہو۔ یہ کتاب یقیناً اس اہم موضوع پر سب سے زیادہ جامع اور مکمل تصنیف ہے۔ اور ایسا ہونا ناگزیر ہے۔ کیونکہ یہ دماغی کاوش ہے فریڈرک اینگلز کی جو کارل مارکس کا دستِ راست تھا۔ ظاہر ہے جو کتاب ایسی خوش قسمت اور زندۂ جاوید شخصیت کے قلم سے ہوگی۔ اس کا پایہ نہایت بلند ہوگا۔ قارئین یہ سن کر مسرور ہوں گے۔ کہ سوشلزم کتابت کی منزل سے نکل کر طباعت کی حدود میں داخل ہوگئی ہے اور ایک ہفتے تک مارکیٹ میں آجائیگی۔ کتاب کا ترجمہ کامریڈ باری کا مرہونِ منت ہے۔ باری صاحب سوشلزم کی تمام باریکیوں سے کماحقہٗ واقف ہیں۔ اس لئے ان کا یہ ترجمہ ہر پہلو سے لاجواب ہے۔ یہ کتاب اردو میں پہلی مرتبہ منتقل ہو رہی ہے۔ (کتاب شائع ہو چکی ہے)

کمیونسٹ مینی فسٹو (اشتمالی منشور) مصنفہ کارل مارکس

کارل مارکس، بانیٔ اشتراکیت نے اس شہرہ آفاق تصنیف میں اشتمالی پروگرام کے ہر پہلو کی تشریح و توضیح کی ہے۔ اس کتاب کے مترجم بھی، کامریڈ باری ہیں۔ ترجمے کی زبان نہایت شگفتہ اور عالمانہ ہے۔ ہر سطر میں شعلے بھڑک رہے ہیں۔

سرکش روحیں:- مصنفہ جبران خلیل جبران

یہ مشہور عالم مصنف جبران خلیل جبران کے بہترین افسانوں کا مجموعہ ہے۔ خلیل جبران کی بے نظیر شخصیت کے متعلق کچھ کہنا تحصیلِ حاصل ہے۔ اس مصنف کی تمام تصانیف دنیا کی تمام بڑی بڑی زبانوں میں منتقل ہو چکی ہیں اردو میں اسکی دو کتابیں "اس نے کہا" اور "پاگل" شائع ہو چکی ہیں۔ مگر یہ کتاب "سرکش روحیں" مصنف کا شاہکار ہے۔ کتاب کے مترجم ملک کے مشہور انشاء پرداز اور شاعر حاجی لق لق ہیں۔ ترجمے کے سلسلے میں یہ خصوصیت قابلِ ذکر ہے۔ کہ حاجی صاحب نے اس کا براہِ راست عربی سے ترجمہ کیا ہے۔

ہوائی قلعے:- یہ مشہور افسانہ نگار جناب کرشن چندر ایم۔ اے کے منتخب مزاحیہ اور سنجیدہ مضامین کا مجموعہ ہے۔ کرشن چندر جہاں صاحبِ طرز افسانہ نگار ہیں۔ وہاں آپ مضمون نگاری میں بھی خاص انداز رکھتے ہیں۔ چنانچہ اس مجموعے کا ہر مضمون آپ کی امتیازی خصوصیات کا حامل ہے۔

کمپنی کی حکومت (دوسرا ایڈیشن)

کامریڈ باری کی مشہور و مقبول تصنیف "کمپنی کی حکومت" کا دوسرا ایڈیشن شائع ہونے والا ہے۔ مصنف نے کئی ابواب میں اضافہ کرنے کے علاوہ

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کے بعد کے واقعات کی بھی تصویر کھینچ دی ہے !

موت کا راگ ۔مصنفہ میرزا ادیب !

یہ مجموعہ ہے میرزا ادیب کے سولہ افسانوں کا جس میں کئی افسانے غیر مطبوعہ ہیں۔

پروفیسر فضل حق کی وفات۔ہمیں یہ پڑھ کر نہایت افسوس ہوا ہے۔کہ بروز اتوار ۳۰-جولائی کو پروفیسر قاضی فضل حق دنیا سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہوگئے۔پروفیسر مرحوم السنۂ شرقیہ کے بہت بڑے عالم تھے۔ دُعا ہے۔خدا مرحوم کو جوارِ رحمت میں جگہ دے۔

ادبِ لطیف کی موجودہ سطر :- ادبِ لطیف کی موجودہ سطر تینتیس ۳۳ سطروں پر مشتمل ہے۔جس کا مطلب یہ ہے۔کہ رسالے میں ایک کالم کا اضافہ ہوگیا ہے۔اب ہم نے درمیانی لکیر (جو صفحے کو دو کالموں میں تقسیم کرتی تھی) اڑا دی ہے۔صفحے کی پیشانی کی لکیروں کا انداز بھی بدل ڈالا ہے قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔کہ "ادبِ لطیف" کا ہر پرچہ نہ صرف معنوی خصوصیات کے لحاظ سے پہلے پرچے پر فوقیت رکھتا ہے۔بلکہ اس کے صوری محاسن میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے

مینیجر صاحب کی علالت :- مکتبہ اُردو اور ادبِ لطیف کے مینیجر جناب چوہدری بشیر احمد صاحب کئی دن سے علیل ہیں۔قارئین دعا کریں کہ خداوند تعالٰے ان کو صحتِ کاملہ و عاجلہ عطا کرے۔

علامہ راشد الخیری کے خطوط :- مسٹر صادق الخیری قارئین ادبِ لطیف سے درخواست کرتے ہیں۔کہ اگر ان کے یا ان کے کسی دوست کے پاس علامہ راشد الخیری کا کوئی نجی یا مخزن و تمدن وغیرہ کے سلسلے میں صحافتی خط موجود ہو تو از راہِ کرم ان کے پاس فوراً بھیج دیں۔

اگر مکتوب الیہ کی خواہش ہو۔تو موصوف اسکی نقل رکھ کر اصل بحفاظت وبصد شکریہ واپس بھیج دیں گے۔خطوط کے علاوہ اگر کسی صاحب کے پاس "کہکشاں" (جو دار الاشاعت پنجاب سے شائع ہوتا تھا) کا مکمل فائل یا اس کے کچھ پرچے موجود ہوں۔تو وُہ از راہِ مہربانی یا قیمتاً مسٹر صادق کے پتے پر بھیج دیں۔جناب صادق الخیری کا پتہ یہ ہے :-

صادق الخیری ایم۔اے۔کوچہ چیلان۔دہلی۔

اَدبِ لطیف کے گزشتہ سالنامے اور افسانہ نمبر :-

ادبِ لطیف کے گزشتہ سالناموں اور افسانہ نمبروں کی بہت کم کاپیاں دفتر میں محفوظ ہیں۔جیسا کہ ہر پرچے میں اعلان کیا جاتا ہے۔یہ ضخیم نمبر رعایتی قیمت پر دیئے جاتے ہیں۔قارئین کرام ان نمبروں اور ان کی رعایتی قیمتوں کی فہرست اشتہار میں کہیں ملاحظہ فرمائیں گے۔

اَدبِ لطیف کا
معرکہ آرا افسانہ نمبر

اس شمارے کے بعد جو نمبر شائع ہوگا۔ وُہ افسانہ نمبر ہوگا۔یہ افسانہ نمبر یقین واثق ہے ادبِ لطیف کے تمام گزشتہ افسانہ نمبروں سے زیادہ وقیع اور دلچسپ ہوگا۔ افسانہ نمبر کی تعمیر میں ملک کے چوٹی کے افسانہ نگار حصہ لے رہے ہیں۔

ان حضرات کے مضامین اور افسانے دفتر میں پہنچ چکے ہیں:

محترمہ حجاب امتیاز علی کا ایک نہایت دلآویز اور دلپذیر رومان۔

کرشن چندر ایم۔اے کا ایک لاجواب افسانہ

اوپندر ناتھ اشک کی ایک حسرت انگیز کہانی۔

چودھری منظور احمد محمور جالندھری اور مجید لاہوری کے مجذوب منظوم افسانے۔

پروفیسر کنہیا لال، جمیل احمد کندھا پوری، سراج الدین احمد نظامی کے بلند پایہ افسانے

احمد ندیم قاسمی کا ایک نفسیاتی شاہکار۔

ناکارہ حیدر آبادی کا ایک بیحد پُر لطف مزاحیہ افسانہ

محترمہ مسز عبد القادر کا ایک دلچسپ رومان

راجندر سنگھ بیدی کا ایک معاشرتی شاہپارہ

ماہر القادری، سید بادشاہ حسین، اختر اورینوی، اور سید راحت مولائی کے بلند پایہ مقالات۔

اِن کے علاوہ دنیا کے مشہور افسانہ نگاروں، مثلاً موپاساں، ایڈگر ایلن پو اور چیخوف کے شاہکار افسانے اردو میں پہلی مرتبہ شائع ہو رہے ہیں۔

گزشتہ اشاعت میں "دُو ساعت مجرم" کا ابتدائیہ شائع کیا گیا تھا۔ یہ ابتدائیہ اسقدر مقبول ہوا ہے۔کہ کئی حضرات نے یہ دو صفحے پڑھ کر ہی کتاب کا آرڈر بھیج دیا ہے۔

افسانہ نمبر میں اس کتاب کا ایک مکمل باب جو ایک طویل افسانہ ہے۔"دیوی" کے عنوان سے شائع ہو رہا ہے۔امید ہے۔یہ افسانہ، صحرانورد کے تمام خطوط کے مقابلے میں زیادہ دلچسپ ہوگا۔

ضروری :- جیسا کہ قارئین کو معلوم ہے۔ستمبر کا پرچہ افسانہ نمبر ہے اور خاص نمبر ہمیشہ ڈاک میں گم ہو جاتے ہیں۔اسلئے اطلاعاً لکھا جاتا ہے۔کہ جو حضرات اپنا پرچہ بحفاظت وصول کرنا چاہتے ہیں۔وہ موازی مہر کے ٹکٹ رجسٹری کیلئے بھیج دیں (مینجر)

ہماری زبان

"اُردو ہندی کے سلسلے میں جو کچھ ہو رہا ہے۔ وُہ ہمارے سامنے ہے۔ حقائق کو لاکھ چھپایا جائے مگر وُہ کبھی نہ کبھی دنیا کی نگاہوں کے سامنے آ ہی جاتے ہیں۔ چھپے ہوئے واقعات" کو تو ایک طرف رکھیئے، ہمارے مشاہدات ہی اس امر پر شاہد ہیں۔ کہ موجودہ دَور میں جو سلوک اُردو کے ساتھ کیا جا رہا ہے وُہ ایک نہ ایک دن اس کو ختم کر کے چھوڑیگا۔ دُور کیوں جایئے۔ جو کچھ ہمارے اپنے صوبے میں ہو رہا ہے۔ وُہ کم افسوسناک نہیں۔ مندرجہ ذیل نوٹ ہم قارئین کی آگاہی کے لئے انجمن ترقی اُردو کے نیم ماہی آرگن "ہماری زبان" سے نقل کرتے ہیں:۔

کچھ سال پہلے یہ بحث جاری تھی۔ کہ اُردو کی ابتدا پنجاب سے ہوئی۔ یا دکن سے۔ اُردو کی ابتدا خواہ کہیں سے بھی ہوئی ہو۔ مگر یہ بات بالکل بحث طلب نہ تھی۔ کہ پنجاب کے لوگ اردو بولتے اَور لکھتے ہیں۔ بے شک پنجاب نے اُردو کی بڑی خدمت کی ہے اَور اِس خدمت میں ہندو مسلمانوں کی کوئی تخصیص نہیں اُردو کو پروان چڑھانے میں اپنی اپنی جگہ دونوں کا حصّہ ہے۔ ہندو اور مسلمانوں کے اردو میں روزانہ اَور ہفتہ وار اخبارات اَور ماہوار رسالے نکلتے ہیں اور کتابیں چھپتی ہیں۔ مگر آج جس طرح پنجاب میں ہندی کو آگے بڑھانے اَور مشترکہ زبان کو کم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اگر ابھی سے پیش بندی نہ کی گئی۔ تو اُردو کے لئے آنے والا زمانہ کافی نازک ہوگا۔ یہ کوشش زیادہ تر اسکولوں اَور کالجوں میں ہوتی ہے۔ وہیں عام فہم زبان کو نکال کر ایک اَنمل بے جوڑ طرح کی زبان داخل کی جا رہی ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت ایک کتاب ہے۔ جو پنجاب کے اسکولوں میں لڑکوں کو ہندی سے انگریزی میں ترجمہ سکھانے کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ "آرٹ آف اِنگلش ٹرانسلیشن"۔ یہ کتاب پنڈت وشوا ناتھ اَور لالہ دولت رام کی تصنیف ہے۔ اَور ہائی سکولوں کے طلباء کے لئے لکھی گئی ہے۔ اسمیں ہندی کے جو جملے ترجمہ کے لئے دیئے گئے ہیں۔ ان کے چند نمونے ہم آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:۔

"ڈاکٹر صاحب کئی دن سے میرے بیٹے کا چکستا (علاج) کر رہے ہیں۔" صفحہ ۳۰۔

"کیلا میرے اماشید (معدے) کے انوکل نہیں۔" صفحہ ۳۰

"اپنی آئے (آمدنی) کو بڑھاؤ اَور وِیئے (خرچ) کو کم کرو۔ صفحہ ۳۳

"[illegible] (میلہ) دیکھنے کے لئے چلیں۔" صفحہ ۳۷

جب میں اسکول پہنچا۔ تو ادھیاپک اپستھتی (حاضری) پکار رہا تھا۔ [ہیڈ ماسٹر]

"کیا اس کا بھائی پر چوت (مدفون) کیا جا چکا ہے؟" صفحہ ۶۸

"جب اس کا مکان گرایا گیا۔ تو اس نے میونسپلٹی پر ابھی یوگ (مقدمہ) چلایا۔" صفحہ ۷۳

"کرشک لوگ ورشا کے آرمبھ ہونے سے پہلے ہی اپنی ادھ پکے کاٹ لیں گے۔" صفحہ ۹۰

"جب ابھی تک یوتک (ملزم) نے دیکھا۔ کہ اس کے سمبندھیوں نے اسے چھڑانے کے لئے وکیل کر لیا ہے۔ تو اس نے دوش ہونا اسویکار کر دیا" صفحہ ۱۰۰

"جب ساہوکار نے دیکھا کہ رِنی (قرضدار) ٹال مٹول کر رہا ہے۔ تو اس نے نالش کر دی۔" صفحہ ۱۰۸

"کیا تم اس کے انوگرہیت ہو؟" صفحہ ۱۴۱

"وشواس نیئے (قابلِ اعتبار) ———— ہوتی ہیں" صفحہ ۱۴۲

اِن فقروں کو ملاحظہ کیجئے۔ ایسی مثالیں بہت پیش کی جا سکتی ہیں۔ اِن میں جو خاص بات نظر آتی ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ سخت ہندی الفاظ کے عام فہم الفاظ بریکٹ میں لکھے ہوئے ہیں۔ ایسا کیوں ہے؟ یہ اسلئے کہ جو لڑکے پنجاب میں ہندی پڑھتے ہیں۔ وُہ ہندی اَور سنسکرت کے ثقیل الفاظ نہیں سمجھتے۔ اس لئے ان کی آسانی کے لئے اُردو کا عام فہم لفظ بریکٹ میں لکھ دیا جاتا ہے اَور یہ صورت اس وقت تک جاری رہے گی۔ جب تک کہ ہندی کے طلباء سخت الفاظ عام طور پر نہ سمجھ سکیں۔ اب ذرا الفاظ پر غور کیجئے۔ علاج کی جگہ چکستا، آمدنی کی جگہ آئے، مقدمہ کی جگہ ابھی یوگ، ملزم کی جگہ ابھی یوتک وغیرہ سخت الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ حالانکہ اردو کے الفاظ عام طور پر سب سمجھ سکتے ہیں۔ ہوسکتا ہے۔ کہ ان الفاظ کی اصل عربی یا فارسی ہو۔ اَور چونکہ آجکل عربی اَور فارسی کے الفاظ سے نفرت کرنا قوم پرستی کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اس لئے یہ الفاظ بدل دیئے گئے۔ اور ان کی جگہ موٹے موٹے سنسکرت کے لفظ رکھ دیئے گئے۔ مگر ایک بات اَور بھی ہے۔ اِن الفاظ کے متعلق کیا کہا جائے جنکی اصل نہ عربی ہے نہ فارسی بلکہ سنسکرت ہے۔ مگر کثرتِ استعمال سے وُہ اپنی صورت بدل چکے ہیں۔ آج ان الفاظ کو پھر اپنی شکل میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔

مثلاً برسات کی جگہ ورشا، کسان کی جگہ کرشک وغیرہ کیا اِس سے

پتہ نہیں چلتا ہے۔ کہ زبان پر پھر پانچ ہزار برس پہلے کا تہذیبی رنگ چڑھایا جا رہا ہے؟ بعض الفاظ کے سامنے کوئی بریکٹ نہیں ہے۔ حالانکہ وہ بھی ثقیل اور نامانوس ہیں۔ اسکی وجہ یہ ہے۔ کہ اب ان کو بریکٹوں کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اب وہ ہندی داڑوں میں سمجھے جا سکتے ہیں۔ یہ ہے وہ طریقہ جس سے آہستہ آہستہ پنجاب میں اردو کی موجودہ حیثیت پر چھری چلائی جا رہی ہے۔ مگر جس سے زندہ دلانِ پنجاب اب تک بے خبر ہیں۔ کیا وہ اسی بے خبری میں زندگی گذار دیں گے۔ یا اٹھ کر کچھ کام بھی کریں گے؟"

ملاحظہ فرمایا آپ نے کس طرح پنجاب میں اردو دشمنی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے۔

جو حضرات اس سلسلے میں مزید معلومات بہم پہنچائیں گے۔ ہم ان کے شکرگزار ہوتے ہی ان کے مضامین کو "ادب لطیف" میں جگہ دیں گے

تراجم

کمسن بچے کی موت پر

انسان تجویزیں سوچتا ہے۔ اور قادرِ مطلق موزوں وقت پر فیصلہ کر
دیتا ہے ان تدبیروں کا۔
میں بڑھا .... جہاں تم لیٹے ہوئے تھے۔
حسین گلاب کا ننھا نازک پھول
گلاب کے پھولوں کی آغوش میں
میں نے جانا .... تم بیجان نہیں تھے۔
معلوم ہوتا تھا
تمہارے ننھے منّے ... نازک پاؤں تھک گئے ہیں۔
اور تم آرام کر رہے ہو ... گلوں کے نازک انبار میں
میں آیا!
تم نہ مسکرائے اپنے گُل پوش بستر پر
میں سمجھا ... تم کھوئے ہوئے تھے اپنی رنگین کھیلوں میں۔
مگر آہ! تمہاری روح پرواز کر چکی تھی قفسِ خاکی سے۔
حقیقتاً تم سو رہے تھے ابدی خواب کی شیریں آغوش میں۔
لیکن پھر بھی!
تمہاری حسین پلکیں کتنی خاموشی سے اُٹھی ہوئی تھیں آسمان
کی طرف۔
تمہارے پیارے بال کتنے پُرسکون تھے۔
یقیناً میں جانتا ہوں۔
تم جھانک رہے تھے ــــ اپنی ننھی ننھی پیاری پیاری آنکھوں سے۔
اس لئے ــــ میرے نالے دبے رہے پردۂ دل میں۔
میں جانتا ہوں!
خالق بصیر و ناظر ہے۔ وُہ فیصلہ کر دیتا ہے موزوں وقت
پر انسانی تدبیروں کا۔
تبسم میرے لبوں پر لہرایا ــــ میں نے تمہارا نام پکارا۔
اور اپنے گلاب کے حسین پھول کو، شیریں، نازک گلوں کے
لطیف انبار میں شامل کر دیا۔
اور تمہیں تمہاری رنگین کھیلوں میں مستغرق چھوڑ دیا۔

(چیرڈ مڈلٹن)

مترجمہ سید اشرف کاظمی قصور

رازِ محبت

محبت لفظوں میں بیان نہیں کی جا سکتی ــ دوست!
یہ دلوں میں چپکے چپکے۔ پوشیدہ۔ غائبانہ لہراتی ہے۔
جیسے بادِ رواں کے نرم و نازک جھونکے۔
میں نے اپنا صحیفۂ دل کھول کر رکھ دیا محبوبہ کے سامنے دوست:
اور اپنے سینے میں پنہاں محبت کی تمام باتیں۔
مگر ــ آہ! وہ پھر بھی مجھے داغِ فرقت دے گئی:
ایک مسافر آیا۔
خاموش۔ نظروں سے پوشیدہ اور اسے لے گیا۔
سرد آہ کے ساتھ!
(ولیم بلیک)

خاموش محبت!

اے دوست! تو اگر محبت کی ہوشربا کیف زاہیوں میں کھو گیا ہے۔
تو لبوں کو وا نہ کر۔
اپنے سینے کی گہرائیوں میں محبت کی آگ بھڑکا مگر مُہر بلب!
کیونکہ قلمرو محبت کی وسعتوں پر سکوت مسلط ہے:
اگر تیرے لب آہوں اور نالوں سے واقف ہو گئے۔
تو درد و غم تیرے آبگینۂ دل کو پارہ پارہ کر دیگا۔
(لونگ فیلو)

مرگِ شباب!

وُہ مِل بسی ایسے
جیسے صبح کے وقت شبنم کے قطرے مٹ جائیں آفتاب کے بلندیوں پر پہنچنے
سے پیشتر۔
آہ کتنی مختصر زندگی!
وُہ سمجھ بھی نہ سکی ــــ محبت کی آہوں کا مفہوم
محبت کی شیرینیاں اس کے گرد یوں لہراتی تھیں
جیسے گلاب کے گرد اس کی نازک نکہتیں!
وُہ بڑھی۔ اپنے محبوب کی الفت بھری نگاہوں کے راحت پرور سایہ میں
مگر بیرحم، خوف و ہراس سے بے نیاز، ظالم موت نے اسے چُرا لیا چپکے چپکے!
اس دُنیا میں "فرشتۂ الفت" اس کا نگہبان تھا۔
اس نے اسے موت کے ہاتھوں سونپ دیا۔
وُہ فرشتہ اس پر مہربان تھا ــــ تو پھر ہم کیوں خوف کھائیں موت سے
ممکن ہے مقدس موت اس سے بھی زیادہ مہربان ہو

غزل

طالب انصاری

ستم کی خو ہو گئی ہی تیری ستم کا سہنا ہی کام میرا! پھری ہیں جب سے تری نگاہیں بدل گیا ہی نظام میرا

جو عشق میں جاں مٹا چکے ہیں حیاتِ جاوید پا چکے ہیں جریدۂ دہر پر لکھا ہی جلی قلم سے دوام میرا

ہر اک فضا لالہ زار میری ہی آسماں کی بہار میری ستارے ہیں میری مے کے چھینٹے مۂ درخشاں ہی جام میرا

نہ رک سکا آنسوؤں کا طوفاں نہ لا سکا تابِ دردِ ہجراں ہوئی جو لبریز چشم پرخوں چھلک پڑا خود ہی جام میرا

جو میرے ملنے کو عار سمجھے، میری وفاؤں کو خوار سمجھے تو اُس ستمگر کے آستاں کو ہی دُور ہی سے سلام میرا

رہیگی کبتک یہ بے نیازی کروگے کبتک نہ دلنوازی یہ وقت ہی وقتِ چارہ سازی کہ غم سے ہوتا ہی کام میرا

جفا سے اُس شوخ کو ہے رغبت ستم کی خو ہی ستم کی عادت ہوئی ہی کس سنگدل سے اُلفت پڑا ہی کس سے کام میرا

نہ کر وفاؤں کو میری رسوا ہر اک زباں پر ہے اسکا چرچا اچھالتا ہوں میں نام تیرا ڈبو رہا ہے تو نام میرا

نہ بندگی سے ہی دل کو رغبت نہ کیفِ سجدہ نہ ذوقِ طاعت! فقط دکھاوے کی ہی عبادت نماز میری سلام میرا

خدائی اُس محتسب کو سمجھے، اُڑا دیئے اُس نے ہوش میرے بکھر گئی سب شراب میری اُلٹ گیا مجھ سے جام میرا

عطاء اللہ
(پالوی)

اُردو میں فنِ ڈراما پر تنقیدی تصانیف

۱ "ناٹک" کہئے یا "ڈراما" دونوں ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ "ناٹک" بگاڑی یا بنائی ہوئی شکل ہے۔ ہندوستان کی سب سے بڑی قدیم زبان پراکرت کے لفظ "نارٹ" (بمعنی رقص)، نٹ (بمعنی بازیگر) اور نارٹکا (بمعنی نچنیا) کی۔ اسی طرح "ڈراما" مشتق ہے یونانی لفظ "ڈراؤ" سے جس کے معنی کام کرنے اور ایکٹنگ کے ہیں۔ چونکہ ناٹک یا ڈراما انسانی زندگی کا جزو لاینفک ہے۔ لہٰذا اس کی صحیح تعریف میں یہ کہا جا سکتا ہے، کہ یہ ایک طرف تو انسانی زندگی کو دیکھنے اور سمجھنے میں ایک صحیح تصویر کا کام دیتا ہے، اور دوسری جانب زندگی کو سمجھانے کی ایک اچھی ترکیب یا سدھارنے کی ایک عمدہ تدبیر ہے۔ کیونکہ اس میں اقوال و افعال کے ذریعے انسان کی (اچھی ہو یا بری)، معاشرت، تمدن، تہذیب یا طریق کار کی متحرک تصویر دکھائی اور اتاری جاتی ہے۔ بقول محمد عمر و نور الٰہی صاحبان "ڈراما ایک روداد ہے، جو عملاً کر کے دکھائی جاتی ہے، ڈراما ایک مکالمہ ہے، جس سے ایک ایسا نتیجہ برآمد ہوتا ہے جو بخط راست افعال انسانی سے مترتب ہوتا ہو۔ ڈراما ان لوگوں کا لٹریچر ہے جو مکالمہ کی زحمت گوارا نہیں کر سکتے اور ڈراما ؎

خوشتر آں باشد کہ سرِ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

کی متحرک تشریح ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

نشر کرتے ہیں جو کچھ نیک و بد کام
دکھا دیتے ہیں ہم ہر اک کا انجام

حقیقت یہ ہے کہ ناٹک یا ڈراما ایک ایسا فن ہے جو بالتفریح تبلیغ، بلا جبر تربیت، بلا زحمت تعلیم اور بلا نصیحت و حجت مواعظت کا حکم رکھتا یا کام دیتا ہے۔ اس سلسلے میں اس کا مقابلہ دنیا کا کوئی طریقہ تعلیم، کوئی طرز تربیت اور کوئی صنفِ ادب نہیں کر سکتی۔ محمد عمر و نور الٰہی صاحبان نے بالکل درست اور قطعی بجا فرمایا ہے، کہ:۔

"جب تہذیب عالم کے صم و بکم" مظاہر مثل تاریخ تذکرہ، سیر و روایات، انسان کو تختہ کارہ بنانے کی اہلیت رکھتے ہیں، تو ان کا چلتا پھرتا، منہ بولتا مرقع (ڈراما یا ناٹک) جو اثر انسان کے دل و دماغ پر کریگا وہ کتنا اہتم بالشان ہوگا؟ اگر یہ سچ ہے کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" تو اسے بھی سچ ماننے کہ تاثیر کے اعتبار سے کسی کتاب کا مطالعہ ڈراما سے لگا نہیں کھا سکتا۔ حضرت انسان کے دیگر سوانح نگار واقعات سے ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھ سکتے۔ جو کچھ ازمنۂ ماضیہ میں ہو چکا اسے بیان کر کے اپنا دفتر لپیٹ لیتے ہیں۔ لیکن ڈراما جو فطرت انسانی کا ماہر کامل ہے ان سے بہت آگے نکل جاتا ہے۔ اور ممکنات کو معرضِ بحث میں لا کر یہ بھی دکھا دیتا ہے، کہ فلاں کا مآل ایک ایسی صورت میں بھی ممکن ہے۔ جو آج تک رونما نہیں ہوا تاریخ آپ کو "محو غم روش" تو کر دے گی، مگر فکر فردا پر آمادہ کرنا ڈراما ہی کا کام ہے۔ وہ (تاریخ) آپ کو بتائیگی کہ دنیا نے کیا کیا، اور ڈراما آپ کو دکھائے گا کہ دنیا کو کیا کرنا چاہیئے"!

ظاہر ہے کہ جب ڈراما میں یہ اہلیت ہے، اور یہ ہمارے ادب و زندگی کا ایسا زبردست حامل اور اس میں اس درجہ درخور رکھتا ہے، تو وہ ضرور اور بالیقین ایک مستقل اور باضابطہ "فن" کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور فن ایسی چیز ہے جس کے کچھ اصول و قیود مقرر اور کچھ ضوابط و حدود متعین ہوں۔ انکے کچھ خاص اصطلاحات، انکی کچھ علیحدہ خصوصیتیں اور ان کے کچھ منفردانہ اصول منضبط ہوں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے، کہ دنیا کی ساری زبانوں میں کل علوم اور سارے فنون کے ساتھ ساتھ فنِ ڈراما سے متعلق بھی ایسی ایسی ضخیم کتابیں تصنیف و تالیف ہوئی ہیں جن میں اس فن یا اس علم کے اصول و قیود اور قواعد و ضوابط سے بحث کی گئی ہے۔ اور اس فن یا علم کو جانچنے اور پرکھنے کی کسوٹی کتابی صورت میں تشکیل ہوئی ہے۔ خود قدیم ہندوستان کی سب سے بڑی زبان سنسکرت میں بھی "بھارتی ناٹیہ شاستر" کے علاوہ متعدد تصانیف ایسی دستیاب ہوئی ہیں۔ جن میں فنِ ڈراما کے قواعد ضوابط متعین کئے گئے ہیں۔ اور اصولِ فن سے بحث کرتے ہوئے ان پر تنقیدی نظر ڈالی گئی ہے۔ مگر اردو زبان نے جب اس فن اور

ہم صنف ادب ہی کو پس پشت ڈال دیا ہو۔ تو پھر اس زبان میں ایسی تصانیف کے وجود میں آنے کی کونسی صورت تھی؟

اردو زبان آج سے نہیں صدیوں سے ہندوستان میں رائج ہے اور اردو میں ناٹکوں یا ڈراموں کا وجود آج سے نہیں، عرصہ سے پایا جاتا ہے۔ لیکن ۱۹۲۲ء تک اردو میں اس فن پر یا اس سے متعلق کوئی تصنیف و تالیف موجود نہ تھی۔ یہ صحیح ہے کہ اس درمیان میں اس فن پر اردو میں اکثر بلند پایہ مقالے لکھے گئے۔ مگر وہ صرف رسائل کے اوراق ہی تک محدود رہے۔ نہ انہیں کتابی شکل میں منضبط کیا گیا اور نہ ان سے علیحدہ ہو کر اس فن کے متعلق کتابیں لکھی گئیں۔ البتہ ۱۹۲۴ء میں محمد عمر و نور الٰہی صاحبان نے "ناٹک ساگر" تالیف کی، جو ۱۹۳۴ء تک بقدر مدت دس سال وحدہ لاشریک لہ کا نعرہ لگاتی رہی۔ ۱۹۳۵ء میں دوسری تالیف اردو میں "ڈرامانگاری" عالم وجود میں آئی۔ جس کے مولف اردو زبان کے مشہور پرستار جناب سید بادشاہ حسین حیدرآبادی ہیں۔ یہ دونوں کتابیں اسوقت میرے پیش نظر ہیں۔ اور میں چاہتا ہوں کہ علی الترتیب ان دونوں ادبی کاوشوں کی قدر و قیمت کا اندازہ کرنے کی کوشش کروں۔

"ناٹک ساگر"

"ناٹک" جیسا کہ ابتدائی صفحات میں ظاہر کیا گیا ہے۔ اس تماشہ کا نام رکھا گیا ہے۔ جس میں بول چال اور حرکات و سکنات کے ذریعے انسانی زندگی کے کسی روشن یا تاریک رخ کو پیش کیا گیا ہو۔ اور "ساگر" کے معنی سمندر کے ہیں۔ لہذا "ناٹک ساگر" کے معنی ہوئے "وہ کتاب جس میں ڈراما کا ایک بحر بیکراں موجیں مار رہا ہو" حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب اسم بامسمیٰ ہے۔

ناٹک ساگر کے فاضل مولفین نے اپنی اس مشترکہ تالیف کے تقریباً ساڑھے چار سو صفحوں میں تمام دنیا کے ڈراموں کا ایک ایسا سمندر بند کر رکھا ہے۔ جس کی وسعت اس سرے سے اس سرے تک تمام کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور جس کا آغوش ادب آٹھویں صدی قبل مسیح سے بیسویں صدی بعد مسیح یعنی ڈھائی ہزار سال سے زیادہ کے ڈرامائی تذکرے کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔

اس کا "دیباچہ" خود مولفین نے اور "مقدمہ" ملک کے مشہور انشاپرداز خصوصاً فن ڈراما کے متبحر عالم جناب کیفی دہلوی نے لکھا ہے۔ خوش قسمت ہے زبان اردو کہ اس میں ایک ایسی جامع تالیف موجود ہے۔ جس کی مثال دنیا کی دیگر زبانوں میں نہیں دکھائی دیتی۔ اور لائق صد ستائش ہیں خوش مذاق مولفین جنکی عرق ریزی، صبر آزما جانکاہی اور وسعت نگاہی نے بقول کیفی اردو ادب میں ایک ایسی گرانبہا تالیف کا اضافہ کیا ہے جس کے احسان کی گرانباری سے اردو زبان کبھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتی۔

ناٹک ساگر کے پندرہ ابواب ہیں، جن میں سے چودہ ابواب میں تمام دنیا ہندوستان کو چھوڑکر کے ڈراموں، ڈرامانگاروں، سٹیجوں، ایکٹروں، ڈراما کی بنیادوں، فنی خصوصیتوں، بتدریج ترقیوں اور ان کے عروج و زوال... سے بحث کی گئی ہے۔ اور جو لکھا گیا ہے۔ وہ نہایت محققانہ اور مدلل و مفصل ہے جس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے۔ کہ اس میں انگریزی تصانیف سے مدد لی گئی ہے۔ اور انگریزی میں تمام ممالک کے ڈراموں سے متعلق بے شمار و بیش بہا کتابیں تصنیف، تالیف اور ترجمہ کی گئی ہیں، اور کافی سے زیادہ چھان بین جانچ پڑتال اور تحقیق و تدقیق کر کے مواد بہم کئے گئے ہیں۔ ورنہ مشکل تھا۔ کہ ایسی بسیط اور جامع کتاب تالیف ہو سکے، یا کیجا سکے۔

"ناٹک ساگر" کا بارھواں باب ہندوستان سے متعلق ہے۔ جس میں قدیم و جدید ہندوستانی سٹیجوں، ہندی، اردو اور بنگالی ڈراموں، ڈرامانگاروں اور ڈرامائی خصوصیات سے بحث کی گئی ہے ان چیزوں میں بھی جہاں تحقیق و تدقیق کا موقع آگیا ہے۔ وہاں مغربی مصنفین، مولفین اور محققین کی تصانیف و آرا سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ہرچند کہ اردو، ہندی یا بنگلہ میں ایسی کتابوں کے فقدان کیوجہ سے انگریزی تصانیف سے استفادہ ناگزیر تھا۔ اور یہ واقعہ ہے۔ کہ اس وقت ہندوستانی ڈرامائی ادب سے متعلق جو کچھ قابل قدر سرمایہ ملتا ہے وہ انگریزوں اور جرمنوں ہی کے شوق تلاش و جستجو اور ذوق تحقیق کا نتیجہ ہے۔ مگر پھر بھی فاضل مولفین بذات خاص نہ سہی دیگر ارباب نظر کے تحقیقی نتائج سے مشورہ یا استفادہ فرما لیتے، تو کتاب کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جاتا۔ نیز وہ مقامات غیر محققانہ یا تشنہ نہ رہ جاتے جو اس وقت زیر بحث اور محل نظر ہو رہے ہیں۔ یا چھپے ہوئے ہیں۔ مثلاً یہ کہ ڈراما کی ابتدا کہاں سے ہوئی، یا یہ کہ اردو زبان میں ڈراما خصوصاً اندرسبھا کی بنیاد کیسے پڑی۔ یہ دو چیزیں ایسی ہیں، جو حد درجہ بحث طلب تھیں، اور ان پر تفصیلی محققانہ مقالے کی ضرورت تھی۔ مگر فاضل مولفین نے انہیں صرف مغربی محققین کا سہارا لیکر تشنہ مجمل اور کسی حد تک اپنی بات کی پچ رکھ کر متنازعہ فیہ بنا دیا ہے۔ میں اس کتاب سے

متعلق اس جگہ ان ہی دونوں عنوانات کے ماتحت کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

(۱) "ڈراما کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟"

یہ چیز کہ ڈراما کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟ یا یہ کہ ڈراما کی بنیاد سب سے پہلے ہندوستان میں پڑی یا یونان میں؟ بڑی متنازعہ فیہ ہے۔ جیسا کہ "ناٹک ساگر" کے مقدمہ میں حضرت کیفی دہلوی نے فرمایا ہے۔ سب سے پہلے جرمنی کے ایک محقق ویبر نے یہ سوال اٹھایا کہ سنسکرت ناٹک یونان سے آیا۔ یا یہ کہ...... یونانی ناٹک سے متاثر ہوا۔ جب یہ خیال عام ہوا، تو اسی سلسلے میں دو جماعتیں متعین ہو گئیں اور ہر جماعت کے افراد مختلف دلائل پیش کرنے لگے۔ مگر بقول پنڈت رام سروپ باستثنائے چند تمام افراد نے بالآخر اپنی اپنی حماقتیں ظاہر کردیا اور اپنے آرا کی غیر قطعیت تسلیم کرلی۔۔ فاضل مولفین نے اس سلسلے میں صفحہ ۲۱۳ میں علمائے ہند کے ڈرامے کی ایجاد کو دیوتاؤں سے منسوب کرنے کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ کہانی درج فرمائی ہے۔ جو زبان زد خاص و عام ہے۔ اور صفحہ ۲۱۴ میں فرمایا ہے کہ

"یہ روایت کوئی باور کرے یا نہ کرے، مگر اس میں کلام نہیں کہ چوتھی صدی قبل مسیح میں فنِ ڈراما ہندوستان میں ایجاد ہو چکا تھا"

پھر صفحہ ۲۲۰ میں "ہندی اور یونانی ڈراما" کے عنوان سے فرمایا ہے کہ:

"ہندوستان میں ڈراما کس طرح پیدا ہوا، ایک ایسا سوال ہے، کہ قطع نظر روایات مذہبی اسکا جواب دینا مشکل ہے۔ لیکن اس سے مجالِ انکار نہیں کہ سنسکرت کی صرف و نحو کے موجد پانانی سے قبل ڈراما ہندوستان میں رائج تھا۔ سنسکرت صرف و نحو کا نامور شارح گیتانجلی بھی اپنی تصنیف میں ڈراما کا حوالہ دیتا ہے"

لیکن اس کے باوجود آگے چل کر فاضل مولفین نے مغربی محققین کے خیالات کی ترجمانی فرماتے ہوئے ان وجوہ کا ذکر کیا ہے۔ جن کی بنا پر ہندوستانی سنسکرت ڈراموں پر یونانی اثر ثابت کیا جاتا ہے۔ پھر آگے بڑھ کر مولف انسائیکلوپیڈیا اور شلیگل کے حوالے سے یہ تذکرہ کرتے ہوئے کہ ڈراما قطعی ہندوستانی چیز ہے۔ فرمایا ہے کہ:

"ایسی صورت میں یہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے کہ ڈراما خالص ہندی چیز ہے"

گویا فاضل مولفین باطمینان تمام اس کے قائل نہیں کہ ڈراما خالص ہندوستانی چیز ہے۔ بلکہ انہوں نے مولف انسائیکلوپیڈیا اور شلیگل کے اقوال و تحقیق سے متاثر ہو کر چار و ناچار یہ تسلیم کرلیا ہے۔ کہ ڈراما در اصل ہندوستان کی چیز ہے۔ کیونکہ پھر انہوں نے اخیر میں یہ لکھ دیا ہے کہ:۔

"ہندوستان کے ماہرین فن ڈراما کی تو یہ رائے ہے کہ خود یونان نے ڈراما ہندوستان سے لیا۔ لیکن چونکہ ابھی یہ دعویٰ شائع ہو کر تنقید کے خراد پر نہیں چڑھا، اس لئے اس پر کچھ کہنا قبل از وقت ہے" (صفحہ ۲۲۴)

شاید یہ اشارہ حضرت کیفی کی اس محنت شاقہ کی طرف ہے۔ جس کے ذریعے وہ ثابت کرنا چاہتے تھے یا ہیں۔ کہ "یونان کے ناٹک پر ہندوستان کے ادب کا بین اثر پڑا ہے"۔ بہرکیف فاضل مولفین اگر چاہتے تو تفصیلاً نہ سہی مجملاً ہی اس پر روشنی ڈال سکتے تھے۔ کہ ڈراما قطعاً ہندوستانی چیز ہے اور اس کی بنیاد یہیں پڑی۔

جیسا کہ خود فاضل مولفین نے تحریر فرمایا ہے۔ سنسکرت صرف و نحو کے نامور شارح گیتانجلی نے اپنی تصنیف میں ڈراما کا حوالہ دیا ہے۔ یہ شارح دو ڈھائی سو سال قبل مسیح گزرا ہے۔ اور اس نے اپنی شرح "مہابھاشیہ" میں جو "کنس بندھ اور بلی بندھ" وغیرہ مکمل ڈراموں کا پتہ دیا ہے، اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ مسیح سے دو سو ڈھائی سو سال قبل ڈراما باضابطہ ایک فن قرار پا کر معراج کمال حاصل کر چکا تھا۔ نیز حسب اعترافات مولفین "مرچھ کٹک" تحقیقی طور پر دو ڈھائی سو سال قبل مسیح کا ڈراما ہے۔ جو مکمل صورت میں موجود ہے۔

اب آیئے تیسری صدی قبل مسیح میں۔ اسوقت بھی ڈراما مکمل صورت ہی میں موجود تھا۔ کیونکہ اشوک اعظم تیسری صدی قبل مسیح گزرا ہے۔ اور اسوقت تک اس کے جتنے کتبے دستیاب ہوئے ہیں ان میں سے اکثروں پر ایسے احکام درج پائے جاتے ہیں۔ جو ڈراما کی ممانعت میں ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے۔ کہ تیسری صدی قبل مسیح میں ڈرامے بکثرت ہوا کرتے تھے۔ اور ان کا بڑا زور تھا۔

فاضل مولفین اس سے بھی مجالِ انکار نہیں پاتے کہ "سنسکرت صرف و نحو کے موجد پانانی سے قبل ڈراما ہندوستان میں رائج تھا" اس کو نہ ماننے کی کوئی وجہ بھی نہ تھی۔ کیونکہ مہرشی پانینی (Panini) نے سنسکرت کی یہ گرامر جس کا نام "اشٹادھیائی" ہے اور جو مہا بھاشیہ (شرح) کی تصنیف سے اکیتس برس اور مسیح سے تین سو برس قبل تصنیف ہوئی ہے۔ اس میں نہ صرف یہ کہ ڈراموں کا ذکر موجود ہے بلکہ یہ بھی تحریر ہوا ہے کہ شلالی اور کرشاشو نے "ونٹ سوتر" (یعنی ناٹک

کے متعلق دو کتابیں تصنیف و تالیف کی تھیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین سو برس قبل مسیح میں ڈراما سے متعلق ایسی کتابیں مسطور ہو چکی تھیں جن میں ڈرامائی ادب پر نقد و نظر کی گئی ہو۔ اور چونکہ تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ادب میں فن تنقید اسی وقت عالم وجود میں آتا ہے اور اس کے اصول و قواعد اسی وقت مرتب ہوتے ہیں، جب اس ادب کی بہتات ہو جاتی ہے۔ لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ چوتھی ہی نہیں بلکہ پانچویں صدی قبل از مسیح میں بھی ڈراموں کی بہتات تھی۔ کہ کھرے اور کھوٹے کو پرکھنے کے لیے اس فن پر کتابیں تصنیف کی گئی تھیں۔ اس خیال یا حقیقت کی تصدیق اس امر سے بھی ہوتی ہے کہ وید و یا رشی، اور والمیک رشی کی مایۂ ناز ادبی کتابیں مہابھارت اور رامائن میں بھی جو علی الترتیب چوتھی اور پانچویں صدی قبل از مسیح کی تصنیف ہیں۔ "نٹ اور نرتک" (یعنی ایکٹر اور ناچنے والے) وغیرہ قسم کے بے شمار الفاظ ملتے ہیں۔ نیز بھارت ناٹیہ شاستر چاہے جس طرح بھی عالم وجود میں آئی ہو۔ لیکن آئی۔ اور یہ مسلم ہے کہ وہ مکمل طریقہ پر فن ڈراما سے متعلق ہے۔ اور اس میں تفصیلات و تعینات اصول و ضوابط اسطرح درج ہیں۔ جن کو دیکھتے ہوئے یہ ماننا پڑتا ہے۔ کہ اسی وقت ڈراما غیر معمولی طور پر مکمل اور ہمہ گیر تھا۔ اور چونکہ ایسی جامع اور بسیط کتاب کے وجود میں آنے کی صورت جب ہی ممکن ہے، جب فن ڈراما بے حد ترقی کر چکا ہو۔ لہٰذا یہ یقینی ہے کہ حضرت مسیح سے چار پانچ سو سال قبل ڈراما موجود تھا۔ اور روز بروز ترقی کر رہا تھا۔

فاضل مولفین نے مغربی محققین کی تحقیقوں کے مطابق باب اوّل میں یونانی ڈراموں کی ابتدا سے متعلق فرمایا ہے کہ:-

"اہل یونان کی طبائع میں ڈراما کا عنصر موجود تھا، اور اس کی شباہت ان مذہبی رسوم سے ملتی ہے جنہیں اسرار پر زخ کہتے ہیں۔ یہ ایک قسم کی پوجا تھی جسمیں پوجاری ڈیمیٹر اور سیرس نامی دیوتاؤں کے معجزات اور سوانح حیات ان کا بہروپ بھر کر بیان کرتے اور اعتراف دوزخ اور بہشت کے نظارے دکھا کر حیات بعد الموت کا نقشہ آنکھوں کے سامنے کھینچتے تھے۔ اور اس سے تلقین و تبلیغ کا کام لیتے تھے۔ اس کے ساتھ ہی باکس پوجا رائج تھی لیکن اس ادا نے فرض مذہبی کے علاوہ قومی اور اقتصادی بہبودی کی دعائیں بھی شامل ہوتی تھیں۔ باقاعدہ ڈراما کا سرچشمہ یہی باکس پوجا ہے۔"

اگر حقیقتاً صرف اس طرح کے مذہبی رسوم کی ادائی بہت بڑا ثبوت ہے۔ ڈراما کے یونانی نژاد ہونے کا، اور اس کی قدامت چھٹی صدی قبل مسیح قرار دیجاتی ہے۔ تو پھر ڈراما کو ہندی نژاد کیوں نہ مانا جائے جبکہ بودھ مذہب کی بنیاد چھٹی صدی قبل از مسیح میں پڑی، اور بودھ مذہب کی اکثر کتابوں میں ڈرامائی تذکرے پائے جاتے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ بودھ مذہب سے کہیں قبل ہندوستان میں ڈراما رائج تھا۔

آگے چل کر پھر فاضل مولفین نے یونانی ڈراما نگار ایس کائیلس Aeschylus. کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ:-

"جس طرح تھس پس فن ڈراما کا موجد ہے اسی طرح باقاعدہ ٹریجیڈی کی داغ بیل ڈالنے کا سہرہ ایس کائیلس کے سر ہے اس نے کورس کو بہت حد تک عضو معطل کر کے مکالمہ کو جزو اعظم بنایا۔ . ."

اگر واقعی ڈراما کو ڈراما بنانے کا فخر ایس کائیلس کو محض اس وجہ کر حاصل ہے کہ اس نے "کورس کو بہت حد تک عضو معطل کر کے مکالمہ کو جزو اعظم بنایا" اور اگر واقعی صرف مکالمہ کی موجودگی ہی ڈراما کے وجود کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا۔ کہ ڈراما ہندی چیز ہے۔ کیونکہ یہ امر مسلم ہے کہ وید مقدس دنیا کی سب سے پرانی و قدیم کتاب ہے۔ اور یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ وید کے چند سوکت ایسے ہیں جو کلیتاً ایک ڈرامائی مکالمے کی حیثیت رکھتے ہیں چنانچہ سنسکرت کے مسلم الثبوت شری دید ... کا تو یہی خیال ہے کہ ابتداءً سنگیت میں تین چیزیں شامل تھیں۔ گانا۔ بجانا اور رقص، اسی سنگیت کے زیر اثر رشی لوگ وید کے ان مکالموں کے منتروں کو گاتے تھے اور کچھ ایکٹ بھی کرتے تھے۔

ویدوں میں "رگ وید" سب سے پرانی کتاب ہے اس کے سوکتوں سے پتہ چلتا ہے۔ کہ سوم رس بوٹی سے رس نکال کر بیا جاتا تھا کی فروخت کے وقت ایک قسم کی ایکٹنگ ہوا کرتی تھی۔ جس سے مقصود یہ تھا کہ بیچنے والے اور خریدنے والے دونوں محظوظ ہوں۔

"یجر وید" میں لفظ شیلوس متعدد مقامات پر موجود ہے۔ جس کے معنی ایکٹر کے ہیں۔ نیز "یجر وید" میں رقص و سرود کا ذکر بھی اکثر جگہوں پر ہے نیز بقول جناب رام سروپ شاستری مہاورات ستوم کے موقع پر کنواری لڑکیاں پوجا کے لئے اگنی کے اردگرد طواف کے وقت ناچا اور گایا کرتی تھیں۔ اور رشی وید بھاگوت وغیرہ کئی پرانوں میں اپسراؤں اور رنڈیوں کے ناچنے گانے کا بھی ذکر موجود ہے۔ پھر کیوں نہ کہا جائے کہ ڈراما ہندوستانی

چیز ہے ۔ بہرکیف اسی سلسلے میں حضرت کیفی دہلوی نے بھی مقدمۂ "ناٹک ساگر" میں کافی کچھ لکھا ہے ۔ اور ضرورت نہیں ہے کہ اسے یہاں نقل کرکے مضمون کو طول دیا جائے ۔

"ناٹک ساگر" میں دوسری چیز جو متنازعہ فیہ ہے وہ یہ کہ :۔

(۲) اندر سبھا کی بنیاد کیسے پڑی ؟

اس کے متعلق "ناٹک ساگر" کے وجود میں آنے سے پہلے فاضل مولفین نے جو مقالہ رسالہ "اردو" میں شائع کرایا تھا ، اس میں واجد علی شاہ اودھ کی رنگین زندگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا تھا ۔ کہ جس وقت لوگ شاہ اودھ کو نئے ڈھنگ سے مسرور و محظوظ کرنے کی فکر میں سرگرداں تھے ، اس وقت :۔

:۔ ایک فرانسیسی مقرب بارگاہ نے مغربی تھیٹروں کا نقشہ پیش کیا ۔ ہندوستانیوں کو بھی کچھ خیال آیا ۔ اور انہوں نے مروجہ ناٹک سے مغربی ڈراموں کی تطبیق کی ۔ یہ وہ وقت تھا کہ بمصداق کل جدید لذیذ ، فرانس بلکہ عام یورپ کے اوپرا وہ ڈراما جو سر بسر رقص و سرود کے ذریعے ادا کیا جاتا ہو ، کا گرویدہ ہو رہا تھا ۔ اس لئے واجد علی شاہ کے حضور میں جس فرانسیسی ڈراما کا ذکر آیا ۔ وہ اوپرا تھا ۔ ناچ گانا پہلے ہی ایک پسند خاطر چیز تھی ۔ اس لئے ایسا ہوا ، کہ ہندوستانی مذاق کا اوپرا تیار ہو ۔ قرعۂ فال امانت کے نام پڑا ، جنہوں نے سنہ ۱۲۷۰ھ میں اس فرض کو بوجہ احسن ادا کیا ۔"

مطبوعہ مضمون میں صاحب مضمون نے ان کے علاوہ بھی دعوے کئے تھے ۔ کہ جب اندر سبھا تیار ہوئی ، تو ڈراما کی صورت میں قیصر باغ میں کھیلی گئی ۔ واجد علی شاہ نے اس میں اندر کا پارٹ کیا ۔ باقی پارٹ اہل دربار کو ملے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

جب یہ مضمون شائع ہوا تو مولانا عبدالحلیم شرر نے اپنے رسالہ "دلگداز" میں صاحب مضمون کے ان دعووں کی تردید کی اور لکھا کہ :۔

"واجد علی شاہ کا مقرب بارگاہ کوئی فرانسیسی نہ تھا ، جانعالم کے ــــ زمانے میں فرنچ لوگوں کا دور ختم ہو چکا تھا ، ..... یہ بھی غلطی معلوم ہوتی ہے کہ امانت نے اندر سبھا واجد علی شاہ کے اشارے یا حکم سے لکھی ۔ یا قیصر باغ کے سٹیج پر دکھائی گئی ۔ ..... جہاں تک میں نے تحقیقات کیا ہے اندر سبھا کبھی شاہی ڈراما نہیں بنی ، اور نہ بادشاہ نے کبھی راجہ اندر کا روپ بھرا ، ..... یہ بھی غلط ہے کہ .. کسی معزز دربار والے نے اس کا کوئی پارٹ لیا ہو"

منجملہ ان کے اور بھی اعتراضات کئے گئے تھے ۔ اور فاضل مولفین کے بیان کی عدم صحت میں چند ثبوت بہم پہنچائے گئے تھے ۔ فاضل مولفین نے انہیں نہ مانا اور اس کے جواب میں ایک مضمون رسالہ "ہزار داستان" میں شائع کرایا تھا ۔ اور اس میں اپنی تحریر کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی تھی ۔

"ناٹک ساگر" میں بھی فاضل مولفین نے اپنا پہلا بیان اور شرر کا اعتراض نقل کرتے ہوئے اپنے جواب مطبوعہ "ہزار داستان" کا ملخص درج فرمایا ہے ۔ جس کا لب و لہجہ کس حد تک تلخ ہے ۔ اور جس میں فرمایا گیا ہے کہ :۔

"...... رہس تو خیر عام ہے قیصر باغ میں پہنچ گئی لیکن پردے جو بالکل مغربی چیز ہیں ، اور رہس کی نمائش ان کی دست نگر نہیں ۔ ان کا دخل قیصر باغ میں کیسے ہوا ؟ ..... ایک ہی جواب ہے ۔ کہ قیصر باغ کے سٹیج کو کسی یوروپین کی وساطت سے پردے ملے ۔ ورنہ واجد علی شاہ کی رنگ رلیوں کا کوئی مورخ بتائے کہ یہ وساورکی چیز قیصر باغ کی فصیل کس طرح پھاند گئی ..... یہ درست ہے کہ واجد علی شاہ کے زمانے میں فرانسیسی حکومت کا زور ٹوٹ گیا تھا ۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا ۔ کہ کوئی فرانسیسی تجارت یا سیاحت کے لئے لکھنؤ میں نہیں آ سکتا تھا ۔ اور اسے دربار میں اتنی بھی رسائی نہ ہو سکتی تھی کہ وہ ذرا مغربی تھیٹر کے ساز و سامان کا ذکر کر سکے ......

پردوں کی موجودگی کسی ایسے ڈراما کی مقتضی ہے جس کی نمائش میں انہیں استعمال کیا جائے ، اور جو فن کے لحاظ سے رہس سے بلند ہو ۔ اگر اندر سبھا ڈراما نہیں تو مولانا بتائیں ۔ کہ کس ڈراما کے لئے اتنا اہتمام کیا گیا تھا ؟ ..... مولانا فرماتے ہیں ۔ کہ بادشاہ کے رہس منڈل کو دیکھ کر عوام کو بھی شوق چرایا ، اور ان کے لئے امانت نے اندر سبھا لکھی ۔ . . . اندر سبھا اوپیرا یا میوزیکل کومیڈی ہے ۔ اس صنف سے ہندوستان کا قدیم ڈراما آشنا

ہے۔ اور ہندوستان میں ڈراما کا آغاز او پیرا سے ہونا اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اس کا طرح انداز کوئی فرنگی ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ فرانسیسی ہے۔ اگر کوئی ہندوستانی رہنما ہوتا تو بھو بھوتی۔ . . . . . کا نمونہ پیش کرتا۔ اگر انگریز ہوتا، تو شیکسپیر کے طرز کی چاٹ لگاتا۔ یہ کوئی فرانسیسی ہی تھا جو اوپیرا کو رائج کر گیا۔ کیونکہ اسوقت اوپیرا کے سب سے بڑے علمبردار فرانسیسی ہی تھے۔ دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ اندر سبھا کی ترتیب فرانسیسی ڈراموں کی ترتیب سے ملتی جلتی ہے . . . . . آخر میں ہم مولانا کی توجہ سرسوتی اپریل ۱۹۱۱ء کی طرف منعطف کراتے ہیں جس میں ہندوستان کے مایۂ ناز ادیب تاریخ اور فنِ ڈراما کے ماہر لالہ کنور سین . . . . . اندر سبھا کے متعلق رقمطراز ہیں کہ:۔

"یہ اندر سبھا اودھ کے رنگیلے فرمانروا اور اس کے اہلِ دربار کیلئے تحریر ہوئی۔ جسے انہوں نے تمثیل کیا۔ واجد علی شاہ اسمیں اندر کا پارٹ کیا کرتے تھے"۔

مزید تشفی کے لئے ہم نے ڈراما کے مایہ ناز عالم جناب کیفی سے استشہاد کیا۔ اور صاحب موصوف نے بھی اس قول کی تصدیق اور توثیق کی . . . ."

غرض اسی طرح سارے اعتراضات ادا کئے گئے تھے۔ مگر یہ سب مرحلہ "ناٹک ساگر" کے وجود میں آنے سے پہلے پیش آیا تھا۔ جب "ناٹک ساگر" مطبوع ہوئی تو دعووں، اعتراضوں اور جواب کے اکثر حصے حذف کرکے ان کے صرف چند اقتباسات پیش کئے گئے جس کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ فاضل مولفین اپنے ان دعووں کی صحت پر اڑے رہے کہ:۔

(۱) واجد علی شاہ کے دربار میں ایک فرانسیسی کی رسائی تھی
(۲) اس فرانسیسی درباری نے فرانسیسی اوپیرا کا نقشہ پیش کیا۔ کیونکہ اس زمانے میں فرانس بلکہ عام یورپ اوپیرا کا گرویدہ ہو رہا تھا۔ اس لئے واجد علی شاہ کے دربار میں جب فرانسیسی ڈرامے کا ذکر آیا، وہ اوپیرا تھا۔
(۳) پردے بالکل مغربی چیز ہیں۔ اور رہس کی نمائش ان کی دست نگر نہیں۔
(۴) اندر سبھا اوپیرا ڈرامے کے طور پر قیصر باغ میں تعمیل کھیلی گئی۔
(۵) امانت نے واجد علی شاہ کی فرمائش سے اندر سبھا لکھی جس میں واجد علی شاہ نے اندر کا اور دیگر درباریوں نے دوسروں کا پارٹ لیا۔
(۶) یہ دعوے سب اس لئے اٹل ہیں کہ مسٹر بالالی واخورشید جی بہت بڑے ایکٹر۔ جناب لالہ کنور سین مایہ ناز ادیب و تاریخ و فنِ ڈراما کے ماہر اور حضرت کیفی ڈراما کے وحید العصر عالم نے میرے بیان کی تصدیق کی ہے۔

"ناٹک ساگر" کی اشاعت کے بعد پروفیسر مسعود رضوی نے رسالہ "اردو" میں ایک مضمون لکھا۔ جس میں فاضل مولفین کے ان چند دعووں نیز دیگر غیر حقیقی امور کی تردید کی۔ جو یہ ہیں:۔

(۱) اندر سبھا میں نثر کی متعدد سطریں موجود ہیں۔
(۲) امانت کی رسائی واجد علی شاہ کے دربار میں کبھی نہیں ہوئی، جس کے چشم دید گواہ امانت کے چھوٹے بیٹے سید عباس حسن فصاحت موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان سے زیادہ باوقعت اور کسی کی بات نہیں ہو سکتی۔
(۳) قیصر باغ میں اندر سبھا امانت، جس کی تصنیف کا سال مولفین نے ۱۲۶۸ھ ظاہر کیا ہے۔ کبھی نہیں کھیلی گئی۔ نہ درباریوں خواہ واجد علی شاہ نے اس میں کوئی پارٹ کیا نیز امانت نے "اندر سبھا" نہیں، بلکہ "شرح اندر سبھا" ۱۲۶۸ھ میں لکھی۔ اندر سبھا کا سال تصنیف ۱۲۶۹ھ ہے
(۴) اندر سبھا واجد علی شاہ کے حکم سے نہیں لکھی گئی۔ بلکہ امانت کے شاگرد مرزا عابد علی عبادت کی فرمائش سے تصنیف ہوئی۔ نیز —— یہ قیصر باغ میں نہیں کھیلی گئی۔ نہ اس کے سٹیج کی تیاری میں فرانسیسی ہدایت کو دخل تھا۔
(۵) امانت اندر سبھا کو اپنے نام سے منسوب کرنا معیوب سمجھتے تھے۔ اور اسی لئے انہوں نے اندر سبھا کی مخصوص نظموں میں استاد تخلص کیا۔

پروفیسر صاحب نے اپنے متذکرہ بالا دعووں کی صحت میں جو ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ وہ اٹل ہے۔ یعنی انہوں نے "شرح اندر سبھا" تمام و کمال نقل کر دی ہے جس میں متذکرہ بالا حقیقتیں خود مصنف اندر سبھا کے قلم اعجاز رقم کی لکھی ہوئی موجود ہیں۔ ایسی صورت میں بقول پروفیسر صاحب:۔

ان دعووں کے لئے کسی دلیل اور قیاس کی ضرورت

نہیں، صرف اندر سبھا اور شرح اندر سبھا کو ایک بار غور سے پڑھ لینا کافی ہے۔"

اس میں شبہ نہیں کہ پروفیسر صاحب کے اس جواب سے فاضل مولفین کے غلط دعووں کی قرار واقعی تردید ہو گئی ہے۔ لیکن پھر بھی اگر تمام چیزوں کو تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو بھی یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ فاضل مولفین "ناٹک ساگر" اس بارے میں زبردست ٹھوکر کھا گئے ہیں ابھی حال ہی میں پروفیسر آرزو چلیلی نے "اندر سبھا" اور فاضل مولفین کی تالیف "ناٹک ساگر" کے اس حصے سے بحث کرتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ

(۱) جنوری ۱۸۰۱ء اور پھر نومبر ۱۸۰۱ء میں جو معاہدہ واجد علی شاہ اور انگریزوں سے ہوا، اس کی دفعہ دو خاص اس امر سے متعلق ہے۔ کہ نواب اپنی ملازمت خواہ ریاست میں بجز کمپنی کے ملازموں (انگریزوں) کے کسی فرنگی کو رہنے کی اجازت نہ دیگا۔

(۲) اوپرا انیسویں صدی میں کل جدید ندرت کی حیثیت نہ رکھتا تھا۔ کیونکہ اوپرا کی بنیاد سولہویں صدی عیسوی میں اٹلی میں پڑ چکی تھی۔ اسکا بانی ونسترو گالیلی ہے۔ جو اٹلی کے مشہور ماہر طبیعات کا باپ تھا، اور جو سولہویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔

(۳) ہندوستانی ناٹکوں میں پردے کا استعمال آج سے نہیں زمانے سے تھا۔ سنسکرت کے ڈراموں میں سنسکرت کا مشہور لفظ "اپاٹکشے پے نا" پایا جاتا ہے۔ جس کے معنی ہیں "پردہ اٹھا کر" یا "پردہ کھینچکر" "مُدا راکشس" سنسکر زبان کا مشہور ڈراما ہے۔ جس کا مصنف وشیاکھ دت ہے۔ یہ ڈراما آٹھویں صدی عیسوی میں لکھا گیا تھا، اس میں یہ عبارت موجود ہے "پردہ ہٹا کر آگے بڑھتا ہے" "او راکشس میں شنوگپتا تجھے سلام کرتا ہوں"

مسٹر ہوریس ہیمن ولسن نے اپنی تصنیف "تھیٹر آف دی ہندوز" میں سنسکرت کے بعد قدیم ڈراموں کا ذکر کیا ہے۔ جن میں پردے کے متعلق ہدایات درج ہیں ڈراما او سنگیت رتناکر میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ "رقاصہ پردے کے پیچھے سے آگے بڑھے" وغیرہ وغیرہ۔ لہٰذا ثابت ہوتا ہے کہ ہندوستانی ڈراموں میں پردہ کا رواج سولہویں صدی عیسوی سے بھی قبل تھا۔

(۴) امانت نے اندر سبھا واجد علی شاہ کے حکم سے نہیں لکھی۔ اس کے متعلق خود امانت کا بیان پیش کردہ پروفیسر مسعود حسن کافی ہے۔ البتہ یہ جاننے کے لئے کہ وہ کون دو شخص اس جلسے کی تیاری پر آمادہ ہوئے۔ یہ بتا دینا کافی ہے۔ کہ تذکرۂ خوش معرکۂ زیبا مصنفہ ناصر لکھنوی میں آمنت اور اندر سبھا کے متعلق خود مولف یا مصنف کے چشم دید حالات درج ہیں۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ عبادت کے اصرار سے امانت نے اندر سبھا لکھی اور شنکر پنڈت کشمیری اور میر حافظ نے اس کو سٹیج کیا۔"

پروفیسر آرزو چلیلی نے اس بارے میں کافی... لکھا ہے۔ مگر چونکہ یہ چیز اچھی خاصی دلچسپ ہے۔ لہٰذا میں اس جگہ خود میر ناصر لکھنوی کے بیان کا کچھ حصہ نقل کئے دیتا ہوں۔ اب اس سے بڑھکے اور ثبوت کیا ہوگا:-

"..... میر امانت صاحب کی زبان میں لکنت بھی تھی اور یہ مرض ان کا آبائی ہے۔ بلکہ انکی اولاد تک کی زبان میں لکنت موجود ہے۔ لہٰذا مرثیہ تصنیف ان کا ان کے شاگرد پڑھا کرتے تھے۔ اور ان کے شاگردوں میں جو ہے اس کے تخلص کے اخیر میں تے (ت) ہوتی ہے۔ مثل جنت و عبادت اور میاں فرحت وغیرہ کے میاں امانت نے ایک میر انیس کی طرح مثنوی اندر سبھا تصنیف کی تھی۔ اس میں بجائے امانت تخلص استاد اپنا قرار دیا تھا۔ اور اس مثنوی میں غزل اور ہولی ٹھمری اور چھندریاں بھاشا میں کہی تھی چنانچہ جس کو شنکر پنڈت کشمیری اور میر حافظ نے چند طفلانِ حسین اور امردان ماہ جبیں خوبصورت جمع کرکے، اور لڑکوں کو مثنوی یاد کرا کے اور تعلیم راگ اور ناچ دلوا ایک رہس کھڑا کیا تھا۔ چنانچہ خلایق نے یہ جلسۂ جدید دیکھ کر بہت پسند کیا۔ اور ہزار ہا لوگ بازاری جمع ہونے لگے۔ ایک روز مولف بھی اس جلسۂ رہس اندر سبھا میں گیا۔ دیکھا میں نے کہ ہزار ہا لوگ ان امردان حسین پر مفتوں و شیفتہ ہیں۔ بقول ترجمان سے ہجوم ماہ رویاں استقدر تھا۔ کہ مجھکو دیکھے پس جانیکا ڈر تھا

اور میاں امانت مسند پر بیٹھے تھے۔ اور ایک لونڈا مہر پارا آگے گاتا ہے بیں یہ دیکھ کر چندے توقف کے بعد اپنے مکان پر چلا آیا۔ غرض کہ یہ اندر سبھا خوب چمکی اور مشہور خلایق ہوئی۔ ۔ ۔ ۔ ۔"

بہر کیف اس بارے میں حقیقت یہ ہے کہ چاہے کچھ بھی ہو لیکن نہ تو لالہ کنور سین صحیح راستے پر ہیں نہ حضرت کیفی کا بیان مستند ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس مقام پر فاضل مولفین نے زبردست ٹھوکر کھائی ہے۔ جس کی وجہ انکی محض قیاس آرائی اور فقدان ذوقِ تحقیق ہے۔

صفحہ ۲۰۳ میں فاضل مولفین نے آغا حشر کے بیان میں بڑے ہی بخل سے کام لیا ہے۔ درامہ نگاری، اس وقت اردو میں حشر کا پایہ مسلم تسلیم کیا جا چکا تھا۔ انکی ڈرامائی تصانیف کی تعداد بھی قطعاً غیر مکمل ہے۔ اسی طرح چند اور ڈرامانگاروں کے تذکرہ سے یہ تالیف خالی نظر آتی ہے۔ نیز سب سے بڑی کمی جو اس کتاب میں ہے۔ وہ فن ڈراما کی اصطلاحات کا تفصیلی عدم بیان ہے۔ ڈراموں کی اصطلاحیں اتنی اور ایسی ایسی باریک و نازک ہیں۔ جن پر عوام کو قطعی دسترس نہیں۔ اگر اس سلسلے میں فاضل مولفین اس امر کو بھی ملحوظ خاطر رکھتے تو کتاب کچھ اور چمک جاتی۔

پھر بھی یہ کہا جا سکتا ہے کہ جتنا کچھ اس تالیف میں جمع کر دیا گیا ہے، وہ نہ صرف یہ کہ اپنی جگہ بے مثل و نایاب ہے۔ بلکہ یہ وہ مشعلِ علم ہے۔ جس نے اس کی تالیف کے بعد کتنوں کے گھر روشن کئے ہیں

اُردو میں ڈرامانگاری

یہ دوسری تالیف ہے۔ جو حیدر آباد کے مشہور ادیب جناب سید بادشاہ حسین صاحب کے قلم کی مرہون منت ہے۔ اس کتاب کے پندرہ عنوان قائم کئے گئے ہیں۔ جن میں سے آخری "ماخذ" ہے۔ بقیہ چودہ عنوانوں کے (۱) ڈراما کی ابتدا۔ (۲) ڈراما کی قسمیں۔ (۳) ڈراما اور تھیٹر۔ (۴) اردو ڈراما اور تھیٹر۔ (۵) اردو ڈراما کی پیدائش۔ (۶) اندر سبھا۔ (۷) قدیم اردو ڈراموں کی بعض اہم خصوصیات۔ (۸) طرز قدیم کے علمبردار (۹) شیکسپیر کے ترجمے، (۱۰) دوسرے قدیم ترجمے۔ (۱۱) قدیم ناٹک کمپنیاں۔ (۱۲) طرز جدید کے پیش رو۔ (۱۳) طرز جدید کے پیرو۔ (۱۴) فلم اور اردو ڈراما۔ (۱۵) اردو ڈراما کا مستقبل۔ پر اظہار خیال کیا گیا ہے۔ شروع میں آٹھ صفحوں کا "دیباچہ" بھی شامل ہے۔ جو خود مولف کا لکھا ہوا ہے۔

دیباچہ میں قابل مولف نے تنقید کی تعریف، نقد کے اصول اور نقاد کے فرائض کی حد بندی (جہاں تک ڈراما سے تعلق رکھتا ہے) اپنے نقطہ نگاہ سے کی ہے اور ہر شخص کی پسند کو مختلف بتاتے ہوئے آزادی رائے کو ڈراموں پر تنقید کرتے وقت سب سے زیادہ اہمیت دی ہے نیز بطور پیش بندی ان تمام اختلافی مقامات، مباحث اور مسائل پر ایک ایسی تحریر سپرد قلم فرما دی ہے۔ کہ بظاہر گنجایش گفتگو نہیں رہی ہے۔ مگر اس کا کیا جواب، کہ فاضل مولف کی اس تحریر کے آگے ہر شخص اپنے کو سر تسلیم خم کرنے پر آمادہ نہیں پاتا۔ صاحب موصوف ایک جگہ فرماتے ہیں:-

"ہم نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ "اپنی رائے" کا اظہار کریں۔ یہ تو قریب قریب ناممکن ہے۔ کہ ہر چھوٹی بڑی بات کے لئے ہم اپنی ذاتی رائے پیش کر سکیں کیونکہ بعض دفعہ ایک کے خیالات دوسرے سے کسی نامعلوم اثر کے ماتحت جا ملتے ہیں۔ اور بعض دفعہ دوسرے کی رائے اسقدر جاذب نظر اور اسقدر جبکشش رکھتی ہے، کہ وہ دوسروں کی رائے کا خود بخود جزو بن جاتی ہے ہمیں اعتراف ہے۔ کہ ہم نے بعض جگہ دوسروں کی رایوں کو اپنا لیا ہے۔ جسکا تفصیلی ذکر ماخذ میں کیا جائے گا، اور جہاں ہم اپنا کرنے سے قاصر تھے۔ یا جہاں ہمیں دوسروں سے اختلاف تھا اپنی رائے کا اظہار کیا"

اس سے تو قطعاً انکار نہیں کیا جا سکتا، کہ وقتاً فوقتاً دوسروں کے خیالات اپنائے جاتے ہیں۔ اور اس سے دنیا کا کوئی بھی بڑے سے بڑا شاعر و ادیب انکار نہیں کر سکتا۔ مگر اس کے لئے مقام و محل کا خیال بھی ضروری ہے۔ نیز یہ بھی درست ہے کہ بعض اوقات دو شخصوں کے خیالات لڑ جاتے ہیں۔ مگر ساری کی ساری تصنیف میں ایسا نہیں ہوتا۔

"اردو میں ڈرامانگاری" ایک ایسی کتاب ہے۔ جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے۔ کہ وہ "ناٹک ساگر" کا نچوڑا ہوا عطر یا یہ کہ یہ کلیتاً "ناٹک ساگر" کے باب دوازدہم کے اجمال کی (کسی قدر ترقی یافتہ) تفصیل ہے۔ جس کے متعلق میں آگے چل کر اصل کتاب کو پڑھنے کے سلسلے میں مجملاً کچھ عرض کروں گا۔

دوسری چیز جو "دیباچہ" میں کھٹکتی ہے، وہ فاضل مولف کا یہ فرمانا ہے کہ:-

"اس سلسلے میں یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہم

تمام ڈراما نگاروں کے تمام ڈراموں کا ذکر نہیں کیا اس کے کئی اسباب ہیں۔

ایک وجہ تو یہ ہے۔ کہ اس چھوٹی سی کتاب میں ان تمام کے تفصیلی تذکرہ کی گنجائش نہ تھی۔ دوسری وجہ ان لوگوں پہ زیادہ واضح ہو گی جنہوں نے اردو ڈراموں کا مطالعہ کیا ہے۔ ڈرامے ناٹک کمپنیوں کیلئے لکھے جاتے تھے۔ اور ناٹک کمپنیاں لاتعداد قائم ہوئیں۔ کچھ دنوں چلیں اور ٹوٹ گئیں۔ ایک ہی نام کے متعدد ڈراما نگار گزرے۔ اور ایک ہی نام کے متعدد ڈرامے لکھے گئے کمپنیوں نے ڈراما نگاروں کو مشتہر نہیں کیا۔ بلکہ بعض دفعہ ان کے نام تک کا اشتہار نہ ہوتا تھا۔ اکثر ڈرامے شائع نہیں ہوئے۔ اور اداکاروں کے سینوں میں مدفون ہو گئے ڈراما عوام کے ہاتھوں میں ہونے کی وجہ سے تاریخ اور تنقید کی نظروں سے بچ رہا۔ اور اسکی حیثیت محض کھیل تماشہ کی رہی۔ ان ہی مختلف اسباب کی بنا پر اردو کے پورے ڈراما نگاروں اور ان کی تصنیفات و تالیفات کا صحیح پتہ چلانا نہ صرف مشکل بلکہ ناممکن بھی ہے تیسری وجہ یہ ہوئی۔ کہ ایسے ڈرامے اور ڈراما نگار جن میں کوئی خصوصیت نہ تھی۔ اور جو صاحب طرز نہ تھے عمداً طوالت کے خوف سے نظر انداز کر دیئے گئے "

پہلی وجہ تو قطعاً ناکافی ہے۔ کیونکہ سمندر کو کوزہ میں بند کرنا ہی تو دراصل ایک ادیب و شاعر کا کمال ہے۔ پھر کیا اس دوسو اسی صفحہ کی کتاب میں اتنی گنجائش نہ تھی۔ کہ اس میں اردو کے تمام ڈراما نگاروں کا جن کا نام پبلک میں آچکا تھا، نام یا ان کا مجملاً ذکر سما سکے؟ دوسری وجہ کسی حد تک درست ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا ایسے افراد کا نام بھی درج فرمایا گیا ہے۔ جو پبلک میں آچکے ہیں۔ اور جن کے ڈرامے کسی نہ کسی نوع ایسی خصوصیت ضرور رکھتے ہیں۔ جن کا ذکر کیا جانا مقتضائے انصاف تھا؟ تیسری وجہ اور بھی مہمل ہے۔ کیونکہ محض طوالت کے خوف سے ایسے ڈراما نگاروں کو نظر انداز کر دینا جن کے تصنیف کردہ ڈرامے موجود ہیں۔ مگر اس میں فاضل مولف کو کوئی خصوصیت نظر نہ آئی، اور ان کے بجائے ان اصحاب کا ذکر فرمانا جنہوں نے ڈرامے خود نہیں لکھے۔ بلکہ انہوں نے صرف دو ایک ڈراموں کے ترجمے کئے ہیں۔ مگر وہ مولف کو پسند ہیں۔ ہرگز قرین انصاف نہیں۔ نیز جیسا کہ خود مولف نے دیباچہ میں فرمایا ہے کہ:-

"جو چیز ایک کو بہترین معلوم ہوتی ہے، خواہ وہ کتنی ہی معیاری اور فنی خوبیوں سے مالا مال کیوں نہ ہو ضروری نہیں کہ وہ دوسروں کو بھی بہترین معلوم ہو"

انہوں نے یہ کیسے سمجھا کہ جو ڈرامے انہوں نے ناپسند فرما کر نظر انداز کر دیئے ہیں۔ وہ دوسروں کو بھی یقینی ناپسند ہونگے۔ اور اسلئے ان کا نام بھی کتاب میں لکھنا ضروری نہیں؟ بہرکیف ان تینوں وجوہ کا تذکرہ کرتے ہوئے قابل مولف نے آگے بڑھ کر فرمایا ہے کہ:-

"اگر کسی ڈراما نگار کو اپنا نام اس کتاب میں نظر نہ آئے تو وہ مایوس نہ ہوں۔ کیونکہ اگر ہم نے انفرادی طور پر ان کا ذکر نہیں کیا، تو مجموعی حیثیت سے انکی طرز کا تو ذکر ضرور کیا ہے۔ کیونکہ انکی طرز متذکرہ بالا تین طرزوں میں سے کوئی نہ کوئی ہوگی جن کا ہم نے تفصیلی ذکر کیا ہے"

ہر چند کہ اس دلچسپ عبارت سے ایک طرف تو قابل مولف کی غلطیوں اور فروگزاشتوں پر ایک حسین اور زرنگار پردہ پڑ جاتا ہے۔ تو دوسری جانب ان لوگوں کی واقعی اشک شوئی بھی ہو جاتی ہے۔ جن کے ڈراموں کا اس کتاب میں ذکر موجود نہیں۔ مگر اس کا کیا جواب کہ بعض مشہور اور اچھے خاصے ڈراموں کے تذکرہ کی غیر موجودگی سے کتاب کی اکملیت ہی میں فرق آگیا۔ یا نقص پیدا ہو گیا ہے؟

خورشید جی بالی والا کے ڈراموں وکرم ولاس، دلیر دل شیر، نگاہ غفلت، ٹارزن، گوپی چند اور ہرش چندر، اور حسن نظامی کا ڈراما "چراغ راہ" وغیرہ ڈرامے ایسے ہیں۔ جن کا ذکر "ناٹک ساگر" میں موجود ہے۔ مگر فاضل مولف نے ناٹک ساگر سے غیر معمولی طور پر استفادہ کرنے کے باوجود اپنی تالیف میں ان ڈراموں کا ذکر نہیں فرمایا۔ نیز شوق لکھنوی کا ڈراما "رشید اور رعنا"۔ مولوی الہی بخش کا ڈراما "تہمت عالی" منشی غلام قادر فصیح کا ڈراما "شیر مسوز" مولوی انیس احمد کا ڈراما "جہل مرکب"۔ محمد حبیب صاحب کا ڈراما "انجام"۔ منشی جوالا پرشاد برق کے ڈرامے "مرزبانی۔ مار آستین۔ بنگالی دلہن۔ پرتاب اور بروگ"۔ اور منشی ظہور احمد وحشی کے ڈرامے "محبوبہ کربلا، حجاج بن یوسف، عروس مصر۔ عبدالرحمن ناصر" وغیرہ ایسے ڈرامے ہیں۔ جن کا ذکر نہ کرنے سے مصنفین یا انکی روح کو گزند پہنچے یا نہ پہنچے لیکن کتاب کی قدر و قیمت میں کسیقدر کمی ضرور آگئی ہے۔

نیز ان کے متعلق صرف یہ کہدینا کافی نہیں ہو سکتا کہ "

"اس کتاب کا مقصد مجموعی طور پر اردو میں ڈرامانگاری
کی حالت کو پیش کرنا ہے۔ نہ کہ انفرادی حیثیت سے
ایک ایک ڈراما کو روشناس کرانا"

بہرکیف دیباچہ کے بعد اصل کتاب شروع ہوتی ہے۔ جس کا پہلا عنوان ہے "ڈراما کی ابتدا" اس میں بھی ڈراما کی ابتدا یونان سے دکھائی گئی ہے۔ اور یہاں بھی ڈراما کا موجد ٹیس کائی لس . . . . . (Aeschylus ۵۲۵ ء) ہی کو قرار دیکر ڈراما کو یونانی نژاد ظاہر کیا گیا ہے۔ چونکہ اس تالیف کا بہت بڑا حصہ "ناٹک ساگر" اور مولف کی تمام تر تحقیق مغربی محققین کے افکار سے ماخوذ ہے لہٰذا ایسا ہونا ہی چاہیئے تھا۔ بہرکیف چونکہ "ناٹک ساگر" کے سلسلے میں اس عنوان پر میں بہت کچھ لکھ چکا ہوں - لہٰذا اسکی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ کہ ان کا یہاں بھی اعادہ کیا جائے۔

دوسرا عنوان "ڈراما کی قسمیں" ہے جس میں ڈراموں کے اقسام گنائے گئے ہیں۔ اور انکی خصوصیات سے بحث کی گئی ہے۔ ہرچند کہ اس جگہ ہندی یا قدیم ہند کے ڈرامائی اقسام کا ذرا بھی تذکرہ نہیں کیا گیا ہے۔ پھر بھی کتاب کا یہ حصہ قابل قدر ہے۔ اور ناٹک ساگر کی اس بڑی کمی کو جس کو فاضل مولفین نے "دیباچہ" میں کسی حد تک پورا کیا تھا۔ جناب بادشاہ حسین صاحب نے بہت بڑی حد تک پورا کیا ہے جس وجہ سے وہ قابل مبارکباد ہیں۔ اس حصہ کا اردوداں اصحاب کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے۔

تیسرے عنوان "ڈراما اور تھیٹر" کے تحت بھی جو کچھ لکھا گیا ہے ہرچند کہ اس میں صرف مغربی مصنفین اور انگریزی تصنیفات سے ہی کام لیا گیا ہے۔ مگر وہ باوقعت ہے۔ اور یہ حصہ فن ڈراما اور اسٹیج کے محاسن و معائب کو ظاہر کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔

چوتھا عنوان "اردو ڈراما کی پیدایش" ہے۔ جس میں مولف نے ہندی راگ چھیڑا ہے۔ یہ کیسی مہمل بات ہے۔ کہ ہمارے علمائے ادب جب کچھ کہتے ہیں تو دوسروں کا سہارا لیکر اور جب کسی منزل کیطرف چلتے ہیں تو ایک راہ سے نہیں بادشاہ صاحب نے بھی ڈراموں کی تخلیق کے سلسلے میں تو ہندوستان اور ہندی قدیم ڈرامانگاروں کو قطعی نظرانداز کردیا۔ درانحالیکہ اسوقت اس کی سخت ضرورت تھی لیکن جب اردو ڈراموں کا سوال آیا، تو اس کی تاریخی حیثیت کو ظاہر کرنے کے لئے قدیم ہندی ڈراموں سے مردے اکھیڑنے لگے۔ درانحالیکہ یہاں اسکی کوئی ضرورت نہ تھی۔ بہرحال آگے چل کر فاضل مولف نے نواز کبیشورکے اس ڈرامے کا تذکرہ کیا ہے۔ جو شاہ فرخ سیر کے عہد میں تیار ہوا تھا اس کے متعلق فرماتے ہیں:-

"رفتہ رفتہ فارسی کے زیر اثر چند تماشے مخلوط فارسی اور پراکرت میں تیار ہوئے۔ جو خاص محفلوں اور درباروں میں دکھائے جاتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اسی قسم کا ایک تماشا نواز نامی ایک شخص نے فرخ سیر کے حکم سے تیار کیا تھا۔ اس کا سلیس اردو میں ترجمہ ۱۸۰۱ء میں مرزا کاظم علی جوان نے کیا۔ جو فورٹ ولیم کالج کلکتہ کے مشہور مترجم تھے"

ہرچند کہ یہاں اسکی ضرورت نہ تھی۔ کہ اس کتاب کے دوسرے ابواب کا تذکرہ کیا جائے۔ لیکن چند مصلحتیں ہیں۔ جن کی وجہ سے اس کتاب کے نویں عنوان "دوسرے قدیم ترجمے" کا ایک اقتباس شکنتلا کے ترجموں کے ذکر سے پیش کیا جاتا ہے۔ صفحہ ۱۷۵ میں فرماتے ہیں:-

"سب سے پہلا ترجمہ اگر اس کو ترجمہ کہا جاسکے۔ تو نواز کا ہے فرخ سیر ۱۱۲۴ھ سے ۱۱۳۱ھ کے زمانے میں اس نے شکنتلا سے ترجمہ یا اس سے اخذ کرکے ڈراما ترتیب دیا کہا جاتا ہے کہ فرخ سیر کے ایک فوجی سردار مولیٰ خاں ولد لدائی خاں کے حکم سے یہ ترجمہ ہوا تھا۔ اور مولیٰ خاں نے جس کو جنگی کارگزاری اور ایک لڑائی جیتنے کے صلے میں عظیم خاں کا خطاب ملا تھا۔ اپنے خطاب پانے کی یادگار میں یہ ترجمہ کرایا۔

نواز نے شکنتلا کو سنسکرت سے ہندی میں منتقل کیا، اور ۱۸۰۱ء میں مرزا کاظم علی جوان، فورٹ ولیم کالج کے مشہور مترجم، نے نواز کے ہندی ایڈیشن کا سلیس اردو میں ترجمہ کیا"

غالباً یہ حوالے رسالہ "اردو" کے جنوری نمبر ۱۹۲۶ء کے باب التنقید سے لئے گئے ہیں۔ لیکن "ماخذ" میں "اردو" کے اس نمبر کا ذکر موجود نہیں۔ بہرکیف یہ کہیں سے بھی لیا گیا ہو۔ لیکن درست ہے۔ البتہ یہ سمجھ میں نہ آیا کہ جب فاضل مولف کو اس کتاب کا قرار واقعی علم تھا۔ تو پہلے اقتباس میں اسے بطور تصنیف کیوں پیش کیا گیا، اور پھر دوسرے اقتباس میں اس کا بسبیل ترجمہ کیوں ذکر فرمایا گیا۔ جب کہ حقیقتاً وہ ترجمہ ہے۔ شکنتلا کا!

کتاب کا پانچواں عنوان "اندر سبھا" ہے۔ جس میں اندر سبھا

سے متعلق تمام لٹریچر کا بغیر کسی دلیل اور مزید ثبوت کا تذکرہ کئے ہوئے، عطر کھینچ کر رکھ دیا گیا ہے۔ نیز پروفیسر مسعود حسن رضوی کے مضمون "اندر سبھا و شرح اندر سبھا" مطبوعہ اردو کے اس خیال کو کہ :-

"میر حسن کے اشعار نقل کرنے سے گمان ہوتا ہے کہ امانت نے اندر سبھا کا پلاٹ، یا کم سے کم اسکا کچھ حصہ میر حسن کی مشہور زمانہ مثنوی سحر البیان سے لیا ہو"

کسی قدر پھیلا کر اور اپنا کر پیش کیا گیا ہے۔ مگر چونکہ فاضل مولف نے جو کچھ فرمایا ہے، وہ قطعی درست ہے۔ لہذا گنجائش اعتراض یا اس سے مجال انکار نہیں۔ البتہ اس کا تذکرہ نہ فرمایا گیا۔ کہ امانت کی اندر سبھا کی اشاعت کے بعد اور بھی اندر سبھائیں لکھی گئیں۔ جن میں سے یہ چار اس وقت موجود ہیں۔ اندر سبھا امانت۔ اندر سبھا مداری لال، بزم سلیمان اور جشن پرستان۔

چہارم عنوان "قدیم اردو ڈراموں کی بعض اہم خصوصیات" ہے اور جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے۔ یہ حصہ کتاب اچھا خاصا ہے۔ جسے مولف نے واقعی بڑی محنت و جانفشانی سے مرتب کیا ہے۔

ساتواں عنوان "طرز قدیم کے علمبردار" ہے۔ جس میں رونق، ظریف حافظ عبداللہ۔ مرزا نظیر بیگ نظیر۔ طالب۔ احسن۔ بے تاب۔ دیوانہ۔ شر۔ محشر۔ صوت۔ نیر۔ نازاں۔ عباس فایق۔ افق۔ آغا شاعر قزلباش شاد۔ اسمعیل۔ شیر محمد خاں۔ آرزو۔ رادھے شیام۔ دلاور شاہ۔ افسوں مخلص اعظم۔ عباس علی اور ریاض۔ یعنی تیس ڈرامانگاروں کے ڈراموں سے بحث یا اس کا سرسری ذکر کیا گیا ہے۔

ان میں سے گیارہ ڈرامانگار ایسے ہیں جنکا ذکر "ناٹک ساگر" میں ہو چکا ہے۔ اور افسوس ہے کہ ان لوگوں کے متعلق جو کچھ اور جتنا کچھ "ناٹک ساگر" میں تھا۔ وہی اس میں بھی ہے۔ حد یہ ہے۔ کہ حشر کے اردو ہندی ڈراموں کا جہاں پر ذکر کیا گیا ہے۔ وہاں بھی صرف دو ڈراموں کا اضافہ کر کے وہی سب ڈرامے اسی ترتیب سے پیش کئے اور بتائے گئے ہیں۔ جو جس طرح "ناٹک ساگر" میں موجود ہیں۔ اور حشر کے مشہور و معروف ڈراموں مثلاً مار آستین۔ جرم وفا یا نیک پروین۔ یہودی کی لڑکی۔ شیر کی گرج۔ ہندوستان اور رستم و سہراب (اردو میں) اور بلوا منگل بھیشم، بھگیرت گنگا۔ بھارتی بالک۔ دھرمی بالک۔ پہلا پیار اور دل کی پیاس (ہندی میں) کا کوئی تذکرہ نہ فرمایا گیا۔ نیز فاضل مولف نے آغا حشر کو "شیکسپیر ہند" کہے جانے کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے۔ کہ انہوں نے شیکسپیر کے متعدد ترجمے کئے تھے۔ لہٰذا انہیں لوگ "شیکسپیر ہند" کہنے لگے۔ مجھے اس میں کلام ہے۔ حشر کے ادبی ڈراموں (وہ نہیں جنہیں کمپنیوں نے غتر بود کر کے انکی شکل ہی بگاڑ دی تھی۔ بلکہ وہ جو ہنوز اصلی حالت میں بصورت مسودہ موجود ہیں) میں وہ کمالات پائے جاتے ہیں۔ جو شیکسپیر کے ڈراموں کا طرۂ امتیاز ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ عوام نے نہیں، بلکہ خواص نے انہیں شیکسپیر ہند کہنا شروع کر دیا تھا۔

آٹھواں عنوان ہے "شیکسپیر کے ترجمے" جس میں کسی قدر تفصیل کے ساتھ شیکسپیر کے ترجموں کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ لاریب اسکے قابل مولف نے بڑی ہی تلاش و جستجو سے کام لیا ہے۔ اور تمام تراجم کی تفصیلی فہرست پیش کرنے کی کوشش فرمائی ہے، جو مشکور ہے۔ لیکن اگر بے موقع نہ ہو تو میں عرض کروں کہ دو ایک ترجمے ایسے ہیں۔ جن کی عدم موجودگی کھٹکتی ہے۔ مثلاً میکبتھ (Macbeth) کا ترجمہ "ظالم پرک" مترجمہ سہراب جی پستن جی کانگا، مطبوعہ انوار الاسلام پریس حیدر آباد کا کہیں ذکر موجود نہیں۔ اسی طرح دی ونٹرز ٹیل (The winter's tale) کے ترجموں کا جہاں ذکر فرمایا گیا ہے وہاں اس کے ترجمہ "وہم و گمان" مترجمہ مرزا تقی حسین تقی مطبوعہ اختر دکن پریس حیدر آباد کا ذکر موجود نہیں رومیو جولیٹ (Romeo Juliet) کے ترجموں کے ذکر میں بھی منشی جوالا پرشاد برق کے ترجمہ "معشوقۂ فرنگ" کا تذکرہ موجود نہیں۔ حالانکہ حضرت کیفی دہلوی نے "ناٹک ساگر" کے مقدمہ میں اس کا خاص طور سے ذکر فرمایا ہے۔

نواں عنوان "دوسرے قدیم ترجمے" ہے۔ جس میں قدیم ہندی ڈراموں کے ترجموں کا ذکر ہے۔ یہ حصہ بھی بہت محنت سے مرتب کیا گیا ہے۔ سب سے پہلے کالیداس کے شہرۂ آفاق ڈراما "شکنتلا" کے ترجموں کا ذکر ہے۔ اور اس کے بعد کالیداس کے دوسرے ڈراموں، نیز دیگر تراجم کا۔ بظاہر اس میں کوئی لچک نہیں معلوم ہوتی، اس حصہ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کس طرح اردو میں دیگر زبانوں کے سمندر کھنگالے گئے ہیں۔

دسواں عنوان "قدیم ناٹک کمپنیاں" ہے۔ جس میں انگریز محققین و "ناٹک ساگر" کی مدد سے تمام پرانی اور کسی قدر اپنی تحقیق سے چند نئی کمپنیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ خاص چیز خاص طور سے مطالعہ کے لائق ہے۔

"طرز جدید کے پیش رو" اس کتاب کا گیارھواں عنوان ہے جس میں گیارہ ڈرامانگاروں کا ذکر ہے۔ یہ سب وہی ڈرامانگار ہیں جن کا ذکر ناٹک ساگر میں موجود ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اس کتاب میں تمام کا ذکر ایک ہی سلسلہ میں کیا گیا تھا۔ لہٰذا اس کتاب میں دو عنوانوں

کے تحت پیش کئے گئے ہیں۔ بظاہر ان میں کوئی فرق نظر نہیں آتا، ورنہ یوں تو ہر ڈرامانگار ایک دوسرے سے بالکل علیٰحدہ ہے۔ لہٰذا مجھے ان کو دو جگہ تقسیم کر دینے کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔

"طرزِ جدید کے پیرو" میں جو اس کتاب کا بارہواں عنوان ہے "اکیس" ڈرامانگاروں کا ذکر ہے۔ جن میں سے اکثر صرف مترجم کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اور اکثر وہ ہیں، جنکا ذکر "ناٹک ساگر" میں موجود ہے۔ جناب تاج کے ڈراما انارکلی پر جو کچھ اظہارِ خیال فرمایا گیا ہے۔ وہ حوصلہ افزا نہیں۔ شاید اس کی وجہ ان کے نقائص کا علم ہو۔ جو ساقی کے ذریعے کسی زمانہ میں کسقدر سختی کے ساتھ ظاہر کئے گئے تھے۔ مگر یہ چیز حیرت انگیز ہے۔ کہ ان نقائص کے باوجود اس ڈرامانے وہ مرتبہ حاصل کر لیا ہے، جو اردو زبان کے کسی ڈراما کو بھی حاصل نہیں۔ اور جس کے معترف خود فاضل مولف ہیں

تیرھواں عنوان "فلم اور اردو ڈراما" ہے۔ اسکے تحت جو کچھ لکھا گیا ہے ان میں زیادہ تر حقیقت ہے۔ کاش اس پر دھیان دیا جائے۔

چودھواں عنوان "اردو ڈراما کا مستقبل" ہے، اور اس کے ماتحت بھی جو کچھ اظہارِ خیال کیا گیا ہے۔ اور جو کچھ مشورے دیئے گئے ہیں وہ درست ہیں۔ کاش ان پر عمل ہو۔

سب سے آخری یعنی پندرھواں عنوان "ماخذ" ہے۔ جس کے متعلق دیباچہ میں فرمایا گیا تھا۔ کہ اس کا تفصیلی ذکر ماخذ میں کیا جائیگا۔ مگر حقیقتاً اس میں کوئی تفصیلی ذکر موجود نہیں۔ بلکہ صرف ان کتب و رسائل کے نام اور پتے درج کئے گئے ہیں۔ جن میں ڈرامائی ادب سے متعلق کم و بیش مواد ملتے اور موجود ہیں۔ بہرکیف جہاں تک فاضل مؤلف کی محنتوں کا سوال ہے۔ کتاب قابلِ قدر ہے۔ اب اگر اس میں چند فروگزاشتیں ہیں تو اس سے کون کتاب منزا اور مبرا ہے؟ پھر جب اس چیز پر نظر ڈالی جائے۔ کہ اردو میں لے دے کر یہی دو کتابیں ہیں، جو فنِ ڈراما پر یا فنِ ڈراما سے متعلق ہیں، تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ دونوں تصانیف صد درجہ قابلِ قدر اور لائقِ احترام ہیں

امینِ حزیں
(سیالکوٹی)

"تجلیات"

بیتاب نگاہوں کا "مقصود" ہے پردے میں الجھن سی یہ الجھن ہے "مشہود" ہے پردے میں
آنکھوں کے پسِ پردہ ہے عکس فگن لیکن، ظاہر کی یہ صورت ہے "موجود" ہے پردے میں

(۲)

"ایمان" کی دُنیا ہے۔ "ایقان" کی دُنیا ہے، "مجبور" کی دنیا بھی کس شان کی دُنیا ہے
معمول یہیں کا ہے بےتابی و بےخوابی یہ جان کی دُنیا ہے "پہچان کی دُنیا" ہے

(۳)

بے شوقِ جنوں ساماں رفتار نہیں ممکن بے جوہرِ بےتابی کردار نہیں ممکن
قندیل کی "خودسوزی" کیا کہتی ہے سنتے ہو؟ دل خود نہ جلے جب تک دیدار نہیں ممکن

(۴)

ہے باعثِ بیتابی پردے کا نہ ہٹنا ہی! بجلی کی تڑپ کیا ہے؟ بادل کا نہ پھٹنا ہی
سچ کہتی ہے محفل سے قندیل سرِ محفل اس سوزِ رگِ جاں کا بہتر ہے نہ گھٹنا ہی

میرزا ادیب

سوکھی ہوئی ندی

آندھی تھم چکی تھی مگر ابھی کہیں کہیں گرد و غبار کے بادل سورج کی الوداعی زرد زرد روشنی میں منڈلا رہے تھے۔ ہر طرف خاموشی چھائی ہوئی تھی، اور وہ دونوں سوکھی ہوئی ندی کے کنارے ایک دوسرے کے بالکل قریب چپ چاپ بیٹھے تھے۔ گویا کسی گہری فکر میں ڈوبے ہیں۔ اچانک ان کے سروں کے اوپر ایک چیل کی دردناک آواز گونجی، اس پر ایک نے سر اٹھایا، اور تاریکی میں غائب ہوتے ہوئے پروں کو دیکھنے لگا۔ دو تین لمحوں کے بعد جب افق کی تاریکی میں غائب ہوگئی، اس پر اس نے اپنی سیاہ ٹوپی زانو سے اٹھا کر چھڑی کے قریب رکھ دی اور اپنے ساتھی سے کہنے لگا "پارسال یہ نہر پانی سے لبالب بھری ہوئی تھی مگر اب تو کہیں ایک قطرہ آب بھی نظر نہیں آتا۔

دوسرے نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ اس کی نگاہیں ایک بڑ کے درخت کے نیچے چند خانہ بدوشوں کے درمیان آگ کے مدھم سے شعلوں پر جمی تھیں۔ پہلا چند لمحے اپنے ساتھی کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر بولا "تم کئی بار میرے ساتھ یہاں آتے تھے سلطان!"

سلطان نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "پارسال بہت بارش ہوئی اور اس میں اتنا پانی جمع ہوگیا، کہ لوگ نہایا کرتے۔ لیکن آج یہاں خاک اڑتی ہوئی نظر آتی ہے! معلوم ہوتا ہے۔ یہاں کبھی پانی تھا ہی نہیں —— زندگی میں بھی" —— سلطان کہتے کہتے رک گیا۔

"زندگی میں بھی —— کیا؟"

"کچھ نہیں ذہن میں ایک خیال آیا تھا"

"کونسا خیال —— بتاتے کیوں نہیں؟"

"کوئی خاص خیال نہیں" یہ کہکر سلطان اپنے دائیں ہاتھ کی انگلی چھڑی پر پھیرنے لگا۔

"اگر کوئی خاص خیال نہیں، تو پھر بتانے میں کیا ہرج ہے؟"

"اس سوکھی ہوئی ندی کو دیکھ کر مجھے اپنی زندگی کا ایک واقعہ یاد آگیا ایک ایسا واقعہ جس نے میری رگ رگ میں طوفان کیف و نشاط برپا کر دیا تھا۔ ایک ایسا واقعہ جس نے مجھے زندگی کی حقیقی مسرت سے روشناس کرایا تھا"

"اور آج ——؟"

"اور آج میں پھر پہلا سا افسردہ روح، اور پژمردہ دل انسان ہوں"

"تم پہیلیوں میں باتیں کر رہے ہو سلطان!"

"اگر تم مصر ہی ہو تو میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں بچپن ہی میں میرے دل و دماغ پر قنوطیت چھائی ہوئی تھی، اور میں زندگی کے اس دور میں بھی افسردہ رہتا تھا۔ کتابوں کے علاوہ مجھے کسی چیز سے بھی دلچسپی نہیں تھی۔ دن کے وقت...... گھر کے آخری کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھ کر کتابیں پڑھتا رہتا۔ اور رات کو اپنی دادی اماں سے بادشاہوں اور راجاؤں کے قصے سنتا سنتا سو جاتا۔ ٹریجیڈی مجھے بے حد پسند تھی۔ اور جب کبھی میں کسی کتاب میں کوئی حسرت انجام قصہ پڑھتا تو میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو جاتیں۔ اور میں بعض اوقات اتنا روتا۔ کہ کتاب کے ورق گیلے ہو جاتے۔ اپنی اس عادت کی وجہ سے مجھے کئی بار شرمندگی اٹھانا پڑی۔ لیکن جب سیل اشک آنکھوں میں امڈ آتا تھا، تو سوائے رونے کے اور کچھ بھی نہ سوجھتا تھا۔ میری عزلت نشینی محلہ بھر میں مشہور تھی۔ اور جب میں گھر سے باہر نکلتا تو لوگ مجھے اس طرح دیکھتے، گویا کوئی عجیب چیز دیکھ رہے ہیں میں لوگوں کے طنزیہ فقرے سنتا، اور خاموش رہتا —— اس کے سوا اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

میرے والد صاحب بڑی غضبناک طبیعت کے مالک تھے آخر عمر میں وہ نورِ بصارت سے بھی محروم ہو گئے تھے۔ اور اس چیز نے انکی نظری زود رنجی میں اور اضافہ کر دیا تھا۔ میری والدہ بڑی مسکین طبیعت کی عورت تھیں۔ اور کسی سے بولنا چالنا پسند نہیں کرتی تھیں۔ بھائی بھی عموماً خاموش طبع تھے۔ اسی ماحول میں میری افسردہ زندگی گزر رہی تھی۔

اسوقت میری عمر شاید اکیس سال کی تھی۔ جب ہم نے مکان تبدیل کیا۔ ہمارے مکان کے سامنے ایک ٹھیکیدار صاحب رہتے تھے جو بہت نیکدل انسان تھے۔ چنانچہ جلد ہی انکے ساتھ ہمارے تعلقات استوار ہو گئے۔ ایک دن میں اپنے کمرے میں کھڑکی کے پاس بیٹھا ہوا

کتاب پڑھ رہا تھا۔ کہ مجھے ٹھیکیدار صاحب کے مکان کی کھڑکی میں سے ایک گورا گورا ہاتھ باہر نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ میں دھر دیکھنے لگا۔ چند لمحوں کے بعد دو موٹی موٹی خوبصورت آنکھیں دکھائی دیں۔ یہ خوبصورت آنکھیں گھور گھور کر مجھے دیکھ رہی تھیں۔ اور ان کے دیکھنے میں مجھے خاص لطف حاصل ہوا۔ دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا نہ صرف دوسرے دن بلکہ کئی دن تک یہی ہوتا رہا۔ اب تو ہر وقت وہی سیاہ موٹی موٹی خوبصورت آنکھیں میری نگاہوں کے سامنے جلوہ گر رہتیں۔ اور میں بڑی بے قراری کے ساتھ صبح کا انتظار کرتا رہتا۔

ایک دن ٹھیکیدار صاحب کے یہاں دعوت تھی۔ میں ان کے یہاں اسوقت پہنچا۔ جب تمام لوگ کھا پی کر رخصت ہو چکے تھے۔ خالہ جی (میں ٹھیکیدار صاحب کی بیوی کو خالہ جی کہا کرتا تھا۔) نے میرے سامنے کھانا چن دیا۔ اور آپ کسی کام کے لئے اوپر چلی گئیں۔ میں نے ابھی دو تین نوالے ہی لئے ہونگے۔ کہ قریب سے ایک نہایت میٹھی آواز آئی:۔

"اتنی جلدی جلدی تو نہ کھایئے!"

میں نے سامنے دیکھا۔ دروازے پر وہی سیاہ موٹی موٹی خوبصورت آنکھوں والی لڑکی کھڑی مسکرا مسکرا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ میں خاموش رہا میرا جی چاہتا تھا۔ کہ جواب دوں، مگر کیا جواب دوں، یہ میں نہیں جانتا تھا

"آپ اتنی دیر سے کیوں آئے بھلا؟" اس نے پوچھا۔

"ایک ضروری کام تھا!"

"اوہ! ضروری کام — بھلا آپ کو ہماری کیا پروا پڑی ہے!"

"نہیں یہ بات نہیں — یہ بات کبھی بھی نہیں ہو سکتی!"

"آپ کا نام سلطان ہے نا؟"

"جی ہاں — اور آپ کو شاید زہرا کہتے ہیں۔"

"اوہو! آپ میرا نام بھی جانتے ہیں۔ خیر۔ سنا ہے۔ آپ بڑے لائق فائق ہیں، افسانہ نویس ہیں، اور ڈرامانگار بھی —"

"میں تو کچھ بھی نہیں!"

"یہ تو آپ کی غلط فہمی ہے — آپ بہت کچھ ہیں!"

"شکریہ — بہت بہت!"

"آپ گھبرا کیوں رہے ہیں؟ پانی منگواؤں کیا؟"

"مجھے پیاس تو نہیں لگی —!"

اتنے میں دالان کے ایک گوشے میں پاؤں کی چاپ سنائی دی زہرا اندر چلی گئی۔ چند منٹ کے بعد میں گھر چلا آیا۔ وہ رات بڑی بیقراری کے عالم میں کٹی — اس واقعے کے چند دن بعد میں اپنے کمرے میں بیٹھا تھا کہ مجھے محسوس ہوا دروازے پر کوئی کھڑا ہے۔ میں نے کرسی سے اٹھ کر دیکھا، زہرا دروازے پر کھڑی تھی —!

"اندر آنے کی اجازت ہے؟" اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں آ جایئے —!" میں نے کہا میرا دل گھبرا رہا تھا۔

"آپ بڑے ستم ظریف ہیں آدمی معلوم ہوتے ہیں —!" اسنے اندر آ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"نہیں تو —!"

"آپ ستم ظریف نہیں تو اور کیا ہیں۔ دنیا سے قطع تعلق کر کے ہر وقت پڑھتے رہنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"یہ میری عادت ہے!"

"عادت ہے؟" اس نے قہقہہ لگا کر کہا۔

"آپ ہنس کیوں رہی ہیں —؟"

"یونہی — بغیر کسی وجہ کے — اور ہاں میں آپ کو ایک تکلیف دینا چاہتی ہوں۔ کیا آپ مجھے روزانہ آدھ گھنٹہ پڑھا دیا کریں گے؟"

"آپ تو خود لائق ہیں —؟"

"یہ آپ کو کیونکر معلوم ہوا — سوچئے نا، اگر میں لائق ہوتی۔ تو آپ کو کیوں تکلیف دیتی —!"

"میں حاضر ہوں مگر —!"

"میں ابا جان اور امی جی کو راضی کر لوں گی — آپ تو تیار ہیں!"

"مجھے اسمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟"

دو تین منٹ بیٹھی اور پھر چلی گئی۔

میں زہرا کو پڑھانے لگا — اور اس کے ساتھ ہی میری زندگی میں بہت بڑا تغیر پیدا ہو گیا۔ مجھے کائنات کی ہر چیز نوجوان، حسین، اور رنگین نظر آنے لگی۔ زہرا جب ہنس ہنس کر باتیں کرتی، تو مجھے محسوس ہوتا، کہ میری زندگی ایک سہانا راگ بن گئی ہے۔ کائنات نور و نکہت کے طوفان میں بہہ رہی ہے۔

ایک سال تک میں مسرت و نشاط میں ڈوبا رہا۔

ایک دن جب میں دفتر سے آیا۔ تو میں نے ایک ایسی خبر سنی، جس نے میرے دل و دماغ میں آگ سی لگا دی۔ میں نے سنا کہ زہرا کا نکاح ہو گیا ہے۔ اسدن بھی میں زہرا کو نہ دیکھ سکا۔ دوسرے دن اسکے گھر گیا مگر وہ کہیں اوپر تھی۔ تیسرے دن میں نے اسکی طرف ایک رقعہ بھیجا۔ جواب میں اس نے بھی رقعہ بھیجا۔ جس میں لکھا تھا:۔

سلطان صاحب!

پچھلی باتوں کو بھلا دیجیے۔ میرا آپ کا ساتھ یہیں تک تھا
اب ہمیں علیحدہ علیحدہ راستوں پر سفر کرنا ہے۔ امید
آپ ہمیشہ خوش رہیں گے!

زہرا

میرے دل کی آگ اور بھڑک اٹھی۔ میں نے انتہائی کوشش کی کہ چند منٹ کے لئے زہرا سے گفتگو کروں۔ مگر ناکام ہی رہا۔ چند ماہ کے بعد زہرا کی شادی ہو گئی، اور وہ کراچی چلی گئی —— اس کے بعد میں پژمردہ، افسردہ دل اور مضمحل دماغ انسان ہوں —— زہرا نے مجھ سے میری تمام مسرتیں چھین لی ہیں یہ ہے میری داستان!"

یہ کہکر سلطان سوکھی ہوئی ندی کو دیکھنے لگا۔

"اسکے بعد زہرا کو تو نہیں دیکھا"

"نہیں —— میری زندگی کی سوکھی ہوئی ندی میں صرف ایکبار پانی آیا۔ — اسقدر پانی آیا کہ یہ لبالب بھر گئی —— مگر اب پھر اس سوکھی ہوئی ندی کی مانند ایک قطرہ آب سے بھی محروم ہے"

سلطان کا ساتھی چپ رہے سوکھی ہوئی ندی کو دیکھتا رہا پھر بولا:

"اگر یہ ندی بارش کی محتاج ہونے کے بجائے دریا سے پانی حاصل کرتی تو آج اس کا یہ حال نہ ہوتا۔!"

سلطان استفسار انگیز نگاہوں سے اپنے ساتھی کو دیکھنے لگا۔

تاریکی ہر طرف پھیل چکی تھی۔

اختر انصاری

قطعات

گریۂ شب

اب نہ اگلی سی وہ طبیعت ہے نہ وہ دل میں کسی کی حسرت ہے
شب کو روتا ہوں کیوں بتاؤں کیا؟ یوں سمجھ لو کہ ایک عادت ہے

محبت

آس کو یاس نے کیا مغلوب لی جگہ آرزو کی حسرت نے
لٹ گئی سب متاعِ دل لیکن ساتھ چھوڑا نہیں محبت نے

احساسِ غم

تیرے قربان! اے نشاطِ شباب اے سرورِ حیات صدقے جاؤں
کیا کروں اپنے دل کی ٹیسوں کو غم کے احساس کو کہاں لے جاؤں

آواز

اب نہیں آرزوئے بزمِ طرب اب نہیں جستجوئے نغمہ و ساز
ہوگیا ختم ذوقِ موسیقی جب سے میں نے سنی تری آواز

مظلوم کیتھلوی

بھکارن

دُورافق پر... بجلی کسی تاریک قسمت میں شعاعِ امید کی طرح چمک رہی تھی۔ اور بارش کی ہلکی ہلکی بوچھاڑ ہوا کی خنکی میں اضافہ کر رہی تھی۔

ریکھا نے پیالہ میں سے چائے کا آخری گھونٹ اپنے حلق میں انڈیلا وربل ادا کر کے ریسٹوران سے باہر نکل آئی ــــ اسوقت رات کے نو بج چکے تھے۔

ریکھا نے اپنی ساری درست کرتے ہوئے جونہی ریسٹوران کی آخری سیڑھی سے نیچے قدم رکھا اس کے کانوں میں ایک نحیف آواز آئی "بی بی جی! پیسہ"

ریکھا نے بجلی کی روشنی میں دیکھا، کہ سولہ سترہ سالہ بھکارن اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی طرف ملتجی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔ بھکارن کے تمام کپڑے گیلے ہو چکے تھے۔ اور نومبر کی گلابی سردی نے اسے کانپنے پر مجبور کر دیا تھا۔ ریکھا کو وہ بھکارن بہت خوبصورت معلوم ہوئی۔ اور معاً اسے اپنی چھوٹی بہن منورما کا خیال آگیا ــــ منورما، جس کی وفات کو ایک سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ اس نے اپنا منی بیگ کھولتے ہوئے پوچھا "پیسہ لیکر کیا کروگی؟"

"چائے پیونگی" بھکارن نے کانپتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

ریکھا نے یہ سن کر اپنا منی بیگ بند کر لیا اور بولی "کیا تم میرے ساتھ چلوگی؟"

"کہاں ــ؟"

"میرے بنگلہ پر ــــ وہاں تمہیں گرم گرم چائے کے علاوہ کھانا بھی کھلاؤں گی"

بھکارن نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ریکھا کی طرف دیکھا، گویا وہ اپنا خواب بھلانا چاہتی تھی۔ ایک لمحہ کے بعد اس نے جواب دیا۔ "نہیں بی بی جی"

"کیوں" ریکھا نے حیران ہو کر پوچھا۔

بھکارن نے یہ سنکر ایک مرتبہ ریکھا کو سر سے پاؤں تک دیکھا، پھر اپنے کپڑوں پر نگاہ ڈالی۔ اور اس کے بعد اپنی آنکھیں ریکھا کی آنکھوں میں گاڑ دیں، گویا وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں جواب دے رہی تھی۔ کہ میری اور آپ کی ہستی میں زمین و آسمان کا فرق ہے

ہوا کے ایک تیز جھونکے کی آمد پر بھکارن پھول سے لدی ہوئی نازک ٹہنی کی طرح کانپ اٹھی۔

ریکھا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا "میرے ساتھ چلو۔ تمہیں کپڑے بھی دوں گی۔ اور ان گیلے کپڑوں میں تم کانپ رہی ہو"

بھکارن نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی، کیونکہ وہ ریکھا کے ساتھ جانا نہ چاہتی تھی۔ مگر ریکھا کے نرم و نازک ہاتھ اس کے لئے ہتھکڑیاں بن چکے تھے۔

نزدیک ہی سڑک کے کنارے ریکھا کی کار کھڑی تھی، اس نے کار کا دروازہ کھول کر بھکارن کو اندر دھکیل دیا۔ اور خود کار چلانے لگی، بھکارن سہمی ہوئی حالت میں کار کے گدیلے پر بیٹھ گئی۔ اسے ایسا محسوس ہوا گویا دھنس گئی ہو۔

تمام راستہ بھکارن چین کے ساتھ سیٹ پر نہ بیٹھ سکی۔

کار ایک شاندار بنگلہ کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ ریکھا بھکارن کو اتار کر اندر لے گئی۔

بنگلہ میں جا کر ریکھا نے بجلی کی انگیٹھی سے پانی گرم کرایا۔ اور بھکارن کو تیل صابن سے خوب نہلوایا۔ اس کے بعد اسے پہننے کے لئے سفید کپڑے دیئے۔

اب بھکارن چنبیلی کے پھول کی طرح دلکش، اور راس گلاب کیطرح شگفتہ ہو گئی تھی۔ جس کا منہ نسیمِ سحر نے شبنم سے دھو ڈالا ہو بال درست کر کے بھکارن کمرہ طعام میں گئی۔ اور وہاں چائے کے چھ پیالے اپنے حلق میں انڈیل لئے۔

ریکھا اب محسوس کر رہی تھی، کہ بھکارن کا خوف لمحہ بہ لمحہ دُور ہوتا جا رہا تھا۔

بھکارن کے لئے یہ بنگلہ عجوبہ سے کم نہ تھا۔ چائے پینے کے بعد

وہ ریکھا کے ساتھ تمام کمروں میں گھومتی اور ہر چیز کو غور اور تعجب سے دیکھتی رہی۔

دن بھر کے تھکے ماندے آدمی کو اگر کچھ سکون میسر ہو جائے، تو اس پر نیند غالب آجاتی ہے۔ بھکارن کی بھی یہی حالت ہوئی، ریکھا نے اسے اپنے خاص کمرے میں لٹا دیا، اور نرم و گرم بستر پر لیٹتے ہی اسے نیند آگئی۔

. . . .

رات کو گیارہ بجے کے قریب پرمودہ بابو کلب سے واپس آئے، کھانا کھائے بغیر سیدھے ریکھا کے خاص کمرے میں چلے گئے آہستہ سے دروازہ کھول کر دیکھا کہ ریکھا کے بستر پر ایک نازنین اندام حسینہ خواب راحت کے مزے لے رہی تھی۔ سوتے میں اس کا حسن اور بھی نکھر گیا تھا۔ اور بل کھائے ہوئے گیسو اس کی چھاتی پر اس طرح لہرا رہے تھے۔ جس طرح سانپ بین کی آواز پر لہراتا ہے

پرمودہ بابو نے ایک لمحہ تک اسے دیکھا، اور پھر اپنے کمرہ میں چلے گئے۔ وہاں ریکھا ایک انگریزی ناول پڑھ رہی تھی۔ پرمودہ نے ہنس کر پوچھا "آج تمہارے کمرے میں کون سو رہی ہے ریکھا؟"

ریکھا نے ناول میز پر رکھ کر ایک انگڑائی لی۔ اور جمائی لیتے ہوئے بولی "میری ایک سہیلی ہے۔"

"کہاں سے آئی ہیں؟"

"یہیں سے"

"اوہ! میں نے تو آج انہیں پہلی ہی بار دیکھا ہے" پرمودہ نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہیٹ دور کرسی پر پھینک دیا۔ اور خود آرام کرسی میں گر پڑا۔

ریکھا نے کنکھیوں سے پرمودہ کی طرف دیکھتے ہوئے جواب دیا "لیکن اب آپ اسے ہر روز دیکھ سکیں گے!"

"یعنی؟"

"یہ میرے ساتھ رہیں گی" ریکھا نے جواب دیا۔

"اوہ! بہت خوب!" پرمودہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اس کے بعد کمرے میں خاموشی طاری ہو گئی۔ چند لمحے بعد ریکھا نے شرارتاً پوچھا،

"کیا آپ کو میری سہیلی پسند ہے؟"

"بہت!" پرمودہ نے خشک ہنسی ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"مجھ سے بھی زیادہ؟"

"تم سے؟" پرمودہ نے یہ کہتے ہوئے، ریکھا کو خوب غور سے دیکھا۔ اور پھر مسکرا کر بولا "شاید"

ریکھا یہ سنکر سر سے پاؤں تک جل اٹھی۔ مگر اپنے آپ کو قابو میں رکھتے ہوئے بولی "میں نوکر کو بھیج رہی ہوں، آپ چائے وغیرہ تیار کرا لیجئے۔"

نوکر پرمودہ کے کمرے میں چلا گیا۔ اور ریکھا اپنے کمرے میں، بھکارن اسوقت خواب میں پریوں کا ناچ دیکھ رہی تھی، ریکھا نے اسے جھنجھوڑ کر اٹھا دیا۔ بھکارن گھبراہٹ کی حالت میں آنکھیں کھول کر بولی "کیا بات ہے بہن؟"

"کچھ نہیں" ریکھا نے جواب دیا "اب تم کافی سو چکی ہو، اٹھو!"

بھکارن اٹھ بیٹھی، مگر وہ چاہتی تھی، کہ پھر لیٹ جائے۔

ریکھا اس کا بازو پکڑ کر غسل خانہ میں لے گئی، اور اس کے چیتھڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی "انہیں اٹھا لو"

بھکارن نے سہمی ہوئی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کپڑے اٹھا لئے، اس کے بعد ریکھا اسے بنگلے کے دروازہ پر لے آئی اور ایک روپیہ اس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے بولی "دیکھو! یہ سامنے والی سڑک سیدھی ریسٹوران کو جاتی ہے"

بھکارن نے دبی آواز میں کہا "لیکن اس وقت سردی ہے بہن!" مگر ریکھا نے جواب دیا،

"پروا نہ کرو" اور ان الفاظ کے ساتھ ہی اپنے کندھوں پر سے اونی شال اتار کر بھکارن کے کندھوں پر ڈالتے ہوئے بنگلہ کا دروازہ بند کر لیا۔

اور ——————

کچھ دیر بعد جب شہر کے گرجا گھر میں بارہ بجے۔ اسوقت بھکارن اسی ریسٹوران کی سیڑھیوں پر تھی، جہاں کھڑی ہو کر وہ کئی سال سے بھیک مانگ مانگ کر اپنا پیٹ پال رہی تھی۔

سراج الدین ظفر

میری خُودداری

نہ مسکرا مری حالت پہ اے اسیر ہوس بجا نہیں مرے آگے غرورِ نام و نمود
کبھی نہ خاک نشینوں کی گرد کو پہنچی نہ پادشاہتِ فرعون نہ سطوتِ نمرود
مجھے دیا ہے زمانے نے ذوقِ بت شکنی یہ کائنات ہے بت خانہ اور میں محمود
تری نظر ہے اسیرِ فریبِ سطوت و جاہ مری نظر کا ہے آگے مہ و زحل سے ورود
تری ہوس کو ہے دو روزہ زندگی کا خیال مری خودی کو ہے ذوقِ زمانِ لامحدود
مرے خیال سے جلتا ہے لامکاں کا چراغ ترا خیال خود اپنے لئے ہے نامسعود
مرے لہو میں شرارے ہیں برقِ ایمن کے ترے لہو میں غلامانہ زندگی کا جمود
مری جبیں ہے مہِ نیم شب کا آئینہ تری جبیں ہے سجودِ ریا سے گرد آلود
تری اداؤں سے آتی ہے بو غلامی کی مری نواؤں سے ہے خودسری کا درس و درود
مری جوانی سے قائم بنائے کون و مکاں ترے بڑھاپے سے قائم گداگری کا وجود
مرے خلوص کی وسعت ازل سے تا بہ ابد ترے غرور کا حلقہ بسانِ چشمِ حسود
مرا وقار مرے بعد زندۂ جاوید ترا وقار ترے بعد نیست اور نابود
ترا وجود نسب در نسب ہے رسوائی مرا وجود نسب در نسب سخاوت و جود
مری نظر میں ہے جو چیز ہیچ اندر ہیچ بنایا تو نے اسی ہیچ در زشت کو مسجود
نہیں ہے مجھ کو رئیسانہ زندگی منظور ملے جو خوئے خوشامد سے گوہرِ مقصود
مرے لئے ہے وہ اعزاز بدتر از دشنام کہ جس کی تہ میں فرنگی کا ہاتھ ہو موجود

جھکا جو دولت و ثروت کے آستانے پہ
مری نظر میں ہے وہ شخص ازل و مردود

مسعود جاوید

"نکہت کے خطوط"

رات کہیں دور کوئی گا رہا تھا،

کون سنے گا اس کا درد شورشِ کائنات میں
تم نے جسے مٹا دیا پردۂ التفات میں

میں سنتی رہی چپ چاپ —— اور متعدد بار دل نے کہا تو بھی گا، اور یونہی گاتی ہوئی رات کی خاموش فضاؤں میں اپنی آواز کے ساتھ تحلیل ہو جا—— مگر میں سنتی رہی خاموش، جیسے کوئی اپنی رُوح کی کراہ کو سن رہا ہو۔ جگر میں کانٹے سے چبھ رہے تھے۔ لب تھرتھرائے، میں نے محسوس کیا، الفاظ خاموشی بن کر ٹپک رہے ہیں۔

—— "درد" —— "شورشِ کائنات" —— "پردۂ التفات" ——

اچانک مجھے احساس ہوا، کہ ایک چیخ اپنے ساتھ میری ساری زندگی لئے ہوئے سینے کی گہرائیوں سے آندھی کی طرح اٹھی۔ ضبط کی مضمحل کوششیں آنسو بن کر آنکھوں میں آگئیں۔ جسم کے سارے اعصاب فولادی سختی کے ساتھ شل سے ہونے لگے —— میں نے چاہا چیخ پڑوں مگر ایک جانستاں کپکپی کے ساتھ معاً یہ معلوم ہوا، جیسے کسی آہنی بازو نے پوری بیدردی سے میرا گلا دبا دیا ہے۔ میرا سانس گھٹنے لگا —— ایک ثانیہ کے واسطے اس گھٹتے ہوئے سانس نے نگاہ بن کر آنکھوں سے نکلنے کی کوشش کی، مگر دوسرے لمحے ہی میں میرے ہوش و حواس سلب ہو چکے تھے۔

آخرِ شب کے ستارے ڈوبنے لگے تھے، کہ مجھے ہوش آیا، جسم کی رگ رگ زخم کی طرح دکھ رہی تھی۔ ضعف و نقاہت کی شدت میں یہ احساس ہوتا تھا، کہ سکرات کے عالم میں زندگی کا دھندلا سا خواب دیکھ رہی ہوں۔ تکیہ سر کے نیچے سے پھسل کر زمین پر آ رہا تھا، اور چوڑیوں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے دونوں کلائیوں کو مجروح کر چکے تھے ——

مگر—— قریب ہی اپنی مسہری پر "وہ" اسی طرح مدہوش سو رہے تھے!!

یہ "وہ" تھے جن کو مذہب کے پس پردہ سماج نے میرا "خدائے مجازی" بنایا تھا۔ اور جن کی ہر ایک جنبشِ نظر پر مجھے صرف سجدے ہی ثنا کرنے کا حق دیا گیا تھا۔ یہ وہی "ناخدائے ننگ و ناموس" تھا، جس کے بغیر عورت صرف "عورت" رہتی ہے —— "خاتون" نہیں! —— یہ وہی "آقا" تھا، جو اپنی ہر ایک کنیز کو قبر میں سلا کر تہذیب و سماج کے تاجروں سے ایک اور "کنیز" خرید لینے کا کلی اختیار رکھتا ہے —— مگر نہیں —— وہ تو ایک "لاش" تھی، جس کے کفن میں مجھے اس لئے ساتھ ... ملفوف کر دیا گیا تھا، کہ اس کے توسل سے میں بھی کسی طرح فردوس میں پہنچ سکوں، ورنہ بدبخت عورت تو مرد کو "مردودِ بہشت" کرا ہی چکی ہے۔ اور اس کے لئے وہاں تک پہنچنے کا بذاتِ خود کوئی استحقاق نہیں رہا! —— میں نے ایک تلخ اور مرد بلی اور سچ مانو تو بے اختیار جی چاہا، کہ اٹھ کر اپنے ناتواں ہاتھوں کی ساری قوت ان کی موٹی گردن پر صرف کر دوں، خواہ اس کے بدلے مجھے ابد تک جہنم کے شعلوں میں ہی کیوں نہ پھینک دیا جائے!

تم شاید متعجب ہوگی، کہ ایک عورت ہوتے ہوئے بھی میں کیونکر ایسا لکھنے کی جرأت کر رہی ہوں۔ لیکن برا نہ مانو، تو کہوں، کہ تمہارا یہ استعجاب غلامانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے۔ تم اس غلامی کا احساس اس لئے نہیں کر سکتیں، کہ تمہیں اس کا موقعہ ہی نہیں ملا، تمہاری ازدواجی زندگی ان تمام مسرتوں کی حامل ہے، جن کی تمہیں یا کسی اور عورت کو توقع ہو سکتی ہے۔ اور اس طرح اس "حسین و جمیل قید" میں آزادی کا تصور بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ مگر مجھے دیکھو، کہ دلہن بننے کے بعد آہوں اور آنسوؤں کے درمیان ہی زندگی گذری ہے۔ اور سماج کی ستم پسند مصلحتوں نے مجھے ان مسرتوں سے فریب کھانے کا بھی موقع نہیں دیا۔ جو مجھے اپنی جنسی غلامی کے شعور سے دور رکھ سکتی تھیں اگر ایسا نہ ہوتا، تو بہت ممکن تھا، کہ کسی اور عورت کی زبان سے یہی الفاظ سنکر میں خود بھی تمہاری طرح متحیر ہوتی۔

اس غلامی و آزادی سے میرا مفہوم کیا ہے۔ یہ شاید تم پوری طرح نہ سمجھ سکو۔ تہذیب و سماج نے عورت کو کچھ ایسے خوبصورت انداز میں دھوکے دیئے ہیں، کہ ایک مبہم سے احساس کے علاوہ کوئی تجزیہ و تحلیل ممکن معلوم نہیں ہوتی۔ عورت کے ارتقائے حیات کی داستان کا اولین باب وہ ہے، جب وہ شادی کے بعد بھی اپنے خاندان یا قبیلہ کے ہمراہ غاروں یا خیموں میں زندگی گزار رہی تھی۔ دنیا کے اس

قدیم دور میں شادی کا مفہوم یقیناً موجودہ مفہوم سے کہیں زیادہ مختلف تھا ابھی تہذیب و مذہب کی پیدائش نہ ہوئی تھی۔ اور اگر ان کا کوئی وجود تھا، تو وہ بھی یقیناً آجکل سے بالکل جداگانہ نوعیت رکھتا تھا۔ اس لئے موجودہ صدی کا مہذب انسان اس قدیم دور کو وحشت و بربریت کا زمانہ سمجھتا ہے۔ مگر حیرت ہے کہ اس قدیم "وحشی زمانے" میں عورت کو جو مرتبہ اپنے اقتدار و اہمیت کے لحاظ سے حاصل تھا، وہ آج "یوٹوپیا" کا ایک حسین خواب معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں پہلی قابل غور چیز یہ ہے، کہ عورت کو اپنے خاندان کا "سردار" تسلیم کیا جاتا تھا۔ وہ شادی کے بعد بھی اپنے اعزا کے درمیان زندگی بسر کرتی تھی۔ اس کا شوہر بھی اسی طرح اپنے قبیلے میں ہی رہتا تھا۔ اگر کبھی کبھی وہ اپنی شریک حیات سے ملنا چاہتا تھا۔ تو اسکی حیثیت عورت کے خاندان میں ایک معزز مہمان کی ہوتی تھی۔ ایک طویل مدت تک یہی قانون جاری و ساری رہا۔ اور شادی کے مفہوم کے زبردست تغیرات کے بعد بھی عورت کی حیثیت اپنے خاندان کی "فطری ملکہ" کی سی رہی۔ اس عہد میں عورت کی اہمیت و رفعت کی شاہد ایک دوسری تاریخی حقیقت یہ ہے، کہ حسب و نسب کا سلسلہ ماں کی طرف سے شمار ہوتا تھا، اور تمام رشتے مادری شجرے کی بنا پر متعین ہوتے تھے، ماں، خانگی املاک کی مالک تھی۔ اگر عورت کسی سبب سے اپنے شوہر سے بیزار ہوجاتی تھی۔ تو اس کو اپنے گھر سے نکال دیتی تھی۔ اور مرد اپنے قبیلے میں چلے جانے پر مجبور ہوتا تھا۔ اس قسم کی مفارقت و علیحدگی کی حالت میں بچے اپنی ماں کے پاس ہی رہتے تھے۔ اور اسی کے خاندان کے ارکان شمار ہوتے تھے۔ سماجی ارتقا کے اس دور کے متعلق کارپنٹر بیان کرتا ہے کہ:

"وہ ان قدیم سماجی حالات میں عورت بہ نسبت موجودہ زمانے کے کہیں زیادہ آزاد و خوش حال تھی۔ وہ اپنے ہی فرقے یا قبیلے اور اپنے اعزا و اقارب کے ساتھ رہتی تھی۔ اور اس کا شوہر ایک خارجی مہمان کی حیثیت رکھتا تھا۔ ان امور کے مدنظر عورت کسی صورت میں بھی شوہر کی محکوم نہ تھی۔ اور اگر شوہر اس تک رسائی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ تو اس کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ صرف عورت ہی کے لئے پسندیدہ رویہ اختیار نہ کرے۔ بلکہ عورت کے خاندان کے لئے بھی خوشگوار ثابت ہو۔ وہ اپنے بچوں کی کلی طور پر مالک تھی۔ اور اس کو یہ حق حاصل تھا کہ اپنی ملکیت اپنے بچوں کے واسطے ورثہ میں چھوڑ جائے۔ مختصراً یہ کہ خاندان اور نسب کا پورا اعزاز اسی کو حاصل تھا۔ اس کے برعکس اگر شوہر کو یہ بھی معلوم ہوجاتا تھا۔ کہ اس کے بچے کون سے ہیں، تو اس صورت میں بھی وہ انکی کچھ دیکھ بھال نہ کر سکتا تھا۔ اور نہ اپنے قبیلے کی اجازت کے بغیر اپنی ملکیت بچوں کو دے دینے کا حق رکھتا تھا۔ اس طرح ازدواجی زندگی میں مرد محض ایک ثانوی حیثیت رکھتا تھا"

یہ داستان ہے اس زمانے کی۔ جسے آج ہم "وحشت و بربریت" کی یادگار سمجھ کر حقارت سے دیکھنے کے خوگر ہوچکے ہیں۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ جیسے جیسے مرد زندہ مخلوق کی دنیا میں اقتدار حاصل کرتا گیا، اور وحشی جانوروں پر اپنے آلات حرب کی ایجاد کے ذریعے تسلط و قدرت پاتا گیا اس کے ذہن میں ذاتی تصرف کا شعور بڑھتا چلا گیا۔ اور کچھ مدت کے بعد وہ اپنی ازدواجی زندگی کی پابندیوں کو قہر و غضب کی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مرد میں اپنی طاقت کا احساس بیدار ہوا، اور اس نے یہ طے کرلیا، کہ جسطرح وہ اپنی قوت کے ذریعے جنگل کے درندوں کو ہلاک کرسکتا ہے، اسی طرح وہ اپنی ازدواجی زندگی کے قدیم قوانین کو درہم برہم کرکے عورت کو اپنا محکوم بنا کر چھوڑے گا —— یہ اس کا پہلا اقدام تھا، موجودہ تمدن کی طرف!! —— چنانچہ اس نے اپنے اسلاف کی تمام روایتوں سے بغاوت کی۔ اور عورت کو ایک جانور کی طرح گرفتار (Kidnap) کرکے اپنے قبیلہ کے خیموں میں لے آیا۔ عورت نے اس تباہ کن تبدیلی کو کس طرح قبول کیا؟ یہ چیز وثوق کے ساتھ نہیں بتائی جاسکتی۔ اگرچہ یہ امر انسانی فطرت کے منافی ہے۔ مگر ممکن ہے کہ عورت محض معذوری و مجبوری کے تحت خاموش ہوکر رہ گئی ہو۔ کچھ محققین کا خیال ہے۔ کہ عورت نے جدید طرز زندگی کے نقصانات کو اس لئے برداشت کرلیا۔ کہ اس صورت میں مرد پر اس کا تصرف زیادہ مکمل اور براہ راست ہونے کا امکان رکھتا تھا۔ بہرحال خواہ عورت نے اس تغیر کو پسند کیا ہو، یا نہ کیا ہو، مگر یہ حقیقت ہے۔ کہ مرد نے اسی پر زور دیا۔ اور کامیابی کے واسطے اکثر قوت و تشدد کا استعمال کیا۔ اس ذہنیت کا نتیجہ یہ ہوا، کہ اس قسم کی جبری یا گرفتاری کی شادیاں عام ہوگئیں۔ جس مرد میں جتنی زیادہ "جرأت رندانہ" ہوئی وہ اتنی ہی عورتیں دیگر قبائل سے پکڑ لایا۔ قبیلوں کے طاقتور سردار اور وحشی جنگجو اپنی بیویوں کی تعداد میں اضافہ کرتے چلے گئے۔ اور قبائل کے درمیان ایک مستقل خصومت و جنگ کا عنوان قایم ہوگیا۔ اس حالت میں مرد نے عورت کی اقتصادی قیمت کو سمجھا اور اسے مختلف کام سپرد کئے گئے۔ اس کے بچے مرد کی ملکیت ہوگئے۔ اولاد نرینہ کی وقعت بڑھ گئی۔ کیونکہ لڑکے مرد بن جانے کے بعد قبیلہ کی باہمی لڑائیوں میں صف آرا ہوسکتے تھے۔ لڑکیوں کے فرائض یہ رہ گئے کہ زراعت کریں، اناج پیس کر تیار کریں، اہل

کے کپڑے بنائیں، اور بچے پیدا کریں۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی مرد کے احساس نے کہ عورت اسکی ذاتی ملکیت ہے۔ ایک قدم اور بڑھا دیا۔ یعنی دوسری ملکیت کی طرح عورت کی بھی خرید و فروخت جاری ہوگئی۔ اولاد کے متعلق اس کے تمام حقوق سلب کر لئے گئے۔ حسب و نسب کا سلسلہ مرد کی طرف سے شمار ہونے لگا۔ اور خاندان کی تمام ملکیت جو زیادہ خود عورت کی محنت و مشقت کا نتیجہ ہوتی تھی، مرد کے تصرف میں دیدی گئی۔ اسی طرح عورت بہت سرعت کے ساتھ "ایک سردار" اور ملکہ کی حیثیت سے گر کر صرف ایک غلام یا پالتو جانور بن کر رہ گئی۔ مادری اعزاز فنا ہوگیا! پدری اقتدار کا عروج ہوتا گیا ـــــ مرد ایک آقائے مطلق ـــ عورت اس کی کنیز!!

عورت کے سماجی مرتبہ کے اس انقلاب پر غور و فکر کرتے ہوئے بہت کم لوگ ایسے ہونگے، جو عورت کی اقتصادی اہمیت کو نظر انداز کر سکیں۔ زوجہ اپنے شوہر کی محض ایک "جنسی شریک" یا اس کے اولاد کی خادمہ ہی نہ تھی۔ بلکہ وہ خاندان کی محنت و مشقت کا زیادہ حصہ سر انجام دیتی تھی، اور مرد کا کام صرف شکار کرنا یا دشمنوں سے جنگجوئی کرنا تھا۔ شکار کے جانوروں کی کھالیں بنانا، اناج پیسنا کوٹنا، کھیتوں میں ہل چلانا، یہ سب امور عورت ہی کی ذمہ داری پر تھے۔ اور اس لئے مرد، عورت کو اپنی ملکیت میں سب سے زیادہ قیمتی چیز سمجھنے لگا، اور اسکی قیمت بھیڑ بکریوں کی صورت میں متعین ہونے لگی۔ اگر عورت ایک کار آمد مزدور نہ ہوتی، ـــــ اگر وہ صرف ایک عیش و عشرت اور مصارف کی چیز ہوتی ـــــ تو یقیناً نسل انسانی کے اس کٹھن اور مشقت انگیز دور میں اس کی قیمت اسقدر زیادہ کبھی تصور نہ کی جا سکتی۔ اسطرح رسمی شادی کے اس دور نے جہاں عورت کو ایک جدید رتبہ اور اختیار دیدیا۔ وہاں ساتھ ہی ساتھ عورت کی مساوات اور آزادی کو بھی لوٹ لیا۔ اور اسے ایک کنیز میں تبدیل کر دیا۔ لیکن تم جانتی ہو، کہ جب کوئی انسان دوسروں کو غلام بناتا ہے، تو وہ اپنی گردن کو بھی ان زنجیروں سے محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد دنیا نے دیکھا، کہ مرد عورت کو محبوس کر کے خود بھی آزاد نہیں رہا۔ اس نے خود کو چند جدید اور اہم ذمہ داریوں میں گرفتار کر لیا۔ اس کو مجبوراً چند حقوق اور فرائض کی تکمیل اپنے سر لینی پڑی۔ علاوہ ازیں مرد نے اعصابی طاقت سے حکومت کی۔ اور اس کی اولاد نرینہ "فطری انتخاب" کے قوانین کے تحت اسی ذہنیت کو لیکر پیدا ہوئی۔ عورت کمزور تھی، اس نے مجبوراً اسے چالاک ہونا پڑا، اور اس نے اپنی لڑکیوں کی فطرت میں تعلیم و عمل سے یہی چیز پیدا کر دی، پھر چونکہ ذہانت و ہشیاری نے

طاقت کے مقابلے میں بشرطِ مہلت ہمیشہ کامیاب رہی ہے۔ اس لئے عورت نے رفتہ رفتہ خود کو "حقوق" روایات و رسوم میں محصور کر لیا، جن کی پابندی اکثر مذاہب نے بھی مرد کے واسطے لازمی قرار دیدی۔ نسل انسانی کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہم رسم و قاعدہ جو عورت نے اپنی آزادی کے واسطے قائم کیا۔ یہ تھا، کہ شوہر اپنی بیوی اور بچوں کی حفاظت و پرورش کا ذمہ دار ہے۔ اس رسم نے رفتہ رفتہ قوت مجتمع کر کے مذہب کی پشت پناہی بھی حاصل کر لی۔ اور ایک قانون کی صورت میں تبدیل ہوگئی۔ اس طرح بہت سے محققین کا فیصلہ ہے۔ کہ قدیم انسان اور موجودہ مہذب اقوام کے بیشتر طریق و رسوم عورت کے اثرات کا نتیجہ ہیں۔ تہذیب و تمدن کے عروج کے ساتھ ساتھ یہ طریق اصول میں تبدیل ہوگئے اور مذہب و حکومت کی حمایت نے انکو قوانین کی صورت دیدی۔ جو کسی حد تک عورت کی آزادی کے ضامن ہوگئے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ایک اور اہم چیز بھی قابل غور ہے۔ انسان کے جسمانی ارتقا کی تاریخ بتاتی ہے۔ کہ اس کے بعض کار آمد اعضاء ایسے بھی تھے۔ جنکا استعمال کسی وجہ سے ترک کر دیا گیا۔ اور اس لئے وہ معدوم ہوگئے۔ مگر ان متروک اعضاء کے "باقیات" ـــــ (Vestigial Remnants) نظام جسمانی میں اب بھی موجود ہیں۔ جو بعض اوقات عمل میں آکر غیر متوقع پریشانی کا سبب ہو جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح قدیم زمانے کے نفسیاتی اور سماجی "باقیات" بھی مرد کی فطرت میں خوابیدہ رہ گئے ہیں۔ جو اکثر متحرک ہو کر اسے مجبور کر دیتے ہیں۔ کہ اپنی تہذیب کے تمام لبادوں کو اتار کر پھر وہی "وحشی آقا" بن جائے۔ جو عورت کو ایک پالتو جانور سمجھ کر اپنی اعصابی قوت سے ہانکتا تھا۔ عورت نے چند بلند فطرت اور وسیع نظر مشاہیر کی امداد سے صدیوں کی جد و جہد کے بعد رفتہ رفتہ اپنی کھوئی ہوئی آزادی کو واپس لیتے ہیں۔ ایک نمایاں کامیابی حاصل کی ہے مگر جب مرد کی بہیمانہ خوابیدہ فطرت جاگ پڑتی ہے۔ تو مذہب، تہذیب اور قانون کوئی بھی عورت کی سپر نہیں بن سکتا۔ بلکہ یہی چیزیں مرد کی چیرہ دستیوں کے خوبصورت حجابات ثابت ہوتی ہیں۔ کارپنٹر کہتا ہے کہ:

"ایک نیم ارتقا یافتہ مرد یقیناً ایک خونخوار جانور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ دنیا میں مرد کی حکومت کا مفہوم صدیوں تک عورت کی غلامی رہا ہے"

اور یہ ایک حقیقت ہے کہ تہذیب و اخلاق کے موجودہ عظیم الشان

انقلاب وعروج کے زمانے میں بھی اس قسم کے "نیم ارتقا یافتہ" مردوں کی کمی نہیں۔ ہمارا موجودہ سماج اسی ذہنیت کے خونخوار انسانوں کا ایک غول ہے۔ ذرا خود سوچو، کہ جب والدین اپنی بے زبان لڑکی کو ایک "عفریت" کے حوالے کر دیتے ہیں۔ اس دوشیزہ کی زندگی کو اپنے ظالم دبے در جھگڑوں میں مسل کر پھینک دیتا ہے۔ تو کیا یہ منظر بالکل وہی نہیں ہوتا، جب مرد ایک صیاد تھا قہرمان ——— اور عورت ایک صید تھی مجبور و کمزور ——— مذہب و تہذیب کے وہی علمدار جو عورت کو اطاعت و محکومیت کا درس دینے میں تقریر کی ساری قوتیں صرف کر ڈالتے ہیں۔ اسوقت کیوں زبان نہیں ہلا سکتے۔ جب عورت کو اسی اطاعت و محکومیت کے بدلے صرف ٹھوکریں عطا کی جاتی ہیں؟ ———

تم نہیں جانتیں؟ لو سنو ——— : یہ ساری تہذیب کم از کم عورت کے واسطے ایک "منافقت" کے علاوہ کچھ نہیں۔ مرد ان قوانین و اصول سے تو انکار نہیں کر سکتا۔ جو غلام عورت نے جدو جہد کر کے اپنی نجات کیواسطے پیدا کئے۔ کیونکہ اس طرح خود "تہذیب" کے دعاوے باطل ہوتے ہیں، اب صرف یہی صورتِ عمل باقی رہ جاتی ہے۔ کہ مرد کہے کچھ اور کرے کچھ! عورت کی مساوات و آزادی کے ترانے بھی گائے۔ اور گھر کی قید میں اسے آنسو بہانے پر بھی مجبور کرے ——— اس کی بہبودی کی خاطر اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی ظاہر کرے۔ اور اسکی بربادیوں پر ذرا سی توجہ بھی گوارا نہ کرے ——— آہ! تو یہی اسی طرح تباہ ہوتی ہیں!!

خط بہت طویل ہو گیا، تم میری بکواس سے یقیناً اکتا گئی ہو گی۔ مگر میں کیا کروں، پردیس دکھا ہوا دل ہے۔ اور تم جیسی بے لوث پرستش کرنے والی ہستی ——— ! کہنے بیٹھتی ہوں، تو جی چاہتا ہے کہ ابد تک یونہی کہتی چلی جاؤں، تم چاہے سنو، یا نہ سنو! ——— میرے ہذیانات سے یقیناً تم متحیر و متوحش ہوتی ہو گی، مگر پردیس مجھے اپنی نامرادیوں کی قسم یہ سب حقایق ہیں۔ شاید میری زندگی میں وہ دن نہ آئے۔ مگر یہ چیز اٹل ہے کہ ایک روز یہ حقایق پرستاری کی نگاہوں سے دیکھے جائیں گے۔ اور میری روح ہندوستانی عورتوں کے خواب میں آ کر انہیں مبارکباد دے گی!! ———

میری صحت کو کیا پوچھتی ہو! راکھ کے ڈھیر میں دبی ہوئی ایک چنگاری ہے۔ کچھ راکھ بن چکی ہے اور کچھ بنتی جا رہی ہے۔ غشی اور تشنج کے دورے پڑتے ہی تھے۔ اب کبھی کبھی دیوانگی کا سا جوش بھی طاری ہو جاتا ہے۔ تنہا مکان ہوتا ہے۔ اور میں اسی حالت میں دیواروں سے سر ٹکراتی پھرتی ہوں۔ کیا کروں زمین سخت ہے اور آسمان دور ——— بس چلتا تو کبھی کی مر چکی ہوتی۔ زندگی کے ساتھ ساتھ موت بھی تمسخر کر رہی ہے۔ خدا جانے کب تک یونہی نزع کی اذیت سے کھیلنا پڑیگا؟

تمہاری نگہت،

میری سکھی؟

آؤ آج تمہیں ایک دلچسپ کہانی سناؤں۔ مجھے معلوم نہیں، دوسروں کی زندگی میں بھی ایسا ہوتا ہے یا نہیں۔ کم از کم میری حیات میں تو یہ چیز آپ بیتی ہے۔

کالج کا انبساط پرور زمانہ تو تمہیں بھی یاد ہو گا۔ مجھے تو بھلائے نہیں بھولتا۔ تعلیمی مشاغل میں مستقل انہماک اور اس کی معصوم لذتیں ——— بس یہ محسوس ہوتا تھا۔ کہ زندگی اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ ہمارے ذہن میں مستقبل کے متعلق کیسے کیسے سہانے "خواب" محفوظ تھے ——— یہ ہو گا، وہ ہو گا ——— دن اس طرح بسر ہونگے ——— راتیں یوں گزریں گی ——— مگر میرے تو وہ سارے خواب تقدیر کی چٹانوں پر گر کر چور چور ہو گئے۔ کبھی کبھی ان کے ٹکڑے مجتمع کر کے ایک شکستہ سا خاکہ بنانیکی کوشش کرتی ہوں اور پھر خود ہی منتشر کر دیتی ہوں ——— کتنا لاحاصل ہے یہ کھیل ——— مگر کسقدر دلچسپ!!

آہ انسانی فطرت! ——— زندگی بھر ہم سب یونہی خوابوں سے کھیلتے رہتے ہیں ——— کچھ خواب زندگی بن کر ایک ہنگامی فریب بن جاتے ہیں، اور کچھ اشکوں۔ کراہوں اور سسکیوں میں تبدیل ہو کر اب بھی حقیقت بن جاتے ہیں ——— مگر ان کی یاد؟ ——— آہ! وہ تو بار بار آتی ہے ——— آتی ہے ——— خاموش رات میں سونے سے کچھ پہلے ——— سنسان دوپہر کی تنہائی میں ——— سوگوار شام میں ——— آتی ہے اور دبے پاؤں چلی جاتی ہے ——— جیسے زندگی ——— آہ! فانی انسان! اتنی مختصر ہے تیری ہستی، مگر کسقدر لاتناہی ہیں تیرے "خواب"!! ——— پھر اب اس کے علاوہ چارہ ہی کیا ہے کہ تو اپنی محرومیوں سے کھیلتا رہ، کہ اس میں کامرانی نہیں تو "فریب کامرانی" تو ضرور موجود ہے۔

ہاں تو یہ اسی "عہد بہاریں" کا واقعہ ہے۔ کالج کا عظیم الشان ڈرامہ "اندھی دیوانی" ہونے کو تھا۔ جب مجھے تمثیل کے مرکزی کردار "دیوانی" کا پارٹ دیا گیا۔ تو میں نے سوچا "خوب، یہ ایک ہی رہی! ——— قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند" بھلا یہ کیسے ممکن تھا۔ کہ مجھ جیسی بھلی چنگی لڑکی سینکڑوں حاضرین کے سامنے ایک پاگل عورت بن کر ساری رات بکواس کرتی ... ہے؟ میں نے اپنا پارٹ زبانی یاد کر لیا، اور

آخری گرینڈ ریہرسل کا وقت آیا۔ کالج کا تمام عملہ موجود تھا۔ ریہرسل شروع ہوا۔ میں دیوانی بن کر بال بکھرائے دریدہ کپڑے پہنے آگے بڑھی۔ کس قدر سنجیدگی سے میں اداکاری میں جذب تھی کہ ناگہاں میری نظر اپنی شریر سہیلی "عفت" پر پڑی۔ میری اداکاری نے اس کے چہرے پر حیرت و خوف کے کچھ ایسے مضحکہ خیز اثرات پیدا کر دیئے تھے کہ میں دیکھ نہ سکی۔ اور بے اختیار قہقہہ لگاتی ہوئی سٹیج سے بھاگ گئی۔ ایک لمحہ میں سارا کھیل ختم ——— پھر کیا کچھ پرہی دغیض . . . . کا ہدف مجھے بنایا گیا۔ کتنی کچھ ہدایات کی گئیں۔ مگر سچ مانو مجھے پھر بھی یہ خوف رہا کہ ڈراما کے دوران میں کہیں پھر ایسا ہی نہ ہو جائے

مگر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب اگلے روز پورے ڈرامے میں مجھے ایک ساعت کے لئے بھی ہنسی نہ آئی۔ حاضرین نے میرے کمال کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور اختتام پر مجھے بہت سے تحفے عطا کئے گئے۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ میں کیوں اتنے مکمل طور پر دیوانہ بن جانے میں کیسے کامیاب ہو گئی تھی۔ میری ترکیب بہت سادہ تھی۔ مگر قدرے دشوار بھی ——— یعنی صرف یہ کہ تمثیل کو حقیقت سمجھ لوں۔ میں نے تھوڑی دیر کے لئے یہ تصور کر لیا تھا۔ کہ میں واقعی ازدواجی زندگی میں داخل ہو گئی ہوں، اور میرے شوہر کی بے اعتنائیوں نے مجھے پاگل بنا دیا ہے۔

لیکن پروین مجھے اسوقت کیا خبر تھی۔ کہ یہ ڈراما نہیں۔ بلکہ تمثیل کے پردوں میں اپنی حقیقی زندگی کا کھیل کھیل رہی ہوں۔ اسوقت میں نے جن جذبات کو زبردستی اپنے اوپر طاری کر کے حاضرین سے خراج تحسین وصول کیا تھا، آج وہی جذبات میری رگ رگ کو مجروح کر چکے ہیں۔ مگر زندگی کے سٹیج کے تماشائی کس قدر بے حس ہیں کہ چپ چاپ بیٹھے دیکھ رہے ہیں۔ کاش یہ "ڈراما" بھی جلد ختم ہو جائے اور موت کا آخری پردہ مجھے ان سنگدل تماشائیوں کی نظر سے مخفی کر دے!! ———

ہاں تم تعجب نہ کرو ——— میں واقعی روز بروز پاگل ہوتی جا رہی ہوں۔ دیوانگی کے دورے میں کیا کیا کچھ بکتی ہوں۔ یہ تو مجھے معلوم نہیں لیکن یہ جانتی ہوں۔ کہ اس حالت میں اپنے لاڈلے بچے نوری کو کئی بار زدوکوب کر چکی ہوں۔ وہ کیا جانے کہ ماں اسوقت دیوانی ہے ——— سمجھتا ہوگا کیسی ظالم عورت ہے۔ مجھ سے دہشت محسوس کرنے لگے تو کتنا تعجب ہے۔ ہوش آتا ہے۔ تو اسے کلیجے سے لگاتی ہوں ——— پیار کرتی ہوں روتی ہوں ——— ہنستی ہوں۔ وہ مجھے متحیر نظروں سے گھورتا ہے۔ کبھی کبھی رو بھی جاتا ہے ——— "امی ہم نہیں بولتے تم سے"؟ ——— آہ! میرا مظلوم بچہ!! اسکی پیاری پیاری انکھڑیوں میں کیسے ننھے ننھے آنسو چھلک آتے ہیں!! وہ کیسی لرزہ خیز سسکیاں لیکر خاموش رہنے کی کوشش کرتا ہے!! ——— میرا ننھا سا چاند!!! شاید وہ اس عقوبت میں صرف اس واسطے مبتلا چھوڑ دیا گیا ہے، کہ وہ ایک عورت کی لڑکھڑاتی ہوئی زندگی کا واحد سہارا ہے؟ ——— خیر!!

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی

تمہاری نگہت دیوانہ

جمیل احمد
(کندھاپوری)

ناول نویسی

اکثر نقاد کہتے ہیں، کہ ڈراما لکھنا جسقدر دشوار ہے ناول قلم بند کرنا اسیقدر آسان ہے۔ کیونکہ ایک ڈرامانگار کو کچھ لکھنے سے پہلے سٹیج کی بنیادی ضروریات اور ڈراما کے فنی اصول وضوابط سے اچھی طرح واقفیت حاصل کرنی پڑتی ہے۔ مگر ایک ناول نویس کے لئے نہ کوئی ایسی پابندی ہے اور نہ کوئی ایسی دشواری ہے۔ ہر وہ شخص ناول لکھ سکتا ہے جس کے پاس فرصت کے ساتھ ساتھ قلم، سیاہی اور کاغذ ہوں!!۔ . . . ظاہر ہے کہ جب نقادوں کی نظر میں ناول نویسی بحیثیت فن اسقدر آسان ہے۔ تو اس کے ادبی معیار کو جانچنے کے لئے، اگر اس کے فنی اصول قائم کئے جائیں، تو یہ کوئی سہل کام نہ ہوگا۔

بہرحال، ناول نویسی کے اصول وضوابط پر کچھ لکھنے سے پیشتر ہم اسکے خاص اجزائے ترکیبی پر ایک طائرانہ نگاہ ڈال لینا ضروری سمجھتے ہیں۔

(۱) پلاٹ (۲) کردار (۳) مکالمہ (۴) منظر (۵) طرز تحریر (۶) اور نظریۂ حیات، یہ وہ چھ ضروری عناصر ترکیبی ہیں۔ جن کے بغیر کوئی ناول خواہ وہ اچھا ہو یا برا، حزنیہ ہو یا طربیہ طویل ہو یا مختصر عالم وجود میں نہیں آسکتا۔

ناول واقعات اور حرکات کا مجموعہ ہوتا ہے۔ اور ان ہی دونوں کے امتزاج کو لوگ عام طور پر پلاٹ سے تعبیر کرتے ہیں۔ جو اشخاص پلاٹ میں حصہ لیتے ہیں، انہیں کردار کا لقب دیا جاتا ہے۔ اور ان کرداروں کے درمیان جو گفتگو ہوتی ہے، اس کو مکالمہ کہتے ہیں۔ جس کا کردارنگاری سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ حرکت جس جگہ عمل میں آتی ہے۔ اور کردار جہاں تعمیر پلاٹ میں حصہ لیتے ہیں۔ اسے منظر کہا جاتا ہے۔ طرز تحریر کے متعلق کچھ لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ کیونکہ یہ وہ چیز ہے۔ جو ہر ناول نویس کا خاص طرۂ امتیاز ہوتا ہے۔ اب صرف ایک عنصر باقی رہ گیا ہے نظریۂ حیات! جس کے معنی یہ ہیں، کہ ہر ناول نویس زندگی کے اہم مسائل پر اپنا زاویۂ نظر بیان کرتا ہے۔ یہ ایک کامیاب ناول کی سب سے لازمی شرط ہے مگر اس کے لئے ایک کامل فن ناول نویس کو چاہیئے۔ کہ وہ واقعات اور کردار کی ترتیب کچھ اس طرح کرے۔ اور تحریکات کو کچھ ایسے پیرائے میں بیان کرے، کہ اس کا نظریۂ حیات خودبخود قارئین پر واضح ہو جائے پلاٹ کے متعلق کچھ عرض کرنے سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے

کہ پہلے اس مواد کا ذکر کر دیا جائے جس سے پلاٹ کی تعمیر وتشکیل ہوتی ہے اگر آپ مثال کے لئے اردو کے تین شہرۂ آفاق ناول نویس یعنی سرشار، پریم چند اور راشد الخیری کے کارناموں پر ایک سرسری نگاہ ڈالیں تو یہ حقیقت آپ پر اچھی طرح آشکار ہو جائے گی، کہ ان تینوں نے مختلف طبقۂ انسانی سے اپنے ناولوں کے لئے مواد فراہم کئے ہیں۔ سرشار کے کردار عموماً طبقۂ اعلیٰ سے متعلق ہوتے ہیں۔ پریم چند نے سماج کی بیہودگیوں سے تنگ آکر اس پر زہر میں بجھے ہوئے تیر چلائے ہیں۔ اور اس کے کردار ہمارے جیسے مجبور اور لاچار انسان ہیں۔ راشد الخیری نے اپنے ناولوں میں متوسط طبقہ . . . کے حالات زندگی پیش کئے ہیں۔ اسی طرح اگر آپ انیسویں صدی کے چار مشہور ترین انگریزی ناول نویس مثلاً ڈکنس، تھیکرے جارج ایلیٹ، اور ہاتھورن کے ناولوں کو مدنظر رکھیں۔ تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ جو چیز ڈکنس کے ڈیوڈ کاپر فیلڈ (David Copperfield) میں ہے۔ وہ تھیکرے کے وینیٹی فیئر (Vanity Fair) میں نہیں۔ اور جو شے ایلیٹ کے آدم بیڈی (Adam Bede) میں کارفرما ہے، وہ ہاتھورن کے سکارلٹ لیٹر (The scarlet letter) میں روپوش ہے۔

ان چاروں کی دنیا ہی بالکل جدا نظر آتی ہے۔ مگر اس تضاد کے باوجود بھی انہوں نے فطرت انسانی کی نقاب کشائی کی ہے۔ یہ اور بات ہے، کہ ڈکنس نے جس طبقہ کے انسانوں کے واقعات اپنے مختلف ناولوں میں قلم بند کئے ہیں۔ وہ اوسط اور نچلے درجے سے تعلق رکھتے ہیں اور تھیکرے کے بیشتر کردار طبقہ اعلیٰ سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت اب واضح ہو گئی کہ پلاٹ میں حیات انسانی کے کسی نہ کسی پہلو کو اجاگر کیا جاتا ہے۔ خواہ وہ طبقۂ اعلیٰ سے متعلق ہو یا طبقۂ ادنیٰ سے! اب دیکھنا یہ ہے کہ کس قسم کا پلاٹ فنی اعتبار سے بلند اور کامیاب کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ پلاٹ خواہ کسی شے سے بھی متعلق ہو مگر اس کو فنی بلندی دینے کے لئے یہ امر لازمی ہے۔ کہ وہ سب کے لئے یکساں طور پر دلچسپی و دلکشی کا باعث بن سکے۔ بعض حضرات اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہی پلاٹ درحقیقت قابل ستائش ہے، جو امراء اور دولتمند لوگوں کی زندگی سے

متعلق ہو۔ مگر یہ خیال صرف سطح بین نادانوں کا ہے۔ ورنہ سچ تو یہ ہے کہ سڑک پر پڑے ہوئے فقیر اور گداگر کی زندگی کو بھی اگر پلاٹ کا مرکز بنالیا جائے۔ تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اب تو آئے دن ایسے ترقی پسندانہ ناول لکھے جانے لگے ہیں۔ جن میں نچلے طبقے کے لوگوں کی غمناک زندگی سے پلاٹ کا مواد فراہم کیا جاتا ہے۔ ہاں! اسی طرح اس لغو خیال کو بھی حرف غلط کی طرح دل سے نکال دینا چاہیئے۔ کہ وہی ناول درحقیقت بلند پایہ اور کامیاب کہلائے جانے کا مستحق ہے۔ جس کا انجام حزنیہ ہو۔ طربیہ انجام بھی ہماری دلچسپی کا اسی طرح موجب بن سکتا ہے۔ جس طرح المیہ انجام! اصل چیز یہ ہے۔ کہ پلاٹ کے اندر دلچسپی ہونی چاہیئے یعنی یہ کہ وہ ہر قسم کے قاری کے لئے ذہنی انبساط کا سامان مہیا کر سکے۔

ناول جسقدر دلچسپ ہوگا۔ اسی قدر اسے کامیاب تصور کیا جائے گا۔ اگر وہ اس قابل ہوا کہ قاری اپنے اوقات فرصت میں اس کے مطالعے سے تھوڑی دیر کے لئے اپنے تمام تفکرات و ترددات سے بے نیاز ہوگیا۔ تو بلاشبہ وہ ناول قابل تعریف ہے۔ اور اس کا مصنف قابل قدر۔ اگر دلچسپی کے علاوہ فنی پابندیوں کا بھی اس کے اندر بدرجہ اتم خیال کیا جائے۔ یا اس کے اندر کردار نگاری کا جوہر نہایت خوبی کے ساتھ نمایاں ہو۔ یا اس میں ڈرامائی قوت بھی کافی طور پر پیدا کیجائے۔ تو لٹریچر میں ضرور اس ناول کا پایہ بہت بلند ہوگا۔

ناول کو کامل طور پر فنی بلندی بخشنے کے لئے صرف دلچسپی کا خیال رکھنا کافی نہیں۔ سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ اس کے اندر فنی پابندیوں کا کافی خیال کیا جائے۔ اور واقعات کو نہایت خوبصورتی سے ترتیب دیا جائے۔

صداقت کی اہمیت:- ایک کامیاب ناول کیلئے یہ از بس ضروری ہے کہ اس کے اندر صداقت کا عنصر بخوبی کارفرما ہو۔ ناول نویس صرف ان ہی باتوں کو اپنے ناول میں بیان کرے۔ جس کا اسے تجربہ ہو۔ . . . . . . یا جس سے وہ اچھی طرح باخبر ہو! ورنہ صرف ہوائی باتوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دینے سے ناول بے لطف اور بے قدر ہو کر رہ جائے گا۔ یہ خیال کرنا غلط اور مہمل ہے۔ کہ ناول کچھ بھی ہو۔ آخر ناول ہی تو ہے۔ حقیقت سے اس کو کیا واسطہ!

اس قسم کے خیالات دماغ سے نکال کر یہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔ کہ کوئی ناول، خواہ وہ دیگر حیثیتوں سے کتنا ہی بلند پایہ کیوں نہ ہو۔ اس وقت تک فنی لحاظ سے قابل قدر نہیں سمجھا جا سکتا۔ جب تک کہ اس کے اندر صداقت غالب نہ ہو! ظاہر ہے۔ کہ ایک کامیاب ناول کی بنیادی شرط اسکے پلاٹ کی صداقت ہے۔ ناول نویس پر لازم ہے۔ کہ اسے زندگی کے جس پہلو کی تصویر اتارنی ہو۔ اسے اس طرح منعکس کرے۔ جیسے وہ ان تمام باتوں سے بخوبی واقف ہے۔ اس چیز کو اسے ہاتھ ہرگز نہیں لگانا چاہیئے۔ جس کا اسے تجربہ نہ ہو۔ یا جس سے وہ کامل طور پر واقف اور متعارف نہ ہو!

ہر ناول نویس کی ایک محدود دنیا ہوتی ہے۔ جس کے ہر ہر ذرے سے وہ واقف ہوتا ہے۔ اب اس کے لئے یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے ناولوں کے لئے ہر قسم کا مواد اپنی اسی محدود دنیا سے فراہم کرے اگر اس نے اس کے باہر پاؤں پھیلائے تو یقیناً۔ ٹھوکر کھا کر گر جائے گا جارج ایلیٹ نے ہم عصر ناول نویس خواتین کے خلاف ایک مرتبہ یہ شکایت کی تھی، کہ ان کا نقطۂ نظر مردوں جیسا ہوتا ہے۔ حالانکہ انہیں اپنی صنف کا خیال کرتے ہوئے زندگی کی تصویر اپنے ناولوں میں اسی طرح اتارنی چاہیئے، جس طرح کہ خواتین اتارتی ہیں اور اتارنے کی عادی ہیں" ظاہر ہے کہ جارج ایلیٹ کی شکایت بجا تھی۔ کیونکہ مرد صرف مرد ہی کے جذبات اور احساسات سے اچھی طرح واقف ہو سکتا ہے۔ اور خاتون صرف خاتون کے جذبات ہی سے! اگر کوئی مرد کسی خاتون کی دلی کیفیات کا حال قلمبند کرے گا۔ تو ظاہر ہے۔ اس میں وہ صداقت نہیں آ سکتی۔ جو ایک خاتون اور صرف ایک خاتون کے قلم ہی سے ممکن ہے۔ ناول نویس خواتین میں جین آسٹن (Jane Austen) صداقت کو بہت زیادہ مدنظر رکھا کرتی تھی۔ اس نے اپنے متعدد ناولوں میں صرف ان ہی مقامات کا ذکر کیا ہے۔ جن کا اسے ذاتی تجربہ تھا... اس نے زندگی کے صرف ان ہی پہلوؤں کے جلوے دکھائے ہیں۔ جن سے وہ اچھی طرح متعارف تھی۔ جو چیز اس کی دسترس سے باہر تھی اور جس پر اسے عبور نہ تھا اسے اس نے کبھی ہاتھ نہ لگایا۔ اس کے ناولوں میں خواتین نہ صرف خواتین ہی سے مصروف تکلم نظر آتی ہیں بلکہ مردوں سے بھی! مگر ایک مرد کو مرد کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے اس نے اپنے ناول میں ایک جگہ بھی پیش نہیں کیا کیونکہ وہ مردوں کے جذبات اور احساسات سے بیگانہ تھی۔ اور اسے اس کا علم نہ تھا کہ مرد آپس میں کس قسم کی گفتگو کیا کرتے ہیں۔

لیکن یہ امر قابل افسوس ہے۔ کہ نئے اور مبتدی ناول نویس اس اہم پہلو کو بالکل نظرانداز کر ڈالتے ہیں۔ اور وہ بے سر و پا باتیں لکھ مارتے ہیں۔ جن کا نام و نشان تک بھی وہ نہیں جانتے۔ اپنے پلاٹ کے لئے مواد وہ ان چیزوں سے فراہم کرتے ہیں۔ جن سے وہ کبھی دوچار نہیں

ہوئے۔ وہ تھیٹریکل زندگی کی تصویر پیش کرتے ہیں۔ مگر یہ خود نہیں جانتے۔ کہ سٹیج کے اندرون کمرے کیسے ہوتے ہیں۔ وہ سمندر روں... ذکر کرتے ہیں۔ مگر انہیں اسکا ذاتی تجربہ نہیں ہوتا۔ کہ سمندر کا پانی تلخ ہوتا ہے یا شیریں۔ سرمایہ دارانہ ذہنیت کے خلاف آواز اٹھانا اور مزدورانہ جذبات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا واقعی بہت بڑا کام ہے۔ مگر اب ہر شخص جس نے غربت کی معمولی سی مصیبت بھی نہیں اٹھائی۔ محض مقبولیت کیلئے بار بار چبائے ہوئے نوالے چبانا شروع کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے۔ کہ جہاں یہ کیفیت ہوگی وہاں کوئی ناول فنی بلندی کیونکر حاصل کر سکتا ہے؟

اکثر نقادوں کا خیال ہے۔ کہ ہر شخص اپنی زندگی میں کم سے کم ایک کامیاب اور دلچسپ ناول ضرور لکھ سکتا ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنے ذاتی تجارب و خیالات، احساسات و جذبات کی تصویر صداقت کے ساتھ پیش کرے۔ مگر افسوس کہ ہمارے بیشتر ناول نویس اسکی مطلق پروا نہیں کرتے۔ اور بے جا مقبولیت کا دعویدار بننے کے لئے وہ دوسروں کی نقل اتارنے کی سعیٔ نامشکور میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ بھونڈی نقل کسی کام کی بھی نہیں ہوتی۔

کاش! جتنا وقت وہ اس قسم کی ناکام کوششوں میں صرف کرتے ہیں۔ اگر اس کا نصف بھی ذاتی تجارب کی بنا پر کچھ لکھنے میں صرف کریں تو وہ ذہنی کاوش کہیں زیادہ مستحسن سمجھی جائے۔

زندگی کے مختلف شعبوں کی واقفیت حاصل کرنے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہم براہ راست ہر چیز کا ذاتی تجربہ کریں۔ یہ کسی قدر مشکل اور ناممکن ہے۔ کتابوں سے بھی ہم بہت کچھ استفادہ...... کر سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان اشخاص سے گفتگو کرنا بھی کچھ کم منفعت بخش نہیں۔ جو ان چیزوں سے متعارف ہو چکے ہیں۔ جن کی کبھی ہم نے آجتک شکل بھی نہیں دیکھی۔ انگریزی ادبیات میں ڈیفو (Defoe) کا رابنسن کروسو ایک کامیاب تحریر کا حامل ہے۔ اس کے اندر جو مناظر بیان کئے گئے ہیں۔ وہ اسقدر سچے جانے گئے معلوم ہوتے ہیں۔ کہ ان کے غلط ہونے کا شائبہ بھی ہمارے دماغ میں نہیں گزرتا۔ مگر کیا آپ کو یہ سنکر تعجب نہ ہوگا کہ اس کا مصنف ڈیفو نہ تو کبھی کسی جزیرے میں رہا۔ اور نہ اپنی تمام زندگی میں اس نے کبھی سمندر کی شکل ہی دیکھی۔ درانحالیکہ اس قسم کے مناظر سے یہ تصنیف بھری پڑی ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے۔ کہ ڈیفو نے دوسرے ذرائع سے مواد فراہم کرنے کی کامیاب کوشش کی۔ اور اپنے زور دار تخیل کی مدد سے ایسی دلچسپ اور دلپذیر کہانی قلمبند کی۔ جسے اب تک بچے اور بوڑھے مرد اور عورت سب یکساں طور پر ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں۔

—— تاریخی ناول نویسوں کو بھی موخر الذکر قسم کے تجارب حاصل کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً اگر انہیں تین صدی پیشتر کی حالت قلمبند کرنی ہے۔ تو وہ اس عہد کے صحیح حالات کتابوں کی مدد ہی سے معلوم کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ذاتی تجارب کا اس جگہ کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

محترمہ حجاب امتیاز علی

ایک رات

مجھے ایک مدت سے سمرو کے کھنڈر دیکھنے کا اشتیاق تھا۔

اتفاق سے ایک دن باتوں باتوں میں نے اپنے شوق کا ذکر بوڑھے ڈاکٹر گار سے کیا۔ وہ سنتے ہی بولے "اتنا اشتیاق ہے تو بیٹی! وہاں کی سیر کو جاتی کیوں نہیں؟ تمہارے قیام کا انتظام میں کئے دیتا ہوں۔ مادام حمرہ دلی خوشی سے تمہیں اپنا مہمان بنائیں گی۔ کہو تو آج ہی انہیں خط لکھدوں؟"

میں نے سوال کیا "مادام حمرہ کون ہیں؟"

بوڑھے ڈاکٹر گار نے نسوار کی ڈبیہ جیب سے نکالی اور اس کی انگلی مارتے ہوئے بولا "تم مادام حمرہ کو نہیں جانتیں روحی! دو سال ہوئے یہ خاتون سمرو سے کوئی چالیس میل کے فاصلے پر کار کے حادثہ میں بری طرح زخمی ہو گئی تھیں۔ اتفاق کی بات۔ انہی زمانے میں ہماری پارٹی شکار کی غرض سے نکلی ہوئی تھی۔ خیمے قریب ہی لگے تھے۔ رات کا وقت تھا، شہر دور تھا۔ ایک میں ہی وہاں ڈاکٹر تھا۔ اللہ نے وقت پر مجھے توفیق دی اور میں اس بے چاری خاتون کو اپنے خیمے میں لے آیا۔ چوٹیں سخت تھیں، مگر چار دن کی تیمارداری اور علاج نے خطرہ سے باہر کر دیا۔ اور میں نے انہیں اپنی کار میں بٹھا کر ان کے گھر پہنچا دیا۔ وہ دن اور آج کا دن —— ہمیشہ ان کا اصرار رہا کہ میں چند دن کے لئے انکے ہاں جاؤں، اور ان کا مہمان رہوں، مگر اس بے چاری کے اس شدید اصرار کے باوجود میں اب تک نہ جا سکا۔ نہ کھنڈروں کی سیر کے لئے وقت نکال سکا۔ بیماروں کی خدمت سے جو وقت بچتا ہے۔ وہ مطالعہ کی نذر ہو جاتا ہے۔ اب یہ موقع اچھا پیدا ہو گیا۔ اپنی بجائے میں تمہیں بھیجدوں گا۔ انہیں خوشی ہوگی تمہاری خواہش پوری ہو جائے گی"۔

یہ سنکر میں بولی "واقعی موقع تو اچھا ہے۔ مگر ڈاکٹر میں اکیلی نہیں جاتی، بخدا مجھے لطف نہ آئے گا، تم بھی ساتھ چلو!"

ڈاکٹر نے اپنے قدیم انداز میں صاف انکار کر دیا "بیٹی! میرا جی نہیں چاہتا۔ کون سوٹ کیس بھرے، اور سفر کی زحمت اٹھائے"۔

جسوتی برآمدے کے سرے پر بیٹھی میوہ کھا رہی تھی، یہ سنکر وہیں سے بولی "سوٹ کیس میں بھر دونگی۔ پیارے گاری آپ ضرور چلئے!"

جسوتی بچپن سے بوڑھے ڈاکٹر گار کو "گاری گاری" کہنے کی عادی ہے۔

ڈاکٹر گار نے تھوڑی دیر کے غور کے بعد اپنی عادت کے مطابق ازدہ بھر ڈالا۔ بولا "تم لوگوں کی فرمائش ٹالتے ہوئے بھی طبیعت آزردہ ہوتی ہے۔ تو پھر جسوتی! میرے سوٹ کیس تم کو بھرنے ہونگے، اور میری نسوار کی پڑیوں کی دیکھ بھال روحی! تم کرو!"

بوڑھے ڈاکٹر کی اسی ایک گندی عادت سے مجھے نفرت ہے۔ مجھے نسوار کو چھونے سے بھی گھن آتی ہے۔ مگر کیا کرتی، اسوقت اپنا مطلب تھا۔ ناچار وعدہ کر لیا۔ کہ نسوار کی پڑیوں کا اہتمام میں کروں گی۔

ڈاکٹر گار نے اسی وقت مادام حمرہ کو خط لکھدیا۔ کہ ہفتہ عشرہ میں ہم لوگوں سمیت وہ وہاں پہنچ رہے ہیں۔

لیکن ڈاکٹر کے پاس بعض کیس ایسے اہم آتے رہے۔ کہ خط لکھنے کے پندرہ دن بعد ہم اپنا سفر شروع کر سکے۔ اس روز میں، میری محبوب اکلوتی سہیلی جسوتی اور ڈاکٹر گار ہم تینوں ڈاکٹر کی چھوٹی سی سفری کار میں چل پڑے۔ دن کی گرمی سے بچنے کے لئے رات کا کھانا کھا کر سفر شروع کیا۔ پروگرام یہ تھا۔ کہ سمرو کے راستے میں رات مادام حمرہ کے ہاں بسر کر کے انکی خواہش پوری کریں۔ اور دوسری صبح سمرو کے کھنڈروں میں پہنچ جائیں۔ یہ خبر نہ تھی کہ یہ رات زندگی کی نہایت خوفناک راتوں میں سے ایک ہوگی —— مالک کی پناہ!

مئی کی تپتی ہوئی چاندنی رات تھی۔ ہماری ننھی سی "بینٹلے" ویران سڑک پر کسی تیز رفتار کیڑے کی طرح چلی جا رہی تھی۔ نو بج چکے تھے —— خیال تھا کہ بارہ ساڑھے بارہ بجے تک ہم مادام حمرہ کے یہاں پہنچ جائیں گے سڑک پر کوئی راہگیر نہ تھا۔ زرد چاند موسم گرما کے شفاف آسمان پر دم بخود تھا۔ تارے کے فلک بوس چھتری نما درخت رات کی فسوں کاری سے مبہوت کھڑے تھے۔

جسوتی کار چلا رہی تھی۔ میں اس کے پہلو میں بیٹھی ٹافی کھا رہی تھی بوڑھا ڈاکٹر بجھا ہوا سگار منہ میں دبائے غنودگی کے عالم میں پچھلی سیٹ پر پڑا تھا۔ غنودگی سے چونکتا، تو مزے میں آ کر عمر خیام کی کوئی شوخ رباعی

اپنی موٹی غیر شاعرانہ آواز میں گا دیتا۔ یہ اس کی مخصوص عادتوں میں سے ایک عادت تھی۔

دلفریب چاندنی تھی۔ اور خوابناک سماں، دفعتاً جسوتی نے کار کھڑی کر دی۔

میں نے چاکولیٹ کا ایک ٹکڑا نگلتے ہوئے پوچھا "کیوں کیا ہوا؟"

وہ بولی "کوئی خرابی رو رہی!" اور پھر سیٹ سے اتر کر انجن کھول کر دیکھنے لگی۔

میں نے کہا "ناممکن! اچھا ٹھہرو، میں دیکھتی ہوں"۔

یہ کہکر میں نے اپنا دستی بٹوا ڈاکٹر گار کی گود میں پھینک دیا، اور خود انجن کو دیکھنے لگی۔ آدھے گھنٹے کی مسلسل کوشش کے بعد ہم نے مایوس ہو کر ایک دوسرے کو تکا۔

جسوتی نے کھسیانے لہجے میں پوچھا "اب کیا ہوگا روحی؟"

اسی وقت "تا" کے دیو قد درخت پر تہذیب و تمدن سے ناآشنا صحرائی الو نے ایک وحشیانہ چیخ ماری۔ بھلا جسوتی کے کان جو ستار کی موسیقی اور محبت کی سرگوشیوں کے عادی تھے۔ الو کی اس زیادتی کی تاب کب لا سکتے تھے۔ وہ مارے خوف کے مجھ سے چمٹ گئی لیکن میں تو غیر آباد زمینوں اور مہا آذری جیسے دشوار گزار پہاڑوں کی سیاحت کی عادی ہوں۔ اسکی بزدلی پر اسکو ہمت دلائی۔

اتنے میں بوڑھا ڈاکٹر گار حافظ کا ایک عشقیہ شعر پڑھتا ہوا اٹھ بیٹھا، اور پوچھنے لگا "کیا ہم پہنچ گئے؟"

کچھ دیر بعد پریشانی کے عالم میں ہم تینوں کار سے نیچے اترے، اور سراسیمگی سے ادھر ادھر دیکھنے لگے۔

رات زیادہ گہری ہوتی چلی جاتی تھی، چاند کی زرد روشنی میں رات کا کوئی پرندا پنے بڑے بڑے بازو پھیلائے کسی سمت اڑتا، تو ہم کسی راہ گیر یا گاڑی بان کے دھوکے میں اسی سمت تکنے لگتے۔

تھوڑی دیر بعد دور سے بغیر چھت کے دیہاتی وضع کی ایک مضحکہ انگیز گاڑی آتی ہوئی نظر آئی۔

جسوتی نے اسے دیکھ کر غمگین لہجے میں کہا "اگر ہم دیر میں پہنچے، تو وہ سو چکی ہونگی۔ اس لئے اسی گاڑی میں چلے چلو"

گاڑی سڑک کے کنارے بے فکری سے جیسے چہل قدمی کرتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔

ڈاکٹر گار نے دور سے آواز دی "بڑے میاں! ایوب محلہ میں عشرت خانہ نامی کوٹھی تک ہمیں پہنچا دو گے؟"

گاڑی بان نے ہماری طرف دیکھے بغیر دیہاتیوں کے سے اکھڑ لہجے میں جواب دیا،

"نہیں بارہ بج گئے ہیں۔ دیر ہو گئی ہے"

یہ غیر مہذب اور ٹکا سا جواب سن کر بہت ہی غصہ آیا ضبط کر کے میں اور جسوتی اس کے پاس گئیں۔ وہ ہمارے بیش قیمت زریں لباس اور باوقار چہرے دیکھ کر گاڑی سے نیچے اتر آیا۔

"یہ لو" میں نے جاتے ہی چاندی کا ایک چمکدار سکہ اس کے ہاتھ میں رکھ دیا۔ اور بولی "اب ہمیں جلدی سے عشرت خانے تک پہنچا دو" . . . . . .

وہ مرعوب ہو گیا۔ اور مودب لہجے میں بولا "سوار ہو جائیے حضور! دو گھنٹوں میں پہنچا دوں گا"

گاڑی کے پائیدان پر قدم رکھا۔ تو ایسا معلوم ہوا، کہ گاڑی سر پر آ رہے گی۔ اس لئے فوراً میں نے اس کی چھت تھام لی۔ جسوتی نے اس کے پہیئے کو مضبوطی سے پکڑ کر گاڑی پر قدم رکھا۔ غرض ہم تینوں چڑھ کر بیٹھ گئے۔

اب گاڑی چلی جا رہی تھی۔ آہستہ آہستہ جیسے کسی جاں بلب نحیف کا سانس چل رہا ہو۔ چاند زرد پڑ گیا تھا۔ ہواؤں میں خوفناک سرسراہٹ پیدا ہو گئی تھی۔

بوڑھا ڈاکٹر گار گاڑی کے ہچکولوں سے ناخوش اور چڑھا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ ہم دونوں گرمی سے نڈھال، ہاتھوں میں خس کی زریں پنکھیاں لئے جن کی ڈنڈیاں خوشبودار صندل کی لکڑی کی تھیں۔ بار بار بے کلی سے پہلو بدل رہی تھیں۔ آہ! اللہ وہ گرم اور ویران چاندنی رات۔ سانس آگ کے شعلوں کی طرح ناک سے نکلتا تھا۔ زبان سوکھے پتے کیطرح خشک تھی۔ جسوتی رہ رہ کر اپنی پری کی وضع کی چھوٹی سی نقرئی صراحی سے پانی انڈیل انڈیل کر پی رہی تھی۔ مشرقی ممالک کی یہ وہی گرم رات تھی۔ جس کے متعلق ہمارے ان ایشیائی ممالک میں مشہور ہے۔ کہ سبز چشم پریاں بھی اپنی آبی دنیا سے باہر نکل آتی ہیں۔

دور سے ایک سفید شاندار عمارت نظر آنے لگی۔ پھر یک لخت بوڑھا ڈاکٹر گار گاڑی بان پر، اور میں جسوتی پر جا پڑی۔ اور اس طرح ہماری مضحکہ انگیز گاڑی ایک جھٹکے کے ساتھ عشرت خانے کے شاندار پھاٹک میں مڑ گئی۔

میں نے کھسیانے انداز میں کہا "ایسی بھدی گاڑی میں اپنے میزبان کے سامنے جاتے ہوئے میں تو زمین میں گڑ جاؤں گی"

اس پر بوڑھے ڈاکٹر گار نے کہا "مگر روحی! اس میں شرم کی کیا بات ہے؟ وہ کیا سمجھ نہ جائیں گی۔ کہ مجبوری کو اس گاڑی پر سوار ہونا پڑا ہوگا؟"

جسوتی نے کہا "نہ جتنی جلدی ہو سکے۔ اس کو واپس کر دو!"

چاندنی کی سفید دھاریاں خوش قطع اور تنگ روشوں پر پڑی ہوئی تھیں ہماری گاڑی صدر دروازے پر جا کر لگ گئی۔ ہم نے فوراً اسے واپس کر دیا۔

میں نے ادھر ادھر دیکھ کر کہا "یہاں کی دنیا تو خواب میں ملفوف نظر آتی ہے۔ چوکیدار کا بھی پتہ نہیں!"

جسوتی نے کہا "کون جانے مادام حمرہ یہاں ہیں بھی یا نہیں"

ڈاکٹر کہنے لگا "ہونگی کیوں نہیں؟ انہوں نے میرے خط کا جواب دیا تھا۔ اور لکھا تھا۔ کہ میں دلی اشتیاق سے آپ سب کی آمد کی منتظر ہوں گی"

ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پہلے احتیاط سے آہستہ آہستہ، پھر کچھ دیر بعد زور زور سے۔ مکان کا طواف کیا۔ نوکروں کو پکارا، چوکیدار کو آوازیں دیں۔ غرض جتنی کوششیں ہو سکتی تھیں۔ کر لیں۔ مگر زرد چاندنی میں سفید مرمریں محرابوں والا عالی شان محل ساکت کھڑا رہا۔ وسیع برآمدوں میں لمبے ستونوں کا عکس چاندنی میں ترچھا پڑ رہا تھا۔ چنبیلی کی بیل میں جھینگر اپنا نغمۂ تنہائی الاپ رہا تھا۔

جب مایوس ہو کر ہم زینے سے اترنے لگے۔ تو اچانک اندر کسی کمرے سے ایک ایسی آواز آئی۔ جیسے کسی نے دیا سلائی جلائی ہو۔

ڈاکٹر گار نے چونک کر کہا "ٹھہرو میرا خیال ہے کہ کوئی جاگ رہا تھا!"

ہم تینوں پھر زینے طے کر کے دروازے کے پاس اس امید میں جا کھڑے ہوئے، کہ اب کھلتا ہے، اور اب کھلتا ہے۔ اندر سے کبھی کبھی کوئی خفیف سی آواز آ جاتی تھی، پانچ منٹ اسی حالت میں گزر گئے۔ ہم بند دروازے پر نظریں گاڑے کھڑے رہے۔

آخر ڈاکٹر نے حیران ہو کر کہا "یہ کیا بات ہے؟"

میں نے شیشوں میں سے اندر جھانکنے کی کوشش کی۔ وہاں تاریکی کے سوا کچھ نہ تھا۔

ڈاکٹر بیزار ہو کر چلایا "ارے بھئی! یہاں کوئی ہے یا نہیں؟"

اس کے چلانے کا اثر یہ ہوا، کہ اندر پھر کچھ گڑبڑ ہونے لگی۔ دو لمحے بعد یکایک دروازہ اس زور سے کھلا، کہ ہماری آنکھیں بند ہو گئیں۔ اس کا کھلنا تھا، کہ تیز ہوا کا ایک سرد جھونکا اچانک ہمارے گرم چہروں سے یوں آ کر لگا۔ جیسے کسی نے تھپڑ مارا ہو۔ میری تو آنکھیں بند ہو گئیں، اور ساتھ ہی ہم تینوں کھڑے کھڑے کانپ سے گئے۔ لیکن دروازے کے سامنے موجود کوئی نہ تھا!

ڈاکٹر گار حیران و پریشان ہو کر بولا "یہ دروازہ کھولا کس نے؟"

اندر کی ویران تاریکی میں داخل ہونے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔ ڈاکٹر نے ایک قدم اندر رکھا تھا، کہ جسوتی نے اسے روک دیا۔

بیزار ہو کر ہم نے پھر باغ کی طرف جانے کا ارادہ کیا۔ یک لخت پھر اندر کے کسی دروازے کے پٹ سے کھلنے کی آواز آئی۔ اور ساتھ ہی سرد اور تند ہوا کا جھونکا ایک بار پھر ہم تک پہنچا۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاریکی میں ایک ہلکی سی روشنی نظر آنے لگی۔ جو بتدریج موم بتی میں تبدیل ہو گئی، ہم نے نگاہ موم بتی سے ذرا اوپر اٹھائی، تو اٹھائیس انتیس سال کی ایک حسین و دلفریب خاتون نظر آئی۔ جس نے نہایت سادہ اور سفید لمبے لمبے لرزاں دامنوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ موم بتی اس کے ہاتھ میں تھی۔

ڈاکٹر گار کو دیکھ کر وہ مسکرائی، اور سر جھکا لیا۔

"مزاج شریف مادام حمرہ ——— یہ دونوں لڑکیاں میری بیٹیاں ہیں۔ انہیں کا ذکر میں نے خط میں کیا تھا"

حمرہ نے نہایت دلکش انداز میں ہماری طرف دیکھ کر خیر مقدم کے طور پر سر جھکا دیا۔

پھر ایک لمحہ بعد کوئی بات کہے بغیر انہوں نے اشارہ سے ہمیں اپنے پیچھے بلایا۔ اور روشنی دکھاتے ہوئے خود سامنے چلنے لگیں۔ ایک بل کھائے ہوئے ناگ کے پھن پر موم بتی جل رہی تھی۔ ہوا سے ان کے سفید لمبے لمبے دامن ان کے پیچھے دور دور تک لہرا رہے تھے۔ چال ایسی تھی، جیسے کوئی پری ہوا میں تیر رہی ہو۔ سیاہ بال سفید ریشمی چادر کے نیچے ہوا کی شوخیوں سے لہرا رہے تھے۔ چہرے پر حوروں کی مسکراہٹ تھی۔

اسی وقت جسوتی نے سرگوشی کی "روحی: یہاں کیسی خنک ہوا چل رہی ہے۔ باہر تو سڑکوں پر لو کی تکلیف دہ لپٹوں سے ہمارے چہرے گرم ہو رہے تھے!

جسوتی کا فقرہ ختم ہی ہوا تھا۔ کہ ہم ایک عالیشان ہال میں پہنچے، جہاں پالش کی ہوئی چمکدار سیاہ لمبی میز پر انواع و اقسام کے پھل برگ نما نقرئی طشتوں میں سجے ہوئے تھے۔ دل کی شکل کی ننھی ننھی کٹوریوں میں شربت رکھا ہوا تھا۔ میز کے اوپر چھت میں کنول کے پھولوں کی وضع کے فانوس آویزاں تھے۔ دروازوں پر ارغوانی رنگ کے زریں پردے لگے ہوئے تھے۔ دیواروں پر چین کی کسی قدیم جنگ کے مناظر لٹک رہے تھے۔

مادام حمرہ نے سانپ کی شکل کا شمع دان میز پر رکھ دیا۔ اور خود سرے والی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

ڈاکٹر گار نے کہا۔ لیکن! میری پیاری مادام ——— رات کے دو بجے ایسے لذیذ کھانوں سے کوئی کس طرح لطف اندوز ہو سکتا ہے؟ اسوقت تو ایک نرم اور آرام دہ بستر عنایت ہو جائے۔ تو بڑی مہربانی ہو"!

یہ سنتے ہی مادام حمرہ کسی قسم کا کوئی لفظ منہ سے نکالے بغیر اٹھ کھڑی ہوئیں کھانے کے لئے مطلق اصرار نہ کیا۔ اپنا وہی ناگ کی وضع کا شمعدان اٹھالیا۔ اور مسکرا کر گردن کے اشارے سے ہمیں اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔

ایک پرتکلف خواب گاہ میں لے گئیں۔ جہاں مدھم روشنیوں کے نیچے نفیس اور رنگین ریشمی بستر بچھے ہوتے تھے۔ یہاں پہنچکر سر کے اشارے سے شب بخیر کہا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی اسی طرح چپ چاپ باہر چلی گئیں

میں ایک کمزور دل کی وہمی عورت ہوں، اپنی میزبان کی ان حرکات نے میرا خون خشک کر دیا تھا۔ چنانچہ ان کے کمرے سے باہر جاتے ہی میں نے ڈاکٹر گار کا ہاتھ تھام لیا۔ اور بولی:

"یہ بات کیوں نہیں کرتیں؟"

گار بولا "میں خود حیران ہوں، نہ جانے کیا معاملہ ہے"

میں نے بیزار لہجے میں کہا "یہاں سے بھاگ چلو ڈاکٹر!"

جسوتی بولی "انکی شکل کیسی میٹھی ہے۔ پر کہیں گونگی تو نہیں؟"

ڈاکٹر گار نے کہا "نہیں بیٹی! نہیں! وہ بے حد باتونی ہیں"

میں سوچتے ہوئے بولی "اس حسن کے باوجود انہیں دیکھ کر مجھے وحشت سی محسوس ہوتی ہے"

ڈاکٹر گار اپنے کمرے میں چلا گیا۔ جسوتی اور میں اس راز کو سلجھانے کی کوشش کرتی ہوئی تین بجے کے قریب اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹ گئیں صبح کی نماز کے وقت عادتاً میری آنکھ کھل گئی پروگرام کے مطابق آٹھ بجے ہمیں سمرو کے کھنڈروں کی طرف روانہ ہو جانا تھا۔ اس لئے میں نے جسوتی کو بھی جگا دیا۔ ہم دونوں نے نماز پڑھی۔ صبح گرم اور خوشگوار تھی۔ نماز کے بعد سامنے چنبیلی کی بیلوں میں بیٹھ کر بہت دیر چائے کا انتظار کیا۔

مگر جب مایوسی ہوئی، تو میں ڈاکٹر گار کے کمرے میں گئی۔ اور بولی:

"ڈاکٹر! ابھی تک سو رہے ہو؟"

وہ بولے "چائے کے انتظار میں پڑا ہوں روحی! چائے آجائے تو اٹھوں۔ ذری وہ سنوار کی ڈبیہ پکڑا دینا۔ شکریہ!"

نو بج گئے۔ اور کسی نے خبر نہ لی۔ تو میں نے کہا "چلئے ڈاکٹر! ذرا باہر نکل کر دیکھیں۔ چائے یا کوئی خادمہ کیوں نہیں آتی؟"

ڈاکٹر گار نے جلدی جلدی کپڑے پہن لئے۔ ہم تینوں دسیع برآمدے سے گزر کر بڑے ہال میں آئے۔ تمام دروازے بند تھے۔ ہر طرف سناٹا اور ویرانی تھی۔ بیش قیمت فرنیچر پر گرد جمی تھی۔ ایسا محسوس ہوتا تھا۔ کوٹھی کئی روز سے بند پڑی ہے۔ ہم نے ڈرتے ڈرتے کھنکھار کر آہٹ کر کے ایک ایک کمرے کو کھولا۔ لیکن ہر کمرہ خالی تھا ہر کمرے کی یہ حالت تھی۔ جیسے برتا ہی نہیں جاتا۔

ساری کوٹھی دیکھ ڈالی۔ اس میں کہیں کوئی متنفس نہ تھا، ہمارے دلوں پر دہشت ایک بوجھ کی طرح بیٹھنے لگی۔ پریشان ہو کر باغ میں نکل آئے۔ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ یہ ما تو رات کیا ہو گیا ——؟ نوکر کدھر ہیں؟ مادام حمرہ کہاں غائب ہو گئیں۔

دس بج گئے۔ ہم پریشانی کے عالم میں اس ویران گھر کے زینے پر کھڑے سوچ رہے تھے۔ کہ کیا کریں؟ اتنے میں دیکھا۔ کہ بوڑھا ملازم باغ سے ہو کر اندر آیا۔ اور چپ چاپ ایک کمرے میں داخل ہو گیا پھر اس نے فرنیچر نکال نکال کر باہر رکھنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی ساتھ وہ زور زور سے روتا بھی جا رہا تھا۔

ہم لوگ تیزی سے اسکی طرف گئے، وہ ہمیں دیکھ کر ٹھٹک سا گیا، پھر حیران ہو کر ہمارا منہ تکنے لگا۔

ڈاکٹر نے پوچھا "مادام حمرہ کہاں ہیں؟"

بوڑھا متعجب ہو کر دیوانوں کی طرح ڈاکٹر کا منہ تکنے لگا۔

ڈاکٹر گار نے پھر کہا "ہم ان کے مہمان ہیں مادام حمرہ کہاں گئیں؟"

بوڑھے نے حیران ہو کر کہا "مادام حمرہ؟ ——— ——— آہ حضور! بیگم صاحبہ کو تو سانپ نے ڈس لیا تھا۔ انکے انتقال کو آج پورے دس دن ہو گئے۔ آج گھر کا سامان نیلام ہونے والا ہے"

یہ سنتے ہی میں نے جسم میں ایک جھرجھری سی محسوس کی ——— رات کا وہ پُر اسرار سرد ہوا کا جھونکا پھر ایک دفعہ مجھے اپنے قریب محسوس ہونے لگا۔ اور میں بید مجنوں کی طرح کانپنے لگی۔

اس کے بعد مجھے مطلق یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا۔

گنگا دھر ناتھ فرحت
(کانپوری)

تیرے بغیر!

خارِ ہستی ہے بہارِ بوستاں تیرے بغیر
آ کہ باغِ زندگی میں ہے خزاں تیرے بغیر

بے مزہ ہے محفلِ کون و مکاں تیرے بغیر
سونی سونی ہے فضائے دو جہاں تیرے بغیر

مضطرب ہے مضطرب عمرِ رواں تیرے بغیر
غیر ممکن ہے سکونِ جاوداں تیرے بغیر

چین دل میں نیند آنکھوں میں کہاں تیرے بغیر
خوابِ شیریں بھی ہے اک خوابِ گراں تیرے بغیر

پھر سسک کر رہ گئی عمرِ رواں تیرے بغیر
پھر تڑپ اٹھی حیاتِ جاوداں تیرے بغیر

ہر نفس کی آمد و شد، کدّ و کاوش کی دلیل
موجِ بوئے گل ہے زنجیرِ گراں تیرے بغیر

تو نہیں تو دل کی بستی میں اجالا ہی نہیں
تیرہ و تاریک ہے کون و مکاں تیرے بغیر

ہمرکابی میں تری صحرا بھی ہے اک گل کدہ
کاٹنے کو دوڑتا ہے بوستاں تیرے بغیر

چاندنی راتوں کی یہ سرمستیاں بےکیف ہیں
بے مزہ ہے ماہتابِ ضو فشاں تیرے بغیر

آتشِ سیال رقصاں ہے مرے دل میں کہ آج
ہر رگ و پے میں ہے اک برقِ تپاں تیرے بغیر

ماہ و انجم و سپہ تحریکِ آہ و گریہ ہیں!
سلکِ رشکِ یاسمیں ہے کہکشاں تیرے بغیر

سیکڑوں سجدے تڑپتے ہیں جبینِ شوق میں،
ننگِ سجدہ ہے زمین و آسماں تیرے بغیر

نغمۂ ہستی، فروغِ زندگی، بزمِ حیات
بے حقیقت سی ہے ساری داستاں تیرے بغیر

خود فراموشی گئی، رندی و بدمستی گئی،
بڑھ گیا اندیشۂ سود و زیاں تیرے بغیر

ظلمتیں بڑھنے لگیں، گھٹنے لگا نورِ حیات
ہو چلا بُت پر خدائی کا گماں تیرے بغیر

فرحتِ مہجور اپنے کلبۂ احزاں میں ہے
کس کو ہے توفیقِ سیرِ بوستاں تیرے بغیر

نوشتہ :- ہیرلڈ برگ ہاؤس
مترجمہ :- سید فیضی جالندھری

سوگوار محبّت

ایک ایکٹ کا ڈراما

افرادِ تمثیل

لوسنڈہ بینز .... ایک پچاس سالہ کنواری بڑھیا
ہیلن ماسٹرز .... لوسنڈہ کی شاگردہ
سوسن کراتھر .... لوسنڈہ کی جوان خادمہ
کرنل ڈفرن .... لوسنڈہ بینز کا دیرینہ محب

زمانہ ــــ جون ۱۸۸۹ء

منظرِ اوّل

کرانفرڈ میں مس لوسنڈہ بینز کا ڈرائنگ روم۔ جس کا سازو سامان (کرسیاں، پردے، صوفے اور دیواروں پر لٹکی ہوئی تصاویر) اپنی مالکہ کی کہن سالی کی طرح مرورِ ایام کی تباہی کا آئینہ دار ہے۔ موسمِ گرما کی ایک سہانی اور چمکیلی صبح دردیوار پر رنگ و نور برسا رہی ہے۔ کھڑکی کے باہر سرسبز جھاڑیوں اور خودرو سبزے کی کیف آگینی سے دل و دماغ پر ایک کیفیت سی طاری ہوئی جاتی ہے۔ لطافت پرور نسیم کے ہلکے ہلکے تھپیڑے نرم و نازک گالوں کو تھپک رہے ہیں۔ نشست گاہ کا دروازہ "ب" اندر کی جانب کھلتا ہے۔ سوسن کراتھر ایک بائیس سالہ شوخ و جمیل دیہاتی لڑکی اپنی ایک ہم عمر خاتون ہیلن ماسٹرز کو جو موسم کے مطابق کپڑوں میں ملبوس ہے۔ کمرے میں داخل ہونے کا اشارہ کرتی ہے۔

سوسن :- مس ماسٹرز! بی بی صاحبہ (لوسنڈہ بینز) فرماتی ہیں کہ آپ تشریف رکھئے۔ میں ابھی حاضر ہوتی۔

ہیلن :- (کھڑے کھڑے) سوسن میری جانب سے انہیں کہدو کہ اگر میری وجہ سے انہیں ملاقاتی ٹوپی پہننے کی زحمت ہوئی ہے تو مجھے سخت رنج ہے۔

سوسن :- (منہ بسورتے ہوئے) نہیں بی بی! ملاقاتی ٹوپی پہنکر ہر مہمان سے ملنا انکا معمول ہے۔ اس میں انہیں ذرہ بھر زحمت نہیں ہوتی بلکہ خوشی ہوتی ہے۔

ہیلن :- مگر میں تو مہمان نہیں ہوں۔ اگر بالفرض ایسا ہو بھی تو اس صبح سویرے خلاف توقع ملاقات کا کچھ خیال کیا ہوتا اور ــــ

سوسن :- (قطع کلامی کرتے ہوئے) وہ اپنی ٹوپی بدل رہی ہیں۔ اور اب تک تو تبدیل بھی کر چکی ہونگی۔ بس آیا ہی چاہتی ہیں۔

ہیلن :- (ذرا محجوب ہوکر) افسوس کہ شرفِ زیارت کا یہی موقع میسّر آیا۔ کیونکہ آج ہی لندن کو واپس لوٹ رہی ہوں۔

سوسن :- ایں!! تو کیا ریل گاڑی سے جانے کا خیال ہے؟

ہیلن :- (مسکراتے ہوئے) ہاں! ارادہ تو یہی ہے۔

سوسن :- آپ کی ہمت قابلِ رشک ہے۔

ہیلن :- (گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے) سوسن! بی بی صاحبہ اچھی تو ہیں نا؟

سوسن :- ہاں بخیریت ہیں۔ لیکن نامراد سلمن نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔

ہیلن :- (چونک کر) سلمن، کون سلمن ؟

سوسن :- (جی بی!! بچے تو اس کمبخت نے دیئے ہیں۔ مگر مصیبت ہماری بی صاحبہ پر ٹوٹ پڑی ہے

ہیلن :- بہت خوب!!

سوسن :- ہم ابھی تک اسے سلمن ہی کہتے ہیں، یہی اس ناہنجار کا نام ہے۔ سچ ہے زمانہ کبھی ایک حال پر نہیں رہتا۔ بس بیئر کا خیال ہے، سلمن نے انکا ساتھ نہیں دیا۔

ہیلن :- (شوخی سے) اور تم نے سوسن ؟

سوسن :- بی بی میرا کیا ہے، میں ٹھہری انکی خادمہ (لجاتے ہوئے اور ذرا توقف کے بعد) مس ماسٹرز !!

ہیلن :- (استغناء کے انداز میں) کیا ہے سوسن! تمہارے گالوں پر یکایک زردی کیوں چھا گئی۔

سوسن :- کچھ نہیں (ذرا سوچکر) مس ماسٹرز!! تمہاری تو بی صاحبہ سے بڑی بے تکلفی ہے نا —— انکی ایک بات میری آنکھوں میں بہت کھٹکتی ہے، اگر میری خاطر اس کا تدارک فرماؤ تو، مجھے یقین ہے کہ ——

ہیلن :- ہاں ہاں!! کہو رک کیوں گئیں ؟

سوسن :- بات یہ ہے کہ دس سال قبل جب میں یتیم خانہ سے یہاں آئی، تو مس صاحبہ نے مجھے اپنی خدمت میں لیتے ہوئے کہا تھا۔ اب عشق و محبت کی داستان کو ہمیشہ کے لئے فراموش کردو۔ میں نے جواب میں کہا تھا آپ کا حکم سر آنکھوں پر، لیکن یہ سن شعور سے پہلے کا واقعہ ہے، جب میں محبت کی دلاویزی سے بالکل ناآشنا تھی۔ اب جبکہ میں سرحد شباب میں قدم رکھ چکی ہوں، مجھے خوف ہے کہ اپنے عہد پر قایم نہ رہ سکوں گی تاہم...

ہیلن :- تو کیا "نیاز مندوں" کی ضرورت محسوس کرتی ہو ؟

سوسن :- نہیں بی بی، ایک وقت میں ایک ہی "نیاز مند" سے نبھ جائے تو غنیمت ہے۔

ہیلن :- کیا کسی کی خلش عشق پہلو کو گدگدا رہی ہے ؟

سوسن :- جیمس براؤن میرا منظور نظر ہے۔ میں نہیں کہہ سکتی کہ وہ میرے لیے کسقدر مضطرب ہے

ہیلن :- یہ بات ہے ؟

سوسن :- میں اس سے وعدہ بھی کر چکی ہوں۔ میرے اقرار پر وہ کسقدر مسرور ہوا تھا، کچھ نہ پوچھئے۔ اب فوری انکار سے اسکی روحانی تکلیف کا خیال کرتے ہوئے کانپ اٹھتی ہوں، مجھ سے اس کا اداس چہرہ نہ دیکھا جائے گا۔ حیران ہوں کہ کروں تو کیا کروں۔ عجیب مخمصے میں گرفتار ہوں۔ بی بی سے اس کے متعلق استفسار کرتی ہوں۔ تو راز کے فاش ہو جانے کا خطرہ ہے۔ ایمان کی پوچھو تو بی بی بھی اپنے دل پر ہی چوٹ کھائے ہوئے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ ان معاملات میں تنگ نظری کا ثبوت دیں۔

ہیلن :- (اٹھتے ہوئے) سوسن!!

سوسن :- (فاتحانہ انداز سے) کرانفرڈ کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ مس بیئر اور

ہیلن :- (دخل اندازی کرتے ہوئے) خبردار سوسن!!

سوسن :- بی بی اس میں جھوٹ ہی کیا ہے۔ مزید برآں وہ ہندوستان سے واپس بھی آچکے ہیں۔ اور اپنی آنکھوں سے میں نے انہیں دیکھا ہے۔

ہیلن :- مسٹر رڈفرن واپس آگئے ہیں ؟

سوسن :- دیکھئے آپ نے ہی انکا نام لیا ہے۔ مجھے معذور سمجھئے گا۔ ہاں واپس آچکے ہیں۔

ہیلن :- کب ؟

سوسن :- میں تو اتنا جانتی ہوں، بی بی کے ہمراہ کل ترکاریاں خریدنے جا رہی تھی۔ کچھ شیشے کے برتن بھی لانے تھے۔ کہ مسٹر ولسن کی دکان میں ہم نے ایک شخص کو دیکھا۔ جو سگرٹ سلگانے کے لئے دیاسلائی کی ڈبیہ خرید رہا تھا۔

ہیلن :- کیا کہا ؟ کرانفرڈ میں اور سگرٹ نوشی !!

سوسن :- جی ہاں! اور اس نے بی بی کو سلام کرنے کیلئے ٹوپی سر سے اتاری، مس صاحبہ متحیر رہ گئیں۔ جھٹ میرا بازو تھام کر کچھ سہارا لیا۔ حیرت کے عالم میں بولیں "اخاہ ... مسٹر ... ر ... ڈفرن" اور دکاندار سے چیزیں خریدنے میں بھی منہمک رہیں۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔ میں کچی گولیاں نہیں کھیلی ہوں۔ نظریں پہچانتی ہوں۔ تاڑ گئی کہ دال میں کچھ کالا کالا ہے تاہم بی بی کی ہمت پر آفریں ہے۔ جب وہ اس خارزار سے دامن نہ بچا سکیں، تو پھر مجھ پر... جیمس براؤن کے قصر محبت کے دروازے کیوں بند ہوں۔

ہیلن :۔ خیر دیکھا جائے گا۔

(لوسنڈہ بینز آتی ہے۔ وہ ایک پچاس سالہ بڑھیا ہے، نرم و نازک لباس میں ملبوس ہے، چہرے پر شگفتگی کے آثار ہیں، گذری ہوئی جوانی کی مدھم تابش اس کے گذشتہ حسن و جمال کی غمازی کر رہی ہے)

لوسنڈہ :۔ اخاہ، ہیلن اور یہاں ۔ ۔ ۔

ہیلن :۔ پیاری مس بینز!!

(دونوں ایک دوسری کو اظہار محبت کیلئے چومتی ہیں)

(سوسن چلی جاتی ہے)

لوسنڈہ :۔ ہیلن!! یہ صبح سویرے کی تکلیف فرمائی کا سبب؟

(دونوں بیٹھ جاتی ہیں)

ہیلن :۔ محض آرزوئے دید! کل ہی آئی تھی۔ اور آج ہی جا رہی ہوں ـــــ

لوسنڈہ :۔ کیا کرانفرڈ سے اسقدر جلد اکتا گئیں؟ کچھ دیر اور نہ ٹھہروگی؟

ہیلن :۔ یہی تھوڑا سا وقت غنیمت ہے۔

لوسنڈہ :۔ سنا ہے تمہاری منگنی بھی ہو چکی۔

ہیلن :۔ سنا تو ٹھیک ہے۔ آپ میری خوشی میں شریک ہیں نا...؟

لوسنڈہ :۔ پیاری بچی!! میں تو ہر لحظہ تیری مسرتوں کیلئے دست بہ دعا ہوں ...!

ہیلن :۔ مس بینز!! میری زبردست خواہش ہے کہ میں تیری کا آپ سے تعارف کراؤں، وہ بھی یہیں ہے۔ ہرچند مجھے علم ہے کہ اس مکان میں مرد کا گذر مشکل ہے۔ پھر بھی متوقع ہوں کہ آپ میرے معاملہ میں درگذر فرمائیں گی۔

لوسنڈہ :۔ کیا اپنے منگیتر کی طرف اشارہ ہے؟

ہیلن :۔ معاف کرنا، یہ میری دلی آرزو ہے، کہ میری بھی اس کمرے کو دیکھ لے۔ جہاں آپ مجھے سینا پرونا سکھایا کرتی تھیں۔

لوسنڈہ :۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر میں مکان کے باہر اسے ملوں۔ یہاں جیسا کہ تم جانتی ہو، اول تو مردوں سے ملنے کے لئے کوئی اچھی جگہ ہے ہی نہیں دوسرے یہاں ملنے میں مجھے شرم آتی ہے۔ ہرچند سلمن نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ لیکن اتنا یقین ہے۔ کہ مردوں کی خصلتیں اس سے بھی گئی گذری ہوتی ہیں۔

ہیلن :۔ میری تو بہت سادہ مزاج ہے۔

لوسنڈہ :۔ ضرور ہوگا، لیکن میرے لئے تو مرد کا تصور ہی اندوہناک

کہاں یہ بات کہ میں اسے خوش آمدید کہوں۔

ہیلن :۔ پھر وہ اصطبل ہی میں رہیں تو اچھا ہے۔

لوسنڈہ :۔ مجھے دوسروں سے کیا غرض، جہاں تک میری اپنی ذات کا سوال ہے، میں اپنا اصول نہیں توڑ سکتی۔

ہیلن :۔ کیا سوسن بھی آپ کا ساتھ دیگی؟

لوسنڈہ :۔ یقیناً۔

ہیلن :۔ ہرچند اس کے دل میں عشق کا شعلہ برق زن ہے۔ مگر وہ ایفائے عہد کا ضرور خیال رکھے گی۔

لوسنڈہ :۔ چونکہ کہ میں نے تو اسے عشق نہ کرنے کی ہدایت کی تھی اگر واقعی وہ اب کسی کو چاہنے لگی ہے تو اسے اس کام کیلئے مہینہ کے دو دن کافی سے زیادہ ہیں۔ میں اس معاملہ میں بہت فراخدلی سے کام لے رہی ہوں۔ میری طرف سے وہ جس کے ساتھ جی چاہے گرجا کو جائے، میں اسے نہیں روکتی۔ لیکن اس کے کسی آشنا کو اپنے گھر میں نہیں دیکھ سکتی۔ مردوں کی موجودگی دردسر کا باعث ہے۔ چاہے وہ سوسن کا چاہنے والا ہی کیوں نہ ہو

ہیلن :۔ سوسن کا پاس کرتے ہوئے، آخر عورت ہے اور نوجوان!! تنہائی سے گھبراتی ہوگی۔

لوسنڈہ :۔ گھبرانے کیوں لگی۔ کئی ایک کام ہیں، جن سے دل بہلا سکتی ہے۔

ہیلن :۔ لیکن تم اپنی کہو۔ کیا سردیوں کی تاریک اور خنک رات کو مطمئن رہ سکتی ہو؟ بستر کی گرمی ہی تو کافی نہیں ہوتی۔

لوسنڈہ :۔ مطمئن، یہی تنہائی میرے لئے کسی زمانے میں عذاب تھی اور اور ایک دفعہ جب کرانفرڈ میں چوری کی چند ایک وارداتیں ہوئیں، تو میں سوچا کرتی تھی۔ کہ پہلو میں خاوند کی موجودگی کسقدر حوصلہ افزا اور کیف آگیں ہوتی ہوگی .... تمہیں یہ باتیں ناپسند تو نہیں؟

ہیلن :۔ قطعی نہیں!! اگرچہ شادی سے قبل ان باتوں سے احتراز لازم ہے۔

لوسنڈہ :۔ ہاں وہ رنگین زمانہ ابھی تک میری نگاہوں پر رعنائی بن کر چھا رہا ہے۔ جب میں بھی جذبات سے مغلوب ہو کر ہر نوجوان لڑکی کیطرح اپنے آپ کو کسی کی آغوش میں گرا دینے کی خواہشمند تھی، لیکن جس شخص پر میری نگہ انتخاب پڑی، یعنی جس کے ساتھ میری شادی ہو سکتی تھی، وہ مجھ سے اپنے سوال کا نفی میں جواب

پاکر غریب الوطن ہو گیا۔ یہ حقیقت ہے کہ "نہیں" سے میرا منشا قطعی انکار نہ تھا۔ بلکہ میرا عارضی انکار اقرار کا پہلو لئے ہوئے تھا۔ میں آجتک اپنی اس غلطی پر متاسف ہوں۔ خدا معلوم اسوقت میرے ہونٹوں سے نہیں کا لفظ کیوں نکل گیا۔ حالانکہ میرے جسم کی رگ رگ سے "ہاں" کی صدا پیدا ہوتی۔ میں اس کی محبت کا دم بھرتی تھی۔ لیکن اس نے میری "نہیں" پر اعتبار کر لیا۔ اور مجھے تمام عمر آلام و مصیبت کے طوفان میں غوطے لگانے کیلئے تنہا چھوڑ گیا ہیلن!! تم کس قدر خوش نصیب ہو۔ جاؤ ہیلن خدا کا شکر بجا لاؤ کہ تہارا ی خوش نصیبیاں "نہیں" کی سموم جانگزا سے محفوظ و مصؤن ہیں۔

ہیلن :۔ مس بینز تمہاری طرح شرمیلی تو میں بھی ہوں۔ میرے منہ سے بھی دو بار "نہیں" نکل گیا تھا۔ لیکن تیسری دفعہ جب میری نے سوال کیا، تو مجھ سے انکار نہ ہو سکا۔ اور مجھے اپنی شکست تسلیم کرنی پڑی۔

لوسنڈہ :۔ مسٹر ڈفرن نے مجھ سے ایک ہی دفعہ استفسار کیا مگر حسب خاطر جواب نہ پاکر مجھ سے منہ موڑ لیا۔

ہیلن :۔ مسٹر ڈفرن!!

لوسنڈہ :۔ ہاں یہی اس کا نام تھا۔ میں اس تذکرہ کا اعادہ نہیں چاہتی۔ ہیلن!! خدا کے لئے میری اس دیدہ ودانستہ غلطی کو بھول جاؤ وہ جوانی کی فروگذاشت تھی۔ اس منزل میں بہت سے رہرو شکستہ پائی سے عاجز آ جاتے ہیں۔ اس لئے گذشتہ واقعات کو بھلا دینا ہی قرین مصلحت ہے۔

ہیلن :۔ مسٹر ڈفرن۔۔۔۔۔!! لیکن مس بینز ــــ مستقبل تو امید افزا ہو سکتا ہے۔

لوسنڈہ :۔ نہیں!! ایام رفتہ کی یاد ہی قدم قدم پر کیا کچھ کم جان لیوا ثابت ہو رہی ہے، جو میں اپنے مستقبل کو بھی تاریک کر لوں۔ میرے لئے تو جو کچھ بھی ہے یہی ہے۔ انہی حسین سایوں تلے زندگی بسر ہو رہی ہے۔ اور نا معلوم کب تک۔۔۔۔۔

ہیلن :۔ حسین سائے؟

لوسنڈہ :۔ ہاں تمہیں کیا خبر، تم رموزِ محبت کیا جانو، وہ دیکھو تمہارا خاوند اور تمہارے ننھے ننھے بچے انتظار کر رہے ہیں، اور تمہیں معصوم اشاروں سے اپنے پاس بلا رہے ہیں۔

ہیلن :۔ ان باتوں سے آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔

لوسنڈہ :۔ شرمندگی کیسی اور کس لئے؟ تمہیں تو زندگی اور اسکی حلاوتوں

پر ناز کرنا چاہیئے۔

ہیلن :۔ واقعی مجھے ناز ہے اور ہوگا۔ اتنی شادمانی کے باوجود میری حرص روز افزوں ترقی پر ہے۔ لیکن تمہیں دیکھتی ہوں، کہ قلیل سرمایہ رکھتے ہوئے بھی قناعت پسند ہو۔

لوسنڈہ :۔ درست ہے، زندگی جوانوں کا حصہ ہے، مسرتوں اور عشرتوں سے جذبات کے متلاطم ہونے کا نام ہی زندگی ہے۔ اور میرے لئے تو اس عمر میں جو تھوڑا بہت سرمایۂ عیش و نشاط باقی رہ گیا ہے۔ وہ ان واقعات ماضی کے حسین سایوں کی بہترین یادگار ہے۔ مجھے یہی تنہائی کبھی بار گراں معلوم ہوتی تھی۔ میں نے بھی راتوں کو آنسوؤں سے تکیے بھگوئے ہیں۔ تاروں سے ہمزبانی کی ہے۔ اور فراق کے دنوں کی شام اور انتظار کی رات کی سحر نہیں دیکھی۔

ہیلن :۔ مگر اب؟

لوسنڈہ :۔ اب عالم تخیل ہی میرے لئے سرمایۂ حیات ہے۔ یہی میری معنوی اولاد ہے۔ دوسرے لوگوں کے بچوں کی طرح میرے یہ بچے ہیلن!! پروان نہیں چڑھتے۔ بڑے ہو کر بے ڈول اور بد صورت نہیں ہوتے۔ بلکہ ہمیشہ بچپن کی شراب کیف آور سے سرشار رہتے ہیں۔ اور خوبصورتی و خوش اخلاقی کے زیوروں سے آراستہ ہوتے ہیں۔ میری تنہائی بھی انکی معصوم اداؤں کیوجہ سے جلوت ہوتی ہے۔ لہٰذا تم جان سکتی ہو کہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی تنہا نہیں رہتی۔ وہ میرے نزدیک آگ کے پاس آکر بیٹھتے ہیں۔ تاکہ اس سے نکلتے ہوئے شراروں کو دیکھ سکیں۔ وہ دیکھو میری اور جون آپس میں کھیل رہے ہیں۔ کسقدر خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ ان میں نہ بچوں کی سی ضد ہے اور نہ ہی گھر میں طوفان بے تمیزی برپا کرتے ہیں۔ رات کو یہ میرے نتھنے گلے سے لپٹ کر سوتے ہیں۔ اسی طرح جسطرح حقیقی بچے اپنی ماؤں سے اظہارِ محبت کرتے ہیں۔

ہیلن :۔ بہت خوب! اس سے اچھی بات اور ہو بھی کیا سکتی ہے۔

لوسنڈہ :۔ خیر ہیلن!! ان باتوں کو چھوڑو، پرانی کہانیوں کی یاد بہت تلخ ہوا کرتی ہے میں نے خود فراموشی کے عالم میں تم سے وہ باتیں کہدی ہیں، جنکا افشا قرین مصلحت نہ تھا کیونکہ رازداری محبت کا جزو ضروری ہے۔ اپنی منگنی کا ذکر چھیڑو، مراسم عروسی کب تک عمل میں آئیں گی؟ تزئین حسن کی خاطر نازک نازک

پھولوں کی پنکھڑیاں اور مدہوش کن خوشبوئیں تمہیں میرے
باغ سے میسر آسکتی ہیں۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

(سوسن آتی ہے)

سوسن :۔ (عدم توجہی کے انداز میں) بی صاحبہ!
لوسنڈہ :۔ کیا ہے سوسن؟ تمہاری سانس کیوں پھول رہی ہے؟
سوسن :۔ باہر دروازے پر کوئی صاحب جن کے بشرے سے اشتیاق
ٹپک رہا ہے۔ کھڑے ہوئے آپ کا پتہ پوچھ رہے ہیں۔
لوسنڈہ :۔ کون ہیں؟
سوسن :۔ (یاد کرتے ہوئے) بی صاحبہ اگر معاف فرمائیں تو کہوں۔
کل ہم نے انہیں مسٹر لوسن کی دکان میں دیکھا تھا۔ البتہ لباس
کل سے زیادہ مکلف ہے۔ میں نے تو ان سے کہہ دیا تھا کہ بی
صاحبہ مشغول ہیں۔ لیکن انہوں نے ایک نہ مانی۔ اور ملاقات
پر مصر رہے
لوسنڈہ :۔ (کچھ محجوب سی ہو جاتی ہے اور اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش
کرتی ہے) اچھا سوسن!! انہیں اندر بلا لاؤ۔
سوسن :۔ (استعجاب آمیز لہجہ میں) کیا یہیں؟
لوسنڈہ :۔ (بے پروائی سے) ہاں!!
سوسن :۔ میرے خدا عجیب معاملہ ہے۔ (سوسن چلی جاتی ہے)
لوسنڈہ :۔ ہیلن!! میرے پاس کھڑی ہو جاؤ۔ آزمائش کا وقت ہے
میری بچی مجھے تنہا نہ چھوڑ دینا۔
ہیلن :۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔ میں سایہ کی طرح ساتھ رہونگی
لوسنڈہ :۔ میری ہمت جواب دے رہی ہے۔ پھر بھی خدا کا لاکھ لاکھ شکر
ہے۔ ہیلن کہ تم یہیں ہو۔ اتفاق کی بات ہے کہ میں نے تمہاری
خاطر ملاقاتی ٹوپی بھی پہن لی تھی۔
ہیلن :۔ آپ تو جاذب نظر معلوم ہو رہی ہیں۔ ماشاء اللہ چہرے کا
رنگ بھی نکھرا ہوا ہے۔ رخسار سمٹ کر سرخ ہو گئے ہیں۔
لوسنڈہ :۔ عجیب مصیبت کا سامنا ہے۔ دیکھو میری ٹوپی تو ٹھیک ہے نا؟
ہیلن :۔ ہاں ہاں بالکل درست ہے۔
لوسنڈہ :۔ ہیلن!! انکی تواضع کیونکر کیجائے؟ صبح کے وقت مرد چائے
پیتے ہیں یا شراب؟ واللہ مجھے تو کچھ علم نہیں۔ میں تو اس معاملے
میں بالکل کوری ہوں۔
ہیلن :۔ انہیں تو آپ کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہ ہوگی۔ البتہ
شراب نظر ضرور پئیں گے۔

(سوسن اور چارلس رڈوفرن اندر آتے ہیں۔ سوسن بغیر کچھ
کہے واپس چلی جاتی ہے۔ رڈوفرن قد و قامت کے لحاظ سے
۵۵ سالہ بوڑھا سپاہی معلوم ہوتا ہے۔ چست لباس پہن
رکھا ہے۔ انداز سے شرم نمایاں ہے۔ گفتگو سے سپاہیانہ رنگ
مترشح ہے۔ لیکن جلد ہی اپنی غلطی کو محسوس کرتا ہے۔ کہ
فوجی دستے کو حکم دینے کی بجائے ایک عورت سے مخاطب ہے)
لوسنڈہ :۔ (سلام کو جھکتے ہوئے) آہاہ مسٹر رڈوفرن ہیں!!
رڈوفرن :۔ مسٹر نہیں مادام!! کرنل۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کا ریٹائرڈ کرنل
لوسنڈہ :۔ (تعارف کراتے ہوئے) آپ کرنل رڈوفرن ہیں۔ اور یہ میری
عزیز شاگرد مس ماسٹرز۔
رڈوفرن :۔ آپکی خادمہ کہاں ہیں مادام؟
لوسنڈہ :۔ تشریف رکھئے۔ (رڈوفرن مشکوک نظروں سے دیکھتا ہے
وہ کرسی اپنی جسامت کے لحاظ سے مضبوط دکھائی پڑتی ہے
ہاں! ہاں!! بے خطر بیٹھ جائیے۔
رڈوفرن :۔ (بیٹھتے ہوئے) شکریہ!!
(کرسی کی نشست بہت نیچی ہے۔ لیکن اونچے اونچے پاؤں
نشست کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں)
لوسنڈہ :۔ کچھ پینے کے لئے حاضر کروں کرنل!! تھوڑی سی خوشذائقہ
شراب یا ۔ ۔ ۔ ۔
رڈوفرن :۔ نہیں بس شکریہ۔ شراب کا تو میں خوگر نہیں ہوں۔
(کہتے کہتے رک جاتا ہے اور ہیلن کی طرف چبھتی ہوئی نظروں
سے دیکھتا ہے۔ گویا اسکی حاضری بے تکلفی میں ایک حرج ہے)
لوسنڈہ :۔ (محجوب ہو کر) کرنل!! فوجی زندگی کے بعد کرانفرڈ تو تمہیں
ایک ویرانہ نظر آتا ہوگا۔
رڈوفرن :۔ میں تو اپنی واپسی پر بہت خوش ہوں۔
لوسنڈہ :۔ یقیناً۔ کیا ایشیائی لوگ بہت تندخو ہوتے ہیں؟
رڈوفرن :۔ (ہیلن کی طرف دیکھتے ہوئے) مس صاحبہ میں یہاں کوئی
افسانہ کہنے نہیں آیا۔
لوسنڈہ :۔ مگر آپ کی زندگی تو صعوبتوں اور خطروں سے لبریز رہی ہوگی
یقین ہے ـــــ
رڈوفرن :۔ بیگم صاحبہ معاف کیجئے گا۔ جنگی حکایات عورتوں کے کانوں
پر ذرا گراں گزرتی ہیں۔ میری زندگی کے واقعات اضطراب
انگیز نہیں ہیں۔ جتنی آپکی رنگین داستان حیات۔ میرے لئے

دلچسپ ہوگی۔

لوسنڈہ (آہ سرد بھر کر) میری داستان حیات !! لیکن میں ———

رڈفرن:- (اٹھتے ہوئے) ہاں اسی خاطر تو میں یہاں آیا ہوں۔ مس ماسٹرز تو آپ کی شاگردی میں رہ کر کل افسانے سے باخبر ہو گئی ہوں گی شاید یہ (عادۃً) انہیں اچھا معلوم ہو۔

لوسنڈہ:- مجھے یقین ہے کہ ہیلن اسکا خیال نہ کریگی اور مجھے کہنا ہی کیا ہے

ہیلن:- (اٹھتے ہوئے) کرنل رڈفرن تم ایسے دو دیرینہ دوستوں کو لئے خلوت زیادہ مناسب ہے۔

لوسنڈہ:- (اٹھتے ہوئے اور خوفزدہ ہوکر) مگر ہیلن!! . . . کرنل تم خواہ مخواہ دخل اندازی کر رہے ہو۔ بے چاری ہیلن مجھ سے اپنی منگنی کے متعلق گفتگو کر رہی تھی۔

رڈفرن:- (جھکتے ہوئے) مس ماسٹرز !! مبارک ہو۔

ہیلن:- شکریہ کرنل صاحب!

لوسنڈہ:- ہاں تو پھر کیا ہوا ہیلن ؟

ہیلن:- عرض تو کر چکی مس صاحبہ۔ تمہاری قسم اب کوئی بات نہیں

رڈفرن:- چلو بلا ٹلی۔

ہیلن:- جانے سے قبل سوسن سے ایک بات کرلوں۔ اجازت ہے؟

لوسنڈہ:- اتنی جلدی کیا ہے، چلی جانا۔

ہیلن:- نہیں اب اجازت ہی دیجئے۔

لوسنڈہ:- لیکن . . . . .

ہیلن:- میں الوداع کہنے کیلئے پھر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گی۔ اچھا کرنل رڈفرن آداب!

رڈفرن:- (دروازہ کھول کر جھکتے ہوئے) آداب مس ماسٹرز !! (جب وہ اس کے پاس سے گزرتی ہے) خدا کرے تو نیک لڑکی ثابت ہو۔

(ہیلن چلی جاتی ہے۔ وہ دروازہ بند کرکے مڑتا ہے)

اچھا لوسی !!

لوسنڈہ:- (خوفزدہ ہوکر) کہیے کرنل رڈفرن !!

رڈفرن:- لوسی تمہیں یاد ہوگا کہ میرا اصلی نام چارلس ہے۔

لوسنڈہ:- ہاں اچھی طرح یاد ہے۔

رڈفرن:- اور وہ آخری وقت بھی، جب تم نے مجھے اس نام سے مخاطب کیا تھا۔ جب میرے دل میں مسرت کی ایک لہر نے چٹکی لی تھی۔ اسی کمرے میں۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟ میں اپنی زندگی کے وہ غم انگیز واقعات کیونکر بھول سکتا ہوں۔ اسی بارگاہ میں جب سر بسجدہ حاضر ہوا تھا۔ جب اپنے استفسار پر "نہیں" کا زہرآلود لفظ سنکر میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی تھی۔ کچھ نہ پوچھئے کہ اسوقت مجھ پر کیا کیفیت طاری تھی۔ میں تو سمجھا . . تھا کہ تمہارا جواب شرمندۂ سوال نہ ہوگا۔ اپنی زندگی میں میں نے بہت سی صعوبتوں کا مقابلہ کیا ہے۔ لیکن سدن کی چوٹ کا اثر آجتک میرے دل پر باقی ہی نہیں، بلکہ ترقی پذیر ہے کتنا عرصہ ہوا؟ ۲۵ سال . . . . . .

لوسنڈہ:- ۲۵ سال تین مہینے اور دس دن۔ شاید ماہ مارچ ۱۹۱۴ء کا دن تھا۔

رڈفرن:- اچھا تو تمہیں تاریخ بھی یاد ہے۔ یہ بھی یاد ہوگا کہ میں کس طرح ایک ٹوٹا ہوا دل لیکر گیا تھا۔ میں نے جاتے ہی سب سے پہلے جہاز سے ہندوستان کی راہ لی۔ لوسی شاید تمہیں علم نہیں کہ ہندوستان پہنچتے ہی میری یہ کوشش رہی کہ کسی طرح پھر تمہارے قدموں میں آجاؤں۔ پورے پچیس سال تک میں اسی کوشش میں مصروف رہا۔ اسی لئے تمہیں خط بھی نہ لکھ سکا۔ کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ جتنی جلدی ممکن ہو خط سے پیشتر ہی میں خود پہنچ جاؤں۔ اول اول تو مجھے رخصت نہ مل سکی آخرکار جب رخصت ملی تو صاحب فراش ہوگیا اور جب صحتیاب ہوا، تو جنگ سر پر آپڑی۔ میری ناکامرانی نے میرا ساتھ نہ چھوڑا خدا خدا کرکے جنگ کے زخم سے رہائی ملی تو . . . . . .

لوسنڈہ:- کیا زخمی ہوگئے تھے ؟

رڈفرن:- ہاں یہی معمولی سا زخم جسکی وجہ سے کافی عرصہ تک زیر علاج رہا۔ چنانچہ اسی اثنا میں غدر ہوگیا۔ اس سے بھی بال بال بچا لہٰذا موقعہ کو غنیمت جانا۔ کہ گھر کی راہ لوں یہ میری رام کہانی ہے اب اپنی کہو لوسی، تم کیسی رہیں ؟

لوسنڈہ:- میں یہیں اس گھر میں اور کہاں ؟

رڈفرن:- جانتی ہو میرے نزدیک گھر کا مفہوم کیا ہے ؟ میں جب دوسرے لوگوں سے گھر کی بابت سنتا تو میرے سینے پر سانپ لوٹ جاتا۔ ہر شخص کو اپنے اپنے گھر کی یاد ستا رہی تھی۔ لیکن میری دنیا محض کرانفرڈ تک محدود تھی۔

لوسنڈہ:- کرانفرڈ تمہارا وطن تو نہیں ہے ؟

رڈفرن:- کیا ہوا، تمہارا تو ہے نا۔ کرانفرڈ سے میرا مطلب تمہاری ذات

لوسی کیا تمہیں معلوم نہیں، کہ میں یہاں کیوں آیا ہوں

لوسنڈہ:- کیا ریٹائرڈ ہونے کے لگ بھگ نہیں ہوگئے؟

رڈفرن:- ریٹائر ہونے کے؟ میں تو آجتک اپنے آپ کو جوان خیال کرتا ہوں!! محض اس سابقہ "نہیں" کو "ہاں" میں تبدیل کرنے کے لئے آیا ہوں۔ یہ وہی مسئلہ ہے جس نے مجھے تشکیک و ارتیاب کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان پہنچتے ہی سب سے زبردست جذبہ جو مجھے واپسی پر اکسا رہا تھا یہی تھا۔ فرض کرو میں نے تم سے کوئی سوال نہیں کیا۔ اور جب کہ پھر اکدفعہ پوچھ رہا ہوں تو کیا تمہارا جواب وہی "نہیں" رہیگا۔

لوسنڈہ:- جو کچھ میں زبان سے کہہ چکی ہوں، اس پر سختی سے کاربند ہوں

رڈفرن:- چھوڑو بھی لوسی ان باتوں کو۔ دیکھو کتنا عرصہ گزر گیا ہے۔

لوسنڈہ:- اب کافی مدت گزر چکی ہے۔

رڈفرن:- اس کا مطلب یہ ہوا، کہ "گذشتہ را صلوات" پر عامل رہوں۔

لوسنڈہ:- اس سے بہتر اور کیا بات ہو سکتی ہے

رڈفرن:- نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ اچھا تمہارے کہنے سے "گذشتہ را صلوات" ہی سہی تاہم "آئندہ را احتیاط" تو ضروری ہے۔

لوسنڈہ:- کیا مستقبل میں یہیں رہائش کرنے کا ارادہ ہے؟

رڈفرن:- خیال تو ایسا ہی ہے۔ فی الحال "جارج ہوٹل" میں قیام کرونگا اس کے بعد حسب پسند کوئی خطۂ زمین لیکر یہیں رہائش اختیار کرلوں گا۔

لوسنڈہ:- اوہ پھر کوئی ہرج نہیں۔ دوسرے لوگوں کے گھروں میں ہم آزادی سے ایک دوسرے سے مل سکیں گے۔

رڈفرن:- دوسرے کے مکانوں میں، کیسی باتیں کررہی ہو لوسی؟

لوسنڈہ:- کرنل!! تمہیں یاد ہوگا، جب تم آخری مرتبہ مجھ سے ملنے کیلئے آئے تھے، اسوقت میرے والدین دنیا میں نہ تھے۔ لیکن تمہارے چلے جانے کے بعد آجتک کوئی آدمی میرے مکان میں داخل ہونے کی جرأت نہیں کرسکا۔ تم پہلے شخص ہو، جس نے میرے اصول کو شکست دی ہے۔

رڈفرن:- یوں کہو کہ آج تمہیں کسی مرد کی صحبت نصیب ہوگئی،

لوسنڈہ:- افسوس کہ یہ ایک بوڑھی اور بے حس عورت کا گھر ہے جہاں مردوں کو بار نہیں۔

رڈفرن:- بوڑھی عورت جائے جہنم میں، معاف کرنا لوسی۔ . . . وہ ایک سپاہیانہ بھول تھی، ہوگئی، مجھے تو آج بھی تم پہلے سے زیادہ حسین نظر آرہی ہو۔ ذرا میرے دل کے آئینہ میں اپنی تصویر تو دیکھو، وہی کنول کی طرح کھلا ہوا چہرہ، وہی پیاری پیاری نیلوفری آنکھیں۔ دل میں محبت کی تجلیاں خوابیدہ ہیں۔ نرم و نازک ہونٹوں پر وہی احمریں تبسم جلوہ افروز ہے جو مجھے بسترِ علالت پر دمِ مسیحا کا کام دے رہا تھا۔ خدا کی قسم، آج بھی تمہارا کاہیدہ سا پیکر مرکزِ صد انوار ہے۔ ہندوستان میں تمہاری ہی یاد تو میرے لئے ذریعۂ سکون اور دفعۂ اضطراب کا باعث تھی۔

لوسنڈہ:- کرنل!! ذرا اپنی آنکھیں تو مل کر دیکھو۔

رڈفرن:- وہ کیوں؟

لوسنڈہ:- تاکہ تمہیں اصلیت نظر آئے۔

رڈفرن:- لاحول ولاقوۃ!! مذاق نہیں کررہا ہوں۔

لوسنڈہ:- خیر ایسا ہی سہی۔ مگر بہتر یہی ہوگا کہ آپ اپنی زندہ دلی کے لئے کوئی اور ہی مضمون شعر تلاش کریں۔ ایک عمر رسیدہ بڑھیا سے کیا حاصل ہوگا؟

رڈفرن:- لوسی!! تمہارے پاس آئینہ بھی ہے؟

لوسنڈہ:- میں ہر روز اس میں اپنی جھریوں کو غور سے دیکھتی ہوں۔

رڈفرن:- وہ آئینہ دھندلا ہوگا۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہوگی۔

لوسنڈہ:- خیر ان تکلفات کو رہنے دیجئے۔ اور تشریف آوری کا اصل مقصد بیان فرمائیے۔

رڈفرن:- مقصد؟ کیوں بھولی بنتی ہو؟ واللہ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ میں اب تک کہہ چکا ہوں، وہ محض بکواس تھی۔

لوسنڈہ:- یہ بات نہیں۔ بلکہ آپ کی گفتگو مہمل سی ہے۔

رڈفرن:- اچھا تو بامعنی لیجئے۔ تکلفات برطرف، میری انتہائے آرزو یہی ہے کہ آپ میری ہو جائیں، یہ دوسری دفعہ استفسار کررہا ہوں۔ اور ایک مدت کے بعد۔ لوسی عورت کے مزاج میں تلوّن ہوتا ہے، مناسب تو یہی ہے کہ پھر غور کیا جائے۔

لوسنڈہ:- میں بہت غور کر چکی۔

رڈفرن:- (خوشی سے اس کے قریب جاکر) لوسی!!!

لوسنڈہ:- شاید آپ میرا مطلب نہیں سمجھے۔

رڈفرن:- میں سمجھ چکا ہوں، کہ تمہارا ارادہ بدل چکا ہے

لوسنڈہ:- چارلس جب میں نے پہلی مرتبہ "نہیں" کہا تھا، تو یہ میرے لبوں کی مدھم سی آواز تھی۔ حالانکہ میرا دل و دماغ اس کے

خلاف تھا۔ اس واقعہ کو ۲۵ سال گزر چکے ہیں۔ جوانی کی رعنائیاں مفقود ہو چکی ہیں۔ اب جبکہ میں "نہیں" کہہ رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ میرے دل و دماغ میری گواہی دے رہے ہیں۔

رڈفرن :- افسوس!! آج میں اس "نہیں" کو قبول نہیں کروں گا۔ یہاں تک کہ تمہیں مجبوراً . . . .

لوسنڈہ :- تا بکے؟ یہاں تک کہ پھر میں دوشیزہ بن جاؤں؟ یاد رہے کہ تمہاری بار بار کی فرمائش میری گذشتہ جوانی کو واپس لانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔

رڈفرن :- مضائقہ نہیں۔ محبت کا ثبات دل کی جوانی سے عبارت ہے۔

لوسنڈہ :- تمہارا دل جوان ہے؟

رڈفرن :- بالکل جوان۔ یہ دل جذبات کا سمندر اور تمناؤں کا مخزن ہے۔ آج سے ۲۵ سال قبل بھی تھا اور اب بھی ہے۔ اس شفاف آئینے میں آج بھی کوئی لکیر نہیں۔ اسی طرح روشن اور چمکدار ہے

لوسنڈہ :- ٹھیک ہے۔ وہ اس لئے کہ ہندوستان کی عفونت پرور فضا میں رہ آئے ہو۔ اور جنگ نے تمہیں اتنی فرصت ہی نہ دی کہ تمہارا خیال کسی اور طرف متوجہ ہوتا۔

رڈفرن :- بالکل غلط، سفید جھوٹ، ایسا کبھی نہیں ہوا۔

لوسنڈہ :- یا پھر تم۔۔ نے میرے خیال کو اپنے گوشۂ ذہن میں محفوظ کر لیا ہوگا۔ جس طرح میں اپنے پھولوں کو خزاں کے غلبہ سے بچا کر کے حفاظت سے رکھ چھوڑتی ہوں۔ تم گاہے گاہے، میری یاد کو زنگ کاری کی غرض سے دماغ سے باہر نکالتے ہوگے، اور کچھ دیر تک اس پر یاد آوری کا عطر بسا کر دوبارہ ذہن میں منتقل کر دیتے ہوگے۔ یہاں تک کہ لڑائی جھگڑوں کے بعد آپس میں نیاز و ناز کی محافل آراستہ ہوتی ہوں گی۔ بایں ہمہ میری قسمت میں ایسی رعایتیں کہاں تھیں۔ اور نہ ہی مجھے ایسا کوئی گُر یاد تھا جس سے نخلِ محبت کو سرسبز و شاداب رکھ سکتی۔ درد کی زیادتی سے زخم گہرا ہو چکا تھا۔ آخر کار وہ امتداد زمانہ سے وہ خود بخود مندمل ہو گیا۔ ہر چند وقت نے محبت کی خاموش چنگاری سے تمہارے سینہ کو گرم رکھا۔ لیکن میری آتشِ شوق نے بھڑک کر محبت کو ہمیشہ کے لئے خاکستر کر دیا۔

رڈفرن :- لوسی!! اب بھی کچھ نہیں بگڑا، محبت سو جاتی ہے لیکن فنا نہیں ہوتی۔ البتہ جگانا شرط ہے۔

لوسنڈہ :- بہت دیر ہو گئی چارلس!! وقت گزر چکا ہے۔ بہار کی جگہ خزاں نے لے لی ہے۔ اب دل مسرت کے جذبہ سے متاثر نہیں ہوتا۔ میں تو قناعت کی آرزو مند ہوں۔

رڈفرن :- لیکن میں؟

لوسنڈہ :- تم زندہ ہو، زندگی کا لطف صرف تمہارے لئے ہے۔۔۔! چارلس نخلِ زندگی کے اثمار تمہاری گود میں ہیں۔

رڈفرن :- میں نے امیدوں کے سبز محلوں میں زندگی بسر کی ہے۔ اب کیونکر اپنے ہاتھوں سے حسرت و یاس کا تیشہ لیکر ان کی بنیادوں کو منہدم کر دوں۔

لوسنڈہ :- ان تشنۂ تکمیل امیدوں کو یادگار میں تبدیل کر دو!

رڈفرن :- کیسی یادگار؟

لوسنڈہ :- کیسی یادگار؟ جس نے تمہارے لئے باعزت زندگی کے دروازے کھول دیئے۔ اور مجھے جیتے جی طوفان خیز امواج کے سپرد کر دیا۔

رڈفرن :- تو کیا میں بالکل ناامید ہو جاؤں (لوسی)؟

لوسنڈہ :- ہاں بالکل ناامید!!

رڈفرن :- (دروازے کی طرف جاتے ہوئے) ہندوستان میں پہلے کبھی شکست کی صورت نہیں دیکھی تھی۔

لوسنڈہ :- اب تم انگلستان میں ہو۔ یہ انگلستان ہے کرنل!!

رڈفرن :- (حقارت سے) کرنل!!

لوسنڈہ :- (ہاتھ بڑھاتے ہوئے) الوداع چارلس!!

رڈفرن :- (شکستہ دلی سے ہاتھ ملاتے ہوئے) لوسی!! (لوسی اپنے سر کو جنبش دیتی ہے) الوداع!!

(رڈفرن چلا جاتا ہے۔ لوسی بیٹھی ہوئی اپنے گلے کے ہار کا لاکٹ کھولتی ہے اور اسے بار بار چومتی ہے۔ ہیلن دبے پاؤں اندر داخل ہوتی ہے)

ہیلن :- کیا میں اندر آ سکتی ہوں؟

لوسنڈہ :- (لاکٹ کو بند کرتے ہوئے) ہیلن!! کیا تم واقعی دل برداشتہ ہو گئی تھیں۔ جب میں نے کہا تھا۔ کہ تمہارا ہیرو اندر نہیں آ سکتا!

ہیلن :- میرا خیال تو یہی تھا۔

لوسنڈہ :- لیکن اب ہیلن اسے میری طرف سے کہنا۔ وہ ایک دفعہ پھر اپنی جوتیوں کو گرد سے صاف کرے اور کمرے میں کسی قسم کا شور و غل نہ کرے۔ اندر آ سکتا ہے

ہیلن :- مس بینز!! آپ کا بہت بہت شکریہ، ہماری خوشی کا واقعی

آپ تصور نہ کر سکیں گی۔

(بیلن چلی جاتی ہے۔ مس بینز صوفوں کے غلاف درست کرتی ہے۔ اسی دوران میں سوسن دروازہ کھٹکھٹاتی ہے)

(سوسن داخل ہوتی ہے)

لوسنڈہ: ہاں اندر آؤ۔

سوسن: (سہمی ہوئی) بی صاحبہ!

لوسنڈہ: کیا بات ہے سوسن؟

سوسن: سی صاحب نے ———

لوسنڈہ: آخر کچھ کہو گی بھی؟

سوسن: انہوں نے مجھے یہ دیا ہے (سورن دکھا کر) بیگم صاحبہ کیا میں اسے رکھ لوں؟

لوسنڈہ: ضرور سوسن ضرور

سوسن: انہوں نے کہا تھا کہ اسکی نئی گون خرید لوں۔ یا اپنے محبوب کے لئے کوئی تحفہ لے لوں۔ مس صاحبہ گون کی تو مجھے چنداں ضرورت نہیں۔ البتہ ایک "ہم نفس" کی متمنی ہوں۔ چاہے اس معاملے میں "بے شرم و بے حیا" ہی کیوں نہ کہلواؤں۔ کیا کروں کہ مجبور محض ہوں۔

لوسنڈہ: سوسن تمہیں یاد ہے کہ میں نے ایک دفعہ کہا تھا۔ اب عشق و محبت کی داستان کو بالکل فراموش کر دو۔

سوسن: بی صاحبہ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اور ہمیشہ۔۔ یاد رہیگا۔

لوسنڈہ: سوسن!! ماشاء اللہ تم بھی نوجوان ہو۔

سوسن: ابھی کہاں، اس نومبر کو ۲۲ سال کی ہو جاؤنگی۔

لوسنڈہ: اسی لئے تو کہہ رہی ہوں کہ جوان ہو گئی ہو۔

سوسن: (طنزیہ لہجے میں) جوان ہو گئی ہوں۔ مگر کسی کی زینتِ آغوش ہونے کے لئے نہیں۔

لوسنڈہ: نہیں سوسن!! میں نے تم سے یہ تو ضرور کہا تھا۔ کہ عشق و محبت کو خیرباد کہدو۔ لیکن اگر تمہاری نظرِ انتخاب کسی نوجوان پر پڑ گئی ہے اور وہ تمہیں پسند آ گیا ہے تو مجھے ضرور خبر کرنا۔ تاکہ میں اس کے حالات سے واقفیت کے بعد ایک ہفتہ میں ایکبار اسے اپنے گھر آنے کی اجازت دیدوں۔ بشرطیکہ اس کی ذات سے کسی قسم کی ہنگامہ آرائی یا شور و غل نہ پیدا ہو۔

سوسن: (لوسنڈہ کے پاؤں پر جھکتے ہوئے) بی صاحبہ خوشحال اور آباد رہو۔

لوسنڈہ: خدا نہ کرے میں آئندہ جوان دلوں کیلئے سرمایۂ زحمت بنوں!!

فلسفہ محبت

مترجمہ رضیہ بیگم

کہا جاتا ہے، محبت جوانی کا ایک خواب ہے!

جوانی کے مٹتے ہی محبت غائب ہو جاتی ہے!

مگر اس قول کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں!

سچی محبت ایک بار پیدا ہو کر کبھی بھی مٹ نہیں سکتی:

اگرچہ اس مقدس جذبے کی شدت میں کمی ضرور واقع ہو جاتی ہے۔

سورج تمام دن چمکتا رہتا ہے اور شام کو غروب ہو جاتا ہے۔

مگر رات کو سورج کی روشنی چاند کی روشنی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

کائنات کسی وقت بھی روشنی سے محروم نہیں ہوتی!

اس طرح انسانی زندگی محبت کے نور سے فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔

(ترجمہ)

احمد ندیم قاسمی

نوائے ندیم

تیرے قدموں میں غرورِ شش جہات　　بس یہی ہے میرے دل کی کائنات
حسن اور آئے جنوں کو پوچھنے!　　لائقِ سجدہ ہے تیرا التفات
موت کی امید بھی مٹنے لگی!　　مردہ و افسردہ ہے میری حیات
دل کی دھڑکن کی وہی رفتار ہے　　کیا ستم سے کم ہے تیرا التفات
فرش و کرسی وجد میں آجائیں گے　　سن سکے کوئی تو کہہ دوں ایک بات
تیرے دامن کا اشارا چاہیئے　　ٹمٹماتی ہے مری شمعِ حیات
اشک امڈے اور پلکیں جھک گئیں　　تیری آنکھوں نے سنا دی تیری بات
چاند تاروں میں تو تیرا نور ہے　　کون بیٹھا ہے ورائے کائنات
زخم ہوتے ہیں دنوں میں مندمل　　اور صدیوں تک چلی جاتی ہے بات
سر ہے زانو پر تو آنکھیں بند ہیں　　ایک ہیں میرے لئے دن اور رات
قوتِ تعمیر ہے تخریب میں　　زلزلے آئیں تو سنورے کائنات
نور و ظلمت کی حقیقت ایک ہے　　روز و شب تیری خرد کے حادثات
مدتوں کے بچھڑے پھر مل جائیں گے　　موت ہے دراصل روحوں کی برات

پیروی کا فن مجھے آتا نہیں
میں کہونگا اپنے دل کی واردات

نوشتہ جان کیٹس

مترجمہ سید احسان بی اے

"جامِ ریحان"

حسین اور سادہ دل ازبیلا اور عشق کے بیت المقدس کا ایک نوجوان راہب لورینزو ایک ہی حویلی میں رہ کر اپنے نازک دلوں کی پرکیف دھڑکنوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ وہ جب تک ایک دوسرے کے قریب بیٹھ کر کھانا نہ کھا لیتے، ان کے لئے سیر پر بیٹھنا ناممکن تھا۔ وہ ایک چھت تلے رہتے ہوئے اسوقت تک نیند سے ہمکنار نہیں ہو سکتے تھے جب تک ایک دوسرے کی یاد میں آنسو نہ بہا لیں۔

ہر صبح بلند ہونیوالا آفتاب انکی محبت کو پہلے سے بڑھا ہوا پاتا اور شام کا پہلا ستارہ اس محبت کو اور بھی گہرا اور پُر خلوص دیکھتا۔ لورینزو خواہ گھر میں ہو خواہ کھیتوں میں ازبیلا کا پیارا سراپا ہروقت اسکی آنکھوں تلے پھرتا رہتا۔ اور لورینزو کی پرکیف تانیں ازبیلا کے لئے درختوں کی ترنم آفرینیوں اور پُر اسرار بانسری کی نوازیوں سے کہیں زیادہ روح پرور اور کیف بار تھیں۔

اس سے پہلے کہ دروازہ کھول کر اس حسن مجسم کو اپنی پیاری آنکھوں کی آغوش میں لے۔ لورینزو سمجھ جاتا تھا کہ کسکا نرم و نازک ہاتھ دروازے پر دستک دے رہا ہے۔ وہ عقاب جیسی تیز نظروں سے اسکے چہرے کو کھڑکی میں دیکھ لیتا اور جب وہ حسین چہرہ آسمان کی طرف اٹھتا تو وہ بھی آسمان کی طرف دیکھنے لگتا۔ صبح کے وقت اس کے قدموں کی مترنم چاپ کو سیڑھیوں پر سننے کی بے قراری میں وہ تمام رات انگاروں پر لوٹتا رہتا۔

مئی کا طویل مہینہ اسی ذہنی انتشار میں گذر گیا۔ اور آغاز جون نے انکے حسین چہروں پر پژمردگی دیکھی۔ لورینزو تکیے سے مخاطب ہو کر کہتا "کل میں اپنی مسرت کے سامنے سجدہ کروں گا ——— کل میں اپنے دل کی مالکہ سے بھیک مانگونگا!" اور ازبیلا عالم خواب میں کہتی "لورینزو! اگر تمہارے ہونٹ محبت کا راگ نہ الاپیں تو مجھے دوسری شام دیکھنی نصیب نہ ہو!"

لیکن صد حیف کہ ان کے تلخ دن اسی طرح گزرتے گئے ——— یہاں تک کہ گلاب کے سایے میں رہنے کے باوجود ازبیلا کے شاداب گال مرجھا گئے۔ اور اس مامتا کی ماری ماں کے گالوں کیطرح سوکھ گئے جو میٹھی لوریوں میں اپنے بچے کے درد و کرب کا علاج ڈھونڈتی ہے۔ "ازبیلا کتنی پژمردہ معلوم ہوتی ہے!" لورینزو کہتا "مجھے کچھ کہنا تو نہ چاہئے لیکن میں سب کچھ کہوں گا اور صاف لفظوں میں اپنے دل کی رام کہانی کہوں گا میں محبت کی ان غماز آنکھوں سے چھلکتے ہوئے آنسوؤں کا ایک ایک قطرہ پی لونگا۔ کم از کم اس سے اسکے دل کی الجھنیں دور ہو جائینگی!"

ایک حسین صبح کو یہ خیال لورینزو کے ذہن میں آیا۔ اور تمام دن اسکا دل بے پناہ شدت سے دھڑکتا رہا۔ وہ دل ہی دل میں دعائیں مانگتا رہا کہ اسے بات کرنے کی قوت مل جائے۔ لیکن اس کے باوجود سرخی کی لہر اس کا گلا دبا دیتی۔ اور اس کی نبضیں چھوٹ جاتیں۔ ازبیلا کو بیوی بنانے کا بے باک تصور اسے بچے سے بھی زیادہ شرمیلا بنا دیتا۔ اُف! محبت کی طوفان انگیزیاں بھی کتنی عجیب ہوتی ہیں۔

ایک اور کرب انگیز رات کروٹیں لے لے کر گزر گئی۔ اور صبح کیوقت ازبیلا کی عقابی نگاہوں نے اسکی وسیع پیشانی کی گہری سلوٹوں میں رنج و غم کے ایک ایک نشان کو دیکھ لیا۔ پہلے وہ مردہ انسانوں کی طرح زرد معلوم ہوتا تھا۔ پھر ایکدم اس کا چہرہ شرم و حیا کی سرخی سے سے گوں ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ازبیلا نے نہایت شیریں لہجے میں کہا "لورینزو!" اور پھر یہ طوفانی جذبہ یکدم نسائی حجاب میں چھپ گیا۔ لیکن اس کا طرز تکلم، اور اسکی نگاہیں وہ سب کچھ کہہ گئیں۔ جو کچھ کہ اسکے دلمیں تھا۔

"ازبیلا میں محسوس کرنے لگا ہوں، کہ میری دکھ بھری کہانی تمہارے کانوں تک پہنچنے کے قابل ہو گئی ہے اگر تم نے کبھی دنیا کی کسی چیز پر اعتماد کیا ہے تو تمہیں اسی کا واسطہ یقین جانو کہ مجھے تم سے محبت ہے بشری روح آخری فیصلہ سننے کے لئے بیقرار ہے۔ میں تمہارے نازک ہاتھوں کو دبا کر تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا۔ اور نہ ہی ان مخمور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان سحر طراز نظروں کو خوفزدہ بنانا چاہتا ہوں۔ لیکن ایک اور رات کاٹنا میرے لئے ناممکن ہے۔ میرا جوش جنوں کسی طرح بھی کم نہیں ہو سکتا۔ ——— میری روح! تم مجھے سرما کی تلخیوں سے دور لئے جا رہی ہو محترم

خاتون! تمہاری موجودگی میرے ذہن میں احساسِ بہار کو زندہ کر دیتی ہے میں اس پھول کو سونگھ رہوں گا جسکی پنکھڑیاں کیف بار ہیج کے آغوش میں کھلتی ہیں" اس کے ہونٹ جو آجتک خاموش رہے تھے۔ بے باک ہوگئے۔ اور اسکے یاقوتی ہونٹوں سے ہم آہنگ ہو کر شعریت کی لطیف شبنم برسانے لگے۔ روحانی مسرت ان دونوں کی۔۔۔ ہمرکاب تھی۔ اور انبساط جون کے گرم جوش آغوش میں کھلنے والے پھول کیطرح بڑھ رہا تھا

جب وہ جدا ہوئے تو ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ دو توام پھول چند لمحوں کے لئے جدا ہوئے ہیں تاکہ پھر مل کر ایک دوسرے کی روحانی لطافتوں میں کھو جائیں۔ ازبیلا جو دیوی حسن کی طرح باوقار اور حسین معلوم ہوتی تھی، دلکش محبت اور اندھے دیوتا کے نغمے الاپتی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اور لورینزو خوشی سے ناچتا اور اچھلتا ہوا غروب آفتاب کی آخری کرنوں کو پہاڑیوں کے اردگرد طلائی ہار کی طرح لپٹا ہوا دیکھنے کے لئے چلا گیا۔

جب شام کا دھندلکا ستاروں کے حسین چہروں پر سے نقاب ہٹاتا اسوقت یہ دونوں ملتے ۔۔۔۔ یہ دونوں سنبل اور سفید گلاب کے جوڑے میں دوسری دنیا سے اور بدنامی کی لرزتی ہوئی زبان سے بے پروا ہو کر ملتے۔ کاش! یہ دن ہمیشہ کے لئے اسی طرح کیف بدوش رہتے۔ اور انکی دکھ بھری کہانی دنیا کے احمقوں کے لئے اکتسابِ مسرت کا ذریعہ بن جاتی!

تو کیا وہ رنجیدہ تھے؟ ایسا تو کبھی ہو ہی نہیں سکتا! ان ہستیوں کے لئے جن کے کارنامے سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہیں۔ ہم۔۔۔ آنسوؤں کے دریا بہا۔۔۔ چکے ہیں۔۔۔۔ لاتعداد آہوں کا خراج دے چکے ہیں۔ انکی موت کے بعد ان پر نوحہ خوانی کیجا چکی ہے۔ اور ہزاروں حسرت انجام کہانیاں کئی کئی دفعہ دہرائی جا چکی ہیں۔

ازبیلا کی زندگی شدید مصائب سے لبریز تھی۔ اور لورینزو کی حنوط شدہ لاش درختوں کے حرارت بیز جھنڈ میں پڑی رہتی تھی۔ پھر بھی یہ حقیقت بدستور قائم ہے۔ کہ محبت کی سلطنت میں وقتی مسرت لاتعداد مصائب پر بھی حاوی آجاتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ شہد کی مکھیاں، خدائے بہار کے دروازے کی بھکارنیں۔ خوب سمجھتی ہیں کہ اکہ زہریلے پھول میں سب سے زیادہ شہد ہوتا ہے۔

یہ حسین دوشیزہ اپنے بھائیوں کے پاس رہتی تھی۔ جو باپ، دادا کی بے شمار دولت کے مالک تھے اور جنکی دولت میں اضافہ کرنے کے لئے جھڑیاں پڑے ہاتھ، چراغوں کی روشنی سے منور کانوں اور کارخانوں میں آبلہ پوش ہوجاتے تھے۔ اور وہ رانیں جو گھٹن کیوجہ سے تھرکتی رہتی تھیں۔ جانگداز کوڑوں سے خون بن کر بہ جاتیں ۔۔۔۔ ان کے لئے انکو نیم مردہ انسان چیختے ہوئے دریا میں صبح سے شام تک کھڑے رہتے اور زروجواہر سے بھری ہوئی کشتیاں کنارے لگاتے رہتے۔

انہیں کے لئے سیلن کے ملاح نے اپنا سانس روک لیا۔ اور عریاں جسم کے ساتھ بھوکی شارک کے منہ میں کود پڑا۔ انہیں کے لئے کمزور انسانی قوتیں موت کے مہیب جبڑوں میں پس کر فنا ہوگئیں۔ محض انہیں کے لئے لاتعداد انسان لاتعداد مصائب کی وادیوں میں مارے مارے پھرتے رہے اور یہ ۔۔۔۔ بے اعتنائی سے تقدیر کا پہیہ پھیر دیتے۔ جس سے مزدور کے خون کا ایک ایک قطرہ نچوڑ لیا جاتا۔

وہ کیوں مغرور تھے؟ کیا اس لئے کہ ان کے مرمریں فوارے ایک غم نصیب ہستی کی آنکھوں سے زیادہ تیزی کے ساتھ قطرے لٹاتے تھے؟ وہ کیوں مغرور تھے؟ کیا اس لئے کہ نارنگی کی پہاڑیوں پر چڑھنا، ایک کوڑھی کے سیڑھیوں پر چڑھنے سے زیادہ آسان تھا؟ وہ کیوں مغرور تھے؟ کیا اس لئے کہ سرخ لکیروں والے بِن کھاتے روما کے سنہری زمانے کی شاعری سے زیادہ وجد انگیز اور کیف بار تھے؟ وہ کیوں مغرور تھے؟ امارت کی شوکت و سطوت کا صدقہ ہمیں بتاؤ کہ وہ کیوں مغرور تھے؟

فلارنس کے یہ دونوں فرزند۔ ان دو کٹر یہودیوں کی طرح مغرور اور خود پسند ہوگئے تھے۔ جو اس سرزمینِ شعر و رومان میں رہنے کے باوجود چاندی سونے میں گھرا رہنے کیوجہ سے زرد رو ہوگئے تھے اور جو فقراء کو جاسوس سمجھ کر ان سے ڈر جایا کرتے تھے۔

بِن کھاتے کے خشک اوراق میں ڈوبے ہوئے ایسے غیر شاعر لوگوں نے کس طرح حسین ازبیلا کو شفق کی رنگین دنیا میں دیکھ لیا۔ کیونکہ وہ لورینزو کی نظروں میں کام سے جی چرانے کا جذبہ بھانپ گئے۔ کسطرح مصر کا یہ گرم مزاج فرزند کاہل اور سست نظر آنے لگا؟ تاہم وہ سب کچھ سمجھ گئے۔ تجارہی کبھی کبھی شکار شدہ ہرن کی طرح پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا ہے۔

جب ہزاروں طریقوں سے ان لوگوں کو لورینزو کی محبت کا یقین ہوگیا اور انہیں یہ بھی معلوم ہوگیا۔ کہ انکی بہن اسکی محبت میں اسیر ہے تو ان دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے خوفناک خیالات کا اظہار شروع کردیا۔ آخر لورینزو ان کا غلام کس طرح انکی ہمشیرہ سے محبت کی رنگ رلیوں میں مشغول رہ سکتا تھا۔ کیونکہ وہ چاہتے تھے۔ کہ ازبیلا کسی نواب کی بیوی بنے۔ اور اسکی وساطت سے اس نواب کے زیتون کے درختوں سے فائدہ اٹھانے کی سبیل نکل آئے۔

جب وہ اکٹھے بیٹھتے تو انکی حسد کی چنگاریاں بھڑک اٹھتیں۔ جب وہ تنہا ہوتے تو ہونٹ چباتے رہتے۔ آخر کچھ دنوں کے غور کے بعد انہوں نے ایک تجویز سوچ لی۔ جس سے اس بے وقوف نوجوان کو اسکی غلطی کی سزا دینے کا راستہ پیدا ہو گیا۔ مٹی کے ان سفاک پتلوں نے رحم و کرم کے جگر میں آتش بخنجر بھونک دیئے۔ یعنی انہوں نے لورینزو کو قتل کر کے کسی گھنے اور تاریک جنگل کی ناقابل عبور گہرائیوں میں دفن کر دینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ایک خوشگوار صبح کو جب لورینزو باغ کے پل پر جھکا ہوا۔ . . . آفتاب کی اچھوتی کرنوں میں نہا رہا تھا۔ یہ لوگ شبنم کو اپنے سفاک پاؤں تلے روندتے ہوئے اسکی طرف بڑھے اور بولے "ہمیں افسوس ہے کہ ہم تمہارے اس سکون میں مخل ہوتے ہیں۔ لیکن عقلمندی اسی میں ہے، کہ ایسے ٹھنڈے وقت میں گھوڑے پر زین کس لیجائے۔ ——آج —— نہیں —— اسی وقت ہم اپینائن کی طرف جائینگے اس لئے اس سے پہلے کہ شبنم کے یہ بکھرے ہوئے موتی آفتاب کے طلائی دامن میں سمٹ جائیں، نیچے اتر آؤ۔"

لورینزو نے حسب عادت بڑی خندہ پیشانی سے ناگن کے ان زہریلے بچوں کا استقبال کیا۔ اور جلدی جلدی پیٹی، نیزہ اور شکار کے دیگر سامان سے مسلح ہونے کیلئے اندر چلا گیا۔

صحن میں سے گزرتے وقت وہ ہر قدم پر ٹھہرتا تا کہ اگر اس کے دل کی ملکہ مصروف نغمہ طرازی ہو تو مترنم آواز اس کی سماعت میں محفوظ ہو جائے۔ یا کم از کم ان ہلکے قدموں کی چاپ سنائی دے دے وہ اسی طرح اپنے جذبات کی فضاؤں میں اڑتا ہوا جا رہا تھا کہ اوپر کی منزل میں ایک نقرئی قہقہہ گونجا —— ایک ترنم ریز و موسیقی نما قہقہہ! اس نے اوپر دیکھا، ازبیلا کا دمکتا ہوا چہرہ اپنے عفت مآب دامن میں مسکراہٹوں کی جنتیں... سمیٹے دریچے کے رخنے میں سے جھانک رہا تھا۔

"پیاری ازبیلا!" اس نے کہا "مجھے خوف تھا کہ کہیں تمہیں صبح بخیر کہنے کی سعادت سے بھی محروم نہ کر دیا جاؤں۔ آہ! اگر تین گھنٹوں کے قلیل وقفے کی جدائی قلب و جگر کو غم و اضطرار کی چکی میں پیس سکتی ہے، تو تم سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جانا کسقدر جانسوز ہوگا لیکن فکر مت کرو، ہم بھی روز روشن کی طرح جدائی کی بھیانک تاریکیوں میں نہا کر اور زیادہ نورانی ہو جائیں گے۔ خدا حافظ پیاری میں جلد آجاؤں گا!"

ازبیلا نے کہا "خدا حافظ!" اور جب لورینزو جانے کے لئے مڑا تو ازبیلا کے ہونٹوں پر ایک وجد آور نغمہ تھرک رہا تھا۔

اس طرح دونوں بھائی اور بدنصیب محب فلارنس کی حسین وادیوں میں سے ہوتے ہوئے اسطرف چل دیئے۔ جہاں آرنو ندی اپنی اٹکھیلیوں سے ترنم کے دریا بہاتی لہروں کی متراس سے کائی کو کاٹتی سیدھے کناروں میں سے ہوتی ہوئی گزرتی ہے۔ دونوں بھائیوں کے گھبرائے ہوئے چہرے یکسر زرد ہو گئے تھے۔ لیکن لورینزو کے چہرے پر پاک محبت کا لافانی نور کھیل رہا تھا، وہ اس ندی پر سے گزر کر ایک بھیانک جنگل میں پہنچ گئے۔ جس کی عالمگیر خاموشی خوفناک کارروائیوں کے لئے موزوں ترین تھی۔

اسی جگہ لورینزو کو قتل کر کے دفن کر دیا گیا۔ آہ اس جنگل کی تاریک وسعتوں میں محبت کے ایک عظیم الشان شعلے کو بجھا دیا گیا افسوس! جب روح اس طریقے سے عناصر کی قید سے آزاد کر دی جائے، تو وہ گناہ سے شکاری کتوں کی طرح بیقرار ہو جاتی ہے۔ ان قاتلوں نے اپنی تلواروں کو ندی کے پانی سے دھو لیا: اور گھوڑوں کے پہلوؤں کو اپنی گھبرائی ہوئی ایڑوں سے زخمی کرتے ہوئے گھر کی طرف چل دیئے۔ دونوں قتل کے نشے میں سرشار تھے۔

گھر پہنچ کر انہوں نے اپنی بہن کو بتایا، کہ لورینزو کو کسی ضروری کام کیوجہ سے یکایک جہاز پر سوار ہو کر غیر ممالک میں جانا پڑا ہے بدنصیب لڑکی بیوگی کا لباس پہن لے۔ اور خدائے امید کے بے درد پنجوں سے دور بھاگ جا۔ آج تو اسے نہ دیکھ سکے گی، اور نہ کل، وہ تیری طرف دیکھ کر مسکرائے گا۔ اور پرسوں کا دن تیرے لئے آنسوؤں اور سسکیوں کا دن ہوگا۔

وہ اس خوشی کے لئے آنسو بہا رہی ہے۔ جو اسے کبھی بھی حاصل نہ ہوگی۔ وہ روتی رہی، یہاں تک کہ شام کے دھندلکے نے دنیا کو اپنے سائے میں لے لیا۔ اور پھر —— آہ! وہ محبت کے پھولوں پر سونے کی بجائے فراوانیٔ دولت کے طلائی کانٹوں پر تڑپتی رہی۔

اسکی نگاہیں شام کی بڑھتی ہوئی تاریکیوں میں اپنے محبوب کا سراپا دیکھتی رہیں... بار بار ایک ہلکی آہ اس کے ہونٹوں تک آکر دم توڑ دیتی۔ وہ اپنے حسین اور متناسب بازو ہوا میں پھیلاتی اور اپنے بستر پر لیٹ کر زیر لب کہتی "یہاں ہو، آہ کہاں ہو؟"

جس طرح خزاں کے وسطی زمانے میں دور سے سرما کی خوفناک جھنکاریں سنائی دینے لگتی ہیں اور لگرمشرق کی سنہری تاریں

سے ایک مسلسل کھیل میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور جھاڑیوں اور پتوں میں موت کے ساتھ آنکھ مچولی کھیلنے لگتا ہے۔ تاکہ اپنے مشرقی غار سے نکلنے سے پہلے عریاں ہو جائے۔ اسی طرح حسین ازبیلا آہستہ آہستہ حسن کی بلندیوں سے گرتی گئی۔

کیونکہ لورینزو واپس نہیں آیا تھا۔ وہ کبھی کبھی اپنی زرد آنکھیں کو قابو میں رکھنے کی ناکام کوشش کرتے ہوئے اپنے بھائیوں سے پوچھتی کہ لورینزو کو کونسا ایسا کام تھا۔ جس نے اسے اتنی دیر تک غیر ملک میں روک رکھا ہے۔ اور وہ اسے خاموش کرنے کیلئے ایک فرضی قصہ سنا دیتے۔ لیکن انکی زندگی کا تاریک گناہ کثیف دھوئیں کی طرح انکی زندگی کے ہر شعبہ پر مسلط ہو چکا تھا۔ اور وہ رات کو سوتے وقت اپنی بہن کو ہر فانی کفن میں لپٹا ہوا دیکھ کر چیخ اٹھتے

وہ اس نشہ آور بے خودی سے مر گئی ہوتی۔ لیکن ظالم تقدیر نے اسے دنیا کی خوفناک ترین چیز کے دیکھنے کے لئے زندہ رکھا۔ یہ چیز تھی ایسی روا کے ایک ایسے گھونٹ کی طرح جو موت کی سسکیاں لیتے ہوئے بیمار کو چند لمحوں کے بعد کفن کی خوفناک چادر میں لپیٹ لے.... ایک بھید بھالے کی طرح جو دھوئیں سے بھرے ہوئے کمرے میں سوتے ہوئے ریڈ انڈین کو ایک بے پناہ چبھن کے ساتھ بیدار کر دے۔ اور اسے ذہنی کرب کا احساس کرا دے۔

یہ ایک خواب تھا ـــــ آدھی رات کی بھیانک تاریکیوں میں اس نے دیکھا کہ لورینزو اسکی چار پائی کی پائنتی پر کھڑا ہے۔ اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کی برکھا لگ رہی ہے۔ جنگلی قبر کی خوفناک افسردگی نے اس کے پاؤں کی وہ چمک دمک چھین لی تھی۔ جو کبھی سورج کی آنکھ کو منور کر دیتی تھی۔ اس کے ہونٹوں پر موت کی سرد مہر ثبت ہو چکی تھی۔ اسکی آواز کا ترنم لٹ گیا تھا۔ اور اس کے خوبصورت گوشوارے آنسوؤں کیوجہ سے دلدل معلوم ہونے لگے تھے۔

جب زرد و افسردہ سائے نے بولنے کے لئے زبان کھولی تو ازبیلا کو اس کی آواز میں اجنبیت سی محسوس ہونے لگی۔ اسکی رفعت خیز آواز زندگی کی روانی اور تماس کو واپس لانے کی بے سود کوشش میں مصروف تھی۔ ازبیلا اس آواز کے ترنم کو دوبارہ سننا چاہتی تھی۔ اس آواز میں رعشہ زدہ فرزوں کے بربط کے شکستہ تاروں کی درد انگیز کپکپاہٹ پنہاں تھی۔ اس میں سے ایک بڑا ہی دھیما ترنم سنائی دیا۔ جو آدھی رات کے وقت آتش فشاں پہاڑ کے شعلوں میں سے گزرنے والے تیز ہوا کے جھونکوں کی آواز سے مشابہ تھا۔

اسکی آنکھیں اگرچہ دہشت ناک تھیں۔ تاہم ان میں محبت کی چمک ابھی تک مستور تھی۔ اسی سحر آفریں چمک نے اس ننھی بدنصیب لڑکی کو خوف و ہراس کے پنجوں سے بچا لیا۔ لورینزو کی روح تاریک ماضی پر سے خوفناک پردے اٹھاتی رہی۔ غرور و نخوت کے قاتلانہ عزائم جنگل کی تاریک چھت ـــــ اور مٹی کی سرد غار ـــــ جہاں اسنے ایک ملاکے بغیر اپنے آپ کو خونی برچھیوں کے حوالے کر دیا تھا۔

اس نے یہ بھی کہا "میری پیاری ازبیلا! میرے سرہانے سرخ جنگلی بیر ہیں۔ اور میری پائنتی پر بڑے بڑے پتھر رکھے ہوئے ہیں۔ میرے ارد گرد چشموں کے درخت سوکھے پتوں اور خار دار پھلوں کی بارش کرتے ہیں بھیڑوں کے ریوڑ کی آواز دریا کے اس پار سے میری آرامگاہ تک آتی ہے آؤ اور میری سونی قبر پر ایک آنسو بہا جاؤ۔ تمہارا یہ آنسو میری موت کی ساری تلخیاں دور کر دے گا

"اب میں ایک سایہ بن گیا ہوں۔ افسوس، افسوس! اور انسانی فطرت کے بعید ترین گوشوں میں تنہا ہوں۔ میرے ارد گرد زندہ انسانوں کی دھیمی آوازیں بند ہو جاتی ہیں۔ اور میں تنہا مقدس گیت گاتا ہوں۔ شہد کی چمکدار مکھیاں بھنبھناتی ہوئی مرغزاروں کی طرف جاتی ہیں۔ اور بیشمار گرجوں کی مترنم آوازیں زندگی کی یاد کو تازہ کر کے میرے سینے میں بھالے بھونک دیتی ہیں۔ اب یہ سب آوازیں میرے لئے غیر مانوس ہو جاتی ہیں۔ اور تم مجھ سے بہت دور زندگی کی رنگین وادیوں میں رہتی ہو۔

میں جانتا ہوں کہ ماضی میں کیا ہوا تھا۔ اور حال بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے۔ اگر روحیں غصے سے دیوانی ہو سکتی ہیں، تو میں بھی بہت جلد پاگل ہو جاؤں گا۔ باوجودیکہ میں زندگی کے لذائذ کو بھولتا جا رہا ہوں، تمہارے چہرے کی یہ افسردگی میری قبر کو اس طرح منور کر دیتی ہے۔ گویا نورانی سمندر کا کوئی طلسمی ہیرا میرے پاس ہو۔ تمہارے چہرے کی زردی میرے دل و دماغ کو مسرت کے لافانی نور سے بھر دیتی ہے۔ تمہارا حسن میری رگ رگ پر مسلط ہو جاتا ہے۔ اور میں ایسا محسوس کرنے لگتا ہوں کہ محبت فولادی بھالوں کیطرح میری روح میں پیوست ہو جاتی ہے"

روح نے ایک ولدوز آہ بھر کر کہا "الوداع" جس طرح پُر از آلام زمانہ، اور سعی نامشکور کا خیال ہماری جوانی کی راتوں سے نیند چھین کر ہمیں موسیقی کے زیر و بم میں پناہ لینے پر مجبور کر دیتا ہے اور پر کیف دھندلکا پیچ و تاب کھانے لگتا ہے۔ اسی طرح روح بھی تحلیل ہو گئی اور تاریک فضا میں ایک ہلکا سا ارتعاش چھوڑ کر غائب ہو گئی۔ مغموم ازبیلا کی آنکھوں میں درد ہونے لگا۔ اور وہ پو پھٹے تک تارے گنتی رہی۔

"ہا ہا" اس نے کہا "میں زندگی کے ان شدائد سے ناآشنا تھی۔ میرا خیال تھا، کہ دنیا کا سب سے بڑا دکھ معمولی سی خلش سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا میں سمجھتی تھی، کہ قسامِ ازل نے کسی خوشی کے وقت یا اپنی مخالف قوتوں سے لڑتے وقت جوش میں آ کر ہم دونوں کی مسرت کا بہترین حصہ بخشا ہے لیکن مجھے اب معلوم ہوا ہے، کہ اس دنیا میں جرائم بھی ہیں۔ ایک بھائی کا خونچکاں خنجر بھی ہے! عزیز روح! تم تمہاری معصومیت کو چالاکی میں بدل دیا ہے۔ میں آؤں گی تمہاری آنکھوں پر بے شمار بوسوں کی بارش کروں گی۔ اور صبح شام آسمان کی بلندیوں پر تیرا استقبال کیا کروں گی"

پوچھنے سے پہلے اس نے پوشیدہ طور پر اسی جنگل میں جانے کا طریقہ سوچ لیا۔ اس نے یہ بھی سوچ لیا۔ کہ کس طرح وہ عزیز ترین مٹی ڈھونڈ لے گی۔ ان ذروں کو کس طرح میٹھی لوریاں سنائے گی۔ اور پھر جب اس خواب کی تعبیر اسکی آنکھوں کے سامنے آ جائے گی۔ تو کیونکر۔ اسکی مختصر غیر حاضری معاف کر دی جائے گی۔ یہ سوچکر اس نے ایک بوڑھی آیا کو ساتھ لیا، اور اس گھنے تاریک جنگل کی طرف چل دی۔

دیکھئے وہ ندی کے کنارے کنارے چلتے ہوئے کس طرح بڑھیا کے کانوں میں ہولے ہولے باتیں کرتی ہے۔ اور پھر کس طرح سہمی ہوئی آنکھوں کے ساتھ چاروں طرف دیکھ کر اسے ایک خنجر دکھاتی ہے "بیٹا یہ کیسا کا فرانہ شعلہ تیرے سینے میں بھڑک رہا ہے —— یہ تمہارا بار بار مسکرانا کسی خوشی کا آئینہ دار ہے؟" شام تک انہوں نے لورینزو کی خاکی آرامگاہ کو ڈھونڈ نکالا۔ پتھر کے ٹکڑے بھی وہیں تھے۔ اور سرخ جنگلی بیر بھی!

کون ایسا متنفس ہے، جو سرسبز قبرستان میں نہیں گیا۔ اور جس کا تصور ایک عظیم الجثہ چھچھوندر کی طرح مٹی کے ڈھیروں اور سنگین پردوں میں سے گذرتا ہوا کھوپری کی سوختہ استخوان اور کفن میں لپٹی ہوئی گلی سڑی ہڈیوں کو دیکھنے کے لئے قبر کے اندر نہیں پہنچا۔ اور پھر موت کے منحوس سایے تلے آ کر بگڑی ہوئی صورتوں کو ترحم خیز نظروں سے دیکھ کر انہیں دوبارہ زندگی و روح سے آشنا کرنے کے لئے بے چین نہیں ہو گیا۔ لیکن یہ سب بے چینی اور حسرت اس جذبہ کرب کے سامنے ہیچ ہو جاتی ہے۔ جو ازبیلا نے لورینزو کے قریب دوزانو ہوتے وقت محسوس کیا۔

اس نے تازہ کھدی ہوئی مٹی کی طرف دیکھا۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ ایک ہی نظر میں سارے راز طشت ازبام ہو گئے ہیں۔ جس طرح نگاہیں کنوئیں کے شفاف پانی کی تہہ میں سب کچھ صاف دیکھ لیتی ہیں، اسی طرح ازبیلا نے بھی قبر کی گہرائیوں میں دبے ہوئے زرد اعضاء کو صاف دیکھ لیا۔ وہ اس خوفناک مقام پر کھڑی ہوئی کسی خشک جھیل کا مرجھایا ہوا کنول نظر آتی تھی۔ وہ چند لمحوں کیلئے کھڑی رہی، پھر دفعتاً جھکی اور بے پناہ مسرت سے زمین کھودنے لگی۔

جلد ہی اس مٹی میں سے ایک دھبہ دار دستانہ برآمد ہوا جس پر ازبیلا کے اپنے ہاتھوں سے سرخ ڈورے سے مختلف نقوش کڑھے ہوئے تھے۔ ازبیلا نے سنگ مرمر سے زیادہ سرد ہونٹوں کے ساتھ اسے چوم کر اپنے سینے کے پاس رکھ لیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ بچے کو بہلانے کا یہ معمولی کھلونا اب سرد ہو کر ہڈیوں میں جم گیا ہے۔ لیکن پھر بھی ازبیلا اپنے کام میں مشغول رہی۔ اور بکھری ہوئی زلفوں کو ماتھے پر سے ہٹانے کے سوا وہ ایک لمحے کے لئے بھی نہ رکی۔

بوڑھی آیا دیر تک قریب کھڑی دیکھتی رہی۔ آخر اس کا دل اس روح خراش منظر کو دیکھ دیکھ کر پانی پانی ہو گیا۔ اور اس نے بھی اپنے برف جیسے سفید بالوں کے ساتھ جھک کر اس وحشت زا کام میں ہاتھ بٹانا شروع کر دیا۔ آخر تین گھنٹے کی مسلسل محنت کے بعد قبر کا نچلا حصہ برآمد ہوا۔ کسقدر خوفناک منظر تھا! لیکن ازبیلا کی آنکھوں میں اب بھی کوئی آنسو نہیں تھا۔

پرسیئس کی تلوار سے بھی زیادہ کند آلے کے ساتھ ان لوگوں نے کسی غیر انسانی مخلوق کا سر نہیں کاٹا تھا۔ بلکہ یہ سر تھا۔ ایک ایسے شخص کا جو موت کے بعد بھی اسی طرح حلیم الطبع معلوم ہو رہا تھا۔ جسطرح وہ زندگی میں تھا۔ پرانے زمانے کے شعراء کا قول ہے۔ کہ محبت کبھی نہیں مرتی، بلکہ یہ لافانی شہزادی ابدالآباد تک زندہ رہتی ہے۔ لیکن اگر محبت کا مجسمہ موت کے ہاتھوں ٹکڑے ٹکڑے ہو بھی سکتا ہے تو ازبیلا انہیں ٹکڑوں پر بوسوں کی بارش کرتی رہی۔ اور ہولے ہولے آہیں بھرتی رہی۔ یہ محبت کا دیوتا تھا —— سرد مردہ۔ لیکن اب بھی اسکی حکومت دل پر تھی۔

وہ اسے پوشیدہ طور پر لے گئی۔ اور یہ بیش بہا خزانہ ازبیلا کے لئے وقف ہو گیا۔ اس نے طلائی کنگھی سے اس کے ایستادہ بالوں کو سنوارا آنکھوں کے سیاہ حلقوں کے اردگرد نوکیلی بھنویں تیروں کی طرح تن کر کھڑی ہو گئیں۔ بہتے ہوئے دھارے کی طرح ٹھنڈے آنسوؤں سے اس نے کٹی ہوئی گردن پر چمٹے ہوئے گوشت کے بدنما لوتھڑوں کو صاف کر دیا وہ ہر لحظہ ان بالوں میں کنگھی کرتی، اور آہیں بھرتی —— وہ ہر لمحہ اس پر بوسوں کی بارش کرتی اور آنسو بہاتی۔

پھر اس نے اس سر کو ایک ریشمی رومال میں لپیٹ دیا۔ جو ابر بہار کے خوشبودار پھولوں سے مشام نواز عطر میں بسایا گیا تھا۔ ازبیلا نے اس معطر خزانے کو ایک پیالے میں رکھ دیا۔ اور اسے باغ کے ایک گھنے

میں دفن کر دیا۔ اس میں اس نے ریحان کے نزہت بیز پھول اگائے جو اس کے آنسوؤں سے ہمیشہ تر رہتے تھے۔

چاند سورج ستاروں کا عکس بھی اس کے ذہن سے مٹ گیا۔ ہرے درختوں کی جھومتی ہوئی ٹہنیوں پر جھکا ہوا نیلگوں آسمان اس کے دماغ سے محو ہو گیا۔ وہ پانی سے بھری ہوئی شفاف جھیلوں کو بھول گئی اور سرد خزاں کی تند و تیز ہوائیں اس کے لئے بے معنی ہو گئیں لیکن ریحان کے خوشبودار پھول ہر وقت اسکی آنکھوں کے سامنے رہتے۔ وہ انہیں اپنے آنسوؤں سے سیراب کرتی رہتی۔

کئی دن گزر گئے۔ اور وہ برابر اس نازک پودے کو اپنے نازک آنسوؤں سے سینچتی رہی، یہاں تک یہ پودا خوب پھول کر تر و تازہ ہو گیا یہ پھول اتنے خوبصورت اور خوشبودار تھے۔ کہ فلارنس بھر میں ان کا مثل ملنا ناممکن تھا۔ کیونکہ یہ پھول خوراک حاصل کرتے تھے۔ انسانی خون سے اور ایک انسان کا فنا ہوتا ہوا سر کھاد کی طرح استعمال ہو رہا تھا الغرض یہ قیمتی ہیرا عنبر بار ہستیوں کی صورت میں پھوٹ پڑا۔

اے حزن کے دیوتا! چند لمحوں کے لئے ٹھہر جا۔ موسیقی ——موسیقی! ملال کی آہیں بھرا اے آہ کی دیوی! اے حزن و ملال کے شعلو! اپنے سر اٹھاؤ اور مسکراؤ۔ اپنے افسردہ سر اٹھاؤ اور اپنے خوفناک صندوق میں زرد روشنی کے دھبے بکھیر دو۔ تاکہ تمہارے افسردہ مزار نقرئی روشنی کے دہشت افزا دھبوں کے سایوں میں آ جائیں۔

اے افسردگی کی تانو! غمزدہ میلپائن کی گلے کی آہیں بنکر نکلو! بربطِ کے المیہ تاروں پر تھرتھراؤ اور اس کی موسیقی میں اسرار کی شراب بھر دو۔ کیونکہ سادہ دل ازبیلا جلد سے جلد موت کے کریہہ جبڑوں میں جانے والی ہے۔ وہ ایک ایسے کھجور کی طرح مرجھا رہی ہے۔ جس کو کسی ظالم نے اسکے خوشبودار شہد کے لئے کاٹ دیا ہو۔

آہ! چھوڑ دیجئے۔ اس کھجور کو مرجھا کر سوکھ جانے کیلئے اور موت کے دکھیا سانسوں میں سردی کی منجمد کر دینے والی تندی کو اس کے قریب نہ آنے دیجئے! اس کے بھائیوں! دولت کے کتوں نے اسکی مردہ آنکھوں میں سے بہتے ہوئے آنسوؤں کے مسلسل تار کو دیکھ لیا۔ اس کے رشتہ داروں میں سے چند تجسس عفریت حیرت میں تھے۔ کہ حسن و جوانی کا ایسا مرکز ایک نواب کی ہونے والی بیوی کے ہاتھوں یوں مٹی میں مل رہا ہے۔

اسکے بھائیوں کو یہ حیرت تھی۔ کہ وہ کیوں ریحان کے پودے کے قریب جھکی رہتی ہے۔ اور کیوں یہ پھول اس سرعت سے بڑھ رہے ہیں۔ کہ ان کے جادو کے پھولوں کا گمان ہونے لگتا ہے۔ یہ عجیب و غریب باتیں ان کی سمجھ سے کوسوں دور تھیں۔ انہیں کسی طرح بھی یہ یقین نہیں آ سکتا تھا۔ ریحان کا یہ ننھا جام ازبیلا کو اپنی حسین جوانی اور مسرت سے چھلکتی ہوئی عمر بلکہ گذشتہ محبت تک کو بھلا دینے کی قوت رکھتا ہے۔

اس لئے وہ اس راز کو طشت از بام کرنے پر تل گئے۔ وہ دیر تک کسی موزوں موقع کی بے سود جستجو کرتے رہے لیکن ازبیلا ہر وقت پودے کے قریب بیٹھی رہتی تھی۔ نہ ہی وہ گرجے میں جاتی، اور نہ ہی بھوک و پیاس کی بھیانک اسے اس جام سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوتیں، اگر وہ کہیں جاتی، تو اس پرند کی طرح، جو اپنے انڈوں پر واپس آنے کیلئے بیقرار ہے، فوراً واپس چلی آتی۔ وہ مرغی کے صبر و سکون کے ساتھ ریحان کے پھولوں کے قریب بیٹھی اپنی آنکھوں سے آنسوؤں کی برکھا برساتی رہتی!

لیکن اس حفاظت کے باوجود ان ظالموں نے جامِ ریحان چرا کر اسے کسی خفیہ مقام پر لے جانے کا انتظام کر لیا۔ پیالے کے اندر رکھی ہوئی چیز گرگائی کی سبزی اور زرد دھبوں سے ناقابلِ شناخت ہو چکی تھی۔ تاہم ان کی نظریں تاڑ گئیں۔ کہ یہ لورینزو کا سر ہے۔ انہیں قتل کا معاوضہ مل گیا، اس لئے وہ اسے ساتھ لیکر فلارنس سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے چلے گئے۔ وہ ایک بیگناہ کے قتل کا بوجھ کندھوں پر اٹھائے غریب الوطنی کی ٹھوکریں کھانے کیلئے فلارنس سے نکل گئے۔

اے حزن کے دیوتا! آنکھیں پھیر لے اس طرف سے موسیقی! موسیقی! المیہ نغمے الاپ، افسردگی کے شعلو۔ "الوداع" نہ گاؤ۔ کیونکہ ازبیلا حسین ازبیلا ایک بڑی ہی غیر مکمل موت مرے گی۔ یہ ظالم اس سے جامِ ریحان بھی چھین کر لے گئے ہیں——

وہ مردہ اور بے رُوح چیزوں کی طرف ترحم خیز نظروں سے دیکھتی ہوئی اپنے گمشدہ جامِ ریحان کا پتہ پوچھتی، وہ اپنی آواز کے الم انگیز تاروں پر گاتی، اور آوارہ راہرو سے پوچھتی کہ اسکا جامِ ریحان کہاں ہے۔ اور وہ کیوں اسکی نظروں سے چھپا دیا گیا ہے؟ "یہ کسقدر ظلم ہے"۔ وہ کہتی "میرا جامِ ریحان بھی مجھ سے چھین لیا گیا"!

وہ آخری دم تک جامِ ریحان مانگتی، تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ فلارنس میں کوئی متنفس ایسا نہ تھا، جس نے اس کی محبت کی پائمالی پر آنسو نہ بہائے ہوں۔ اس کی کہانی کی افسردہ پری لوگوں کی زبانوں پر سے اڑ کر سارا شہر پر چھا گئی۔ اب تک گاؤں میں یہ گیت سنا جاتا ہے "آہ! یہ کتنا ظلم ہے۔ میرا جامِ ریحان بھی مجھ سے چھین لیا گیا"!

اثر چکوالی

دعوتِ رنگیں

آ، دادِ حُسن و عشق دیں تاروں کی چھاؤں میں

رُسوائی کے خیال کو دل سے نکال کر
مجبوریوں کو کیف کے سانچے میں ڈھال کر
رسم و رہِ حیات کو ٹھکرا کے بیدریغ
مستی میں جھوم جھوم کے لہرا کے بیدریغ
چہروں پہ لے کے تازہ امنگوں کا نور سا
دل میں بسا کے اک جہاں کیف و سرور کا
اُلفت کی آگ سے غمِ ہستی کو پھونک کر
عقل و شعور و ہوش کی بستی کو پھونک کر
میٹھے سروں میں گا کے محبت کی راگنی
دوڑا کے ہر نفس میں جوانی کی لہر سی
آنکھوں میں لے کے ایک صنم خانۂ نشاط
بے احتیاطیوں میں بہا کر ہر احتیاط!!
کیفیتِ جنوں کی شرابوں سے جھوم کر
اک دوسرے کو فرطِ محبت سے چوم کر

آ، دادِ حسن و عشق دیں تاروں کی چھاؤں میں

میرزا ادیب

ایک شام

"کریمن!"

شیخ صاحب کی گرجتی ہوئی غضبناک آواز فضا میں گونجی۔ بوڑھی کریمن کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا، اور وہ کونے میں دبک کر سہمی نظروں سے" اوہ ننھی پتلی کو دیکھنے لگی۔

"اب تمہارا کیا کام یہاں؟" شیخ صاحب اپنی چھڑی گھماتے ہوئے بولے

"بیمار تھی شیخ جی۔" بڑھیا نے نحیف و نزار آواز میں کہا

"بیمار؟ ہر روز یہی بہانہ بے شرم کہیں کی!"

"بیمار تھی شیخ جی —— سچ کہتی ہوں"

"اور میں بھی سچ کہتا ہوں اب تو یہاں نہیں رہ سکتی منیر! فیروزہ سے کہدو اس کا حساب صاف کردے۔ ہم باز آئے اس ملازمہ سے"

کریمن کے ہاتھ سے رسی کا گچھا جس سے وہ پتیلی مانجھ رہی تھی زمین پر گر پڑا، اور اسے ایسا محسوس ہوا کہ وہ کسی تاریک کنوئیں میں گر پڑی ہے اس کے آقا کی غضبناک آواز اس کے کانوں میں اس طرح گونج رہی تھی، جس طرح آندھی کے تیز و تند جھونکے قبرستان کی کسی پرانی اور ٹوٹی پھوٹی دیوار سے ٹکرا کر شور پیدا کر رہے ہوں۔

"ایک دن بہانہ۔ دو دن بہانہ۔ مگر تم تو پکی بے شرم ہو چکی ہو جس وقت لوگ کام کر کے گھروں کو جاتے ہیں۔ اس وقت آپ مٹک مٹک کر کام کرنے کے لئے تشریف لاتی ہیں۔ مہربانی کر کے ہمیں اب معاف کیجئے"

بڑھیا نے بولنا چاہا، عذر پیش کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کی آواز رک گئی، اس نے سرد آہ بھری، اور اس کے تمام جذبات آنسوؤں میں تبدیل ہو کر اسکی پلکوں پر اس طرح لرزنے لگے، جس طرح چاند کے قریب گذرتے ہوئے کسی سیاہ بادل کا کوئی گوشہ روشن ہو جائے۔

دو چار اور باتیں کر کے شیخ صاحب اپنے کمرے میں چلے گئے۔ اب دالان میں سوائے کریمن کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ دو تین منٹ وہ گم سم پتھر کی مورتی بنی بیٹھی رہی۔ اسکی نگاہوں کے سامنے فضا میں تاریکی کے بادل منڈلاتے رہے۔ نہ معلوم وہ کب تک اس طرح بیٹھی رہتی، کہ منیر نے اس کے ہاتھ میں چند مختلف قسم کے سکے رکھ دیئے۔ یہ بوڑھیا کی کئی راتوں اور کئی دنوں کی محنت شاقہ کا نتیجہ تھا۔

"یہ چار روپے سات آنے ہیں" منیر نے کہا

اس کے جواب میں بڑھیا نے سکوں کو ایک میلے کچیلے رومال میں باندھ کر جیب میں ڈال لیا۔

"نو آنے انہوں نے کاٹ لئے ہیں" منیر نے سرگوشی کے لہجے میں کہنا شروع کیا" وہ کہتے ہیں تم نے ایک پلیٹ اور ——"

بڑھیا نے آہ بھری، ایک قطرہ اشک اس کی آنکھوں سے نکل کر اس کے رخسار کی جھریوں میں ڈوب گیا۔

"اب تم چلی جاؤ گی اماں!"

"ہاں بیٹا! مجھے جانا ہی پڑے گا۔ انہوں نے مجھے نکال دیا ہے۔ اپنے گھر سے نکال دیا ہے" یہ کہکر بڑھیا اٹھی اور دروازے کی طرف چلنے لگی منیر وہیں کھڑا رہا۔ یکایک اوپر سے شیخ صاحب کی آواز آئی "اوپر آؤ منیر!" منیر جلد جلد قدم اٹھاتا ہوا سیڑھیوں کی طرف جانے لگا۔ بڑھیا نے دروازے کے پاس پہنچکر دیواروں پر، کھڑکیوں پر، اور فرش پر الوداعی حسرت انگیز نظر ڈالی، اور دروازے سے نکلنے لگی۔ اوپر کھڑکیوں کو جنبش ہو رہی تھی بیگم صاحبہ اور دوسرے گھر کے آدمی بدقسمت بڑھیا کو رخصت ہوتے دیکھ رہے تھے۔ مگر شیخ صاحب کے ڈر سے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکال سکتے تھے۔

آج سے نو سال قبل بڑھیا بڑے آرام اور چین کے ساتھ زندگی بسر کر رہی تھی۔ یکایک اس کا وفادار رفیق حیات جس نے بیس سال تک اس کی زندگی کا ساتھ دیا تھا، چند ہفتے بیمار رہ کر چل بسا۔ کریمن کی دنیا اندھیرے میں ڈوب گئی۔ مگر اس اندھیرے میں بھی روشنی کی ایک لہر نمودار تھی اور یہ روشنی کی لہر اس کا چودہ سالہ بیٹا تھا۔ اس کی تمام دنیا سمٹ سمٹا کر بیٹے کے وجود میں سما گئی تھی۔ بیٹا ہی، شوہر کی وفات کے بعد اسکی تمام امیدوں کا مرکز، اسکی تمام مسرتوں کا سرچشمہ تھا۔ ریاض ہی اسکی تاریک دنیا کو روشن کر رہا تھا۔ ریاض ہی کے دم سے وہ زندہ تھی —— زندہ رہنے کی آرزو مند تھی۔ مگر بدقسمتی نے دوبارہ حملہ کیا۔ اور یہ حملہ پہلے حملے سے زیادہ شدید، زیادہ بے رحمانہ، اور زیادہ تباہ کن تھا۔ اسکا نوجوان بیٹا ...... مسلسل نو ماہ بیمار رہ کر دنیا سے رخصت ہو گیا۔ گھر میں جو کچھ اثاثہ تھا، وہ بیٹے کی بیماری پر اٹھ گیا، اور جب بیٹے نے دنیا سے منہ موڑا، تو گھر میں ایک پیسہ بھی نہ تھا۔ ایک

سال تک تو زخم نصیب بیوہ گھر کے برتن وغیرہ بیچ بیچ کر گزارہ کرتی رہی اور پھر بالکل محتاج ہو کر شیخ صاحب کے یہاں ملازم ہو گئی۔ اس طرح بیوہ کے ماتمی دن گزرنے لگے۔ کریمن نے انتہائی کوشش کی کہ اس کے فرائض میں ذرہ بھر کوتاہی نہ ہو۔ مگر بوڑھے بازو مشین نہیں بن سکتے تھے شیخ صاحب کبھی کبھی اسے جھڑکنے لگے۔ اور یکایک ایک دن یہ معاملہ جھڑک سے آگے نکل کر گالی گلوچ تک جا پہنچا۔ بات یہ ہوئی کہ ملک خدا بخش اپنا مکان بیچ کر جہلم چلے گئے۔ اور جاتی دفعہ اپنی نوکرانی کو جواب دے دیا ان کی نوکرانی نازو اپنے شہر میں جانے سے پہلے دو ایک دن کے لئے شیخ صاحب کے ہاں کام کرنے ٹھہر گئی۔ شیخ صاحب کو نازو کا کام بہت پسند تھا۔ کیونکہ وہ نوجوان تھی۔ بات کرنے کا سلیقہ جانتی تھی، اور کام بھی نہایت احتیاط کے ساتھ کرتی تھی! ادھر یہ بیوہ تھی، کمزور بوڑھی، اور بیمار منیر نے کریمن سے تنہائی میں کہہ دیا تھا۔ "شیخ صاحب نازو کو اپنے ہاں رکھنا چاہتے ہیں ـــــ سمجھ لیا نا ـــــ یہ بات ہے!"

کریمن نے سب کچھ سنا، سب کچھ سمجھا، پھر بھی وہ کام کرتی رہی۔ آخر کام نہ کرتی، تو پیٹ کہاں سے بھرتی۔ مگر دو تین دن سے وہ سخت بیمار تھی، اس لئے وقت کی پابندی نہیں کر سکتی تھی اور اس کا نتیجہ ـــــ آج وہ گھر سے نکال دی گئی۔!

آج اس کی زندگی کا آخری سہارا بھی اس سے چھن چکا تھا ـــــ زندگی کی آخری امید بھی ٹوٹ چکی تھی۔ وہ سرخ چبوترے پر اپنا پاؤں رکھے چند منٹ کھڑی رہی۔ پھر آگے چلنے لگی۔ اس کا دل بے اختیار چاہتا تھا، کہ تنہائی میں جا کر اتنا روئے ـــــ اتنا روئے کہ اس کی زندگی آنسوؤں میں بہ جائے۔ رونے کا خیال آتے ہی اس کی پژمردہ آنکھیں آنسوؤں میں ڈوب گئیں۔ اس نے پھٹی پرانی قمیص کے دامن سے آنسو پونچھے۔ بے کسی کے عالم میں آسمان کی طرف دیکھا۔ اور آگے بڑھنے لگی ـــــ!

سورج غروب ہو چکا تھا۔ اور فضا میں بادل سانپوں کی طرح لہرا رہے تھے۔ سردی اور تاریکی بڑھتی جا رہی تھی۔ تمام کائنات کسی تاریک غار میں جا رہی تھی۔ بیوہ کو پہلے بھی اپنی بدقسمتی کا شدید احساس تھا، مگر اب تو وہ خود کو دنیا کی بدنصیب ترین ہستی سمجھ رہی تھی! بارش ہونے لگی قیمتی کپڑوں میں ملبوس لوگ گھبرا گھبرا کر تانگے والوں کو آوازیں دینے لگے کریمن چلی جا رہی تھی۔ بارش اور سردی کی شدت سے بے نیاز چلی جا رہی تھی۔ بے خودی کے عالم میں اسے یہ بھی احساس نہ ہوا، کہ وہ کہاں جا رہی ہے اور کہاں پہنچ گئی ہے۔ اس کی کوٹھری "چوک رحیم بخش" میں تھی۔ مگر وہ چوک کو بہت پیچھے چھوڑ چکی تھی۔ قادری دروازے کے پاس پہنچ کر وہ ایک دم رک گئی۔ اب اسے احساس ہوا کہ وہ اپنے گھر سے بہت آگے آ گئی ہے وہ دروازے کی دیوار سے پشت لگا کر کھڑی ہو گئی۔ اس سے چند قدموں کے فاصلے پر کوئی شخص اپنے لڑکے کی انگلی پکڑتے تانگے میں سوار ہو رہا تھا یہ منظر دیکھتے ہی اسکی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں۔ وہ تانگہ کو دیکھتی رہی ایک سایہ سا اسکے سامنے پھرتا رہا، اور پھر چاروں طرف تاریکی ہی تاریکی ....! اب اس کے قریب سوائے ایک کتے کے اور کوئی بھی نہ تھا۔ یہ دبلا پتلا زخمی کتا زمین پر دم پھیر پھیر کر چیخ رہا تھا ـــــ ایک اور بدنصیب رُوح۔

بدنصیب بیوہ کا دل بے اختیار چاہتا تھا، کہ زخمی کتے کو اپنے سینے سے لگا لے۔ اپنے سینے سے لگا کر خوب روئے ـــــ بے قرار کتا بارش میں بھیگتا ہوا کہیں چلا گیا! اسکے جانے کے بعد بیوہ کے سر پر پھڑپھڑ کی سی آواز ہونے لگی۔ اس نے اوپر دیکھا۔ ایک ننھا سا پرندہ پر پھڑپھڑا رہا تھا۔ بارش اور تاریکی نے اسے گھونسلے اور بچوں سے جدا کر دیا تھا۔ ایک اور بدنصیب رُوح!

چند منٹ تک بڑھیا سر جھکائے کھڑی رہی۔ پھر اس کے قریب ہی سے آواز آئی۔

"کوئی ہے خدا کا بندہ!"

بڑھیا نے اپنی داہنی جانب دیکھا۔ پانی میں شرابور ایک فقیر آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہا تھا۔

"ہاں بابا!" بڑھیا نے اسکی لاٹھی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ کونسا دروازہ ہے بھائی!"

"قادری دروازہ!"

"قادری ـــــ در ـــــ وازہ!" فقیر نے حیرت و حسرت کے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"تم کہاں جاؤ گے بابا؟"

"چوک رحیم بخش میں مائی بساں کے تنور کے پاس سو رہتا ہوں۔"

"میں لے جاؤں گی تمہیں بابا!"

"آپ ـــــ مائی! بڑی تکلیف ہوگی آپ کو۔ اگر آپ جیسے نیک لوگ دنیا میں موجود نہ ہوں، تو ہم مر جائیں۔ اتنی سردی اللہ پھر بارش، توبہ ہے! آج پیسہ بھی کوئی نہیں ملا۔ تمام رات فاقے میں گذرے گی۔ اچھا رب مالک ہے۔ اسی نے پیدا کیا ہے ـــــ وہی رزق دے گا!"

معاً بڑھیا کی نگاہ فقیر کی پیشانی کے نیچے دو گڑھوں تک پہنچی۔

"بابا تمہیں کچھ نظر نہیں آتا ــــ؟"

"میں اندھا ہوں مائی!"

"اوہو ــــ"

"بچپن میں اندھا نہیں تھا۔"

"پھر اندھے کیونکر ہو گئے؟"

"تقدیر مائی! بیمار ہوا۔ تمام جسم پہ پھوڑے پھنسیاں نکل آئیں۔ اس بیماری میں آنکھوں کا نور بھی جاتا رہا۔"

"تو بابا تمہارا کوئی گھر بار نہیں ہے!"

"میں پہلے فقیر نہیں تھا۔ میرا بیٹا بڑا لائق تھا۔ وہ کماتا تھا اور ہم دونوں کھاتے تھے۔ اسوقت مجھے کھانے کی فکر تھی، نہ پینے کی ــــ"

"تو پھر کیا ہوا ــــ" بڑھیا نے اس کے الفاظ کاٹتے ہوئے پوچھا۔

"میرا بیٹا مر گیا ــــ میں کوڑی کوڑی کو محتاج ہو گیا۔"

"میرا لعل بھی مر گیا تھا بابا!"

"تو تم بھی فقیرنی ہو؟"

"میں فقیرنی ــــ نہ" بڑھیا کا دل بھر آیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ اور عالم تصور میں دیکھنے لگی۔ کہ وہ بارونق بازار میں ہاتھ پھیلائے مانگ رہی ہے:

"تم چپ کیوں ہو گئیں مائی!"

"میں فقیرنی نہیں ہوں۔"

"تو پھر؟"

"میں کچھ بھی نہیں ہوں ــــ میں بدنصیب ہوں۔"

"مجھ سے بھی بڑھ کر بدنصیب ہو مائی؟"

بڑھیا فقیر کے چہرے کو دیکھنے لگی۔ وہ صرف بیٹے سے محروم تھی۔ مگر اس کے سامنے کھڑا ہوا بدنصیب انسان، بیٹے کے علاوہ آنکھوں کے نور سے بھی محروم تھا۔ اس نے فقیر کے چہرے سے نظریں ہٹا لیں۔ چیختا ہوا زخمی کتا، بچوں سے جدا ہو کر پھڑپھڑاتا ہوا پرندہ۔ بھیک مانگ کر پیٹ پالتا ہوا اندھا فقیر ــــ تینوں بدقسمت ہستیاں اس کی نگاہوں کے سامنے رونما ہو گئیں۔ سب کا دکھ اس کی روح میں تحلیل ہو گیا۔ اسے ایسا محسوس ہوا۔ کہ اس کا دل کائنات جتنا وسیع ہو گیا ہے۔ کائنات کا تمام دکھ اس دل میں سما رہا ہے۔

اس نے فقیر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "بابا! تم بڑے دکھی ہو!"

اس کے جواب میں فقیر نے سرد آہ بھری۔

کریمن کے سینے میں چبھن سی ہوئی۔ اس نے جیب سے رومال نکالا۔ اور تمام سکے نکال کر فقیر کے ہاتھ میں رکھ دیئے۔

"یہ کیا؟" فقیر نے سکوں کو ٹٹولتے ہوئے کہا۔

"یہ تم لے لو۔ چار روپے سات آنے ہیں ــــ"

بوڑھا مبہوت و ششدر کھڑا تھا۔

"باندھ لو انہیں!"

"تم ــــ آپ ــــ مائی جی؟"

"مجھے ان کی ضرورت نہیں ــــ" بڑھیا نے کہا۔ اس کی رگ رگ میں مسرت موجزن تھی۔

"آپ کے پاس بڑی دولت ہو گی بہنا!"

بڑھیا کو یہ فقرہ ناگوار گزرا ــــ مگر ــــ!

"چلو بابا، میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں۔ بارش تھم گئی ہے؟"

فقیر نے ایک میلا کچیلا بٹوہ نکالا۔ تمام سکے اس میں ڈال دیئے اور بٹوے کو واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ کریمن نے فقیر کا ہاتھ پکڑا اور چلنے لگی۔

"اب تو کئی ماہ تک تم بھیک نہیں مانگو گے!" کریمن نے کہا مگر فقیر اپنے خیالات میں غرق تھا۔ دونوں اس طرح قدم اٹھا رہے تھے، گویا انسانی دکھ ہاتھوں میں ہاتھ دیئے چلے جا رہے ہیں۔

"آپ کتنی اچھی ہیں مائی جی!"

کریمن کچھ کہنے لگی تھی۔ کہ اس پر کھانسی کا شدید دورہ پڑا، اور جب کھانسی تھمی، تو اس کی ٹھوڑی خون میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ کسی نے اسکا گلا دبوچ لیا ہے۔ سینہ چھل دیا ہے۔

"وہ سامنے ہے ... تن ــــ ور" بڑھیا نے بمشکل کہا۔

"اچھا ــــ خدا تمہارا بھلا کرے۔ میں چلا جاؤں گا۔"

"میں وہاں ــــ تک چھوڑ آؤں ــــ تم ــــ ایں" یہ کہکر بڑھیا نے آگے قدم اٹھایا۔ اور آگے ــــ اور آگے۔

"اب میں چلا جاؤں گا ــــ"

"بہت اچھا بابا ــــ!" کریمن نے کہا اور کھڑی ہو گئی۔ بوڑھا تنور کے قریب پہنچ چکا تھا۔

یکایک کریمن پر کھانسی کا اور شدید دورہ پڑا، اور وہ دھم سے کیچڑ میں گر پڑی۔

فقیر دعائیں دے رہا تھا۔ "مائی جی! خدا تمہارا بھلا کرے۔ تمہیں کوئی دکھ نہ پہنچے۔ ہمیشہ زندہ رہو ــــ خدا دونوں جہان میں بھلا کرے۔"

ادارہ:۔

نقد و نظر

اسلام میں غلامی کی حقیقت (مولفہ سعید احمد ایم اے کتابت وطباعت نہایت اعلیٰ صفحات ۲۶۲۔ سائز کلاں۔ قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے۔ قیمت مجلد سنہری تین روپے۔ ملنے کا پتہ:۔ ندوۃ المصنفین دہلی)

یہ ہماری بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اب ہمارے علماء دین اقتضائے وقت کے مطابق مغربی علوم کی طرف بھی توجہ دے رہے ہیں۔ ورنہ اس سے پیشتر تو علوم مذہبیہ کی تحصیل ہی میں تمام عمر صرف کر دی جاتی تھی۔ اور ہمارے علماء کو یہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا۔ کہ موجودہ دور میں دنیا کس منزل پر جا پہنچی ہے۔ اور سیاسی معاملات کا کیا رنگ ہے! "برہان" کے محترم ایڈیٹر اور اس کتاب کے فاضل مولف جہاں فاضل دیوبند ہیں وہاں مغربی علوم کے بھی متبحر عالم۔ چنانچہ ان کی یہ تالیف ہر لحاظ سے کامیاب اور جامع ہے! فاضل مولف نے سب سے پہلے غلامی کی حقیقت، اس کے نفسیاتی، اخلاقی اور اقتصادی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ دنیا میں غلامی کا آغاز کب ہوا؟ مختلف اقوام عالم میں اس لعنت نے کیا کیا رنگ اختیار کیا۔ اس کے بعد اصل مسئلے کو لیا ہے۔ یعنی "اسلام میں غلامی کی حقیقت" اس سلسلے میں قرآن مجید کی روشنی میں غلامی پر بحث کی ہے۔ کتاب کا وہ حصہ بہت اہم ہے جہاں اسلام اور مسیحیت کا فرق بتاتے ہوئے بعض اعتراضات کا دنداں شکن جواب دیا ہے الغرض کتاب نہایت مفید اور جامع ہے۔ جتنا موضوع اہم ہے، اتنی ہی کتاب کامیاب ہے۔

(م۔ ا)

ضیا کے سو شعر:۔ (مصنفہ ضیا فتح آبادی ایم اے۔ صفحات ۴۴ کتابت وطباعت خوشگوار۔ ملنے کا پتہ۔ گجندر لال سونی، موہن بلڈنگ نزد لائیڈز بنک دہلی۔)

اردو میں متعدد شعرا کے سو منتخب اشعار کے چھوٹے چھوٹے مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔ چنانچہ یہ مجموعہ اردو کے نغز گو شاعر جناب ضیا فتح آبادی کے سو بہترین اشعار پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص کا ذاق علیحدہ ہوتا ہے۔ مگر بعض اشعار ایسے بھی ہوتے ہیں، جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو متاثر کر سکتے ہیں۔ اس مجموعے کے فاضل مرتب بھی اس لحاظ سے بہت حد تک کامیاب ہیں!

ضیا صاحب جو کچھ کہتے ہیں۔ وہ دلی خلوص کے ساتھ محسوس کر کے کہتے ہیں اسی لئے ان کا کلام قارئین پر بہت اثر ڈالتا ہے۔ بعض اشعار ملاحظہ فرمائیے:۔

محفل میں اور کوئی نہیں اپنا راز داں
یہ سوز اک دیا ہے سو وہ بھی بجھا ہوا

اب چمن میں بہار کیوں آئے
اب نہ بجلی ہے اور نہ ہے صیاد

ممکن نہیں کہ حسن نہ لے عشق سے اثر
وہ سامنے تو آئیں ذرا گفتگو کریں

ان کو بھی روندتی ہوئی دنیا چلی گئی
کلیاں سی کچھ کھلی تھیں شب ماہتاب میں

(م۔ ا)

محکومیت نسواں:۔ مصنفہ جان سٹورٹ مل۔ مترجمہ مولوی معین الدین صاحب انصاری صفحات ۱۴۴ کتابت وطباعت جاذب نگاہ قیمت ایک روپیہ۔ ملنے کا پتہ جامعہ ملیہ دہلی)

محکومیت نسواں انگلستان کے مشہور منطقی جان سٹورٹ مل کی وہ شہرہ آفاق کتاب ہے۔ جس نے شائع ہوتے ہی لوگوں کے ذہن میں ایک انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ مل اس امر کا قایل ہے، کہ مرد کسی لحاظ سے بھی عورت پر فوقیت نہیں رکھتا۔ اگر مرد میں چند ایسی . . . . . خصوصیات موجود ہیں۔ جن کی بنا پر وہ عورت سے فائق ہے تو عورت میں بھی متعدد ایسی خوبیاں ہیں، جو اسے مرد کے مقابلے میں فوقیت بخشتی ہیں۔ کتاب چار ابواب پر مشتمل ہے۔ اور ہر باب میں اسی موضوع سے متعلق دلائل دیکر عورت کی فوقیت کو ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

ترجمے کی زبان نہایت شگفتہ اور سلیس ہے۔

جامعہ ملیہ کے کارکنوں نے یہ کتاب شائع کرکے اردو پبلک کو ایک عدیم النظیر فلسفی کے افکار سے واقف کرانے کی نہایت مستحسن کوشش کی ہے

(م۔ا)

ہندوستانی :۔ (کتابت وطباعت نہایت اعلیٰ، صفحات ۸۰۔ قیمت ۱۲/ ۔ ملنے کا پتہ۔ مکتبہ جامعہ دہلی)

آل انڈیا ریڈیو دہلی کے ارباب اقتدار نے "ہندوستانی کیا ہے" کے اہم موضوع پر چھ مقتدر حضرات سے تقریریں نشر کرائی تھیں۔ یہ ان چھ تقریروں کا مجموعہ ہے۔ یہ چھ حضرات ملک کی مقتدر شخصیتیں ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے جو کچھ انہوں نے کہا ہوگا۔ اپنی تمام ذمہ داریوں کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا ہوگا۔ ڈاکٹر تاراچند سکریٹری ہندوستانی اکیڈیمی الہ آباد اور بابو راجندر پرشاد صدر آل انڈیا نیشنل کانگرس کی تقریروں کو شروع سے لیکر آخر تک پڑھ جائیے۔ آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا ان ذمہ دار ہستیوں نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ موضوع کا تقاضا ہے کہ صاف اور سلیس زبان بولی جائے یہ کہتے ہوئے بھی کہ ملک کو مشترکہ زبان کی اشد ضرورت ہے۔ ہندی اور سنسکرت کے ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ جو ہم میں سے بہتوں نے اب تک سنے ہی نہیں۔ ان کے مقابلے میں ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ ڈاکٹر ذاکر حسین، علامہ کیفی دتاتریہ اور آصف علی کی تقریریں ایسی ہیں کہ انہیں ہر معمولی اردو جاننے والا شخص سمجھ سکتا ہے۔ ہمارا ارادہ ہے کہ ہر تقریر پر اپنے خیالات کا اظہار کریں۔ چنانچہ اشارات میں ہم نے ایک مستقل عنوان "ہماری زبان" قائم کردیا ہے۔ اس کے تحت موجودہ ہندی اردو نزاع کے متعلق مضامین شائع ہوا کریں گے۔

(م۔ا)

تمثیلی مشاعرہ :۔ (مصنفہ علامہ کیفی۔ مرتبہ پروفیسر محمد عبداللہ کامل ایم۔ اے۔ کتابت وطباعت جاذب نگاہ۔ صفحات ۱۱۲۔ قیمت ایک روپیہ ملنے کا پتہ۔ انجمن ارباب ذوق لائل پور)

عرصہ ہوا اردو کے مشہور مزاح نگار جناب مرزا فرحت اللہ بیگ نے رسالہ اردو میں ایک مشاعرے کا حال اس انداز سے لکھا تھا۔ کہ مشاعرے کی ہو بہو تصویر ہماری آنکھوں کے سامنے آگئی تھی۔ اب علامہ کیفی یہ تمثیلی مشاعرہ لکھا ہے۔ جو یقیناً علامہ موصوف کا ایک ناقابل فراموش ادبی کارنامہ ہے۔ اس مشاعرے میں اردو کے معزز و مشہور شعرا یعنی مرزا غالب۔ تفتہ، حکیم مومن۔ استاد ذوق۔ مصحفی۔ آتش۔ نسیم۔ انشا۔ ناسخ۔ جرأت، میر تقی۔ میر درد۔ اور میرزا سودا شامل ہو کر اپنی بہترین غزلیں پڑھتے ہیں۔ علامہ کیفی نے جہاں غزلوں کے انتخاب میں وسعت نظر کا ثبوت دیا ہے۔ وہاں شاعروں کی زبان سے داد کے سلسلے میں جو نعرے کہلوائے ہیں۔ وہ ان شعرا کی نفسیات اور ذہنی وقلبی کے بالکل مطابق ہیں۔ حکیم مومن جب داد دیتا ہے۔ تو وہ حسن تخیل اور رنگینیٔ بیان ہی کی داد دیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جرأت کے منہ سے صرف "معاملہ بندی" ہی کے ... موقع پر صدائے تحسین نکلتی ہے۔ میر تقی پرسوز اشعار ہی سے متاثر ہوتا ہے۔ مگر سودا لفظی شوکت کو قابل تحسین کوشش کہتا ہے۔

جرأت شعر پڑھتا ہے۔

اس بن جہان کچھ نظر آتا ہے اور ہی
گویا وہ آسمان نہیں، وہ زمیں نہیں

میر:۔ (داد دیتے ہوئے) اجی کیا شعر کہا ہے۔ یہ کیفیت جس پر گذری ہو وہی کہہ سکتا ہے۔

سودا:۔ حسن ادا قابل تعریف ہے

ذوق :۔ اے سبحان اللہ اس فصیح گوئی کی داد دینا مشکل ہے۔

ناسخ :۔ بے شک غزل کا شعر ہے۔

غالب:۔ تغزل اور تخیل کس خوبصورتی سے دست وگریباں ہیں۔

مومن :۔ نازک خیالی اور ندرت بیان کا اعلیٰ نمونہ ہے۔

مصحفی :۔ جملہ کتنا بانکا ہے، واہ بھئی جرأت!

انشا :۔ شیخ صاحب واہ وا۔ دور کی سوجھی۔ واللہ اس حالت میں، زمین وآسمان کے قلابے ملانا کارے دارد۔

شعرا کے دل کی سچی تصویر کھینچنے کے معاملے میں علامہ کیفی اتنے کامیاب ہوئے ہیں کہ اس نقلی مشاعرے کو اصلی شاعر دیکھ لیں، تو وہ یقیناً حیرت کا اظہار کئے بغیر نہ رہ سکیں۔

(م۔ا)

رسالہ دینیات :۔ (مؤلفہ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کتابت وطباعت نہایت اعلیٰ۔ صفحات ۱۴۴۔ قیمت ۱۰/ ۔ ملنے کا پتہ۔ دفتر رسالہ ترجمان القرآن۔ ملتان روڈ۔ لاہور۔)

یہ رسالہ ملک کے مشہور انشاپرداز مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کی تازہ تالیف ہے جس میں انہوں نے اسلام کے تمام بنیادی اصولوں کی اس طرح تشریح کی ہے۔ کہ ایک معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی بآسانی اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ مولانا نے دقیق سے دقیق مسئلے کو بھی نہایت آسان عام فہم اور سلیس زبان میں بیان کر دیا ہے۔ کتاب سات ابواب کو محیط ہے باب اول میں اسلام (وجہ تسمیہ، لفظ اسلام کے معنی، اسلام کی حقیقت، کفر کے نقصانات۔ اسلام کے فائدے جیسے اہم موضوعات

پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ باقی ابواب بھی نہایت ضروری ہیں۔
ہمیں امید ہے۔ اس مفید کتاب کو اسلامی مدارس میں بطور نصاب کے شامل کیا جائے گا۔

(م ۱۱)

رسالہ نشاط :- ایڈیٹر مجید لاہوری۔ صفحات ۴۹۔ کتابت وطباعت واجبی۔ زرِ سالانہ تین روپے چھ آنے۔ مقامِ اشاعت حافظ آباد۔

"نشاط" ایک جدید ادبی ماہنامہ ہے۔ جو اردو کے ممتاز شاعر جناب مجید لاہوری کی زیرِ ادارت شائع ہو رہا ہے۔ مجید صاحب نے مضامین کے انتخاب میں بڑی محنت و کاوش سے کام لیا ہے۔ ملک کے کئی مشہور ادیب پہلے پرچے ہی میں نظر آ رہے ہیں۔ حافظ آباد جیسے غیر شاعرانہ اور خشک خطے سے ایسا مقتدر پرچہ شائع کرنا مجید صاحب ہی کا کام ہے۔

جہاں تک مضامین کا تعلق ہے۔ ہم مجید صاحب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہیں۔ مگر تصویروں کے معاملے میں انہوں نے سخت کور ذوقی کا ثبوت دیا ہے۔ ایسی واہیات اور بازاری تصویریں صرف تھرڈ کلاس کیلنڈروں ہی کی زینت بن سکتی ہیں۔ ادبی رسائل کو ان سے بہت بلند ہونا چاہیئے۔

ہمیں کامل امید ہے۔ کہ ہمارے محترم دوست آئندہ اس باب میں احتیاط سے کام لیں گے۔

(م ۱۰)

مکتبۂ اردو کی ہردلعزیز مطبوعات

حاجی لق لق ملک کے مشہور مزاح نگار حاجی لق لق کے بہترین مزاحیہ مضامین کا مجموعہ "افسانے" جس کے پڑھنے سے آپ کا دل کشتِ زعفران بن جائیگا۔

حاجی لق لق — ایک روپیہ

لینن یقیناً مزدوروں کا رہنما سوویٹ روس کا سب سے بڑا انسان تھا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے روس کی کایا پلٹ دی۔ کون ہے جو اس عہد کے انسان اس نڈر وطن پرست پیغمبرِ انقلاب رہنما کے سوانح حیات کو دلچسپی سے پڑھنا گوارا نہیں کریگا۔ مصنفہ ڈی ایس مرسکی — مترجمہ ڈاکٹر محمد اشرف — مجلد عہ

طلسمِ خیال کرشن چندر کے افسانوں کا مجموعہ ہے ان کے افسانے ہماری زندگی کی ترجمانی کرتے ہیں۔ ان میں حیاتِ انسانی کا گہرا مطالعہ ہے۔ موجودہ معاشرت پر طنز کے تیز نشتر بھی ہیں اور واقعیت کیساتھ محبت و رومانیت کی خوشبو بھی!

کرشن چندر ایم اے — مجلد ایک روپیہ چار آنے

پیغمبرِ صحرا مشہور مسلم بیرسٹر علامہ شیخ خالد لطیف نے پیغمبرِ کائنات کے حالات نہایت دلنشیں اور سلجھے ہوئے پیرایہ میں لکھے ہیں۔ ہر لفظ سے عشقِ رسالت کی خوشبو آتی ہے۔ اردو ترجمہ "پرافٹ آف دی ڈیزرٹ"

علامہ خالد لطیف گابا — مجلد و مطلا — دو روپے

کمپنی کی حکومت داستان ہے اس صد سالہ دورِ آشوب کی جب ہندوستان کو سیاسی طور پر محکوم اور اقتصادی لحاظ سے غلام بنایا جا رہا تھا۔

ادیب باری — مجلد ڈیڑھ روپیہ

چاند کا گناہ اور دیگر افسانے اس مجموعہ میں دنیا بھر کے نقادانِ ادب کے بہترین تسلیم شدہ افسانے شامل ہیں۔ جو اب تک اردو میں منتقل نہیں ہوئے تھے۔

راجہ مہدی علی خان — مجلد مطلا دو روپے

تین پیسے کی چھوکری (اور دیگر افسانے) افسانہ نگاری کے شائق اور افسانوں میں حقیقی روح دیکھنے والوں کے لئے ان افسانوں کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

قاضی عبدالغفار خان (مصنف لیلےٰ کے خطوط) — مجلد ڈیڑھ روپیہ

آہنگِ رزم ہندوستانی زبان میں جنگی ترانوں کا پہلا مجموعہ۔ شجاعت اور غیرت سے بات لگانے والی کتاب۔ دوسرا ایڈیشن۔ نئی نظمیں بھی شامل ہیں۔

وقار انبالوی — مجلد — آٹھ آنے

دنیا کی حور مع دیگر افسانے یہ کتاب خاص طور پر لڑکیوں اور عورتوں کے لئے لکھی گئی ہے۔ اس کا پلاٹ بالکل ہماری معاشرت و تمدن کیمطابق ہے طبیعت خود بخود الفاظ کا اثر قبول کرتی ہے۔

کوثر چاندپوری — مجلد — ایک روپیہ

ترکی جمہوریہ ترکی کی مختلف ترقیات کا حال نہایت دلپذیر پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے۔ ترکی انقلاب سے پہلے کیا تھا، انقلاب کے بعد ترکوں کے ذہن میں کیا انقلاب پیدا ہوا۔ ترکی کے متعلق مستند و تازہ ترین معلومات حاصل کرنے کیلئے یہ کتاب بیحد مفید ہے۔

سید ضمیر احمد ہاشمی — مجلد مطلا دو روپے

باسی پھول سید علی عباس حسینی کے چند افسانوں کا مجموعہ جس میں سے ایک کو نادرِ فن نے شاہکار تسلیم کیا ہے۔ اس مجموعہ میں المیہ افسانے بھی شامل ہیں اور طربیہ بھی، ان میں رومان بھی ہے اور سوشلزم بھی اور یہ ایک میں مصنف کا طنز اور مہذب ظرافت چھپی ہوئی موجود ہے۔ مجلد عہ

پریم کا جادو ہندوستان کی اصنامی دنیا ایک ایسی دنیا ہے جسکے سامنے بابلیوں کی تجلیاں، مصریوں کی ہیبت آفرینیاں اور یونانیوں کی رومانی دیویاں کوئی حیثیت نہیں رکھتیں اور ہندوستان اسی دنیائے طلسم و رومان کے تحیرزا رومان اس مجموعہ میں پیش کئے گئے ہیں۔

مصنفہ ایف ڈبلیو بین، مترجمہ سراج الدین احمد نظامی — مجلد ایک روپیہ چار آنے

شعلے فطرتِ انسانی کے اسرار و رموز آشکار کرنیوالے ریاکاری کی خس و خاشاک جلانے والے "افسانے" وہ کتاب جسے ادیب و شاعر چھپ چھپ کر پڑھتے ہیں، زبانی کوستے ہیں اور دل سے لگا کر رکھتے ہیں۔

احمد علی ایم اے (مصنف ضبط شدہ کتاب [illegible]) — مجلد ایک روپیہ

نقشِ دوام جدید نظم گوئی کے ارتقا اور فلسفیانہ جذباتی رنگِ سخن سے لطف اندوز ہونے کے لئے "نقشِ دوام" کا مطالعہ کریں۔

سید عبدالحمید عدم — مجلد و مطلا دو روپے

صحرانورد کے خطوط رومان انگیز دنیا میں بھٹکنے والے صحرانورد کی کتابِ زندگی کے ہیجان خیز اوراق جنکا ایک ایک لفظ آپ کو تعجب و حیرت میں گم کر دے گا۔

میرزا ادیب بی اے — ڈیڑھ روپیہ

شہنشاہِ حبشہ دنیا کی سٹیج پر ابھی ابھی ایک نہایت دلدوز لرزہ خیز اور دہشتناک ڈرامہ تمثیل ہوا ہے جس کا ہولناک نتیجہ دنیا کبھی نہیں بھول سکتی۔

اختر اورینوی ایم اے — آٹھ آنے

عورتوں کے افسانے ہندوستان کی عورتوں کے دکھ درد کو سمجھنے اور ان کے دکھے ہوئے دلوں کی آوازیں سننے کیلئے اس کتاب کا مطالعہ ازبس ضروری ہے۔

کوثر چاندپوری — ڈیڑھ روپیہ

پھول اور کانٹے ان افسانوں کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہ "سوئے عام شبابیات" سے بچے ہوئے پاک ہیں اور اس قدر پاکیزہ ہیں کہ ایک بھائی اپنی بہن کو پیش کر سکتا ہے۔

گوپال متل بی اے — بارہ آنے

مکمل فہرست کتب طلب فرمائیں

سماع۔ کالی عشق انسانی اور خیالی محبت کے کیف و سرور میں ضائع ہو جاتا ہے۔ عام طور پر ہندوستان میں قوالی یعنی یہ لوگ جو اصول موسیقی سے کم و بیش ضرور واقف ہوتے ہیں اور عموماً آلات موسیقی سے کام لیتے ہیں، قوالی گاتے ہیں، عشقیہ غزلیں و عشقی کلام ان کا زیر ہوتا ہے، اور وہ آلات موسیقی کی مدد سے آواز اور کلام کی دلکشی کو بڑھاتے اور زیر و بم بالخاص الفاظ کی تکرار سے روحانی۔ خیالی اور شہوانی جذبات کو ابھارتے ہیں، اور اس طرح مجلس کو گرم کر دیتے ہیں۔

ممکن ہے قوالی سے کسی کو وہ فائدہ بھی پہنچتا ہو، جس کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ورنہ عام طور پر وہ مجالس جن میں ہر قسم کے لوگ شریک ہوتے یا یہ محافل جو مخصوص ہوتی ہیں، ذوق سماع اور حظ ظاہر کی حد تک محدود رہتی ہیں، ان شواہد اور مناظر کے بعد ایک ایسی چیز کے جواز کو قرآن مجید میں تلاش کرنا جس کے نتائج لہو اور لعب سے زیادہ کچھ نظر نہ آئیں، سادہ لوحی نہیں تو کیا ہے اور پھر اپنا ذوق سماع اور لطف نظر پورا کرنے کے لئے جاہل مسلمانوں کو بے وقوف بنانا نہیں تو اور کیا ہے۔

مختصر یہ کہ قوالی مروجہ جن صورتوں میں سنی جاتی ہے، جن حالات میں ہوتی ہے، جس فضا میں اس سے لطف اٹھایا جاتا ہے وہ تو اس دعوے کے موافق ہے جو قوالی کی منفعت اور الٰہی حیثیت کے متعلق کیا جاتا ہے، اور نہ جواز کی کوئی صورت رکھتی ہے۔

اس موقع پر جملہ معترضہ کی حیثیت سے، یہ اور بتا دینا چاہیے کہ قرآن مجید میں جن لغو مضر رساں اور غیر منفعت بخش خاطل کو لہو کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے، قوالی موجودہ ساز و سامان اور ماحول کے اعتبار سے اسی لہو الحدیث میں یقیناً داخل ہے۔ لیکن وہ شخص جو لہو الحدیث کا ترجمہ باوجود ادعائے عربی دانی (بیکار باتیں) کرتا ہے، یقیناً یہ چاہتا ہے کہ لہو الحدیث کی اہمیت کو گھٹانے کے لئے اس کا ترجمہ بیکار باتیں کرکے لوگوں کو گمراہ کرے۔

لغت میں لہو کے معنے عورت یا بچے سے کھیلنا۔ تفریح کرنا۔ دل بہلانا اور غم غلط کرنا ہیں۔ اور رجل لہو اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کھلاڑی یا انتہا درجہ کا غافل اور اہم امور سے پہلو بچانے والا ہو۔ لغوی معنی کے اعتبار سے لہو الحدیث کا ترجمہ غفلت میں ڈالنے والی بات یا کلام صرف تفریح کی چیز اور غم غلط کرنے کا مشغلہ ہے، اور یہ تمام چیزیں روحانی وجد و کیف سے بعد جیسا اور ہیں۔

(باقی آئندہ)

ہر شہر اور قصبہ میں دیانت دار ایجنٹوں کی ضرورت ہے

ریاسیر کی گولیوں کے متعلق ایڈیٹر اخبار زین احمد آباد

کی رائے گرامی

حضرت پیر علی شاہ صاحب نظامی گجرات کے زبردست مقتدر لیڈر کی

تحریر کا اردو ترجمہ

کچھ عرصہ ہوا میرے ایک عزیز کو مرض بواسیر کی شدید تکلیف پیدا ہو گئی تھی۔ بہت کچھ دوائیں استعمال کیں۔ لیکن کسی طرح ان کو چین اور سکون نہیں ہوتا تھا۔ بالآخر میں نے انڈو جینیوئن کیمیکل ورکس کو مریض کی شکایات تحریر کیں۔ انہوں نے مجھے گولیاں استعمال کرنے کے لئے بھیج دیں۔ میں نے مریض کو استعمال کرائیں۔ تیسرے ہی دن مریض کی تکالیف میں بہت کمی ہو گئی اور دو ہفتہ استعمال کے بعد تمام مرض جاتا رہا۔

نظام الدین قریشی پریس
۵ اگست سنہ ...

بواسیر

کیلئے

دنیا میں سب سے کامیاب دوا

خونی ہو یا بادی

غرضکہ کتنی ہی پرانی کیوں نہ ہو قطعی غائب

ہزارہا بواسیر کے بیمار اور ڈاکٹر اس حیرت انگیز دوا کی تعریف میں توصیف میں رطب اللسان ہیں، یہ جادو اثر گولیاں ہیں جن کا استعمال صرف دو ہفتہ تک کیا جاتا ہے۔ دو ہفتہ ہی میں خدا کی قدرت کا کرشمہ نظر آنے لگتا ہے، اور مریض کو صحت ہو جاتی ہے تمام ہندوستان میں یہ گولیاں اپنا جواب نہیں رکھتیں، حقیقتاً یہ گولیاں ایک بے نظیر ایجاد ہیں، قیمت فی شیشی دو روپے بارہ آنے علاوہ محصول (دو شیشیاں یکجا منگانے پر محصول معاف)

دہلی کا نامور اور مستند دواخانہ	انڈو جینیوئن کیمیکل ورکس نزد ڈاکخانہ جامع مسجد دہلی	ٹیلیفون نمبر ۶۹۴ قائم شدہ سنہ ۱۹۱۳ء

ظاہر ہو گیا کہ مبالغہ کے لئے ہے یعنی ویسے تو حجاب کیوں ضروری ہوگا، ایسی حاجت شدیدہ کے وقت بھی حجاب ضروری ہے، اور یہ آیت حجاب کی آیت وقرن فی بیوتکن سے مقدم ہے کیونکہ اس کا نزول حضرت زینب کی اول شادی پر ہوا ہے، اور آیت تخییر کا وقت جس سے آیت وقرن الخ متعلق ہے حضرت زینبؓ کے نکاح کے بہت بعد ہوا ہے چنانچہ تخییرات زیادہ نفقہ کی تھیں جس سے پہلے طلب نفقات ہو چکا تھا جس کا شادی کے زمانہ کے بہت بعد اتفاق ہوا کرتا ہے پس اس آیت سے حجاب فرض ہوا وقرن سے اس کی تاکید ہوئی اور مسائل حجاب وقرار فی البیوت کو آیت وقرن کی تفسیر میں ذکر ہو چکے ہیں اور ازواج مطہرات سے نکاح کا حرام ہونا مجملاً تو منصوص اور اجماعی ہے البتہ بعض تفاصیل میں اختلاف ہے امام الحرمینؒ اور رافعیؒ نے تحریم کو مدخول بہا کے ساتھ خاص کیا ہے لیکن رازیؒ وغزالیؒ نے اس ذوجہ کو حلال کیا ہے جو تخییر کے بعد مفارقت اختیار کرے اور بعض علماء نے طلاق کے بعد سے صرف اس کو حرام کہا ہے جو وقت وفات تک آپ کے نکاح میں رہی اور بعض نے مطلقاً ہو۔ حاشیہ بیان القرآن میں جو مسائل ہیں ان میں انحصار مقصود نہیں بلکہ جمیع کلام نسیبہ ورضاعیہ اور جو آیت نور میں مذکور ہیں سب مراد ہیں اور اس آیت سے بعض اجزاء کی تفسیر آیت نور میں گذر چکی ہے ملاحظہ فرما لیا جاوے ربط اوپر سرکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان کا تحریم ازواج مطہرات سے اظہار فرمایا تھا اس سے قبل بھی کئی آیتوں میں مختلف پیرایوں سے اس کا بیان کیا گیا تھا آگے صلوٰۃ وسلام کے اخبار اور امر سے اس پر دلالت فرماتے ہیں

إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا

بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

تفسیر: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں ان پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اے ایمان والو تم بھی آپ پر رحمت بھیجا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو (تاکہ آپ کا حق عظمت جو تمہارے ذمہ ہے ادا ہو) **ف** اللہ تعالیٰ کا رحمت بھیجنا تو رحمت فرمانا ہے اور مراد اس سے رحمت مشترکہ نہیں ہے کہ اس سے اختصاص مقصود ثابت نہیں ہوتا بلکہ رحمت خاصہ ہے جو آپ کی شان عالی کے مناسب ہے اور فرشتوں کا رحمت بھیجنا اور اسی طرح جس رحمت بھیجنے کا ہم کو حکم ہے ان سے مراد اس رحمت خاصہ کی دعا کرنا ہے اور اسی کو ہمارے محاورے میں درود بھیجتے ہیں اور اس دعا کرنے سے حضورؐ کے مراتب عالیہ میں بھی ترقی ہو سکتی ہے کیونکہ ترقی کی کوئی حد نہیں چنانچہ خود حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا بعد الاذان میں دعائے وسیلہ کی عام امتیوں کو تعلیم فرمائی ہے اور حضرت عمرؓ کو حکم فرمایا تھا اشرکنا فی الدعاء اور خود دعا کرنے والے کو بھی اس وجہ سے کہ امتثال امر الٰہی کیا اور آپ کا حق تعظیم ادا کیا نفع ہوتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک بار درود بھیجنے سے اس شخص پر اللہ تعالیٰ کی دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور آپ پر سلام بھیجنے کے معنے مجموعہ دو امر کا ہے ایک دعا ہے سلامت عن الآفات کی دوسرے ثنا ہے جو اس دعا کے لئے لازم ہے کیونکہ عرفاً یہ صیغہ مخصوص مستحق ثنا ہی کے لئے ہے پس حالت حیات میں تو دونوں کا تحقق ہو سکتا ہے اور بعد وفات مجرد معنے ثنائی رہ جاتے ہیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مقصود اس تسلیم سے دعا ہو سلام من اللہ کی اور اس سلام سے مقصود بشارت سلامتی ہو پس حاصل یہ ہوگا کہ اللھم بشر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسلامۃ الابدیۃ الموعودۃ لہ اور یہ معنے بعد وفات بھی بلا تکلف صحیح ہو سکتے ہیں اور یہ صلوٰۃ وسلام دو طرح کے صیغوں سے ادا ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ بلا تکلف اپنی طرف اس کی اسناد کرے مثلاً یوں کہے نصلی ونسلم اور دوسرے یہ کہ بطور دعا کے اللہ تعالیٰ کی طرف اسناد کرے جیسے اللھم صل یا اللھم سلم یا صلی اللہ علیہ وسلم اور تشہد میں جو وارد ہے السلام علیک اس میں دونوں احتمال ہیں سلام میں جیسے اس شعر میں ع بلغ اللہ صلاتی وسلامی ابدا الخ۔ یا سلام اللہ بتحیۃ رحمۃ اللہ وبرکاتہ کے اور دونوں صیغوں کو دیکھنے سے دوسرے صیغہ کی افضلیت وارحجیت ثابت ہوتی ہے اور صلاتی وسلامی بھی بعد تاویل اسی طرف راجع ہو سکتے ہیں کہ اضافت بادنیٰ ملابست ہو اور معنی یہ ہوں صلوٰۃ اللہ منی وسلام اللہ منی الخ یہ مطلب ہے اور علمائے محققین نے فرمایا ہے کہ صیغہ امر کا نص قطعی الثبوت وقطعی الدلالت میں فرضیت کے لئے ہے اور مقتضی تکرار کو ہے نہیں اس سے عمر بھر میں ایک بار تو فرض ہے جیسا کلمہ توحید کا مطلقاً ایک بار فرض ہے اور جس مجلس میں آپ کا ذکر مبارک ہو وہاں نظراً الی الوعید الوارد لا مع الدلائل الثانیۃ للوجوب ایک بار واجب ہے اور اس سے زیادہ نظراً الی الفضائل مستحب ہے اور یہ سب خارج نماز کی تفصیل ہے اور نماز میں مختلف فیہ ہے امام صاحب کے نزدیک سنت ہے یہ سب تفصیل صیغہ صلوٰۃ میں ہے اور لفظ سلام میں ظاہر صیغۂ امر کو دیکھ کر بعض نے عمر بھر میں ایک بار اس کو بھی فرض کہا ہے لیکن نظراً الی المعنیٰ صلوٰۃ اور سلام سے چونکہ مقصود واحد ہے اس لئے صلوٰۃ سے امر [illegible] ہو سکتے ہے بالاستقلال اس کی فرضیت کا ثبوت محل کلام میں ہے اور اس کا مقصود کے اعتبار سے [illegible]
کے ساتھ کیا [illegible] ہو جاوے کا پس مقصود کیا ہے ان اللہ وملائکتہ یصلون [illegible]

صلوا علیه وسلموا اس پر صادق آنے میں منطبق ہو جاوے۔ ربط اوپر آیات متفرقہ میں انواع مختلفہ ایذا دہی کی ممانعت مذکور ہوئی تھی جن میں بعض جو بلا قصد تھیں ان میں تو صرف فہمائش اور نصیحت کر دی گئی تھی جیسے طلب نفقات زائدہ لازواج اور مکث فی البیوت قبل الطعام یا بعد الطعام اور بعض جو بقصد ایذا رہ گئیں جیسے مخالفین کی جانب سے پیش آتی تھیں، ان میں آگے وعید شدید فرماتے ہیں اور تاکید مقصود کے لئے اول آیت میں ایذاء رسول کو مثل ایذاء الٰہی کے قرار دیتے ہیں اور آیت ثانیہ میں مطلق اہل ایمان کی ایذا کو بھی معصیت کبیرہ میں شمار فرماتے ہیں جس سے ایذاء رسول کے موجب وعید ہونے کی اور زیادہ تاکید ہو گئی ہے کہ جب مطلق مومنین کی ایذا ایسی ہے تو سید المومنین کی کیسی ہوگی، دوسرے مخالفین اس کے بھی قصداً مرتکب ہوتے تھے ان کی وعید بھی مؤکد ہو گئی کہ دو امر سبب عذاب ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ

بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے

عَذَابًا مُّهِينًا ۝ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوا فَقَدِ احْتَمَلُوا

ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں

بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝

تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں

تفسیر: بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو (قصداً) ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے اور (اسی طرح) جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدوں اس کے کہ انہوں نے کچھ (ایسا کام) کیا ہو (جس سے وہ مستحق سزا ہو جاویں) ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا (اپنے اوپر) بار لیتے ہیں (یعنی اگر وہ ایذا قولی ہے تو بہتان ہے اور اگر فعلی ہے تو مطلق گناہ ہی ہے) ربط اوپر ایذاء رسول و ایذاء عام مومنین پر وعید فرمائی تھی آگے بعض خاص ایذاؤں کے متعلق کلام ہے جیسا بعض خاص ایذائیں اوپر متفرق آیات میں مذکور ہو چکی ہیں۔ اور یہ ایذا منافقین کی جانب سے دو طور پر واقع ہوتی تھی۔ ایک یہ کہ ان میں سے بعضے شریر طینت مسلمانوں کی کنیزوں کو رستہ میں چھیڑتے اور بعضی بی بیوں سے بھی کنیزوں کے شبہ میں تعرض کرتے دوسرے یہ کہ جھوٹی خبریں اڑاتے کہ فلاں غنیم چڑھ کر آنا چاہتا ہے ان دونوں امر سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور عام مومنین کو کلفت ہوتی حق تعالیٰ نے پہلے امر کا انتظام حرائر کے لئے ادنا جلباب سے جس کی تحقیق آگے آتی ہے فرمایا اور غیر حرائر کے لئے وعید اغراء سے فرمایا اور امر دوم کا بھی اسی اغراء سے انسداد فرمایا چنانچہ اس وعید سے ان کی وہ شورہ پشتی اور حیا کی بندش ہو گئی اس لئے وہ وعید واقع بھی نہیں کی گئی اور ان دونوں امر کے اعتبار سے منافقین تین قسم کے تھے بعض جو رئیس اور نفاق میں کامل تھے وہ اپنی حفظ وجاہت کے لئے ان امور کا ارتکاب خود نہ کرتے تھے بلکہ رائیں دیتے اور تجویزیں کیا کرتے اور عوام بعضے امر اول کے مرتکب ہوتے بعضے امر دوم کے ان آیتوں میں ان سب کا ذکر ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَن يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝ لَّئِن لَّمْ يَنتَهِ

اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ نیچی کر لیا کریں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی

چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے یہ منافقین اور وہ لوگ

الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ

جن کے دلوں میں خرابی ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں افواہیں اڑایا کرتے ہیں اگر باز نہ آئے تو ضرور ہم آپ کو ان پر مسلط کر دیں گے

ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَآ إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَّلْعُونِينَ ۖ أَيْنَمَا ثُقِفُوٓا۟ أُخِذُوا۟ وَقُتِّلُوا۟

پھر وہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی پھٹکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی

تَقْتِيلًا ۝ سُنَّةَ ٱللَّهِ فِى ٱلَّذِينَ خَلَوْا۟ مِن قَبْلُ ۖ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ ٱللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

جاوے گی اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور رکھا ہے جو پہلے ہو گذرے ہیں اور آپ خدا کے دستور میں ردوبدل نہ پاویں گے۔

تفسیر۔ اے پیغمبر اپنی بیبیوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیبیوں سے بھی کہہ دیجئے کہ (سر سے) نیچی کر لیا کریں اپنے (چہرہ کے) اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں اس سے جلدی پہچان ہو جایا کرے گی تو آزار نہ دی جایا کریں گی (یعنی جو ضرورت سے باہر نکلنا پیش آتی ہے سر اور چہرہ بھی چھپا لیا جاوے جیسا سورہ نور کی ختم کے قریب غیر متبرجات بزینۃ میں اس کی تفسیر گذر چکی ہے چونکہ غیر حرائر کے لئے بعض فی نفسہ داخل ستر نہیں اور انکشاف وجہ میں ان کو حرائر سے زیادہ رخصت ہے جس کی وجہ بغرض خدمت ان کو زیادہ ضرورت خروج و انکشاف ہے اس بنا پر اس وضع سے حرائر کو غیر حرائر سے امتیاز ہو جاوے گا اور وہ لوگ حرائر کو بوجہ ان کی وجاہت اور غلبہ ظن ان کی نمایش کے قصداً نہ چھیڑتے تھے پس حرائر کے لئے اس وضع سے پردہ شرعی کے امر کا امتثال بھی ہو جاوے گا اور بہت سہولت کے ساتھ ان شریروں سے حفاظت ہو جاوے گی رہ گئیں غیر حرائر ان کا انتظام آگے آوے گا) اور (اس سر اور چہرہ کے ڈھانکنے میں جو بلا قصد کمی یا بے احتیاطی ہو جاوے تو) اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے (اس کو معاف کر دے گا۔ آگے ان تعرض کرنے والوں کو اس شرارت پر اور ایک دوسری شرارت پر بھی دھمکاتے ہیں یعنی) یہ (خاص اصل) منافقین (جو رئیس اور بانیٔ فساد و شرارت ہیں) اور (عام منافقین میں سے) وہ لوگ جن کے دلوں میں (شہوت پرستی کی) خرابی ہے (اور اس لئے کنیزوں سے تعرض کرتے ہیں) اور (ان ہی عام منافقین میں) وہ لوگ جو مدینہ میں (جھوٹی جھوٹی پریشان کرنے والی) افواہیں اڑایا کرتے ہیں یہ لوگ) اگر (اپنی حرکتوں سے) باز نہ آئے تو ضرور (ایک نہ ایک دن) ہم آپ کو ان پر مسلط کریں گے (یعنی ان کے اخراج کا حکم کر دیں گے) پھر (اس حکم کے بعد) یہ لوگ آپ کے پاس مدینہ میں بہت ہی کم رہنے پاویں گے وہ بھی (ہر طرف سے) پھٹکارے ہوئے (یعنی مدینہ سے نکل جانے کا سامان کرنے کے لئے جو کچھ قدر قلیل مدت ملے گی بس اس قدر تو یہاں رہ لیں گے اور اس مدت میں بھی ہر شخص کی نظر میں ذلیل و خوار ہوں گے پھر نکال دیئے جاویں گے اور نکالنے کے بعد بھی کہیں امن نہ ہوگا بلکہ جہاں ملیں گے پکڑ دھکڑ اور مار دھاڑ کی جاوے گی (اس دھمکی میں تعرض غیر حرائر کا انتظام بھی ہو گیا اور ارجاف کا بھی انسداد ہو گیا یعنی مجاہرانہ و مکابرانہ کارروائی سے باز آ گئے گو منافقانہ شرارتیں رہی ہوں اور فساد و شورش پر سزا کا مشروع کرنا کچھ ان ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ) اللہ تعالیٰ نے ان (مفسد) لوگوں میں بھی اپنا یہی دستور (جاری) رکھا ہے جو (ان سے) پہلے ہو گذرے ہیں (کہ ان کو آسمانی سزائیں دی ہیں یا انبیاء کے ہاتھ سے مشروعیت جہاد و سیاست سزائیں دلوائی ہیں پس اگر پہلے ایسا نہ ہو چکتا تو ان کو اس وعید کے استبعاد کا وسوسہ بعید نہ تھا اور اب تو گنجائش ہی نہیں) اور آپ خدا کے دستور میں (کسی شخص کی طرف سے) ردوبدل نہ پاویں گے (کہ خدا کو کوئی بات جاری کرنا چاہے اور کوئی اس کو روک سکے پس سنۃ اللہ الخ میں احتمال قبل الوقوع کا اور لن تجد میں احتمال بعد الوقوع کا دفعیہ فرما دیا کہ جب وہ واقع کرنے لگے تو کوئی ہٹا نہیں سکتا) ربط اوپر آیت ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الخ میں اللہ ورسول کی مخالفت پر لعنت فی الدنیا والآخرۃ اور عذاب مہین کی وعید فرمائی تھی چونکہ اس میں اثبات ہے قیامت اور آخرت کا اور بعضے فرقے اللہ و رسول کی مخالفت کرنے والوں میں اس کے منکر تھے وہ اس قسم کی وعیدیں سن کر بطور انکار کے قیامت کا وقت دریافت پوچھا کرتے تھے اس لئے آگے اس کا جواب مع تہدید اور لعنت مذکورہ و عذاب مذکور کی کسی قدر تفصیل اور کیفیت ارشاد فرماتے ہیں۔

يَسْـَٔلُكَ ٱلنَّاسُ عَنِ ٱلسَّاعَةِ ۖ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِندَ ٱللَّهِ ۚ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ

یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں آپ فرما دیجئے کہ اس کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے اور آپ کو اس کی کیا خبر عجب

ٱلسَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ إِنَّ ٱللَّهَ لَعَنَ ٱلْكَـٰفِرِينَ وَأَعَدَّ لَهُمْ سَعِيرًا [illegible]

[illegible] بیشک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر [illegible]

أَبَدًا ۚ لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا

جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جاویں گے یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم

أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا

اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی اور یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا اور اپنے بڑوں کا کہنا مانا

السَّبِيلَا ۝ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَالْعَنْهُمْ لَعْنًا كَبِيرًا ۝

تھا سو انہوں نے ہم کو رستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے

تفسیر:۔ (منکر) لوگ آپ سے قیامت کے متعلق (منکرانہ) سوال کرتے ہیں (کہ کب ہوگی) آپ (جواب میں) فرما دیجئے کہ اس (کے وقت) کی خبر تو بس اللہ ہی کے پاس ہے (اور آپ کو اس کی کیا خبر کہ کب ہے البتہ اجمالاً ان لوگوں کو جان رکھنا چاہیئے کہ) عجب نہیں کہ قیامت قریب ہی واقع ہو جاوے (کیونکہ جب وقت معین نہیں تو احتمال قرب کا بھی تو ہے تو اس احتمال سے ان کو چاہیئے تھا کہ ڈرتے اور اس کے لئے تیاری کرتے نہ کہ منکرانہ استعجال اور استہزا کرتے ہیں اب آگے لعنت اور عقوبت لازمیہ کی کیفیت ارشاد ہے کہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور (اس لعنت ہی کا اثر یہ ہے کہ) ان کے لئے آتش سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے (اور) نہ کوئی یار پائیں گے اور نہ کوئی مددگار (پاویں گے) جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کیے جاویں گے (یعنی چہروں کے بل گھسیٹے جاویں گے کبھی چہرہ کی اس کروٹ کبھی اس کروٹ جیسا اس طرح گھسیٹنے میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ اس شخص کا کبھی ایک طرف منہ ہو جاتا ہے کبھی دوسری طرف اور اس وقت غایت حسرت سے) یوں کہتے ہوں گے اے کاش ہم نے (دنیا میں) اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی (تو آج اس مصیبت میں مبتلا نہ ہوتے) اور (حسرت کے ساتھ اپنے گمراہ کرنے والوں پر غیظ و غضب پیدا ہوگا تو) یوں کہیں گے کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنے سرداروں کا (یعنی اہل حکومت کا) اور اپنے بڑوں کا (جن میں اور کسی وجہ سے متبوعیت کی صفت پائی جاتی تھی) کہنا مانا تھا سو انہوں نے ہم کو (سیدھے) رستہ سے گمراہ کیا تھا اے ہمارے رب (اس لئے) ان کو دوہری سزا دیجئے اور ان پر بڑی لعنت کیجئے (ربط اوپر کی آیتوں میں اللہ و رسول کی مخالفت احکام کا جس کو ایذا سے تعبیر فرمایا گیا تھا مہلک ہونا معلوم ہوا ہے اور اہل وعید کی اس تمنا سے کہ یلیتنا اطعنا اللہ واطعنا الرسولا اللہ و رسول کی موافقت احکام کا منجی ہونا مفہوم ہوا ہے آگے بطور تفریع کے مسلمانوں کو کہ وہی منتفع ہوتے ہیں اس مخالفت سے نہی اور اس موافقت کا امر اور اس نہی کے ساتھ اشارۃً مخالفت کا مضر ہونا اور اس امر کے ساتھ صراحۃً موافقت کا نافع ہونا ارشاد فرماتے ہیں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ آذَوْا مُوسَىٰ فَبَرَّأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا ۚ وَكَانَ

اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے موسیٰ کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا اور وہ

عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ

اللہ کے نزدیک بڑے معزز تھے اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات کہو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال

لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۗ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝

کو قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا

تفسیر:۔ اے ایمان والو تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جنہوں نے (کچھ تہمت تراش کر) موسیٰ (علیہ السلام) کو ایذا دی تھی سو ان کو خدا تعالیٰ نے بری ثابت کر دیا (یعنی ان کا تو کچھ ضرر نہ ہوا تہمت لگانے والے ہی کذاب اور مستحق عقاب ٹھہرے) اور وہ (یعنی موسیٰ علیہ السلام) اللہ کے نزدیک بڑے معزز (پیغمبر) تھے (اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کی براءت ظاہر فرما دی جیسا اور انبیاء علیہم السلام کے لئے بھی وجاہت اور تہمتوں سے براءت عام ہے مطلب یہ کہ تم رسول کو ان کی مخالفت کر کے

ترہیب از مخالفت و ترغیب در طاعت

ترہیب از معصیت و ترغیب در طاعت

مستحق ہوگا کہ وہ اللہ کی مخالفت بھی ہے ورنہ تم ہی متضرر ہوگے کیونکہ ہر امر میں اللہ و رسول کی اطاعت کرنا جس کا آگے حکم کیا جاتا ہے
کی) اے ایمان والو اللہ سے ڈرو (یعنی ہر امر میں اس کی اطاعت کرو) اور (بالخصوص کلام کرنے میں اس کی بہت رعایت رکھو کہ
جب بات کرنا ہو) راستی کی بات کہو (جس میں عدل اور اعتدال سے تجاوز نہ ہو) اللہ تعالیٰ (اس کے صلہ میں) تمہارے اعمال کو
قبول کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا (کچھ ان اعمال کی برکت سے کچھ توبہ کی برکت سے جو تقویٰ اور قول سدید میں داخل
ہے) اور (یہ ثمرات مذکورہ اطاعت پر تھے اور اطاعت وہ چیز ہے کہ) جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا سو وہ بڑی
کامیابی کو پہنچے گا۔ **ف** موسیٰ علیہ السلام کے ایذا دینے اور ان کی براءت کا قصہ جس کو خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے
اس آیت کی تفسیر کے طور پر فرمایا ہے بخاری وغیرہ میں اس طرح مذکور ہے کہ بنی اسرائیل غایت جہل سے علانیہ برہنہ نہایا کرتے تھے
اور موسیٰ علیہ السلام حیا کو بدن چھپانے کا حکم شرعی ہے آڑ میں غسل فرماتے بنی اسرائیل نے چرچا کیا کہ ان کے بدن میں کوئی عیب
یا مرض ضرور ہے اس لئے یہ سب کے روبرو بدن نہیں کھولتے یہ بات ایذا رسانی کی تھی اللہ تعالیٰ کو آپ کی براءت اس عیب سے
ظاہر کرنا تھی آپ نے ایک بار تنہائی میں کپڑے اتار کر پتھر پر رکھ دیئے اور غسل کرنے لگے خدا کے حکم سے وہ پتھر کپڑوں سمیت وہاں
سے چلا، آپ کپڑے اٹھانے کے لئے اس کے پیچھے ہو لئے آپ کا گمان یہ تھا کہ یہاں خالی میدان میں کوئی آدمی نہ ہوگا اتفاق سے
ایک مجمع بنی اسرائیل کا موجود تھا وہ پتھر وہاں جا کر ٹھیرا اور سب نے سر سے پاؤں تک دیکھ لیا کہ کسی قسم کا کوئی عیب آپ کے
بدن میں نہیں پھر آپ نے کپڑے پہن لئے اور اس وقت سعدی کا یہ قول بحسن وجوہ صادق آگیا ؎ پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید
بے عیباں را لباس عریانی داد ربط اوپر آیات میں اللہ و رسول کی اطاعت کا وجوب اور مخالفت کی حرمت مذکور ہے بلکہ تمام تر سورت
اسی مضمون کی شرح ہے کیونکہ اعظم مقاصد سورت جیسا کہ تمہید میں مذکور ہوا ہے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے اجلال و احترام کا وجوب
اور ایذا و ایلام کی تحریم ہے اور یہ بھی وجوب اطاعت اللہ و رسول اور حرمت مخالفت اللہ و رسول کا ایک تعبیری عنوان ہے آگے
اسی وجوب و حرمت کی تاکید و تقویت کے لئے خاتمہ سورت میں انسان کا مکلف باحکام ہونا اور ان کو امانت کے ساتھ تشبیہ دے کر
اس کے ادائے حق کرنے والوں کا مورد عنایت اور اس کی اضاعت کرنے والوں کا مستحق عذاب ہونا بیان فرماتے ہیں۔

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ

ہم نے یہ امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی سو انہوں نے اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس سے ڈر گئے

مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۖ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۙ لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِينَ وَالْمُنٰفِقٰتِ

اور انسان نے اس کو اپنے ذمہ لے لیا وہ ظالم ہے جاہل ہے انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین و منافقات

وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۧ

اور مشرکین و مشرکات کو سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے

تفسیر ہم نے یہ امانت (یعنی احکام جو بمنزلہ امانت کے ہیں) آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے سامنے پیش کی تھی (یعنی ان میں
کچھ شعور پیدا کر کے جو کہ اب بھی ہے ان کے روبرو اپنے احکام اور بصورت ماننے کے اس پر انعام و اکرام اور بصورت نہ ماننے
کے اس پر تعذیب و ایلام پیش کر کے ان کو لینے نہ لینے کا اختیار دیا پھر حاصل اس پیش کرنے کا یہ تھا کہ اگر تم ان احکام کو اپنے ذمہ
رکھتے ہو تو ان کے موافق عمل کرنے کی صورت میں تم کو ثواب ملے گا اور خلاف کرنے کی صورت میں عذاب ہوگا اور اگر نہیں لیتے تو
مکلف نہ بنائے جاؤ گے اور ثواب و عذاب کے بھی مستحق نہ ہو گے تم کو دونوں اختیار ہیں کہ اس کو نہ لینے سے نافرمان نہ ہو گے جس قدر
ان میں شعور تھا وہ اجمالاً اس قدر مضمون سمجھ لینے کے لئے کافی تھا چونکہ ان کو اختیار بھی دیا گیا تھا) سو انہوں نے (خوف عذاب کے
سبب سے بھی دست برداری کی اور) اس کی ذمہ داری سے انکار کر دیا اور اس (کی ذمہ داری) سے ڈر گئے (کہ خدا جانے کیا انجام
ہو اور اگر وہ اپنے ذمہ رکھ لیتے تو مثل انسان کے ان کو بھی عقل عطا کی جاتی جو تفصیل احکام و مثوبات و عقوبات سمجھنے کے لئے موقوف
علیہ ہے، چونکہ اس کو نہیں منظور کیا اس لئے عقل کی بھی ضرورت نہ ہوئی، غرض انہوں نے تو عذر کر دیا) اور (جب ان سموات
و ارض و جبال کے بعد انسان کو پیدا کر کے اس سے یہی بات پوچھی گئی تو) انسان نے (بوجہ اس کے کہ علم الٰہی میں اس کا خلیفہ ہونا
مقدر تھا) اس کو اپنے ذمہ لے لیا (غالباً اس وقت تک اس میں بھی اتنا ہی ضرورت کے قدر شعور ہوگا اور غالباً یہ پیش کرنا عہد

میثاق سے مقدم ہے اور وہ میثاق اسی حمل کی فرع ہے اور اس میثاق کے وقت اس میں عقل عطا کی گئی ہوگی اور یہ کسی خاص دلیل سے ثابت نہیں
بعقل آدم علیہ السلام کے نہیں پوچھا گیا بلکہ قبل اخذ میثاق کے یہ عرض بھی عام ہوگا اور التزام بھی عام تھا پس سموات وارض وجبال مکلف
نہیں ہوئے اور یہ مکلف بنا دیا گیا آیت میں یاد دلانا غالباً اسی حکمت سے ہے جیسا میثاق یاد دلایا یعنی ان احکام کا تم نے از خود التزام کیا ہے
پھر نباہنا چاہیئے اور چونکہ مکلف جن بھی ہے اس لئے غالباً وہ بھی اس عرض اور حمل میں شریک ہے مگر تخصیص ذکر انسان کی صرف اس
لئے ہے کہ اس مقام میں کلام اسی سے ہو رہا ہے پھر اس التزام کے بعد انسان کی حالت باعتبار اکثر افراد کے یہ ہوئی کہ) وہ (انسان
عملیات میں) ظالم ہے (اور اعتقادیات میں) جاہل ہے (یعنی دونوں امر میں اعمال میں بھی اور عقائد میں بھی خلاف ورزی کرتا ہے یہ حالت
باعتبار اکثر افراد کے ہے باقی مجموعہ کے اعتبار سے اس ذمہ داری کا) انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ منافقین و منافقات اور مشرکین و مشرکات
کو (کہ یہ لوگ احکام کے ضائع کرنے والے ہیں) سزا دے گا اور مومنین و مومنات پر توجہ (اور رحمت) فرماوے گا اور (بعد مخالفت
بھی اگر کوئی باز آجاوے تو پھر اس کو بھی مومنین و مومنات کے زمرہ میں شامل کر لیا جاوے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

سورۃ السبا مکیۃ وھی اربع وخمسون اٰیۃ وست رکوعات

ربط اس سورت میں یہ مضامین مذکور ہیں شروع سورت میں توحید جو کہ مفہوم کلی امانت کی جزئی اعظم ہونے اور شرک کے مقابل ہونے
کی وجہ سے ختم سورت سابقہ سے بھی مرتبط ہے پھر قیامت کا اثبات مع بیان بعض دلائل قدرت کے جو کہ امکان قیامت کو مفید ہے
ختم رکوع اول تک اور درمیان میں قرآن کی حقیت جو اخبار عن القیامت پر بھی مشتمل ہے پھر ان فی ذٰلک لاٰیۃ لکل عبد منیب
کی مناسبت سے داؤد و سلیمان علیہما السلام کا ذکر جو اعلیٰ درجہ کے منیب تھے ترغیب فی الانابۃ کے لئے پھر ترہیب عن عدم الانابۃ
کے لئے بعض غیر منیبین میں اتباع و عدم اتباع ابلیس کا تفاوت اور اس کے تسلیط کی حکمت رکوع دوم تک پھر عود الی التوحید پھر
وما ارسلنٰک سے پھر ویقولون سے عود الی البعث پھر وما ارسلنا فی قریۃ سے کفار کے کفر اور فخر کے بارے میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی تسلیہ اور ان لوگوں کے منشاء تفاخر کا ابطال اور ما انفقتم سے مقابلہ میں بعض مضرات کفار کا مومنین کے لئے نافع ہونا کہ مقابلہ
کے ساتھ بسط رزق کے مضمون پر متفرع بھی ہے پھر یوم یحشرہم سے عود الی البعث پھر واذا تتلیٰ سے عود الی الرسالۃ پھر تو تری سے
اصول مذکورہ کے منکرین کی بنامت عاقبت کے بیان پر سورت ختم ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْاٰخِرَةِ ؕ وَ

تمام تر حمد اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اسی کو حمد آخرت میں سزاوار ہے اور

هُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۝ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ

وہ حکمت والا خبردار ہے وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے اور جو چیز آسمان

مَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ؕ قُلْ بَلٰى

سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے اور وہ رحیم غفور ہے اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آوے گی آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں

وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ

قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آوے گی اس سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور

وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ لِّيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ

نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز بڑی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہے تاکہ ان لوگوں کو صلہ دے جو ایمان لائے تھے اور

أُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ سَعَوْ فِيٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِينَ أُولٰٓئِكَ لَهُمْ

ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور عزت کی روزی ہے ۔ اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے متعلق کوشش کی تھی ہرانے کے لئے ایسے

عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ أَلِيمٌ ۝ وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِيٓ أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ

لوگوں کے واسطے سختی کا دردناک عذاب ہوگا اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے ۰ اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا

هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيٓ إِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيزِ الْحَمِيدِ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلٰى

ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ خدائے غالب محمود کا رستہ بتلاتا ہے ۔ اور یہ کافر کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا آدمی بتائیں جو تم

رَجُلٍ يُّنَبِّئُكُمْ إِذَا مُزِّقْتُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝ أَفْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

کو یہ عجیب خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے ۔ معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر

كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۗ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلٰلِ الْبَعِيدِ ۝

جھوٹ بہتان باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے عذاب اور دور دراز گمراہی میں ہیں ۔

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلٰى مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۚ إِنْ نَّشَأْ نَخْسِفْ

تو کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں کی جو ان کے آگے اور ان کے پیچھے موجود ہیں ۔ اگر ہم چاہیں تو ان کو

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۚ إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ ۝

زمین میں دھنسا دیں یا ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں ۔ اس میں پوری دلیل ہے اس بندہ کے لئے جو متوجہ ہو

تفسیر الحمد للہ الذی سے ہو الرحیم الغفور تک ۔ تمام تر حمد (وثنا) اسی اللہ کو سزاوار ہے جس کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور (جس طرح فی الحال اس کا مستحق حمد ہونا بیان کیا گیا اسی طرح) اسی کو حمد (وثنا) آخرت میں (بھی) سزاوار ہے (چنانچہ اس کا ظہور بھی اس طرح ہوگا کہ اہل جنت کہیں گے الحمد للہ الذی ھدانا لھذا ۔ الحمد للہ الذی اذھب عنا الحزن ۔ الحمد للہ الذی صدقنا وعدہ) اور وہ حکمت والا (ہے کہ موجودات ارضیہ وسماویہ کو منافع ومصالح پر متضمن بنایا ہے اور وہ) خبردار (بھی) ہے (کہ ان مصالح ومنافع کو پیدا کرنے کے قبل سے جانتا تھا پھر ان کو پیدا کر کے ارضیات وسماویات میں رکھ دیا اور وہ ایسا خبیر ہے کہ) وہ سب کچھ جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی ہے (مثلاً بارش) اور جو چیز اس میں سے نکلتی ہے (مثلاً نباتات) اور جو چیز آسمان سے اترتی ہے اور جو چیز اس میں چڑھتی ہے (مثلاً ملائکہ کہ نزول وعروج کرتے ہیں اور مثلاً احکام جن کا نزول ہوتا ہے اور اعمال جن کا صعود ہوتا ہے) اور (چونکہ ان سب چیزوں میں جسمانی یا روحانی منافع ہیں مقتضا ان کا یہ ہے کہ پورا پورا شکر ادا کیا جاوے اور جو کوتاہی کرے وہ مستحق سزا ہو لیکن) وہ (اللہ) رحیم (اور) غفور (بھی) ہے (پس اپنی رحمت سے صغیرہ کوتاہی کو حسنات سے اور کبیرہ کوتاہی کو توبہ سے اور کبھی دونوں کو فضل سے اور جو کوتاہی بحد شرک وکفر تک پہنچی ہو اس کو ایمان لانے سے معاف فرما دیتا ہے پس مبدء رحمت اور منتہی مغفرت ہے) (ربط اوپر توحید کا ذکر تھا آگے قیامت کا ذکر ہے کہ منکرین توحید اس کے بھی منکر تھے ونیز منکرین توحید کے عذاب کا وہ اصلی وقت بھی ہے اور درمیان میں مضمون ایاتنا کے تناسب تقابل سے ونیز اس لئے کہ وقوع قیامت مدلول قرآنی ہے حقیقت قرآن کا ذکر فرما دیا گیا۔

تفسیر وقال الذین سے عبد منیب تک ۔ اور یہ کافر کہتے ہیں کہ ہم پر قیامت نہ آوے گی آپ فرما دیجئے کہ کیوں نہیں (آوے گی) قسم اپنے پروردگار عالم الغیب کی وہ ضرور تم پر آوے گی (اور وہ ایسا عالم بالعلم المحیط ہے کہ) اس (کے علم) سے کوئی ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں (بلکہ سب اس کے علم میں حاضر ہیں) اور نہ کوئی چیز اس (مقدار مذکور) سے چھوٹی ہے اور نہ کوئی چیز اس سے بڑی ہے مگر یہ سب (بوجہ احاطہ علم الٰہی کے) کتاب مبین (یعنی لوح محفوظ) میں (مرقوم) ہے (قیامت کے متعلق کفار کے دو شبہے تھے ایک یہ کہ اگر آنے والی ہے تو اس کا وقت بتلا دیجئے، دوسرا یہ کہ جن اجزا کو جمع کر کے

ان میں حیات پیدا کر دی جاتی ہے، ان کا کہیں نشان بھی نہ رہے گا پھر جمع کیسے ہوں گی اس مضمون اثبات علم غیب سے شبہہ
اول کا جواب ہو گیا کہ اس کا علم بوجہ حکمت کے مختص ہے باری تعالیٰ کے ساتھ پس عدم علم نبی سے عدم وقوع لازم نہیں آتا اور
مضمون اثبات علم محیط سے دوسرے شبہہ کا جواب ہو گیا کہ باوجود اجزاء کے اختلاط فی الارض و انتشار فی الہواء کے وہ ہمارے
علم سے خارج نہ ہوں گے ہم جب چاہیں گے جمع کر لیں گے۔ تیسرا شبہہ استبعاد کا تھا اس کا جواب آگے آوے گا اب قیامت کی
غایت بتلاتے ہیں کہ وہ قیامت اس لئے آوے گی) تاکہ ان لوگوں کو صلہ (نیک) دے جو ایمان لائے تھے اور انہوں نے نیک
کام کئے تھے (سو) ایسے لوگوں کے لئے مغفرت اور (بہشت میں) عزت کی روزی ہے اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کے متعلق
(ان کے ابطال کی) کوشش کی تھی (نبی کو) ہرانے کے لئے (گو اس کوشش میں ناکام ہی رہے) ایسے لوگوں کے واسطے سختی کا
دردناک عذاب ہوگا اور (آیات قرآنیہ کی تکذیب پر یہ سزا ہونا ہی چاہیئے کیونکہ اول تو قرآن فی نفسہ امر حق منزل من اللہ ہے اور
ایسے امر حق کی تکذیب خود حق تعالیٰ کی تکذیب ہے اس پر جتنی سزا ہو بجا ہے دوسرے قرآن بر اصول مرضی عند اللہ کی تعلیم و ہدایت
کرتا ہے جو شخص اس کو نہ مانے گا وہ راہ راست سے قصداً دور رہے گا اس کو عقائد حقہ کا پتہ لگے گا نہ اعمال صالحہ کا اور یہی
طریقہ نجات کا ہے طریق نجات سے قصداً دور رہنے پر سزا ہونا بجا نہیں ہے اور قرآن کا حق اور ہادی ہونا ایسا واضح ہے کہ علاوہ
اس کے کہ اور دلائل سے ثابت ہے ایک سہل طریق اس کے ثبوت کا یہ ہے کہ) جن لوگوں کو (آسمانی کتابوں کا) علم دیا گیا ہے وہ
اس قرآن کو جو کہ آپ کے رب کی طرف سے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے ایسا سمجھتے ہیں کہ وہ حق ہے اور وہ خدائے غالب محمود (کی
رضا) کا رستہ بتلاتا ہے (حاصل یہ ہوا کہ قیامت کے روز اسی قیامت کے تکذیب پر بھی سزا ہوگی) اور (آگے پھر قیامت کا اثبات
ہے یعنی) یہ کافر (آپس میں) کہتے ہیں کہ کیا ہم تم کو ایک ایسا آدمی بتائیں جو تم کو یہ (عجیب) خبر دیتا ہے کہ جب تم بالکل ریزہ ریزہ ہو
جاؤ گے تو (اس کے بعد قیامت کو) تم ضرور ایک نئے جنم میں آؤ گے معلوم نہیں اس شخص نے خدا پر (قصداً) جھوٹ بہتان
باندھا ہے یا اس کو کسی طرح کا جنون ہے (کہ بلا قصد جھوٹ کے جھوٹ بول رہا ہے کیونکہ یہ امر تو محال ہے تو اس کے وقوع کی خبر
ضرور غلط ہے خواہ قصد سے ہو یا فساد تخیل سے سو حق تعالیٰ ان دونوں شقوں کو رد فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی تو مفتری اور مجنون
کچھ بھی نہیں) بلکہ جو لوگ آخرت پر یقین نہیں رکھتے (وہی) عذاب اور دور دراز گمراہی میں (مبتلا) ہیں (اس گمراہی کا حالی اثر
یہ ہے کہ سچے کو بھی مفتری اور مجنون نظر آتے ہیں اور مآلی اثر یہ ہے کہ عذاب بھگتنا پڑے گا اور یہ جاہل جو اس جمع و اعادہ اجزاء
متفرقہ جامدہ کو محال بعید از قدرت سمجھ رہے ہیں) تو کیا انہوں نے (دلائل عظمت قدرت الٰہیہ میں سے) آسمان اور زمین کی طرف نظر نہیں
کی جو ان کے آگے (بھی) اور ان کے پیچھے (بھی) موجود ہیں (کہ جدھر دیکھیں وہ نظر آ رہے ہیں پس جو ان اجرام عظیمہ کا ابتداءً پیدا کرنے
والا کیا اجسام صغیرہ کے ثانیاً پیدا کرنے پر قادر نہیں ہے اور باوجود وضوح دلائل حق کے پھر بھی انکار و عناد کرتے ہیں یہ تو اس
قابل کہ ان کو ابھی سزا دے دی جاوے اور سزا بھی ایسی کہ ان ہی دلائل قدرت کو کہ صلاحیت للاستدلال کے اعتبار سے نعمت عظیمہ
بھی ہیں ان کے لئے آلہ تعذیب بنا دیا جاوے کہ جس نعمت کا کفران ہو اسی نعمت کو نقمت بنانے سے سخت حسرت ہوتی ہے اور ہم
اس سزا پر قادر بھی ہیں چنانچہ) اگر ہم چاہیں تو ان کو زمین میں دھنسا دیں یا (اگر چاہیں تو) ان پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں (لیکن حکمت
مقتضی ہے تاخیر کو اس لئے مہلت دے رکھی ہے غرض ان لوگوں کو دفع توہم استحالہ کے لئے آسمان و زمین پر نظر کرنا چاہیئے کیونکہ
اس (دلیل مذکور میں (قدرت الٰہیہ کی) پوری دلیل ہے (مگر) اس بندہ کے لئے جو (خدا کی طرف) متوجہ (بھی) ہو (اور حق کی طلب ہو
یعنی دلیل تو کافی ہے مگر ان کی طرف سے طلب نہیں اس لئے محروم ہیں)

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰجِبَالُ اَوِّبِيْ مَعَهٗ وَالطَّيْرَ ۚ وَاَلَنَّا لَهُ الْحَدِيْدَ ۙ اَنِ اعْمَلْ

اور ہم نے داؤد کو اپنی طرف سے بڑی نعمت دی تھی اے پہاڑو داؤد کے ساتھ بار بار تسبیح کرو اور پرندوں کو بھی حکم دیا اور ہم نے ان کے واسطے لوہے

سٰبِغٰتٍ وَّقَدِّرْ فِي السَّرْدِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّىْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝ وَلِسُلَيْمٰنَ الرِّيْحَ غُدُوُّهَا

کو نرم کر دیا کہ تم پوری زرہیں بناؤ اور جوڑنے میں اندازہ رکھو اور تم سب نیک کام کیا کرو میں تمہارے سب کے اعمال دیکھ رہا ہوں اور سلیمان کے لئے ہوا کو مسخر کر دیا

شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ ۭ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ

کہ اس کی صبح کی منزل ایک مہینے بھر کی ہوتی اور اس کی شام کی منزل ایک مہینہ بھر کی ہوتی اور ہم نے ان کے لئے تانبہ کا چشمہ بہا دیا اور جنات میں بعضے وہ تھے جو ان کے آگے


کاتب قسمت کی پوشیدہ تحریر

Only Title Printed at The Rajai Press, Chawri Bazar, Delhi.

واجعلنا للمتقین اماما

اے ہمارے پروردگار! ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

پیشوا

ایک ماہوار مذہبی اور اصلاحی رسالہ

مدیر مسئول سید عزیز حسن بقائی



فی پرچہ ۳ آنے

مقام اشاعت جامع مسجد اردو بازار دہلی

سالانہ



مظلوم کربلا

دریائے فرات کے کنارے بیکسی و مظلومی کے الم انگیز نظارے

مشترکہ شیعہ سنی پلیٹ فارم

حضور سرور کائنات کی وفات کے بعد

مظلوم کی تقریریں میدان جنگ میں

فہرست مضامین

پہلی مجلس

دوسری مجلس

تیسری مجلس

چوتھی مجلس

پانچویں مجلس

چھٹی مجلس

ساتویں مجلس

آٹھویں مجلس

نویں مجلس

دسویں مجلس

گیارہویں مجلس

بارہویں مجلس

ملنے کا پتہ منیجر رسالہ پیشوا دہلی

آلِ رسولؐ کیلئے خونی دسترخوان

اموی اور عباسی سامراج نے آلِ رسولؐ کے لئے خونی دسترخوان پر ظلم و سفاکی وحشت و بربریت کے کیسے کھانے چنے؟ اور جگر گوشگانِ بتولؑ نے ان کو کس رغبت سے تناول فرمایا؟ حریت و آزادی کے لئے اولادِ علیؑ نے سرفروشی کے میدان میں کیا کیا قربانیاں کیں؟ ان سب کے اگر تفصیلی حالات معلوم کرنے ہیں اور محرم و مجالسِ عزا میں تفصیلی حالات پڑھنے ہیں۔ تو علد از جلد حسب ذیل کتب منگو لیجئے۔ بعض کتب بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ ممکن ہے تساہل کی وجہ سے کتاب ختم ہو جائے اور بعد میں افسوس ہو۔

حسینؑ

کربلا کے ریگستان میں آلِ رسولؐ کے خون کا بھرپور اثر اب دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی حسینؑ نامی کتاب اردو ... حالاتِ زندگی ... حضرت امام حسینؑ ... کربلا کے ... اہلبیت ...

سیدہ کا لال

کربلا کے میدان میں ... سیدہ کا لال ...

کربلا کے بعد

ایک ہزار سالہ خونی تاریخ حضور علیہ السلام کے عہد مبارک اور خلفائے راشدین کے زمانے کے مفصل حالات اور خاندان بنو امیہ کے مظالم آلِ رسولؐ پر کربلا کے بعد کرب و بلا کے تاثرات ... اور بنو عباس کی حکومت اور ان کے بے پناہ مظالم سادات بنی فاطمہ کی ... کی خلافت کے مفصل حالات۔ اعلیٰ درجے کی لکھائی چھپائی ضخامت ... صفحے ... قیمت ...

شیرِ خدا کی بیٹی

سیدہ حضرت زینب کبریٰ کے مفصل و مکمل اور جامع حالات ...

خلفائے راشدینؓ

خلافت راشدہ کے ... حضرت ابوبکر ... حضرت عمر ... حضرت عثمان ... حضرت علی ...

کتابیں منگانے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا اردو بازار جامع مسجد دہلی

اسلامیہ دار الاشاعت دہلی
کا ایک ماہوار
مذہبی، اخلاقی، اصلاحی
ادبی رسالہ
مقام اشاعت
اردو بازار جامع مسجد دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۹۶۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
ہر قسم کی خط و کتابت میں اپنا
نمبر خریداری ضرور لکھئے، ورنہ
شکایت کی تعمیل نہ ہوگی.
مینجر پیشوا

قیمت سالانہ دو روپے
ممالک غیر سے ۴ شلنگ
قیمت فی پرچہ ۳ ر

جلد ۲۲ || بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ مطابق اپریل ۱۹۴۶ء عیسوی || نمبر ۵

شذرات

(سید عزیز حسن)

پھر تاخیر!

افسوس ہے کہ رسالہ پیشوا پھر تاخیر سے شائع ہو رہا ہے حالانکہ کوشش یہ کی تھی کہ اس مہینہ پیشوا وقت پر آجائے گا مگر انسانی ارادوں کی عدم تکمیل ہی اس بلند و برتر قادر مطلق کی ذات کا احساس کراتی ہے۔

مدت میں عذر کرتے کرتے تھک گیا، شرمندگی اور ندامت کے الفاظ کا ذخیرہ ختم ہو گیا، اس لئے اب

کشتی خدا پہ چھوڑ دوں

کے مصداق خاموش ہوتا ہوں، اور اس وقت کا منتظر ہوں جبکہ مولا کریم مجھے اس دلدل سے نکالے۔

کاتبوں کی ضرورت

چند ایسے خوش خط کاپی نویسوں کی ضرورت ہے جو اپنے گھروں پر رہ کر کتابت کا کام کر سکیں۔

کتابت کے نمونے میرے نام جلد آنے چاہییں، تاکہ جو کتابیں ختم ہو گئی ہیں، ان کو جلد از جلد دوبارہ شائع کیا جائے۔

فتوے بازی کا نیا دور

الیکشن کا بخار لیگیوں کا کم ہوا، لیکن پاکستان کے سرسام میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

دہلی کی ایک جماعت نے تو یہ تجویز پاس کی ہے کہ "کانگریسی مسلمانوں کو قوم پرور مسلمان نہ کہا جائے، بلکہ غدار کہا جائے"۔

شاید اس جماعت کے کارکنوں کو یہ معلوم نہیں کہ غدار کا لفظ ڈیفیمیٹری ہے، اور کسی شخص کو یہ حق قانون نے نہیں دیا ہے کہ وہ کسی کانگریسی مسلمان کو غدار کہہ سکے۔

اس سلسلہ میں اگر دیوانی اور فوجداری دعوے کانگریسی مسلمانوں کی جانب سے شروع ہو گئے تو پھر دلچسپ تاویلات بھی قانون کی گرفت سے نہ بچا سکیں گی۔

لیکن اس سے زیادہ دلچسپ وہ فتویٰ ہے، جو ۹ اپریل کے اخبار زمیندار میں صفحہ ۸ پر شائع ہوا ہے، جس میں جھوٹے عقائد پیشوائے اعظم، امام الہند حضرت علامہ ابو الکلام

(محمد عزیز حسن ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے کملا ہند پریس [illegible] میں چھپوا کر دفتر اسلامیہ [illegible] دہلی سے شائع کیا)

صاحب مجاہد اعظم شیخ الحریت حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی سے منسوب کئے گئے ہیں، اور ان پر علماء سوء سے فتوے کے ذریعہ "آخری فیصلہ" طلب کیا گیا ہے۔

مطلب اس فتوے کا یہ ہے کہ کانگریسی مسلمان
توبہ کرکے سواد اعظم میں شامل ہوں، یا مسلمان
ان کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھ کر ان سے
برأت کا اظہار کریں۔

یعنی آزادی وطن کی تحریک میں جو مسلمان شامل ہیں، یعنی اسلام کو جو مسلمان انگریز کے پنجۂ ظلم و ستم سے نجات دلانا چاہتے ہیں، وہ اس سے توبہ کرلیں، ورنہ لیگی مسلمان اس جرم میں ان کو خارج از اسلام سمجھ لیں۔

میں اس فتوے کے مجوزہ سوالات پر بعد میں بحث کروں گا سردست یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جو فتوے اب تک دیئے گئے، جس طرح پورے قرآن حکیم کو لیگی بنایا گیا۔ اور دین اسلام سے اخراج تو ایک ہلکی چیز ہے قرآن حکیم اور احادیث نبوی سے جھوٹا استدلال کرکے خواجہ حسن نظامی صاحب نے کانگریسی مسلمانوں کو، بلا دریغ قتل کرنے کا جو فتویٰ لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر شائع کیا، کیا یہ نیا فتویٰ اس کا نتیجہ نہیں ہے کہ پچھلے فتوے سب بے اثر ہوئے، اور ۹۰ فیصدی ووٹ کانگریسی مسلمانوں نے ان مجاہدین اسلام (حضرت پیشوائے اعظم، حضرت مجاہد اعظم) کے ارشاد پر بے سروسامانی کے عالم میں دے کر یہ ثابت نہیں کردیا کہ مسلمان حق و باطل کو پہچاننے لگے ہیں۔

کیا لیگ کی جو غنڈہ گردی، ہلڑبازی اب تک کانگریسی مسلمانوں نے برداشت کی ہے، اور اس کے بعد زندگی کا ثبوت دیا ہے، اور اس سے زیادہ یہ نیا فتویٰ کارگر ہوگا؟ اور کیا تم کو یہ غلط فہمی ہے کہ تمہارے ان مکارانہ فتووں کا کوئی نیا اثر پڑے گا؟ اور تم نے جو نئی کیفیتیں ان مجاہدین اسلام کی مقرر کی ہیں، اس سے وہ جاں نثار مسلمان ان کو چھوڑ دیں گے جو تم کو اور تمہارے سرپرستوں کو سامراج کا مہرہ سمجھتے ہیں۔

بہرحال قوم پرور مسلمان ان دونوں تجویزوں کا خیرمقدم کرتے ہیں۔

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
تم خداوند ہی کہلاؤ خدا اور سہی

لیکن اگر اس نئے فتوے بازی کے باوجود بھی قوم پرور مسلمان زندہ رہے تو کیا کروگے؟ خودکشی!!

خدا کی قدرت ہے ان دونوں پیرزادوں کے اجداد کے طفیل جن کے باپ دادا کو اسلام کی توفیق ہوئی، وہ حرم اور کرم کے مسلمانوں کو کافر بنانے کے لئے بے چین ہیں، جو کلام اللہ اور احادیث رسول اللہ صلعم کے شارح ہیں، جو اسلام اور آزادی وطن کے لئے اپنی زندگی کا بڑا حصہ جیل خانوں میں گذار چکے ہیں، جو ایثار و قربانی کے پیکر عمل ہیں اور کفر کی مشین گن کو ن چلاتے ہیں، جن کے چند رسمی خاندان کو امنت باللہ بھی پڑھنی نہیں آتی، اور جو خود بھی کفر کے مسنتوے کا شکار ہوکر دوبارہ داخل اسلام نہیں ہوئے ہیں۔

عالم اسلامی پر ایک وقت ایسا بھی گذرا ہے، جبکہ صرف تین مجاہد مسلمان باقی رہ گئے تھے، اور سب مسلمانوں نے خلق قرآن کے گمراہ کن عقیدے کو تسلیم کرلیا تھا، جن میں مفتیان عالم شامل تھے۔

گمراہی پر اتنا زبردست اجتماع آج نیا نہیں ہوا ہے جبکہ صرف حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ نے اعلان حق کیا اور اپنی جان کو خطرے میں ڈالنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز رضہ یحییٰ الکنانی مکہ معظمہ سے سفر کرکے بغداد پہنچے اور مامون الرشید عباسی کو سر دربار مباحثہ کرکے اس کو اور اس کی گمراہ معتزلہ جماعت کو شکست دی۔

جب حق مظلومیت کے باوجود اتنی زبردست اور جابر سلطنت کے آگے سرنگوں نہ ہوا۔ لیگ نے تو ابھی صرف چنگیز اور ہلاکو کی سنت تازہ کرنے کے لئے علماء حق پر قاتلانہ حملے کئے ہیں، ان کے مکانات کو نذر آتش کیا ہے۔

حق پرور مسلمان تو اس سے آگے کے لئے تیار ہیں۔ یہ فتوے بازیاں، یہ بائیکاٹ کی دھمکیاں، یہ غنڈہ گردیاں کوئی معنے نہیں رکھتیں۔

تم کو قسم ہے لیگ کے لات و عزیٰ اور قریش کے ابو جہل کی جو ستم اپنے بزرگوں کی روحوں کو خوش کرنے کے لئے کرسکتے ہو، اس سے دریغ نہ کرنا، اس لئے کہ جس طرح سامراج نے تم کو کھلی چھٹی ظالمانہ اور سفاکانہ اعمال کے لئے دے رکھی ہے۔ ایسی کھلی چھٹی اسلام کا حی القیوم خدا نہیں دے گا۔ قرآن حکیم کے حکم کے مطابق خیر و شر کا ذرہ ذرہ حساب ہوگا۔ وہ منتقم حقیقی ظالموں سے غافل نہیں ہے جس کی گرفت بہت ہی سخت ہے۔ ان اللہ غافلاً عما یعمل

المظلومون ۔ ان بطش ربک لشدید۔

فرنگی محل کا فتوے

مولوی عبدالوالی صاحب فرنگی محل کا ایک فتویٰ ۱۲ اپریل کے زمیندار میں صفحہ ۷ پر اس عنوان سے شائع ہوا ہے۔

" مشرکین سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے والوں کا بائیکاٹ کرنا درست ہے "

یہ فتویٰ لدھیانہ کے کسی شخص نے طلب کیا ہے، جس کا یہ مفہوم ہے کہ

" کانگریسی مسلمانوں سے دوسرے مسلمانوں کا کیا طرز عمل ہونا چاہیئے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا لین دین، ان کی امامت واقتدا جائز ہے یا نہیں۔؟

کیونکہ انہوں نے کفار و مشرکین سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کیا ہے۔

کیا ان کا بائیکاٹ جائز ہے ؟

اس فتوے کا جواب مولانا قطب الدین صاحب عرف عبدالوالی جانشین حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ فرنگی محلی نے یہ دیا ہے کہ

" مسلمانوں میں تفریق کرانے والا قابل امامت نہیں ہے۔

مشرکین کی جماعت سے مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرنا حرام ہے، اور ان کا بائیکاٹ کرنا درست ہے "

سب سے پہلے تو مولوی صاحب یہ بتائیں کہ حضرت مولانا عبدالباری صاحبؒ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟ کیا وہ گمراہ تھے ؟ کیا انہوں نے کانگریس کی حمایت کر کے کفار و مشرکین کی تائید نہیں کی تھی، پھر ان کی امامت میں جتنی نمازیں آپ نے پڑھیں، وہ لوٹائیں یا نہیں ؟ اور آپ نے ان کی زندگی میں بائیکاٹ کیا یا نہیں ؟ اور خود آپ جب تک کانگریس میں شریک رہے، اس زمانہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے ؟۔

کیا تاریخ اسلام میں اس قسم کا جھوٹا فتوے اس سے پہلے بھی دیا گیا ہے ؟ اور کیا کانگریس میں جو مسلمان شامل ہیں وہ مسلمان نہیں ہیں ؟ کیا مسلمان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ فاسق و فاجر، تارک صوم و صلوٰۃ، حج و زکوٰۃ کے ہاتھ پر بیعت کی جائے ؟ کیا یہ کانگریس اور لیگ کا سیاسی مسلک حضرت مولا علیؓ اور امیر معاویہ کے سیاسی اختلاف سے بھی زیادہ وزنی ہے، جس کو اتنی اہمیت دی گئی ہے۔ ؟

جن ہندوؤں کو آپ نے کفار و مشرکین کہا ہے۔ کیا قرآن حکیم میں بھی ان کو کفار و مشرکین سے مخاطب کیا گیا ہے۔

آپ ٹھنڈے دل سے قرآن حکیم کی اس آیت کی تلاوت کیجئے۔ ارشاد خداوندی ہے کہ

انما المشرکون نجس فلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامہم ھذا

(سورہ توبہ رکوع ۴)

ترجمہ :۔ مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آویں مسجد حرام کے اس برس کے بعد۔

حاشیہ :۔ مسجد الحرام میں مشرک کو جانا منع ہے یا سارے حرم میں اور مسجد میں معاف ہے اور پلیدی ان کے دل میں ہے بدن پر نہیں اور نفرت فرمائے یعنی اس وقت موقوف ہوگی مشرکوں کی تو معاملات سوداگری کے بند ہوں گے، سو اللہ تعالےٰ نے سارا ملک مسلمانوں کو دیا۔ سب کاروبار جاری ہوا۔

یہ ترجمہ حضرت علامہ شاہ عبدالقادرؒ صاحب دہلوی کا ہے اور ان ہی کا حاشیہ بھی لکھا گیا ہے، جس میں اختلاف کی قطعی گنجائش نہیں ہے۔

اب فرنگی محل کے مولانا صاحب بتائیں کہ اس آیت نے جن کفار و مشرکین کی توضیح کی ہے۔ ان میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی توضیح کی ہے۔ ان میں یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب کے علاوہ ہندو کیونکر شامل کئے جا سکتے ہیں۔ جبکہ ہندو مکہ میں نہیں تھے، اور ان کا داخلہ بھی مکہ معظمہ میں بند نہیں کیا گیا۔ تو پھر اس آیت کا اطلاق ان پر کیونکر ہو سکتا ہے ؟

قرآن حکیم کو لیگ کے اغراض کے لئے استعمال کرنا کلام اللہ سے غلط استدلال کرنا کیا اس قسم کا گناہ نہیں ہے، جس کے علماء یہود زبور کے احکام کو مسخ کر کے مرتکب ہوئے تھے۔ ؟

بہیں افسوس ہے کہ سامراج کے پٹھو مولویوں نے

قرآن اور احادیث کو بازیچۂ اطفال بنا کر جس فتنہ کی بنیاد رکھی ہے، اس کو ملت کی فلاح و بہبود سے دور کی بھی نسبت نہیں ہے۔ اس کو کسی حالت میں بھی، منتقم یحمل اللہ کی تفسیر نہیں کہا جا سکتا نہ خدا کا کلام لیگ کی تائید جیسے ذلیل مقصد کے لئے نازل کیا گیا تھا۔ جو آج اس کو ذاتی اغراض کے لئے تنش پال بنایا جا رہا ہے۔؟

کیا اس فتوے کا مقصد یہ ہے کہ ضدی مسلمانوں کو ترک اسلام کے لئے مجبور کیا جائے؟ اور اللہ کے دین سے لوگوں کو نفرت دلانے میں ابولہب کی روح کو خوش کیا جائے؟

ہم اس فتوے پر آئندہ تفصیل سے لکھیں گے۔

کانگریس کی سرکاری زبان

پیشوائے اعظم امام الہند حضرت علامہ ابوالکلام صاحب آزاد صدر انڈین نیشنل کانگریس نے حکم دیا ہے کہ

"آئندہ سے کانگریس کی سرکاری زبان اردو ہوگی۔"

کافر و مشرک، ہندوؤں کے زرخرید، کوئسنز لنگ، لارڈ ہاہا، میر جعفر، غدار، امام الہنود، شر پوائے کے خطابات دینے والوں، مسلمانوں کے خود ساختہ اور واحد نمائندوں کے ہاں اردو نہ سرکاری زبان ہے، نہ نیم سرکاری۔ وہاں انگریزی اسلامی زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے، جس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے کلچر کا حقیقی محافظ کون ہے؟

یہ اعلان اب سے بہت پہلے ہونا چاہیئے تھا۔ یہ اعلان حضرت پیشوائے اعظم کی ان غیر فانی یادگاروں میں سے ایک ہے، جو وہ کانگریس میں اپنے عہد صدارت کی چھوڑ رہے ہیں۔

ہم اس اعلان پر حضرت کی خدمت میں صمیم قلب سے ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ خداوند ان مسلم لیگ کو بھی یہ توفیق ہو کہ وہ اپنے ملک کی زبان کی اتنی قدر تو کریں، جتنی ان کے بیان کے مطابق دشمنان اسلام کر رہے ہیں۔

کانگریس کا آئندہ صدر

آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا اجلاس بہت جلد ہوگا جس میں نئے صدر کا انتخاب ہوگا۔

کانگریس کے اعلیٰ حلقوں میں اس سال بھی صدارت کے لئے پیشوائے اعظم حضرت علامہ ابوالکلام آزاد ہی کا نام لیا جا رہا ہے۔

اگرچہ قید فرنگ کی تکالیف، بڑھاپے اور بیماری کے باوجود مسلسل اور جوانوں کو تھکا دینے والے کام کی وجہ سے اطباء کی رائے مستقل آرام کی ہے۔ لیکن ملک جس دور سے گذر رہا ہے حضرت نے جس عدیم النظیر استقلال و عزیمت اور جس بے مثال تدبر سے ملک کی رہنمائی فرمائی ہے، اور جن الجھے ہوئے ملکی و ملی مسائل کو سلجھانے کے لئے حضرت کی سیاسی بصیرت و رہنمائی کی ضرورت ہے، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

کانسٹی ٹیوٹ اسمبلی، لارنس مشن، مشن کے بعد کے حالات مرکز میں قومی حکومت کا قیام، سوشلسٹوں کے بے پناہ جوش کمیونسٹوں کی شرارتوں، مسلم لیگ کی سازشوں کا سد باب، قحط کی روک تھام، یہ سب ایسے مسائل ہیں جن میں حضرت پیشوائے اعظم کی رہنمائی کی ملک کو ضرورت ہے۔

اس لئے کانگریس ہائی کمانڈ کی اور گاندھی جی کی متفقہ خواہش ہے کہ سال آئندہ کے لئے کانگریس کی صدارت کا تاج حضرت علامہ آزاد ہی کے سر پر رکھا جائے۔ تاکہ ملک غلط رہنمائی کی بدولت ان نقصانات سے محفوظ رہے۔ جو ایک ذرا سی بے تدبیری اور غفلت سے پیش آ سکتے ہیں۔

اس لئے توقع کی جاتی ہے کہ تمام ہندوستان سے متفقہ طور سے حضرت علامہ آزاد ہی کا نام پیش ہوگا۔ اور حضرت باوجود علالت کے اپنا لاکھوں روپے کا نقصان ملک کے لئے کر کے اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر قبول فرما لیں گے۔

لیگ کی اعصابی جنگ

علی گڈھ کے حادثہ کے سلسلے میں لیگ نے اعصابی جنگ قبل از تحقیقات شروع کر دی ہے، جس طرح چور موقع پر گرفتار ہونے کے باوجود اپنی بے گناہی کا شور مچاتا ہے۔

مسٹر جناح، نواب زادہ، ضیاء الدین وغیرہ کے بیانات شائع ہونا شروع ہو گئے ہیں، جس میں فلو پر افسوس، آئندہ کے تحفظ، بے گناہ، تباہ حالوں سے ہمدردی کی بجائے دھمکیاں ہی دھمکیاں ہیں۔

اگر تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لیگ کے بڑے بڑے لیڈروں کا اس فساد سے اور لارنس مشن اور کانگریسی حکومت کو مرعوب کرنے کا کوئی تعلق نہیں ہے تو کیا تحقیقات سے پہلے شور مچانے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ جن لوگوں نے علانیہ سے باہر رہ کر فساد کے تار کھینچے ہیں، وہ اب سزا سے خود بھی بچنا چاہتے ہیں، اور آگ لگانے والے مفسدوں کو بھی حسب وعدہ بچانا چاہتے ہیں۔

کانگریسی حکومت کو یاد رکھنا چاہئے کہ اگر وہ اس شور و غل سے متاثر ہوکر انصاف کا دامن چھوڑنا چاہتی ہے، تو اس کو قلمدان وزارت سنبھالنا ہی نہیں چاہئے تھا کہ اتنے بڑے صوبہ کا امن لیگ کی دھمکیوں کی نذر نہیں کیا جا سکتا۔

تحقیقات بے لاگ ہونی چاہئے، اور اس کی رپورٹ پر پوری طاقت سے اس نظریے کے تحت عمل ہونا چاہئے کہ کوئی بے گناہ نہ پھنسے، خواہ وہ کتنا ہی کمزور کیوں نہ ہو، اور کوئی گنہگار بچ کر نہ نکلنے پائے، خواہ وہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو۔

مسلم یونیورسٹی کو بچاؤ

مسلم یونیورسٹی میں سخت بدنظمی، تعلیمی بدحالی، پارٹی بازی نے یونیورسٹی کو تباہ کر دیا ہے، وہ اپنا علمی وقار کھو چکی ہے۔ اس میں تعلیم کے بجائے برہنہ ناچ، چھرا بازی، ہوٹل بازی، گالی بازی کی باقاعدہ مشق ذاتی اغراض کے لئے کرائی جاتی ہے۔

طلباء پر کسی کا ڈسپلن نہیں رہا ہے، قوم پرور طلباء اور اساتذہ کی آبرو اور جان ہر وقت خطرے میں ہے۔

ایسی صورت میں یونیورسٹی کو تباہی سے بچانے کے لئے رحمت اللہ کمیٹی کی رپورٹ کے پیش نظر یونیورسٹی کو بربادی سے بچانے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب سے یونیورسٹی کو پاک کیا جائے، اور ان کی بجائے خواجہ غلام السیدین صاحب وزیر تعلیم ریاست رامپور سے استدعا کی جائے کہ وہ یونیورسٹی کی باگ ڈور اپنے ہاتھوں میں لے کر یونیورسٹی کو بربادی سے بچالیں، جو بدنامی تعلیم و تہذیب کے سلسلہ میں یونیورسٹی کی ڈاکٹر صاحب کے عہد میں ہو چکی ہے، وہ مسلمان قوم کی رسوائی کے لئے کافی ہے

بتلاتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب اپنی حمایت میں لیگ پارٹی کو استعمال کریں گے جن کے لئے انہوں نے چھ مہینے کے واسطے لڑکوں کا [illegible] بند کر دیا تھا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب پر جتنے شرمناک جرائم کا الزام ہے، ان کا تعلق نہ کانگریس کی تائید سے ہے، نہ لیگ کی تائید سے

اس لئے یونیورسٹی کے ہر بہی خواہ کا فرض ہے کہ وہ یونیورسٹی کو بچانے کے لئے میدان میں آئے، اور ڈاکٹر صاحب کے چنگل سے یونیورسٹی کو نکالے، جن کے علیحدہ ہی ایک ہفتہ میں یونیورسٹی کی ۹۰ فیصدی برائیاں دور ہوکر علمی ماحول پیدا ہو جائے گا۔

گاندھی جی کی سادہ لوحی

مہاتما گاندھی نے ایک بیان میں چودھری خلیق الزماں اور مسلمانوں کی وفاداری کا تذکرہ کیا ہے، اور اپنے تعلقات خصوصی کا تذکرہ کیا ہے، جس کو ہم ان کی سادہ لوحی یا نیک نیتی سمجھتے ہیں۔

کاش ان کو معلوم ہوتا کہ
"لیگ اور اسلام دو جداگانہ چیزیں ہیں
جو ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔"

یہ سچ ہے کہ گاندھی جی نے مسلمانوں کی شاندار خدمات انجام دی ہیں، وہ اسلام سے بہت قریب ہیں، ان کے دل میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے لئے انتہائی احترام و عقیدت ہے۔ لیکن لیگ کے نزدیک یہ خصوصیات کافی نہیں ہیں گاندھی جی لیگ میں مقبول ہوکر عاشق اسلام بن سکتے تھے۔ اگر وہ شراب خوار ہوتے، اگر وہ احکام اسلام کے خلاف تقریریں کرتے، اور قرآن حکیم کو ایک فرسودہ کتاب ظاہر کرتے، اور ان سب خصوصیات کے ساتھ پاکستان زندہ باد کا نعرہ لگا دیتے۔

گمنام خطوط بھیجنے والے

کوئی دن مشکل سے ایسا گذرتا ہوگا جبکہ دو چار خطوط دھمکیوں، قاتلانہ حملوں کے نہ آتے ہوں، اور ٹیلی فون پر لیگی دوست اسلام کا یہ چھٹا رکن ادا نہ کرتے ہوں۔

میری اخبار نویسی کی زندگی تقریباً ۲۵ سال کی ہے

جس میں بارہا ان سنگلاخ وادیوں سے گذرا ہوں کہ عوام کی مخالفت اور موافقت ایک داعی حق و صداقت کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔

میرے سامنے آزادیٔ وطن کی راہ ہے، جس میں ظاہر ہے کہ کانٹے بھی ہو سکتے ہیں۔ پھول نہیں، حق کی کڑواہٹ کو برداشت کرنا، عوام کے دھارے کے مقابلہ میں ڈٹ جانا آسان نہیں ہے، مگر اسلام کے حی القیوم خدا نے اپنی غیبی نصرت فرمائیوں سے مجھے ان کٹھن راہوں سے گذار دیا۔

ایک بات میری سمجھ میں باوجود کوشش کے نہ آئی، وہ یہ کہ فحش گالیوں اور قاتلانہ حملوں کے خطوط بھیجنے والے عام طور سے گمنام خطوط لکھتے ہیں۔ اسلام سے ناواقف ہونے کے باوجود حمایت اسلام پر لکھتے ہیں۔ لیگ کے بہی خواہ نہ ہونے کے باوجود لیگ کی تائید میں لکھتے ہیں، اور اپنی بزدلانہ اور احمقانہ تحریروں کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے پاکستان حاصل کر لیا یا اسلام کا حق ادا کر دیا۔ حالانکہ ان خطوط بھیجنے والے جاہلوں میں سے نوے فیصدی کی املا، انشا غلط ہوتی ہے۔ سیاست کی ابجد سے ناآشنا ہوتے ہیں، سیاسی مدوجزر سے ناواقف ہوتے ہیں، اور اس غلط فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ ان دھمکیوں کے خطوط سے یا ٹیلی فون سے میں متاثر ہو کر لیگ پر اعتراضات کرنے بند کر دوں گا۔ ٹھوس اعتراضات کے جواب میں فحش گالیاں اور قاتلانہ حملوں کی دھمکیاں لیگ کے کیس کو کمزور کرتی ہیں، اور میرے دل میں پہلے سے زیادہ استقامت و عزیمت پیدا کرتی ہیں۔

میں نے جاپانی شیخ الہند مولوی عثمانی صاحب اور پاکستانی ڈوپٹے جینا صاحب کو تحریری و تقریری مقابلہ کے چیلنج دیئے، دونوں نے خاموشی اختیار کی۔ مناظرہ کے میدان سے راہِ فرار اختیار کرنے کے بعد ان کے چیلے چانٹوں کا اپنے افلاس دماغی و بے دینی اور سیاسی جہالت کا مظاہرہ کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ میں نہ فحش گالیوں سے مرعوب ہوتا ہوں نہ قاتلانہ حملوں کی دھمکیوں کا مجھ پر اثر ہو سکتا ہے۔ اس لئے خطوط بھیجنے والے گرگٹ، جاہل، بزدل اپنے مقصد میں ناکام رہتے ہیں۔ البتہ حریت کے گالی نمبر میں ان کا خط درج کرنے کے لئے رکھ لیا جاتا ہے۔ چھپنے کے بعد اس کی ذمہ داری لینے سے اسی طرح۔ لیگی سورما انکار کریں گے، جس طرح لیگی ایڈیٹروں نے مجھ پر کانگریس سے روپیہ لینے کا جھوٹا الزام لگایا، اور جب اس دعوے کو عدالت میں چیلنج کیا گیا تو کچھ نے معافیاں مانگیں، اور کچھ نے انکار کیا، جس سے لیگی مجاہدین کی بے زبانی اور الزامات کی حقیقت ثابت ہوتی ہے۔

بہرحال لیگ کے نام نہلو محافظین اسلام اگر میرے اعتراضات کے جوابات معقولیت، انسانیت، شرافت سے دینے چاہیں، تو مجھے خوشی ہوگی، لیکن اعتراضات کے جواب میں گالیاں اور دھمکیاں مجھے لیگ کی زیادہ مخالفت پر آمادہ کرتی ہیں، جو لیگ سے دشمنی تو ہو سکتی ہے، دوستی نہیں۔ پس جو لیگ مجھے فحش گالیاں اور دھمکیاں دیتے ہیں وہ لیگ کے نادان دوست ہی کہے جا سکتے ہیں، جو لیگ کی مخالفت کو تیز تر کر رہے ہیں۔ اور اپنے مقصد میں جس طرح آج تک ناکام رہے ہیں، اسی طرح انشاء اللہ آئندہ بھی ناکام رہیں گے۔ گمنام یا فرضی نام سے بزدلانہ طریقہ سے دھمکیاں خرفار اور مسلمانوں کا شیوہ نہیں ہے۔ البتہ شمر کور یزید لعین کی اولاد اگر اپنے اجداد کی سنت تازہ کرنا چاہتی ہے تو حسینؓ کی اولاد صبر و استقامت کے لئے حاضر ہے۔

جاپانی شیخ الہند کا جھوٹ!

یادش بخیر! ۱۴ اپریل کو مولوی عثمانی نے دہلی میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"میں ۲۵ برس جمعیۃ علماء ہند کا ممبر رہا ہوں"

مگر یہ نہ فرمایا کہ اس ۲۵ برس میں کبھی ۲۵ منٹ کے لئے کلمۂ حق نہ کہا اور کبھی ۲۵ سکنڈ کے لئے آزمائش میں نہ پڑے، جو دو حال سے خالی نہیں۔ یا سی، آئی، ڈی کے ملازم تھے، جن کو کھلے بندوں اپنی ڈیوٹی کے ساتھ سرکار پر نکتہ چینی کی اجازت ہوتی ہے، یا اول درجہ کے منافق تھے، کہ معمولی طالب علموں سے لے کر حضرت مدنی نے بارہا جیل میں چکیاں پیسیں، اور ان کو ...... کی آغوش سے فرصت نہ ملی۔

بہرحال حقیقت کچھ ہی ہو۔ شاید جاپانی شیخ الہند نے یہ مصرعہ ضرور پڑھا ہوگا۔

خر عیسیٰ اگر بمکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

پھر ارشاد ہوا کہ

"پاکستان کوئی سیاسی مطالبہ نہیں ہے۔ وہ

مسلمانوں کا دینی اور مذہبی فریضہ ہے؟

خوب! اس چودھویں صدی کے دینی مذہبی فریضہ کا الہام لندن میں چودھری رحمت علی کو فرنگی کے روپیہ سے ہوا۔ اس کے بعد کرنل مارکس نے انگلینڈ میں اپنی قوم کی حفاظت کے لئے ہندوستان کی غلامی کے لئے توسیع دی۔ پھر ہادی دین مجاہد ملت حاجی الحرمین الشریفین مولینا محمد علی صاحب جینا چشتی، قادری، صابری، نقشبندی، سہروردی، ثم دیوبندی پر صہبائی کا جام چڑھاتے ہوئے نازل ہوا۔

گویا قرآن حکیم کی یہ آیت غلط ہے کہ

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی

ترجمہ۔ خدا نے دین کو کامل کیا اور اپنی نعمتیں تمام کر دیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ نے جو دین برحق پیش کیا، وہ ناقص تھا، اس کی تکمیل پاکستان سے ہوئی۔ اس لئے کہ اس دین مبین میں پاکستان کی کمی تھی جو آج پوری ہوئی۔

اللہ اللہ! شیطان بھی کیسا بہروپیا ہے، مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لئے کیسے کیسے روپ بدلتا ہے۔

یہ رہنما ہمارے بہروپئے ہیں سارے

پھر فرمایا کہ

"جس طرح ایک گاڑی کو انجن کی ضرورت ہے اسی طرح ایک قوم کو سیاسی رہنما کی ضرورت ہے، جو مسٹر جینا کے پیکر میں اس کو مل گیا ہے"

حیدرآباد کا وظیفہ جس قوم نے مقرر کرایا ہے، اس کے مفاد کے لئے اپنے تئیں جاپانی شیخ الہند ثابت کرنے کے واسطے اس کے علاوہ عثمانی صاحب کچھ اور کہہ ہی نہیں سکتے کہ آخر حق نمک اور بہروپ کی بھی تو لاج رکھنی تھی۔

اسلام کی تیرہ سو سالہ تاریخ مسٹر جینا کے کیرکٹر اور اسلام سے کوئی تعلق نہ رکھنے والے قائد گمراہ سے خالی ہے۔ قرآن حکیم نے جس جماعت یا فرد کو مسلمانوں کی رہبری کے لئے پسند کیا ہے، اس کے لئے اسلام ہی کو کسوٹی قرار دیا۔ جس سے مسٹر جینا کو نسبت نہیں ہے، کوئی واقفیت نہیں ہے، اور جن کی نظیر اسلام کے بدترین دور میں بھی تلاش کرنے سے نہیں ملتی۔ یزید و حجاج سفاح وغیرہ ان سے زیادہ مذہب واقف تھے۔

مسلمانوں میں سیاسی رہنماؤں کی کوئی کمی نہیں ہے، جو کردار کے لحاظ سے مسلمان ہیں، اور مسٹر جینا کو برسوں سیاست کا سبق پڑھا سکتے ہیں، اور اعداد و شمار سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ بحیثیت ایک وکیل کے انہوں نے جب بھی کسی مقدمہ کی پیروی کی ناکام ہوئے۔ بحیثیت سیاسی لیڈر کے ۱۹۳۷ء کا الیکشن ان کا زندہ کارنامہ ہے۔ جس میں اکثریتی صوبوں کے مسلمانوں کو شکست کھانی پڑی اور ان کی نالائقی کا ثبوت مل گیا، اور اب اقلیتی صوبوں کے مسلمانوں کو قربانی کا بکرا بنایا جا رہا ہے۔

پھر فرمایا کہ

"لیگ کے تمام ذمہ دار افراد یہ اعلان کر چکے ہیں کہ پاکستان میں اسلامی حکومت ہوگی قرآن اور اسلام کے احکام کے تحت ہر حکم نافذ کیا جائے گا"

اس سے زیادہ جھوٹ، اس سے زیادہ فراڈ، اس سے زیادہ بے ایمانی، دھوکہ دہی علماء کے لباس میں شیطان نے بھی نہ کی ہوگی۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔

ایک ہی ہفتہ گذرا کہ مسٹر جینا نے عثمانی۔ سے لیگی کنونشن میں اعلان کیا کہ

"پاکستان میں جمہوری حکومت ہوگی"

اس سے پہلے بار بار تمام ذمہ دار لیگی رہنما اعلان کر چکے ہیں کہ

"پاکستان کی جمہوریت میں غیر مسلم برابر کے حصہ دار ہوں گے"

لیکن عثمانی صاحب جانتے تھے کہ سامراج کے ایجنٹوں کی پول کھل چکی ہے۔ پاکستان کے جادو کا اثر اتر رہا ہے۔ اور مسلمان کو گمراہ مذہب کے نام پر ہی کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے جھوٹوں کے گرو گھنٹال نے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے اعلان کیا کہ "پاکستان میں مذہبی حکومت ہوگی"

حالانکہ اب لیگ میں مولوی کی وہ وقعت نہیں رہی ہے جو انتخاب کے وقت تھی اور ان سے صفائی سے کہہ دیا گیا کہ تم کچھ مفید ثابت نہیں ہوئے، اور وہ وقت قریب ہے کہ جس طرح حضرت مولانا مدنی سے کام لینے کے بعد دھتکار دیا گیا تھا اور اس پر فخر کا اظہار کیا گیا تھا کہ

"ہم نے مولویت کو ختم کر دیا وہ اب کبھی زندہ نہیں ہو سکتی"

مگر مولویت کا کابوس تیغ ما پر مسلط رہا، اور یہ مولویت کی سخت جانی تھی کہ اس نے لیگ ہی کی اس گندہ گردی کے باوجود پاکستان

کے خلاف ۹۸ فیصدی ووٹ حاصل کیے، جس کو عثمانی صاحب اس طرح چھپا رہے ہیں، جس طرح ایرانی المذاق مولوی ..... بیچا ..... کی محبت کو چھپایا کرتے ہیں۔ یا ر نا کار عورت حرام کے حمل کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتی ہے۔

مولوی عثمانی کی یہ تقریر جھوٹ کا پلندہ دھوکہ بازی کا پٹارا ہے، جس کو اسلام سے کوئی واسطہ نہیں، جس میں تعلیم اسلام کا کوئی شائبہ نہیں۔

جس مکاری، جس دلیری سے اس تقریر میں جھوٹ بول کر مذہبی لباس پہن کر مسلمانوں کو دھوکہ دیا گیا ہے، اس کی نظیر بہت کم ملے گی۔

سچ ہے جس کا کھائیں گے، اس کا گائیں گے۔ سامراج کے یہ چیلے پھر بے پرستش یہ نہ کرتے تو اور کیا کرتے؟

لیگ کا نعرۂ جنگ

مسلم لیگ کے ٹکٹ پر جو ممبر کامیاب ہوئے تھے ان سب کا اجلاس دہلی کے عربک کالج ہال میں ہوا۔

ہندوستان ٹائمز کے نامہ نگار کی "شرارت" دیکھئے کہ اس نے پہلے روز کی کارروائی کے ساتھ یہ بھی لکھ دیا کہ نماز کے لئے جلسہ ملتوی نہیں ہوا۔ حالانکہ پنڈال کے سامنے بہت ہی خوب صورت مسجد بنی ہوئی ہے۔

اس "شرارت" پر لیگی حلقوں میں اظہار ناراضی کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ اس کو جنیا زیبا کر مولانا ظفر علی خاں صاحب کراچی کے اجلاس کانگریس سے علیحدہ ہوئے تھے۔

کم بخت ہندو ہو کر، ہندو اخبار کا نامہ نگار ہو کر یہ شرارت کرتا ہے کہ لیگ کے جلسہ کو نماز کے لئے ملتوی نہ ہونے کا تذکرہ کرتا ہے۔ جانتا نہ تھا کہ ویزلین سے چکنے والے چہروں، دوکف کالروں اور استری والی پینٹ کا کیا حال ہونا۔ یہ نماز تو کانگریسی مسلمان پڑھتے ہیں۔ لیگ کے اپٹو ڈیٹ اسلام میں .... اس دکھاوے کی گنجائش کہاں؟۔

لیگ کے مسلمانوں کی کتنی بڑی حماقت ہے کہ وہ مسجد میں اپنے قائد اعظم کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ سب مشرک کانگرسی اور غدار معلوم ہوتے ہیں۔ جو کاکٹیل پارٹیوں، کلب گھروں میں داد عیش دینے والوں کو مسجدوں میں ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے دیکھنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں کا محبوب قائد اعظم اپنی زندگی میں یہ نہیں ہونے دے گا۔ اس کو شہنشاہ پاکستان کے دلفریب نعروں سے اتنا وقت کہاں بچتا ہے کہ وہ مسجدوں میں جائے۔

بہر حال مسلم لیگ کے ممبروں کا یہ جلسہ ہوا، اور لیگی نقطۂ نظر سے کامیاب جلسہ تھا، جو

نشستند، گفتند، برخاستند

پر حسب دستور ختم ہو گیا۔

البتہ کانگریس کی دھمکیوں میں ایک اور اضافہ ہو گیا۔ پاکستان لے کے رہیں گے پر مہر تصدیق ثبت ہو گئی۔

لیگ کے اس نعرہ جنگ کی پشت پر عوام کی کتنی طاقت ہے، اور پاکستانی فوج کے یہ سورما کتنی دیر میدان میں ڈٹ کر مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ حکومت کو رشید ڈے کے گرفتار شدگان میں سے اکثر کی بہادری مقدمات میں دلچسپ حرکات سے ہو گیا ہے۔ مسٹر جناح نے اگر کانگریس کی تحریک سول نافرمانی کی۔ یا بکریوں کی طرح پٹنے سے انکار کرتے ہوئے مسلح فوج سے مسلح مقابلہ کیا، تو ان کو بھی تجربہ ہو جائے گا کہ بڑھ بڑھ کر ڈینگیں مارنے والے کے گھٹنے مدافعت کرتے ہیں۔

حکومت کے سامنے لیگ کی زندگی ہے، لیگ کی قوت عمل ہے اور ۹۰ فیصدی رائے دہندگان ہیں۔ اس کے برعکس ہندوستان کی وہ رائے عامہ ہے، جو اگست ۱۹۴۲ء میں اپنی طاقت کا مظاہرہ کر چکی ہے، اور اگر ہندوستان کی آزادی کو ٹالا گیا تو اس سے زیادہ جوش قوت تنظیم سے میدان میں آنے کیلئے تیار ہے۔ یہ کانگریس کی ارگنائزیشن کا باقاعدہ امتحان کر چکی ہے ایک فضول بات ہی۔

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینہ میں ختم ہو رہی ہے ان میں

ایک آپ بھی ہیں، اور آپ کا نمبر خریداری .... ہے

اگر آپ سال آئندہ کیلئے خریدار رہنا چاہیں، تو کم سے کم روپئے خریداری فراہم کر دیجئے اور سب کی قیمت آج ہی دفتر رسالہ پیشوا دہلی کو روانہ کر دیجئے اور اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کیلئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو از راہ کرم اسی وقت ایک پوسٹ کارڈ منیجر رسالہ پیشوا کے نام لکھ دیجئے کہ سال آئندہ کے لئے خریداری منظور نہیں۔ آپ کے اس کارڈ کے وصول ہوتے ہی آپ کا نام چیشر .....

احکام القرآن

(قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو صرف قارئین پیشوا کے لئے لکھی گئی)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

سورۂ کہف کے احکام و مسائل

(۱۹۱)

وکالت مشروع ہے

فابعثوا احدکم بورقکم	اب تم میں سے کوئی یہ روپیہ
ھذہ الی المدینۃ فلینظر	لے کر شہر کی طرف جائے، اور
ایھا ازکی طعاماً فلیاتکم	دیکھے کہ کہاں اچھا کھانا ہے
برزق منہ ولیتلطف	اور اسے لے کر چپکے سے چلا
ولا یشعرن بکم احداً	آئے، اور کسی کو تمہاری خبر
	نہ ہونے دے۔

تفسیر:- یہ آیت اصحاب کہف کے قصہ کی ہے۔ موضوع سے صرف اتنا ہی کم تعلق رکھتا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ اصحاب کہف جب غار میں پناہ گزیں ہو گئے تو خدا نے ان پر نیند طاری کر دی اور وہ تین سو نو سال تک سوتے رہے، پھر بیدار ہوئے، اور بھوک لگی، آپس میں انہوں نے جن کی تعداد نو تھی کہا کہ اپنے میں سے کسی کو کھانا لانے کے لئے شہر بھیجو، چنانچہ ان میں سے علیخا نامی ایک شخص روپیہ لے کر کھانا لانے کے لئے گیا۔ یہ واقعہ شہر طرطوس کا ہے۔

یہ لوگ یعنی اصحاب کہف اپنے ساتھ زر نقد لے گئے تھے یہ دلیل ہے اس بات کی کہ مصارف خورد و نوش کا سفر میں لے جانا متوکلین علی اللہ کے نزدیک جائز ہے۔ ایک بزرگ نے جو بیت اللہ کی زیارت کے لئے جا رہے تھے۔ فرمایا اس سفر میں صرف دو چیزوں کی ضرورت ہے۔ ہمیانی (زر نقد) اور خدا پر توکل۔

آیت سے معلوم ہوا کہ اصحاب کہف نے اپنی جماعت میں سے ایک شخص کو سامان خورد و نوش کی خریداری کا وکیل بنایا، اور اصول کے قاعدہ پر اس آیت سے وکالت کا مشروع ہونا ثابت ہو جاتا ہے، وکالت کے مفصل احکام کتب فقہ میں دیکھیں۔

(۱۹۲)

یاجوج ماجوج کا خروج علامات قیامت میں سے ہے

قال ھذا رحمۃ من ربی	یہ میرے رب کی مہربانی سے
فاذا جاء وعد ربی جعلہ	کام ختم ہوا، لیکن جب میرے
دکاء وکان وعد ربی حقاً	رب کا وعدہ قیامت آپہنچے گا
	توڑ کے اسے ریزہ ریزہ کر دے
	میرے رب کا وعدہ سچا ہے۔

تفسیر:- یہ آیت ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے واقعہ سے تعلق رکھتی ہے، ذوالقرنین دیوار کو تعمیر کر کے کہا "یہ دیوار میرے پروردگار کی رحمت ہے، جب میرے پروردگار کا وعدہ قیامت آپہنچے گا، خدا اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا، اور یاجوج ماجوج نکل پڑیں گے، اور میرے پروردگار کا وعدہ سچا ہے ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ سورۂ انبیاء میں اس مضمون کے الفاظ یہ ہیں کہ "یاجوج ماجوج کھولے جائیں اور وہ ہر بلندی سے پھسلتے ہوئے چلے آئیں، اور وعدہ قیامت قریب آپہنچے"۔

یاجوج ماجوج یافث بن نوح ؑ کی اولاد ہیں۔ ایک عجیب روایت یہ بھی ہے کہ آدم ؑ کو احتلام ہوا تھا اور مادۂ منوی خاک میں مل گیا تھا، اس سے یہ قوم پیدا ہوئی تھی، یہ روایت لغو بھی ہے اور باطل بھی، اس لئے کہ انبیا کو احتلام نہیں ہوتا۔ اس قوم کی شکل و صورت میں اختلاف ہے۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ ان میں سے بعض کے قد ایک بالشت اور بعض کے کچھ زیادہ ہیں۔ ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں کہ ان کے قد ملک شام کے طویل و تناور درختوں کے برابر ہیں، جن کی طوالت ایک سو بیس گز تک کی ہوتی ہے، ان میں سے بعض کا طول و عرض برابر ہے، اور بعض کے کان اتنے بڑے ہیں کہ جب وہ لیٹتے ہیں تو دوسرا ان پر سو رہتا ہے۔ یہ لوگ دو پہاڑوں کے درمیان رہتے تھے اور قریب کے علاقوں کی

مزروعہ زمینوں کی سبزیاں کھا جاتی تھی، اور جب کھیتی پک کر تیار ہو جاتی تھی تو اس کو کاٹ کر ہمراہ لے جاتی تھی، اور جس قدر مواشی ملتے تھے ان کو پکڑ لے جاتی تھی۔ ذوالقرنین جب سیاحت کرتے ہوئے اس علاقہ میں پہنچے تو یہاں کے لوگوں نے یاجوج ماجوج کی ان سے شکایت کی، اور ایک دیوار بنا دینے کی استدعا کی۔ یاجوج ماجوج کو اس علاقہ میں داخل ہونے سے روکنے کے لئے ذوالقرنین نے پہاڑوں کے درمیان ایک مضبوط دیوار بنا دی۔ اسی دیوار کی نسبت ذوالقرنین نے مذکورہ بالا الفاظ کہے ہیں، یعنی یہ کہ جب خدا کا وعدہ قیامت آپہنچے گا، تو خدا اس دیوار کو ریزہ ریزہ کر دے گا، اور یاجوج ماجوج سیلاب کی طرح نکل پڑیں گے، اور پھر زمین میں وہی فساد برپا کر دیں گے جو پہلے کرتے تھے۔ بعض مفسرین نے یہ بھی لکھا ہے کہ یاجوج و ماجوج دو قسم کے ہیں، ایک بہت دراز قامت اور دوسرے نہایت پستہ قد۔ یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت کے قریب جب دیوار ریزہ ریزہ ہو جائے گی تو یاجوج و ماجوج نکل پڑیں گے، دریا کے پانی کو پی جائیں گے، اور درختوں اور انسانوں کو کھا جائیں گے، لیکن مکہ، مدینہ اور بیت المقدس میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ پھر خداوند تعالیٰ ان کے جسم میں ایک کیڑا پیدا کرے گا جو ان کے کانوں میں داخل ہو جائے گا، اور اسی سے ان کی موت واقع ہوگی۔

سورۂ مریم کے احکام و مسائل

(۱۹۴)

صراط حق ہے

وان منکم الا واردھا کان علی ربک حتما مقضیا ثم ننجی الذین اتقوا و نذر الظلمین فیہا جثیا

لوگو! تم میں سے ایسا کوئی نہیں ہے، جو جہنم سے ہو کر نہ گذرے یہ ایک وعدہ فیصل شدہ تیرے رب پر لازم ہے، پھر پرہیزگاروں کو ہم بچا لیں گے، اور ظالموں کو ہم اس میں گھٹنوں کے بل چھوڑ دیں گے۔

تفسیر:- جب سورہ حجر کی یہ آیت نازل ہوئی وان جہنم لموعدہم اجمعین یعنی ان سب کے لئے جہنم وعدہ گاہ ہے تو حضور، فاطمہؓ، عائشہؓ، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور سلمیٰؓ بہت روتے اور قبرستان بقیع میں جا کر خوب گریہ وزاری کی۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، جس میں بتایا گیا کہ ہر شخص جہنم پر سے گذرے گا لیکن پرہیزگاروں کو ہم دوزخ سے بچا لیں گے۔

آیت کے متعدد معنے ہیں۔ چند اس موقع پر لکھے جاتے ہیں۔ وان منکم میں اگر کفار مخاطب ہیں تب تو آیت صاف اور واضح ہے یعنی یہ کہ تمام کافر جہنم میں وارد ہوں گے۔ اس صورت میں ثم ننجی المؤمنین کا مطلب یہ ہوگا کہ پرہیزگاروں کو کفار کے جہنم میں پہنچ جانے کے بعد جنت میں لے جایا جائے گا۔ یہ مطلب نہ ہوگا کہ اول پرہیزگار دوزخ میں جائیں گے، اور پھر ان کو وہاں سے نجات مل جائے گی۔

اور اگر منکم کے خطاب میں کافر اور مومن دونوں شامل ہیں تو مومنین کے جہنم میں ورود کا مطلب صرف دخول ہوگا۔ چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ صحابی سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہؐ سے یہ سنا ہے کہ ورود سے مراد صرف دخول ہے یعنی کوئی نیک و بد بندہ ایسا نہ ہوگا جو دوزخ میں داخل نہ ہوگا۔ اور مومن کے لئے دوزخ برد و سلامتی بن جائے گی، جیسے کہ آگ حضرت ابراہیمؑ پر گلزار بن گئی تھی۔ رہا خداوند تعالےٰ کا یہ ارشاد کہ اولئک عنہا مبعدون یعنی مومن دوزخ سے دور رہیں گے، اس سے مراد عذاب دوزخ ہے دوزخ نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ مومن کے سامنے دوزخ رکھی جائے گی یعنی دکھائی جائے گی، نہ تو وہ اس میں داخل ہوں گے اور نہ ان کو اس میں گرایا جائے گا، جس کا قرینہ آیت کا اگلا جملہ ونذر الظلمین فیہا جثیا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ دنیا میں جہنم کی گرمی کا ذائقہ بخار کی صورت میں مومن کو چکھایا جائے گا۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے، بخار مومن کے لئے دوزخ کا ایک حصہ ہے، یا مراد ورود سے اس پل پر سے ورود ہے جو جہنم کے اوپر قائم ہوگا۔

غرض آیت سے اس موقع پر یہ مقصود ہے کہ صراط سے عبور حق و ثابت ہے، یعنی ہر نیک و بد بندہ صراط سے گذرے گا نیک گذر کر جنت میں چلا جائے گا اور کافر دوزخ میں گر جائے گا مفسرین نے دوزخ و جنت اور صراط کی یہ صورت بیان کی ہے کہ دوزخ نیچے کے درجے میں ہے اور جنت اوپر کے درجے میں، اور دونوں کے درمیان صراط ہے جو شخص شرک سے بچے گا وہ صراط سے گذر کر اوپر کے درجے یعنی جنت میں پہنچ جائے گا اور جو شخص کافر ہوگا وہ صراط سے گذر نہ سکے گا، دوزخ میں

کر پڑھے گا۔

صراط کی نسبت مختلف روایات پائی جاتی ہیں۔ ان پر بحث چونکہ ہمارے موضوع سے خارج ہے، اس لئے ان کا ذکر نہیں کیا گیا۔

سورۂ طٰہٰ کے مسائل و احکام

(۱۹۴)

قضا نماز کے ادا کرنے کا بیان

وانا اخترتک فاستمع لما یوحیٰ اننی انا اللہ لا الٰہ الا انا فاعبدنی واقم الصلوٰۃ لذکری

ہم نے (اے موسیٰ) تجھے پیغمبری کے لئے پسند کر لیا ہے، اب جو ارشاد ہوتا ہے اسے کان لگا کر سن۔ میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میری عبادت اور میری یاد میں نماز پڑھا کر۔

تفسیر:۔ وادیٔ مقدس طوے میں حضرت موسیٰؑ کے ساتھ جو واقعہ پیش آیا تھا، یہ اس کی ایک آیت ہے۔ پورا قصہ اس آیت سے پہلے اور آیت کے بعد قرآن مجید میں درج ہے آیت کے معنے یہ ہیں کہ اے موسیٰ ہم نے دونوں جہان کے لوگوں میں سے تم کو پیغمبری کے لئے منتخب کیا ہے۔ تم غور سے خدا کے اس حکم کو سنو کہ میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ تم میری وحدانیت کا اعتراف کرو، اور صرف میری ہی عبادت کرو، اور میری محبت میں نماز کو پڑھا کرو۔

آیت کے آخری جملے لذکری کے بہت سے معانی مفسرین نے بیان کئے ہیں بعض کہتے ہیں لذکری سے مراد نماز کے اذکار ہیں، بعض کہتے ہیں نماز کا ذکر قدیم کتب الٰہیہ میں کیا جا چکا ہے تم اس کو قائم رکھو۔ بعض کہتے ہیں کہ نماز پڑھا کرو تاکہ تم اس کے مستحق ہو جاؤ کہ میں مدح و ثنا کے ساتھ فرشتوں میں تمہارا ذکر کروں بعض کہتے ہیں نماز خاص طور پر میری ہی یاد میں پڑھا کرو کسی غیر کی نہیں۔ بعض کہتے ہیں نماز پڑھا کرو مجھ کو یاد رکھنے کے لئے، تاکہ تم مجھ کو کسی وقت بھولو نہیں۔ بعض کہتے ہیں میرے ذکر کے اوقات میں نماز پڑھا کرو۔ یعنی نماز کے مقررہ اوقات میں، بعض کہتے ہیں نماز بھول جانے کے بعد جس وقت یاد آئے اس

وقت پڑھ لیا کرو، حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص سو جائے اور نماز کا وقت گذر جائے، یا کوئی نماز کو بھول جائے تو بیدار ہونے یا یاد آنے پر نماز پڑھ لے اس کا یہی وقت ہے۔ اگر ان تمام معانی میں سے آخری معنی کو مراد لیا جائے، تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قضا نماز کو ادا کیا جائے، اور یہ شرعی حکم ہے، فقہاء نے اس مسئلہ کو اس آیت سے نہیں حدیث سے ثابت کیا ہے۔ لیکن آیت سے بھی یہ مسئلہ ثابت ہو جاتا ہے سورۂ فرقان میں اس مسئلہ پر تفصیل سے بحث کی جائے گی۔

(۱۹۵)

نماز کے اوقات کا بیان

فاصبر علیٰ ما یقولون و سبح بحمد ربك قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا و من اٰناءِ اللیل فسبح و اطراف النھار لعلك ترضیٰ

اے محمدؐ تو ان کافروں کی باتوں پر صبر کر اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر آفتاب نکلنے کے پہلے اور اس کے غروب ہونے کے پہلے اور اوقات شب میں اور دوپہر دن کے کناروں میں بھی تسبیح کر تاکہ اس کا صلہ پاکر تو خوش ہو جائے۔

تفسیر:- آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار نے محمدؐ! تمہاری نسبت جو کچھ کہتے ہیں تم اس پر صبر کرو اور اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح کرو۔ یعنی خدا کی توفیق و اعانت پر نماز میں خدا کی حمد کرو سورج نکلنے سے پہلے یعنی نماز فجر پڑھو اور آفتاب غروب ہونے سے پہلے یعنی ظہر و عصر کی نماز پڑھو، اور رات کے کچھ حصے اور دن کے اطراف میں یعنی عشاء اور مغرب و فجر کی نمازیں پڑھو۔ نماز فجر کا بیان خصوصیت کے اعتبار سے مکرر کیا گیا ہے۔ تاکہ ان اوقات میں نماز پڑھنے سے تم کو خدا کی طرف سے ایسا صلہ ملے، جو تم کو خوش کر دے۔

امام زاہدؒ کہتے ہیں قبل طلوع شمس سے مراد فجر کی نماز ہے، اور قبل مغرب سے مراد عصر کی، اور رات کی نماز سے عشاء کی نماز مراد ہے اور اطراف نہار سے مراد ظہر و مغرب کی اس لئے کہ ظہر دن کے پہلے حصہ کا کفارہ ہے، اور مغرب دن کے آخری حصہ کا کفارہ۔ مختصر یہ کہ اس آیت سے پانچوں نمازوں کے اوقات معلوم ہوتے ہیں۔

ادبِ نبوی صلعم

(حضور سرورِ کائنات کی سیاسی، اخلاقی، معاشرتی تعلیم پر ایک لاجواب تصنیف)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

غرض اپنے موقع پر تعریف کرنا یا تعریف سے خاموش رہنا دونوں باتیں بہتر و مستحسن ہیں، اس وقت تک کہ ان سے مقصود فائدہ پہنچانا ہو، لیکن اگر کسی کی تعریف خوشامد اور چاپلوسی کی غرض سے کی جائے، یا کسی کی تعریف ایسے اعمال سے کی جائے، جو اس میں نہیں پائے جاتے، یا کسی کی تعریف اس غرض سے کی جائے کہ اس کو بے وقوف بنا کر فائدہ اٹھایا جائے، تو اس قسم کی تعریف ممنوع و ناجائز ہے، اور ایسی تعریف کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مغرور و متکبر ہو جاتا ہے طغیان و سرکشی کے جذبات اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ نفاق و ذلت ایسی تعریف سے سرسبز ہوتے ہیں، اور انتہا یہ کہ خود تعریف کرنے والا حقیر و ذلیل ہو جاتا ہے، جھوٹ پر دلیر نظر آتا ہے، اور دوسروں کے غیض و غضب بلکہ نفرت کی آماجگاہ بن جاتا ہے، اور اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان کسی کی تعریف کرتا ہے تو ضمیر کے خلاف الفاظ استعمال کرتا ہے، اور ایسی باتیں ممدوح کی شان میں کہتا ہے جو اس میں نہیں پائی جاتیں۔ یہاں تک کہ ایک فاسق و فاجر انسان کی تعریف وہ ایک بہترین مسلمان کی مانند کرتا ہے۔ حضرت انس رضؓ فرماتے ہیں اذا مدح الفاسق غضب الرب فاسق کی تعریف کرنا غضبِ الٰہی کا موجب ہے۔ حضرت حسنؓ فرماتے ہیں من دعا لظالم بطول البقاء فقد احب ان یعصی اللہ فی الارض جو شخص ظالم کے لئے زیادتی عمر کی دعا کرتا ہے، وہ گویا اس بات کو پسند کرتا ہے کہ زمین پر خدا کی نافرمانی کی جائے۔

اگر تعریف کرنے والا صحیح تعریف کرے، اور تعریف مذکورہ بالا تمام آفات سے پاک ہو تو تعریف میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جب تعریف کی جاتی تھی، تو آپ یہ فرمایا کرتے تھے۔

اللھم اغفرلی مالا یعلمون	اے اللہ تو واقفیت سے لوگ
ولا تؤاخذنی بما یقولون	میری نسبت جو کچھ کہتے ہیں،
واجعلنی خیرا مما یظنون	اس سے مجھ کو معاف فرما دے
	جو کچھ لوگ کہتے ہیں اس پر مجھے

مواخذہ نہ کر، میری نسبت جو کچھ لوگوں کا خیال ہے، مجھ کو اس سے بہتر بنا دے۔

(۱۰۴۳)

پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنا اور چغلی کھانا گناہ ہے

عن ابن عباس رضؓ قال	ابن عباس رضؓ کہتے ہیں، حضورؐ
مر النبی صلعم بحائط من حیطان	مدینہ یا مکہ کے ایک باغ کے قریب
المدینۃ او مکۃ فسمع صوت	سے گذرے اور دو انسانوں
انسانین یعذبان فی قبور	کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں
ھما فقال النبی صلعم یعذبان	عذاب کیا جا رہا تھا، اور فرمایا
وما یعذبان فی کبیر ثم	ان پر عذاب کیا جا رہا ہے
قال بلٰی کان احدھما لا	اور کسی بڑے گناہ پر نہیں، اس
یستتر وفی روایۃ لا یستبرئ	کے بعد آپ نے فرمایا: ہاں ان
وفی اخری لا یستنزہ من	میں سے ایک تو پیشاب سے نہ
بولہ وکان الاخر یمشی	بچتا تھا یا پیشاب سے پاکی حاصل نہ
بالنمیمۃ رواہ البخاری وغیرہ	کرتا تھا یا پیشاب کی چھینٹوں سے
	اپنے آپ کو نہ بچاتا تھا، اور دوسرا
	چغل خور تھا۔

تشریح الفاظ:۔ الحائط باغ فی کبیر یعنی کسی ایسے کام میں نہیں جس کا کرنا دشوار ہو یا جس سے بچنا ... رہنا مشکل ہو بلے ہاں وہ کام اگرچہ ظاہر میں بڑا نہیں ہے لیکن انجام کے اعتبار سے نہایت اہم ہے یعنی خطرناک ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ اگرچہ لوگ اس کو معمولی بات سمجھتے ہیں، لیکن خدا کے نزدیک وہ بڑی بات ہے یستتر پردہ کرنا یا پردہ ڈالنا یعنی وہ شخص اپنے اور پیشاب کے درمیان کوئی چیز حائل نہ رکھتا تھا یعنی پیشاب کی چھینٹوں یا قطرات سے بچتا نہ تھا۔ یستبرئ پاکی حاصل کرنا یستنزہ پیشاب کی چھینٹوں اور قطرات سے دور نہ رہتا تھا النمیمہ لوگوں کے درمیان ایسا کلام نقل کرنا یا کسی کی ایسی بات بیان کرنا جس سے ان کو

اذیت پہنچے یا ضرر لاحق ہو۔

تشریح معانی۔ اس حدیث میں حضورؐ نے ہم کو یہ بتایا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جن کو انسان معمولی سمجھ کر ان کی پروا نہیں کرتا یا چھوٹا گناہ خیال کر کے اس کے ارتکاب سے نہیں ڈرتا۔ یا اس کو قابل توجہ خیال نہیں کرتا۔ حالانکہ انجام کے اعتبار سے وہ بڑا گناہ ہوتا ہے اور اس کی سزا اتنی سخت ہوتی ہے کہ اس سے اس کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے۔

اس قسم کے گناہوں میں سے ایک گناہ پاخانہ پیشاب کرتے وقت پردہ کا نہ کرنا ہے۔ یعنی انسانوں کے سامنے حیوانوں کی طرح برہنہ ہو کر پیشاب و پاخانہ کرنا، حیا و شرم کو بالائے طاق رکھ دینا اور جو کرم و شرف خداوند تعالیٰ نے انسان کو بخشا ہے، اس کو ضائع کر دینا اور حیوانوں کی طرح اپنے آپ کو حقیر و ذلیل ثابت کرنا اور انہیں گناہوں میں سے ایک گناہ پیشاب کے چھینٹوں یا قطرات سے اپنے کپڑوں یا جسم کو نہ بچانا ہے، یعنی انسان کا اس قدر بے احتیاط ہونا کہ پیشاب کی چھینٹوں اور قطرات سے اپنے کپڑوں یا جسم کو نہ بچائے اور پیشاب کرتے وقت چھینٹیں کپڑوں یا جسم پر پڑیں یا پیشاب کے بعد قطرات کو ڈھیلے سے خشک نہ کرے یا پانی سے عضو کو نہ دھوئے، ایسا کرنا گویا اپنے آپ کو ناپاک رکھ کر لوگوں کی نظروں میں حقیر و ذلیل بنانا ہے، اور ساتھ ہی نماز و عبادت کرنا پاک کپڑوں یا جسم سے ادا کر کے ان کو فاسد کرنا۔ اور انہیں گناہوں میں سے ایک گناہ چغلی ہے، یعنی دوستوں اور عزیزوں کے درمیان ایسی باتیں پہنچانا جن سے ان کو ضرر پہنچے اور ان کی محبت و یکجہتی میں فرق آ جائے۔ یا کسی کے ایسے اسرار کو ظاہر کرنا جن کے اظہار کو وہ برا سمجھتا ہے خواہ زبانی خواہ تحریری۔

حضورؐ نے چغل خور کی نسبت فرمایا ہے۔

لا یدخل الجنۃ نمام — چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔

احبکم الی اللہ احاسنکم اخلاقا المؤمنون اکنافا الذین یالفون و یولفون و ان ابغضکم علی اللہ المشاؤن بالنمیمۃ المفرقون بین الاخوان — تم میں سے خدا کے نزدیک محبوب ترین وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، جو اپنے شانوں کو جھکائے رہیں، جو الفت کریں اور الفت رکھیں اور مبغوض شخص اللہ کے نزدیک وہ ہے جو چغلی کھاتے پھریں، اور جو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالیں۔

حضرت حسنؓ نے فرمایا ہے۔

من نم الیک نم علیک — جو تجھ سے چغلی کھاتا ہے تجھ پر بھی چغلی کھائے گا۔

ان ارشادات سے یہ واضح ہو کہ چغل خور سے بغض و نفرت کرنی چاہیئے، اس کے قول پر اعتماد نہ کرنا چاہیئے، اور نہ اس کی دوستی اور محبت کو درست سمجھنا چاہیئے اور اس سے انسان تجھ کو کیونکر نفع پہنچ سکتا ہے۔ جبکہ اس کی عادت غدر و بے وفائی، غیبت اور لوگوں کے درمیان فتنہ و فساد ڈالنا ہے۔

چغلی اصل میں زبان کی آفت ہے؛ مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس سے اپنے کو بچائے، زبان سے سچی اور مفید بات کہے۔ حق کو شعار بنائے۔ لوگوں سے محبت کرے۔ لوگوں کی بھلائی کے کام کرے اور جن باتوں سے مسلمانوں کو ضرر پہنچتا ہو ان سے دور رہے۔

---

(۱۰۴)

قرآن کی حفاظت کرو

عن ابی موسی الاشعریؓ قال قال صلی اللہ علیہ وسلم تعاھدوا القرآن فوالذی نفسی بیدہ لھو اشد تفصیا من الابل فی عقلھا رواہ البخاری ومسلم — ابو موسیٰ اشعری رضؓ کہتے ہیں حضورؐ نے فرمایا ہے "خبر گیری کرو قرآن کی۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ وہ (قرآن) جلد نکل جاتا ہے سینہ سے بہ نسبت نکل جانے اونٹ کے اپنی رسی سے۔

تشریح الفاظ:۔ تعاھدوا القرآن۔ قرآن کی حفاظت کرو یعنی اس کی تلاوت کرتے رہو۔ تفصیا نکل جانا، چھوٹ جانا مراد اس موقع پر قرآن کا سینہ سے نکل جانا یا یاد نہ رہنا ہے۔ العقل وہ رسی جو اونٹ کے گھٹنے میں باندھی جاتی ہے۔

تشریح الفاظ:۔ قرآن مجید ہماری اسلامی شریعت کا قانون، ہماری عربی زبان کا قاموس۔ اور ہماری زندگی میں ہمارا مقتدیٰ اور امام ہے قرآن ہی سے ہم ہدایت پاتے ہیں۔ قرآن ہی سے تمام دینی و دنیوی امور کے احکام حاصل کرتے ہیں، اور قرآن ہی سے ہم کو اوامر و نواہی کا علم حاصل ہوتا ہے۔ قرآنی حدود کے اندر ہم قیام کرتے ہیں۔ قرآن ہی کے بتائے ہوئے طریقوں پر چلنے اور اتباع کرنے سے ہم کو عظمت نصیب ہوتی ہے، اور قرآن ہی کے طریقوں سے روگردانی ہماری بدبختی کی موجب ہے، اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم قرآن کی حفاظت کریں یعنی اس کو حفظ کریں، اس کی تلاوت کریں [illegible] کو

پڑھاتے رہیں۔

حضورؐ نے قرآن کو اونٹ سے تشبیہ دی ہے۔ یعنی اگر اونٹ کو باندھ کر رکھا جائے گا تو وہ بھاگنے سے محفوظ رہے گا، اور یوں ہی چھوڑ دیا جائے گا تو بھاگ جائے گا۔ یہی کیفیت قرآن مجید کی ہے یعنی جب تک مسلمان اس کی تلاوت کرتا رہے گا، خلوت اور جلوت میں اس کی آیات پڑھتا رہے گا، اس وقت تک وہ محفوظ رہے گا۔ اور جب اس کی تلاوت کرنا بھول جائے گا، اور اس کا خیال تک نہ رہے گا، اور جس قدر زیادہ عرصہ تک اس سے غافل رہے گا، اسی قدر نسیان بڑھتا جائے گا، اور پھر اس کا حفظ کرنا بڑی مشقت کا موجب ہوگا۔

یہ حدیث خداوند تعالے کے اس ارشاد کے موافق ہے۔

انا سنلقی علیك قولاً ثقیلا — عنقریب اے محمدؐ ہم تجھ پر ایک بڑے بھاری حکم کا بوجھ ڈالنے والے ہیں۔

اے مسلمان! ہر وقت قرآن کو پیش نظر رکھ۔ گفتگو میں کاروبار میں۔ تنہائی میں اور مجمع میں قرآن کو پڑھتا رہ، یعنی کسی وقت قرآن سے غافل نہ ہو۔

(۱۵۰)

گناہ اور قرض سے پناہ مانگنے کا بیان

عن عائشہؓ ان رسول اللہ صلعم کان یدعوا فی الصلوٰۃ ویقول اللھم انی اعوذ بك من الماثم والمغرم فقال قائل ما اکثر ما تستعیذ یا رسول اللہ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف

رواہ البخاری

عائشہ رضہ کہتی ہیں حضورؐ نماز میں یہ دعا کیا کرتے تھے "اے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں گناہ سے اور قرض سے" ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپ قرض سے بہت پناہ مانگا کرتے ہیں حضورؐ نے فرمایا آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو جھوٹی بات کہتا ہے، اور وعدہ خلافی کرتا ہے۔

تشریح الفاظ:- اعوذ۔ تجھ سے التجا کرتا ہوں۔ تیری پناہ چاہتا ہوں۔ الماثم۔ گناہ۔ المغرم قرض۔

تشریح معانی:- معاصی، خدا کے محارم یا حدود ہیں، جن کے ارتکاب سے خدا نے اپنے مومن بندوں کو منع فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ان

کے قریب تک جانے کی ممانعت کی ہے اور قرض (خدا اس کی ذلتوں سے مسلمانوں کو بچائے) ایک ایسا بوجھ ہے جو انسان کی گردن کو جھکا دیتا ہے، اور سخت اذیت پہنچاتا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اکثر اوقات قرض انسان کو فقیر بنا دیتا ہے، اور ذلیل کر دیتا ہے۔ اسی وجہ سے حضورؐ نے ان دونوں چیزوں سے خدا کی پناہ طلب کی ہے، اور نماز میں اکثر ان سے پناہ طلب کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ جب صحابہ کو اس کا علم ہوا، تو ان میں سے ایک نے حضورؐ سے اس کا سبب دریافت کیا، یعنی یوں پوچھا کہ یا رسول اللہؐ کیا بات ہے آپ نماز میں اکثر قرض سے پناہ طلب فرمایا کرتے ہیں، اس کے جواب میں حضورؐ نے فرمایا کہ اس کا سبب یہ ہے کہ جب انسان قرض لے لیتا ہے، تو اپنے افلاس اور تنگی کو لوگوں سے چھپاتا ہے، اس لئے کہ دشمن اس کی تحقیر و تذلیل نہ کریں۔ دوست اس سے کنارہ کش نہ ہو جائیں، اور قرض خواہ اس پر سخت تقاضہ نہ کریں، چنانچہ اس سلسلہ میں قرضدار مکر و فریب کو اپنا شیوہ بنا لیتا ہے، اور اپنی مالی کمزوری کو خوشنما اور دلفریب الفاظ سے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان لوگوں کو اس کی حالت کا علم نہ ہو جائے، اور لوگ اس کے فقر و افلاس سے آگاہ نہ ہو جائیں۔ وہ لوگوں کو سنانے اور اپنی ساکھ کو قائم رکھنے کے لئے کہتا پھرتا ہے کہ فلاں مقام پر میری جائداد ہے جس سے اتنا فائدہ ہوتا ہے، فلاں تجارت میں میرا روپیہ لگا ہوا ہے، جس میں فائدہ کے سوا کبھی نقصان نہیں ہوتا۔ اور ہر سال ہزاروں روپیہ اس سے نفع ہوتا ہے۔ اور فلاں فلاں شخص پر میرا اتنا اتنا روپیہ واجب الادا ہے۔ یا فلاں فلاں شخص میرے مقروض ہیں۔ اسی کے ساتھ وہ یہ بھی کہتا رہتا ہے کہ میرے دست کرم و سخا سے فقراء و مساکین متمتع ہوتے رہتے ہیں اور میں نے بہت سے آدمیوں کا اتنا قرض ادا کیا ہے جس کے ادا کرنے سے وہ عاجز تھے۔ مختصر یہ کہ وہ اسی قسم کی باتوں سے لوگوں کو اطمینان دلایا کرتا اور اپنی ساکھ کو قائم رکھنے کی تدبیریں کیا کرتا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام باتیں جھوٹی اور مکر و فریب ہوتی ہیں۔ آخر ایک روز مکر و فریب اور کذب و افترا کا یہ پردہ چاک ہو جاتا ہے، اور لوگوں کو اس کی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے، اور قرض خواہ اس سے سختی کے ساتھ اپنے روپے کا مطالبہ شروع کر دیتے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر قرضدار ادائیگی کا وعدہ کرتا ہے، ادائیگی کا وقت مقرر کرتا ہے، اور قسمیں کھا کھا کر یقین دلاتا ہے اور پھر جب وعدہ کا وقت گذر جاتا ہے، تو مجبور ہو کر قرض خواہ کی خوشامد کرتا اور مزید مہلت کا طالب ہوتا ہے۔ مہلت مل جاتی ہے اور وقت پھر گذر جاتا ہے، اور قرض ادا نہیں ہوتا۔ قرض خواہ سختی کرتا ہے تو پھر ایک اور مہلت طلب کی جاتی ہے، اور یقین دلایا جاتا ہے کہ اب کی مرتبہ وعدہ خلافی نہ ہوگی۔ ایک دفعہ اور آزما لیا جائے لیکن یہ تمام وعدے جھوٹے ہوتے ہیں، اور اس سلسلے میں وہ جتنا اطمینان دلاتا ہے، وہ مکر و فریب ہوتا ہے، اس لئے کہ وہ قرض ادا کرنے کے قابل نہیں ہوتا، وہ خود دانہ دانہ کو محتاج ہوتا ہے، قرض کہاں سے ادا کرے۔

(باقی آئندہ)

سالکان طریقت

(مقالات صوفیائے کرام پر ایک اہم اور مستقل کتاب جو عرف پیشوا کیلئے لکھی گئی)

(سید عزیز حسن دہلوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲۶۶)

خدا ایک کے دس دیتا ہے

ابو جعفر بن خطاب نے جن کو بعض ابدال کہتے ہیں، بیان کیا کہ ایک روز ہمارے گھر کے دروازہ پر ایک شخص نے آکر سوال کیا۔ میں نے اپنی بیوی سے پوچھا: "تمہارے پاس کوئی چیز ہے" بیوی نے کہا: "چار انڈے ہیں" میں نے کہا: "ان انڈوں کو سائل کو دیدو" بیوی نے انڈے سائل کو دے دیئے۔ تھوڑی ہی دیر گذری تھی کہ ایک شخص آیا اور انڈوں کی ایک ٹوکری ہدیہ کے طور پر پیش کی۔ میں نے وہ ٹوکری بیوی کو جا کر دی اور کہا: "شمار کرو کتنے انڈے ہیں" بیوی نے شمار کر کے بتایا کہ تیس انڈے ہیں۔ میں نے کہا: "تجھ پر افسوس ہے تو نے سائل کو چار انڈے دیئے تھے اور یہ تیس ہیں یہ کیا حساب ہے، (یعنی ایک کے دس کے حساب سے چالیس ہونے چاہیئے تھے" بیوی نے کہا: "انڈے تو چالیس ہی ہیں، لیکن دس ٹوٹے ہوئے ہیں"

اور واقعہ کا بیان ہے کہ ابو جعفر رحمۃ کی بیوی نے تین انڈے سائل کو دیئے تھے اور ٹوکری میں تیس انڈے تھے۔ ایک اور شخص کا بیان یہ ہے کہ بیوی نے جو چار انڈے دیتے تھے ان میں ایک انڈا ٹوٹا ہوا تھا اس لئے ٹوکری میں تیس سالم انڈے اور دس ٹوٹے ہوئے تھے۔

اسی سلسلہ کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ ایک عورت نے ایک فقیر کو ایک روٹی خیرات دی، اور پھر اپنے شوہر کا کھانا لے کر جو باغبان تھا باغ کو چلی، اس کا بچہ اس کے ساتھ تھا، راستہ میں ایک درندہ آیا اور بچہ کو اٹھا کر منہ میں رکھ لیا، عورت نے درندے کے سر پر لکڑی ماری اور بچہ اس کے منہ سے نکل پڑا، اور عالم غیب سے یہ آواز آئی: تو نے ایک لقمہ خیرات کیا تھا، اس کے بدلے میں اپنے بچہ کو اس نے لقمہ کے برابر لقمہ ہو گیا۔

---

(۲۶۷)

مجاہدین پر خرچ کرنا بہترین اجر رکھتا ہے

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں، ایک دفعہ میں کسی جنگ میں شریک ہوا اور میرے پاس لشکر کے افسر نے کچھ مال بھیجا۔ میں نے وہ مال لے لیا لیکن بعد میں مجھ کو وہ لینا ناگوار ہوا اور میں نے اس کو مجاہدین کی ضروریات پر خرچ کر دیا۔ اس کے بعد میں ایک روز ظہر کی نماز پڑھ کر بیٹھا ہوا غور و فکر میں تھا کہ یکایک مجھ پر غفلت طاری ہوئی۔ اور میں سو گیا، خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مقام پر شاندار محل تیار کئے جا رہے ہیں اور ان کو بہترین چیزوں سے آراستہ کیا جا رہا ہے میں نے لوگوں سے پوچھا: "یہ محل کن کے لئے تعمیر ہو رہے ہیں" انہوں نے کہا: "ان دولت مندوں کے لئے جنہوں نے اپنا مال مجاہدین پر خرچ کیا ہے" میں نے پوچھا: "کیا ان میں سے مجھ کو بھی کوئی محل ملے گا" لوگوں نے کہا: "وہ عالیشان قصر تمہارا ہی ہے" میں نے دیکھا تو یہ قصر تمام محلوں سے بڑا اور خوب آراستہ تھا۔ میں نے پوچھا: "یہ فضیلت مجھ کو کیوں کر حاصل ہوئی کہ اتنا بڑا اور بہترین قصر میرے لئے تیار کیا گیا ہے" لوگوں نے کہا: "یہ سارے محل تو ان لوگوں کے لئے ہیں جنہوں نے اپنی دولت کو ثواب کی توقع سے خرچ کیا ہے اور ان کی توقع کے موافق ہی ان کے محل بنائے گئے ہیں لیکن تم نے اپنا مال اس توقع سے خرچ نہیں کیا ہے، بلکہ خدا کے خوف اور شرمساری کے ساتھ خرچ کیا ہے، اور پھر یہ ندامت میں اس میں خیال ہے کہ تم نے یہ مال کیوں لیا تھا، اس لئے خداوند تعالے نے تمہارا اجر دو گنا کر دیا اور یہ محل عطا فرمایا"

(۲۶۸)

راہ خدا میں خرچ کرنے کا اجر

بیان کیا جاتا ہے کہ مقام رے میں ایک حاکم بہت مالدار تھا عشرہ محرم کے دن اس کے پاس ایک فقیر آیا اور کہا: خداوند تعالیٰ

آپ کو عزت دے۔ میں ایک فقیر ہوں، اہل و عیال رکھتا ہوں، آپ کے پاس اس غرض سے آیا ہوں کہ آپ اس روز کی عظمت کا خیال کرتے مجھ کو دس سیر روٹیاں اور ڈھائی سیر گوشت اور دو درہم مرحمت فرما دیجئے۔" حاکم نے جواب دیا: "تم ظہر کے بعد آنا۔" وہ شخص ظہر کے بعد آیا تو حاکم نے عصر کے بعد کا وقت بتا دیا (یعنی ٹال دیا) عصر کے وقت آیا تو انکار کر دیا۔ فقیر مایوس و نامراد لوٹ کر جا رہا تھا کہ اس نے ایک مسیحی کو دیکھا جو اپنے مکان کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ فقیر نے اس سے کہا: "اس دن کی عظمت کے خیال سے خدا کے لئے میری کچھ مدد کیجئے۔" مسیحی نے پوچھا: "آج کا دن کیسا ہے؟" فقیر نے عشرۂ محرم کے چند فضائل بیان کئے جن کو سن کر مسیحی نے کہا: "مانگو کیا مانگتے ہو، میں اس روز کی عظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں تمہارے سوال کو رد نہ کروں گا۔" فقیر نے روٹیوں، گوشت اور دو درہموں کا ذکر کیا۔ مسیحی نے اس کو دس بوریاں گیہوں کی، ڈھائی من گوشت اور بیس درہم عطا کئے اور کہا: "جب تک میں زندہ ہوں اس دن کی حرمت میں اتنا ہی صدقہ میں ہر مہینے تجھ کو اتنا دیا کروں گا۔" فقیر یہ سامان لے کر چلا گیا، اسی روز رات کو حاکم نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص پکار کر اس سے کہہ رہا ہے: "اپنا سر اٹھا کر دیکھ۔" حاکم نے سر اٹھا کر دیکھا تو اس کو ایک عالیشان قصر نظر آیا جس کی ایک اینٹ چاندی کی اور ایک سونے کی تھی، ایک اور قصر پر اس کی نظر پڑی جو سرخ یاقوت کا تھا اور جس کے اندر سے باہر کی تمام چیزیں اور باہر سے اندر کی تمام چیزیں نظر آتی تھیں۔ پھر ایک شخص نے پکار کر کہا: "یہ دونوں قصر تیرے لئے تھے، اگر تو اس فقیر کی حاجت کو پورا کر دیتا۔ جب تو نے اس سے انکار کر دیا تو یہ دونوں قصر فلاں مسیحی کو دے دیے گئے۔" صبح کو حاکم حیران و پریشان اٹھا اور اس مسیحی کے پاس پہنچ کر پوچھا: "کل تم نے کون سا نیک کام کیا تھا؟" مسیحی نے کہا: "کیوں کیا بات ہے؟" حاکم نے خواب کا واقعہ بیان کیا اور کہا: "تم اپنے اس عمل خیر کو جو تم نے فقیر کے ساتھ کیا میرے ہاتھ ایک ہزار درہم میں بیچ ڈالو۔" مسیحی نے کہا: "میں ساری دنیا کے عوض بھی اپنے اس عمل کو فروخت نہیں کر سکتا۔" اس کے بعد مسیحی نے کہا: "خداوند تعالیٰ کا معاملہ اپنے نیک بندوں کے ساتھ کتنا اچھا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے کلمۂ شہادت لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔

(۲۶۹)

خدمت مخلوق بہترین اجر رکھتی ہے

حبیب عجمیؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی جان کو خداوند تعالیٰ سے چار مرتبہ چالیس ہزار درہم میں خرید کیا ہے۔ میں نے پہلی مرتبہ دس ہزار درہم نکالے اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے خداوند تعالیٰ سے عرض کیا: "اے پروردگار میں نے ان دس ہزار درہم کے عوض اپنی جان کو تجھ سے خرید کیا ہے۔" اس کے بعد دس ہزار درہم اور نکالے اور خیرات کر کے خدا سے عرض کیا: "پروردگارا اگر تو نے میرے اس صدقہ کو قبول فرما لیا ہے، تو یہ دس ہزار اس کے شکرانہ میں ہیں۔" اس کے بعد دس ہزار درہم اور نکالے اور خدا کی راہ میں خرچ کر کے عرض کیا: "پروردگار! اگر تو نے پہلی اور دوسری خدمت کو قبول نہ کیا ہو تو یہ تیسری خدمت ہے اس کو قبول فرما۔" اس کے بعد دس ہزار درہم اور نکالے اور خیرات کر کے عرض کیا: "پروردگارا! اگر پہلی تمام خدمات کو تو نے قبول کر لیا ہو تو یہ اس کا شکرانہ ہے۔"

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ سخت قحط پڑا اور لوگ بھوکوں مرنے لگے، حبیب عجمیؒ نے تاجروں سے کافی غلہ خرید کیا اور بھوکوں پر تقسیم کر دیا، پھر چند تھیلیاں سی کر تیار کیں، اور ان کو سرہانے رکھ کر خدا سے دعا کی اور لیٹ رہے، تھوڑی دیر بعد تاجران غلہ آئے اور روپیہ طلب کیا، آپ نے سرہانے سے بھری ہوئی تھیلیاں نکال کر تاجروں کو دے دیں، اور انہوں نے شمار کیا تو زر نقد ان کے مطالبہ کے موافق تھا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حبیب عجمی کی بیوی نے آٹا گوندھ کر رکھا تھا، اور روٹی پکانے کے لئے پڑوس سے آگ لینے کے لئے گئی تھیں کہ ایک سائل حبیب عجمیؒ کے پاس آیا، حبیب عجمی نے اشارہ سے کہا: "وہ آٹا رکھا ہے لے جاؤ۔" چنانچہ فقیر گندھا ہوا آٹا لے کر چلا گیا۔ تھوڑی دیر میں ان کی بیوی آئیں اور پوچھا: "آٹا کیا ہوا؟" حبیب عجمیؒ نے کہا: "روٹی پکانے کے لئے لے گئے ہیں۔" جب کئی مرتبہ بیوی نے پوچھا، تو حبیب عجمیؒ نے واقعہ بیان کر دیا۔ بیوی نے کہا: "سبحان اللہ! ہمارے لئے بھی کھانے کو کچھ ہونا چاہیے۔" تھوڑی دیر بعد ایک شخص بڑا برتن لے کر آیا، جس میں روٹیاں اور گوشت تھا۔ بیوی نے کہا کس قدر جلدی خداوند تعالیٰ نے روٹیاں پکوا کر بھجوا دیں، اور ساتھ ہی گوشت بھی۔"

شرح دیوان حافظ رح

(از ساون ایڈیٹر)

دیدمش دوش کہ سرمست خراماں میرفت جام مے برکف و در مجلس رنداں میرفت

ترجمہ :۔ کل میں نے اس کو دیکھا کہ مست و مخمور خراماں خراماں چلا جا رہا تھا ہتھیلی پر جام شراب تھا، اور رندوں کی مجلس میں جا رہا تھا۔

تشریح :۔ کل یار کو دیکھا کہ شراب کے نشہ میں مست خراماں خراماں جا رہا تھا۔ ہاتھ میں شراب کا جام تھا، اور رندوں کی مجلس کی طرف رُخ تھا۔ محبوب سے مراد مرشد کامل ہے، اور سرمستی سے مراد شراب محبت کی مدہوشی، جام مے سے مراد شراب معرفت اور مجلس رنداں سے مراد مریدوں کا اجتماع ہے۔ مراد یہ ہے کہ کل میں نے مرشد کامل کو دیکھا، جو محبت الٰہی کی شراب میں مست خراماں خراماں چلا جا رہا تھا، شراب معرفت کا جام اس کے ہاتھ میں تھا اور مریدوں کے اجتماع کی طرف رُخ تھا۔

چوں بہ گفتمش اے مونس و دیرینہ من سخت میگفت دل آزردہ پریشاں میرفت

ترجمہ :۔ میں نے اس سے جب یہ کہا کہ اے میرے قدیم دوست تو سخت و سست کہتا، اور رنجیدہ و پریشان جا رہا تھا۔

نقش خوارزم و خیال لب جیحوں می بست با ہزاراں گلہ از ملک سلیماں میرفت

ترجمہ :۔ خوارزم اور جیحوں کے کنارہ کا تصور باندھتا تھا، اور ملک سلیمان کی ہزاروں شکایتیں کرتا چلا جا رہا تھا۔

تشریح :۔ دونوں شعر قطعہ بند ہیں۔ یعنی عارف کامل سے میں نے کہا کہ تو سخت سست کہتا اور رنجیدہ و پریشان کیوں جا رہا ہے۔ لیکن وہ خوارزم (بہشت) اور جیحوں کے کنارے یعنی حوض کوثر کے تصور میں چلا جا رہا تھا اور ملک سلیمان (یعنی دنیا کی) شکایات کرتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا سے وہ بہت آزردہ تھا، اس کو برا بھلا کہہ رہا تھا اور شکایات کرتا ہوا جنت اور حوض کوثر کے تصور میں محو تھا۔

ہر آنکہ جستہ نظر کرد با سعادت رفت بہ کنج میکدہ و خانۂ ارادت رفت

ترجمہ :۔ جو مبارک نظر نیک بختی حاصل کرنے کی غرض سے گیا میکدہ کے کونے میں گیا اور ارادت کے گھر کی جانب بڑھا۔

تشریح :۔ میکدہ (شراب خانہ) سے مراد منزل عشق و محبت ہے مطلب یہ ہے کہ نیک بختی کا حصول معرفت کی منزل سے ہو سکتا ہے اور ارادت و عقیدت کی زندگی سے ممکن ہے۔ اس لئے نیک بخت وہی ہے جو منزل عشق و معرفت کا سالک اور عقیدت و ارادت کا پروانہ ہے۔

ز رطل دُرد کشاں کشف کرد سالکِ رہ رموز غیب کہ در عالم شہادت رفت

ترجمہ :۔ طریقت کے سالک نے دنیا میں جو امور غیب اور اسرار نہاں ظاہر کئے ہیں، وہ میکشوں کے پیالہ سے کئے ہیں۔

تشریح :۔ رطل ایک پیمانہ کا نام ہے، اور اس سے مراد پیالہ ہے مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے معرفت کی شراب کے جام چڑھائے ہیں۔ معرفت کے سالک انہیں پیالوں سے اسرار نہانی ظاہر کرتے ہیں، اور دنیا کو ان سے آگاہ کرتے ہیں۔ گویا شراب معرفت کا پیالہ جام جم کی طرح عالم غیب کے اسرار کا کاشف ہے۔

مگر بمعجزہ کوشد طبیب عیسیٰ دم چو کار من خستہ از عیادت رفت

ترجمہ :۔ شاید کہ طبیب عیسیٰ دم ہی معجزہ سے کوشش کرے ورنہ مجھ بیمار کا کام تو عیادت کی حد سے گذر چکا ہے۔

تشریح :۔ طبیب عیسیٰ دم سے مراد وہ مرشد کامل ہے، جو خرق العادت قوت کا مالک ہو یعنی جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے سانس میں یہ اثر تھا کہ وہ مردہ کو زندہ اور بیمار کو اچھا کر دیا کرتے تھے، اسی طرح کی فوق العادت قوت مرشد کامل میں بھی ہوتی ہے۔ اب میرا حال اس قدر سقیم ہے، یعنی طریق معرفت کی دشواریوں نے مجھ کو نیم جان بلکہ بے جان کر دیا ہے، اس لئے میری حالت میں اب کوئی تبدیلی اگر ہو سکتی ہے تو صرف مرشد کامل کی توجہ سے ممکن ہے۔

شراب خوردہ و خوی کردہ شدی بچمن کہ آب روئے تو آتش در ارغواں انداخت

ترجمہ :۔ تو شراب پی کر اور عرق (پسینہ) لا کر کب چمن میں گیا کہ تیرے چہرہ کی آب (چمک) نے ارغوان (سرخ رنگ کے پھول) میں آگ ڈال دی۔

تشریح :۔ یعنی اے محبوب تو شراب پی کر اور اس کے خمار کے عرق کے ساتھ کب چمن میں گیا تھا کہ باغ کے پھولوں میں تو نے ارغوانی رنگ بھر دیا۔ محبوب سے مراد مرشد کامل ہے مطلب یہ ہے کہ اے شیخ طریقت معرفت کی شراب پی کر کب تو نے توجہ ڈالی یا نور معرفت کو دلوں میں بھر دیا کہ مریدوں کے حلقہ میں سب پر معرفت کا رنگ چھا گیا اور سب کی حالت بدل گئی۔

شرح مثنوی مولانا روم رح

(از معاون ایڈیٹر)

بود آں زن پاک دین و مومنہ — سجدۂ بُت می نکرد آں موقنہ

ترجمہ :۔ وہ عورت چونکہ پاک دین اور مومنہ تھی، اس لئے اس یقین کامل رکھنے والی نے سجدہ نہ کیا۔

طفل از و بستید و در آتش فگند — زن بترسید و دل از ایماں بکند

ترجمہ :۔ بادشاہ نے بچہ اس سے چھین لیا اور آگ میں ڈال دیا، عورت خوف زدہ ہوگئی، اور اس کے دل سے ایمان اکھڑ گیا۔

تشریح :۔ مولانا روم نے دوسرے یہودی بادشاہ کی جو حکایت شروع کی تھی، ضمنی امور کو بیان کرکے پھر اس کی طرف رجوع کرتے اور فرماتے ہیں کہ اس یہودی بادشاہ نے ایک عورت کو بلایا جس کا چھوٹا سا بچہ تھا، اور اس سے کہا کہ جو بت آتش کدہ کے سامنے رکھا ہوا ہے، تو اس کو سجدہ کرے، اگر تو سجدہ نہ کرے گی، تو تجھ کو اور تیرے بچہ کو آگ میں ڈال دیا جائے گا، اور آگ تم دونوں کو جلا ڈالے گی۔ عورت چونکہ اپنے دین پر کامل بھروسہ رکھتی اور مومنہ تھی، اس لئے اس نے بادشاہ کے حکم کے موافق بت کو سجدہ نہیں کیا، اور انکار کر دیا بادشاہ نے اس کے انکار سے مشتعل ہوکر بچہ کو اس کی گود سے چھین لیا اور آگ میں ڈال دیا، یہ منظر دیکھ کر عورت پر خوف طاری ہوگیا، اور اس کی ایمانی قوت متزلزل ہوگئی، یعنی اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوگیا کہ بت کو سجدہ کرکے اپنی جان بچالے۔ یہ وہی خندق والوں کا قصہ ہے، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ والسماء ذات البروج میں منقول ہے۔ اب رہا یہ کہ عورت جب مومنہ تھی تو جان کے خوف سے اس کے دل میں سجدہ کا خیال کیوں پیدا ہوا، یہ انسانی فطرت سے ہے، اور جب تک یہ خیال خیال رہے عمل میں نہ آئے، اسلام میں قابل معافی ہے۔

خواست تا او سجدہ آرد پیش بُت — بانگ زد آں طفل کانی لم یمت

ترجمہ :۔ مومنہ نے بت کو سجدہ کرنے کا خیال دل میں قائم کیا تھا، کہ فوراً آگ کے اندر سے بچے نے پکار کر کہا: میں زندہ ہوں۔

تشریح :۔ یہودی بادشاہ نے مومنہ عورت سے بت کو سجدہ نہ کرنے پر اس سے اس کے بچہ کو چھین لیا، اور آگ میں ڈال دیا، یہ حالت دیکھ کر عورت کے دل میں خیال آیا کہ بت کو سجدہ کرکے بچہ کو بچا لینا چاہئے۔ کہ فوراً بچہ نے آگ کے اندر سے پکار کر کہا: میں مرا نہیں، زندہ ہوں۔

اندر آ اے مادر اینجا من خوشم — گرچہ در صورت میان آتشم

ترجمہ :۔ اے ماں! تو بھی آگ کے اندر آجا، میں یہاں خوش ہوں، اگرچہ بظاہر آگ کے اندر پڑا ہوں۔

چشم بند است آتش از بہر حجیب — رحمت است ایں سر بر آوردہ زجیب

ترجمہ :۔ یہ آگ ایک قسم کی نظر بندی ہے، تاکہ غیب کا راز محفوظ رہے یہ آگ حقیقت میں رحمت ہے جس نے آگ کے گریبان سے خروج کیا ہے۔

تشریح :۔ یہ آگ ظاہر میں تو آگ ہے، لیکن حقیقت میں خدا کی رحمت ہے تاکہ دیکھنے والے اس کو آگ ہی خیال کریں، اور غیب کا راز یعنی آگ کا رحمت الٰہی ہونا محفوظ رہے۔

اندر آ مادر ببیں برہان حق — تا ببینی عشرت خاصان حق

ترجمہ :۔ اماں اندر آجا اور خدا کی دلیل کو دیکھ اور یہ دیکھ کہ خاصان خدا کیا عیش و عشرت کیا ہے۔

اندر آ و آب بیں آتش مثال — از جہانے کآتش است آبش مثال

ترجمہ :۔ اماں اندر آ اور دیکھ کہ پانی آگ کی صورت میں ہے ہاں اماں تو اس جہان سے چلی آ۔ جو حقیقت میں آگ ہے اور پانی کی صورت نظر آتا ہے۔

تشریح :۔ آگ بظاہر آگ نظر آتی ہے، جس کا کام جلانا اور گرمی پیدا کرنا ہے۔ لیکن حقیقت میں پانی ہے جس کا کام ٹھنڈک پیدا کرنا ہے آتی اس دنیا سے چلی آ، جو پانی کی صورت میں دکھائی دیتی ہے، اور حقیقت میں آگ ہے یعنی بظاہر راحت و آسائش اور نعمتوں کی جگہ نظر آتی ہے، لیکن حقیقت میں ہلاک ہے۔

اندر آ اسرار ابراہیمؑ بیں — کو در آتش یافت ورد و یاسمیں

ترجمہ۔ اماں آگ کے اندر آ۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسرار کو دیکھ، جنہوں نے آگ کو گلاب اور چنبیلی کی مانند پایا۔

تشریح :۔ جس طرح حضرت ابراہیمؑ کو نمرود نے آگ کے شعلوں میں ڈلوا دیا تھا، اور ان کے لئے آگ کے شعلے گلاب اور چنبیلی کے پھول بن گئے تھے، وہی کیفیت یہاں کی ہے کہ آگ ظاہر میں آگ نظر آرہی ہے، واقع میں پھولوں کا باغ ہے۔

فقرائے اسلام

(از سید عزیز حسن بقائی)

حضرت ابوبکر صدیق رض

(گذشتہ سے پیوستہ)

۹۔ حضورؐ نے جب دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ پر محض اس وجہ سے کہ وہ ہر وقت تبلیغ و اشاعت کے کاموں میں میرے ساتھ رہتے ہیں، انتہائی مظالم ہو رہے ہیں، تو آپ نے ان کو ہجرت کی نہ صرف اجازت دی، بلکہ حکم دیا۔ اور حکم محبوب کی تعمیل میں وہ مکہ سے روانہ ہوگئے۔ یمن کے راستے پر ابھی پانچ ہی منزلیں طے کی تھیں کہ قبیلہ قارہ کے سردار ابن الدغنہ نے ان کو روک لیا مکہ لے کر آیا اور قریش سے کہا: تم پر افسوس ہے، ابوبکرؓ جیسے شخص کو تم مکہ سے نکالتے ہو، جو محتاجوں کا مددگار، اور مصیبت زدوں کا غمخوار ہے، ابوبکرؓ مکہ سے نکل سکتے ہیں، اور نہ ان کو نکالنا چاہئے؟ قریش نے کہا: تم ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ خدا کی عبادت گھر میں کریں شارع عام پر نہیں ہماری عورتیں اور بچے ان کی عبادت اور تلاوت قرآن سے گمراہ ہو جائیں گے؟ ابوبکرؓ پہلے شخص ہیں جن کی بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے ایک شخص نے ضمانت کی تھی، کیوں؟ اس لئے کہ ان کی روحانیت سے تمام لوگ متاثر تھے، اور یہی روحانیت ان کی عبادت اور تلاوت قرآن میں پائی جاتی تھی، جس سے قریش کے بچے اور عورتیں جو مردوں سے زیادہ سادہ دل ہوتے ہیں، متاثر ہوتے تھے، کسی بزرگ کا قول ہے: خدا رسیدہ وہ ہے جس کی روحانیت کا رعب قلوب پر پڑے اور جس کی زیارت سے خدا یاد آئے؟ اسی سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ کے یہ الفاظ بھی ذہن میں رکھنے کے ہیں کہ جب ابوبکرؓ سے صبر نہ ہوسکا، تو چند روز بعد پھر گھر کے باہر نماز پڑھنے لگے اور قریش کے بچوں اور عورتوں پر آپ کی تلاوت کا اثر ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ادھر آپ نماز میں مشغول ہوتے، اور ادھر آپ کے اطراف میں عورتوں اور بچوں کی بڑی تعداد جمع ہو جاتی۔ قریش نے یہ حالت دیکھ کر ابن الدغنہ سے شکایت کی۔ ابن الدغنہ نے حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا، ابوبکرؓ نے فرمایا: ابن الدغنہ تم اپنی پناہ واپس لے لو میں خدا کی پناہ سے خوش ہوں۔

۱۰۔ ہجرت کے وقت حضرت ابوبکرؓ حضورؐ کے ساتھ تھے اور زاد راہ تمام زر نقد جو اسلام اور مسلمانوں کی خدمت سے بچ رہا تھا ساتھ لے لیا تھا تاکہ مدینہ میں حضورؐ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ غار کا واقعہ ہجرت کے مصائب تاریخوں میں مذکور ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت حضرت ابوبکرؓ ہی تھے جنہوں نے حضورؐ کی رفاقت کے فرض کو خوبی سے ادا کیا، اور حضورؐ نے صرف آپ ہی پر اس اہم مہم میں بھروسہ کیا ورنہ حضرت عمرؓ، علیؓ اور دوسرے مسلمانوں کی تعداد کافی تھی۔ حضرت ابوبکرؓ کو ترجیح دینا بتاتی ہے کہ چونکہ ابوبکرؓ نے خدا اور رسول کے لئے اپنی ہستی کو وقف کر دیا تھا اور ان سے زیادہ خدا اور رسول کو محبوب رکھتے۔ لا محالہ ثانی اثنین کا درجہ انہی کا تھا۔ اس لئے رفاقت کا شرف خدا اور رسولؐ نے صرف آپ ہی کو عطا فرمایا۔

۱۱۔ مدینہ کے قریب پہنچ کر جب حضورؐ نے قبا میں قیام فرمایا ہے، تو چونکہ مدینہ کے لوگ حضورؐ سے واقف نہ تھے، اس لئے جب حضورؐ اور حضرت ابوبکرؓ باشندگان مدینہ کے اجتماع میں رونق افروز ہوئے تو سب کی نظریں حضرت ابوبکرؓ ہی کی طرف تھیں اور ابوبکرؓ ہی کو وہ رسول خدا خیال کر رہے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے ذاتی بصیرت سے اس کو محسوس کر لیا۔ فوراً کھڑے ہوگئے اور چونکہ آفتاب بلند ہوگیا تھا، اور حضورؐ کے چہرہ مبارک پر دھوپ پڑ رہی تھی، اس لئے اپنی چادر سے حضورؐ پر سایہ کر لیا، اس وقت یہ اشتباہ دور ہوا، اور عوام کی نظریں حضورؐ کی طرف متوجہ ہوگئیں۔

۱۲۔ حضورؐ نے مدینہ پہنچ کر ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان بھائی چارہ کر دیا تھا، اور اس طرح تمام مہاجر انصاریوں میں تقسیم کر دیئے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ چونکہ بہت خوددار تھے اس لئے انہوں نے اس اخوت سے صرف تھوڑا ہی روز فائدہ اٹھایا، اور سکون و اطمینان حاصل ہوتے ہی جو روپیہ ساتھ لائے تھے اس سے کپڑے کی تجارت شروع کر دی اور اس تجارت کے نفع سے انہوں نے اسلام اور مسلمانوں کی معقول خدمت کی۔

۱۳۔ جنگ بدر میں جب مسلمانوں اور مشرکین قریش نے نبرد آزما ہونے کے لئے صفوں کو مرتب کیا، تو حضورؐ حضرت ابوبکرؓ

کر ہاتھ سے کر اپنی قیام گاہ پر آئے، اور سجدہ میں گر کر خدا سے یوں دعا کی کہ "اے اللہ! اگر تو مسلمانوں کی اس جماعت کو ہلاک کر دے گا، تو پھر زمین میں تیری عبادت نہ کی جائے گی۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے، اس کو پورا فرما"۔ جب سجدہ میں حضورؐ کو بہت دیر ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: "خدا کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ نے اپنے رب سے جو دعا کی ہے اور خدا نے جو وعدہ آپ سے فرمایا ہے، وہ جلد پورا فرمائے گا"۔ ابوبکرؓ کے یہ الفاظ سن کر حضورؐ نے دعا کو ختم کر دیا، اور فرمایا: "ابوبکرؓ لوگوں کو بشارت دے دو کہ خدا کی مدد آ گئی"۔ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ خدا اور رسول کے کاموں میں کس قدر دلیری اور جرأت سے کام لیتے تھے، اور خدا پر ان کو کتنا بھروسہ تھا۔

۱۴۔ غزوہ احد میں جب جنگ شروع ہوئی تو حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن نے قریش کے لشکر سے نکل کر مسلمانوں کو خطاب کیا اور کہا: "کون ہے جو میرے مقابلہ پر آئے"۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے مقابلہ پر جانے کی اجازت طلب کی، حضورؐ نے یہ فرمایا کہ "ابوبکرؓ اپنی تلوار کو نیام میں ڈال لو اور اپنی ذات سے ہم کو متمتع ہونے دو" اور منع فرما دیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ دین الٰہی کی خدمت کے لئے حضرت ابوبکرؓ کی شخصیت حضورؐ کی نظر میں کس قدر قیمتی تھی۔

۱۵۔ غزوہ خندق میں حضرت ابوبکرؓ نے جس مقام پر حفاظت خندق کی اہم خدمت انجام دی تھی، حضورؐ نے وہاں ایک مسجد تیار کرا دی تھی، اور اس کا نام مسجد صدیق رکھا تھا، اس سے معلوم ہوا کہ حضورؐ حضرت ابوبکرؓ کی خدمات کی کتنی قدر کرتے تھے۔

۱۶۔ فتح مکہ کے بعد حضرت ابوبکرؓ اپنے والد حضرت ابو قحافہؓ کو لے کر آئے، اور حضورؐ کی خدمت میں بیعت اسلام کے لئے پیش کیا، حضورؐ نے فرمایا: "ابوبکرؓ تم ان کو یہاں کیوں لے آئے، میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا"۔ ابوبکرؓ نے عرض کیا: "حضورؐ انہی کو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہئے تھا"۔

۱۷۔ غزوہ تبوک اسلامی غزوات میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ملک کی حالت خراب تھی، قحط پڑا ہوا تھا، اور فصلوں کی تیاری کا موسم تھا، حضورؐ نے مصارف جنگ میں امداد کی صحابہ سے درخواست کی۔ تمام صحابہ اپنی اپنی حیثیت کے مطابق زر نقد اور سامان لے کر حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کافی مال لے کر آئے تو حضورؐ نے پوچھا: "عمر! بال بچوں کے لئے کتنا چھوڑا؟" عرض کیا: "حضورؐ جتنا لایا ہوں۔"

آتا ہوں چھوڑ آیا ہوں"؟ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنا مالی امداد پیش کی۔ حضورؐ نے پوچھا: "ابوبکرؓ تم اپنی بیوی بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟" ابوبکر رضؓ نے عرض کیا: "حضور! گھر والوں کے لئے اللہ اور اس کے رسول کو چھوڑ آیا ہوں"؛ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکرؓ خدا اور رسول سے کس قدر محبت رکھتے تھے، اور اپنے دینی و دنیاوی کاموں میں خدا پر کتنا بھروسہ رکھتے تھے۔

۱۷۔ حجۃ الوداع سے واپس آنے کے بعد حضورؐ پر سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح نازل ہوئی۔ صحابہؓ نے اس وحی کو سنا اور یہی سمجھا کہ جس طرح اور احکام و ہدایات نازل ہوتی ہیں، یہ بھی ہے لیکن حضرت ابوبکرؓ کی روحانیت اور بصیرت نے اس وحی کے راز کو پا لیا، اور سمجھ لیا کہ فتح و نصرت اور ترقی اسلام کا مژدہ تکمیل اسلام کا ثبوت ہے، اور استحکام و تکمیل کے بعد نبوت کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے یقیناً حضورؐ کی وفات کا وقت قریب ہے۔ اس خیال نے ابوبکرؓ کو اس قدر مغموم کیا کہ بے اختیار آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور جب صحابہ کو اس حقیقت کا علم ہوا تو سب کی حالت دگرگوں ہو گئی۔ اس کے چند روز بعد حضورؐ بیمار ہوئے، اور علالت کی حالت میں مسجد میں تشریف لا کر صحابہ سے فرمایا کہ "خدا نے اپنے ایک بندے کو دنیا اور قرب الٰہی میں سے کسی ایک کو اختیار کر لینے کا حکم دیا ہے، اور اس بندے نے قرب الٰہی کو پسند کیا ہے"؛ حضرت ابوبکرؓ نے سورۃ اذا جاء کے نزول پر جو خیال قائم کیا تھا اس کی تصدیق حضورؐ کے ان الفاظ سے ہو گئی، اور آپ نے حضورؐ سے عرض کیا: "ہم اپنے آپ کو اور اپنے والدین اور بچوں کو آپ پر قربان کر دیں گے"؛ حضورؐ نے اس کے جواب میں فرمایا: "ابوبکرؓ! سنبھلو"؛ اس کے بعد حضورؐ نے صحابہ کو وصیت اور دعائے خیر کی اور یہ فرمایا: "مسجد نبوی کے اندر جن لوگوں کے مکانات کے دروازے ہیں، سب بند کر دیئے جائیں، صرف ابوبکرؓ کا دروازہ بند نہ کیا جائے"؛ اس کے بعد آپ نے حضرت ابوبکرؓ کی نسبت فرمایا: "میں کسی ایسے شخص کو نہیں پاتا جو میرے نزدیک رفاقت میں احسانات کے اعتبار سے ابوبکرؓ سے بہتر ہو۔ اگر میں کسی کو خلیل (قلبی دوست) بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن یہاں رفاقت اور اخوت ایمانی ہے۔"

(۱۸) جب حضورؐ کی علالت بڑھی اور آپ مسجد میں تشریف لا کر نماز پڑھانے کے قابل نہ رہے، تو آپ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ

سے کیونکہ وہ نماز پڑھا رہے تھے، جو حضور کی زندگی میں حضرت ابوبکرؓ نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ ان نمازوں کے درمیان ایک دفعہ حضورؐ کی حالت کچھ سنبھلی تو آپ مسجد میں تشریف لائے جب کہ حضرت ابوبکرؓ امامت کر رہے تھے، تو ان کو کچھ بہت خوشی ہوئی۔ حضرت ابوبکرؓ کو خبر نہ تھی لیکن لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کو محسوس کر کے امامت کی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا چاہا، تاکہ حضورؐ امامت فرمائیں، لیکن حضورؐ نے ابوبکرؓ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "لوگوں کو نماز پڑھاؤ"۔ ابوبکرؓ بدستور اسی طرح نماز پڑھاتے رہے، اور حضورؐ نے ابوبکرؓ کی داہنی جانب بیٹھ کر ابوبکرؓ کی امامت میں نماز ادا کی۔

یہی وہ حقیقت ہے جس کو خلافت یا نیابت کہا جاتا ہے۔ حضورؐ نے اپنی زندگی ہی میں حضرت ابوبکرؓ کو اپنا جانشین مقرر کیا، اور دینی و دنیاوی دونوں قسم کی خلافت مرحمت فرمائی۔ بنا بریں صرف حضرت ابوبکرؓ ہی حضورؐ کے سچے جانشین تھے، اور جو سلسلہ روحانی ان سے وابستہ ہے، وہی حقیقی سلسلہ ہے، جو حضورؐ کی ذات کے واسطے سے خداوند تعالیٰ تک پہنچتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ طریقت کے سلسلوں میں نیابت و خلافت کا جو طریقہ رائج ہے، وہ اسی واقعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۱۹۔ حضورؐ کی وفات کے بعد صحابۂ کرام کی حالت عجیب تھی کوئی ایک شخص بھی صحیح حواس نہ رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی، عالم خود فراموشی میں مسجد نبویؐ کے اندر کھڑے ہوئے صحابہ کو مخاطب کر کے فرما رہے تھے: "بعض منافق یہ خیال کرتے ہیں کہ حضورؐ نے وفات پائی۔ حضورؐ نے ہرگز وفات نہیں پائی۔ آپ اپنے پروردگار کے پاس اسی طرح گئے ہیں، جس طرح موسیٰؑ گئے تھے، اور چالیس روز بعد واپس آ گئے تھے، حضورؐ جب تشریف لائیں گے تو ان منافقوں کے ہاتھ پاؤں کاٹیں گے"۔ حضرت ابوبکرؓ مسجد میں تشریف لائے، کسی سے کچھ نہیں کہا اور مسجد کے ایک گوشے میں کھڑے ہو کر صحابہ کو ان الفاظ سے مخاطب کیا: "سنو! جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا، وہ جان لے کہ محمدؐ نے تو وفات پائی، اور جو شخص خدا کو پوجتا تھا وہ سمجھ لے کہ خدا زندہ ہے، اور کبھی نہ مرے گا۔ سنو! خدا نے (اپنے پاک کلام میں) فرمایا ہے کہ "محمدؐ! ایک رسول تھے، ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں، تو کیا اگر محمد مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم برگشتہ ہو جاؤ گے، اور جو شخص برگشتہ ہو جائے گا، وہ خدا کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا"۔ حضرت ابوبکرؓ کی یہ تقریر سن کر صحابہ چونک پڑے۔

مذہبی معلومات

دربار مدینہ اور حب وطن

(از جناب مولانا محمد میاں صاحب)

عرب کا مقولہ تھا

ارض الرجل ظئرہ ودارہ وحدہ	انسان کا ملک اس کی سرضعہ دودھ پلانے والی ماں ہے اس کا گھر ہے (اور مرنے کے بعد) اس کا گہوارہ ہے۔

حضرت حق جل مجدہ نے ارشاد فرمایا۔

ولقد مکنٰکم فی الارض وجعلنا لکم فیہا معایش (ع ۲ سورۃ اعراف)	ہم نے تم کو ٹھیرایا زمین میں اور تمہارے لئے زندگی و معیشت کے اسباب و ذرائع زمین میں پیدا کئے۔
منہا خلقنٰکم وفیہا نعیدکم ومنہا نخرجکم تارۃ اخریٰ (ع ۱۰ پ ۱۶ سورۃ طٰہٰ)	اسی زمین سے تم کو پیدا کیا ہے اسی میں تم کو دوبارہ لوٹائیں گے اور اسی میں دوسری بار تم کو نکالیں گے۔

ارباب ملت میں مشہور ہے، حب الوطن من الایمان حب وطن جزو ایمان ہے۔

سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے وطن آقا کو اپنا وطن بنالیا تھا، جب ہجرت کرکے مدینہ پہنچے، تو کچھ دنوں بعد بیمار ہوگئے، اس علالت کے دوران میں شوق وطن میں بار بار یہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔

الا لیت شعری ھل ابیتن لیلۃ بواد وحولی اذخر وجلیل	اے کاش معلوم ہوجائے کہ میں کوئی رات اس طرح گذار سکوں گا کہ میں وادی میں ہوں اور میرے گرداگرد (گیاہ) اذخر وجلیل ہو،
وھل اردن یوما میاہ مجنۃ وھل یبدون لی شامۃ وطفیل	اور کیا کسی دن مجنہ کے چشموں پر پہنچ سکوں گا۔ اور کیا کبھی میرے سامنے کوہ شامہ اور کوہ طفیل نمودار ہوگا۔

(بخاری شریف)

حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے یہ استعارے تو سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ان کو پیش کیا۔ فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں یہ دعا فرمائی، اس سے خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے جذبۂ وطن کا پتہ چلتاہے۔ ارشاد ہوا۔

اللہم حبب الینا المدینۃ کما حببت مکۃ او اشد	اے اللہ! ہمارے اندر مدینہ کی اتنی ہی محبت پیدا کردے جتنی تو نے مکہ کی محبت دی ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ، مدینہ کی آب وہوا درست فرمادے
وصححہا وبارک لنا فی صاعہا ومدہا وانقل حماہا فاجعلہا بالجحفۃ (بخاری شریف صفحہ ۱)	اور ہمارے لئے مدینہ کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، اور مدینہ کے بخار کو (مقام جحفہ کی طرف منتقل فرما)

ملاحظہ فرمایئے اس دعا مبارک سے وطن قدیم اور وطن جدید کی محبت، پھر اس کی اقتصادی ترقی، آب وہوا کی اصلاح کے جذبات کس طرح مترشح ہورہے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ حفظان صحت نیز ترقی اور برکت کے لئے روحانی طرز اختیار کیا گیا ہے جو شان نبوت کے عین مناسب ہے، مگر اس کے یہ معنی نہ تھے کہ مادی طرز اختیار کرنا ممنوع ہے، چنانچہ خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مادی طریقے اختیار کرکے حضرت مدینہ طیبہ یا حجاز مقدس کو بلکہ سارے قلمرو کو رشک فردوس بنادیا۔ نہریں نکلوائیں، راستوں کی اصلاح کی، اور اس زمانہ کے بموجب تمدن کی تمام صورتیں اختیار کی گئیں (جیسا کہ کتب تاریخ میں بہ تفصیل بیان کیا گیا ہے)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا آبائی وطن مکہ معظمہ تھا کلمہ کی سربلندی، اور دین حنیف کی فلاح وبہبود کے لئے جب ترک وطن کی ضرورت پڑی تو آپ نے اس قربانی کو انگیز کیا مگر قلبی اس کا اندازہ حضرت ابن عباس رض اور عبد اللہ بن عدی رض کی اس روایت سے ہوتاہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔

اے مکہ! تو خدا کا مقدس شہر ہے، تو کس قدر محبوب ہے

اے کاش تیرے باشندے مجھے نکلنے پر مجبور نہ کرتے۔ تو میں تجھ کو نہ چھوڑتا۔ (جمع الفوائد صفحہ ۱۹۵)

تاہم جب مدینہ طیبہ کو وطن بنا لیا گیا تو یہ سرزمین الطاف نبوت کا مورد بنی، چنانچہ تاجدار مدینہ صلے اللہ علیہ وسلم کی دعا ہوا کرتی تھی۔

اللہم بارک لنا وانا ادعوک ونعما رنا وبارک للمدینۃ بمثل ما فی مدینتنا وما دعاک لمکۃ بذلک لنا فی عاماً ومثل معہ وسنتا

ترمذی شریف صفحہ ۲۲۲/۱۵

اللہم ان ابراهیم عبدک وخلیلک ونبیک وانہ دعاک لمکۃ۔

آج تک اس سرزمین کا نام یثرب تھا مگر اب سرکار مدینہ کو یہ نام ناپسند ہے۔ کیونکہ لفظ یثرب لغوی اعتبار سے قباحت اور بربادی کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ اب اس کا نام "طابہ" تجویز ہوتا ہے، یعنی طیبہ، پاکیزہ اور صاف ستھرا۔

ان اللہ سمی المدینۃ طابہ — اللہ تعالے نے مدینہ کا نام طابہ رکھا ہے۔

(مسلم جمع الفوائد صفحہ ۲۱/۱۵)

من سمی المدینۃ یثرب — جو شخص مدینہ کو یثرب کہہ دے فلیستغفر اللہ ھی طابہ — اس کو استغفار کرنا چاہیئے، ھی طابہ — وہ طابہ ہے، یہ طابہ ہے۔

(جمع الفوائد صفحہ ۲۱/۱۵)

وہی ارض وبا و تپ لیریا والی زمین اب ارض شفا ہو چکی ہے۔ غزوہ تبوک سے کوکبہ نبوی واپس ہو رہا ہے۔ مدینے کے باقیماندہ مرد اور بچے اس فاتح اور مبارک لشکر کے استقبال کے لئے جوق جوق آرہے ہیں۔ پیادہ پا نوجوان دوڑ رہے ہیں۔ کمزور اور گھوڑوں پر سوار ہیں، گرد و غبار سے آسمان کے نیچے ایک دوسرا آسمان بنا دیا ہے، فاتحین تبوک کے چہرے گرد و غبار سے اٹے جاتے ہیں۔ لہذا انہوں نے چہروں پر عماموں کے شملے پیٹنے شروع کر دیتے ہیں مگر سید الثقلین اپنے شملہ کو چہرۂ انور سے ہٹا دیتے ہیں، روئے مبارک کو غبار کے سامنے کرتے ہیں، اور فرماتے ہیں۔

والذی نفسی بیدہ ان فی غبارھا شفاء من کل داء

(جمع الفوائد صفحہ ۲۰/۱۵)

اس کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حضرت خاتم المحدثین مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے ارشادات پر اس مضمون کو ختم کریں، کسی قدر مضمون میں تکرار رہے گا، مگر شوق تبرک ہماری نظر میں

اس تکرار کو مستحسن گردان رہا ہے۔

حضرت موصوف نے جمعیۃ العلماء ہند کے اجلاس پشاور کے خطبۂ صدارت میں فرمایا تھا:-

مجھے یہاں پر یہ بھی واضح کر دینا ضروری ہے کہ ہندوستان جس طرح ہندوؤں کا وطن ہے، اسی طرح مسلمانوں کا بھی وطن ہے ان کے بزرگوں کو ہندوستان آئے ہوئے اور رہتے ہوئے صدیاں گذر گئیں، انہوں نے اس ملک پر صدیوں حکومت کی۔ آج بھی ہندوستان کے چپے چپے پر مسلمانوں کی شوکت و رفعت کے آثار موجود ہیں، جو زبان حال سے ان کی علم و ہنر پسندی، حب وطن کی شہادت دیتے ہیں، موجودہ نسل کا خمیر ہندوستان کی آب و گل سے ہے ہندوستان میں ان کی مذہبی و تمدنی عظیم الشان یادگاریں ہیں، کروڑوں روپے کی جائدادیں ہیں، عالیشان تعمیروں اور وسیع قطعات زمین کے مالک ہیں، ان کو ہندوستان سے ایسی ہی محبت ہے جیسی ایک سچے محب وطن کو ہونی چاہیئے، اور کیوں نہ ہو جبکہ ان کے سامنے اپنے سید و مولا، اپنے محبوب آقا صلے اللہ علیہ وسلم کا حب وطن میں اسوۂ حسنہ موجود ہے، وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے جور و ستم سے مجبور ہو کر حکم خداوندی کے ماتحت اپنے پیارے وطن مکہ معظمہ سے ہجرت کرنے کے بعد اپنے وطن مکہ معظمہ کو خطاب کر کے فرمایا۔ خدا کی قسم ہے کہ خدا کی تمام زمین میں سے تو مجھے سب سے زیادہ پیارا شہر ہے۔ اور اگر میری قوم تیرے اندر سے مجھے نہ نکالتی تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا۔ اس کے بعد حکم الٰہی سے آپ نے مدینہ طیبہ میں سکونت فرمائی، اور ہجرت کے بعد دار الہجرت سے منتقل ہونا محبوب و مستحسن نہ تھا، اس لئے گویا مدینہ طیبہ آپ کا وطن ہو گیا، اور اس میں بحیثیت وطن رہتا تھا اس کے لئے دعا فرمائی۔

اللہم حبب الینا المدینۃ کحبنا او اشد اللہم بارک لنا فی صاعنا و فی مدنا و فی تمرنا ضعفی ما جعلت بمکۃ من البرکۃ۔ بار خدایا! مدینہ کو ہمارے قلوب میں ایسا محبوب بنا دے جیسا ہم مکہ سے محبت کرتے ہیں، یا اس سے بھی زیادہ محبت دے دے۔ یا اللہ ہمارے صاع اور ہمارے مد اور ہماری کھجوروں میں برکت عطا فرما، اور یہ برکت اس برکت سے دو چند ہو جو تو نے مکہ میں عطا فرمائی ہے)

اللہم ان ابراھیم عبدک	یا اللہ بیشک تیرے بندے
وخلیلک دعاک لاھل	اور خلیل ابراہیم نے اہل مکہ کے
مکۃ بالبرکۃ وانا عبدک	لئے تجھ سے برکت کی دعا کی
ورسولک ادعوک لاھل	تو اور میں تیرا بندہ اور رسول
المدینۃ ان تبارک	محمد ہوں اور اہل مدینہ کے
لھم فی مدھم وصاعھم	لئے تیری بارگاہ میں دعا کرتا
مثل ما بارکت لاھل	ہوں کہ ان کے مدوں اور صاع
مکۃ مع البرکۃ برکتین	میں اس برکت سے جو اہل مکہ کو عطا فرمائی ہے دو چند برکت

دے ایک برکت کے ساتھ دو برکتیں نازل فرما۔

سید الکونین صلے اللہ علیہ وسلم کے جذبات حب وطن یہ ہیں اور ان کے ہوتے ہوئے نا ممکن ہے کہ مسلمان سچا مسلمان ہو کر اس جذبۂ حب وطن سے خالی ہو۔ پس یقین رکھئے کہ مسلمانوں کے قلوب میں وجوہ مذکورہ بالا کی بنا پر ہندوستان کے ساتھ پوری محبت ہے، اور چونکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ساتھ دوسری قومیں بھی آباد ہیں، اور ہندوستان ان کا بھی وطن ہے ان کو بھی طبعی طور پر ہندوستان کے ساتھ محبت ہونی چاہیئے اس لئے تمام ہندوستانیوں کے قلوب میں ہندوستان کی آزادی کی خواہش ایک ہی مرتبہ اور ایک ہی درجہ پر ہونی لازم ہے۔

موالات بالمشرکین "کتاب وسنّت کی روشنی میں"

(از مولانا حکیم محمد صاحب آزاد انصاری مینا برجی)

آں رازکہ درسینہ نہاں است نہ وعظ است
بردار تواں گفت بہ منبر نہ تواں گفت

نوائے وقت ۱ جنوری ۱۹۴۶ء کے حوالہ سے مقامی لیگی اخبار ۱۹ جنوری ۱۹۴۶ء نے مسلم لیگ سیالکوٹ کے الیکشنی جلسہ کی کارروائی نہایت ہی آب وتاب سے شائع کی ہے۔ جسے پڑھ کر بے ساختہ ہنسی آئی اور یہ لطیفہ یاد آیا کہ کسی بے نمازی نے نماز نہ پڑھنے کی دلیل یہ بیان کی تھی کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لاتقربوا الصلوٰۃ "(نماز کے قریب نہ جاؤ) کا حکم موجود ہے۔ اسی مجلس میں ایسے ہی کوئی صاحب تھے جنہوں نے اس گمراہ سے جل کر کہا کہ "میاں اس کے بعد وانتم سکاریٰ (اگر تم حالت نشہ میں ہو) بھی تو ہے" لہٰذا اس بے نمازی نے کہہ دیا۔ کیا سب پر میں ہی عمل کروں۔ بالکل یہی حال مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا بھی اس انتخابی رسنیچر میں نظر آرہا ہے۔ کاش مولانا "یومنون ببعض الکتاب و یکفرون ببعض" کی جیتی جاگتی اور چلتی پھرتی تفسیر نہ بن جاتے، اور سادہ لوح اور مذہب سے ناآشنا حضرات کے روبرو کتمان حق کا یہ شاہکار نہ پیش فرماتے کہ یہود کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاہدہ کیا تھا اور جس میں رسول نے "ویٹو پاور" اسلام کے لئے محفوظ رکھا تھا، اس کی مثال کر ان کہ ہندوستان کے مشرکین کے ساتھ معاہدہ کرنا سراسر کم فہمی کی دلیل ہے۔

اچھا حضرت! یہ نصاریٰ (انگریز) کی بول چال اور سیاست کا "ویٹو پاور" اس معاہدہ میں تو اسلام کے لئے محفوظ تھا۔ مگر حلف الفضول اور "صلح حدیبیہ" میں "ویٹو پاور" کہیں بھی نظر نہیں آتا۔ میں اس سلسلہ میں سیرۃ النبی مولفہ علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے حوالہ پیش کروں گا۔ تاکہ وہ لوگ جو اردو خواں ہیں براہ راست اسلام اور حضرت رحمۃ للعالمین کی ہمدردی اور رواداری اور اصول بین الاقوامیت کو ملاحظہ کرکے فیصلہ کریں۔

حلف الفضول

"لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سیکڑوں گھرانے برباد کردیئے تھے، اور قتل وسفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے، یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی جنگ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول صلعم کے چچا اور خاندان کے سرگروہ تھے، یہ تجویز پیش کی، چنانچہ خاندان ہاشم زہرہ اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے

ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا، اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس معاہدہ میں شریک تھے، اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ "معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دیئے جاتے تو میں نہ بدلتا، اور آج بھی ایسے معاہدہ کے لئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"۔

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۱۰۱)

اللہ اللہ! کیا ہمدردی اور موالات بالمشرکین پر رضامندی کا اظہار ہے! مگر آج ہم اسی برگزیدہ خلائق کے امتی ہیں، اور ظالم وجابر انگریز کو ہندوستان سے نکال دینے کے لئے ادہر ادہر کے حیلے بہانے تراشتے پھر رہے ہیں ؎

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

صلح حدیبیہ

اسی طرح "صلح حدیبیہ" سے بھی مولانا سیالکوٹی یا ان کے ہمنوا دیگر علمار اسلام "دی ٹو پاور" اسلام کے حق میں نہیں ثابت کرسکتے۔ اس صلح نامہ میں تو یہاں تک ہوا تھا کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کی جگہ وہی زمانۂ جاہلیت کا "باسمک اللہم" "محمد رسول اللہ" کے بجائے محمد بن عبداللہ لکھوایا گیا تھا۔ مگر حضرت رحمت عالم نے بایں ہمہ جن شرائط پر صلح فرمائی تھی، وہ علامہ شبلی نعمانی ہی کی زبانی سنیئے۔

صلح کی شرطیں

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کرکے چلے جائیں۔

۳۔ ہتھیار لگاکر نہ آئیں، صرف تلوار ساتھ لائیں، وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان (تھیلا) وغیرہ میں۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں، ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں، اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص مدینہ جائے، تو واپس کردیا جائے۔ لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے، تو وہ واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین میں سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ میں شریک ہو جائیں۔

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۱۸-۴۱۹)

قارئین کرام ملاحظہ کریں یہاں مولانا سیالکوٹی کا وہ "دی ٹو پاور" کن لوگوں کے قبضہ میں تھا؟ آہ "مسلم لیگ" کی اندھا دھند حمایت میں کس طرح حقیقتوں کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ کیا اس کے بعد مسلمانوں نے موالات بالمشرکین نہیں کیا۔ خود علامہ شبلی مرحوم رقمطراز ہیں کہ

"اب تک مسلمان اور کفار ملتے جلتے نہ تھے۔ اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی۔ خاندانی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے، ہفتوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا، اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص، حسن عمل، نیکوکاری، پاکیزہ اخلاق کی ایک زندہ تصویر

تھا۔ جو مسلمان کہ جب سے تھے اس نے جو سب ہی مناجرش کرتی تھیں۔ اس سے وہ درگذر کرتے تھے۔ مسلمانوں کی طرف کھچے آتے تھے۔ مورخین کا بیان ہے کہ اس معاہدہ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ، کا اسلام بھی اسی زمانہ کی یادگار ہے۔

(سیرۃ النبی جلد اول صفحہ ۴۴۲)

مولانا سیالکوٹی کا عجیب دعویٰ

سنبھل کر رکھ قدم تو دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اب تک آنحضرت سرور کائنات ؐ کے اسوۂ حسنہ کا ذکر تھا اب مولانا سیالکوٹی کے اس دعویٰ باطل پر ضرب کاری کی نوبت آتی ہے اور چند قرآنی آیات پیش کر رہا ہوں جن میں "موالات بالمشرکین" کی صاف وصریح الفاظ میں اجازت دی گئی ہے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لها وتوکل علی الله فانه هو السمیع العلیم وان یریدوا ان یخدعوك فان حسبك الله.

اور اگر کفار تم سے صلح پر مائل ہوں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر اعتماد کرو وہی سننے والا اور جاننے والا ہے اور اگر یہ لوگ دھوکہ دینے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔

لا ینهاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین ولم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم وتقسطوا الیهم ان الله یحب المقسطین

اللہ تعالیٰ تم کو ان کافروں سے بھلائی اور انصاف کرنے سے منع نہیں کرتا جنہوں نے تم سے دین کے بارہ میں جنگ نہ کی ہو اور تم کو تمہارے گھروں سے باہر نہ نکالا ہو۔ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

الا الذین عاهدتم من المشرکین ثم لم ینقصوکم شیئا ولم یظاهروا علیکم احدا فاتموا الیهم عهدهم الی مدتهم.

مشرکین سے برات کا اعلان کر دو، مگر وہ مشرک جن سے تم نے عہد و پیمان کیا ہو، اور انہوں نے عہدوں میں کمی نہ کی ہو، اور نہ تمہارے دشمنوں کی مدد کی ہو تو تم ان سے ان کے عہدوں کو مدت تک کے لیے پورا کرو

پنج ہزاری انعام کا اعلان

رہ گیا مولانا سیالکوٹی کا امام الہند حضرت مولانا ابو الکلام آزاد مدظلہ اور شیخ الہند حضرت مولانا مدنی مدظلہ کے لئے پنج ہزاری منصب کا اعلان — ؟ یہ مسخرہ پن نہیں تو اور کیا ہے؟ دنیا جانتی ہے، اسلامیان ہند کے یہ وہ امام اور شیخ ہیں جن کو حکومت کی فرعونی اور نمرودی طاقتیں نہ ڈرا سکیں، نہ اس کے قارونی پنشاری خزانے پائے ثبوت کو ڈگمگا سکے۔ یہ پانچ ہزار روپے آپ ہی کو مبارک۔ میں ان حضرات کا ایک ادنیٰ نام لیوا ہوں اور اعلان کرتا ہوں کہ چاندی کی ان گولیوں کی مجھ سے زیادہ آپ ہی کو حاجت ہے ان "ابیض نوری" کے عوض ایمان فروشی میرا کام نہیں۔ ہاں اعلان حق ہر حال میں مجھ پر فرض ہے اور بس ؎

یہ مال و دولت دنیا یہ رشوت و پیوند
بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ يَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَيَقُولُونَ أَئِنَّا لَتَارِكُوا

وہ لوگ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو تکبر کیا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ

آلِهَتِنَا لِشَاعِرٍ مَجْنُونٍ ۝ بَلْ جَاءَ بِالْحَقِّ وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِينَ ۝ إِنَّكُمْ لَذَائِقُو

کی وجہ سے چھوڑ دیں گے　بلکہ ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور دوسرے پیغمبروں کی تصدیق کرتے ہیں　تم سب کو عذاب

الْعَذَابِ الْأَلِيمِ ۝ وَمَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝

چکھنا پڑے گا　اور تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے　ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَعْلُومٌ ۝ فَوَاكِهُ وَهُمْ مُكْرَمُونَ ۝ فِي جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ ۝

ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال معلوم ہے یعنی میوے اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے

يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَأْسٍ مِنْ مَعِينٍ ۝ بَيْضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ۝ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ

ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جاوے گا جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا سفید ہوگی پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی نہ اس میں دردسر ہوگا اور نہ اس

عَنْهَا يُنْزَفُونَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ عِينٌ ۝ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَكْنُونٌ ۝

سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی حوریں ہوں گی گویا وہ بیضے ہیں جو چھپے ہوئے رکھے ہیں

فَأَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ۝ قَالَ قَائِلٌ مِنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ۝ يَقُولُ

پھر ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے　ان میں سے ایک کہنے والا کہے گا کہ میرا ایک ملاقاتی تھا　وہ کہا کرتا تھا

أَئِنَّكَ لَمِنَ الْمُصَدِّقِينَ ۝ أَإِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظَامًا أَإِنَّا لَمَدِينُونَ ۝

کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مر جاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاویں گے تو کیا ہم جزا و سزا دیئے جاویں گے

قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَّلِعُونَ ۝ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءِ الْجَحِيمِ ۝ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتَ

ارشاد ہوگا کہ کیا تم جھانک کر دیکھنا چاہتے ہو سو وہ شخص جھانکے گا تو اس کو وسط جہنم میں دیکھے گا کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو تباہ ہی کرنے

لَتُرْدِينِ ۝ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ۝ أَفَمَا نَحْنُ بِمَيِّتِينَ ۝ إِلَّا مَوْتَتَنَا

کو تھا　اور اگر میرے رب کا فضل نہ ہوتا تو میں بھی ماخوذ لوگوں میں ہوتا کیا ہم بجز پہلی بار کے مر چکنے کے　اب نہیں مریں گے

الْأُولَىٰ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ لِمِثْلِ هَٰذَا فَلْيَعْمَلِ

اور نہ ہم کو عذاب ہوگا　یہ بے شک بڑی کامیابی ہے　ایسی ہی کامیابی کے لئے عمل کرنے

الْعَامِلُونَ ۝ أَذَٰلِكَ خَيْرٌ نُزُلًا أَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّومِ ۝ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ

والوں کو عمل کرنا چاہئے　بھلا یہ دعوت بہتر ہے یا زقوم کا درخت　[illegible]

إِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ۝ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيَاطِينِ ۝

وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے اس کے پھل ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن

فَإِنَّهُمْ لَآكِلُونَ مِنْهَا فَمَالِئُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ۝ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا

تو وہ لوگ اس سے کھاویں گے اور اسی سے پیٹ بھریں گے پھر ان کو کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جاوے گا اور پھر اخیر ٹھکانا

مِنْ حَمِيمٍ ۝ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ۝ إِنَّهُمْ أَلْفَوْا آبَاءَهُمْ ضَالِّينَ ۝

ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا انہوں نے اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی انہی کے قدم بقدم تیزی کے ساتھ

فَهُمْ عَلَىٰ آثَارِهِمْ يُهْرَعُونَ ۝ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

چلتے تھے اور ان سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہو چکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے

فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ۝ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِينَ ۝ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ۝

والے بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں کا کیسا انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے تھے

تفسیر :- اور جب دلائل توحید میں حق تعالیٰ کا مخلوقات میں تصرفات مذکورہ پر قادر ہونا اور ان مخلوقات کا مقدور ہونا معلوم ہو گیا) تو آپ ان (منکرین بعث) سے (بطور تبکیت سوال) پوچھئے کہ یہ لوگ بناوٹ میں زیادہ سخت ہیں یا ہماری پیدا کی ہوئی یہ چیزیں (جن کا ابھی ذکر ہوا سو واقع میں یہ چیزیں زیادہ سخت ہیں کیونکہ) ہم نے ان لوگوں کو (تو ابتدا خلق آدم میں اسی معمولی) چپکتی مٹی سے پیدا کیا ہے (جس میں کچھ قوت ہے نہ صلابت اور انسان جو اس سے بنا ہے وہ بھی زیادہ قوی اور صلب نہیں ہے پس جب مخلوقات قویہ صلبہ کے ابتدا خلق پر ہم قادر ہیں تو مخلوق ضعیف اور رخو کے اعادہ پر قدرت کیوں نہ ہوگی مگر باوجود ایسی دلیل واضح کے بھی یہ لوگ امکان بعث کے قائل نہیں ہوتے) بلکہ (اس سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ) آپ تو (ان کے انکار قدرت الٰہیہ سے جو کہ نفی امکان سے لازم آتا ہے) تعجب کرتے ہیں اور یہ لوگ (انکار سے بڑھ کر اس وعدہ بعث سے) تمسخر کرتے ہیں اور (ظاہر ہے کہ اس دعوے کے دو جز ہیں امکان بعث اور وقوع بعث جزو اول کا اثبات دلائل عقلیہ کے یاد دلانے سے ہو سکتا ہے جن میں ایک ابھی مذکور ہوئی اھم اشد خلقا الخ اور جزو دوم کا اثبات ثبوت نبوت سے ہو سکتا ہے مگر ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جب ان کو (دلائل عقلیہ سے امکان) سمجھایا جاتا ہے تو یہ سمجھتے نہیں اور جب یہ کوئی معجزہ دیکھتے ہیں (جو بغرض ثبوت نبوت ان کو دکھلایا جاتا ہے جس سے وقوع بعث ثابت کیا جاوے) تو (خود) اس کا ہنسی اڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو صریح جادو ہے (کیونکہ اگر معجزہ ہو تو اس سے نبوت کا ثبوت اور اس سے دعویٰ بعث کا صدق لازم آتا ہے اور لازم محال ہے کیونکہ) بھلا جب ہم مر گئے اور مٹی اور ہڈیاں ہو گئے تو کیا ہم (پھر) زندہ کئے جاویں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی (زندہ ہوں گے) آپ کہہ دیجئے کہ ہاں (ضرور زندہ ہو گے) اور تم ذلیل بھی ہو گے (جو شخص دلیل کے بعد بھی عناداً انکار کرے اس کے لئے ایسا ہی جواب زیبا ہے آگے ثبوت مقدمات بعث پر تفریع فرماتے ہیں کہ) پس قیامت تو بس ایک للکار ہو گی (یعنی نفخہ ثانیہ) سو (اس سے) سب یکایک (زندہ ہو کر) دیکھنے بھالنے لگیں گے اور (تحسر اً) کہیں گے ہائے ہماری کمبختی یہ تو وہی روز جزا (معلوم ہوتا) ہے (ارشاد ہو گا کہ ہاں) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے (آگے تفصیل ہے بعض واقعات کی کہ ملائکہ کو حکم ہو گا کہ) جمع کرو ظالموں کو (یعنی جو بانی اور مقتدائے کفر و شرک تھے) اور ان کے ہم مشربوں کو (یعنی جو ان کے ساتھ تابع تھے) اور ان معبودوں کو جن کو وہ لوگ خدا کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے (یعنی شیاطین و اصنام) پھر ان سب کو دوزخ کا رستہ بتلاؤ (یعنی ادھر لے چلو اور پھر یہ حکم ہو گا کہ اچھا) ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے کچھ پوچھا جاوے گا

(چنانچہ ان سے یہ سوال ہوگا) کہ اب تم کو کیا ہوا کہ (عذاب کا حکم سنکر) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے (یعنی متبوعین انسان ہوں یا شیاطین اپنے تابعین کی مدد نہیں کرتے جیسا دنیا میں اضلال و اغواء کے وقت تابعین کو مدد دیا کرتے تھے کہ اس طریق شرک کو اختیار کرو کچھ ضرر نہ ہوگا مگر اس سوال کے بعد بھی کچھ تناصر نہ ہوگا) بلکہ وہ سب کے سب اس روز سر افگندہ (کھڑے) ہوں گے اور (بجائے تناصر کے ان میں باہم تنافر اور تنازع ہوگا کہ) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر سوال و جواب (یعنی اختلاف) کرنے لگیں گے (چنانچہ) تابعین (متبوعین سے) کہیں گے کہ (ہم کو تم نے گمراہ کیا کیونکہ) تم ہم پر تسلط کی راہ سے آیا کرتے تھے (یعنی ہم پر خوب زور ڈال کر ہمارے اضلال کا اہتمام اور اس میں سعی کیا کرتے تھے) متبوعین کہیں گے کہ نہیں بلکہ تم خود ہی ایمان نہیں لاتے تھے اور (ہم پر ناحق کا الزام ہے کیونکہ) ہمارا تم پر کوئی زور تو تھا ہی نہیں بلکہ تم خود ہی سرکشی کیا کرتے تھے سو (جب مرتکب کفر کے تم بھی تھے اور ہم بھی تو اس سے معلوم ہوا کہ) ہم سب ہی پر ہمارے رب کی یہ بات (ازلی) محقق ہو چکی تھی کہ ہم سب کو عذاب کا مزہ چکھنا ہے تو (اس کا سلسلہ یہ ہو گیا کہ) ہم نے تم کو بہکایا (جس سے تم بلا ہمارے اکراہ کے باختیار خود گمراہ ہوئے اور یہ) ہم خود بھی (اپنے اختیار سے) گمراہ تھے (پس دونوں کی گمراہی کے اسباب مجتمع ہوئے جس میں تمہارا اختیار غالب ہے اسباب غوایت کا ایک جزو ہے پھر اپنے کو بری کرنا کیسے چاہتے ہو آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب دونوں فریق کا اشتراک فی العلت ثابت ہے) تو وہ سب کے سب اس روز عذاب میں (بھی) شریک رہیں گے (اور) ہم ایسے مجرموں کے ساتھ ایسا ہی کیا کرتے ہیں (آگے ان کے کفر و جرم کا بیان ہے کہ) وہ لوگ ایسے تھے کہ (توحید کے بھی منکر تھے اور رسالت کے بھی چنانچہ) جب ان سے (بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے) کہا جاتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تو (اس کے ماننے سے) تکبر کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ کیا ہم اپنے معبودوں کو ایک شاعر دیوانہ (کے کہنے) کی وجہ سے چھوڑ دیں گے (پس اس میں توحید اور رسالت دونوں کا انکار ہو گیا حق تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ پیغمبر نہ شاعر ہیں نہ مجنون) بلکہ (یہ پیغمبر ہیں کہ) ایک سچا دین لے کر آئے ہیں اور (اصول توحید وغیرہ میں) دوسرے پیغمبروں کی تصدیق (اور موافقت) کرتے ہیں (یعنی ایسے اصول بتلاتے ہیں جس میں سب مرسلین متفق ہیں پس وہ اصول بشہادت اجتماع براہین کثیرہ حق ہیں خیال بندی نہیں اور حق بات کا کہنا جنون نہیں اسی طرح اوامر سے اپنے اخبار کے ساتھ اسی کے قریب قریب تعلق کیا یہاں بعض آیات جن میں صراحۃً اس امت کے کفار کا ذکر باعتبار خصوصیت مخاطبین وقت نزول قرآن کے ہو گیا آگے پھر بیان ہے ان کو مشافہۃً اس عذاب مشترک کے سنانے کا کہ) تم سب (تابع و متبوع) کو عذاب چکھنا پڑے گا اور (اس حکم میں تم پر کوئی ظلم نہیں ہوا کیونکہ) تم کو اسی کا بدلہ ملے گا جو کچھ تم (کفر وغیرہ) کیا کرتے تھے ہاں مگر جو اللہ کے خاص کئے ہوئے بندے ہیں (مراد اس سے اہل ایمان ہیں کہ انہوں نے حق کا اتباع کیا اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول اور مخصوص فرما لیا سو) ان کے واسطے ایسی غذائیں ہیں جن کا حال (دوسری سورتوں میں) معلوم (ہو چکا) ہے یعنی میوے (جن کا ذکر سورہ یٰس آیت لہم فیہا فاکہۃ میں اور جن کا وصف سورہ واقعہ آیت وفاکہۃ کثیرۃ لا مقطوعۃ ولا ممنوعۃ میں اس کے قبل نازل ہو چکا ہے کیونکہ سورہ یٰس و واقعہ سورہ صٰفّٰت سے نزول میں مقدم ہیں) اور وہ لوگ بڑی عزت سے آرام کے باغوں میں تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے (اور) ان کے پاس ایسا جام شراب لایا جاوے گا (یعنی غلمان لاویں گے کما فی الواقعۃ یطوف علیہم ولدان الخ) جو بہتی ہوئی شراب سے بھرا جاوے گا (کما قال تعالیٰ وانہار من خمر جس سے اس کی کثرت اور لطافت معلوم ہوتی اور بہتے ہیں) سفید ہوگی (اور) پینے والوں کو لذیذ معلوم ہوگی (اور) نہ اس میں درد سر ہوگا (جیسا دنیا کی شراب میں ہوتا ہے جس کو خمار کہتے ہیں) اور نہ اس سے عقل میں فتور آوے گا اور ان کے پاس نیچی نگاہ والی بڑی بڑی آنکھوں والی (حوریں) ہوں گی (کما قال تعالیٰ وحور عین جن کی رنگت ایسی صاف ہوگی کہ) گویا وہ بیضے ہیں جو (پروں کے نیچے) چھپے ہوئے رکھے ہیں (کہ گرد و غبار اور داغ سے بالکل محفوظ ہوتے ہیں تشبیہ محض صفائی میں ہے بوجہ عادت عرب کے کہ عورتوں کے لئے اس تشبیہ کا استعمال کیا کرتے ہیں کذا فی الروح اور خصوصیت رنگت میں تشبیہ نہیں چنانچہ سورہ رحمٰن میں یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی ہے تو مختلف رنگتیں جمع ہو سکتی ہیں یا یوں کہا جاوے کہ سب الوان کچھ کچھ دمکتے ہوں گے) پھر (جب سب ایک جلسہ میں جمع ہوں گے تو) ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے (اس بات چیت کے اثنا میں) ان (اہل جنت) میں سے ایک کہنے والا (اہل مجلس سے) کہے گا کہ (دنیا میں) میرا ایک ملاقاتی تھا وہ (مجھ سے بطور تعجب)

کہا کرتا تھا کہ کیا تو بعث کے معتقدین میں سے ہے کیا جب ہم مرجاویں گے اور مٹی اور ہڈیاں ہوجاویں گے تو کیا ہم (دوبارہ زندہ کئے
جاویں گے اور زندہ کیے کیے) جزا سزا دیئے جاویں گے (یعنی وہ منکر بعث تھا پس ضرور وہ دوزخ میں گیا ہوگا حق تعالیٰ کا ارشاد ہو
گا کہ اے اہل جنت کیا تم اس کو جھانک کر اس کو دیکھنا چاہتے ہو (اگر چاہو تو تم کو اجازت ہے) سو وہ شخص (جس نے
قصہ بیان کیا تھا) جھانکے گا (خواہ اور لوگ بھی جھانکیں یا نہ جھانکیں شق اول پر اس کی تخصیص اس لئے ہے کہ باعث اول
اطلاع کا یہی ہوا اور اسی کو اشتیاق بھی زیادہ تھا اور دوسری شق پر تخصیص ظاہر ہے غرض جب جھانکے گا) تو اس کو وسط جہنم
میں (پڑا ہوا) دیکھے گا (وسط کے لئے دیکھنے ہونا ضروری نہیں اس کو یہاں دیکھ کر اس سے) کہے گا کہ خدا کی قسم تو تو مجھ کو
تباہ ہی کرنے کو تھا (یعنی مجھ کو بھی منکر بعث بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا) اور اگر میرے رب کا (مجھ پر) فضل نہ ہوتا کہ مجھ کو خدا
نے اعتقاد صحیح پر قائم رکھا) تو میں بھی (تیری طرح) ماخوذ لوگوں میں ہوتا (اس کے بعد اپنے یاران جلسہ اہل جنت سے کہے گا کہ)
کیا ہم بجز پہلی بار مر چکنے کے (کہ دنیا میں مر چکے ہیں) اب نہیں مریں گے اور نہ ہم کو عذاب ہوگا (یہ بات اہل جنت سے اور اسی طرح
پوچھنا بات اس کافر ملاقاتی کے متعلق اور اس کو جھانکنا دیکھنا اور سب باتیں کرنا سب جوش خوشی میں ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے سب آفات
اور کلفتوں سے بچایا اور ہمیشہ کے لئے بے فکر کردیا آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ اے سامعین جو کچھ جنت کی نعیم جسمانی و
روحانی سے مذکور ہوا) یہ بے شک بڑی کامیابی ہے ایسی ہی کامیابی (حاصل کرنے) کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا
چاہیے (آگے دونوں عذاب و ثواب کا موازنہ کرکے اہل ایمان کو ترغیب اور کفار کو ترہیب فرماتے ہیں کہ اے سامعین بتلاؤ) بھلا یہ دعوت
(نعیم جنت کی کہ فواکہ وغیرہا ہیں) بہتر ہے (جو اہل ایمان کے لئے ہے) یا زقوم کا درخت (جو کفار کے لئے ہے) ہم نے اس
درخت کو (علاوہ عقوبت فی الآخرۃ بنانے کے دنیا میں بھی ان) ظالموں کے لئے موجب امتحان بنایا ہے (کہ اس کو سن کر تصدیق کرتے
ہیں یا تکذیب و استہزاء کرتے چنانچہ کفار تکذیب و استہزاء سے پیش آئے کہنے لگے کہ زقوم تو مسکہ اور خرما کو کہتے ہیں، وہ تو
خوب لذیذ چیز ہے اور کہنے لگے کہ زقوم اگر درخت ہے تو دوزخ میں کہ آگ ہے درخت کیسے ہوسکتا ہے اس کا جواب آگے
فرماتے ہیں کہ) وہ ایک درخت ہے جو قعر دوزخ میں سے نکلتا ہے (یعنی مسکہ و خرما نہیں ہے اور چونکہ خود آگ ہی میں پیدا
ہوتا ہے اس لئے وہاں رہنا عجیب نہیں جیسا سمندر جانور کہ آگ میں پیدا ہوتا ہے اور آگ میں رہتا ہے اس سے دونوں
باتوں کا جواب ہو گیا آگے اس کی ایک کیفیت مذکور ہے کہ) اس کے پھل ایسے (کریہ المنظر) ہیں جیسے سانپ کے پھن (پس
ایسے درختوں سے ظالموں کی ضیافت ہوگی) تو وہ لوگ (بھوک کی شدت میں جب اور کچھ نہ ملے گا تو) اس سے کھاویں گے اور
(چونکہ بھوک سے مضطر ہوں گے) اسی سے پیٹ بھریں گے پھر (جب پیاس سے بے قرار ہوکر پانی مانگیں گے تو) ان کو کھولتا
ہوا پانی (غساق یعنی پیپ میں) ملا کر دیا جاوے گا اور (یہ نہیں کہ اس مصیبت کا خاتمہ ہوجاوے بلکہ اس کے بعد) پھر اخیر
ٹھکانا ان کا دوزخ ہی کی طرف ہوگا (یعنی اس کے بعد بھی ہمیشہ وہاں ہی ہمیشہ کے لئے رہنا ہوگا، اور وجہ ان کی اس سزا
کی یہ ہوئی کہ) انہوں نے (ہدایت آلہیہ کا اتباع نہیں کیا تھا بلکہ) اپنے بڑوں کو گمراہی کی حالت میں پایا تھا پھر یہ بھی ان ہی کے
قدم بہ قدم تیزی کے ساتھ چلتے تھے (یعنی شوق اور رغبت سے ان کی راہ بے راہی پر چلتے تھے) اور ان (کفار موجودین)
سے پہلے بھی اگلے لوگوں میں اکثر گمراہ ہوچکے ہیں اور ہم نے ان میں بھی ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے سو دیکھ لیجئے ان لوگوں
کا کیسا (برا) انجام ہوا جن کو ڈرایا گیا تھا (اور انہوں نے نہ مانا تھا کہ ان پر دنیا ہی میں کیا کیا عذاب نازل ہوا) ہاں مگر
جو اللہ کے خاص کئے ہوئے (یعنی ایمان والے) بندے تھے (وہ اس عذاب دنیوی سے بھی محفوظ رہے) ف فوائد
زقوم اور کالمہل اور حمیم باہم متقابل ہیں اور دونوں یتساءلون معنے متقابل ہیں اور عباد مخلصین کا استثناء ایک جگہ عذاب
اخروی سے ہے ایک جگہ عذاب دنیوی سے اور انهم الفوا اباءهم کا حکم باعتبار اکثر کفار کے ہے اور اولین کی
تعذیب کی علت خود ان کا ضلال میں اصل ہونا اور مثل ان کا ہے مراد خود بنا ہی ہے محاورات میں اس طرح بولا کرتے ہیں
اور یہاں جنتی کا بیان قصہ مذکور ہے اس کی تعیین کسی روایت صحیحہ قویہ سے ثابت نہیں اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ساری جنت میں ایک ہی شخص
ایک ہی ہو اور فاطلع سے ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ جنت اعلیٰ میں اور دوزخ اسفل میں ہے اور اس وقت باہم ایسی نسبت ہوگی
کہ جنت سے نظر آجاوے گا اور قال هل انتم مطلعون کا فاعل اعم ہے اللہ تعالیٰ کو [illegible] بعض مفسرین

کے اس جملے کو قرآن میں دیا کیونکہ ظاہرا بلا اذن حق تعالیٰ کے اہل جنت کا خود اپنی رائے سے متعدد معلوم ہوتا ہے اور زقوم کو بیضاوی سے لکھا ہے کہ ایک درخت کا نام ہے جس کے پتے چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں اور بدبودار اور تلخ ہوتا ہے تہامہ میں بکثرت پیدا ہوتا ہے اور ہندوستان میں اس کے قریب قریب تھوہر اور سینڈھ کا درخت ہوتا ہے اور تشبیہ رؤس حیات کے ساتھ بدشکلی میں ہے جیسے ہندوستان میں ایک درخت خاردار کو مشابہت شکل سے ناگ پھن کہتے ہیں اور سانپوں کو شیاطین بوجہ خبیث و ایذا رساں کے کہتے ہیں اور کفار کے استہزاء کی وجہ یہ ہے کہ زقوم لغت عربی میں اس معنے میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن شجرہ کی قید جب اس کے ساتھ مصرح ہے اصلا اس احتمال کی گنجائش نہ تھی۔ اور یہ روایت استہزاء و تکذیب کی اور اس پر آیت انھا شجرۃ تخرج الخ کے نزول کی درمنثور میں منقول ہے اور اسی مضمون کا ذکر ہے سورۂ بنی اسرائیل میں الا فتنۃ للناس والشجرۃ الملعونۃ اور چونکہ آیت انھا شجرۃ تخرج اس شبہہ کے بعد نازل ہوئی ہے جیسا روایت مذکورہ میں تصریح ہے پس اس شجر کا نار میں ہونا کسی اور دلیل سے معلوم ہوا ہوگا یا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تفسیر کے فرمایا ہوگا یا اس مضمون کو سنکر کہ شجر زقوم دوزخیوں کا طعام ہے لزوم عادی کے طور پر اس شجر کا نار میں ہونا سمجھے ہوں گے مثلاً سورۂ واقعہ کی آیت ثم انکم ایھا الضالون المکذبون لاٰکلون من شجر من زقوم سے جو کہ نزول میں بنی اسرائیل اور صافات سے مقدم ہے یہ سمجھا ہو اور یہ شبہہ کیا ہو جس کو بنی اسرائیل میں کہ واقعہ سے متاخر ہے اجمالاً نقل کیا پھر صافات میں کہ بنی اسرائیل سے متاخر ہے اس کا جواب بھی ارشاد فرمایا اور یہ ترتیب نزول کی اتقان میں مذکور ہے واللہ اعلم اور آیت ان مرجعھم الخ کے متعلق ایک ضروری تحقیق سورۂ مومن آیت ثم فی النار یسجرون کے ذیل میں آوے گی ربط اوپر مبدا و معاد یعنی توحید و یوم الوعید کا مضمون تھا اور ختم پر لقد ارسلنا الخ میں اجمالاً مسئلہ رسالت کا اثبات تھا آگے اس اجمال کی تفصیل قصص انبیاء علیہم السلام سے فرمائی جاتی ہے اور چونکہ سب انبیاء داعی الی التوحید تھے توحید کی بھی تائید ہوگئی اور کذبین کے اہلاک سے کفر پر استحقاق وعید بھی ثابت ہو گیا جس سے کیف کان عاقبۃ المنذرین کی تفسیر اور مسئلہ معاد کی تنظیر بھی ہوگئی۔

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۝ۡ وَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝

اور ہم کو نوح نے پکارا سو ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے نجات دی

وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝ۡ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ۡ سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ

اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو

فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ثُمَّ

عالم والوں میں ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے

اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝

دوسرے لوگوں کو غرق کر دیا

تفسیر: اور ہم کو نوح (علیہ السلام) نے (نصرت کے لئے) پکارا (یعنی دعا کی) سو (ہم نے ان کی فریاد رسی کی اور) ہم خوب فریاد سننے والے ہیں اور ہم نے ان کو اور ان کے تابعین کو بڑے بھاری غم سے (جو کہ تکذیب و ایذاء کفار سے پیش آیا) نجات دی (کہ طوفان سے کفار کو غرق کر دیا اور ان کو اور ان کے تابعین کو بچا لیا) اور ہم نے باقی ان ہی کی اولاد کو رہنے دیا (اور کسی کی نسل نہیں چلی) اور ہم نے ان کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات (مدت دراز کے لئے) رہنے دی کہ نوح پر سلام ہو عالم والوں میں (یعنی خدا کرے ان پر تمام اہل عالم جن و انس و ملائکہ سلام بھیجا کریں یا یہ معنے کہ ان کی ثنا کریں یا یہ معنے

کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ نوح علیہ السلام کو بشارت سلامت مطلقہ کاملہ کی دے جو کہ تابعین مقربین کے لئے موعود ہے چنانچہ علیہ السلام کہنا اس اعتبار سے کہ سلام بوجہ اطلاق کے تمام افراد سلام کائنہ من الثقلین والملٰئکہ کو شامل ہے یا اس اعتبار سے کہ الف لام استغراق کا ہے حکم میں اسی عبارت کے ہے سلام علیہ فی العلمین) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے پھر ہم نے دوسرے (طریق کے) لوگوں کو (یعنی کافروں کو) غرق کر دیا ف جعلنا ذریتہ ھم الباقین کا ظاہر مطلب یہ ہے کہ ان ہی کی اولاد کی نسل چلی کفار تو غرق ہو گئے اور بعد اہل کشتی کی نسل بھی نہیں چلی پس اب جس قدر آدمی دنیا میں ہیں سب کا نسب نوح علیہ السلام تک منتہی ہوتا ہے جیسا ترمذی نے اس آیت میں مرفوعاً دو حدیثیں نقل کی ہیں اول قال حام وسام و یافث ثانی سام ابو العرب وحام ابو الحبش و یافث ابو الروم اور ظاہراً قرآن مجید سے جیسے وجعلنا ذریتہ ہم الباقین اور لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا وقلنا احمل فیہا من کل زوجین اثنین وغیرہا من الآیات طوفان کا تمام روئے زمین کے لئے عام ہونا معلوم ہوتا ہے اور ترمذی کی مذکورہ روایتوں سے بھی ظاہراً اسی کی تائید ہوتی ہے اور جمہور نے اسی کو اختیار کیا ہے اور قدرے قلیل کا یہ قول ہے کہ یہ طوفان صرف ارض عرب میں تھا جہاں نوح علیہ السلام تشریف رکھتے تھے اور جعلنا ذریتہ ھم الباقین میں حصر باعتبار خاص مغرقین ارض عرب کے کہتے ہیں گو دوسرے ممالک کے لوگوں کی نسل باقی ہو اور لا تذر علی الارض میں بھی ارض سے مراد خاص ارض لیتے ہیں اور شق اول پر جو عموم بعثت نوح علیہ السلام کا شبہ ہوتا ہے اس کا جواب سورۂ آل عمران آیت فلما احس عیسیٰ منہم الکفر کی تفسیر میں گذر چکا ہے اور ممکن ہے اس وقت آبادی دنیا کی خاص اسی مقام تک محدود ہو جہاں نوح علیہ السلام تشریف رکھتے تھے اور عموم بعثت کے معنے یہ ہوں کہ جب اقوام متعددہ کثیرہ عامرۃ للارض موجود ہوں ان سب کی طرف بعثت ہو ورنہ آدم علیہ السلام کا بھی عموم بعثت لازم آوے گا اور انا کذلک نجزی سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام امور میں تشبیہ ہو بلکہ معنے یہ ہیں کہ محسنین کو جزائے حسن دیا کرتے ہیں اب جس مرتبہ کا احسان اسی مرتبہ کی جزا پس انبیاء اور غیر انبیاء کی تساوی لازم نہیں آئی اور ثم اغرقنا میں ثم تراخی ذکری کے لئے ہے کیونکہ اغراق زمانا انجا و ذریت سے متاخر نہیں۔

وَإِنَّ مِنْ شِيعَتِهِ لَإِبْرٰهِيمَ ۝ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ

اور نوح کے طریقہ والوں میں سے ابراہیم بھی تھے جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے جبکہ انہوں نے اپنے باپ

وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝ أَئِفْكًا اٰلِهَةً دُونَ اللّٰهِ تُرِيدُونَ ۝ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ

سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ تم کس چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا چاہتے ہو تو تمہارا رب العلمین

الْعٰلَمِينَ ۝ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝ فَرَاغَ

کے ساتھ کیا خیال ہے سو ابراہیم نے ستاروں کو ایک نگاہ بھر کر دیکھا اور کہا کہ میں بیمار ہونے کو ہوں غرض وہ لوگ ان کو چھوڑ کر چلے گئے تو یہ

إِلٰى اٰلِهَتِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝

ان کے بتوں میں جا گھسے اور کہنے لگے کیا تم کھاتے نہیں ہو تم کو کیا ہوا تم بولتے بھی نہیں ہو پھر ان پر قوت کے ساتھ جا پڑے اور مارنے لگے

فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَزِفُّونَ ۝ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا

سو وہ لوگ ان کے پاس دوڑتے ہوئے آئے ابراہیم نے فرمایا کیا تم ان چیزوں کو پوجتے ہو جن کو خود تراشتے ہو ... ان

تَعْمَلُوْنَ ۝ قَالُوا ابْنُوْا لَهٗ بُنْيَانًا فَاَلْقُوْهُ فِي الْجَحِيْمِ ۝ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ

بناتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہاری ان بنائی ہوئی چیزوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے وہ لوگ کہنے لگے کہ ابراہیم کے لئے ایک آتش خانہ تعمیر کرو ان کو اس دہکتی آگ میں ڈال دو غرض ان لوگوں

الْاَسْفَلِيْنَ ۝ وَقَالَ اِنِّيْ ذَاهِبٌ اِلٰى رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

نے ابراہیم کے ساتھ برائی کرنا چاہا تھا سو ہم نے انہیں کو نیچا دکھایا اور ابراہیم کہنے لگے کہ میں تو اپنے رب کی طرف چلا جاتا ہوں وہ مجھ کو پہنچا ہی دیگا اے

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ

میرے رب مجھ کو ایک نیک فرزند دے سو ہم نے ان کو ایک حلیم المزاج فرزند کی بشارت دی سو جب وہ لڑکا ایسی عمر کو پہنچا کہ ابراہیم کے ساتھ چلنے پھرنے لگا تو

اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ۚ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

ابراہیم نے فرمایا کہ برخوردار میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے کہ ابا جان آپ کو جو حکم ہوا

مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ۝ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۝ قَدْ

ہے آپ کیجئے انشاء اللہ تعالیٰ آپ مجھ کو سہار کرنے والوں میں سے دیکھیں گے غرض جب دونوں نے تسلیم کر لیا اور باپ نے بیٹے کو کروٹ پر لٹایا اور ہم نے ان کو

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝

آواز دی کہ ابراہیم تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا وہ وقت بھی عجیب تھا ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان اور ہم نے ایک بڑا

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝

ذبیحہ اس کے عوض میں دیا اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات ان کے لئے رہنے دی کہ ابراہیم پر سلام ہو۔

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ

ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور ہم نے ان کو اسحٰق کی بشارت دی کہ

نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اِسْحٰقَ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَّظَالِمٌ

نبی اور نیک بختوں میں سے ہوں گے اور ہم نے ابراہیمؑ پر اور اسحٰقؑ پر برکتیں نازل کیں اور ان دونوں کی نسل میں بعضے اچھے بھی ہیں اور

لِّنَفْسِهٖ مُبِيْنٌ ۝ ع

بعضے ایسے بھی ہیں جو صریح اپنا نقصان کر رہے ہیں

تفسیر: اور نوح (علیہ السلام) کے طریقہ والوں میں سے (یعنی متفقین فی الاصول میں سے) ابراہیم بھی تھے (ان کا قصہ اس وقت کے قابل یاد کرنے کے ہے) جب کہ وہ اپنے رب کی طرف صاف دل سے متوجہ ہوئے (صاف دل کا مطلب یہ کہ سوء عقائد و دیار وغیرہ سے پاک تھا جس کا قال توحید خالص و اخلاص کامل ہے اور) جب کہ انہوں نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے (کہ بت پرست تھے) فرمایا کہ تم کس (واہیات) چیز کی عبادت کیا کرتے ہو کیا جھوٹ موٹ کے معبودوں کو اللہ کے سوا (معبود بنانا) چاہتے ہو تو تمہارا رب العالمین کے ساتھ کیا خیال ہے (یعنی تم نے جو اس کی عبادت ترک کر رکھی ہے تو کیا

معلوم ہوجاتا کہ یہ ذبح نہ ہوں گے تو اس صورت میں یہ امتحان عظیم نہ ہوگا۔ دوسرے لوگ جواب دیتے ہیں کہ اس مقام کی
ین میں اول مبشر بہ ولادت اسحٰق ہے اور ثانی مبشر بہ نبوۃ اسحٰق ہے اور باسحٰق میں وضع مظہر موضع مضمر ہے اور من
اسحٰق یعقوب تھا تو کیا ضرور ہے کہ دونوں کی بشارت ایک وقت میں ہوئی ہو اور بعض قلیل کا قول ہے کہ دونوں
لیے یہ قصہ واقع ہوا شام میں اور منیٰ میں مگر یہ نہایت بعید معلوم ہوتا ہے اور ذبح عظیم کی تعیین میں بھی کلام ہے بعض
نے کہا ہے کہ جنت سے بھیجا گیا تھا اور عظیم بمعنے عظیم القدر ہے لکونہ من الجنۃ اور جب حجر اسود وغیرہ کا جنت سے آنا
ت ہے تو ایک حیوان کا آنا کیا بعید ہے اور یہاں اگر یہاں کی خاصیت پیدا ہو گئی اس لئے ذبح کے بعد زہوق روح
اہلوتی اشکال نہیں کہ اشیاء جنت فانی کیسے ہوگئیں۔

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ وَنَجَّيْنٰهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝

ہم نے موسیٰ اور ہارون پر بھی احسان کیا اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم کو بڑے غم سے نجات دی

وَنَصَرْنٰهُمْ فَكَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ وَاٰتَيْنٰهُمَا الْكِتٰبَ الْمُسْتَبِيْنَ ۝ وَهَدَيْنٰهُمَا الصِّرَاطَ

اور ہم نے ان سب کی مدد کی سو یہی لوگ غالب آئے اور ہم نے ان دونوں کو واضح کتاب دی اور ہم نے ان دونوں کو سیدھے

الْمُسْتَقِيْمَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ

رستے پر قائم رکھا اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہم مخلصین کو

نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهُمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک وہ دونوں ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے

تفسیر :- اور ہم نے موسیٰ اور ہارون (علیہما السلام) پر بھی احسان کیا (کہ ان کو نبوت اور دیگر کمالات سے مشرف فرمایا)
اور ہم نے ان دونوں کو اور ان کی قوم (یعنی بنی اسرائیل) کو بڑے غم سے (کہ وہ ان کو تکلیف پہنچاتا تھا فرعون کی جانب
سے) نجات دی اور ہم نے ان سب کی (فرعون کے مقابلہ میں) مدد کی سو (آخر میں) یہی لوگ غالب آئے (کہ فرعون غرق کردیا
اور یہ صاحب غلبہ ہوگئے) اور ہم نے (بعد غرق فرعون کے) ان دونوں (صاحبوں) کو (یعنی موسیٰ علیہ السلام کو اصالۃً
ہارون علیہ السلام کو تبعاً) واضح کتاب دی (مراد توراۃ ہے کہ اس میں احکام واضح طور پر مذکور تھے) اور ہم نے ان کو سیدھے
رستہ پر قائم رکھا (جس کا اعلیٰ درجہ عصمت ہے جو نبوت کے لوازم میں سے ہے) اور ہم نے ان دونوں کے لئے پیچھے آنے
والے لوگوں میں (مدت ہائے دراز تک کے لئے) یہ بات رہنے دی کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام (چنانچہ دونوں حضرات
کے لئے علیہ السلام کہا جاتا ہے) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ ان کو مستحق ثنا و دعا کا بناتے ہیں) بے شک
وہ دونوں ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے (اس لئے صلہ بھی کامل عطا ہوا)

وَاِنَّ اِلْيَاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ

اور بیشک الیاس بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا تم بعل کو پوجتے ہو اور اس کو

تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخٰلِقِيْنَ ۝ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ

چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بہتر بنانے والا ہے معبود برحق ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے

فَاِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ ۝ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ

سے ان کو جھٹلایا سو وہ لوگ پکڑے جاویں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے تھے اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں یہ بات

سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ۝ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ

رہنے دی کہ الیاسین پر سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بے شک وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھے۔

تفسیر: اور الیاس (علیہ السلام) بھی (بنی اسرائیل کے) پیغمبروں میں سے تھے (ان کا قصہ اس وقت کا ذکر کرنے کے قابل ہے) جب کہ انہوں نے اپنی قوم (بنی اسرائیل) سے (کہ وہ بت پرستی کرتے تھے) فرمایا کہ کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے کیا بعل کو (جو ایک بت کا نام تھا) پوجتے ہو اور اس (کی عبادت) کو چھوڑ بیٹھے ہو جو سب سے بڑھ کر بنانے والا ہے (کیونکہ تم صرف بعض اشیاء کی تحلیل و ترکیب پر قدرت رکھتے ہو، وہ بھی عارضی اور وہ تمام اشیاء کے ابداع و ایجاد پر ذاتی رکھتا ہے پھر دوسرا کوئی جان نہیں ڈال سکتا اور وہ جان ڈالتا ہے اور وہ) معبود برحق ہے (اور) تمہارا بھی رب اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی رب ہے سو ان لوگوں نے (اس دعوے توحید میں) ان کو جھٹلایا سو (اس جھٹلانے کی شامت میں) وہ لوگ (عذاب آخرت میں) پکڑے جاویں گے مگر جو اللہ کے خاص بندے (یعنی ایمان والے) تھے (وہ ثواب و اجر میں ہوں گے) اور ہم نے الیاس کے لئے پیچھے آنے والے لوگوں میں (مدت ہائے دراز کے لئے) یہ رہنے دی کہ الیاسین پر (کہ یہ بھی الیاس علیہ السلام کا نام ہے) سلام ہو ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ مورد ثناء و دعا کا بناتے ہیں) بے شک وہ ہمارے (کامل) ایماندار بندوں میں سے تھے ف روح میں طبری سے ان کا اسرائیلی سبط ہارون میں سے ہونا نقل کیا ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ بعلبک جو شام میں ایک مشہور شہر ہے اسی بعل بت کے نام سے ہے اور روح میں الیاسین کو الیاس میں ایک لغت لکھا ہے اور کشاف سے نقل کیا ہے کہ لغت سریانیہ میں اس یا و نون کے کچھ معنے ہوں گے جیسے سیناء میں سینین اور یہاں اس لغت کے اختیار کرنے میں فواصل کی رعایت بھی ہے اور ایک قرأۃ میں آل یاسین آیا ہے اس میں بھی یاسین کو ایک لغت الیاس میں کہا گیا ہے اور آل تفخیم کے لئے مقحم ہے واللہ اعلم۔

وَاِنَّ لُوْطًا لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ نَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ۝ اِلَّا عَجُوْزًا فِي

اور بے شک لوط بھی پیغمبروں میں سے تھے جبکہ ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا کے کہ وہ رہ جانے والوں

ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ۝ وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ۝ وَبِالَّيْلِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو ہلاک کر دیا اور تم تو ان پر صبح ہوتے اور رات میں گذرا کرتے ہو تو کیا پھر نہیں سمجھتے ہو

تفسیر: اور بے شک لوط (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے (ان کا اس وقت کا قصہ قابل ذکر ہے جبکہ) ہم نے ان کو اور ان کے متعلقین کو سب کو نجات دی بجز اس بڑھیا (یعنی ان کی زوجہ) کے کہ وہ (عذاب کے) رہ جانے والوں میں رہ گئی پھر ہم نے اور سب کو (جو لوط اور ان کے اہل کے سوا تھے) ہلاک کر دیا (جن کا قصہ کئی جگہ آ چکا ہے) اور (اے اہل مکہ) تم تو ان کے (دیار و مساکن) پر (سفر شام میں) کبھی صبح ہوتے اور (کبھی) رات میں گذرا کرتے ہو (اور آثار بربادی دیکھتے ہو) تو کیا (اس کو دیکھ کر) پھر بھی نہیں سمجھتے ہو (کہ کفر کا کیا انجام ہوا جو کفر کرے گا اس کو بھی اندیشہ ہے) ف صبح اور رات کا ذکر اس لئے کیا کہ عرب کی اکثر عادت رات کو صبح تک چلنے کی ہے اگر اس مساکن قوم لوط کے قریب سے منزل شروع ہوئی تو رات کے وقت وہاں گذر ہوگا اور اگر ختم ہوئی تو صبح کو وہاں گذر ہو

وَاِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ فَسَاهَمَ فَكَانَ

اور بیشک یونس بھی پیغمبروں میں سے تھے جب کہ بھاگ کر بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے سو یونس بھی شریک قرعہ ہوئے تو

مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۝ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَهُوَ مُلِيْمٌ ۝ فَلَوْلَآ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ

یہی ملزم ٹھہرے پھر ان کو مچھلی نے نگل لیا اور یہ اپنے کو ملامت کر رہے تھے سو اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتے

لَلَبِثَ فِيْ بَطْنِهٖٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ فَنَبَذْنٰهُ بِالْعَرَآءِ وَهُوَ سَقِيْمٌ ۝ وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ

تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے سو ہم نے ان کو ایک میدان میں ڈال دیا اور وہ اس وقت مضمحل تھے اور ہم نے ان پر

شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۝ وَاَرْسَلْنٰهُ اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۝ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ۝

ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا اور ہم نے ان کو ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے تو ہم نے ان کو

تفسیر:۔ اور بے شک یونس (علیہ السلام) بھی پیغمبروں میں سے تھے (ان کا اس وقت کا قصہ یاد کیجئے) جب کہ (انہوں نے اپنی قوم سے ایمان نہ لانے پر بحکم الٰہی عذاب کے آنے کا وعدہ کیا اور خود وہاں سے چلے گئے اور یوم موعود پر جب عذاب کے آثار نمودار ہونے لگے تو قوم کو بقصد ایمان لانے کے یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی جب وہ نہ ملے تو سب نے متفق ہو کر حق تعالیٰ کے سامنے گریہ وزاری کی اور ایمان اجمالی لے آئے اور وہ عذاب ٹل گیا یونس علیہ السلام نے کسی ذریعہ سے یہ خبر معلوم کر کے بخیال طبعی شرمندگی کے اپنے اجتہاد سے بلا اذن صریح حق تعالیٰ کے کہیں دور چلے جانے کے قصد سے اپنی جگہ سے) بھاگ کر (چلے راہ میں دریا تھا اس پر مسافروں سے بھری ہوئی کشتی تھی اس) بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے (کشتی چلی تو طوفان آیا کشتی والے کہنے لگے ہم میں کوئی بھاگا ہوا ہے اس کو کشتی سے علیحدہ کرنا چاہئے تعیین کے لئے قرعہ پر اتفاق ہوا) سو یونس (علیہ السلام) بھی شریک قرعہ ہوئے تو (قرعہ میں) یہی ملزم ٹھہرے (یعنی ان ہی کا نام نکلا پس انہوں نے اپنے کو دریا میں ڈال دیا شاید کنارہ قریب ہوگا شناوری کر کے کنارہ پر جا پہنچنے کا ارادہ ہوگا پس شبہ خودکشی کا لازم نہیں آتا) پھر (جب دریا میں گرے تو ہمارے حکم سے) ان کو مچھلی نے (ثابت) نگل لیا اور یہ (اس وقت) اپنے کو (اس اجتہادی غلطی پر) ملامت کر رہے تھے (یعنی دل سے توبہ ہوئی اور زبان سے بھی توحید و تسبیح کے ساتھ استغفار کر رہے تھے جیسا دوسری آیت میں ہے لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ) سو اگر وہ (اس وقت) تسبیح (واستغفار) کرنے والوں میں سے نہ ہوتے تو قیامت تک اسی کے پیٹ میں رہتے (مطلب یہ کہ پیٹ سے نکلنا میسر نہ ہوتا بلکہ اس کی غذا بنا دیئے جاتے پس اس مطلب پر اس کا اور اس کے بطن کا قیامت تک باقی رہنا لازم نہیں آتا یعنی اس اجتہادی غلطی پر بقاعدہ۔ نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔ یہ جسمانی کلفت کی پاداش دی جاتی کیونکہ انبیاء حقیقی گناہ اور حقیقی عقوبت سے تو پاک ہی ہوتے ہیں) سو (چونکہ انہوں نے تسبیح اور توبہ کی اس لئے) ہم نے (ان کو اس سے محفوظ رکھا اور مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ان کو ایک میدان میں ڈال دیا (یعنی مچھلی کو حکم دیا کہ کنارے پر اگل دے) اور وہ اس وقت مضمحل تھے (کیونکہ مچھلی کے پیٹ میں رہنا کافی ہوا اور غذا نہ پہنچی تھی) اور ہم نے (دھوپ سے بچانے کے لئے) ان پر ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا (اور کوئی بکری بحکم الٰہی ان کو دودھ پلا جایا کرتی) اور (ہم نے جو اوپر کہا ہے ان یونس من المرسلین تو ان کے مرسل علیہم ہونے کی کثرت یہ تھی چنانچہ) ہم نے ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمیوں کی طرف (شہر نینوے قریب موصل میں) پیغمبر بنا کر بھیجا تھا پھر وہ لوگ ایمان لے آئے تھے (معاینہ آثار عذاب کے وقت اجمالاً اور جب قصہ حوت کے بعد یونس علیہ السلام وہاں دوبارہ تشریف لے گئے ہیں اس وقت تفصیلاً) تو (ایمان کی برکت سے) ہم نے ان کو ایک زمانہ تک (یعنی مدت عمر تک خیر و خوبی سے) عیش دیا۔ ف یہ قرعہ کسی حق کے اثبات کے لئے نہ تھا جس میں ائمہ کا اختلاف ہے بلکہ مالکان کشتی ویسے بھی کسی عذر سے کسی

یاایک کو کشتی سے اتار دینا کے مجاز تھے اور خود یونس علیہ السلام بھی اپنی ذاتی ... سے کشتی سے نیچے ... گئے تھے ... عذاب کے ٹل جانے سے خلف وعدہ لازم نہیں آتا کیونکہ الفاظ موعود معلق تھا عدم ... [illegible]
ہوگا جس کے پتے سایہ دار ہوں گے اس پر ایک بیلدار درخت جس کے پتے بڑے ہوں ... [illegible]
بعض روایات ہے کہ کدو کی بیل تھی ... [illegible]
اس کے منافی نہیں کیونکہ بڑے میدان میں ایک آدھ درخت ہوتا ہے ... [illegible]
بعض نے کہا ہے کہ خرق عادت کے طور پر وہ تنہ دار ہوگیا تھا اور اور تو پیدا ہوں ... [illegible]
کہ اگر کسی کا اعتبار نہ کرو تو ایک لاکھ کہو اور اگر کسی کا اعتبار کرو تو زیادہ کہو ... [illegible]
آیا ہے کہ بیس ہزار زیادہ تھے ... یہ قصہ سورہ یونس اور سورہ انبیاء میں ... [illegible]
مضامین تھے ... [illegible]
اور قصص سے ان سب انبیاء علیہم السلام کا جن کی نبوت ... [illegible]
والا ایمان ہونا ثابت ہوتا ہے اس کے قبل شروع سورت میں ... توحید کے مذکور ہو چکے ہیں آگے ان دلائل نقلیہ
وعقلیہ پر بطور تفریع کے ابطال شرک وکلام کا فرماتے ہیں ... دلیل عقلی پر ... اور دلیل نقلی پر ...
نبوت کے لئے صدق لازم پس توحید کا حق ہونا ضروری اور ابطال شرک کا اسی کے لوازم ... [illegible]

فَاسْتَفْتِهِمْ أَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ إِنَاثًا وَّهُمْ

سو ان لوگوں سے پوچھئے کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے ہاں کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ

شَاهِدُونَ ۝ أَلَآ إِنَّهُم مِّنْ إِفْكِهِمْ لَيَقُولُونَ ۝ وَلَدَ اللّٰهُ وَإِنَّهُمْ لَكٰذِبُونَ ۝

دیکھ رہے تھے خوب سن لو کہ وہ لوگ اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً جھوٹے ہیں

أَصْطَفَى الْبَنَاتِ عَلَى الْبَنِينَ ۝ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۝ أَمْ لَكُمْ

کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا حکم لگاتے ہو پھر کیا تم سوچ سے کام نہیں لیتے ہو

سُلْطٰنٌ مُّبِينٌ ۝ فَأْتُوا بِكِتٰبِكُمْ إِن كُنتُمْ صٰدِقِينَ ۝ وَجَعَلُوا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ

ہاں کیا تمہارے پاس کوئی واضح دلیل موجود ہے سو تم اگر سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں رشتہ داری

نَسَبًا ۚ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُونَ ۝ إِلَّا

قرار دی ہے جنات کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ گرفتار ہوں گے اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں مگر جو اللہ

عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِينَ ۝ فَإِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝ مَا أَنتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِينَ ۝ إِلَّا مَنْ

کے خاص بندے ہیں سو تم اور تمہارے سارے معبود خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے مگر اسی کو جو جہنم رسید ہونے والا ہے اور ہم میں

هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا مِنَّآ إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّآفُّونَ ۝ وَإِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُونَ

سے ہر ایک کا ایک معین درجہ ہے اور ہم صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں اور ہم پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں

تفسیر:- (توحید کے دلائل تو اوپر بیان ہو چکے) سو (اب اس کے بعد) ان لوگوں سے (جو ملائکہ اور جنات کو خدا کا شریک
ٹھیراتے ہیں اس طرح پر کہ ملائکہ کو نعوذ باللہ خدا کی بیٹیاں اور سرداران جن کی بیٹیوں کو ان فرشتوں کی مائیں قرار دیتے
جس سے نعوذ باللہ فرشتوں سے علاقہ نسب اور جنات سے علاقہ زوجیت و مصاہرت لازم آتا ہے سوال کیجئے اسا
بطور تبکیت کے) پوچھئے کہ کیا خدا کے لئے تو بیٹیاں (ہوں) اور تمہارے لئے بیٹے (ہوں یعنی جب اپنے لئے بیٹے پسند
کرتے ہو تو عقیدہ مذکورہ میں خدا کے لئے بیٹیاں کیسے تجویز کرتے ہو پس ایک قبح تو اس عقیدہ میں یہ ہے اور) ہاں اور
بات سنو کہ) کیا ہم نے فرشتوں کو عورت بنایا ہے اور وہ (ان کے بننے کے وقت) دیکھ رہے تھے (یعنی ایک دوسرا قبح
یہ ہے کہ بلا دلیل فرشتوں پر انوثت کی تہمت رکھتے ہیں کیونکہ دلیل علاوہ مشاہدہ کے یا دلیل عقلی ہو یا دلیل نقلی و دونوں منتفی
ہیں تو مشاہدہ ہونا چاہیئے) خوب سن لو کہ وہ لوگ (دلیل کچھ نہیں رکھتے بلکہ محض) اپنی سخن تراشی سے کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ
اللہ صاحب اولاد ہے اور وہ یقیناً (بالکل) جھوٹے ہیں (پس ایک تیسرا قبح اس عقیدہ میں یہ ہوا کہ اولاد کی نسبت حق
تعالیٰ کی طرف لازم آتی ہے اور ان تینوں قبحوں میں قبح اول کا قبح عرف سے بھی اور قبح ثانی کا قبح نقل سے اور قبح ثالث
کا قبح عقل سے ثابت ہے اور جہلاء پر قبح عرفی کا لزوم زیادہ حجت ہوتا ہے اس لئے قبح اول کو دوسرے عنوان سے پھر کہ
فرماتے ہیں اور زیادہ تبکیت کے لئے التفات مستعمل ہوا کہ ہاں) کیا اللہ تعالیٰ نے بیٹوں کے مقابلہ میں بیٹیاں زیادہ پسند
کیں تم کو کیا ہو گیا تم کیسا (بیہودہ) حکم لگاتے ہو (جس کو تم عرفاً بھی مذموم سمجھتے ہو) پھر (علاوہ عرف کے) کیا تم (عقل او
سوچ سے کام نہیں لیتے ہو (کہ خود عقل کے بھی خلاف ہے کئی وجہ سے اول حق تعالیٰ کا ذی ولد ہونا دوسرے ہو تبۂ ذات
وصفات میں امر ناقص کا اس کی طرف منسوب ہونا کیونکہ اولاد ہونے کا اثر ذات و صفات تک پہنچے گا جیسا آخر پارہ الم آیت
وقالوا اتخذ اللہ الخ میں جو تقریر ہے اس سے یہ ظاہر ہے پس دلیل عقلی بھی اس کی مبطل ہے آگے دلیل نقلی کا انتفاء فرما
ہیں کہ) ہاں (اگر دلیل عقلی نہیں تو) کیا تمہارے پاس (اس پر) کوئی واضح دلیل موجود ہے (مراد اس سے دلیل نقلی ہے کیونکہ
اثبات مدعا میں وہ واضح تر ہوتی ہے گو خود اس کا دلیل ہونا موقوف کسی دوسری حجت عقلیہ پر ہو اور آگے بکتاب کے
اس کو تعبیر کرنا بھی اس مراد کی دلیل ہے پس مطلب یہ ہوا کہ کیا تمہارے پاس کوئی دلیل نقلی موجود ہے) سو تم اگر (اس میں)
سچے ہو تو اپنی وہ کتاب پیش کرو (حاصل مقام کا یہ ہوا کہ جس کے تم مدعی ہو اس میں تین قبح ہیں عرفی بھی نقلی بھی عقلی بھی اور
دلیل ایک بھی نہیں نہ مشاہدہ جس کی نفی کی قبح ثانی میں تصریح ہے اور دوسروں میں بھی انتفاع ظاہر ہے اور نہ عقل جس کا مدلول
بلکہ دلالت علی النقیض افلا تذکرون میں مذکور ہے اور نہ نقل جس کا انتفاء ام لکم سلطٰن الخ میں مذکور ہے غرض
عقیدہ مذکورہ میں علاوہ ملائکہ کو اولاد قرار دینے کے) ان لوگوں نے اللہ میں اور جنات میں (بھی) رشتہ داری قرار دی ہے
(جس کا بطلان اوپر بھی ظاہر ہے کیونکہ بی بی جس کام کی ہوتی ہے اس سے حق تعالیٰ منزہ ہے اور جب زوجیت محال
ہے تو صہریت جو اس کی فرع ہے نیز محال ہے اور جن جن کو یہ لوگ خدا کا شریک ٹھیرا رہے ہیں ان کی تو یہ کیفیت ہے کہ ا
میں جو) جنات (ہیں خود) ان کا یہ عقیدہ ہے کہ (ان میں جو کافر ہیں) وہ (عذاب میں) گرفتار ہوں گے (اور عذاب میں
کیوں نہ گرفتار ہوں کہ حق تعالیٰ کی نسبت بری بری باتیں بیان کرتے ہیں حالانکہ) اللہ ان باتوں سے پاک ہے جو جو یہ بیان
کرتے ہیں (پس ان بیانات کفر یہ سے وہ گرفتار عذاب ہوں گے) مگر جو اللہ کے خاص (یعنی ایمان والے) بندے ہیں (و
اس عذاب سے بچیں گے اور مومنین جن کا اس اعتقاد کے ساتھ موصوف ہونا تو ظاہر ہے اور کفار عرب کے معبودین میں
سے بعضے جن اسلام بھی لے آئے تھے جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل آیت قل ادعوا الذین زعمتم کی تفسیر میں گذرا ہے
اور کفار جن میں سے بھی بعضے شاید اور مسئلہ اضطراراً اس کے معتقد ہوں پس یہ حکم باعتبار معتقدین ہی کے ہوگا۔ اور فیہ
معبودین کی نفی الوہیت دوسرے دلائل سے باطل ہو جاوے گی، خلاصہ یہ کہ جنات بیچارے تو خود ہی اپنی نسبت لوازم عبدیت
کے معتقد و معترف ہیں پھر ان کو شریک قرار دینا بڑی حماقت ہے اور ملائکہ کا ذکر آگے آوے گا اور درمیان میں بمناسبت
استثناء مخلصین کے ایک مضمون بطور تفریع کے فرماتے ہیں جس سے شاید مقصود یہ ہو کہ کفار قریش اپنے ضلال کے ساتھ
دوسروں کے اضلال کی فکر میں لگے رہا کرتے تھے۔ پس ان کی ناکامی ظاہر کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ جب اہل اخلاص حضر

ب سے مستثنیٰ ہیں اور ظاہر ہے کہ اس استثنار کے ساتھ علم خداوندی کا تعلق راجح ہے اور خلاف علم خداوندی
ہو (اس سے لازم آگیا۔) تم اور تمہارے سارے معبود (سب مل کر بھی) خدا سے کسی کو نہیں پھیر سکتے (جیسی تم کوشش
ہو) مگر اسی کو جو کہ (علم الٰہی ہی میں) جہنم رسید ہونے والا ہے اور (آگے ملٰئکہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ ان میں جو ملٰئک
کا یہ مقولہ ہے کہ ہم تو بندۂ محض ہیں، چنانچہ جو خدمت ہم کو سپرد ہے اس میں ہم میں سے ہر ایک کا ایک معین درجہ
اسی کی بجا آوری میں لگا رہتے ہیں اپنی رائے سے کچھ نہیں کر سکتے) اور ہم (خدا کے حضور میں حکم سننے کے وقت یا
کے وقت ادب سے) صف بستہ حاضر ہوتے ہیں اور ہم (خدا کی) پاکی بیان کرنے میں بھی لگے رہتے ہیں (غرض
محکوم اور عبد ہیں سو جب فرشتے خود اعتراف عبدیت کر رہے ہیں پھر ان پر شبہ معبودیت کا کرنا سفاہت محض
ن باحسن وجوہ اعتقاد الوہیت کا جنات اور ملٰئکہ کے حق میں باطل ہو گیا) ربط اوپر کفار مشرکین کے کفریات اور
کے ابطال بالدلیل کا مضمون تھا آگے ان پر ایک دوسرے طریق پر رد وعید وغیرہ سے تشنیع ہے اور اس پر وعید
ہے اور اسی کے ضمن میں تسلیہ نبی شفیع ہے صلے اللہ علیہ وسلم۔

کَانُوْا لَیَقُوْلُوْنَ ۝ لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا ذِکْرًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ ۝ لَکُنَّا عِبَادَ اللّٰہِ الْمُخْلَصِیْنَ ۝

کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت پہلے لوگوں کے طور پر آتی تو ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے

وْا بِہٖ فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ ۝ اِنَّھُمْ

لوگ اس کا انکار کرنے لگے سو اب ان کو معلوم ہوا جاتا ہے اور ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کیلئے ہمارا یہ قول پہلے ہی سے مقرر ہو چکا ہے

الْمَنْصُوْرُوْنَ ۝ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ۝

وہی غالب کئے جاویں گے اور ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے تو آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے

بْصِرْھُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ۝ اَفَبِعَذَابِنَا یَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِھِمْ

دیکھتے رہیئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں سو وہ جب ان کے روبرو آنازل

صَبَاحُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ وَتَوَلَّ عَنْھُمْ حَتّٰی حِیْنٍ ۝ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ ۝

وہ دن ان لوگوں کا جن کو ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہوگا اور آپ تھوڑے زمانہ تک ان کا خیال نہ کیجئے اور دیکھتے رہیئے سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے

ہیر اے اور یہ لوگ، (یعنی کفار عرب قبل بعثت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے) کہا کرتے تھے کہ اگر ہمارے پاس کوئی نصیحت
ب) پہلے لوگوں (کی کتابوں) کے طور پر آتی (یعنی جیسے یہود و نصاریٰ کے پاس رسول اور کتابیں آئیں اگر ہمارے لئے ایسا
و ہم اللہ کے خاص بندے ہوتے (یعنی تصدیق اور عمل کرتے ان کی طرح تکذیب و مخالفت نہ کرتے کما قال تعالیٰ
جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم) پھر جب یہ نصیحت کی کتاب رسول کے ذریعہ سے ان کو پہنچی
لوگ اس کا انکار کرنے لگے (اور اپنا وہ عہد توڑ دیا) سو (خیر) اب ان کو (اس کا انجام) معلوم ہوا جاتا ہے (چنانچہ
کے ساتھ ہی انجام کفر کا منکشف ہو گیا اور بعض عقوبتیں قبل موت بھی نازل ہوئیں) اور (آگے مضمون تسلیہ کا ہے
اس وقت ان مخالفین کو کسی قدر شوکت ہے لیکن یہ چند روزہ ہے کیونکہ) ہمارے خاص بندوں یعنی پیغمبروں کے
ہمارا یہ قول پہلے ہی سے (یعنی لوح محفوظ ہی میں) مقرر ہو چکا ہے کہ بے شک وہی غالب کئے جاویں گے (کما قال
کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی) اور (ہمارا تو قاعدہ عامہ ہے کہ) ہمارا ہی لشکر غالب رہتا ہے (خواہ اقبل عدد مسلم

بھی شامل ہیں پورے ہو گئے تو اس کا تحقق بدرجۂ اولیٰ واقع ہو گا سو جب یہ بات ہے کہ آپ غالب آنے والے ہیں تو آپ تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور) ان (کی مخالفت اور ایذارسانی) کا خیال نہ کیجئے اور ذرا ان کو دیکھتے رہیے (یعنی ان کی حالت کا قدرے انتظار کیجئے کذا قال ابن کثیر ای انظرھم وارتقب ماذا یحل بھم) سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (اس کا بھی وہی مطلب ہے جو فسوف یعلمون کا تھا اور اس وعید پر جو کہتے تھے کہ وہ وعید کب واقع ہو گی اور اکثر یہ بات کہا بھی کرتے تھے کما قال تعالیٰ ویقولون متی ھذا الوعد وغیرہ اس لئے آگے اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں کہ) کیا ہمارے عذاب کا تقاضا کر رہے ہیں سو وہ (عذاب) جب ان کے روبرو آ نازل ہو گا سو وہ دن ان لوگوں کا جن کو (پہلے سے) ڈرایا جا چکا تھا بہت ہی برا ہو گا (کہ وہ عذاب ٹل نہ سکے گا) اور (جب یہ بات ہے کہ ان لوگوں پر عذاب واقع ہونے والا ہے تو) آپ (تسلی رکھئے اور) تھوڑے زمانہ تک (صبر کیجئے اور ان کی مخالفت اور ایذارسانی) کا خیال نہ کیجئے اور (ذرا ان کو یعنی ان کی حالت کو) دیکھتے رہیے (یعنی منتظر رہیے) سو عنقریب یہ بھی دیکھ لیں گے (اس کا مطلب کذا الصبی کے بعد یبصرون کا آنا اس پر دال ہے۔ دونوں جگہ یہ ہے کہ آپ کو تو ہمارے کہنے سے یقین ہی ہے اور یہی یقینی مبنی انتظار کا ہے بعد معائنہ ان کو بھی یقین ہو جاوے گا اور چونکہ یہ مضمون مرتب ہے تغلب اہل حق پر اور یہاں مرتب ہے تعذیب اہل باطل پر اس لئے معنًا اس میں تکرار نہیں) ف مطلب اہل حق کے غالب ہونے کا یہ ہے کہ اس کا مقتضائے اصلی یہی ہے پس عارضی مغلوبیت حکمت ابتلاء سے اس کے مناقض نہیں اور تفصیل اس مضمون کی پارہ لایحب اللہ کے چھٹا آیت ومن یتول اللہ ورسولہ والذین اٰمنوا فان حزب اللہ ھم الغالبون کی تفسیر کے تحت میں قابل ملاحظہ ہے ربط سورت میں تین مضمون اصل مقصود تھے توحید و رسالت و بعث جیسا تمہید سورت میں مذکور ہوا ہے پھر اعتقاد بعث بوجہ توقف بعث کے نقل پر واقع میں فرع ہے اعتقاد رسالت کی اور اہل عقل میں سے جو دلیل عقلی سے قائل معاد روحانی کے ہوئے ہیں ان دلائل کے مقدمات سراسر مجروح و مقدوح ہیں پس اس فرعیت کے اعتبار سے اصل مقصود بالاثبات توحید و رسالت کے مضمون رہ گئے سورت کا اکمال ان ہی کے اجمال پر کیا جاتا ہے اور چونکہ توحید اہم و اعظم ہے اور رسالت کا قائم ہونا اسی پر موقوف ہے گو اعتقاد توحید اس کو مستلزم نہیں اس لئے کلام کا آغاز و انجام توحید سے کیا اور مرسلین کا ذکر درمیان میں لائے اور توحید میں چونکہ نفی نقائص اثبات کمالات سے اہم ہے لان النقص عیب فی نفسہ بخلاف الکمال فان انتفاءہ لم یکن عیبا فی نفسہ وان استلزم العیب بالنظر الی ذات الواجب جل مجدہ اس لئے تنزیہ کو تحمید پر مقدم فرمایا واللہ اعلم

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ

آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ بیان کرتے ہیں اور سلام ہو پیغمبروں پر اور تمام تر خوبیاں

لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے

تفسیر:- آپ کا رب جو بڑی عظمت والا ہے ان باتوں سے پاک ہے جو یہ (کافر) بیان کرتے ہیں (پس خدا کو منزہ سمجھو) اور (پیغمبروں کو واجب الاتباع سمجھو کیونکہ ان کی ایسی شان ہے کہ ہم ان کی شان میں یہ کہتے ہیں کہ) سلام ہو پیغمبروں پر اور (خدا کو منزہ سمجھنے کے ساتھ موصوف بکمالات بھی سمجھو کیونکہ) تمام تر خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پروردگار (اور مالک) ہے ف سبحان اللہ کیا اچھا خاتمہ ہے کہ اجمالاً تمام اصول و فروع کو حاوی ہے کیونکہ کوئی فرع اعتقاد رسالت پر مرتب ہونے سے خالی نہیں اور اس خاتمہ کی اسی جامعیت کی وجہ سے روایات میں نماز کے بعد اور مجلس سے اٹھنے کے وقت اس کا پڑھنا منقول ہے۔


کاتب قسمت کی پوشیدہ تحریر


معمولی سی خارش تکلیف دہ اکزیما میں تبدیل ہو سکتی ہے، مگر آپ ایسا کیوں
ہونے دیں، جب کہ ہمدرد مرہم کے بروقت استعمال سے آپ اسے دُور کر سکتے ہیں
ہمدرد مرہم
درد کو تسکین دینے والا، زخم کو بھرنے والا، جراثیم کو مارنے والا، جلد کی تمام بیماریوں کے لئے
ہر جگہ ملتا ہے
تیار کردہ
ہمدرد دواخانہ لیبوریٹری
HAMDARD OINTMENT

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

(اے ہمارے پروردگار! ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا)

پیشوا

دہلی

ایک ماہوار مذہبی اور اصلاحی رسالہ

مدیر مسئول سید عزیز حسن بقائی



قیمت سالانہ ۲ روپے

فی پرچہ ۳ آنے

مقام اشاعت جامع مسجد اردو بازار دہلی

رشتہ شادی کیلئے ضروری پیغام

شریف مسلمانوں کی مشکلات کیلئے

ادارہ رہنمائے رشتہ شرفاء اسلام میدان عمل میں

شریف اور معزز مسلمانوں کو اپنی اولاد کے لئے رشتہ شادی تلاش کرنے میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے ان کے اظہار کی ضرورت نہیں، خاص کر بیٹی والوں کی حالت تو اور بھی صبر آزما ہوتی ہے۔ نظام معاشرت ان کے لبوں پر مہر سکوت لگا دیتا ہے، وہ اپنی زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے۔ لڑکی کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے مناسب رشتہ نہیں ملتا۔ خدا کا فضل ہے کہ اب یہ مشکل آسان ہوتی نظر آرہی ہے، شرفاء اسلام کی ان ہی دشواریوں کے پیش نظر محض بے لوث خدمت کے یہ ادارہ قائم کیا ہے جسے دہلی اور بیرون دہلی کے عمائد تجارت پیشہ حضرات اور بڑے بڑے عہدیداران اور معزز حضرات کا اعتماد حاصل ہے

اگر آپ بھی ضرورت مند ہوں تو ہزار ہا ممبران کی طرح آپ بھی ایک ممبر بن جائیے

اپنی خاندانی حالت، لڑکے یا لڑکی کی عمر، تعلیم، آمدنی، کس صوبہ اور کس شہر میں رشتہ مطلوب ہے برادری یا ذات کی قید ہے یا نہیں، رشتہ کے لئے کن خیالات کا لڑکا یا لڑکی پسند فرماتے ہیں، یہ تمام تفصیلات پوری دیانت اور ایمان داری کے ساتھ تحریر فرمایئے۔ ہم مکمل رازداری کی شرط پر آپ کی لڑکی یا لڑکے یا خود کے لئے بہترین رشتہ تجویز کرکے بعد تحقیقات ضروری آپ کے نام روانہ کردیں گے جن سے آپ براہ راست ہمارے ادارہ کا حوالہ دیتے ہوئے یا ہماری ہی معرفت خط و کتابت سے معاملہ طے کر سکتے ہیں۔ ایک لڑکا یا لڑکی کے نام کے درج رجسٹر کرانے کا فیس داخلہ صرف تین روپے ہے باقی خط و کتابت کرتے وقت ہمیشہ ۱ر کا جوابی لفافہ ارسال کیا جاوے۔ خط و کتابت ہمیشہ رازمیں رہے گی۔

مہتمم صاحب ادارہ رہنمائے رشتہ شرفاء اسلام اہلسنت والجماعت دہلی

اسلامیہ دار الاشاعت
دہلی کا ایک ماہوار
مذہبی، اخلاقی، اصلاحی
ادبی رسالہ
مقام اشاعت
اردو بازار جامع مسجد دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۹۶۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
ہر قسم کی خط و کتابت میں اپنا
نمبر خریداری ضرور لکھیے ورنہ
شکایت کی تعمیل نہ ہوگی
(مینیجر پیشوا)
قیمت سالانہ دو روپے
ممالک غیر سے ۶ شلنگ
قیمت فی پرچہ ۳ر

جلد ۲۲ | بابت ماہ شوال سنہ ۱۳۶۵ھ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۰

شذرات

(سید عزیز حسن دہلوی)

اعتراف تاخیر

افسوس ہے کہ انتہائی کوشش کے باوجود پیشوا کئی مہینہ تاخیر سے شائع ہو رہا ہے اور تمام کوششیں جو پیشوا کو وقت پر لانے کے لیے کی جاسکتی ہیں، وہ کی گئیں، لیکن گذشتہ اشاعت کا پیشوا بھی دیر ہی میں شائع ہوا اور غالباً یہ بھی وقت پر شائع نہ ہوگا۔

تاہم میں نے ابھی تک ہمت نہیں ہاری ہے۔ ہاتھ پیر مار رہا ہوں۔ توقع ہے کہ شاید آئندہ مہینہ پیشوا وقت پر لانے میں کامیاب ہو جائے۔ میرا کام کوشش کرنا ہے، وہ کر رہا ہوں۔ آپ بھی دعا کیجیے کہ خداوند قدوس اس مصیبت کے زمانہ کا جلد خاتمہ کرے جو جنگ کے بعد جنگ سے زیادہ سخت ہے۔

پیغمبری دعائیں چھپ گئیں

حضور تاجدار دو عالم صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی زبان مبارک سے ارشاد فرمائی ہوئی تیرہ بہت دعائیں اردو عربی میں عرصہ کے انتظار کے بعد چھپ گئی ہیں۔ یہ اس کا چوتھا ایڈیشن ہے، جن دوستوں کو اس کا انتظار تھا، ان کو منیجر صاحب

پیشوا دہلی سے طلب کرنی چاہئیں۔

کاپی نویسوں کی اور ضرورت

اگرچہ پیشوا کی مطبوعات کے لئے دو تین کاتبوں کا بندوبست ہوگیا ہے۔ لیکن مجھے دفتر میں بیٹھ کر کام کرنے والوں اور اپنے مکان پر کام کرنے والے چند خوش خط کاپی نویسوں کی ضرورت ہے۔ اس لئے جو خوش نویس حضرات اپنے گھر پر بیٹھ کر کام کرنا چاہیں، وہ مطبوعہ اور غیر مطبوعہ کتابت کے نمونے بھیجدیں اور جو دہلی میں رہ کر کام کرنا چاہیں۔ وہ نمونہ لے کر خود تشریف لائیں۔ کتابیں بڑی بھی ہیں اور چھوٹی بھی، مطبوعہ بھی ہیں، غیر مطبوعہ بھی۔ کام بہت ہے، اور زیادہ عرصہ تک کسی دوسری جگہ کام تلاش کرنے کی ضرورت نہ ہوگی

صرف وہی حضرات زحمت گوارا فرمائیں جن کا خط اچھا ہو، کتابت کا تجربہ ہو، کام کا شوق ہو۔

پریس میں کون سی کتابیں ہیں؟

حسب ذیل کتابیں پریس میں طباعت کے لئے گئی ہوئی

ہیں۔

عطیات قدسی } تفسیر اعمال آیت الکرسی۔ یہ اس کتاب کا پانچواں ایڈیشن ہے۔ عملیات کی کتاب میں بہت مقبول ہے۔

ایوبی رض } ملک الاعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی کی مکمل سوانحعمری۔ اس جانباز اسلام کے مکمل حالات۔ جس کی شمشیر راشگاف اور آہنی بازوؤں نے صلیب پرست عیسائیوں کے چھکے چھڑا دیئے، ان کے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ جو کبھی دشمنان اسلام کی اکثریت کو خاطر میں نہ لایا، اور ہمیشہ کفرستان میں اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لئے آگے ہی بڑھتا رہا۔

طارق اعظم رض } اس نامور فاتح کی جامع اور مکمل سوانحعمری جس نے جبرالٹر پر جہازوں کے بیڑے کو اس لئے آگ لگادی کہ وہ کفرستان اسپین کو پاکستان بنانا چاہتا تھا، کیونکہ وہ

ہر ملک ملک ماست

پر عامل تھا یعنی حضرت طارق اعظم فاتح اسپین جن کے مجاہدانہ عزائم نے یورپ میں تہلکہ ڈال دیا تھا، اور جس کو آج بھی جبرالٹر یاد کرتا ہے۔

وصیت نامہ } بنگال کے جادو نگار، آتش بیان ناول نگار، بنکم چندر چیٹر جی کے ایک بہترین اخلاقی اصلاحی ناول کا سلیس اردو میں ترجمہ۔

سیرت باقی } سلسلہ نقشبندیہ کے سالار میرے جد امجد حضرت خواجہ باقی باللہ رض کے مکمل حالات زندگی، ان کے عملیات، ان کے ملفوظات، ان کے مکتوبات نقشبندیہ سلسلہ کی تعلیم۔

یہ کتاب چوتھی بار بالکل نئے اسلوب سے چھپ رہی ہے مضامین کے اضافہ کے ساتھ ترتیب بالکل بدل دی گئی ہے ضخامت اور افادیت میں اضافہ کردیا گیا ہے۔

تجرید بخاری } اس میں بخاری شریف کی تمام حدیثیں موجود ہیں۔ مگر مکررات کو نہیں لیا گیا ہے۔ یعنی جس حدیث کو کئی راویوں نے بیان کیا ہے، اس کو طوالت سے بچنے کے لئے ایک مستند راوی سے نقل کرنا کافی سمجھا گیا ہے۔

یہ اس کا دوسرا ایڈیشن ہے، جس میں ان راویوں کے مختصر حالات بھی درج کر دیئے گئے ہیں، جنہوں نے بخاری شریف کی حدیثیں روایت کیں۔ ساتھ ترجمہ کر دیا گیا ہے۔

سر دست تو یہی کتابیں پریس میں ہیں۔ اگر خوشنویس کاتب زیادہ تعداد میں مل جائیں، تو احادیث و سیرت کا بیش بہا ذخیرہ پریس میں چھپنے کے لئے دیدیا جائے۔

پیشوا پریس کا قیام

پیشوا کی سب کاپیوں کی طباعت تقریباً ایک لاکھ وار ہے۔ اور اس کے بعد پیشوا کی مطبوعات کے لئے پریس والوں کے نخرے زیادہ سے زیادہ دام دے کر برداشت کرنے، کام کو وقت پر نہ کرنے کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ پیشوا وقت پر شائع نہیں ہوسکتا، پیشوا کی مطبوعات جلدی شائع نہیں ہوسکتیں، جو اس کی زندگی کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہیں۔

ان تمام مشکلات کا واحد حل یہ ہے کہ پیشوا کا اپنا ذاتی پریس ہو، جس کے لئے تیس ہزار روپے کی ضرورت ہے۔

میری حالت یہ ہے کہ

جیب کے گھونسلے میں ماس کہاں؟

مگر اس کے لئے دو صورتیں ہیں۔

الف:۔ مشترکہ سرمایہ سے پریس قائم کیا جائے، اور اس کو لمیٹڈ کرا لیا جائے۔ کوئی حصہ سو روپے سے زیادہ کا نہ ہو۔

ب:۔ چند دوست شریک ہو کر اس کو شروع کریں اور لمیٹڈ کرالیں، اور خود سرمایہ فراہم کرلیں۔

سرمایہ ہر حالت میں محفوظ ہے۔ کام بے حد نفع بخش ہے۔ میں خود اس کا شریک رہوں گا، اپنا سرمایہ بھی لگاؤں گا مشورہ بھی دوں گا اور وقت بھی دوں گا۔

جو دوست اس سلسلہ میں اپنا روپیہ لگانا چاہیں، وہ اطلاع دیں، اور جو لوگ اول صورت کو مفید سمجھیں، وہ مکمل جامع اسکیم پیش کریں۔

بہرحال یہ طے ہے کہ پیشوا کا اپنا پریس ہوگا، چاہے وہ حصوں کی صورت میں ہو، یا ذاتی ملکیت ہو، خواہ اس میں چند سرمایہ دار شریک ہوں، یا مجھے خود ہی اس بوجھ کو برداشت کرنا پڑے، کہ اس کے بغیر اب چارۂ کار ہی نہیں ہے۔

ناموں کی ضرورت

ایسے معاونوں کی ضرورت ہے، جو پیشوا کے لئے نئے خریدار فراہم کریں۔ یا ایسے حضرات کے پتے لکھ دیں، جو پیشوا پڑھ کر خریدار ہو سکیں۔ کیونکہ ضروریات زندگی پانچسو گنی بڑھ چکی ہیں۔ پیشوا کی قیمت میں صرف ایک روپے کا اضافہ ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اپنے مصارف اس قیمت میں بھی پورے نہیں کر سکتا، جب تک پیشوا کی مطبوعات کے لئے نئے خریدار نہ پیدا ہوں۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ ہر خریدار اپنی جگہ سمجھ لے کہ اس کو پیشوا کو زندہ رکھنے کے لئے اس کے مصارف میں حصہ لینا چاہیئے۔

پس اگر آپ پیشوا کو پسند کرتے ہیں، تو نئے خریدار بھی فراہم کیجئے، اور ایسے لوگوں کے پتے بھی لکھیے، جو پیشوا کا نمونہ پڑھ کر اس کے خریدار ہو سکیں۔

چند پرچے گذشتہ مہینوں کے بچے ہوئے دفتر میں موجود ہیں، وہ نمونے میں مفت بھیج دیئے جائیں گے۔ جب یہ پرچے ختم ہو جائیں گے، تو نمونہ مفت نہیں دیا جائے گا۔

عید کا ماتم

دنیا کے ہر حصے میں جہاں مسلمان بستے ہیں، عید منائی جا رہی ہے۔ مگر ہندوستان کے سب سے بڑے آباد شہر اور مسلم آبادی کی اکثریت کے صوبے بنگال کے گھر گھر میں صف ماتم بچھی ہوئی ہے۔

دریائے ہگلی میں مچھلیوں سے زیادہ بے گناہ انسانوں کی (جن میں زیادہ تر مسلمان ہیں) لاشیں تیر رہی ہیں۔ کلکتہ کی پُر رونق سڑکیں اور گنجان گلیاں مظلوموں کی لاشوں سے پٹی پڑی ہیں، جن کو کوئی اٹھانے والا بھی نظر نہیں آتا۔

بنگال مسلمانوں کی اکثریت کا صوبہ ہے۔ مگر اس اکثریت کے صوبہ میں لیگ کی دیوالیہ اور فرض ناشناس حکومت کے طفیل دو مرتبہ اس پر ایسی تباہی لائی گئی ہے کہ بنگال کی تاریخ میں ہندوستان کے عہد غلامی میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اور اس ہلاکت و بربادی کا سب سے زیادہ شکار مسلمان ہی ہوئے جس کی تمام تر ذمہ داری لیگ کے غیر ذمہ دار لیڈر اور حکومت کے فرض ناشناس کارکنوں پر ہے۔ جنہوں نے مسلمانوں کی جانوں سے کھیلنے کے لئے غنڈوں کو قانون سے اور خون کی ہولی کھیلنے کے لئے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیا۔

لیگی لیڈر اور اخبارات گذشتہ دس سال سے جو فرقہ وارانہ آگ اگل رہے تھے، اور جو مفسدانہ انگارے اچھال رہے تھے، اس ولولہ کی جو دھمکیاں دی جا رہی تھیں۔ چنگیز و ہلاکو کے مظالم سے زیادہ وحشیانہ اور بردارانہ سفاکی کا جو اعلان کیا جا رہا تھا۔ اس کا انسداد سامراج نے کیوں نہیں کیا؟ حکومت نے قانون اور امن کو دھمکیاں دینے والوں کے خلاف کارروائی کیوں نہیں کی۔ اس کو ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ حکومت لیگ کو شہ دے رہی تھی، اور اس طرح لا اینڈ آرڈر کے محافظ بھی لیگ سے کم مجرم نہیں ہیں۔

پس کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اینگلو لیگ سازش کو بے نقاب کرنے کے لئے ہائی کورٹ کے تین پنشنر ججوں کا ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن مقرر نہ کیا جائے، جو سر شیک چند، سر ڈینیل جین اور سر مارس گوائر پر مشتمل ہو۔ اور اس کا یہ کام ہو کہ وہ فرقہ وارانہ سرگرمیوں میں انگریز حکام کی سازش اور سامراج کی لیگ پرستی کی کھلی تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ جلد از جلد نئی مرکزی حکومت کے سامنے پیش کرے تاکہ مرکزی حکومت آئندہ فرقہ وارانہ فساد کو روکنے کے لئے کوئی موثر پروگرام پیش کر سکے۔

اگر مرکزی حکومت اپنے عہد کو روشن اور ہندوستان کے مستقبل کو فرقہ وارانہ سرگرمیوں سے پاک رکھنا چاہتی ہے تو اس کا فرض ہے کہ فرقہ پرستی کو قانوناً جرم قرار دے، اور تمام فرقہ وارانہ جماعتوں کو خلاف قانون قرار دے کر فرقہ وارانہ جذبات کو ابھارنے والوں کے لئے نیم مارشل لا جاری کرے۔ تاکہ ہندوستان جو نصف صدی کی بے مثال قربانیوں کے بعد آزادی کے قریب پہنچا ہے، وہ آزادی سے دور نہ جا پڑے۔ اور سامراج فرقہ پرستی کی آڑ میں انسانی جانوں سے کھیلنے کی جو آزادی دے رکھی ہے، اور اس کی آڑ میں خود مختار ہندوستان پر مسلط رہنے کا جو ناپاک ارادہ ہے اس کو تہس نہس کر دیا جائے۔

مرکزی حکومت کا فرض ہے کہ جو صوبائی حکومتیں امن قائم رکھنے، شہری آزادی برقرار رکھنے میں ناکام ہوئی ہیں، ان پر سخت گرفت کی جائے اور گورنروں کو مجبور کیا جائے کہ وہ ان وزارتوں کو فوراً توڑ دیں کہ لیگ کے اقتدار سے زیادہ لیگ کی نازبرداری سے زیادہ انسانی جان و مال کی حفاظت ہے۔ اس لئے ضرورت ہی نہیں، بلکہ اشد ضرورت ہے کہ

اگر لیگ اپنے نفرت آمیز فرقہ وارانہ پراپیگنڈا کو بند کرے تو اس کو ہندو مسلمانوں کی جانوں سے کھیلنے اور ہندو مسلمانوں کو مشتعل کرنے کی اجازت نہ دی جائے اور اس کی تمام فرقہ وارانہ سرگرمیوں کا زیادہ سے زیادہ سختی سے قلع قمع کر دیا جائے اور جو احمقانہ طریقہ کانگریس نے لیگ کو منانے اور جناح صاحب کی خوشامد کرنے کے لئے اب تک اختیار کر رکھا ہے، اس کو ختم کر دیا جائے۔ اور اس کی جگہ قوم پرور مسلمانوں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ مسلمانوں کی شکایات کا ازالہ کیا جائے۔ اور ان کے حقوق کا تحفظ ہی نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ رعایت کی جائے، رواداری برتی جائے۔ مگر لیگی لیڈروں کو سانپ کی طرح دودھ پلا کر آستینوں میں پالنے کی پالیسی قطعاً ختم کر دی جائے، اور کانگریسی مسلمانوں کے ذریعہ مسلمانوں کی تمام مشکلات کو حل کیا جائے۔ اس طرح لیگ کے ان تمام الزامات کی تردید بھی ہو جائے گی، جو وہ مسلمانوں کے خلاف دس سال سے کر رہی ہے، اور مسلمان عوام یہ سمجھیں گے کہ ان کی شکایات جب کانگریسی مسلمانوں کے ذریعہ رفع ہو جاتی ہیں، تو پھر لیگ کی ضرورت؟

مرکز میں کانگریسی حکومت

انتہائی کشمکش کے بعد مرکز میں عارضی حکومت صدر کانگریس پنڈت جواہر لال نہرو بنانے میں کامیاب ہو گئے انہوں نے اپنی وزارت کے لئے جن حضرات کا انتخاب کیا ہے، وہ ملک کے چنے ہوئے اور مانے ہوئے رہنما ہیں اس انتخاب میں ہر طبقہ کی نمائندگی کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا گیا ہے۔

اگرچہ مسلمان نمائندوں کے انتخاب میں ہماری رائے میں احرار، جمعیۃ علماء ہند، مومن انصار کی نمائندگی نہیں ہے مگر چونکہ کانگریس کے صدر نے حضرت پیشوائے اعظم کے مشورہ سے یہ انتخاب کر لیا ہے۔ اس لئے اس پر تبصرہ بیکار ہے۔

ہم نیشنل گورنمنٹ کا صمیم قلب سے خیر مقدم کرتے ہیں، اور دعا کرتے ہیں کہ یہ وزارت لیگ کی رخنہ اندازیوں کے باوجود کامیاب ہو۔ اور ملک کے لئے اور اس کے باشندوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہو۔ اور جو اہم مشکلات پیش آئیں، ان پر عبور حاصل کرے۔

ابن سعود کی یہودیانہ ذہنیت

کئی سو حاجیوں کو ابن سعود نے سرزمین حجاز پر اس لئے قدم نہیں رکھنے دیا کہ ان کے پاس چھ سو روپے ابن سعود کو غیر شرعی اور کتاب وسنت کے خلاف ٹیکس دینے کے لئے نہ تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ یہ زائرین حرم بیت اللہ اپنی ناداری یا اپنی بزدلانہ حماقت کی وجہ سے حج سے محروم رہ گئے۔

ان کو چاہیئے تھا کہ وہ عدم ادائیگی ٹیکس کی مہم شروع کرتے اور اس غیر شرعی ٹیکس کو جو اللہ کے گھر پر یہودیانہ ذہنیت کے تحت کتاب وسنت کے خلاف عیاشانہ زندگی گذارنے کے لئے لگایا گیا ہے، توڑ کر اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوتے اور دیکھتے کہ جس شخص نے کتاب وسنت کو بدنام کرنے کے لئے ولادت گاہ نبوی، ماثر متبرکہ، قبہ جات، مزارات اہلبیت کرام وصحابۂ عظام کو منہدم کیا ہے، کیا وہ اس ناجائز ٹیکس کو جائز کرنے کے لئے کتاب اللہ میں یہود ونصاریٰ کی طرح کیا ترمیم کرتا ہے، اور اس کی تائید علم نہاد چشتی پارٹی کی طرف سے صرف تین سو روپے سالانہ کے صوفیانہ وظیفہ کے لئے صوفیائے کرام کی فرضی توہین سے بچنے ہونیوالے مسلمانوں کے قتل عام کا فتویٰ دیکر قرآن حکیم کو لیگی بنانیوالے حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کیا فتویٰ ابن سعود کی تائید میں دیتے ہیں۔ جنہوں نے پہلے ماثر متبرکہ کے انہدام پر ابن سعود کے خلاف لکھا، اور اب اس کی شان میں قصیدے لکھے جاتے ہیں۔ ہم ابن سعود کی اس مخالفت کتاب وسنت پر خاموشی کے سلسلے میں فرنگی محل اور بدایوں کے زرپرست ملاؤں سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ خاموش کیوں ہیں۔ کیا ان کے منہ میں بھی خواجہ صاحب کی طرح سنہری لگام پڑی ہوئی ہے؟

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینہ میں ختم ہو رہی ہے ان میں

ایک آپ بھی ہیں اور آپ کا نمبر خریداری .... ہے

اگر آپ سال آئندہ کیلئے خریدار رہنا چاہیں تو کم سے کم دو نئے خریدار فراہم کر دیجئے اور سب کی قیمت آج ہی دفتر رسالہ پیشوا دہلی کو روانہ کر دیجئے اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کیلئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو براہ کرم اسی وقت ایک پوسٹ کارڈ منیجر رسالہ پیشوا دہلی کے نام لکھ دیجئے کہ سال آئندہ کیلئے خریداری منظور نہیں، آپ کے اس کارڈ کے وصول ہونے پر آپکا نام

احکام القرآن

(قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو حضرت قارئین پیشوا کے لئے لکھی گئی)
(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)
(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲۰۵)

زانی مرد و عورت کے نکاح کا بیان

الزانی لاینکح الا زانیة	بدکار مرد، زن بدکار یا مشرکہ
او مشرکة و الزانیة	ہی سے نکاح کرے گا۔ بدکار
لاینکحها الا زان او	عورت سے نکاح نہ کرے گا
مشرک و حرم ذلک	مگر مرد بدکار یا مشرک مومنین
علی المومنین ہ	کے لئے ایسے تعلقات حرام
	ہیں۔

تفسیر۔ ایک مفسر کا بیان ہے کہ اصحاب صفہ نے یہ ارادہ کیا تھا کہ مدینہ کی پیشہ ور عورتوں سے نکاح کر لیں تاکہ رات کو ان کے گھروں میں رہیں اور انہیں کا کھانا کھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اس ارادہ کا اظہار حضور ﷺ پر کیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بعض مفسر کہتے ہیں کہ یہ آیت ام مزول کے حق میں نازل ہوئی جو پیشہ ور عورت تھی اور اس کی دولت کی طمع میں ایک مسلمان اس سے نکاح کرنا چاہتا تھا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اس آیت کو نازل کے واقعات کے ساتھ مخصوص کیا جائے تو درست ہے اس لئے کہ بعض کو یہ حکم اس آیت سے منسوخ ہو گیا ہے وانکحوا الایامیٰ منکم الخ اس لئے کہ اس میں زانی اور غیر زانی سب کو باہم نکاح کی اجازت دی گئی ہے۔ اور اسلامی شرع میں اسی پر عمل جاری ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ سے یہ پوچھا گیا تھا کہ ایک شخص نے اول ایک عورت سے زنا کیا، اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: پہلا فعل شہوت رانی تھا اور آخری نکاح مشروع اور فعل حرام حلال کو حرام نہیں کر دیتا۔

علماء احناف کہتے ہیں آیت کو عام رکھا جائے تو منسوخ کہنے کی ضرورت پیش نہ آئے گی اس لئے کہ نکاح میں دیانت بھی ایک شرط ہے، رہی شرک کی قید اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے۔۔۔ مشرک زانی و زانیہ مشرک ہی سے نکاح کر سکتے ہیں مسلم سے نہیں۔

---

(۲۰۶)

تہمت کی سزا کا بیان

والذین یرمون المحصنٰت	جو لوگ پاکدامن عورتوں پر
ثم لم یاتوا باربعة	تہمت زنا لگائیں اور چار گواہ
شهداء فاجلدوهم	نہ لا سکیں تو انہیں اسی درے
ثمنین جلدة و لا تقبلوا	مارو اور کبھی ان کی شہادت
لهم شهادة ابدا و	قبول نہ کرو اور یہ نافرمان لوگ
اولئک هم الفاسقون	ہیں۔ مگر جو لوگ ایسا کرنے کے بعد توبہ
الا الذین تابوا من بعد	کر لیں اور عادت درست کر لیں
ذلک و اصلحوا فان الله	تو اللہ بے شک بخشنے والا
غفور رحیم۔	مہربان ہے۔

تفسیر اس آیت میں محصنات (پاکدامن عورتوں) پر تہمت لگانے کا ذکر ہے لیکن فقہاء نے محصنات و محصنین دونوں کو شامل سمجھا ہے۔ اس لئے کہ تہمت زنا کا ذکر زنا کے بعد کیا گیا ہے، اور یہ قرینہ ہے اس بات کا کہ آیت عام ہے پھر چونکہ یہ آیت ایک خاص واقعہ سے متعلق ہے جس میں تہمت کا کذب ظاہر تھا، اس لئے اس میں محصنات کا ذکر خاص طور پر کیا گیا ہے۔

محصن (پاکدامن) سے مراد وہ مرد و عورت ہیں جو زنا سے قطعی پاک ہوں، جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے محصنات غیر مسافحات ولا متخذات اخدان الخ پاکدامن عورت و مرد پر زنا کی تہمت لگانا یقیناً بڑی برائی ہے۔ محصنات کے لئے فقہاء نے زنا کی سزا کی طرح اور شرائط

بھی مقرر کی ہیں یعنی جس پر تہمت لگائی گئی ہو وہ آزاد، مسلمان، عاقل بالغ اور زنا سے پاک ہوں۔

جو لوگ ایسے مرد و عورت پر زنا کی تہمت لگائیں، ان سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے۔ اگر وہ اپنے ثبوت میں گواہوں کو پیش نہ کر سکیں تو ان کے اسی درّے لگائے جائیں، اور آئندہ جب تک وہ توبہ کر کے اپنی عادت کو درست نہ کر لیں ان کی شہادت معتبر نہ سمجھی جائے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ زنا کے شاہد چار ہونے چاہئیں۔

یہ آیت حسان بن ثابت کے حق میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی تھی، اور پھر توبہ کر لی تھی۔

فقہی مسئلہ یہ ہے کہ تہمت لگانے والے پر حد (سزا) لگانے کا مطالبہ ضروری ہے۔ حاکم خود سزا نہیں دے سکتا جن پر تہمت لگائی جائے وہ حاکم کی طرف رجوع کریں اور سزا دلوائیں۔

تہمت لگانے کے الفاظ یہ ہیں کہ کوئی شخص کو زانی کہہ کر مخاطب کرے یا کسی شخص سے یہ کہے تو نے فلاں مقام پر زنا کیا ہے، یا یہ کہے کہ تو اپنے باپ کے نطفے سے نہیں ہے یا یہ کہے کہ تو فلاں کا بیٹا نہیں ہے، یا یہ کہے کہ تو بدکار زانی عورت کا بیٹا ہے۔

چار گواہوں کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ شہادت کے وقت سب کے سب موجود ہوں اور تہمت لگانے والے کو زنا کرنے والے کے مانند کوڑے لگائے جائیں گے، لیکن پوستین و دگلے کے سوا اس کے اور کپڑے نہ اتارے جائیں گے۔ فقہاء کا بیان ہے کہ درّے سب سے زیادہ تعزیر میں لگائے جائیں، اس سے کم زنا میں، اس سے کم شراب خواری میں اور اس سے کم تہمت میں۔ پھر امام وقت اور جس پر تہمت لگائی گئی ہو، اس امر کا اختیار رکھتے ہیں کہ وہ سزا اور مطالبہ کو ثبوت سے پہلے معاف کر دیں۔ ثبوت کے بعد معافی کا اختیار نہیں ہے۔

تہمت لگانے والے کی شہادت ائمہ احناف کے نزدیک کسی معاملہ میں قبول نہ کی جائے گی۔ امام شافعیؒ کا بھی یہی مسلک ہے اور بعض فقہاء کہتے ہیں کہ صرف تہمت کے معاملے میں ان کی شہادت معتبر نہ ہوگی۔

قاذف (تہمت لگانے والے) کی شہادت کے قبول نہ ہونے کے مسئلہ میں احناف اور شوافع کے درمیان دو باتوں میں اختلاف

ہے۔ ایک تو یہ کہ امام شافعی رح کے نزدیک تہمت لگانے کے بعد بھی شہادت قبول نہ ہوگی۔ ابو حنیفہ رح کہتے ہیں تہمت کی سزا مل جانے کے بعد قبول نہ ہوگی، دلائل فریقین طویل ہیں اور نازک، اس لئے یہاں ان کا اندراج مناسب نہیں ہے،

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ تہمت لگانے والے نے اگر آئندہ کسی مسلمان پر تہمت لگانے سے توبہ کر لی تو اس کی شہادت تہمت کے معاملہ میں بھی قبول کر لی جائے گی۔ امام ابو حنیفہ رح کہتے ہیں تہمت کے معاملہ میں اس کی شہادت کبھی قبول نہ ہوگی۔

اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آیت میں چونکہ پاک دامن پر زنا کی تہمت لگانے کی سزا بیان کی گئی ہے اس لئے اگر کسی غیر پاک دامن پر زنا کی تہمت لگائی گئی یا پاکدامن پر زنا کے سوا کوئی اور تہمت لگائی گئی تو اس کو یہ سزا نہ دی جائے گی بلکہ وہ تعزیر کا مستحق ہوگا، چنانچہ فقہا کا بیان ہے کہ اگر کسی نے کسی غلام پر یا کسی کافر پر زنا کی تہمت لگائی یا کسی پاک دامن مسلمان کو یا فاسق یا کافر یا خبیث یا سارق یا فاجر یا مخنث یا خائن یا لوطی یا زندیق یا دیوث یا شرابی یا سود خوار وغیرہ کہا تو اس پر تہمت کی سزا تو قائم نہ کی جائے گی، وہ تعزیر کا مستحق ہوگا۔

(۲۰۷)

لعان کا بیان

والذین یرمون ازواجھم	جو لوگ اپنی بیویوں پر تہمت
ولم یکن لھم شھداء	زنا لگائیں اور سوا ان کے
الا انفسھم فشھادۃ	دوسرے گواہ نہ ہوں تو ہر
احدھم اربع شھٰدٰت	ایک ایسے شخص کے لئے شہادت
باللہ انہ لمن الصٰدقین	یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی
والخامسۃ ان لعنت	قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ سچا
اللہ علیہ ان کان من	ہے اور پانچویں دفعہ کہے،
الکذبین ہ ویدرؤا عنھا	جھوٹ بولتا ہوں تو مجھ پر اللہ
العذاب ان تشھد اربع	کی لعنت ہے۔ عورت پر سے
شھٰدٰت باللہ انہ لمن	حکم سزا اس طرح ٹل سکتا ہے
الکاذبین۔ والخامسۃ	کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر
ان غضب اللہ علیھا ان	کہے کہ یہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں
کان من الصادقین ولولا	مرتبہ کہے کہ وہ سچا ہو تو مجھ پر

وفضل الله علیکم و
رحمته وان الله تواب
حکیم ۰

خدا کا غضب پڑے۔ اگر تم پر
خدا کا فضل اور اس کی رحمت
نہ ہوتی اور یہ احکام تمہارے
لئے بیان نہ کئے جاتے تو معلوم
نہیں تمہاری خانہ داریوں میں
کیا کیا فسادات ہوتے۔ اللہ بڑا
توبہ قبول کرنے والا اور بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر: سزائے تہمت زنا کی آیت نازل ہونے پر عاصم بن عدی نے حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا "یا رسول اللہ! یہ تو عجیب بات ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی کو غیر مرد کے ساتھ مشغول دیکھے اور گواہوں کو تلاش کرتا پھرے وہ گواہوں کو ڈھونڈ کر لاتے گا اتنے میں وہ مرد فارغ ہو کر چلا جائے گا یا فارغ ہو جائے گا اور پھر بغیر گواہوں کے وہ طالب ہوگا تو اسی درّوں کی سزا پائے گا اور فاسق اور مردود الشہادۃ قرار دیا جائے گا" حضور نے فرمایا "شریعت نے یہ حکم دیا ہے وہ بہتر ہے" اس کے بعد عاصم باہر نکلا اور تھوڑی دور گیا ہوگا کہ عویمر ابن عمر اس سے ملا اور کہا "عاصم! میں نے اپنی بیوی خولہ بنت عاصم کو شریک بن سحماء کے ساتھ مشغول دیکھا ہے" عاصم نے اپنے دل میں کہا "جو بات میں نے حضور سے پوچھی تھی، خدا نے اسی میں مجھ کو مبتلا کر دیا۔ یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دوبارہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ حضور نے فوراً خولہ کو طلب فرمایا اور حقیقت دریافت کی، خولہ نے قطعاً انکار کر دیا، فوراً یہ آیت نازل ہوئی اور حضور نے عصر کی نماز کے بعد عویمر اور خولہ دونوں کو طلب کیا اور آیت لعان کے موافق عمل کیا۔ جب دونوں نے خدا کی قسمیں کھا کر اپنے صدق اور دوسرے کے کذب کا اعتراف کیا، تو حضور نے جواب میں آمین کہی اور جب غضب الٰہی کے نزول کا اقرار کیا تب بھی حضور نے آمین کہی۔

لعان اصطلاح فقہا میں اس موکد شہادت کو جس کو قسم کے ساتھ مؤکد کیا جائے اور لعنت کو اس میں شامل کیا جائے۔ یہ شہادت شوہر کے نزدیک زنا کی سزا کے قائم مقام سمجھی جاتی ہے۔ آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جو لوگ اپنی بیویوں پر زنا کی تہمت لگائیں اور خود ان کے سوا اور گواہ موجود نہ ہوں اور وہ شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں تو عورت کے مطالبہ پر لعان کی کارروائی ہوگی اور وہ کارروائی یہ ہے کہ مرد چار مرتبہ خدا کی قسم کھا کر اس امر کا اقرار کرے گا کہ اگر میں تہمت لگانے میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر خدا کی لعنت ہو۔ اور مرد کی اس شہادت کے بعد عورت پر سے زنا کی سزا اس طرح ساقط ہوگی کہ مرد کی شہادت کے بعد یہ حاکم کے سامنے چار مرتبہ اس طرح اعتراف کرے کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ یہ مرد مجھ پر تہمت لگانے میں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہے کہ اگر یہ مرد مجھ پر زنا کی تہمت لگانے میں صادق ہو تو مجھ پر خدا کا غضب نازل ہو۔

تہمت زنا کے متعلق فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہے تو دیکھا جائے گا کہ دونوں میاں بیوی شہادت کی اہلیت رکھتے ہیں یا نہیں۔ اگر دونوں شہادت کی اہلیت رکھتے ہوں اور عورت شہادت کا مطالبہ کرے تو مرد کو لعان پر مجبور کیا جائے گا اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو اس وقت تک قید میں ڈال دیا جائیگا جب تک کہ وہ قسم نہ کھائے۔ اگر وہ قسم کھانے کے بجائے اپنی تکذیب کرے گا تو اس پر تہمت کی سزا جاری کی جائے گی۔ اس کے بعد عورت سے قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم نہ کھائے گی یا مرد کی تصدیق و تائید کرے گی تو اس پر زنا کی سزا جاری کی جائے گی۔

امام زفرؒ کا قول تو یہ ہے کہ مرد و عورت کے لعان کے بعد فوراً میاں بیوی کے درمیان تفریق واقع ہو جائے گی امام شافعیؒ کہتے ہیں مرد کے لعان کے بعد ہی تفریق ہو جائیگی امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کہتے ہیں دونوں کے درمیان امام یا قاضی تفریق کرائے گا۔

تعلیم خانہ داری

ادب نبوی صلعم

(حضور سرور کائنات کی سیاسی و اخلاقی، معاشرتی تعلیم پر ایک لاجواب تصنیف)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

حضورؐ نے یہ حالت دیکھ کر بیچنے والوں اور خریداروں دونوں کو یہ حکم دیا کہ جب تک پھلوں میں پختگی کی صلاحیت پیدا نہ ہو جائے پھلوں میں سرخی اور زردی کے آثار نمایاں نہ ہو جائیں اور پھل ان تمام حوادث و آفات سے محفوظ نہ ہو جائیں جو عموماً پیش آتے ہیں اس وقت تک پھلوں کو یعنی ان کے درختوں کی فصل کو خرید و فروخت نہ کیا جائے تاکہ فریقین اختلاف و مخاصمت سے محفوظ رہیں اور ہر ایک اپنے اس معاملہ سے مطمئن ہو جائے جو پھلوں کی صلاحیت کو دیکھ کر اس نے کیا ہے۔

حدیث میں ممانعت کے ظاہری حکم کو دیکھ کر بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ پھلوں میں پختگی کی صلاحیت پیدا ہونے سے پہلے کی بیع باطل ہے، خواہ یہ بیع پھل پیدا ہونے سے پہلے کی جائے اور بعض علماء کی رائے ہے کہ بیع ہر حال میں جائز ہے۔

اصل یہ ہے کہ حضورؐ نے اس قسم کی بیع کی ممانعت اس لئے فرمائی ہے کہ فریقین میں نزاع واقع نہ ہو، چنانچہ حدیث کا آخری جملہ جس کا مخاطب بائع ہے یہ بتلاتا ہے کہ باطل طریقہ سے اپنے بھائی کا مال نہ کھاؤ، یعنی باہمی نزاع کے اسباب پیدا نہ کرو۔

اب اس مسئلہ میں چند باتیں غور طلب ہیں یعنی یہ کہ کیا پھلوں کی جنس میں پختگی کی صلاحیت پیدا ہو جانا صحت بیع کے لئے درست ہے۔ مثلاً شہر کے ایک باغ کے پھل پختگی کے قریب پہنچ گئے ہیں، اور دوسرے باغات میں ابھی یہ صلاحیت پیدا نہیں ہوئی ہے، تو کیا ایک باغ کی صلاحیت تمام باغوں کی بیع کے لئے کافی ہوگی، یا ہر باغ کی صلاحیت کا اعتبار کیا جائے گا، یا ہر جنس کے پھلوں کی صلاحیت کا اعتبار کیا جائے گا، یا ہر درخت کی صلاحیت کا اعتبار کیا جائے گا۔ امام مالکؒ تو یہ کہتے ہیں کہ پھل کی جنس کی پختگی کی صلاحیت تمام کی بیع کے لئے کافی ہوگی۔ مثلاً شہر کے ایک باغ کی کھجوریں یا آم پختگی کے قریب پہنچ گئے تو کھجور اور آم کے تمام باغات کی بیع درست ہوگی، خواہ ان میں صلاحیت پیدا ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو اور صرف کھجور اور آم کے باغات ہی نہیں بلکہ تمام پھلوں کی بیع درست ہوگی خواہ وہ کسی حالت میں ہوں۔ اور امام احمدؒ یہ فرماتے ہیں کہ ہر باغ کی صلاحیت کا اعتبار جداگانہ کیا جائیگا یعنی ہر باغ کی بیع اس وقت درست ہوگی جب اس کے پھلوں میں صلاحیت پیدا ہو جائے۔ اور امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ پھل کی ہر جنس میں پختگی کی صلاحیت پیدا ہو جانا اس کی بیع کے لئے شرط ہے یعنی تمام پھلوں میں صلاحیت پیدا ہو جانا ضروری نہیں ہے بلکہ اس جنس کے بعض پھلوں کی صلاحیت صحت بیع کے لئے درست ہے اس لئے کہ تمام پھلوں کی صلاحیت موجب نقصان ہے۔ پھل بتدریج پختہ ہوتے اور کام میں آتے جاتے ہیں۔ اگر سب کی پختگی کا انتظار کیا جائے گا تو سب ضائع ہو جائیں گے۔

غور کرو خدا نے پھلوں کی تیاری میں وقفہ دے کر انسانوں پر کتنا بڑا احسان کیا ہے کہ انسان عرصہ دراز تک پھلوں سے متمتع ہوتا رہتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اس پر خدا کا شکر ادا کریں۔

---

(۱۱۲)

قرضہ کم کر دینے یا معاف کر دینے کی فضیلت

عن ابی ھریرۃ رضـ قال کان تاجرا یداین الناس فاذا رأی معسرا قال لفتیانہ تجاوزوا عنہ لعل اللہ ان یتجاوز عنہ فتجاوز اللہ عنہ (رواہ البخاری)	ابوہریرہ رضـ کہتے ہیں ایک سوداگر تھا جو لوگوں سے لین دین کیا کرتا تھا۔ جب وہ اپنے کسی مقروض کو تنگدست پاتا تو اپنے نوجوانوں (ملازموں) سے کہہ دیتا اس سے مطالبہ نہ کرو (یعنی قرض معاف کردو)

شاید ... کو معاف فرما دے چنانچہ خدا نے اس کے ... معاف فرما دیا۔

تنگدستوں ... کے قرض کو معاف کر دینا اور مصیبت زدہ لوگوں کے فکر و غم کو دور کرنا بہترین اعمال میں سے ہے اور خدا کے ہاں اس کا بڑا ثواب ہے صرف یہی نہیں بلکہ ... ان اعمال کی بڑی قدر و منزلت ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے

من سرہ ان ینجیہ اللہ من کرب یوم القیامۃ فلینفس عن معسر او یضع عنہ	جس شخص کو یہ امر پسند ہو کہ قیامت کے دن خدا اس کو اضطراب و بے چینی سے نجات دے اس کو چاہیے کہ وہ تنگ دست کے قرض کو کم کر دے یا بالکل معاف کر دے۔

ایک اور موقع پر حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے:

من فرج عن مومن کربۃ من کرب الدنیا فرج اللہ عنہ کربۃ من کرب یوم القیامۃ	جس شخص نے کسی مومن کی دنیاوی مصیبت و بے چینی کو دور کیا۔ خداوند تعالیٰ نے قیامت کے دن اس کی مصیبت و بے چینی کو دور کر دے گا۔

دنیا میں انسان پر مصیبت بھی نازل ہوتی ہے اور مشکلات بھی پیش آتی ہیں۔ رنج و غم بھی طاری ہوتا ہے، اور اضطراب و بے چینی بھی، جس سے زندگی اس کی نگاہوں میں تاریک ہو جاتی ہے، اور دنیا قیدخانہ نظر آنے لگتا ہے۔ ان مصائب و مشکلات سے وہ نجات کی تدبیریں کرتا ہے اور زیادہ سے زیادہ قیمت پر نجات و آزادی اور اطمینان و سکون کو حاصل کر لینا چاہتا ہے لیکن کوئی تدبیر بن نہیں آتی آخر وہ ہر طرف سے مجبور ہو کر اس امر کو پسند کر لیتا ہے کہ زمین شق ہو جائے اور وہ اس میں سما جائے۔

دنیوی مصائب و آفات میں قرض سب سے بڑی اور سب سے بری بلا ہے، ادھر قرض کا بار ہے، ادھر اہل و عیال کے مصارف کا فکر سر پر سوار ہے اور آمدنی برائے نام ہے مال و متاع پاس نہیں، اور کوئی مستقل ذریعہ معاش نہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ انسان قرض کو ادا نہیں کر سکتا۔ قرض خواہ کو کیا معلوم کہ مقروض کی حالت کیا ہے۔ اور وہ کس طرح زندگی

بسر کرتا ہے، اس کو تو تقاضہ اور فراغ وصول یابی کی فکر لیا لانے سے کام ہے، وہ تقاضہ کرتا ہے اور مقروض اس کی سخت سست گفتگو صبر سے سن لیتا ہے۔

جو شخص ایسے مفلوک الحال مقروض کو قرض خواہ کے ہاتھوں سے نجات دلائے یعنی اس کے قرض کا کچھ حصہ یا زیادہ حصہ یا سارا قرض ادا کردے اور ایک ایسا بوجھ اس کے سر سے اتار دے جس نے اس کو زندگی سے بیزار کر دیا تھا، تو اس نے گویا اس کو تازہ زندگی بخشی۔ بہت ممکن تھا کچھ دنوں بعد قرض خواہوں کے سخت تقاضوں اور فاقہ مستی سے تنگ آکر وہ خودکشی کر لیتا یا دریا کی لہروں میں سما جاتا یا کسی ایسے جرم کے ارتکاب پر آمادہ ہو جاتا جو اس کی عزت اور زندگی کو خطرے میں ڈالدیتا۔

قرض دار کے قرض کو ادا کرنے والا اگر تاجر ہو تو اس کی ہمت قابل آفرین ہے۔ اس لئے کہ تاجر خرید و فروخت کے ذریعے نفع حاصل کرنے والا ایک انسان ہوتا ہے۔ مال کو جمع کرنے اور بڑھانے کی فکر میں رہتا ہے، بازاروں میں اپنی تجارت کو ترقی دینے اور پھیلانے کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور زیادہ سے زیادہ نفع حاصل کرنے کا خواہشمند رہتا ہے ایسا شخص اگر مقروض کے قرض کو ہلکا کردے یا ادا کردے تو یہ اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ ایک مخلص مسلمان ہے۔ بخل سے نفرت رکھتا ہے اور خیر میں حصہ لینے کی رغبت رکھتا ہے اور خداوند تعالیٰ سے اجر و ثواب کا متوقع ہے۔ کوئی تعجب نہیں ہے اگر خداوند تعالیٰ ایسے شخص کے گناہوں کو معاف فرما دے۔ اپنی رحمت سے نوازے اور اس کی تمام لغزشوں سے درگذر فرمائے، اس لئے کہ وہ غفور اور رحیم ہے

---

(۱۳۱)

اونٹ قرض لیکر بہترین طریقہ پر ادا کرنا

عن ابی هريرة رض	ابوہریرہ رض کہتے ہیں ایک
ان رجلا اتی النبی ص	شخص حضور ص کے پاس آیا اور
یتقاضاه فاغلظ۔ فهم	اپنے مال کا (جو حضور ص نے
به اصحابه فقال رسول	قرض لیا تھا) سخت تقاضا کیا
الله ص دعوه فان لصاحب	صحابہ نے اس کو جھڑکنے کا

الحق مقالا۔ ثم قال اعطوا
سنا مثل سنہ قالوا
یارسول اللہ لا نجد الا
امثل من سنہ فقال
اعطوہ فان خیرکم احسن
کم قضاءً رواہ البخاری
ومسلم

مارنے کا ارادہ کیا، حضورؐ نے فرمایا: صاحبِ حق کو کہنے کا اختیار ہے، اس کو اس کے حال پر چھوڑ دو، اس کے بعد آپ نے صحابہ کو حکم دیا ایک اونٹ اس کے اونٹ کے مانند (خرید کر) اس کو دیدو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ ملتا ہے؛ حضورؐ نے فرمایا اسی کو (خرید کر) دیدو، تم میں بہتر شخص وہ ہے جو قرض کو اچھی طرح ادا کرے۔

تشریح الفاظ۔ یتقاضاہ حضورؐ سے اپنے قرض کا مطالبہ کیا اغلظ مطالبہ میں سختی سے کام لیا فہم بہ اصحابہ حضورؐ کے صحابہ نے اس کو اذیت پہنچانے کا ارادہ کیا مقالا گفتگو میں سختی اور مطالبہ یعنی زیادتی سنا مثل سنہ وہ اونٹ جس کی عمر اس کے اونٹ کے برابر ہو۔ امثل افضل واحسن۔

تشریح معانی۔ حضورؐ نے ایک دیہاتی سے ایک اونٹ قرض لیا تھا، جو وقت ادائیگی کا مقرر کیا تھا، دیہاتی اس وقت آیا، لیکن اس کے بجائے کہ اخلاق ونرمی سے اپنا مال طلب کرتا اس نے سختی کے ساتھ مطالبہ کیا، جیسا کہ عرب کی عادت ہے، بعض صحابہ کو دیہاتی کا یہ طرز ناگوار گذرا، اور اس کی بے ادبی و بدتمیزی پر اس کو اذیت پہنچانی چاہی، لیکن حضورؐ کے ادب سے خاموش رہے، حضورؐ نے ان کو مخاطب کرکے فرمایا: اس کو چھوڑ دو، اس سے کچھ نہ کہو، تاکہ وہ اپنا حق بیان کرے اور اپنے مال کا مطالبہ کرے اس لئے کہ صاحبِ حق اقتدار ہوتا ہے۔ اگر اس کے مطالبہ کے درمیان کسی قسم کی مداخلت کی گئی تو اس کا حق ضائع جائے گا، اور مداخلت کرنے والا مقروض جھوٹا اور مکار قرار پائے گا۔

واقعہ یہ ہے کہ حضورؐ کی یہ شان آپ کے اعلیٰ اخلاق ثبوت تھا گویا آپ نے دیہاتی کی طرف سے عذر پیش کیا اس کے مطالبہ کی سختی کو جائز قرار دیا، صرف یہی نہیں ایک طرف تو صحابہ کو ہدایت کی کہ وہ دیہاتی کے خلاف ارادہ نہ کریں یعنی اس کو اذیت پہنچانے کا خیال تک دل میں نہ لائیں، اور ساتھ ہی دیہاتی کو جو صحابہ کے ارادہ کو محسوس کرکے گھبرا گیا تھا، تسکین وتسلی دی، اور جو خطرہ اس کے قلب میں پیدا ہوگیا تھا اس کو دور کر دیا۔

اس کے بعد حضورؐ نے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ جیسا اونٹ یعنی جس عمر کا اونٹ دیہاتی سے قرض لیا گیا تھا اسی عمر کا اونٹ خرید کر اس کو دیدو، چنانچہ صحابہ نے اونٹ تلاش کیا اور جب اس عمر کا اونٹ نہ ملا تو واپس آکر عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کے اونٹ سے بہتر اونٹ ملتا ہے: حضورؐ نے فرمایا: اسی کو خرید لو اور دیہاتی کو دیدو، ایسا کرنا تمہارے لئے قرض کا بہترین طریقہ پر ادا کرنا ہوگا۔

اس حدیث سے چند باتیں معلوم ہوئیں:۔

۱۔ قرض کی ادائیگی کا وقت آجانے پر قرض کا مطالبہ جائز ہے۔

۲۔ حضورؐ کے بہترین اخلاق۔ تحمل، تواضع اور انصاف کا ثبوت۔

(۳) صاحبِ حق زیادتی بھی کرے، تب بھی اس پر زیادتی نہ کی جائے۔

۴۔ اونٹ کو قرض لینے کا جواز اور اسی حکم میں تمام حیوانات شامل ہیں اکثر علماء کے نزدیک لیکن علماء احناف اس کو جائز قرار نہیں دیتے، اس لئے کہ اس صورت میں حیوان کی بیع حیوان کے ساتھ ادھار ہوگی، اور ایسی بیع کی احادیث صحیحہ میں ممانعت ہے جن کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ممانعت کی احادیث اس حدیث کی ناسخ ہیں۔ پھر اس سلسلے میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حیوان کے افراد میں اکثر اور بیشتر اختلاف ہوتا ہے، اور یہ اختلاف ادائیگی کے وقت فریقین کے درمیان نزاع وخصومت کا سبب بن سکتا ہے۔

۵۔ قرض کو بہتر صورت میں ادا کرنے کا جواز یعنی جو چیز قرض لی گئی ہے، اس سے بہتر ادا کرنا جائز ہے جب کہ قرض کے معاملے میں اس کی شرط نہ کی گئی ہو، اور اگر اس کی شرط کی گئی ہے تو بہتر ادا کرنا حرام ہے۔ اس لئے کہ اس صورت میں وہ سود ہو جائے گا۔

خریداران پیشوا

ہر جواب طلب امر کے لئے جوابی کارڈ یا اس کے ٹکٹ ارسال فرمائیں، ورنہ عدم تعمیل کی شکایت معاف۔

فقرائے اسلام

(سید عزیز حسن دہلوی)

حضرت سلمان فارسی رضہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

مورخین کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت ابوبکر رضہ کی زبان سے حضرات سلمان فارسی رضہ اور بلال رضہ کی شان میں کچھ ناشائستہ الفاظ نکل گئے۔ حضور صلعم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے حضرت ابوبکر رضہ کو بلا کر پوچھا: "تم نے سلمان فارسی اور بلال رضہ کو (اپنے نامناسب الفاظ سے) ناراض تو نہیں کر دیا؟ اگر تم نے ان کو ناراض کیا ہے تو گویا خدا اور رسول کو ناراض کیا ہے۔" حضور صلعم کا یہ ارشاد سن کر حضرت ابوبکر رضہ دوڑے ہوئے گئے اور حضرات سلمان و بلال رضہ سے اپنے ناشائستہ الفاظ کی معافی مانگی۔

حضور صلعم کی حیات مبارک میں حضرت سلمان فارسی رضہ مدینہ سے باہر نہیں نکلے اور حضور صلعم کی جدائی ایک لمحہ کیلئے گوارا نہ کی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت سلمان فارسی رضہ نے اپنے وجدان کی رہنمائی سے حضرت ابوبکر رضہ کا دامن پکڑا، اور حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر دینی اور روحانی منازل کو طے کرنے میں مشغول ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضہ کا عہد خلافت حضرت سلمان فارسی رضہ کی روحانی تربیت کا عہد تھا، اور وہ اس میں ہمہ تن مشغول رہے۔

حضرت عمر فاروق رضہ کا عہد خلافت آیا اور انہوں نے صحابہ پر نظر انتخاب ڈالی اور مخصوص اکابر کے سوا جن کا مدینہ میں قیام ضروری تھا اکثر صحابہ کو مختلف انتظامی، تعلیمی اور جنگی کاموں پر متعین کیا، ان میں حضرت سلمان فارسی بھی تھے جن کو حضرت عمر رضہ نے مدائن کا حاکم مقرر کیا تھا۔

منقول ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضہ کو مدائن کی امارت کے معاوضہ میں بیت المال سے پانچ ہزار درہم سالانہ ملا کرتے تھے لیکن وہ ان درہموں سے ایک درہم بھی اپنی ذات پر خرچ نہ کرتے تھے۔ بلکہ حاجت مندوں، غریبوں اور مفلسوں کی امداد پر خرچ کر دیا کرتے تھے۔ اور اپنے مصارف زنبیل کی دستکاری سے نکالتے تھے۔ صرف ایک کمبل آپ کی ملکیت تھا، دن کو جسم پر لپیٹ لیتے اور رات کو اوڑھ کر سو جایا کرتے۔

اونٹ کے بالوں کی رسیاں اور جھول بھی آپ بنایا کرتے اور فروخت کر کے اپنے کھانے کے صرف میں لاتے تھے۔ چونکہ زر نقد اپنے پاس نہ رکھتے تھے، اس لئے جب کبھی فوجی ضروریات کی بہم رسانی میں امداد کا موقع آتا تو آپ بھی رسیاں اور جھولیں تیار کر کے دے دیتے تھے۔

امارت مدائن کا ایک عجیب واقعہ آپ کے حالات میں درج کیا گیا ہے، جو آپ کی سادگی، فروتنی، اور تواضع کا ایک بہترین منظر پیش کرتا اور آپ کے حالات کے مناسب ہے۔ لکھا ہے کہ ایک روز مدائن کے بازار میں جسم سے کمبل لپیٹے جا رہے تھے کہ ایک شخص نے آپ کو مزدور سمجھ کر اپنا اسباب مکان تک پہنچانے کی خواہش ظاہر کی، آپ نے اس کا اسباب سر پر اٹھا لیا اور اس کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستے میں لوگوں نے آپ کو اس حال میں دیکھا اور کہا: "امیر شہر! آپ نے یہ سامان سر پر کیوں لاد رکھا ہے، لائیے ہم لے چلیں؟" اس شخص نے یہ سنا تو فوراً حضرت سلمان فارسی رضہ کے قدموں پر گر پڑا اور عرض کیا "امیر! معاف کیجئے، میں آپ سے واقف نہ تھا" حضرت سلمان فارسی نے کہا "تم نے مکان تک سامان لے جانے کے لئے مجھ سے کہا ہے، میں مکان تک پہنچا کر واپس ہوں گا۔"

یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حضرت سلمان فارسی رضہ کب تک مدائن کے حاکم رہے یا حضرت عمر رضہ کے عہد خلافت میں اور کہاں کہاں کے امیر رہے۔

حضرت عمر فاروق رضہ کے بعد حضرت عثمان رضہ کی خلافت کا دور آیا اور آپ کے عہد میں بھی آپ مختلف مقامات پر خلافت کی خدمات ادا کرتے رہے۔

آپ کی وفات کی تاریخ اور عمر کے متعلق مورخین اور محدثین میں بڑا اختلاف ہے۔ بعض غیر معتمد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے کئی سو سال کی عمر پائی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کی نبوت کا زمانہ دیکھا تھا۔ بعض کا بیان ہے کہ آپ نے ساڑھے تین سو سال کی عمر پائی، اور بعض کہتے ہیں کہ دو سو پانچ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آخر الذکر قول کی بعض محدثین نے تصدیق و تائید کی ہے۔

آپ کی وفات حضرت عثمان رضہ کی خلافت کے آخری عہد میں ہوئی۔ بعض کہتے ہیں ۳۵ھ میں اور بعض کا خیال ہے ۳۳ھ یا ۳۶ھ میں۔ اکثر کا خیال ہے کہ ۳۳ھ میں وفات پائی، جہاں آپ اس وقت تشریف رکھتے تھے، دفن کئے گئے۔

ملفوظات

آپ کے ملفوظات کی کتاب میں ملفوظات کی نوعیت سے وسیع نہیں ہیں۔ البتہ مختلف روایات سے آپ کے چند ارشادات اخذ کر لئے گئے ہیں، اور وہ یہ ہیں :-

۱۔ حضرت سلمان رضہ فرمایا کرتے تھے کہ "انا سلمان بن الاسلام (میں اسلام کا بیٹا سلمان ہوں) حضرت عمر رضہ نے بیشتر صحابہ کو مخاطب کرکے فرمایا: میرے باپ خطاب اگرچہ زمانہ جاہلیت میں قریش کے اندر بہت معزز و محترم تھے لیکن میں ان پر فخر نہیں کرتا، بلکہ اس پر فخر کرتا ہوں کہ میں اسلام کا بیٹا اور سلمان بن اسلام کا بھائی ہوں۔"

۲۔ ایک روز کسی نے حضرت سلمان فارسی رضہ کو برا بھلا کہا، آپ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ "قیامت کے دن اگر میرے جرائم کا پلڑا بھاری ہوگا تو جو کچھ تو کہتا ہے۔ میں اس سے بھی زیادہ برا ہوں گا اور اگر میرے گناہوں کا پلڑا ہلکا ہوگا تو تیری بری باتوں سے مجھے کوئی اندیشہ نہیں ہے۔"

۳۔ مرض الموت میں لوگ عیادت کو آتے تو آپ روتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا: "آپ روتے کیوں ہیں (کیا موت کے خوف سے)" آپ نے فرمایا: مجھ کو نہ موت کا خوف ہے اور نہ دنیا کی خواہش، میں اس لئے روتا ہوں کہ میرے آقا رسول حضور ؐ نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اے سلمان! قیامت کے دن اگر تو مجھ سے ملنا چاہتا ہے، تو دنیا کو جمع نہ کرنا۔ اور دنیا سے اس طرح رخصت ہونا جس طرح میں جا رہا ہوں ـــــ میں زندگی کے آخری لمحے پورے کر رہا ہوں اور دیکھ رہا ہوں کہ میرے پاس دنیا کا سامان جمع ہے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں آقا و مولا کے دیدار سے قیامت

میں محروم نہ رہ جاؤں"

محدثین کا بیان ہے کہ حضرت سلمان فو جس سامان کی موجودگی سے پریشان اور تگریاں سے وہ حدیث چار چیزیں تھیں۔ یعنی لوٹا، کمبل، پوستیں اور پالان۔

۴۔ آپ نے ایک محدث کو خط لکھا تھا جس میں یہ الفاظ بھی تھے "برادرمن! اتنی دنیا جمع نہ کرنا جس کا شکر تم ادا نہ کر سکو"

حضرت امام قاسم بن محمدؒ بن ابی بکر رضؓ

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے قبول اسلام اور ہجرت کے بعد دو نکاح کئے تھے۔ ایک اسماء بنت عمیس رضؓ سے جو حضرت جعفر بن ابی طالب رضؓ کی بیوی تھیں اور جنگ موتہ (۸ھ) میں ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضؓ سے نکاح کر لیا تھا۔ انہیں اسماء بنت عمیس رضؓ سے حضرت محمد بن ابو بکر رضؓ پیدا ہوئے تھے۔

حضرت محمد بن ابو بکر رضؓ غالباً ۹ھ میں پیدا ہوئے تھے، اور حضرت ابو بکر رضؓ کی وفات (۱۳ھ) کے وقت غالباً ان کی عمر پانچ چھ سال کے قریب تھی۔ حضرت جعفر رضؓ کے دونوں بیٹے عبداللہ اور محمد، اور حضرت ابو بکر رضؓ کے بیٹے محمد تینوں ماں کے ساتھ رہتے تھے کچھ عرصہ بعد اسماء بنت عمیس رضؓ نے حضرت علیؓ سے نکاح کر لیا اور حضرت محمد بن ابو بکر رضؓ ماں کے ساتھ حضرت علیؓ کے ہاں چلے گئے۔

محمد بن ابی بکر رضؓ نے چونکہ حضرت علیؓ کی نگرانی میں تربیت حاصل کی تھی، اور حضرت علیؓ سے ان کی ماں کے بطن سے دو لڑکے اور پیدا ہوئے تھے، اس نے محمد بن ابی بکر اپنے ان بھائیوں کے ساتھ حضرت علیؓ کے بیٹوں ہی کے مانند حضرت علیؓ کے ہاں رہتے تھے، اور انہیں کے خیالات رکھتے تھے۔

حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے واقعہ میں حضرت محمد بن ابی بکر رضؓ نے حضرت علیؓ کی ہوا خواہی میں بعض ایسے کام کئے جن سے ان کی خاندانی عزت و عظمت کو ناقابل تلافی صدمہ پہنچا تھا۔ یعنی بعض روایات کی بنا پر حضرت محمد بن ابی بکر رضؓ حضرت عثمانؓ کے بدترین مخالف بن گئے تھے، اور بقول بعض ان کے قتل میں بھی شریک تھے۔

حضرت عثمانؓ کے واقعہ شہادت میں محمد بن ابی بکر رضؓ کی

تلوار کی نوک! ایک تلخ واقعہ ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بعض حالتوں میں خون کے اثر اور خاندانی شرافت پر ماحول کا اثر غالب آجاتا ہے، اور خاندان کی شرافت تربیت و ماحول کے اثر سے دب جاتی ہے۔

انہیں محمد بن ابی بکر رضؓ کے صاحبزادے حضرت قاسم ہیں، جو سلسلۂ نقشبندیہ کے تیسرے بزرگ ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ قاسم بن محمد رضؓ کی عظمت نے بڑی حد تک اپنے والد ماجد کے داغ کو دھو دیا ہے۔

مورخین اور بزرگان طریقت کا بیان ہے کہ حضرت قاسم بن محمد رضؓ کی تربیت و نگرانی اور تعلیم و تہذیب ان کی پھوپھی حضرت عائشہ رضؓ کے ہاتھوں انجام کو پہنچی تھی۔ حضرت عائشہ رضؓ کا تفقہ اور ذکاوت و ذہانت علماء و فقہاء مدینہ میں مشہور تھی، اور بڑے بڑے صحابہ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر حضور ؐ کے ارشادات عالیہ اور زندگی کے حالات دریافت فرمایا کرتے تھے۔ حضرت قاسم بن محمد رضؓ کی تربیت اسی ماحول میں ہوئی اور اس تربیت و تعلیم نے حضرت قاسم رضؓ کو مدینہ کے مشہور فقہاء سبعہ میں شامل کر دیا۔

حضرت قاسم بن محمد رضؓ کی پیدائش کا صحیح سن معلوم نہیں، لیکن عمر اور وفات کے سنین کو پیش نظر رکھ کر یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ آپ اس زمانے میں پیدا ہوئے جو اسلام کے لئے سب سے زیادہ نازک اور انتہا درجہ کا خطرناک تھا۔ یعنی حضرت عثمان رضؓ کی خلافت کے خلاف مفسدین و مرتدین کی عام یورش (۳۶ھ) کا زمانہ۔

سنہ ۵۸ھ میں حضرت عائشہ رضؓ نے وفات پائی۔ عبداللہ بن عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضؓ اور قاسم بن محمد بن ابی بکر دونوں بھتیجوں نے آپ کو قبر میں اتارا اور دفن کیا۔ اس واقعہ کے بعد حضرت قاسم رضؓ دنیا سے متنفر ہو گئے، اور ان کے وقت کا زیادہ حصہ حضرت امام زین العابدین ؒ کی خدمت میں بسر ہونے لگا، جو اس وقت کے سب سے بڑے عابد و زاہد اور بزرگ تھے۔

امام زین العابدین ؒ کی صحبت نے امام قاسم رضؓ کی روحانی طاقتوں میں غیر معمولی ترقی کی، اور کچھ عرصہ بعد وہ اپنے دادا حضرت ابوبکر رضؓ صدیق کے روحانی سلسلے میں داخل ہونے کے لئے حضرت سلمان فارسی رضؓ کی خدمت

ہے آگے پھر رسالت کی طرف عود ہے - آگے پھر اسی طرف عود ہے اور درمیان میں تفصیل آیت ... کی تمہید بھی آگئی ہے کما لا یخفی - وجہ الربط ھنالک ۔

إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ۗ أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ

بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں کجروی کرتے ہیں وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت

أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ ۖ إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ

کے روز امن و امان کے ساتھ آئے جو جی چاہے کر لو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے

تفسیر ۔ بلاشبہ جو لوگ ہماری آیتوں میں (جو دال علی التوحید اور دال علی النبوة والتوحید ہیں) کجروی کرتے ہیں یعنی ان کے متعلق جو استقامت ہے کہ اس پر ایمان لاویں اس کو چھوڑ کر اس کی تکذیب کرتے ہیں لما فی الدر المنثور عن قتادة وہ لوگ ہم پر مخفی نہیں (ہم کو ان کا حال سب معلوم ہے اور ان کو ہم سزا دیں گے) سو بھلا جو شخص نار میں ڈالا جاوے (جیسا یہ مکذب ڈالا جاوے گا) وہ اچھا ہے یا وہ شخص جو قیامت کے روز امن و امان کے ساتھ (جنت میں) آئے (آگے خطاب تہدید ہے کہ) جو جی چاہے (خوب) کر لو وہ تمہارا سب کیا ہوا دیکھ رہا ہے (ایک روز سب کی سزا دے دیگا) ربط اوپر شروع سورت میں پھر وقال الذین کفروا لا تسمعوا لهذا القرآن کے ضمن میں رسالت و قرآن کے متعلق گفتگو ہوئی تھی آگے پھر یہی گفتگو ہے - اور اسی سلسلے میں منکرین کے بعض اقوال کا جواب اور بعض مضامین سے تسلیہ جناب رسالت مآب بھی ارشاد ہوا ہے ۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ وَإِنَّهُ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ۝ لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ

جو لوگ اس قرآن کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے انکار کرتے ہیں اور یہ بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات

مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ ۖ تَنزِيلٌ مِّنْ حَكِيمٍ حَمِيدٍ ۝ مَّا يُقَالُ لَكَ إِلَّا

نہ اس کے آگے کی طرف سے آ سکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے یہ خدائے حکیم محمود کی طرف سے نازل کیا گیا ہے آپ کو وہی باتیں کہی

مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝

جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا أَعْجَمِيًّا لَّقَالُوا لَوْلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ أَأَعْجَمِيٌّ وَعَرَبِيٌّ ۗ قُلْ هُوَ

اور اگر ہم اس کو عجمی قرآن بناتے تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں یہ کیا بات کہ عجمی کتاب اور عربی رسول

لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ

آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما ہے اور شفا ہے - اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے اور وہ قرآن

وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ يُنَادَوْنَ مِن مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى

ان کے حق میں نابینائی ہے یہ لوگ کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی

الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ؕ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ؕ

سو اس میں بھی اختلاف ہوا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو ان کا فیصلہ ہو چکا تھا

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ

اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے

وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝

اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

تفسیر: وہ جو لوگ اس قرآن کا جبکہ وہ ان کے پاس پہنچتا ہے، انکار کرتے ہیں (ان میں خود تدبر کی کمی ہے) اور (اس قرآن میں کوئی کمی نہیں کیونکہ) یہ (قرآن) بڑی باوقعت کتاب ہے جس میں غیر واقعی بات نہ اس کے آگے کی طرف سے آسکتی ہے اور نہ اس کے پیچھے کی طرف سے (یعنی اس میں کسی پہلو اور کسی جہت سے اس کا احتمال نہیں کہ یہ قرآن منزل من اللہ نہ ہو اور پھر خلاف واقع اس کو منزل من اللہ کہہ دیا جاوے جیسا کفار آپ پر یہی شبہ کرتے تھے حق تعالیٰ نے ایک قاعدہ کلیہ سے اس شبہ خاص کی بھی نفی کر دی وجہ اس احتمال کے انتفاء کی اس کا معجز ہونا ہے پس ثابت ہو گیا کہ) یہ خدائے حکیم محمود (الذات والصفات) کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (اور باوجود اس کے جو لوگ آپ کی تکذیب کرتے ہیں تو یہ حلیم کر کے تسلی کر لیجئے کہ) آپ کو وہی باتیں (تکذیب وایذاء کی) کہی جاتی ہیں جو آپ سے پہلے رسولوں کو کہی گئی ہیں (انہوں نے بھی صبر کیا تھا آپ بھی صبر کیجئے اور اس سے بھی تسلی حاصل کیجئے کہ) آپ کا رب بڑی مغفرت والا اور دردناک سزا دینے والا ہے (پس اگر یہ مخالفین خلاف سے باز آکر مستحق مغفرت نہ ہو گئے تو ان کو بھی سزا دے گا پھر آپ کاہے کے لئے پریشان ہوں) اور (یہ لوگ ایک شبہ یہ کرتے ہیں کہ قرآن کا کچھ حصہ عجمی بھی ہونا چاہئے تھا کذا فی الدر المنثور عن سعید بن جبیر رحمہ اللہ عن قریش جس سے اس کا اعجاز خوب ظاہر ہوتا کہ جو عجمی نہیں جانتے وہ عجمی میں تکلم کریں سو بات یہ ہے کہ) اگر ہم اس کو (کلاً یا بعضاً) عجمی (زبان کا) قرآن بناتے (تو یہ ہرگز نہ ہوتا کہ اس کو مان لیتے بلکہ اس میں ایک اور حجت نکالتے کیونکہ جب ماننے اور سمجھنے کا ارادہ نہیں ہوتا تو ہر تقدیر پر کچھ نہ کچھ شاخ نکال لی جاتی ہے چنانچہ اگر ایسا ہوتا) تو یوں کہتے کہ اس کی آیتیں (اس طرح) صاف صاف کیوں نہیں بیان کی گئیں (کہ ہم سمجھ لیتے یعنی عربی میں کیوں نہیں آیا اگر بعض عجمی ہوتا تو کہتے یہ بعض بھی عربی کیوں نہیں ہے اور یوں کہتے کہ) یہ کیا بات ہے کہ عجمی کتاب اور عربی رسول (خلاصہ یہ کہ اب جو قرآن عربی ہے تو کہتے ہیں عجمی کیوں نہیں اور اگر عجمی ہوتا تو کہتے عربی کیوں نہیں کسی حال پر ان کو قرار نہیں پھر عجمی ہونے سے کیا فائدہ ہوتا رہا اعجاز سو عربیت کی حالت میں بھی معجز ہے بلکہ اس وقت کا اعجاز زیادہ حجت ہے کیونکہ بوجہ اپنی مہارت فن عربی اور باوجود اس کے عجز عن الاتیان بمثلہ کے اس وقت اس کا اعجاز مفصلاً سمجھ سکتے ہیں اور اس وقت اجمالاً سمجھتے گو اجمالاً سمجھ لینا بھی اعجاز کا حجت کافیہ ہے جیسا اہل عجم قرآن کے اعجاز کو اسی طرح سمجھ سکتے ہیں گو حجت وافیہ اور بھی ابلغ ہے حجت کافیہ سے غرض یہ شبہات محض لغو ہیں اصل مدار اعجاز جس کا اوپر ذکر آ چکا ہے کلا یاتیہ الباطل پس معلوم ہوا کہ اس کے حق ہونے میں تو کوئی کمی اور شبہ نہیں اگر کوئی شخص نہ مانے اسی میں کچھ کمی ہے آگے اس مضمون سے جواب دینے کا حکم ہے کہ اے پیغمبر) آپ کہہ دیجئے کہ یہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو (نیک کاموں کے بتلانے میں) رہنما ہے اور (برے کاموں سے جو روگ دلوں میں پیدا ہو جاتے ہیں جب اس قرآن کی رہنمائی پر عمل کیا جاوے تو یہ ان روگوں سے) شفا ہے (پس چونکہ ان لوگوں میں تدبر وطلب حق کی کمی نہ تھی ان کے حق میں قرآن اپنی حقانیت سے ان کو نافع ہوا) اور جو (باوجود وضوح حق کے عناداً) ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں ڈاٹ ہے (جس سے حق کو انصاف اور تدبر سے نہیں سنتے اور وہ کمی یہی ہے) اور (اسی کمی کی وجہ سے) وہ قرآن ان کے حق میں نابینائی ہے (کیونکہ قلت تدبر وقلت انصاف سے تعصب میں قوت رہتی ہے اور حجت مانع ہوسکے بلکہ باعث زیادہ ضلالت ہو جاتا ہے۔ نابینائی کا سبب ہونے کی یہ وجہ ہے جیسے آفتاب عالم کو روشنی دیتا ہے خفاش کو کور کرتا ہے اور) یہ لوگ (بوجہ عدم انتفاع لسماع الحق کے ایسے ہیں کہ گویا

کسی بڑی دور جگہ سے پکارے جا رہے ہیں (کہ آواز سنتے ہوں مگر سمجھتے نہ ہوں) اور آپ کی تسلی کے لئے جیسا اور پچھلے رسولوں کا ذکر ہوا ہے اب خاص موسیٰ علیہ السلام کا ذکر ہوتا ہے کہ) ہم نے موسیٰ کو بھی کتاب دی تھی، سو اس میں بھی اختلاف ہوا (کسی نے مانا کسی نے نہ مانا یہ کوئی نئی بات آپ کے لئے نہیں ہوئی پس آپ مغموم نہ ہوں) اور (یہ منکرین اپنے مستحق عذاب ہیں کہ) اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے (کہ پورا عذاب ان کو آخرت میں دیں گے) تو ان کا (قطعی) فیصلہ (دنیا ہی میں) ہو چکا ہوتا اور یہ لوگ (باوجود قیام براہین کے) ابھی تک اس (فیصلہ یعنی عذاب موعود) کی طرف سے ایسے شک میں (پڑے) ہیں جس نے اس کو تردد میں ڈال رکھا ہے (کہ ان کو عذاب کا یقین ہی نہیں آتا حالانکہ فیصلہ ضرور واقع ہوگا اور اس فیصلہ کا حاصل یہ ہے کہ) جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لئے (یعنی وہاں اس کا نفع اور ثواب پاوے گا) اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال (یعنی ضرر و عذاب) اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں (کہ کوئی نیکی جو بشرط اعمال میں لائی گئی ہو اس کو شمار نہ کرے یا کسی بدی کو زائد شمار کرے) ربط اوپر منکرین توحید و دیں رسالت یعنی کلام مجید کو حقیقت یوم الوعید سے تنبیہ کی گئی ہے آگے ان تینوں کے بارہ میں مخلوط کلام ہے۔

اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ

قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جا سکتا ہے اور کوئی پھل اپنے خولوں میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ

اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا

بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے اور جس روز اللہ تعالیٰ ان کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم

مِنْ شَهِيْدٍ ۚ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَدْعُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَظَنُّوْا مَا لَهُمْ مِّنْ مَّحِيْصٍ ۝

آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی مدعی نہیں اور جن جن کو یہ لوگ پہلے سے پوجا کرتے تھے وہ سب غائب ہو جاویں گے اور یہ لوگ سمجھ لیں گے

لَا يَسْـَٔمُ الْاِنْسَانُ مِنْ دُعَآءِ الْخَيْرِ ۫ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَـُٔوْسٌ قَنُوْطٌ ۝ وَلَئِنْ

کہ ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں۔ آدمی ترقی کی خواہش سے اس کا جی نہیں بھرتا اور اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید اور ہراساں ہو جاتا

اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ ۙ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ

ہے۔ اور اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اس پر واقع ہوئی تھی اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا اور میں

قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى ۚ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

قیامت کو آنے والا نہیں خیال کرتا اور اگر میں اپنے رب کے پاس پہنچایا بھی گیا تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے۔ سو ہم ان منکروں کو ان کی

بِمَا عَمِلُوْا ۫ وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ۝ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ

سب کردار ضرور بتلا دیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور جب ہم آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر

اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ قُلْ اَرَءَيْتُمْ

لیتا ہے۔ اور جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے　　　　آپ کہئے کہ بھلا یہ بتاؤ

اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ هُوَ فِيْ شِقَاقٍۭ بَعِيْدٍ

کہ اگر یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو ایسی دور دراز مخالفت میں پڑا ہو

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ

ہم عنقریب ان کو اپنی نشانیاں ان کے گرد و نواح میں بھی دکھلاویں گے اور خود ان کی ذات میں بھی یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ قرآن

يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ

حق ہے کیا آپ کے رب کی یہ بات کافی نہیں کہ وہ ہر چیز کا شاہد ہے یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو جانے کی طرف سے شک میں پڑے

اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے) احاطہ میں لئے ہوئے ہے

تفسیر: [illegible] قیامت کا ذکر ہے [illegible] اس میں ان کو یہ بتلاتے ہیں کہ قیامت کے علم کا حوالہ خدا ہی کی طرف دیا جاسکتا ہے (یعنی اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب ہے [illegible] اس کا سوال [illegible] یہی کہا جاوے گا کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے [illegible] کا عدم وقوع لازم نہیں آتا [illegible] کیا تخصیص ہے اس کا علم [illegible] کو محیط ہے حتیٰ کہ کوئی پھل اپنے خول میں سے نہیں نکلتا اور نہ کسی عورت کو حمل رہتا ہے اور نہ وہ بچہ جنتی ہے مگر یہ سب اس کی اطلاع سے ہوتا ہے [illegible] کی وجہ اس کی صفت علم کا ذاتی ہونا ہے جو وجہ اعلیٰ درجے کے کمال ہونے کی دلیل تو یہ ہی ہے اور یہ [illegible] صفت ذاتیہ کے جمیع متعلقات [illegible] دلیل علم قیامت کی بھی ہے پس اس سے دونوں مضمونوں کی [illegible] اور آگے اس قیامت کے ایک واقعہ کا ذکر ہے جس سے اثبات توحید و ابطال شرک بھی ہوتا ہے یعنی جس روز اللہ تعالیٰ ان (مشرکین) کو پکارے گا (اور کہے گا) کہ (جن کو تم نے میرا شریک قرار دے رکھا تھا وہ) میرے شریک (اب) کہاں ہیں [illegible] کہ تم کو اس مصیبت سے بچاویں) وہ کہیں گے کہ (اب تو) ہم آپ سے یہی عرض کرتے ہیں کہ ہم میں کوئی (اس کا) مدعی نہیں [illegible] (یعنی اپنی غلطی کے قائل ہیں) [illegible] کے منکر ہو جاویں گے پس یہ اقرار یا تو اضطراری [illegible] اس سے کچھ توقع نجات کی [illegible] لوگوں کو یہ لوگ پہلے سے (یعنی دنیا میں) پوجا کرتے تھے [illegible] کہ ان کی شرکت کا اعتقاد [illegible] ضرور ہوگئے سب ذہن سے سب زائل ہو جاوے گا اور [illegible] اور بعض آیات میں جو آیا ہے [illegible] ما منا من شهيد کے معنی [illegible] وہ پکارنا [illegible] سے ہوگا [illegible] اور جب یہ اول [illegible] گئے تو) یہ لوگ سمجھ لیں گے کہ [illegible] ابطال اور [illegible] کا حق ہونا معلوم ہو جاوے گا آگے شرک و کفر کا ایک بڑا اثر طبع انسانی پر بیان فرماتے ہیں کہ جو شخص توحید و ایمان سے بے بہرہ ہے اس آدمی کے اخلاق و اعمال و عقائد ایسے [illegible] ہوتے ہیں کہ ایک کسی حالت میں یعنی آرام و تنگی دونوں میں [illegible] سے اس کا جی نہیں بھرتا (اور یہ کمال حرص ہے) اور (خاص حالت تنگی وغیرہ میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر اس کو کچھ تکلیف پہنچتی ہے تو نا امید ہراساں ہو جاتا ہے (اور یہ غایت ناشکری و سوء ظن باللہ کی علامت ہے) اور [illegible] حالت میں یہ کیفیت ہے کہ) اگر ہم اس کو کسی تکلیف کے [illegible] اپنی مہربانی کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرے لئے ہونا ہی چاہئے تھا [illegible] اور یہ بھی [illegible] اور (اس نعمت میں ایسا ایک [illegible] اور بھولتا ہے کہ یوں بھی کہتا ہے کہ) میں قیامت کو آنے والا نہیں [illegible] اور بالفرض محال اگر میں (اپنے رب کے) پاس پہنچایا بھی گیا (جیسا کہتے ہیں) تو میرے لئے اس کے پاس بھی بہتری ہی ہے (کیونکہ میں حق پر ہوں اور اس کا

مستحق ہوں اور قیامت کا انکار غایت درجہ کا کفر اور فرض وتوقع بر دعویٰ حسنیٰ کا غایت درجہ کا غرور باللہ ہے غرض کفر و شرک
سے یہ مفاسد پیدا ہوتے وہ ایسی بری چیز ہے) سو یہ لوگ یہاں جو چاہیں دعویٰ استحقاق و استقلال کا کرلیں اب عنقریب) ہم ان
منکروں کو ان کے (یہ) سب کردار ضرور بتلادیں گے اور ان کو سخت عذاب کا مزہ چکھا دیں گے اور (منجملہ آثار کفر و شرک میں سے
حالت نعمت میں خواہ پہلے سے وہ نعمت ہو یا بعد زوال نعمت ہی ہو ایک یہ ہے کہ) جب ہم (ایسے) آدمی کو نعمت عطا کرتے ہیں تو
وہ ہم سے اور ہمارے احکام سے) منہ موڑ لیتا ہے اور کروٹ پھیر لیتا ہے اور یہ غایت درجہ کی سرکشی ہے اور یہ نعمت کا اوپر
جو اثر مذکور ہوا وہ متعلق عقیدہ کے تھا اور یہ متعلق اعمال ہے اور مقصود مجموعہ کا شناعت ہے) اور (حالت تنگی بعد زوال نعمت آثار
کفر و شرک میں سے ایک یہ ہے کہ) جب اس کو تکلیف پہنچتی ہے تو (فقدان نعمت پر جزع فزع کرتا ہے اور تضرع کی طرف
توجہ یا التجا کے طور پر) خوب لمبی چوڑی دعائیں کرتا ہے اور یہ غایت درجہ کی بے صبری اور حب دنیا میں انہماک ہے اور
اوپر جو نعمت کا اثر مذکور ہوا وہ کیفیات اور احوال میں سے تھا اور یہ اقوال یا افعال میں سے ہے غرض یہ اور جو اوپر مذکور ہوئے
سب مفاسد کفر و شرک سے ہیں بخلاف ایمان کے کہ آثار میں جس میں نہ ہونا حالت ضر میں یاس و جزع فزع اور نہ ذکر کرنا حالت امن و
عیش میں کفر اور کفران ذکر کرنا۔ اب توحید اور قیامت کی تحقیق کے ساتھ رسالت اور قرآن کی جو کہ توحید اور قیامت سے بھی مسئول ومجیز
ہے تحقیق بطور تلطیف وعید کے فرماتے ہیں یعنی اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم) آپ (ان منکرین سے) کہئے کہ (اے منکرو قرآن
کے حق ہونے پر جو دلائل قائم ہیں مثل اعجاز واخبار عن الغیب اگر تم علاوہ ضد برل کے بوجہ ان کو صورت یقین خیز نہیں سمجھتے تو اس درجہ
صورت احتمال تو ضرور رہیں گے کیونکہ نفی پر تمہارے پاس کوئی دلیل تو قائم نہیں ہوئی) بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر یہ (علی الاحتمال مذکور)
یہ قرآن خدا کے یہاں سے آیا ہو اور پھر تم اس کا انکار کرو تو ایسے شخص سے زیادہ کون غلطی میں ہوگا جو (حق سے) ایسی دور دراز
مخالفت میں پڑا ہو (اور اس تقدیر پر من اضل ممن ھو فی شقاق بعید کے مصداق ہو گے اور اس تالی کا ترتب اس مقدم پر ضروری
ہے گو وجود تالی بوجہ محتمل ہونے مقدم کے محتمل ہو لیکن عقلاً احتمال ضلال سے بھی بچنا واجب ہے اور وہ موقوف ہے تدبر فی القرآن
پر پس مقدمہ واجب ہونے کی وجہ سے وہ بھی واجب ہوا پس انکار میں جلدی مت کرو بلکہ سوچ سمجھ سے کام لو تاکہ حق
واضح ومتعین ہو جاوے اور ان لوگوں سے توکیا امید ہے کہ یہ تدبر کریں گے خیر) ہم (خود ہی) عنقریب ان کو اپنی (قدرت کی) نشانیاں
(جو کہ دال ہوں صدق قرآن پر) ان کے گردو نواح میں بھی دکھاویں گے (کہ اطراف عرب پیشین گوئی کے موافق فتح ہو جاویں گے
اور خود ان کی ذوات (خاص) میں بھی (دکھاویں گے کہ بدر میں مارے جاویں گے اور ان کا مسکن مکہ بھی فتح ہو جاوے گا) یہاں
تک کہ بالاضطرار ان پیشین گوئیوں کے وقوع و مطابقت وقوع سے) ان پر ظاہر ہو جاوے گا کہ وہ قرآن حق ہے کہ اس کی
پیشین گوئیاں کس طرح صادق ہو رہی ہیں۔ گو یہ علم اضطراری بدون تصدیق اختیاری کے معتد بہ نہیں لیکن اتمام حجت میں
تو قوت زیادہ ہو جاوے گی غرض ان کی حقیقت ایک روز اس طرح ظاہر ہوگی باقی فی الحال جو یہ لوگ آپ کی نبوت و رسالت کا انکار
کر رہے ہیں آپ مغموم نہ ہوں کیونکہ اگر یہ لوگ اس پر شہادت نہ دیں تو) کیا آپ کے رب کی یہ بات (آپ کی حقیقت کی شہادت
اور تسلی کے لئے) کافی نہیں کہ وہ ہر (واقعی) چیز کا شاہد ہے (اور اس نے جابجا آپ کی رسالت کی شہادت دی ہے قولاً بھی اور
عملاً بھی اظہار معجزات سے پس وہ شہادت کافی ہے کقولہ تعالیٰ قل کفی باللہ شھیدا بینی وبینکم آگے اصل وجہ اس انکار اور
نیز دوسرے امور حقہ کے انکار کی بتلاتے ہیں اور اس سے تسلی بھی زیادہ ہو سکتی ہے کہ) یاد رکھو کہ وہ لوگ اپنے رب کے روبرو
جانے کی طرف سے شک میں پڑے ہیں (پس دل میں ڈر نہیں جس سے حق کو طلب کریں مگر) یاد رکھو کہ وہ ہر چیز کو (اپنے علم کے)
احاطہ میں لئے ہوئے ہے (پس ان کے شک و انکار کو بھی جانتا ہے اور اس پر سزا دے گا) سورۃ الشوریٰ مکیۃ ربط
اس سورت میں یہ مضامین ایک دوسرے میں متداخل ہیں ایک توحید و ابطال شرک اور اس سلسلہ میں صفات کمال و افعال حکمت
و نعمت اشتمال کا بیان ہے۔ دوسرے رسالت اور اس سلسلے میں تسلیہ کے مضامین بھی ہیں تیسرے بعث وجزا اور اس
سلسلے میں شبہ استبعاد کا جواب دیا ہے چوتھے مذمت انہماک فی الدنیا کی اور ترغیب طلب آخرت کی۔ پانچویں اہل ایمان کا
حسن اعمال وحسن مآل اور کفار کا قبح اعمال وقبح مآل چنانچہ آیات میں نظر کرنے سے سب کا انطباق واضح ہو جاوے گا اور سورۃ سابقہ
کا اختتام اور اس کا افتتاح توحید و رسالت و بعث میں مشترک ہے۔

سُورَةُ الشُّورٰى مَكِّيَّةٌ وَهِيَ ثَلٰثٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حٰمٓ ۝ عٓسٓقٓ ۝ كَذٰلِكَ يُوْحِيْٓ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ

حم عسق اسی طرح آپ پر اور جو آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالیٰ جو زبردست حکمت والا ہے وحی بھیجتا

الْحَكِيْمُ ۝ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝ تَكَادُ

رہا ہے اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے کچھ بعید نہیں

السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ

کہ آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور

يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَالَّذِيْنَ

اہل زمین کے لئے معافی مانگتے ہیں خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا رحمت کرنے والا ہے اور جن لوگوں نے

اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ اللّٰهُ حَفِيْظٌ عَلَيْهِمْ ڮ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝

خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان کو دیکھ بھال رہا ہے اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا

وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا وَ

اور ہم نے اسی طرح آپ پر قرآن عربی وحی کے ذریعے سے نازل کیا ہے تاکہ آپ مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس ہیں

تُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ ۝ وَلَوْ

ان کو ڈرائیں اور جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں جس میں ذرا شک نہیں ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا اور اگر

شَاۗءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ۭ

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے

وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۚ

اور ظالموں کا کوئی حامی مددگار نہیں کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے

فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُـحْيِ الْمَوْتٰى ۡ وَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

رکھے ہیں سو اللہ ہی کارساز ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے

[redacted]

تفسیر: حٰم عٓسٓقٓ (اس کے معنے اللہ کو معلوم ہیں جس طرح فوائد علمیہ و اصول دینیہ کی تحقیق کے لئے یہ سورت آپ پر نازل ہو رہی ہے) اسی طرح (اصول دینیہ کی تحقیق کے لئے) آپ پر اور جو (پیغمبر) آپ سے پہلے ہو چکے ہیں ان پر اللہ تعالےٰ جو زبردست حکمت والا ہے (دوسری سورتوں اور کتابوں کی) وحی بھیجتا رہا ہے (اور اس کی یہ شان ہے کہ) اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور وہی سب سے برتر اور عظیم الشان ہے (اور اس کی عظمت شان کو گو بعض اہل ارض نہ جانیں اور نہ مانیں مگر سموٰت میں اس کے جاننے والے یعنی فرشتے اس کثرت سے ہیں کہ) کچھ بعید نہیں کہ آسمان (ان کے بوجھ کی وجہ سے) اپنے اوپر سے (کہ ادھر ہی سے بوجھ پڑتا ہے) پھٹ پڑیں (جیسا حدیث میں ہے اطت السماء و حق لہا ان تئط ما فیہا موضع اربعۃ اصابع الا وملک واضع جبہتہ ساجداً للہ رواہ الترمذی وابن ماجۃ وفسرۃ فی المدارک) اور (وہ) فرشتے اپنے رب کی تسبیح و تحمید کرتے ہیں اور اہل زمین (میں جو لوگ اس عظمت کا حق نہیں ادا کرتے مثلاً شرک کرتے ہیں اور اس وجہ سے وہ مستحق عقوبت ہیں وہ فرشتے ان) کے لئے (ایک وقت خاص تک کے لئے) معافی مانگتے ہیں (محدود معافی سے مراد دنیا میں عذاب استیصال سے بچے رہنا ورویسے معمولی واقعات سے سزائیں ہونا یا آخرت میں عذاب ہونا اس استغفار کے مفہوم سے خارج ہیں اور اللہ تعالےٰ نے ان کی اس درخواست کو منظور فرما لیا ہے اور اس سے عذاب عاجل مشرکین پر نازل نہیں فرماتا) خوب سمجھ لو کہ اللہ ہی معاف کرنے والا (ہے گو کفار کے لئے معافی محدود سہی) اور بڑی رحمت کرنے والا ہے (گو وہ رحمت کفار پر دنیا ہی میں ہوتی ہے) اور (آپ ان مشرکین کے عدم نزول عذاب عاجل سے محزون نہ ہوں کیونکہ) جن لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں اللہ ان (کے اعمال قبیحہ) کو دیکھ بھال رہا ہے (وہ آپ ہی مناسب وقت پر سزا دے گا) اور آپ کو ان پر کوئی اختیار نہیں دیا گیا (کہ آپ جب چاہیں ان پر عذاب نازل کرا دیں) اور (اسی طرح آپ ان کے عدم ایمان پر بھی محزون نہ ہوں کیونکہ آپ کا کام صرف تبلیغ ہے اس سے زیادہ آپ کیوں فکر کرتے ہیں چنانچہ) ہم نے اسی طرح (جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں) آپ پر (یہ) قرآن عربی وحی کے ذریعہ سے (محض اس لئے) نازل کیا ہے تاکہ آپ (سب سے پہلے) مکہ کے رہنے والوں کو اور جو لوگ اس کے آس پاس (رہتے ہیں) ان کو ڈرائیں اور ڈرائیں بھی ایک بڑی چیز سے یعنی) جمع ہونے کے دن سے ڈرائیں (مراد اس سے قیامت کا دن ہے کہ اس میں اولین و آخرین سب جمع ہو جائیں گے کقولہ تعالےٰ یوم یجمعکم لیوم الجمع) جس (کے آنے) میں ذرا شک نہیں (جس میں یہ فیصلہ ٹھیرے گا کہ) ایک گروہ جنت میں (داخل) ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں (داخل) ہوگا (بس آپ کا کام محض ایسے دن سے ڈرا دینا ہے اور باقی ان کے ایمان وعدم ایمان سے آپ کو کیا بحث وہ مشیت الٰہی پر ہے چنانچہ) اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو ایک ہی طریقہ کا بنا دیتا (یعنی سب کو ایمان نصیب کر دیتا کقولہ تعالےٰ ولو شئنا لاٰتینا کل نفس ھدٰہا الخ) لیکن (بہت سی حکمتوں سے اس کو یہ منظور نہیں ہوا بلکہ) وہ جس کو چاہتا ہے (ایمان دے کر) اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے (اور جس کو چاہتا ہے مبتلائے شرک وکفر رکھ کر رحمت سے خارج کر دیتا ہے) اور (ان) ظالموں کا (جو کہ شرک وکفر میں مبتلا ہیں قیامت کے روز) کوئی حامی و مددگار نہیں (ہوگا اور اوپر والذین اتخذوا من دونہ الخ میں اشراک پر تہدید تھی آگے اشراک کا ابطال ہے یعنی) کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے کارساز قرار دے رکھے ہیں سو (اگر کارساز بنانا ہے تو) اللہ ہی کارساز (بنانے کا مستحق) ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے (تو کارساز بنانے کے لائق وہی ہوا جس کی قدرت ہر چیز پر عموماً اور احیاء موتی پر خصوصاً ثابت ہے اس قدرت خاصہ کا اس لئے بیان کیا کہ اس وقت اوروں کی قدرت جواب ہماتے نام ہے وہ بھی بے نام و نشان ہو جاوے گی تو ظہور قدرت کا اتم ہوگا ربط اوپر مضامین ثلثہ میں جو توحید کا مضمون تھا آگے بھی اسی کی تقویت وتاکید ہے۔

وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبِّي عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

اور جس جس بات میں تم اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے یہ اللہ میرا رب ہے میں اسی پر توکل رکھتا ہوں اور

وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝ فَاطِرُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَمِنَ

اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے

الْأَنْعَامِ أَزْوَاجًا ۖ يَذْرَؤُكُمْ فِيهِ ۚ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۖ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

اور مواشی کے جوڑے بنائے اس کے ذریعے سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ

دیکھنے والا ہے۔ اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور کم دیتا ہے بے شک وہ ہر چیز

شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

کا پورا جاننے والا ہے

تفسیر :- اور (آپ ان لوگوں سے جو کہ توحید میں آپ سے اختلاف کرتے ہیں کہئے کہ) جس جس بات میں تم (اہل حق کے ساتھ) اختلاف کرتے ہو (مثل توحید وغیرہ) اس (سب) کا فیصلہ اللہ ہی کے سپرد ہے (دنیا میں دلیل صحیح سے اور آخرت میں فریق فی الجنۃ وفریق فی السعیر سے) یہ اللہ (جس کی یہ شان ہے) میرا رب ہے میں (ان اختلافات کے آثار یعنی تمہارے قصد اضرار وغیرہ کے بارے میں) اسی پر توکل رکھتا ہوں اور (تمام امور دنیا و دین میں) اس کی طرف رجوع کرتا ہوں (لہٰذا ان مضرتوں سے ڈرتا ہوں اور نہ توحید میں جس کو کہ اس نے حق کہہ دیا ہے کوئی شبہ کرتا ہوں اس سے مضمون توحید خوب مؤکد ہو گیا آگے اور صفات کمال کے بیان سے اس کی تاکید کی جاتی ہے یعنی) وہ آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے (اور تمہارا بھی پیدا کرنے والا ہے چنانچہ) اس نے تمہارے لئے تمہاری جنس کے جوڑے بنائے اور (اسی طرح) مواشی کے جوڑے بنائے (اور) اس (جوڑے ملانے) کے ذریعہ سے تمہاری نسل چلاتا رہتا ہے (وہ ایسا کامل الذات والصفات ہے کہ) کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے (بخلاف دوسروں کے کہ کسی بات کو سن دیکھ لیا اور کسی کو نہ دیکھا سنا پس اس میں بھی کوئی اس کے مثل نہیں) اسی کے اختیار میں ہیں کنجیاں آسمانوں کی اور زمین کی (یعنی متصرف وہی ہے جس میں ایک تصرف یہ ہے کہ) جس کو چاہے زیادہ روزی دیتا ہے اور (جس کو چاہے) کم دیتا ہے بیشک وہ ہر چیز کا پورا جاننے والا ہے (کہ کس کے لئے کیا مصلحت ہے) ربط اور محکمہ الی اللہ جو کہ حکم فی الدنیا وحکم فی الآخرۃ کو عام ہے توحید کی تاکید تھی آگے اس عام کی ایک فرد یعنی حکم فی الدنیا کی تفصیل و تاکید ہے، اور اس سے تاکید مضمون رسالت کی بھی ہو گئی جس کا مضامین ثلثہ میں اوپر ذکر تھا۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے

وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ ۖ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ ۚ

ذریعے سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا

كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ ۚ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي

مشرکین کو وہ بات بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلا رہے ہیں، اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے

اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝ وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا

شخص رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے۔ اور وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس علم پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد اضدی سے

بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَ

باہم متفرق ہو گئے اور اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک ایک بات پہلے قرار نہ پا چکی تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ۝ فَلِذٰلِكَ

اور جن لوگوں کو ان کے بعد کتاب دی گئی ہے وہ اس کی طرف سے ایسے شک میں پڑے ہیں جس نے تردد میں ڈال رکھا ہے سو

فَادْعُ ۚ وَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَاۗءَهُمْ ۚ وَقُلْ اٰمَنْتُ بِمَآ اَنْزَلَ

آپ اسی طرف بلاتے جایئے اور جس طرح آپکو حکم ہوا ہے مستقیم رہیئے اور ان کی خواہشوں پر نہ چلیئے۔ اور آپ کہہ دیجئے کہ اللہ نے جتنی

اللّٰهُ مِنْ كِتٰبٍ ۚ وَاُمِرْتُ لِاَعْدِلَ بَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۭ لَنَآ اَعْمَالُنَا

کتابیں نازل فرمائی ہیں میں سب پر ایمان لاتا ہوں اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ تمہارے درمیان میں عدل رکھوں اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا

وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۭ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ ۭ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۚ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ

بھی مالک ہے ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے۔ ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے

تفسیر :۔ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جس کو پہلے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو (مع ان کے اتباع کے) حکم دیا تھا (اور ان کی امم کو یہ کہا تھا) کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا (مراد اس دین سے اصول دین ہیں جو مشترک ہیں تمام شرائع میں مثل توحید و رسالت و بعث وغیرہ اور قائم رکھنا یہ کہ اس کو تبدیل مت کرنا اس کو ترک مت کرنا اور تفرق یہ کہ کسی بات پر ایمان لا دیں یا کوئی ایمان لاوے کوئی نہ لاوے حاصل یہ کہ توحید وغیرہ دین قدیم ہے کہ اول سے اس وقت تک تمام شرائع اس میں متفق رہی ہیں اور اسی کے ضمن میں نبوت کی بھی تائید ہو گئی پس چاہیے تھا کہ اس کے قبول کرنے میں لوگوں کو ذرا پس و پیش نہ ہوتا مگر پھر بھی) مشرکین کو وہ بات (یعنی توحید) بڑی گراں گزرتی ہے جس کی طرف آپ ان کو بلاتے ہیں (اور اسی کے ساتھ یہ بھی ہے کہ) اللہ اپنی طرف جس کو چاہے کھینچ لیتا ہے (یعنی دین حق قبول کرنے کی توفیق دیدیتا ہے) اور جو شخص (خدا کی طرف) رجوع کرے اس کو اپنے تک رسائی دیدیتا ہے (مشیت کے بعد اجتبار ہوتا ہے اور اجتبار یعنی توفیق ایمان کے بعد اگر انابت و اطاعت ہو تو اس پر قرب الٰہی و ثواب غیر متناہی مرتب ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ مشرکین متصف بالاباء ہیں اور مومنین متصف بالاجتبار و الاستماعین) اور (بعض) جرائم سابقہ کو حکم تھا کہ اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ تو بہت لوگ اس پر قائم نہ رہے اور متفرق ہو گئے لیکن اس کا سبب کوئی التباس و اشتباہ نہ تھا کہ احتمال معذوری کا ہو سکے) وہ لوگ بعد اس کے کہ ان کے پاس (یعنی ان کے اسلاف و اذہان تک) علم (صحیح) پہنچ چکا تھا محض آپس کی ضد اضدی سے باہم متفرق ہو گئے (اس طرح کہ اول طلب مال و دولت اور طلب جاہ و ریاست سے اغراض مختلف ہوئیں پھر فرقے بن گئے ایسے وقت میں دین کو بھی آڑ دوسرے کی تنقیص و تعصیب کی بنا یا کرتے ہیں سو شدہ شدہ مسلک و مذہب مختلف ہو جاتا ہے پھر فروع سے اصول میں جا پہنچے ہیں) اور (یہ لوگ اس جرم عظیم میں کہ حق کو سمجھ کر مختلف ہوئے ایسے عذاب شدید کے مستحق ہو گئے تھے کہ) اگر آپ کے پروردگار کی طرف سے ایک وقت معین تک (کے لئے مہلت دینے کی) ایک بات پہلے قرار نہ پا چکتی (کہ ان کا عذاب

موعود آخرت میں ہوگا) تو (دنیا ہی میں) ان (کے اختلافات) کا فیصلہ ہوچکا ہوتا (یعنی عذاب سے استیصال کر دیا جاتا اور گو امم سابقہ پر عذاب آیا لیکن غیر مومنین پر آیا مومنین میں سے جنہوں نے تفرق کیا ببرکت التزام ایمان کے ان پر نہیں آیا یا اگر کسی پر ثابت ہو جاوے تو سب پر نہیں آیا اس تقدیر پر یہ معنی ہوں گے کہ جن بعض پر نہیں آیا اس کی وجہ عدم مقتضی کا نہیں بلکہ اس کی وجہ مانع یعنی امہال سے اجل مسمی کا وجود ہے۔ یہ تو قصہ امم سابقہ کا ہوا) اور جن لوگوں کو (ان امم سابقہ) کے بعد کتاب دی گئی ہے (مراد اس سے مشرکین عہد نبوی کے ہیں کہ آپ کے ذریعہ سے ان کو قرآن پہنچا) وہ (لوگ) اس (کتاب) کی طرف سے ایسے (قوی) شک میں پڑے ہیں جس نے (ان کو) تردد میں ڈال رکھا ہے (مطلب یہ کہ جیسے امم سابقہ میں سے بعض نے جیسے انکار کیا تھا اسی طرح اب ان کی نوبت آئی) سو آپ اسی کے انکار سے دل شکستہ نہ ہوجیے بلکہ جس طرف آپ ان کو پہلے سے بلا رہے ہیں جس کا ذکر اس آیت میں ہے کبر علی المشرکین ما تدعوھم الیہ یعنی توحید) اسی طرف (ان کو برابر) بلاتے جایئے اور جس طرح آپ کو حکم ہوا ہے (کہ فلذلک فادع الخ) مستقیم رہئے اور ان کی (فاسد) خواہشوں پر نہ چلیے (یعنی وہ مخالفت کر کے یہ چاہتے ہیں کہ ہم کہنا چھوڑ دیں تو آپ چھوڑیئے نہیں) اور آپ کہہ دیجئے (کہ میں جس بات کی طرف تم کو بلاتا ہوں میں خود بھی اس پر عامل ہوں چنانچہ) اللہ نے جتنی کتابیں نازل فرمائی ہیں (جن میں قرآن بھی داخل ہے) میں سب پر ایمان لاتا ہوں (جن کے مضامین متفق علیہا میں سے توحید بھی ہے) اور مجھ کو یہ (بھی) حکم ہوا ہے کہ (اپنے اور) تمہارے درمیان میں عدل (وانصاف) رکھوں (یعنی جس چیز کو تم پر واجب و لازم کہوں اپنے اوپر بھی اس کو لازم رکھوں یہ نہیں کہ تم کو کلفت میں ڈالوں اور خود آزاد رہوں ایسے مضامین و معاملہ سے سلیم الطبع کو رغبت اتباع کی ہوتی ہے اور اس پر بھی اگر نرم نہ ہوں تو اخیر بات یہ ہے کہ) اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے (یعنی وہ سب کا حاکم ہے اور) ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے ہماری تمہاری کچھ بحث نہیں (اللہ جو سب کا مالک ہے قیامت میں) ہم سب کو جمع کرے گا اور (اس میں شک ہی نہیں کہ) اسی کے پاس جانا ہے (وہ سب کا فیصلہ اعمال کے موافق کر دے گا۔ اس وقت تم سے بحث فضول ہے ہاں تبلیغ کئے جاویں گے) (ربط اوپر اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر میں اور نیز اس سے اوپر مضامین ثلثہ میں بعث وجزا کا ذکر تھا آگے اسی کے متعلق مضمون ہے جس میں منکرین توحید کی تعذیب کی بھی خبر دی گئی ہے پس اس کو مضمون توحید سے بھی تعلق ہوا اور جس میں بضمن انزل الکتاب بالحق کے ذکر رسالت سے بھی ارتباط ہوگیا۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ

اور جو لوگ (اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے

رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۝ اَللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ

نزدیک باطل ہے اور ان پر غضب ہے اور ان کے لئے سخت عذاب ہے اللہ ہی ہے جس نے کتاب کو اور

بِالْحَقِّ وَالْمِيْزَانَ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ قَرِيْبٌ ۝ يَسْتَعْجِلُ بِهَا

انصاف کو نازل فرمایا اور آپ کو کیا خبر عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو جو لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا

اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں وہ اس سے ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ

الْحَقُّ ۭ اَلَآ اِنَّ الَّذِيْنَ يُمَارُوْنَ فِي السَّاعَةِ لَفِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝

برحق ہے یاد رکھو کہ جو لوگ قیامت کے بارہ میں جھگڑتے ہیں بڑی دور کی گمراہی میں ہیں

تفسیر:- اور جو لوگ اللہ تعالیٰ (کے دین) کے بارہ میں (مسلمانوں سے) جھگڑے نکالتے ہیں بعد اس کے کہ وہ مان لیا گیا (یعنی بعد اس کے کہ بہت سے آدمی عقیل و فہیم مسلمان ہو کر اس کو مان چکے جس سے حجت اور زیادہ ظاہر ہو گئی اور ظاہر ہے کہ بعد زیادت ظہور حجت کے انکار و مجادلہ اور زیادہ مذموم ہے سو) ان لوگوں کی حجت ان کے رب کے نزدیک (پہنچ کر ظاہر ہو جاوے گا کہ) باطل ہے اور ان پر (خدا کی طرف سے) غضب (واقع ہونے والا) ہے اور ان کے لئے (قیامت کو) سخت عذاب (ہونے والا) ہے (اور اس سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ اللہ کو اور اس کے دین کو مانے اور اس کو ماننا یہ ہے کہ کتاب اللہ کو جو کہ جامع و مشتمل ہے حقوق اللہ و حقوق العباد کو سچ اور واجب العمل جانو کیونکہ) اللہ ہی ہے جس نے (اس) کتاب (یعنی قرآن) کو اور (اس میں جو بالخصوص حکم ہے) انصاف (کا اس کو) نازل فرمایا (جب وہ کتاب اللہ کی ہے تو اللہ کو ماننا بدون اس کے مانے ہوئے متحقق نہیں اور بدون اللہ کے مانے ہوئے عذاب و غضب سے نجات نہیں پس نجات موقوف ہوئی قرآن کے ماننے پر پس جیسا منکر (اسلام خدا کو زعم خود ماننے تھے وہ نجات کے لئے کافی نہیں) اور یہ لوگ جو ان واقعات قیامت کو سنکر آپ سے قیامت کی تعیین پوچھتے ہیں تو) آپ کو (اس کی) کیا خبر (لیکن نہ جاننے سے اس کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ اس کا وقوع بدلائل ثابت ہے اور تعیین وقت کی نسبت اتنا اجمالاً سب کو سمجھ لینا کافی ہے کہ) عجب نہیں کہ قیامت قریب ہو (مگر یہ لوگ اس کا یقین نہیں رکھتے رہ باوجود یقین نہ ہونے کے احتمال قرب سے بھی نہیں ڈرتے بلکہ بطور استہزاء و انکار کے) اس کا تقاضا کرتے ہیں اور جو لوگ یقین رکھنے والے ہیں) وہ اس سے (یعنی اس کے آنے سے) ڈرتے ہیں اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ برحق ہے یاد رکھو کہ (ان دونوں قسم کے لوگوں میں سے قسم اول کے لوگ یعنی) جو لوگ قیامت کے (منکر ہیں اور اس کے) بارہ میں جھگڑتے ہیں بڑی دور (دراز) کی گمراہی میں (مبتلا) ہیں ف مشفقون منہا میں جس خوف کا اثبات ہے وہ خوف اعتقادی ہے کہ دوام کے اعتقاد سے پیدا ہوا ہے ایک اعتقاد وقوع قیامت کا دوسرا اعتقاد اپنے اعمال کے محتمل الرد ہونے کا پس اگر کسی کو (بوجہ غلبہ حال) کے اشتیاق موت یا قیامت کا عارض ہو جاوے تو وہ شوق طبعی و اضطراری اس خوف اعتقادی و اختیاری کے منافی نہیں اسی طرح قبر میں بعض مردہ کا یہ کہنا رب اقم الساعۃ محل اشکال نہیں کیونکہ وہاں یقینی بشارتیں زوال خوف کی سنکر احتمال رد اعمال کا نہیں رہتا پس یہ اشتیاق دنیا میں ہے اور حیثیت اس کی امر عقلی ہے خوب سمجھ لو اور لعل الساعۃ قریب کی تقریر سورہ احزاب کے ختم سے ذرا پہلے آیت یسئلک الناس الخ کی تفسیر میں لکھدی ہے اور کتاب اللہ میں ہر چند کہ حقوق العباد معہ بالمیزان بھی داخل ہیں مگر صد الانام اہتمام شان کے لئے و نیز شاید اس لئے ہے کہ اس کی تصدیق کی زیادہ رغبت ہو کہ اس کتاب کے ماننے سے ہمارے مصالح دنیویہ کی بھی حفاظت رہے گی ربط اوپر مجادلین فی الساعۃ کے ضلال کا ذکر تھا آگے ان کے اس جدال و انکار کی علت یعنی اغترار بالدنیا اور اس اغترار کا جواب اور اس اغترار کی مذمت اور اس کے مقابل یعنی طلب آخرت کی ترغیب ارشاد فرماتے ہیں۔

اَللّٰهُ لَطِيفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ مَنْ كَانَ

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہے جس کو چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہ قوت والا زبردست ہے جو شخص آخرت کی

يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا

کھیتی کا طالب ہو ہم اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم اس کو کچھ دنیا دیدیں گے

وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيبٍ ۝

اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں

تفسیر:- (اور یہ منکر لوگ جو دنیا کی ناز و نعمت پر پھولے ہیں اور اس میں منہمک ہو کر آخرت کو بھولے ہیں اور انکا اس ناز و

نعمت سے استدلال کرتے ہیں کہ ہمارا مسلک اگر خلاف رضا و حق ہوتا تو ہم کو یہ عیش و کامرانی کیوں دیتے سو یہ ان کی حماقت
ہے کیونکہ یہ دلیل رضا نہیں بلکہ اس کی وجہ تو یہ ہے کہ) اللہ تعالیٰ (دنیا میں) اپنے بندوں پر (عام طور سے) مہربان ہے
(اور اسی رحمت عامہ دنیویہ سے سب کو روزی دیتا ہے گو حسب مصلحت اس میں کمی بیشی بھی ہوتی ہے کہ) جس کو (جس قدر
چاہتا ہے روزی دیتا ہے (کقولہ تعالیٰ عجلنا له فيها ما نشاء مگر نفس روزی سب مرزوقین میں مشترک ہے) اور
(اس لطف فی الدنیا سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کا مسلک حق ہو اور آخرت میں بھی ان پر لطف ہو اور عذاب نہ ہو بلکہ
وہاں بوجہ تمسک بالباطل کے معذب ہوں گے اور ان کو عذاب دینا کوئی امر مستبعد نہیں کیونکہ) وہ قوت والا (اور) زبردست
ہے (اس کو سب قدرت ہے وہ اکیلا ان سب کو سزا دے سکتا ہے غرض ان کی تمام تر خرابی کی وجہ اغترار بالدنیا
ہے سو لوگوں کو اس پر مغرور نہ ہونا چاہئے بلکہ آخرت کو طلب کریں اور سن لیں کہ) جو شخص آخرت کی کھیتی کا طالب ہو (وہ ثمرہ
ہے اعمال کا اسی لئے اس کو کھیتی کہہ دیا کہ وہ ثمرہ ہوتا ہے تخم کا مطلب یہ کہ آخرت کے لئے اسے ثواب عمل کرے) ہم
اس کو اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے (یعنی اعمال پر اس کو ثواب دیں گے اور اس ثواب کو مضاعف کریں گے کقولہ تعالیٰ
من جاء بالحسنة فله عشر امثالها) اور جو دنیا کی کھیتی کا طالب ہو (یعنی تدبیر و سعی سے غرض اس کی متاع
دنیا ہو اور آخرت کے لئے کچھ سعی نہ کرے حتیٰ کہ ایمان بھی نہ لاوے) تو ہم اس کو کچھ دنیا (اگر چاہیں) دیدیں گے (لقولہ
تعالیٰ عجلنا له فيها ما نشاء) اور آخرت میں اس کا کچھ حصہ نہیں (کیونکہ وہ مشروط ہے ایمان کے ساتھ اور وہ
مفقود ہے پس اس حالت میں طلب کے قابل آخرت ہی ہے نہ کہ دنیا کہ حسب تمنا نصیب نہیں ہوتی اور اس میں پڑ کر
آخرت سے بے بہرہ رہ جاتا ہے اور لطیف کے معنی اگر باریک بیں کے لئے جاویں تو تقریر یہ ہوگی کہ کامرانی دلیل رضا
نہیں بلکہ اس کی یہ وجہ ہے کہ حق تعالیٰ) اپنے بندوں کے خفیات امور اور دقائق مصالح سے خوب آگاہ ہیں (حسب مصلحت
جس کو چاہتے ہیں (زیادہ) روزی دیدیتے ہیں اور پس اس روزی دیدینے سے ان کا حق پر ہونا لازم نہیں آتا بلکہ یہ باطل پر ہیں
اور بوجہ تمسک بالباطل کے معذب ہوں گے الخ)۔ ربط اوپر شرع لکم الخ میں دین حق کا مشروع من اللہ ہونا جو توحید وغیرہ
امور حقہ کو شامل ہے بیان فرمایا تھا آگے دین باطل اہل شرک وکفر وغیرہ کا غیر مشروع بالدلیل الصحیح ہونا بیان فرماتے ہیں
ونیز اوپر والذین یحاجون الخ میں منکرین کا مستحق غضب و عذاب ہونا اور مومنین کا صراحۃً اشفاق اور اشارۃً موعود
بالرضا والثواب ہونا اور اس کے بعد من کان یرید الخ میں مومنین کا صراحۃً موعود بالثواب المعلوم ہونا اور منکرین مغترین
بالدنیا کا ثواب سے محروم ہونا مذکور ہوا تھا آگے بھی اس کی کسی قدر توضیح اور تفصیل ہے اور اس مجموعی مضمون کے درمیان میں
اس مضمون اور نیز دوسرے تمام مضامین وحی کی حقیت کے اثبات کے لئے قل لا اسئلکم الخ جملہ معترضہ کے واقع ہے۔

أَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْۢ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ

کیا ان کے کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی۔ اور اگر ایک

الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تَرَى الظّٰلِمِيْنَ

قول فیصل نہ ہوتا تو ان کا فیصلہ ہو چکا ہوتا اور ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا كَسَبُوْا وَهُوَ وَاقِعٌۢ بِهِمْ ۗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

کہ اپنے اعمال سے ڈر رہے ہوں گے اور وہ ان پر پڑ کر رہے گا۔ اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ

رَوْضٰتِ الْجَنّٰتِ ۚ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ

بہشتوں [illegible]

ذٰلِكَ الَّذِيْ يُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّا

یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو دے رہا ہے جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے آپ یوں کہیے

اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ؕ وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا

کہ میں تم سے اور کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے اور جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس میں اور خوبی

حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ ۝

زیادہ کر دیں گے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے

تفسیر:- (دین حق کو تو خدا نے مشروع و مقرر فرمایا ہے مگر یہ لوگ جو اس کو نہیں مانتے تو) کیا ان کے (تجویز کئے ہوئے) کچھ شریک (خدائی) ہیں جنہوں نے ان کے لئے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی خدا نے اجازت نہیں دی (مقصود استفہام انکاری سے یہ ہے کہ کوئی اس قابل نہیں کہ خدا کے خلاف اس کا مقرر کیا ہوا دین معتبر ہو سکے) اور اگر (خدا کی طرف سے) ایک قول فیصل (ٹھہرا ہوا) نہ ہوتا (یہ کہ اصل عذاب ان پر بعد مرگ ہوگا) تو (دنیا ہی میں) ان کا (عملی) فیصلہ ہو چکا ہوتا اور (آخرت میں) ان ظالموں کو ضرور دردناک عذاب ہوگا (اس روز) آپ ان ظالموں کو دیکھیں گے کہ اپنے اعمال (کے وبال) سے ڈر رہے ہوں گے اور (وہ وبال) ان پر (ضرور) پڑ کر رہے گا یہ تو منکرین کا حال ہوگا) اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (رہیں گے) وہ بہشتوں کے باغوں میں (داخل) ہوں گے (بہشت کو جمع اس لئے لائے کہ بہشت کے مختلف طبقات اور درجات ہیں ہر طبقہ ایک بہشت ہے اور ہر طبقہ میں متعدد باغات ہیں اپنے اپنے رتبہ کے موافق کوئی کہیں ہوگا کوئی کہیں ہوگا) وہ جس چیز کو چاہیں ان کے رب کے پاس ان کو ملے گی یہی بڑا انعام ہے (نہ وہ جو دنیا میں عیش و عشرت موجود ہے) یہی ہے جس کی بشارت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو دے رہا ہے، جو ایمان لائے اور اچھے عمل کئے (اور چونکہ کفار پورا مضمون سننے سے پہلے ہی تکذیب کرنے کے خوگر تھے اس لئے اس مضمون بشارت کی تعمیم سے پہلے ہی ایک جملہ معترضہ میں منکرین کی مبادرت الی التکذیب کے رد کرنے کے لئے ان کو ایک دلگداز مضمون سنانے کا آپ کو حکم فرماتے ہیں یعنی) آپ (ان سے) یوں کہیے کہ میں (تمہارے مخاطبات میں) تم سے اور کچھ مطلب نہیں چاہتا بجز رشتہ داری کی محبت کے (یعنی اتنا چاہتا ہوں کہ میرے تمہارے جو تعلقات رشتہ داری کے ہیں جو کہ تمام قریش میں بلکہ تمام عرب میں پھیلے ہوئے تھے دور یا نزدیک جیسا برادری میں ہوا کرتا ہے ان کے حقوق کا تو خیال رکھو کہ رشتہ داری کا یہی حق ہے کہ تم منہ نہ کھولا تھا کہ باندھنے شروع کیا۔ کیا اس کا یہ حق نہیں کہ مجھ سے عداوت میں جلدی نہ کرو بلکہ سادہ دل سے سہولت و اطمینان کے ساتھ میری پوری بات سن لو اور اس کو میزان عقل و دلیل صحیح سے جانچو اگر معقول ہو تو قبول کر لو اگر کچھ شبہ ہو صاف کر لو اور بفرض محال باطل ہو تو مجھ کو سمجھا دو، راہ پہ لے آؤ، غرض جو بات ہو خیر خواہی سے ہو یہ نہیں کہ فوراً ہی بھڑک اٹھو بلکہ سمجھ جانے پر بھی خلاف سے باز نہ آؤ اور اس سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ مودۃ فی القربیٰ کے بعد ایمان مطلوب نہیں اصل یہ ہے کہ یہ ایمان ہی کا تدریج و لطافت کے ساتھ طریقہ موصلہ بتلایا ہے) اور (آگے تتمہ ہے بشارت مذکورہ کا یعنی) جو شخص کوئی نیکی کرے گا ہم اس (نیکی) میں اور خوبی زیادہ کر دیں گے (یعنی اس خوبی کا مقتضائے نفس جس قدر ثواب ہے ہم اس سے زیادہ ثواب دیں گے) بیشک اللہ (مطیعین کے گناہوں کا) بڑا بخشنے والا (اور ان کی نیکیوں کا) بڑا قدر دان (اور ثواب عطا کرنے والا) ہے

ربط:- اوپر شروع سورت میں منجملہ مضامین ثلٰثہ کے وحی و رسالت کی حقانیت مذکور ہوئی تھی پھر شرع لکم میں توحید کے ساتھ اس کی بھی تائید ہوئی تھی پھر نزل الکتاب میں ضمناً پھر اس طرف تعریض تھی آگے پھر اس کی طرف عود ہے۔

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ فَإِن يَشَإِ اللَّهُ يَخْتِمْ عَلَىٰ قَلْبِكَ ۗ وَيَمْحُ اللَّهُ

کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے سو خدا اگر چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے اور

الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اللہ تعالیٰ باطل کو مٹایا کرتا ہے اور حق کو اپنے احکام سے ثابت کیا کرتا ہے وہ دلوں کی باتیں جانتا ہے۔

تفسیر: کیا یہ لوگ (آپ کی نسبت نعوذ باللہ) یوں کہتے ہیں کہ انہوں نے خدا پر جھوٹ بہتان باندھ رکھا ہے (کہ نبوت اور وحی کا غلط دعویٰ کیا ہے سو ان کا یہ قول تو واقع کے خلاف ہے جس کی تقریر یہ ہے مقدمہ اول کسی کے ہاتھ پر خارق کا صدور یا عدم صدور فی نفسہ دونوں احتمال اور دونوں تحت القدرۃ الالٰہیہ میں برابر ساوی ہیں مقدمہ خلق کو التباس سے بچانے کے لئے عادت الٰہیہ میں برابر ساوی ہیں مقدمہ دوم خلق کو التباس سے بچانے کے لئے عادت الٰہیہ دائمہ ثابت بالنقل یہ ہے کہ نبوت کے مدعی صادق کے ہاتھ پر صدور خوارق کو ترجیح دی جاتی ہے اور کاذب کے ہاتھ پر عدم صدور کو ترجیح دی جاتی ہے اور کاذب کے ہاتھ پر عدم صدور کو ترجیح دی جاتی ہے پس کذب مستلزم عدم صدور کو ہے مقدمہ سوم انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی مقدمہ چہارم آپ کی زبان فیض ترجمان سے کلام خارق معجز النظام کا صدور ہو رہا ہے تو لازم منتفی ہوا پس ملزوم یعنی کذب بھی منتفی ہوا اور اس سے آپ کا صدق اور ان لوگوں کا کذب ثابت ہوگیا وھو المطلوب چنانچہ ارشاد ہے کہ) خدا (کو یہ قدرت حاصل ہے کہ) اگر (وہ) چاہے تو آپ کے دل پر بند لگا دے (اور یہ کلام آپ کے قلب میں نہ حادث ہونا باقی رہے بلکہ سلب ہو جاوے اور آپ بالکل بھول جاویں کقولہ تعالیٰ ولئن شئنا لنذھبن بالذی اوحینا الیک اور اس صورت میں ظاہر ہے کہ زبان سے صدور ہو ہی نہیں سکتا حاصل یہ کہ خدا کو قدرت پہلے بھی حاصل تھی اور اب بھی حاصل ہے کہ اس خارق کا صدور نہ ہونے دیں یہ مقدمہ اول) اور اللہ تعالیٰ (کی یہ عادت ہے کہ وہ نبوت کے) باطل (دعوی) کو مٹایا کرتا ہے (چلنے نہیں دیتا یعنی اس کے ہاتھ سے صدور خوارق نہیں ہوتا) اور (نبوت کے) حق (دعویٰ) کو اپنے احکام (تنزیلیہ یا تکوینیہ) سے ثابت (اور غالب) کیا کرتا ہے (یہ مقدمہ دوم اور مقدمہ سوم بدیہی اور چہارم مشاہد ہے پس آپ صادق اور وہ کاذب ہیں اور چونکہ) وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) دلوں (تک) کی باتیں جانتا ہے (چہ جائیکہ زبان کے اقوال اور جوارح کے افعال پس اللہ تعالیٰ کو ان لوگوں کے عقائد و اقوال و اعمال سب کی اطلاع ہے ان سب پر خوب سزا دے گا) ربط اوپر کئی جگہ کہیں ضمناً کہیں قصداً منکرین پر تشنیع و تقریع کی گئی ہے چونکہ مقصود اس تقریع سے یہ ہے کہ کفر و شرک سے توبہ کریں اور ایمان لے آویں اس لئے آگے توبہ کی برکت اور ایمان کی فضیلت مذکور ہے اور ختم پر ان لوگوں کے لئے وعید بھی فرما دی جو توبہ نہ کریں اور کفر و شرک پر مصر رہیں۔

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ

اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہ تمام گناہ معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس کو جانتا ہے

مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم

اور ان لوگوں کی عبادت قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے اور ان کو اپنے فضل

مِّن فَضْلِهِ ۚ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ وَلَوْ بَسَطَ اللَّهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهِ

سے اور زیادہ دیتا ہے اور جو لوگ کفر کر رہے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے

لَبَغَوْا فِي الْأَرْضِ وَلَٰكِنْ يُنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ بِعِبَادِهِ خَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝

لئے روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں شرارت کرنے لگتے لیکن جتنا رزق چاہتا ہے اندازے سے اتارتا ہے وہ اپنے بندوں کو جانتا

وَهُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِن بَعْدِ مَا قَنَطُوا وَيَنشُرُ رَحْمَتَهُ ۚ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيدُ ۝

اور دیکھنے والا ہے۔ اور وہ ایسا ہے جو لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت پھیلا دیتا ہے اور وہ کارساز قابل حمد ہے

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيهِمَا مِن دَابَّةٍ ۚ وَهُوَ

اور منجملہ اس کی نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں اور

عَلَىٰ جَمْعِهِمْ إِذَا يَشَاءُ قَدِيرٌ ۝ وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ

وہ ان کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ چاہے قادر ہے اور تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں

أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۝ وَمَا أَنتُم بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ ۖ وَمَا لَكُم

سے اور بہت سے تو درگذر ہی کر دیتا ہے اور تم زمین میں ہرا نہیں سکتے اور خدا کے سوا تمہارا

مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝ وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ

کوئی بھی مددگار نہیں اور منجملہ اس کی نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں

كَالْأَعْلَامِ ۝ إِن يَشَأْ يُسْكِنِ الرِّيحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلَىٰ ظَهْرِهِ ۚ إِنَّ

جیسے پہاڑ اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھیرا دے تو وہ سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جائیں بے شک

فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝ أَوْ يُوبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوا وَيَعْفُ

اس میں نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر کے لئے یا ان جہازوں کو ان کے اعمال کے سبب تباہ کر دے

عَن كَثِيرٍ ۝ وَيَعْلَمَ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِنَا مَا لَهُم مِّن مَّحِيصٍ ۝

اور بہت سے آدمیوں سے درگذر کر جاوے اور ان لوگوں کو جو ہماری آیتوں میں جھگڑے نکالتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ ان کیلئے کہیں بچاؤ نہیں

تفسیر۔ وھو الذی سے عذاب شدید تک۔ اور وہ ایسا رحیم ہے کہ اپنے بندوں کی توبہ (بشرط اخلاص) قبول کرتا ہے (پس اگر کوئی کافر کفر سے توبہ کرلے اور اسلام لے آوے تو ہم اس کا ایمان قبول کرلیں گے) اور وہ (اس توبہ کی برکت سے) تمام گناہ (گذشتہ) معاف فرما دیتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس (سب) کو جانتا ہے (پس اس کو یہ بھی خبر ہے کہ توبہ خالص کی ہے یا غیر خالص کی ہے تو تم کو خالص توبہ کرنی چاہیئے) اور (جب کفر سے توبہ کرکے مسلمان ہو گیا تو اس کی عبادتیں جو پہلے مقبول نہ ہوتی تھیں اب مقبول ہونے لگیں گی کیونکہ اللہ تعالیٰ) ان لوگوں کی عبادت (بشرط عدم ریاء) قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کئے (وہ عبادتیں بھی نیک عمل ہیں قبول کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب دیتا ہے) اور (علاوہ اس ثواب کے جو بدلیل شرعی فی نفسہ مقتضا اس عمل کا ہے) ان کو اپنے فضل سے اور زیادہ (ثواب) دیتا ہے (یہ تو ایمان والوں کے لئے ہوا) اور جو لوگ کفر (پر اصرار) کر رہے ہیں (اور ایمان

انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء

نہیں لاتے) ان کے لئے سخت عذاب (مقرر) ہے ربط اوپر شروع سورت میں توحید کا مضمون تھا پھر آیات متعددہ میں اس کی تاکید اور اس کی دلیل کی تائید تھی آگے اپنے صفات وافعال کے بیان سے پھر اسی کی زیادہ تفصیل ہے۔

تفسیر:- وَلَوْ بَسَطَ سے مِنْ مَّحِيصٍ تک۔ اور (اللہ تعالیٰ کی صفت حکمت کے آثار میں سے یہ ہے کہ اس نے سب آدمیوں کو زیادہ مال نہیں دیا کیونکہ) اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کے لئے (حالت موجودہ میں جیسے کہ عام طور پر ان کے طبائع ہیں) روزی فراخ کر دیتا تو وہ دنیا میں (بالعموم) شرارت کرنے لگتے (کیونکہ عام طبائع کے اعتبار سے زیادہ وجہ دبے رہنے کی احتیاج ہے اغنیاء کو فقراء سے کام میں مدد لینے کی احتیاج اسی لئے جب مزدور اتفاق کر لیتے ہیں تو آخر بڑے بڑے کارخانوں کو ان سے مغلوب ہونا پڑتا ہے۔ اور فقراء کو اغنیاء سے پیسہ لینے کی احتیاج اور ظاہر ہے کہ اگر غنا عام ہو جائے زوال کی احتیاج تو کسی کو کسی سے باقی نہ رہے اور کام کسی کا کوئی کرے نہیں تو جانبین سے احتیاج جاتی رہے پھر کون کسی سے دبے اور اغراض میں اشتراک پھر بھی اسی لئے باقی رہے کہ ہر چیز ہر ایک کے پاس نہیں ہوا کرتی اور رغبت ہر چیز میں محتمل ہے مثلاً اس حالت میں کسی کا گھوڑا کسی کو پسند آگیا کسی کی عورت کسی کو پسند آگئی اور وہ ایک ہی ہے اور طالب دو ہیں ضرور ان میں تزاحم ہوگا ایک دوسرے سے غصب پر آمادہ ہوگا اور بوجہ عدم فقر کے کوئی کسی کی اعانت و حفاظت نہ کرے گا وہ خود ہی آپس میں لڑیں مریں گے اسی طرح ہر شخص کے پاس بلزوم عادی کوئی نہ کوئی چیز ایسی ضرور ہوگی جس میں دوسرے کو رغبت ہو اور یہی قصہ ہر ہر شخص میں پیدا ہوگا تو بغی کا علم ہونا ظاہر ہے اور یہ علت بسط عام کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ اگر فقر عام ہو جاوے تو چونکہ کسی کے پاس کوئی چیز نہ ہوگی اس لئے دوسرے کی رغبت کا احتمال ہی نہیں جو علت تھی بغی کی اور اگر شاذ و نادر کوئی چیز کسی کے پاس دوسرے کی رغبت کے لائق ہوئی بھی تو بہت کم ہوگی پس بغی بھی کم ہوگا بہرحال یا تو نفس بغی نہ ہوگا گو دوسری مضرتیں لاحق ہو جاویں مثلاً سب بجائے خود ہلاک ہو جاویں اور یہی حکمت ہے فقر کے عام نہ ہونے میں لیکن جس ضرر کا یہاں بیان ہے وہ مخصوص ہے بسط عام کے ساتھ اور ہر چند کہ انجام بغی عام کا بھی ہلاکت ہی معلوم ہوتا ہے لیکن مر جانا مارے جانے سے اسلم ہے اس لئے یہ ضرر اس ضرر سے اشد ہے اور عجب نہیں کہ اسی واسطے یہاں بسط عام نہ ہونے کی حکمت بالخصوص بیان فرمائی گئی ہو اور فقر عام نہ ہونے کی حکمت سے تعرض نہ کیا گیا ہو غرض مضرت مذکورہ بالا کی وجہ سے غنا کو عام نہیں کیا) لیکن (یہ بھی نہیں کیا کہ بالکل ہی کسی کو کچھ نہ دیا ہو بلکہ) جتنا رزق چاہتا ہے اندازِ (مناسب) سے (ہر ایک کے لئے) اتارتا ہے (کیونکہ) وہ اپنے بندوں (کے مصالح) کو جاننے والا (اور ان کا حال) دیکھنے والا ہے (اس سے علاوہ حکیم ہونے کی خبیر و بصیر دو صفتیں اور ثابت ہوئیں) اور وہ (ایسا رحیم) ہے جو (بعضا اوقات) لوگوں کے ناامید ہو جانے کے بعد مینہ برساتا ہے اور اپنی رحمت (کے آثار عام میں) پھیلاتا ہے (مراد آثار سے نباتات اور ثمرات ہیں) اور وہ (سب کا) کارساز (اور اس کارسازی پر) قابل حمد (و ثنا) ہے (پس اوپر کی تین صفات کے ساتھ تین صفتیں اور ثابت ہوئیں رحیم۔ ولی۔ حمید) اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے پیدا کرنا ہے آسمانوں کا اور زمین کا اور ان جانداروں کا جو اس نے زمین و آسمان میں پھیلا رکھے ہیں (اس سے اوپر کی چھ صفات کے ساتھ خالق ہونا بھی ثابت ہوا) اور وہ (قیامت کے دن دوبارہ زندہ کر کے) ان (خلائق) کے جمع کر لینے پر بھی جب وہ (جمع کرنا) چاہے قادر ہے (پس اوپر کی سات صفات کے ساتھ قدیر ہونا بھی ثابت ہوا) اور (وہ منتقم اور منتقم کے ساتھ صاحب عفو بھی ہے چنانچہ) تم کو (اے گنہگارو) جو کچھ مصیبت (حقیقۃً) پہنچتی ہے تو وہ تمہارے ہی ہاتھوں کے کئے ہوئے کاموں سے (پہنچتی) ہے اور پھر بھی ہر گناہ پر نہیں بلکہ بعض بعض گناہوں پر) اور بہت (سے گناہوں) سے تو درگذر ہی کر دیتا ہے (خواہ دونوں جہان میں یا صرف دنیا میں) اور (اگر وہ سب پر مواخذہ کرنے لگے تو) تم زمین (کے کسی حصہ) میں (پناہ لے کر اس کو) ہرا نہیں سکتے اور (ایسے وقت میں) خدا کے سوا تمہارا کوئی حامی مددگار نہیں (ہو سکتا اس سے اوپر کی آٹھ صفات کے ساتھ منتقم اور عفو اور عزیز ہونا بھی ثابت ہوا) اور منجملہ اس کی (قدرت کی) نشانیوں کے جہاز ہیں سمندر میں (ایسے اونچے) جیسے پہاڑ (مراد یہ کہ ان کا سمندر میں چلنا دلیل ہے حق تعالیٰ کی صنع عجیب کی ورنہ) اگر وہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے تو وہ (ہوائی جہاز) سمندر کی سطح پر کھڑے کے کھڑے رہ جاتیں (یہ اسی کا حکم ہے کہ ہوا کو چلاتا ہے اور اس سے وہ جہاز چلتے ہیں) بے شک

تفسیر ربط لطف از افعال و صفات و دلائل توحید

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِیْنَ اِمَامًا

اے ہمارے پروردگار! ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

پیشوا

دہلی

ماہوار مذہبی اور اصلاحی رسالہ

مسئول سید عزیز حسن بقائی

فی پرچہ ۲ آنہ

ادارہ اشاعت جامع مسجد اردو بازار دہلی


کے سنگار کیلئے عجیب و غریب فیشن ایبل تحفے
دست بند - فی جوڑی دس روپے
عورتیں اپنی آرائش کیلئے زیورات کو بہت پسند کرتی ہیں چونکہ زیور ہی سے انکے حسن وجمال میں چار چاند لگ جاتے ہیں
انتہائی گراں ہے اسپیشل امیٹیشن گولڈ کے بنے ہوئے خوش وضع - خوش قطع - دلپسند - دیرپا اور
سینکڑوں روپیوں کی ضرورت معمولی رقم میں پوری ہو جاتی ہے - رنگ روپ اور دکھاوٹ میں اصلی سونے
سنار بھی ان کو دیکھ کر بغیر کسوٹی لگائے کیا مجال جو شناخت کر جائے - زیادہ دنوں استعمال کے بعد بھی رنگ
قیمت اور نمبر درج ہیں فرمائش میں ناپ اور زیور کا نمبر تحریر کیجئے فوراً مال ارسال ہو گا - قیمت کے علاوہ
پیکنگ علٰحدہ ہے - اگر آرڈر دینے والوں کی مجموعی قیمت چالیس روپے یا اس سے زائد ہو گی تمام خرچ
برغرض تجارت مال منگائیں ہیں چالیس روپے کا مال تیس روپے میں دیا جاتا ہے - تجارت کرنے والے
چیف ایجنٹ:- فرینچ ناولٹی امپوریم پوسٹ بیگ

سوزاک بند کرو

سوزاک کی بیماری جتنی تکلیف دیتی ہے اس کا مزہ کچھ مریض ہی جانتا ہے مگر تجربے نے یہ بات ثابت کردی ہے کہ جس کو یہ بیماری لگ جاتی ہے اس کو رفتہ رفتہ گٹھیا اور آتشک ہو جاتی ہے اور کچھ عرصہ بعد مریض جان دیدیتا ہے اکثر خاندانوں میں یہ مرض وراثت کے طور پر پھیلا ہوا ہے اور اکثر مریض آوارہ سرسائیٹوں کی وجہ سے اس مرض کا شکار بنے ہوئے ہیں، اور ہزاروں روپیہ برباد کرنے پر بھی آرام نہیں ہوا ہے تو

گونو

دوا کی ایک شیشی منگا کر استعمال کریں یہ دوا سوزاک کی جڑ کو اکھاڑ دیتی ہے، خون پیپ، درد اور سوزش کو پہلے دن آرام ہو جاتا ہے

قیمت فی شیشی تین روپے ہے

محصول ڈاک تیرہ آنے (۱۳؍) الگ ہے

ہر سال ایک بچہ

اگر کسی عورت کے ہر سال بچہ ہونے لگے تو بتائیے کہ اس کی صحت کتنی جلدی خراب ہو جائے گی۔ اچھی خاصی خوبصورت عورت کے لئے ہر سال بچہ پیدا کرنا اس کی تندرستی کو برباد اور اس کی جوانی کو بہت جلد خراب کر دیتا ہے۔

برتھ کنٹرول کا طریقہ

اگر آپ سائنس کی نئی ایجاد سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں تو اس دوا کی مدد سے اولاد کی پیدائش حسب مرضی بند کر سکتے ہیں۔ اور دوا کی تاثیر سے حمل نہیں ٹھہرتا، اور جب چاہو ٹھہر سکتا ہے۔ دوا بھی بے ضرر ہے۔ عورت کی ماہواری کو باقاعدہ رکھتی ہے، ضرورت سے ایک منٹ پہلے عورت کو کھلائی جاتی ہے۔ دوا کا نام کنٹرولین ہے ایک شیشی کافی عرصہ تک کام دیتی ہے قیمت ایک شیشی کی تین روپے ہے

محصول ڈاک تیرہ آنے (۱۳؍)

اکسیری دواخانہ کلاں محل، بکس نمبر ۴۱ (پی۔ ڈی) دہلی

دوائیں جادو

اگر آپ کو فوراً ہی سستی دور کرکے طاقت

حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو

ریجوینیٹنگ آئل

استعمال کریں۔ اس کی ایک بوند ضرورت کے وقت لگائی جاتی ہے اور اپنا اثر دکھاتی ہے۔ ایک شیشی ۲۴ بار کے لئے کافی [illegible] ہے

[illegible] سات آنے [illegible] محصول ڈاک ۱۳؍

دوسری شادی

اگر آپ کو یہ فکر ہے کہ دوسری شادی کی جائے تو اس ارادے کو بدل دیجئے اور

پرکیف

دوا کی ایک شیشی منگا لیجئے ذرا سی دوا اور دس منٹ پہلے استعمال کرلیں اندرونی کیفیت میں دوشیزگی پیدا ہو جائے گی۔ ایک بار منگا کر ضرور تجربہ کریں۔ بہترین چیز ہے۔

قیمت ایک شیشی کی ایک روپیہ آٹھ آنے (۱؍۸) محصول ڈاک ۱۳؍

[illegible] دواخانہ کلاں محل، بکس نمبر ۴۱ (پی۔ ڈی) دہلی

شوہر کی تسخیر کا مجرب عمل

بدمزاج شوہر کو اپنی بیوی کے ہاتھ کا پکایا ہوا کھانا پسند نہیں آتا تھا۔ گھر میں آئے دن جنگ رہتی تھی، ناک میں دم تھا۔ آخر کار بیگم نے ہمارے یہاں سے

دہلی کا

مکمل باورچی خانہ

خرید لیا۔ اس کتاب میں اسلامی تہذیب کے گہوارہ اور مغل بادشاہوں کی پیاری نگری دلی کے رنگ برنگ کے لذیذ کھانوں کی ترکیبیں درج کی گئی ہیں۔ بیگم نے اس کتاب کی ہدایت کے مطابق کھانا پکانا شروع کیا تو بدمزاج میاں صاحب انگلیاں چاٹتے ہیں اور ہر وقت بیوی کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملاتے رہتے ہیں۔ یہ کتاب حافظ سید عزیز حسن صاحب دہلوی ایڈیٹر رسالہ پیشوا کی تالیف ہے جس کا ملک نے بڑے شوق سے خیر مقدم کیا ہے۔ اس کا نیا ایڈیشن کئی سال کے بعد شائع ہوا ہے جس میں دہلی کے دسترخوان کو اضافہ کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے لکھائی چھپائی اچھی بڑا سائز ضخامت ۲۰۰ صفحے قیمت ۳/

تعلیم خانہ داری

کتنے گھر ہیں جو بیوی کی جہالت کی وجہ سے برباد ہیں عورت چاہے تو گھر کو جنت بنا سکتی ہے اور چاہے تو دوزخ۔ بہت سے خاندانی گھرانوں کی لڑکیاں باوجود کوشش کے بھی اپنے گھر کو سلیقے سے نہیں چلا سکتیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ بیوی کو معلوم ہی نہیں کہ سلیقہ کس کو کہتے ہیں [illegible] آپ کے گھر کی حالت بدل جائے [illegible] خانہ داری [illegible] ۳۰۰ صفحے [illegible]

[illegible] رسالہ پیشوا [illegible]

دی مغل لائن لمیٹڈ

حج سروس

مغل لائن اس موسم حج میں آئندہ چلنے والے چھ جہازوں کی معلومات کا اعلان مسرت کے ساتھ کرتی ہے

ایس ایس جہانگیر	وزن ۳۵۶۶ ٹن	روانگی از کراچی	۴ اکتوبر سنہ
ایس ایس علوی	" ۳۵۶۶ "	" از بمبئی	۸ اکتوبر
ایس ایس اسلامی	" ۵۸۶۹ "	" از کراچی	۸ اکتوبر
ایس ایس اکبر	" ۴۰۴۳ "	" از کراچی	۱۴ " "
ایس ایس رضوانی	" ۵۴۴۸ "	" از کراچی	۱۸ " "
ایس ایس خسرو	" ۴۰۴۳ "	روانگی از بمبئی	۱۹ اکتوبر

کرایہ	بمبئی جدہ آمد و رفت	کراچی جدہ آمد و رفت
بشمول خوراک		
درجہ اول	۹۷۵ روپیہ	۹۵۰ روپیہ
ڈک (تیسرا درجہ)	۲۸۵ "	۲۷۵ "

ان کرایوں میں کامران کی فیس قرنطینہ جدہ کے محصول معافی اور لانچ کا کرایہ جس کا مجموعہ ۲۹ روپیہ ۱۰ آنے ۹ پائی ہوتا ہے شامل نہیں۔

عازمین حج سے درخواست ہے کہ روانگی کے لئے ان بندرگاہوں پر جائیں جن کے متعلق حج انسپکٹر اور ویلتھ رجسٹرار حکومت ہند نے ہدایت کی ہو۔

ٹکٹ روانگی کے بندرگاہوں پر کرایہ کی باقی رقم نقد میں ادا کرنے اور حج انسپکٹر جاری کردہ رجسٹریشن کارڈ پیش کرنے پر دیا جائے گا۔ زائرین کو متنبہ کیا جاتا ہے کہ جب تک ان کے پاس رجسٹریشن کا کارڈ نہ آ جائے، وہ روانگی کی بندرگاہوں پر ہرگز نہ آئیں۔

ٹرنر مارسین اینڈ کمپنی لمیٹڈ

۱۶ بنک اسٹریٹ بمبئی

طلسم سامری کے ہوش ربا واقعات اور ظلم وامریت کے سلگتے ہوئے مناظر کا مجموعہ

سُلیمانی مُہرہ

تکمیل کے آخری منازل میں ہے

ہدایت کار:- فدا شاہجہانپوری موسیقی:- اختر قریشی

مکالمے اور گانے:- سید یزدانی جالندھری

ستارے:- معراج، چندرکار، شاشتا جونیئر، ویزووالا، فتح سنگھ، فضلو، اشکر، عیدو، شاشتا پوسلے، علی، اسلم

ان کے علاوہ

اور سینکڑوں اداکار اپنی اداکاری کے بہترین نمونے پیش کر رہے ہیں

حقوق تقسیم کے لئے لکھئے:-

نیو پیرامونٹ پکچرز ۸۶ گلال واری بمبئی نمبر ۴

ڈائرکٹر: بہاپو اجمیری

تصویر کے دو رُخ

مکالمے اور گانے: سید یزدانی جالندھری

اسلامیہ دار الاشاعت دہلی کا ایک ماہوار مذہبی، اخلاقی، اصلاحی، ادبی رسالہ

مقام اشاعت: اردو بازار، جامع مسجد دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۹۲۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع

ہر قسم کی خط و کتابت میں اپنا نمبر خریداری ضرور لکھئے ورنہ شکایت کی تعمیل نہ ہوگی۔

(چندہ)

قیمت سالانہ: دو روپے

ممالک غیر سے: ۴ شلنگ

قیمت فی پرچہ: ۳؍

جلد ۲۲ | بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۴۶ء | نمبر ۱۱

شذرات

(از سید عزیز حسن نقشبندی)

گذشتہ مہینہ کا پیشوا

گذشتہ مہینہ پیشوا کی ایک کاپی ۲۵/۳۲ چھاپہ خانہ اور دفتری کی مشترکہ حماقت شامل ہونے سے رہ گئی، چھپا ہوا فرمہ پریس میں پڑا رہ گیا۔ اور مجھے علم اس وقت ہوا جبکہ پیشوا کی روانگی کو ایک ہفتہ گزر گیا۔

بہرحال وہ سابقہ فرمہ اس اشاعت میں شامل کر لیا گیا ہے قارئین کرام اس کو تفسیر کے آخری صفحات پر ملاحظہ فرمائیں، اور شوال کے پرچہ میں صفحہ ۴۲ کے بعد شامل کریں۔

گذشتہ ۱۲ سال میں یہ پہلی غلطی ہے، جو بڑھاپے اور کثرت کار کے باعث سرزد ہوئی ہے، اور میں ذاتی طور سے قصوروار نہ ہونے پر بھی نادم ہوں۔

پیشوا وقت پر

خدا کا شکر ہے، پیشوا وقت پر تو نہیں، البتہ وقت کے قریب آگیا ہے، اور اگر کوئی افتاد نہ پڑی تو انشاء اللہ ذی الحجہ کا پیشوا وقت پر شائع ہو جائے گا۔

پیشوا برقی پریس

پیشوا برقی پریس کی اسکیم کو پیشوا کے وسیع حلقے میں بہت پسند کیا گیا، متعدد حضرات کی خواہش ہے کہ پیشوا برقی پریس مشترکہ سرمایہ سے ہو، مگر سرمایہ تیس ہزار سے زیادہ ہو۔

مجھے تجویز کے اس حصہ سے اختلاف ہے کہ سرمایہ ۳۰ ہزار سے زیادہ ہو۔

لیکن اس سے اتفاق ہے کہ سرمایہ میں اضافہ کی گنجائش رکھی جائے۔ پریس پرائیویٹ لمیٹڈ ہو۔

اگر کار نفع بخش ثابت ہوتا ہے، تو یقینی طور سے اس کو ایک لاکھ روپے تک وسعت دی جا سکتی ہے۔

اس کاروبار میں نہائی قیمت کے حصے میرے ذاتی ہوں گے اور یہ پابندی ہوگی کہ ایک حصہ دار پانچ ہزار سے زیادہ نہ خرید سکیگا۔

توقع کی جاتی ہے کہ بہت جلد مفصل اسکیم قانونی مشیروں کی نظروں سے گذر کر ابتدائی مراحل طے کرے گی، اور کاغذات رجسٹری کے لئے پیش کر دیئے جائیں گے۔

خریداری حصص کے لئے صرف اطلاع دینی کافی ہے کوئی حصہ بغیر لمیٹڈ کے فروخت نہیں کیا جائے گا۔

میرے قتل کی سازش

گذشتہ جنوری ۱۹۴۶ء سے بارہا لیگی دہشت انگیزوں نے مجھ پر قاتلانہ حملے کی سعی کی۔ مگر چونکہ اجل میری زندگی کی محافظ تھی، اس لئے ہر کوشش اسلام کے حی القیوم خدا نے ناکام کر دی۔

دو مرتبہ زنانہ مکان میں رات کے آخری حصہ میں لیگی دہشت انگیز قتل کے ارادہ سے داخل ہوئے، مگر اس محافظ حقیقی نے حفاظت کی اور بزدل لیگیوں کے ارادے ناکام کر دیئے۔

کئی مرتبہ مشتبہ مسلمان نقب میں تھے، مگر اچانک غیبی امداد پہنچی اور میں بچ گیا۔

خطوط اور فون کا سلسلہ عرصہ سے جاری ہے، اور ان ہی کے ذریعہ معلوم ہوا کہ مجھے قتل کرنے کی سازش ہے، جس میں یقیناً بڑے بڑے لیگی شامل ہوں گے، جن کے پاس میرے دلائل کے مقابلے میں حسن بن صباح کے چہرے بند فدائی ہیں، اور تبرا و تہمتیں ہیں۔

میں نے خطرات کے پیش نظر قاتلوں کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے لوکل گورنمنٹ سے ریوالور کی درخواست کی، جو اس خطرناک پوزیشن میں فوراً منظور ہونی چاہیئے تھی۔ مگر چونکہ ایڈمنسٹریشن پر میں نے آزادانہ اور حریت میں سخت نکتہ چینی کی ہے، اس لئے لیگی دہشت انگیزوں کی ہمت افزائی ہو رہی ہے، مقامی حکام نہ میری حفاظت کرنی چاہتے ہیں کہ میں قاتلوں کا حملوں کے وقت بچاؤ کر سکوں، یا مقابلہ کر سکوں۔

میں ناواقف نہیں ہوں کہ مادی اسباب کی نوعیت کیا ہے، لیکن اگر یہ بے حقیقت ہوتے تو حضور تاجدار مدینہ کو مدافعت میں تلوار اٹھانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ صرف توکل کافی تھا۔

اس لئے صحیح اسلامی تعلیم کے مطابق بھروسہ تو صرف اسی وحدہٗ لاشریک ہی کی حفاظت اور اس کی غیبی نصرت فرمانے پر ہے، جس نے بطن مادر سے لے کر اس وقت تک بغیر کسی ظاہری وسیلے کے حفاظت کی ہے۔ مگر مادی وسائل کے لئے بھی اسی کے حکم کی تعمیل میں حفاظت کے لئے ریوالور کی درخواست کی گئی تھی، جو اس لئے ناکام ہوئی کہ میں مقامی حکام میں رسوخ نہیں رکھتا اور ان کے پاس سفارش نہیں پہنچا سکتا۔ ان کے خوشامدیوں میں شامل نہیں، اور اسی لئے میرے ساتھ انصاف نہیں کیا جاتا۔

تاہم اسی محافظ حقیقی کی حفاظت پر بھروسہ کر کے ظاہری اسباب کے حصول میں کوشاں ہوں۔ نتیجہ اس مولائے بے نیاز کے اختیار میں ہے، جو مختار مطلق ہے۔ اگر بے کسی کے عالم میں اولاد شمر و یزید کے ہاتھوں میری شہادت لکھی ہوئی ہے تو میں اس کا خیر مقدم کرتا ہوں، اور خاتمہ بالخیر ہونے کی دعا کرتا ہوں۔ اور پیشوا کے ہزاروں پڑھنے والوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ میرے لئے استقامت و عزیمت اور امتحان گاہ حق و صداقت کی دعا کریں۔

امتحاں ہیں مشت خاک کے

حکومت لیگ، ابن سبا کے امتی، حسن بن صبا کے فدائی کہ جبر کی دھار اور پستول کی گولی، از غدا اعدا، آتش زنی کی دھمکی مجھے حق و صداقت کے اعلان سے باز نہیں رکھ سکتی۔ مجھے ان بزدلانہ طریقوں سے کانگرس کی تائید اور لیگ کی تردید سے نہیں روکا جا سکتا۔ اور ان سخت گیریوں اور غنڈہ گردیوں، بدکلامیوں، تہمت تراشیوں نے ہی مجھے یہ یقین دلایا ہے کہ لیگ کے لیڈر ذاتی اغراض کے لئے یہ شور مچا رہے ہیں۔ ملازمتوں، وزارتوں، ٹھیکیداریوں، میمبریوں کا یہ جھگڑا ہے جس کے لئے ملک کو تباہی کے گہرے غار میں اسلام کا نام بدنام کرنے کے لئے دھکیلا جا رہا ہے، ورنہ غریب مسلمانوں کے لئے پورے چالیس سال میں لیگ کچھ نہ کر سکے۔

ان کے پروگرام میں غریب مسلمانوں کے لئے کوئی دفعہ نہیں ہے۔ لیگ نے اپنی حیات ثانیہ کے ۹ سال میں اگر غریب مسلمانوں کے لئے کچھ کیا ہے تو یہ کہ ان میں انتہائی عداوتیں پیدا کیں، ان کو بد کلامی کا عادی بنایا، اور ملک میں سخت فرقہ وارانہ فضا پیدا کر کے مسلمانوں کو انتہائی مصائب و آلام میں مبتلا کر دیا۔ پر جوش زبان، زہر فشاں قلم جو لڑائی کے وقت خود تو چوہوں کی طرح بلوں میں گھس گئے، اور غریب مسلمانوں کو وزارتوں اور ممبریوں کے لئے جہاد کا جھوٹا فریب دے کر قتل بھی کرا دیا اور مقدمات میں بھی پھنسوا دیا۔

بہرحال مجھے لیگ میں شامل کرنے کا یا لیگ کی راہ سے ہٹانے کا یہ طریقہ بہت غلط ہے۔ میں ترغیب و ترہیب کی منزلیں طے کر چکا ہوں۔ مسلمانوں کی اور ملک کے فلاح کے لئے ایمانداری سے میری ایک سوچی سمجھی راہ ہے، جس پر میں چل رہا ہوں۔ اور اس کے لئے استقامت و عزیمت کی دعا کرتا ہوں۔

اگر کچھ لوگ اس کانٹوں بھری راہ میں میرا ساتھ نہیں دے سکتے، تو میں ان پر جبر نہیں کرتا، وہ میرے شریک سفر نہ ہوں۔ میری صدائے حق کے لئے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لیں۔ میں اس سے قطعی بے نیاز ہوں کہ میرے کاموں کے متعلق انسانوں کی ایک بھیڑ اور چند باقی مسلمانوں کا ایک گلہ کیا رائے رکھتا ہے۔ مجھے نہ ان کی تحسین کی پروا ہے، اور نہ ان کی ملامت کا خوف۔ البتہ

اس پر یقین رکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ مسلمان اپنی کوتاہیوں
و غفلتوں کا اعتراف کریں گے۔ لیکن ان کی آنکھ اس وقت کھلے گی جب
ملک آزاد ہو چکے گا اور جس میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہ ہوگا۔ مسلمان قوم
ہاتھ کی تنہائی کی وادیوں میں جا پڑے گی۔ خدا کرے کہ میں اس روز یہ
دیکھنے کے لئے زندہ نہ رہوں۔ آمین۔

لیگ کا اولی الامر کون ہے؟

یادش بخیر جناب شیخ الہند، اپنی ملت شیخ الاسلام استاد
الکلام، مفسر قرآن و حدیث مولانا شبیر احمد عثمانی سے دریافت
کئے بغیر لیگ نے ڈائرکٹ ایکشن کا اعلان کیا، ان کو مجلس عمل سے
باہر رکھا، مگر لیگ نے بالکل بنی امیہ کی تقلید میں اپنے غیر اسلامی
کردار پر اسلامی لباس پہنانے کے لئے قرآن حکیم اور احادیث
نبوی کو مسخ کرنے کے لئے علماء سوء کے گروہ کو ایک تماشائی
کی حیثیت سے بلا کر ان سے اعلان شائع کرایا، جس کا ماحصل یہ ہے:

(۱) "ڈائرکٹ ایکشن اس کو کہتے ہیں جو قانون کی
پابندیوں سے بے نیاز ہو کر کیا جاتا ہے۔
جب انصاف، اخلاق اور معقولیت کے
ضابطے توڑ دیئے جائیں تو دوسرے فریق کے
لئے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ بھی قانون
کی بندشوں سے آزاد ہو کر براہ راست کارروائی عمل میں
لائے؟"

گویا یہ قانون شکنی کا اسلامی جواز ہے۔ اس شرمناک غلط بیانی
کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کانگریس کو اخلاق و انصاف کے ضابطے توڑنے
کا مجرم کہا جاتا ہے، مگر ثبوت میں ایک واقعہ بھی نہیں۔
کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ گذشتہ دس سال سے کانگریس
کا ہر صدر لیگ سے سمجھوتہ کی کوشش کرتا ہے، اور اس کو نہایت
حقارت سے دھتکار دیا جاتا ہے، اپنے گھر بلا کر ذلیل کیا جاتا ہے
اس پر تہمتیں تراشی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ خباثت کیا ہوگی کہ
لیگ کے صدر کا غیر اسلامی کردار کانگریس اور لیگ کی راہ میں
حائل ہو، مگر یہ مفسر قرآن ملزم گردانیں کانگریس کو۔ ایسی ہی
کلام اللہ کی تفسیر اور مسلم شریف کی شرح لکھی ہوگی۔ جو شخص علم دین
کا لباس پہن کر ایسا سفاکانہ جھوٹ بول سکتا ہے، وہ قرآن حکیم اور
احادیث نبوی کے نام پر جو نہ کرے وہ تھوڑا ہے۔

(۲) "ایسی تدابیر اختیار کی جائیں جن سے ڈائرکٹ
ایکشن کا امن قابل اجتناب خونریزی سے
محفوظ رہ سکے؟"

اس قابل اجتناب میں خواجہ شفاعت احمد اور راج گوپال
مولانا مدنی اور مولانا آزاد پر قاتلانہ حملہ، گالیاں، تہمتیں، بربنہ
ناپ تول شامل ہوگا۔ جب یہ جناب شیخ الہند اب تک خاموش ہے
اور شیخ الہند ثانی اسلام کے نام پر ہمت افزائی کر کے اسلام کی
لاج رکھی۔
کیا وہ ثابت کر سکتے ہیں کہ حالات اتنے ہی نازک ہو گئے
ہیں، مسلمانوں کا وہ خون جس کی حرمت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کو حرمت کعبہ سے زیادہ عزیز ہے، مسلمانوں سے گرانے، مسلمانوں
کے گھروں کو آگ لگانے، مسلمانوں کو زہر کھلانے، مسلمانوں کی بے عزتی
کرنے، مسلمانوں کو گالیاں دینے، مسلمانوں کا سوشل بائیکاٹ کرنے،
مسلمانوں پر پتھر اور لاٹھی، سارے مسلمانوں کی جانوں کو ہلاکت میں
ڈالنے کے لئے ضروری ہے؟ اور کیا وہ یہ یقین دلا سکتے ہیں کہ مشتعل
مسلمان ان قیود کی پابندی کریں گے، جو مجلس عمل ان پر عائد کرے گی
اور اس طرح ایک عام طوائف الملوکی، ایک عام دہشت انگیزی ملک
میں پھیلا کر مسلمانوں کی جان و مال کو ہلاکت و تباہی میں نہیں ڈالا جائیگا۔

(۳) "اپنے اولی الامر کی اطاعت کرنا ہر مسلمان کا
شیوہ ہے، جس وقت جو حکم ملے وفاداری کے
ساتھ تعمیل کے لئے تیار رہنا چاہیے؟"

سوال یہ ہے کہ بیان کردہ اولوالامر کون ہے؟ کیا مسٹر
جناح یا مجلس عمل، اور کیا ان دونوں میں یا دونوں مل کر ان شرائط کو
پورا کر سکتے ہیں جو اولوالامر کے لئے قرآن حکیم، احادیث نبوی
خلفاء کرام اور صحابہ عظام نے مقرر کی ہے؟
کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ فساق و فجار، امراء و جاگیرداروں
کے کسی ٹولہ کی ایسی غیر اسلامی تعریف بنی امیہ اور بنی عباس کے دور
فتن کے علاوہ کسی مولوی نے آج تک تاریخ اسلام میں کی ہے۔
کیا اسلامی تاریخ میں ایسی جماعت یا افراد جیسی لیگ نے اولوالامر
کی ہے، ظالم و عیاش اموی و عباسی حکمرانوں کے علاوہ کہیں
نظر آتے ہیں، جنہوں نے اپنی بدکرداریوں کے لئے علماء سوء کو
ملازم رکھا، قرآن و حدیث کو مسخ کرایا، تعلیم اسلام کو تبدیل کرایا
ملت میں فتنے پیدا کئے، اور جھوٹی حدیثیں وضع کرا کر اصلی حدیثوں
میں شامل کرایا۔
کیا تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے؟
افسوس مجاہد اعظم حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی

کی عداوت اور دیوبند کی صدر مدرسی کی ہوس نے ایک خاصے لکھے پڑھے مولوی کو گمراہی کے کس گہرے غار میں دھکیلا ہے جس میں وہ حب علیؓ کے لئے نہیں بغض معاویہ کے لئے گرتا ہی چلا جاتا ہے۔

اللہ کے مسلمانوں کو ان گمراہ مولویوں سے بچائے جو سستی شہرت جھوٹی عزت کے لئے جاہل مسلمانوں کو مذہب اسلام کو مسخ کر کے گمراہ کر رہے ہیں اور ان کو فساد و بد امنی کی راہ پر لگا کر غیر اسلامی افعال بد کے لئے آمادہ کر رہے ہیں۔

کیا جاپانی شیخ الاسلام اس سے انکار کر سکتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کے مقابلہ میں یزید نے یہی خطاب نہیں استعمال کیا تھا جس کے خلاف سید الشہداء نے جہاد کیا۔

مولوی مظہر علی کی علیحدگی کا راز

مولوی مظہر علی صاحب اظہر سابق سکریٹری آل انڈیا مجلس احرار نے اپنی علیحدگی کو اپنے احراری دوستوں کی بے اعتنائی کا نتیجہ ظاہر کیا ہے۔ بزرگان احرار اس سلسلہ میں خاموش ہیں مگر یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مولوی صاحب کی سیاسی زندگی ختم ہو چکی تھی، اور ان کی اخلاقی موت ہو چکی۔ مجلس احرار میں ان کے لئے کوئی جگہ نہیں رہی، اور اس کے ساتھ ہی پنجاب میں مولوی ظفر علی خاں کے چھوٹے بھائی کی پیدائش پر ایک نئے پولیٹیکل گرگٹ کا ظہور ہوا جس کو مولوی صاحب کی طرح آسانی سے خریدا جا سکتا ہے۔

"الیکشن کے بعد احرار کے اعلیٰ طبقوں نے جب مولوی مظہر علی اظہر کو بے تحاشا چک کاٹتے اور چک بھناتے دیکھا، تو انہوں نے مولوی صاحب کی خفیہ تحقیقات کی، جس کا نتیجہ یہ بتایا گیا کہ ڈیڑھ لاکھ روپے میں یونینسٹ پارٹی کے ہاتھ مجلس احرار کو فروخت کیا گیا۔ جس کے نتیجہ میں مجلس احرار کو ایک سیٹ بھی پنجاب میں نہ مل سکی، حالانکہ ۱۴ سیٹیں پنجاب میں اور ۳ سیٹیں سرحد میں لیگ بغیر الیکشن کے احرار کو دے رہی تھی"

اگر مولوی اظہر علی صاحب کو اس الزام سے انکار ہو تو ہم اس سے آگے چکوں کے نمبر دیں گے۔ اور لیڈران احرار کے بیانات ہی پر اکتفا نہ کریں گے، بلکہ ان کو چیلنج دیں گے کہ وہ دہلی کی جامع مسجد میں تشریف لا کر اس پر روشنی ڈالیں اور صفائی دیں۔

افسوس ہے کہ مولوی صاحب نے ایک ایثار پیشہ جماعت کو بالا ہی بالا فروخت کیا، اور وہ بھی جماعتی اغراض کے لئے اور جماعتی مفاد کے لئے نہیں، بلکہ ذاتی اغراض کے لئے، اور بہت ہی حقیر داموں پر۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہمیں بڑی خوشی ہوگی۔ اگر مولوی صاحب اس کی تردید کریں اور ہم ان کے تردیدی بیان کو شائع کرنے کیلئے تیار ہیں۔

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینہ میں ختم ہو رہی ہے ان میں

ایک آپ بھی ہیں اور آپ کا نمبر خریداری .... ہے

اگر آپ سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا چاہیں تو کم سے کم دو نئے خریدار فراہم کیجئے اور سب کی قیمت منی آرڈر ہی دفتر رسالہ ایشیا دہلی کو روانہ کر دیجئے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو ازراہ کرم اسی وقت ایک پوسٹ کارڈ مینجر رسالہ ایشیا کے نام لکھ دیجئے کہ سال آئندہ کے لئے خریداری منظور نہیں۔ آپ کے اس کارڈ کے وصول ہوتے ہی آپ کا نام رجسٹر خریداران سے بصد افسوس خارج کر دیا جائیگا۔ اور اگر آپ نے منی آرڈر نہ بھیجا یا عدم خریداری کا خط نہ لکھا تو حسب دستور آپ کو کوئی وی پی نہ بھیجا جائے گا کیونکہ وی پی بھیجنے کا قاعدہ بند کر دیا گیا ہے۔ وی پی آنے کا انتظار [illegible]

احکام القرآن

(قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو صرف قارئین پیشوا کے لئے لکھی گئی)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲۰۸)

بلا اجازت کسی کے گھر میں داخل ہونا جائز نہیں ہے

یا ایہا الذین امنوا لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم حتی تستانسوا وتسلموا علی اھلھا۔ ذلکم خیر لکم لعلکم تذکرون۔ فان لم تجدوا فیھا احدا فلا تدخلوھا حتی یوذن لکم وان قیل لکم ارجعوا فارجعوا۔ ھو ازکی لکم۔ واللہ بما تعملون علیم۔ لیس علیکم جناح ان تدخلوا بیوتا غیر مسکونۃ فیھا متاع لکم۔ واللہ یعلم ما تبدون وما تکتمون۔

اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسروں کے گھروں میں بے پوچھے ہوئے اور بے ان کو سلام کئے ہوئے نہ جاؤ۔ یہ تمہارے لئے اچھا ہے۔ تم اس کا خیال رکھو اگر تمہیں معلوم ہو کہ گھر میں کوئی نہیں ہے، تو جب تک تمہیں اجازت نہ ہو اس میں نہ جاؤ۔ پھر اگر تم سے واپس جانے کو کہا جائے تو واپس چلے جاؤ۔ تمہارے لئے اس میں زیادہ صفائی ہے اور اللہ تمہارے اعمال جانتا ہے۔ اس مکان میں جانا جس میں کوئی رہتا نہ ہو اور اس میں تمہارا مال ہو، تمہارے لئے ممنوع نہیں ہے، جو کچھ تم علانیہ اور چھپا کر کرتے ہو، اللہ کو معلوم ہو جاتا ہے۔

تفسیر: اس صورت میں دو جگہ اجازت حاصل کرنے کے مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ پہلی آیت یہ ہے جس میں مرد کو بتایا گیا ہے کہ جب وہ کسی کے گھر میں جائے تو دروازے پر کھڑا ہو کر اجازت حاصل کرے۔ دوسری آیت سورۃ کے آخر میں ہے جس میں غلاموں اور بچوں کو گھروں میں اجازت لے کر داخل ہونے کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے۔

اس آیت کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ ابتدائے اسلام میں عام طور پر گھروں میں بلا اجازت داخل ہو جانے کا رواج تھا۔ ایک دفعہ انہیں ایام میں ایک انصاری عورت حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا "یارسول اللہ! گھروں کے اندر ہم لوگ کبھی کبھی غیر محتاط طریقے پر رہتے ہیں۔ یعنی ہمارے پردہ کا جسم کھلا ہوتا ہے اور ایسی حالت میں مرد گھروں میں آجاتے ہیں، اور ہم کو ایسی حالت میں دیکھ لیتے ہیں، کاش مردوں کے لئے اس طرح داخل ہونا ممنوع ہو جاتا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور خداوند تعالیٰ نے آباد گھروں میں بلا اجازت داخل ہونے کو ممنوع قرار دیدیا۔

آیت کے جملہ غیر بیوتکم سے مراد وہ مکانات ہیں جنمیں دوسرے لوگ آباد ہوں خواہ ان کا مالک کوئی ہو اور حتی تستانسوا کا مطلب یہ ہے کہ جب تک تم مالک مکان کو اپنی آمد کی اطلاع نہ دیدو اور تم اس کی اجازت حاصل نہ کر لو گھر میں داخل نہ ہو۔ حضرت ابوایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ ہم نے حضور سے آیت کے جملہ حتی تستانسوا کے سلسلے میں یہ دریافت کیا کہ آیت میں استیناس سے کیا مراد ہے؟ حضور نے فرمایا: "مرد تسبیح پڑھ کر یا اللہ اکبر یا الحمد اللہ کہہ کر یا کھنکار کر صاحب خانہ کو اپنی آمد سے آگاہ کر دے، تاکہ وہ اس سے واقف ہو کر اس کو داخل ہونے کی اجازت دیدے" مجاہد کہتے ہیں استیناس سے مراد تسبیح پڑھنا یا محض جوتوں کی آواز کا پہنچانا ہے"۔ اور جملہ وتسلموا کا مطلب یہ ہے کہ اول اجازت حاصل کرو، اور پھر گھر والوں کو سلام کرو یعنی السلام علیکم کہہ کر داخل ہونے کی اجازت مانگو حضور نے فرمایا ہے کہ تسلیم کے معنی ہیں السلام علیکم کہہ کر داخل ہونے کی اجازت طلب کرنا۔ اگر فوراً اجازت مل جائے تو خیر ورنہ تین مرتبہ اسی طرح کرے اور جواب نہ ملنے پر واپس چلا جائے"۔ اور جملہ ذلکم خیر لکم کا مطلب یہ ہے کہ اجازت حاصل کرنا اور سلام کرنا تمہارے لئے بہترین طریقہ ہے۔ گھر کے اندر اچانک داخل ہو جانے سے یا جاہلیت کے طریقے پر گھروں کے

اندر داخل ہوئے سے کہ اس زمانہ میں صبح مبارک ہو یا شام مبارک ہو کہہ کر گھروں میں داخل ہو جایا کرتے تھے۔

آیت کے باقی جملوں کا مطلب واضح ہے مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔ آخری جملے بیتی لیس علیکم جناح کے متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب دوسروں کے گھروں میں بلا اجازت دخول کی ممانعت کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے حضورؐ سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! تاجر لوگ سفر کرتے اور مسافرخانوں یا مہمان سراؤں میں ٹھہرتے ہیں جہاں اور کوئی شخص نہیں ہوتا۔ کیا ایسی حالت میں بھی اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ یعنی وہاں تو کوئی ایسا شخص نہیں ہوتا جس سے اجازت حاصل کی جائے؟ اس پر آیت کا یہ جملہ نازل ہوا اور خدا نے حکم دیا کہ غیر آباد مکانات میں جہاں تم نے اپنا سامان رکھا ہو یا اور کسی ایسے مقام پر جہاں آدمی نہ ہوں تم کو اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ بلا اجازت اندر آ اور جا سکتے ہو۔

(۲۰۹)

مرد اور عورت کے ستر کا بیان

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم۔ ذلك ازكى لھم ان اللہ خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من ابصارھن ویحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علے جیوبھن۔ ولا یبدین زینتھن الا لبعولتھن او آبائھن او آباء بعولتھن او ابنائھن او ابناء بعولتھن او اخوانھن او بنی اخوانھن او بنی اخواتھن او نسائھن او ما ملکت ایمانھن او التابعین غیر اولی الاربة من الرجال او الطفل الذین لم یظھروا علی عورات النساء۔ ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہ المؤمنون لعلکم تفلحون۔

اے محمدؐ! تو مومنین سے کہہ کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اپنی شرم گاہوں کی حفاظت رکھیں، اس میں ان کی صفائی ہے۔ اللہ بیشک لوگوں کے کام جانتا ہے۔ مسلمان عورتوں سے بھی کہہ کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اپنی شرم گاہیں محفوظ رکھیں اور اپنے مقامات زینت کو ظاہر نہ کریں باستثناء ان اعضاء کے جو کھلے رہتے ہیں، اور چاہیئے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں، اور اپنے مقامات زینت کو بجز اپنے شوہروں، اپنے باپوں، اپنے شوہروں کے باپوں، اپنے بیٹوں، اپنے شوہر کے بیٹوں، اپنے بھائیوں، بھتیجوں، بھانجوں اپنی بیبیوں اپنی لونڈی غلاموں یا ایسے خادم مردوں کے جو خواہش نہیں رکھتے یا بچوں کے جو عورتوں کے پردے سے آگاہ نہیں ہیں اور کسی پر ظاہر نہ کریں، اور اپنے پاؤں ایسے زور سے نہ رکھیں کہ ان کے اندرونی زیور کا پتہ لگے۔ مومنو! تم سب اللہ سے توبہ کرو کہ تمہاری فلاح ہو۔

تفسیر: ان آیات میں ستر عورت اور دوسرے کے جسم کو نہ دیکھنے کا بیان ہے۔ قبل اس کے کہ آیت کی تفسیر لکھی جائے یہ بتا دینا ضروری ہے کہ دوسرے کے جسم کو دیکھنے کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو مرد کا مرد کی طرف دیکھنا۔ دوسرے مرد کا عورت کی طرف دیکھنا۔ تیسرے عورت کا عورت کی طرف دیکھنا۔ چوتھے عورت کا مرد کی طرف دیکھنا۔

مرد کا مرد کی طرف دیکھنا اس کا حکم یہ ہے کہ ناف سے گھٹنے تک کے سوا تمام جسم کا دیکھنا جائز ہے۔ اسی طرح عورت کا عورت کی طرف یا عورت کا مرد کی طرف دیکھنے کا حکم بھی یہی ہے۔ اب رہا مرد کا عورت کی طرف دیکھنا اس کی بھی چار صورتیں ہیں۔ ایک تو مرد کا اپنی بیوی یا لونڈی کی طرف دیکھنا۔ دوسرے مرد کا ان عورتوں کو دیکھنا جن سے نکاح حرام ہے۔ تیسرے مرد کا دوسرے کی لونڈی کی طرف دیکھنا۔ چوتھے مرد کا غیر عورت کی طرف دیکھنا۔ ان میں سے مرد کا اپنی بیوی یا لونڈی کی طرف دیکھنا ہر طرح جائز و حلال ہے۔ یہاں تک کہ صحیح مذہب کی بنا پر ان کی شرمگاہوں کو دیکھنا بھی جائز ہے۔ اور ان عورتوں کی طرف دیکھنا جن سے نکاح حرام ہے یا دوسرے کی لونڈی کی طرف دیکھنا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ان عورتوں کے چہروں، ہتھیلیوں، قدموں، سر، سینہ، پنڈلیوں اور بازوؤں کو دیکھنا ہر حال میں جائز ہے، اور ناف سے گھٹنے تک اور پیٹ اور پشت کو دیکھنا ہر حال میں ممنوع ہے۔ اور غیر عورت کے جسم میں سے صرف چہرہ، ہاتھ اور پاؤں کو دیکھنا جائز ہے۔ اور ان کے سوا بقیہ اعضاء کو دیکھنا ممنوع ہے۔

ان آیات میں اول خداوند تعالے نے یہ حکم دیا ہے کہ مومن مردوں کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنی چاہئیں اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ نیچی نگاہیں رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ

جن اعضاء کو دیکھنا ممنوع ہے ان کی طرف نہ دیکھیں۔ مطلق دیکھنے کی ممانعت نہیں ہے۔ یعنی غیر عورت یا دوسرے کی لونڈی یا مرد کے ان اعضا کو نہ دیکھنا چاہیئے جن کا دیکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ مثلاً ناف سے گھٹنے تک کے اعضا اور عورتوں کے پیٹ اور پشت وغیرہ کو اس صورت میں مذکورہ بالا تمام مسائل آیت کا مفہوم قرار پائیں گے بعض مفسرین کی رائے ہے کہ آیت کے الفاظ سے مراد صرف غیر عورت کی طرف شہوت کی نظر سے دیکھنا ہے اس صورت میں مذکورہ مسائل کا تعلق اس آیت سے نہ رہے گا۔

بہر نوع آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ مرد غیر عورت کے ممنوع اعضاء کی طرف نہ دیکھنا چاہیئے، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنی چاہیئے۔ فقہاء نے اس حکم سے چار شخصوں کو مستثنیٰ کیا ہے۔ ایک تو قاضی (حاکم) دوسرے شاہد تیسرے نکاح کا خواستگار یا لونڈی کا خریدار چوتھے طبیب کہ ان میں سے اول الذکر تین اشخاص کو عورت یا لونڈی کے چہرے اور بیرونی اعضاء کو دیکھنا جائز ہے اگرچہ ان کے دیکھنے سے شہوت برانگیختہ ہوجاتی اور طبیب کو بقدر ضرورت مخفی اعضاء کا دیکھنا بھی جائز ہے، اگرچہ شہوت کا اندیشہ ہو۔ اب رہا امرد لڑکوں کی طرف دیکھنے کا مسئلہ اگرچہ قرآن مجید میں اس کا ذکر نہیں ہے لیکن آثار و سنن سے اس کی ممانعت بھی ثابت ہے، اور اس ممانعت کا سبب شہوت کی برانگیختگی ہے۔

آیت میں شرمگاہ کی حفاظت سے مراد عضو مخصوص کا جماع غیر سے محفوظ رکھنا ہے۔ اور بعض مفسرین نے کہا ہے حفاظت فروج سے مراد شرمگاہ کو چھپانا ہے۔ چنانچہ صاحب کشاف کا قول ہے کہ قرآن مجید میں جن مقامات پر حفاظت فروج کا ذکر کیا گیا ہے، وہاں اس سے مراد زنا سے بچنا ہے۔ مگر صرف اس آیت میں کہ یہاں مراد اس سے ستر عورت ہے۔

آیت کے دوسرے حصہ میں یہی حکم عورتوں کے لئے ہے، اور اس کی تشریح کی ضرورت نہیں اس لئے کہ اوپر اس کا بیان تفصیل سے ہوچکا ہے۔ البتہ اتنا بتا دینا ضروری ہے کہ آیت میں عورتوں کو نگاہ نیچی رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے کے ساتھ ہی یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی زینت کے مقامات کو مخفی رکھیں، اور اپنے زیورات کو بجا کر دوسروں کو اپنی طرف متوجہ ہونے کا موقع نہ دیں۔ اسی کی وجہ سے ہے کہ عورتوں میں شہوت زیادہ ہوتی ہے۔ زینت ان کا مرغوب ترین شغل ہوتا ہے۔ عقل کم ہوتی ہے اور احتیاط میں ان کی توجہ اکثر بے پرواہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اور

ان رشتہ سے ان کا فحش میں مبتلا ہو جانا آسان ہوتا ہے اس لئے ان کو فحش سے روکنے کے لئے متعدد احکام دیئے گئے تاکہ وہ احتیاط و تدبر سے کام لیں اور بے حیائی سے دور رہیں۔

آیت کے بقیہ جملوں کا مطلب واضح ہے۔ مزید تشریح کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲۱۰)

بیوہ عورتوں اور غلام و لونڈی کے نکاح کا بیان

وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم ان یکونوا فقراء یغنہم اللہ من فضلہ واللہ واسع علیم ولیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتیٰ یغنیہم اللہ من فضلہ

اور اپنی رانڈوں کا اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کر دو۔ اگر وہ محتاج ہوں گے تو اپنے فضل سے اللہ انہیں غنی کر دے گا اللہ گنجائش والا ہے اور واقف ہے جو لوگ نکاح کرنے کا مقدور نہیں ان کو چاہیئے کہ ضبط کریں یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔

تفسیر:۔ اس آیت میں بیوہ عورت اور لونڈی، غلام کے نکاح کے مسائل بیان کئے گئے ہیں اور وانکحوا کا خطاب بیوہ عورتوں کے اولیاء اور لونڈی غلام کے مالکوں سے ہے مطلب یہ ہے کہ جن گھروں میں بیوہ عورتیں یا بے نکاحے مرد ہوں، ان کے مالکوں کو چاہیئے کہ وہ ان کا نکاح کر دیں۔ اسی طرح لونڈی غلام کے مالکوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے مسلمان لونڈی غلاموں کا نکاح کر دیں۔

آیت میں ایامیٰ سے مراد وہ مرد و عورت ہیں جن کی بیوی یا شوہر نہ ہو خواہ مر گئے ہوں یا ابھی نکاح ہی نہ ہوا ہو، مسلمانوں کو چاہیئے کہ ایسے مردوں اور عورتوں کے نکاح کرا دیں خداوند تعالےٰ کا یہ حکم بعض مفسرین کے نزدیک وجوب کے لئے ہے اور بعض کے نزدیک مستحب اور اس صورت میں کہ عورت نکاح کا مطالبہ کرے سب کے نزدیک واجب ہے۔

خداوند تعالےٰ نے مسلمانوں کو یہ حکم دے کر کہ وہ بے نکاح مردوں اور عورتوں اور مسلمان لونڈی غلاموں کا نکاح کر دیں یہ بتاتا ہے کہ فقر کو غنی سے تبدیل کر دے اور اپنے فضل و کرم سے ان کو نوازے چنانچہ ایک مرتبہ حضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ "نکاح کر کے رزق کو تلاش کرو"۔

آیت کے آخری جملہ ولیستعفف کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ نکاح کی قدرت نہ رکھتے ہوں یعنی مثلاً کوئی ذریعہ معاش نہ رکھتے ہوں تو ان کا فرض ہے کہ وہ صبر و ضبط سے کام لیں یعنی اپنے آپ کو زنا کی آلودگی سے بچائیں یہاں تک کہ خداوند تعالےٰ ان کو اپنے فضل سے نکاح کی قدرت مرحمت فرمائے۔ اس حکم سے یہ معلوم ہوا کہ جو لوگ نکاح کے سامان اور اسباب وغیرہ پر قادر نہ ہوں یعنی مثلاً مہر وغیرہ ادا کرنے کی اہلیت نہ رکھتے ہوں، یا ذرائع معاش سے محروم ہوں یا غربت و افلاس کے سبب کوئی عورت ان سے نکاح کرتی نہ ہو تو ان پر نکاح کرنا فرض نہیں ہے وہ خدا کے فضل و کرم کا انتظار کریں اور جب تک خداوند تعالےٰ ان میں نکاح کی اہلیت پیدا کرے اس وقت تک صبر و ضبط سے کام لیں، اور غلبۂ شہوت کے مواقع پر زنا سے بچنے کی پوری پوری کوشش کریں ایک حدیث میں آیا ہے کہ حضورؐ نے جوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا "جوانو! تم میں سے جو شخص نکاح پر قدرت رکھتا ہو وہ نکاح کرے کہ نکاح بری نظر سے بچاتا اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔ اور جو شخص نکاح پر قادر نہ ہو وہ روزے رکھے کہ روزے اس کو بدکاری سے بچائیں گے۔

ادبِ نبوی صلعم

(حضور سرورِ کائنات کی سیاسی، اخلاقی، معاشرتی تعلیم پر ایک لاجواب تصنیف)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۱۴)

غصہ کی حالت میں مقدمات کا فیصلہ ممنوع ہے

عن ابی بکرۃ رض قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول لایقضین حکم و فی روایۃ لا یحکم بین اثنین وھو غضبان رواہ الجماعۃ

حضرت ابو بکرہ رض کہتے ہیں میں نے حضور کو یہ فرماتے سنا ہے کہ: حاکم غیظ و غضب کی حالت میں مقدمات کا فیصلہ نہ کرے (اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں) کہ کوئی شخص دو آدمیوں کے درمیان غیظ و غضب کی حالت میں فیصلہ نہ کرے۔

تشریح الفاظ۔ الحکم۔ اور ہر وہ شخص جس کے پاس فریقین مقدمہ اپنے معاملہ کو فیصلہ کے لئے لے جائیں۔

تشریح معانی:۔ عدل۔ عمران کا ستون ہے۔ اور لوگوں کی طمانیت کا باعث۔ عدل ہی سے حق کا حق ہونا ثابت ہوتا ہے اور باطل کا باطل ہونا۔ عدل کے ہی سایہ میں خوف زدہ انسان مطمئن زندگی بسر کرتا ہے۔ اور عدل ہی کی طاقت سے ظالم کی سطوت کا پنچہ ہے۔ عدل ہی کمزور و ضعفا کو قوی بناتا ہے اور طاقتور باطل پرست کو کمزور کر دیتا ہے۔ عدل ہی کی روشنی سے ہر زندگیوں کو منور بناتی ہے اور عدل ہی کی چٹان سے طاقتور۔ سخت گیر اور بد طینت انسان کا سر ٹکراتا ہے۔

انسانوں کی باہمی خصومت اور نزاع کے معاملات جس شخص کو فیصلہ کے لئے سپرد کئے جائیں یا جس شخص کو قدرت اس کا حاکم بنادے کہ وہ انسانوں کے مقدمات و معاملات کو فیصل کرے ایسے شخص کو منجانب اللہ اس امر پر مامور کیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے حقوق کا بلا اندیشہ معاملات میں باطل کو حق سے جدا کر کے صحیح فیصلہ کرے۔ اس کا فرض یہ ہے کہ وہ حقیقت کو اپنی جگہ پر رکھ کر مدعی اور مدعا علیہ کے اقوال و خیالات کو سنکر راہ صواب کو حاصل کرنے کی پوری کوشش کرے۔ اور حق و انصاف کو لغویات و مزخرفات میں سے نکال لینے کی جد و جہد میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کرے۔ اور یہ کام صرف وہی شخص کر سکتا ہے جس کا دماغ صحیح اور ذہن حاضر ہو۔ جو باتیں اس کے سامنے بیان کی جائیں، ان کو محفوظ رکھ سکتا ہو۔ صراف کی طرح اقوال و بیانات کو عدل کی ترازو میں تولنے اور پرکھنے کی مہارت رکھتا ہو، ایک حاذق طبیب کی طرح اشخاص کی فطرت شناخت کرنے کا ملکہ رکھتا ہو۔ اپنے دل و دماغ اور جسمانی قوی پر پورا پورا قابو رکھتا ہو۔ گرد و پیش کے مناظر اور حوادث سے متاثر نہ ہوتا ہو۔ ان واقعات سے جو اس کے اور اہل معاملہ کے درمیان مانع ہوں خالی الذہن ہو۔ متین و سنجیدہ ہو کہ خواہشات اس پر غلبہ نہ پا سکیں۔ مضبوط و مستقل مزاج ہو کہ کسی کی خوشامد اور سفارش سے متاثر نہ ہو۔ حلیم و بردبار ہو کہ کبر یات اس پر اثر نہ ڈال سکیں مشاغل۔ افکار۔ تردوات اور رنج و غم سے فارغ ہو کر عقل خوبی کے ساتھ کام کر سکے۔ اور ہمہ تن معاملہ اور اہل معاملہ کی طرف متوجہ ہو کر معاملہ یا مقدمہ کا کوئی جز و ذہن سے خارج نہ ہو سکے۔

ایسا شخص جب عدالت کی کرسی پر بیٹھے گا یا مقدمات کا فیصلہ کرے گا تو یقیناً عدل و انصاف کے ساتھ کام کریگا اہل معاملہ اس کے فیصلہ کو مانیں گے۔ سرکش و متمرد ہستیاں اس کے سامنے سر جھکا دیں گی۔ باطل پرست اور مکار اشخاص کی سازشیں کم ہو جائیں گی۔ بد معاش۔ بد طینت اور لالچی اشخاص ذلیل و خوار ہو جائیں گے۔ امن و سکون آبادی پر چھا جائے گا۔ شہوانی فسادات ختم ہو جائیں گے۔ بیجا خواہشات کا استیصال ہو جائے گا۔ فتنہ پرداز اشخاص اور مفسدین خاموش ہو کر بیٹھ جائیں گے، اور جبر و استبداد کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اگر حاکم عدالت یا معاملات کا فیصلہ کرنے والا شخص ان صفات سے متصف نہ ہو گا۔ اس کی بصارت اور بصیرت دونوں صحیح نہ ہونگی۔ اور بہت ممکن ہے استخراج نتائج میں وہ

حق سے باطل کی طرف چلا جائے۔ اس کی حالت بالکل اس شخص کی مانند ہوگی، جس پر غیظ و غضب مسلط ہو کہ وہ اس سے مغلوب ہو کر رہ جائے، صرف یہی نہیں، بلکہ اس کے دل و دماغ بھی صحیح کام نہ کریں گے اور نہ وہ مدعی و مدعا علیہ کے بیانات کو غور اور توجہ کے ساتھ نہ سن سکے گا، اسی وجہ سے حضورؐ نے یہ حکم دیا ہے کہ غیظ و غضب کی حالت میں حاکم کوئی فیصلہ نہ کرے کہ ایسی حالت میں فیصلہ صحیح نہیں ہوتا۔ علماء نے غیظ و غضب میں ان تمام باتوں کو شامل کیا ہے جو انسان کے دل و دماغ اور عقل و فکر کو متاثر کر دیں مثلاً بھوک، بیماری اور رنج و غم وغیرہ۔

(١١٥)

لقطہ کے احکام

عن زید بن خالد رض قال جاء رجل الی رسول اللہ صلعم فسألہ عن اللقطۃ فقال اعرف عفاصہا و وکاءہا ثم عرفہا سنۃ فان جاء صاحبہا والا فشأنک بہا قال فضالۃ الغنم قال ہی لک او لاخیک او للذئب قال فضالۃ الابل قال مالک ولہا معہا سقاؤہا وحذاؤہا ترد الماء وتاکل الشجر حتی یلقاہا ربہا۔ رواہ البخاری

زید بن خالد رض کہتے ہیں، ایک شخص حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لقطہ کی بابت پوچھا، حضورؐ نے فرمایا: اس چیز کو جس میں پائی ہوئی چیز بندھی ہوئی ہے یا بندھن ہے، اچھی طرح شناخت کر لے اور اس کے سربند کو بھی پہچان لے۔ پھر ایک سال تک تو اس کا اعلان کرتا رہ، اگر اس کا مالک آجائے، اس کو دیدے اور مالک نہ آئے تو تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے؟ اس شخص نے پوچھا: گمشدہ بکری یا گمراہ بکری کا کیا حکم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: وہ تیری ہے یا تیرے بھائی کی یا بھیڑیے کی؟ اس نے پوچھا گمشدہ اونٹ کا کیا حکم ہے؟ حضورؐ نے فرمایا: اونٹ سے تجھ کو کیا مطلب، اس کا پانی اس کے پاس ہے، اور اس کے پاؤں اس کے پاس ہیں، وہ پانی پر جا سکتا ہے، اور درختوں سے کھا سکتا ہے۔ آخر اس کا مالک اس کو پا لیتا ہے۔

تشریح الفاظ :- اللقطہ ہر وہ گری پڑی چیز یا مال جو پڑا ہوا ملے اور ضائع ہو جانے کے خطرے میں ہو اور جس کے مالک کا پتہ نہ ہو لقطہ اکثر غیر حیوان گری پڑی چیز کو کہتے ہیں، اور گمراہ حیوان کو ضالہ کہا جاتا ہے۔ عفاص وہ ظرف جس میں چیز بند ہو، خواہ وہ چمڑے کا ہو، کپڑے کا ہو یا لکڑی اور لوہے وغیرہ کا مطلب اس بیرونی چیز سے ہے جس میں اصل چیز بندھی ہوئی ہو یا بند ہو مثلاً صندوق، کپڑے یا چمڑے کا تھیلا۔ گٹھری کا بالائی کپڑا وغیرہ وغیرہ عفاص اصل میں اس چمڑہ کو کہتے ہیں جس کو عرب میں بوتلوں کے منہ پر باندھا جاتا تھا، پھر ہر اس چیز کو کہنے لگے جس میں کوئی چیز بندھی ہوئی ہو یا بند ہو اوکا وہ چیز جو تھیلی کے منہ پر باندھی جاتی ہے۔ یہاں ہر وہ چیز مراد ہے جس سے کسی چیز کو باندھا جائے۔ مثلاً بستر باندھنے کا بستربند، بوتل کا کاگ، یا وہ ڈوری جو بعض اوقات مزید حفاظت کے لئے بوتل کے منہ پر باندھی جاتی ہے۔ گٹھری کی گانٹھ یا وہ رسی جس میں گٹھری بندھی ہو۔ اس موقع پر عفاص اور وکاء کی شناخت سے یہ مراد ہے کہ ان دونوں چیزوں کو ذہن میں محفوظ کرلے تاکہ ان چیزوں میں بندھا ہوا مال اپنے مال میں نہ مل جائے اور وقت پر شناخت نہ ہو سکے

اور اس لئے کہ جب چیز کا مالک آئے تو اس سے شناخت دریافت کر سکے، اور علامات معلوم کر سکے۔ اور اس کو یہ اندازہ ہو سکے کہ وہ سچا ہے یا جھوٹا عرفہا سنۃ اپنی استطاعت اور کوشش بھر ایک سال تک لوگوں میں اس کی خبر مشتہر کی جائے، تاکہ مالک تک اس کی خبر پہنچ جائے شانک بہا یعنی تجھ کو اس مال میں تصرف کا حق ہے۔ یعنی اس کو تو اپنے استعمال میں لا سکتا ہے ... اس سے مراد یا تو بکری کا اصل مالک ہے ... بکری کو پکڑ کر لے جائے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو اس پر قبضہ نہ کرے گا تو کوئی اور پکڑ لے جائے گا للذئب بھیڑئیے کو کہتے ہیں، اس موقع پر درندہ جانور مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تو یا کوئی اور شخص بکری کو پکڑ کر نہ لے جائے گا تو پھر کوئی درندہ اس کو کھا جائے گا۔ مالک ولہا اونٹ سے تجھ کو کیا مطلب اس کو تو اس کے حال پر چھوڑ دے سقاؤہا سقاء سے مراد پانی کا برتن ہے یعنی اونٹ کے پیٹ کی وہ تھیلی جس میں پانی بھرا رہتا ہے۔ اونٹ اپنی تھیلی میں اتنا پانی بھر لیتا ہے کہ پھر اس کو کئی کئی دن تک پانی پینے کی ضرورت نہیں ہوتی حذاؤہا سے مراد حذاء سے اونٹ کے پاؤں ہیں۔ مراد یہ ہے کہ اونٹ کے پاؤں اس قدر مضبوط ہیں کہ وہ

دور دراز مسافت طے کرسکتا ہے، جہاں چاہے جاسکتا ہے اور پھر اس کے پاؤں یا ٹانگیں اتنی بڑی ہیں کہ وہ کھڑے ہو کر درختوں کے پتے کھا سکتا ہے، اور پھر یہ کہ کوئی درندہ جانور اس کو نقصان بھی نہیں پہنچا سکتا۔ رہا اونٹ کا مالک

تشریح معانی۔ اس حدیث میں تین باتوں کا ذکر ہے، جن کی تفصیل یہ ہے:۔

۱۔ لقطہ اس چیز کو کہتے ہیں جو کہیں پڑی ہوئی ملے، اور اس کے مالک کا پتہ نہ ہو، اس کا استعمال اکثر غیر حیوان پر ہوتا ہے، اور کوئی ایسا حیوان پایا جائے تو اس کو ضالہ (گم شدہ یا گمراہ) کہتے ہیں۔

اس حدیث میں حضورؐ نے لقطہ (گری پڑی چیز) کے احکام بتائے ہیں۔ یعنی کسی شخص کو کوئی گری پڑی چیز ملے تو اس کا فرض یہ ہے کہ وہ اس کی علامات کو غور سے دیکھ کر ذہن میں ان کو محفوظ کرلے۔ یعنی جس چیز میں وہ بندھی ہوئی یا بند ہو یا اس پر جو ڈوری یا رسی بندھی ہوئی ہو یا جس نوع یا جنس کی وہ چیز ہو، یا جس مقدار اور تعداد میں وہ ہو ان تمام باتوں کو غور سے دیکھ کر ان کو یاد رکھے، تاکہ وہ اپنے مال میں نہ مل جائے اور ان علامات سے اس کو آسانی کے ساتھ اپنے مال میں سے نکالا جاسکے۔ پھر چیز کو پانے والے کا فرض یہ بھی ہے کہ وہ اس کو امانت سمجھے۔ مال غنیمت جان کر نہ تو اس کو اپنے تصرف میں لائے اور نہ اس کو ضائع ہونے دے، خواہ وہ چیز معمولی ہو یا گراں قدر۔ اس کے بعد اس کا فرض یہ ہے کہ وہ اس چیز کا اعلان کرے یعنی جس قدر اس کے امکان میں ہو لوگوں کے اندر یعنی عام مجامع میں، نماز کے بعد مساجد میں اور خصوصاً ان مقامات پر جہاں اس کے مالک کے موجود ہونے کا خیال و گمان ہو، اس کی خبر مشہور کرے، تاکہ اس کے مالک تک اس کی خبر پہنچ جائے، اور یہ اعلان و اشتہار ایک سال تک برابر جاری رکھے۔

مذکورہ بالا تمام کارروائی ایسی چیزوں میں کرنی چاہیے جو قیمتی ہوں یا کچھ اہمیت رکھتی ہوں۔ اگر چیز معمولی ہو یعنی ایسی کہ مالک کو اس کے ضائع ہونے کا خیال نہ ہو، یا معمولی تلاش کے بعد وہ اس کا خیال ترک کردے تو اس کے اعلان و اشتہار کی زیادہ ضرورت نہیں ہے۔

جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ لقطہ کے اعلان و اشتہار

کا سلسلہ ایک سال تک جاری رکھنا واجب ہے، خواہ ایک سال بعد اس چیز کے خود مالک ہو جانے اور اپنے تصرف میں لے آنے کا خیال رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ اور جو چیزیں اس قدر کم قیمت یا بے حقیقت ہوں کہ عادۃً مالک ان کے ضائع ہو جانے کی پروا نہ کرتا ہو، یا ان کو تلاش نہ کرتا ہو، ان کے اعلان کی ضرورت نہیں ہے۔ پانے والا ان پر قبضہ کرے اور اپنے صرف میں لے آئے البتہ اگر معمولی چیزیں ایسی ہوں کہ ان کا مالک چند روز تک ان کا متلاشی رہتا ہو، تو ان کا اعلان اتنے دن تک کرنا واجب ہے جتنے دن تک یہ گمان ہو کہ مالک ان کو عادۃً تلاش کریگا۔

اگر گری پڑی چیزیں جن پر کسی نے قبضہ کیا ہے ایسی ہوں کہ جلد خراب ہو جاتی ہوں جیسا کہ کھانا، یا پھل، یا اور ایسی ہی چیزیں پانے والے پر ان کا اعلان ضروری نہیں ہے، اس کو چاہیے کہ ان چیزوں کو خود کھالے اور جب ان کا مالک آئے، تو ان کی قیمت دیدے اور یا خیرات کر دے۔ خیرات کر دینے کی صورت میں ضمان واجب نہ ہوگا۔ یہ احکام تو گری پڑی چیز کو اٹھا لینے کے بعد کے ہیں۔ اب رہا چیز کا اٹھانا یا نہ اٹھانا اس کے متعلق علماء کی رائے یہ ہے کہ ایسی چیز کو اٹھا لینا مستحب ہے۔ اور بعض کے نزدیک واجب ہے۔ اور بعض کا خیال یہ ہے کہ اگر چیز ایسی جگہ پر پڑی ہوئی پائی جہاں پڑی رہنے سے وہ ضائع نہ ہوگی تو اس صورت میں اٹھا لینا مستحب ہے اور اگر ایسی جگہ ہو جہاں ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو تو اٹھا لینا واجب ہے۔ اور اگر چیز کو اٹھا لینے والا اس امر کا اندیشہ رکھتا ہو کہ وہ اس کا اعلان نہ کر سکے گا یا اپنے صرف میں لے آئے گا تو اس کو چیز کا اٹھانا حرام و ممنوع ہے۔ یہ تمام احکام ان گری پڑی چیزوں کے ہیں جو حرم مکہ میں نہ ہوں، حرم مکہ کے اندر پڑی ہوئی چیزوں کا اٹھانا حرام ہے۔ البتہ ان کا اٹھانا صرف اس صورت میں جائز ہے کہ ان کا اعلان و اشتہار کیا جائے۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔

لا یلتقط لقطتها الا من عرفها — حرم کی گری پڑی چیز نہ اٹھائی جائے مگر اعلان کرنے کیلئے

آجکل چونکہ امانت و دیانت مفقود ہے اور لوگوں پر حرص و طمع کا غلبہ ہے۔ اس لئے حکومتوں نے یہ قانون بنا دیا ہے کہ جو شخص کوئی گری پڑی چیز پائے، وہ اس کو حکومت کے آدمیوں کے سپرد کر دے۔ یعنی مثلاً پولس چوکی پر پہنچا دے، اگر ایسا نہ کیا جائے گا تو گری پڑی چیز کو اٹھانے والا چور قرار دیا جائے گا، اور اس کے خلاف قانون کے موافق کارروائی کی جائے گی۔

گری پڑی چیز اعلان و اشتہار کی مدت تک اس شخص کے پاس جس نے اس کو اٹھایا ہے ودیعت رہے گی۔ اگر وہ ہلاک ہو جائے یا ضائع ہو جائے یا خراب ہو جائے تو وہ اس کا ضمان نہ دے گا۔ البتہ اگر اس کی غفلت یا زیادتی سے ایسا ہوا تو ضمان دینا پڑے گا۔

اگر چیز کا مالک آجائے تو وہ شخص جس کے پاس چیز ہے اس سے اس کی علامات اور نشانات دریافت کرے۔ یعنی وہ علامات جو اس چیز کے ساتھ مخصوص ہیں اگر وہ صحیح پتہ دے تو چیز اس کے حوالے کر دی جائے، گواہ لینے کی ضرورت نہیں ہے، اور جب اعلان و اشتہار کی مدت گذر جائے اور کوئی طالب نہ آئے تو اٹھانے والا اس کو اپنے صرف میں لے آئے اور صرف میں لے آنے کے بعد اس کا مالک آئے، تو اس کی قیمت ادا کر دے۔

۲ - گمراہ بکری۔ حضورؐ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کو کوئی گمراہ بکری ملے تو وہ اس کو اپنے گھر لے آئے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ بکری ایک کمزور جانور ہے جو ہلاکت و ضیاع کے خطرے میں ہے اگر پانے والا اس کو اپنے قبضہ میں لے کر اپنے گھر نہ لے آئے، تو کوئی اور شخص اس کو لے جائے گا۔ اور کوئی بھی نہ لے جائے گا تو بھیڑیا یا اور کوئی درندہ جانور اس کو پھاڑ کھائے گا۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ جو شخص اس کو پائے اپنے گھر لے آئے۔

اب رہا یہ کہ اس کا اعلان و اشتہار کیا جائے یا نہیں۔ جمہور علماء کی رائے تو یہ ہے کہ اس کا اعلان و اشتہار بھی واجب ہے۔ اگر اعلان و اشتہار کے بعد بھی اس کا مالک نہ آئے تو پانے والا اس کو اپنے پاس رکھ لے۔ اور اس کے بعد مالک آجائے تو اس کا ضمان یا تاوان دیدے۔ اور علماء مالکیہ کی رائے یہ ہے کہ پانے والا بکری پر قبضہ کرتے ہی اس کا مالک ہو جائے گا۔ اس کے بعد اگر اس کا مالک بھی آجائے تو ضمان واجب نہ ہوگا۔ اس لئے کہ حضورؐ نے اپنے ارشاد میں پانے والے کو اور درندہ جانور کو ساوی قرار دیا ہے۔ جب درندہ کے پھاڑ کھانے میں کوئی تاوان نہیں ہے، تو پانے والے پر کیونکر تاوان ہو سکتا ہے۔

اس مسئلہ میں علماء کا اتفاق اس امر پر ہوا ہے

کہ اگر بکری پالنے والے کے پاس موجود ہے، اور مالک آ جائے، تو بکری اس کو دیدی جائے، اور اگر پانے والے نے اس کو ذبح کر کے کھا لیا ہے تو نقصان واجب نہیں۔

۳۔ گمراہ اونٹ۔ حضور نے فرمایا ہے کہ اونٹ کو نہ تو حفاظت میں رکھنے کی ضرورت ہے، اور نہ وہ کسی خطرہ میں ہے۔ اس لئے پانے والا اس پر قبضہ نہ کرے

اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ خدا نے اونٹ کو پیاس کی برداشت کی قوت عطا کی ہے۔ اور وہ درختوں سے آسانی اپنی غذا حاصل کر سکتا ہے۔ اور اونٹ کی یہ خصوصیت ہے کہ جب وہ راستہ بھول جاتا ہے، یا بھٹک جاتا ہے تو اسی مقام پر ٹھہر جاتا ہے۔ کہیں ادھر ادھر نہیں جاتا۔ اس لئے مالک اس کو آسانی سے تلاش کر لیتا ہے۔

شرح مثنوی مولانا روم رح

(از معاون ایڈیٹر)

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں برد

ترجمہ :- جب خدا کسی کی پردہ دری چاہتا ہے، تو اس کا رجحان پاک لوگوں پر طعن کرنے کی طرف کر دیتا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ پوشد عیب کس کم زند در عیب معیوبان نفس

ترجمہ :- اور جب خدا کسی کے عیب پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے تو وہ شخص عیب دار لوگوں کے عیبوں پر بھی گفتگو نہیں کرتا۔

تشریح :- دونوں شعر مولانا نے طعن و استہزا کے نتائج کے طور پر لکھے ہیں۔ اور چونکہ حضور سے استہزا کا بیان ہو رہا تھا اس لئے اس کا فطری نتیجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب خداوند تعالےٰ کسی کو ذلیل و خوار اور رسوا کرنا چاہتے ہیں تو اس کے دل میں پاک و صالح لوگوں پر طعن و استہزا کا جذبہ پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ طعن و استہزا سے کام لیتا ہے اور عوام میں رسوا ہو جاتا ہے، جیسا کہ حضور پر استہزا کرنے والا رسوا ہوا اور اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا۔ اور جب خداوند تعالیٰ کسی کے عیوب کو مخفی رکھنا چاہتا ہے، تو اس کے قلب میں دوسروں کے عیوب کو چھپانے اور خاموش رہنے کا مادہ پیدا کر دیتا ہے۔

چوں خدا خواہد کہ مان یاری کند میل ما را جانب زاری کند

ترجمہ :- جب اللہ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے تو ہماری خواہش میں عجز و زاری پیدا کر دیتا ہے۔

تشریح :- اوپر صورت سے استہزا کے نتیجہ میں یہ بتایا ہے کہ استہزا کرنے والا سزا ملنے کے بعد عجز و زاری کی طرف متوجہ ہو گیا تھا، اسی سلسلے میں یہ بتاتے ہیں کہ جب خداوند تعالےٰ کسی کی مدد کرنا چاہتا ہے، تو اس کو عجز و زاری کی طرف متوجہ کر دیتا ہے اور وہ اظہار ندامت سے اپنے جرم کو معاف کرا لیتا ہے۔

اے خنک چشمے کہ آں گریان اوست

وے ہمایوں دل کہ آں بریان اوست

[illegible]

[illegible] اور وہ دل مبارک ہے جو خدا

کی الفت یا عشق میں بریاں ہے۔

آخر ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

ترجمہ :- ہر گریہ کا انجام ہنسنا ہوتا ہے اور جو شخص انجام پر نظر رکھتا ہو، وہ مبارک بندہ ہے۔

تشریح :- خدا کی راہ میں جو آنکھ روتی اور جو دل بریاں رہے، وہ ٹھنڈی اور مبارک آنکھ اور دل ہے۔ اس لئے کہ رونے کا نتیجہ مسرت و خوشی اور فرحت ہوتا ہے۔ اور انجام پر نظر رکھنے والا مبارک آدمی ہے۔

ہر کجا آب رواں سبزہ بود ہر کجا اشک رواں رحمت شود

باش چوں دولاب نالاں چشم تر تا ز صحن جانت بر روید خضر

ترجمہ :- جہاں پانی جاری رہتا ہے۔ وہاں سبزہ ہوتا ہے اور جہاں آنسو جاری ہوتے ہیں، وہاں خدا کی رحمت ہوتی ہے اے سالک تو دولاب (پانی کھینچنے اور بہانے کے ڈول) کی طرح چشم تر رہ تاکہ تیری جان کے صحن میں سبزہ ہے۔

تشریح :- جہاں پانی کی تری رہے گی۔ سبزہ پیدا ہوگا، اسی طرح جس کے آنسو جاری رہیں گے، اس پر رحمت نازل ہوتی رہے گی۔ اس لئے سالک کو چاہیئے کہ دولاب کی طرح چشم گریاں رہے، تاکہ اس کی جان کے صحن میں یعنی قلب میں سبزہ یعنی رحمت الٰہی کا فیضان ہو۔

مرحمت فرمود سید عفو کرد چوں ز جرأت توبہ کرد آں روز زرد

ترجمہ و تشریح :- یہ شعر اصل واقعہ سے متعلق ہے۔ یعنی جب اس استہزا کرنے والے نے سزا پانے کے بعد حضور سے عفو قصور چاہا، تو حضور نے اس کا قصور معاف کر دیا۔ اس لئے کہ اس نے شرمندہ ہو کر اپنی جرأت سے توبہ کر لی تھی۔

رحم خواہی رحم کن بر اشکبار لطف خواہی بر ضعیفاں رحم آر

ترجمہ :- لوگو اگر تم خدا کی رحمت کے طالب ہو تو رونے والوں پر رحم کرو اور خدا کی مہربانی کے خواستگار ہو تو کمزوروں اور شکستہ دلوں پر رحم کھاؤ اور ان کی مدد کرو۔

تشریح :- آخری شعر نتیجہ کے طور پر ہے یعنی لوگو اگر تم خدا کی رحمت و لطف کے خواہشمند ہو تو شکستہ دل، غمگین و رنجیدہ اور کمزوروں

شرح دیوان حافظؒ

(از معاون ایڈیٹر)

شنیدہ ام سخن خوش کہ پیر کنعاں گفت
فراق یار نہ آں می کند کہ بتواں گفت

ترجمہ:- میں نے پیر کنعاں سے ایک بہت اچھی بات سنی ہے (وہ یہ کہ) یار کی جدائی وہ کام نہیں کر رہا ہے جس کا ذکر کر سکیں۔

تشریح:- شعر کا دوسرا مصرعہ پہلے مصرعہ کی تشریح ہے یعنی پیر کنعاں سے جو اچھی بات میں نے سنی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یار کی جدائی وہ کام نہیں کر رہی ہے جس کو بیان کر سکیں شعر میں پیر کنعاں سے مراد مرشد کامل ہے، اور فراق یار سے مراد معرفت الہٰی کے حصول سے انکار ہے۔ مطلب یہ ہے کہ معرفت الہٰی کا حاصل نہ ہونا ایسی بات نہیں ہے کہ اس کا اظہار کر سکیں۔

حدیث ہول قیامت کہ گفت واعظ شہر
کنایتے است کہ از روزگار ہجراں گفت

ترجمہ:- شہر کے واعظ نے قیامت کے دن کے ہولناک ہونے کا جو ذکر کیا ہے۔ وہ حقیقت میں میرے جدائی کے زمانے کی طرف ایک اشارہ ہے۔

تشریح:- قیامت کے دن کی ہولناکیاں جن سے شہر کا واعظ ہم کو ڈراتا ہے۔ اصل پوچھو تو ہمارے ایام جدائی یا مفارقت محبوب کے زمانہ کی ایک اشارہ ہے۔ مطلب یہ کہ قیامت کی ہولناکیاں ایام جدائی محبوب سے زیادہ ہولناک نہیں ہیں۔

نشان یار سفر کردہ از کہ پرسم باز
کہ ہرچہ گفت برید صبا۔ پریشاں گفت

ترجمہ:- میں سفر پر گئے ہوئے یار کا نشان کس سے پوچھوں کہ صبا کے قاصد نے جو کچھ بتایا ہے، وہ پریشان اور غیر مطمئن نشان ہے۔

تشریح:- سفر پر گئے ہوئے یار سے مراد پیر و مرشد کا استغراق یا عالم محویت ہے، جو سلوک کی ایک خاص منزل ہے۔ اور قاصد صبا سے مراد خواجہ تاش یا سالکان طریقت ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ پیر و مرشد کے عالم استغراق کی کیفیت کس سے پوچھوں کہ وہ کتنی منازل طے کر کے کہاں پہنچے ہیں۔ اپنے ساتھیوں سے یا بزرگان طریقت سے جو کچھ معلوم ہوا ہے وہ اس قدر الجھا ہوا بیان ہے کہ اس سے سکون و طمانیت حاصل نہیں ہوتی۔

فغان کہ آں مہ نامہرباں۔ دشمن دوست
بترک صحبت یاران خود چہ آساں گفت

ترجمہ:- فریاد ہے کہ محبوب نامہربان نے جو دشمنوں کا دوست ہے، اپنے دوستوں کے ترک صحبت کو آسان کہہ دیا۔

تشریح:- ممکن ہے محبوب نامہربان سے مراد مرشد کامل کا وہ طریقہ ہو جو سلوک کے مبتدیوں کے ساتھ بعض اوقات پیدا کرتا ہے۔ یعنی ارادۃً بے توجہی جو مبتدی کو بیش از بیش محنت و ریاضت پر آمادہ کر دیتا ہے۔ اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ مبتدی سالک مرشد کی بے توجہی کا شکوہ کرتا ہوا کہتا ہے کہ اپنے دوستوں یا مریدوں کا ترک صحبت کچھ دشوار نہیں ہے مرشد کے یہ الفاظ قابل برداشت نہیں ہیں بلکہ دشمن یعنی حریفان بزم سے دوستی کا اظہار کرتے ہیں اور اس پر فغاں و فریاد ہے۔

غم کہن بمئے سالخوردہ رفع کنید
کہ تخم خوش دلی ایں است پیر دہقاں گفت

ترجمہ:- برسوں پرانے رنج و غم کو پرانی شراب سے دور کرو۔ پیر دہقاں نے کہا ہے کہ خوش دلی کا بیج یہی ہے۔

تشریح:- پیر دہقاں سے مراد مرشد کامل اور پرانی شراب سے مراد محبت الہٰی کی شراب ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کے سالہا سال کے افکار و ترددات اور رنج و غم کو بھلانے کے لئے پیر و مرشد نے محبت الہٰی کی شراب بتائی ہے اور کہا ہے کہ یہی اور صرف یہی شراب سرور قلب کی ضامن ہے۔

من و مقام رضا بعد ازیں و شکر رقیب
کہ دل بدرد تو خو کردہ و ترک درماں گفت

ترجمہ:- اس کے بعد (یعنی مقام رضا و خوشنودی حاصل ہونے کے بعد) میں رقیب کا شکریہ ادا کروں گا۔ اس لئے کہ اب میرا دل اے محبوب تیرے درد کا خوگر ہو گیا ہے اور علاج ترک کر دیا گیا ہے۔

تشریح:- میں اب کبھی رقیب کی شکایت نہ کروں گا یعنی شیطانی وساوس کی شکایت نہ کروں گا بلکہ ہمیشہ اس کا شکریہ ادا کیا کروں گا۔ اس لئے کہ دل محبوب کے درد کا عادی ہو گیا ہے، اور علاج سے بے نیاز ہے، اور مقام رضا یقیناً شکریہ کا مستحق ہے۔

سالکان طریقت

(مقالات صوفیائے کرام پر ایک اہم اور مستقل کتاب جو صرف پیشوا کے لئے لکھی گئی)

(سید عزیز حسن دہلوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(٢٨٦)

ایک بزرگ کی استقامت کا بیان

بعض بزرگان طریقت نے یہ واقعہ بیان کیا ہے کہ کچھ لوگوں نے ایک حسین و جمیل عورت کو ایک ہزار درہم دینے کا وعدہ کر کے اس امر پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے حسن و جمال کے جال میں ربیع بن خثیم مشہور بزرگ کو پھانس کر گمراہ کر دے عورت نے بہترین لباس زیب تن کیا، خوشنما زیورات جسم پر آراستہ کئے اور بیجان آور خوشبوئیں کپڑوں میں ملیں اور اس طرح وہ ربیع بن خثیم کی طرف روانہ ہوئی وہ مسجد کے دروازہ سے نکل رہے تھے کہ ان کی نظر عورت پر پڑی اور قلب میں اس کا خیال پیدا ہوا فوراً انہوں نے استقلال و استقامت سے کام لیا اور عورت کو مخاطب کر کے کہا

"اگر تجھ کو سخت بخار آجائے، اور اس کی شدت تیرے رنگ و روپ کو بدل دے تو تو کیا کرے گی؟ یا ملک الموت تیری روح قبض کرنے تیرے پاس آجائے۔ تجھ کو مہلت نہ دے اس وقت جبکہ امیدیں منقطع ہو جائیں تو کیا کرے گی؟ اور جب تجھ کو قبر میں دفن کر دیا جائے اور منکر و نکیر تیرے پاس آکر تجھ سے سوال و جواب کریں تو تیری کیا حالت ہوگی؟"

ربیع بن خثیم کی یہ تقریر سنکر عورت اس قدر متاثر ہوئی کہ اس کے دل و دماغ بے کار ہو گئے، اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی ربیع بن خثیم نے کہا: "خدا کی قسم افاقہ اور عبادت رب کی بدولت اس کو حاصل ہو گئی؟" اس کے بعد یوم وفات تک عورت دن بدن کمزور ہوتی چلی گئی، اور آخر ایک روز ذکر الٰہی میں مشغول اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔

---

(٢٨٧)

خوف خدا کا ایک واقعہ

حضرت حسن رضہ بیان کرتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے زمانہ میں ایک حسین و جمیل عورت پیشہ کیا کرتی تھی اور اس کی خرچی سو دینار تھی۔ ایک روز اس پر ایک عابد کی نظر پڑی، اور اس کے حسن و جمال نے اس کے قلب پر غیر معمولی اثر کیا، اور اس سے شب باشی کی خواہش اس کے دل میں پیدا ہوئی۔ اس نے عبادت و ریاضت کو ترک کر دیا، اور سو دینار کمانے میں مشغول ہو گیا۔ محنت و مشقت سے اس نے سو دینار جمع کئے اور عورت کے پاس جاکر کہا کہ "تیرے حسن و جمال نے مجھ کو حیرت میں ڈال دیا اور تجھ سے شب باشی کرنے کے لئے میں نے یہ سو دینار محنت و مزدوری کر کے جمع کئے ہیں؟" عورت نے دینار لے لئے اور اس کو خلوت میں لے گئی۔ اور ایک زریں تخت پر بیٹھ کر عابد سے کہا: "آؤ میرے ساتھ مشغول ہو" عابد عورت کے دونوں زانوؤں کے درمیان اس طرح بیٹھ گیا جس طرح مرد مجامعت کے لئے بیٹھا کرتے ہیں۔ معاً اس کو یاد آیا کہ وہ تو خدا کی نظر میں اس کا عبادت گذار بندہ ہے، اور یقیناً خدا اس کی عبادت کو پسند کرتا اور اس سے خوش ہے" یہ خیال آتے ہی عابد پر لرزہ طاری ہو گیا، اور خوف خدا سے اس کا جسم تھر تھر کانپنے لگا وہ عورت کی طرف متوجہ ہوا اور کہا "سو دینار جو میں نے تجھ کو دیئے ہیں تو ان کی مالک ہے۔ مجھ کو چھوڑ دے کہ میں مکان سے باہر چلا جاؤں؟" عورت نے پوچھا "کیوں؟ کیا بات ہوئی کہ تم اپنا روپیہ بھی چھوڑتے ہو، اور میرے ساتھ شغل بھی ترک کر کے باہر جانا چاہتے ہو، میرے حسن نے تم کو اپنا فریفتہ کر لیا تھا اور جب تم کو وصال کا موقع ملا تو تم بیگانگی اختیار کر رہے ہو آخر کیوں؟" عابد نے جواب دیا: "یہ جو کچھ ہوا صرف خوف الٰہی کے سبب اور اس منزلت کی وجہ سے جو خدا کی نظر میں مجھ کو حاصل

ہے۔ اب میرے قلب میں تیری محبت نہیں، بلکہ تجھ سے بغض ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ دنیا میں اب تو میرے نزدیک میری سب سے بڑی دشمن ہے۔" عورت نے یہ سنکر کہا: "اگر تم سچے ہو اور جو کچھ تم نے کہا صحیح ہے تو اب میں تم سے نکاح کروں گی، اور تمہارے سوا کسی کو اپنا شوہر نہ بناؤں گی۔" عابد نے کہا: "بہتر یہی ہے کہ تم مجھ کو یہاں سے چلے جانے کی اجازت دیدو۔" عورت نے کہا "نہیں نہیں۔ ہرگز نہیں اب تم اس وقت تک یہاں سے نہیں جاسکتے، جب تک مجھ کو نکاح کر کے اپنی بیوی نہ بنالو۔" عابد نے کہا: "بہت ممکن ہے، تیری یہ خواہش ہو جائے۔" یہ کہہ کر عابد نے کپڑے پہنے اور باہر چلا گیا۔ عابد کے چلے جانے کے بعد عورت کو اپنی زندگی پر ندامت ہوئی، اور وہ عابد کے گاؤں کی طرف روانہ ہو گئی اور گاؤں میں پہنچ کر عابد کا نام اور حیثیت دریافت کی لوگوں نے سب کچھ بتا دیا، عورت ملکہ کے نام سے مشہور تھی۔ عابد کے مکان پر پہنچ کر اس نے اطلاع کرائی کہ ملکہ حاضر ہوئی ہے۔ عابد باہر آیا، جونہیں اس کی نظر عورت پر پڑی، ایک چیخ ماری اور اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔ عورت نے بہت افسوس کیا، اور عابد کی تجہیز و تکفین کے بعد پوچھا: "عابد کا کوئی قریبی عزیز یہاں موجود ہے؟" لوگوں نے کہا: "اس کا بھائی ہے لیکن غریب و فقیر۔" عورت نے کہا: "میں اسی سے عابد کی محبت کے پیش نظر شادی کروں گی۔" چنانچہ اس نے شادی کر لی، اور خدا نے اس کے بطن سے سات فرزند صالح پیدا کئے۔

(۲۸۸)

سچی محبت اثر رکھتی ہے

رجاء بن عمر نخعی بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ایک خوبصورت و شکیل نوجوان تھا، جو دن رات عبادت و ریاضت میں مشغول رہتا تھا۔ وہ ایک مرتبہ قبیلہ نخع کے پڑوس میں آکر قیام پذیر ہوا اور قبیلہ کی ایک حسین و جمیل لڑکی پر اس کی نظر پڑی، دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر عاشق ہو گئے، اور عشق کی آگ نے دونوں کے خرمن پر گر کر جو اس کو جلا کر خاک کر دیا، جوان نے لڑکی کے باپ کو اپنا پیام دیا، باپ نے کہا: "لڑکی کی نسبت اس کے چچازاد بھائی سے ہو چکی ہے۔" اس اطلاع سے دونوں کے سر پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا، اور محبت کی اذیت کو برداشت کرتے رہے ایک روز لڑکی نے جوان کو کہلا بھیجا کہ "تیری محبت نے مجھ کو دیوانہ بنا رکھا ہے، اگر اجازت دو تو میں تمہاری خدمت میں حاضر ہو جاؤں، اور یہ امر پسند نہ ہو تو تم کو اپنے پاس بلانے کی کوئی تدبیر نکالوں۔" جوان نے جواب میں کہلا بھیجا کہ "دونوں باتیں مجھ کو پسند نہیں ہیں۔ میں ڈرتا ہوں خدا کی نافرمانی سے جس کی سزا عذاب جہنم ہے۔ ہاں میں ایسی آگ سے ڈرتا ہوں جو کبھی ٹھنڈی نہیں ہوتی، اور جس کے شعلے ہر وقت بھڑکتے رہتے ہیں۔" یہ الفاظ سنکر لڑکی نے کہا: "بلاشبہ وہ زاہد ہے خدا سے ڈرتا ہے، یہی اس قابل ہے کہ میں اس سے نکاح کروں۔" یہ فیصلہ کر کے اس نے دنیا کو ترک کر دیا اور عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئی۔ جوان کی محبت اور ریاضت نے چند روز میں اس کو مضمحل کر دیا، یہاں تک کہ محبت کی آگ میں جل جل کر وہ فنا ہو گئی۔ جوان اس کی قبر پر آیا اور فاتحہ پڑھا کرتا تھا کہ ایک روز اس نے لڑکی کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: "تم کس حال میں ہو اور تم کو کیا صلہ ملا؟" لڑکی نے جواب دیا

نعم المحبۃ یا حبی محبتنا	میرے محبوب ہماری محبت
حبا یقود الی خیر و احسان	بہترین محبت ہے۔ ہاں ایسی محبت جس نے خیر و احسان کی طرف رہنمائی کی۔

جوان نے پوچھا کیا وہاں بھی محبت کی اذیتیں ہیں؟ لڑکی نے کہا

الی نعیم و عیش لا زوال لہ	ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور عیش
فی جنۃ الخلد ملک لیس بالفانی	میں ہمیشہ رہنے والا ملک ہے جو کبھی فنا نہ ہوگا۔

جوان نے پوچھا: "کیا وہاں بھی تم مجھ کو یاد کرتی ہو؟ میں تو ایک لمحے کے لئے بھی تم کو نہیں بھولا۔" لڑکی نے کہا "میں بھی تم کو نہیں بھولی اور خدا کی قسم کبھی نہ بھولوں گی میں نے اپنے اور تمہارے پروردگار سے ملاقات کی دعا کی ہے۔ تم جد و جہد اور ریاضت کرو خدا کی رحمت سے ملاقات ہوگی۔" یہ کہکر لڑکی چلی گئی، جوان نے پکار کر کہا: "اب میں تم کو دیکھوں گا؟" لڑکی نے کہا "عنقریب" اس خواب کے بعد جوان زیادہ عرصہ زندہ نہ رہا اور صرف سات روز بعد دنیا کو چھوڑ کر اپنے محبوب کے پاس چلا گیا۔

فقرائے اسلام

(سید عزیز حسن دہلوی)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

حضرت امام حسینؑ کے صاحبزادے امام زین العابدینؑ کے آٹھ یا پندرہ اولادیں تھیں۔ ان میں سے صرف چھ اولادوں سے سلسلۂ نسب جاری رہا، اور باقی لاولد رہیں۔ ان چھ فرزندوں میں سے جن سے سلسلۂ نسل جاری رہا، دو بڑے باعظمت اور بزرگ فرزند تھے یعنی امام محمد باقرؒ جو حضرات اہل شیعہ کے فرقۂ اثنا عشریہ کے پانچویں امام ہیں، اور حضرت زیدؒ جن کی ایک روز مسند خلافت پر ہشام سے گفتگو ہوئی، کوفیوں کو اس گفتگو کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے یہ خیال قائم کر کے کہ حضرت زید خلافت کے خواہشمند ہیں، ان کو کوفہ تشریف لانے کی دعوت دی۔ حضرت زیدؒ کا چونکہ مدینہ میں کوئی ہم خیال نہ تھا، اس لئے انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا اور کوفہ تشریف لے گئے۔ کوفیوں نے حسب عادت حضرت زیدؒ کے ہاتھ پر اسی طرح بیعت شروع کی جس طرح مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر واقعہ کربلا سے پہلے بیعت کی تھی اور اپنی سیاسی مہارت سے چند روز میں ان کو دعوائے خلافت پر آمادہ کر لیا۔ اور اس دعوے کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہشام کی فوجوں نے حضرت زید کے حامیوں کو شکست دے کر ان کو قتل کر دیا۔

امام محمد باقرؒ نے ہشام بن عبد الملک اموی خلیفہ کے عہد میں انتقال کیا اور امام جعفر صادقؒ آپ کے صاحبزادے آپ کے جانشین ہوئے جو فرقۂ اثنا عشریہ کے چھٹے امام ہیں۔

امام جعفر صادقؒ کی والدہ ماجدہ حضرت ام فروہ امام قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔ اس اعتبار سے امام جعفر صادقؒ امام قاسم بن محمد بن ابی بکرؓ کے نواسے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ طریقت اور معرفت الٰہی کے طریقے حضرت امام جعفر صادقؒ کو اپنے نانا امام قاسمؒ سے حاصل ہوئے اور آپ اپنے نانا ہی کے جانشین قرار پائے۔ بعض حضرات کا بیان یہ بھی ہے کہ معرفت الٰہی یا سلوک کے بعض طریقوں کی آپ نے اپنے دادا حضرت امام زین العابدینؒ سے بھی تعلیم پائی ہے۔ اگر یہ بیانات درست ہیں تو کہا جا سکتا ہے کہ امام جعفر صادقؒ سلوک کے دونوں مشہور طریقوں کے جامع تھے یعنی سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیم آپ نے امام قاسمؒ سے پائی اور سلسلۂ چشتیہ وغیرہ کی تعلیم اپنے دادا امام زین العابدینؒ سے حاصل کی۔

امام جعفر صادقؒ واقعہ یہ ہے کہ اپنے زمانہ کے بڑے بزرگ تھے اور تمام علماء و مشائخ کا فیصلہ ہے کہ اس زمانے میں آپ کا وجود ایک بابرکت وجود تھا۔ آپ کی کنیت ابو عبد اللہ اور لقب صادقؒ تھا۔ آپ نے چونکہ عمر بھر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا اس لئے لوگوں نے آپ کا لقب صادق رکھ دیا تھا۔ بعض حضرات کا خیال یہ بھی ہے کہ صدق کی دولت آپ کو اپنی ماں سے ورثہ میں ملی تھی جو حضرت صدیق اکبرؓ کی پوتی تھیں۔

حضرت امام جعفر صادقؒ کو اس نسبت پر فخر تھا کہ ان کے نانا امام قاسمؒ جیسے فقیہ و عالم اور پرنانا حضرت ابوبکرؓ جیسے بزرگ ہیں۔ چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

ولدنی ابوبکر مرتین میں ابوبکرؓ سے دو مرتبہ پیدا ہوا۔ یعنی ایک ولادت نسبی کہ آپ کی والدہ ماجدہ حضرت ابوبکرؓ کی نواسی تھیں اور آپ ان کے بطن سے پیدا ہوئے تھے، اور دوسری ولادت باطنی کہ باطن کا علم بھی آپ کو حضرت ابوبکرؓ کے نواسے حضرت امام قاسمؒ سے حاصل ہوا تھا۔

مورخین کا بیان ہے کہ امام جعفر صادقؒ نہ صرف خاندان نبوت کے فضائل سے آراستہ تھے، بلکہ علوم و فنون عصریہ میں بھی ممتاز درجہ رکھتے تھے اور ان سے اس زمانہ کے مشہور علماء و فضلاء یحییٰ بن سعید انصاری، ابن جریج، امام مالک، محمد بن اسحاق، امام ابوحنیفہؒ، سفیان ثوری، موسیٰ بن جعفر وغیرہ حضرات نے امام ابوحنیفہؒ کی نسبت لکھا ہے کہ وہ امام جعفر صادقؒ کے نہیں ان کے والد امام باقرؒ کے شاگرد تھے۔ اور وجہ یہ بتائی ہے کہ امام ابوحنیفہؒ ۸۰ھ میں اور امام جعفر صادقؒ ۸۳ھ میں پیدا ہوئے تھے، دونوں ایک دوسرے کے ہم عصر تھے اس لئے شاگردی کا کوئی موقع نہ تھا۔ لیکن یہ غلط ہے اس لئے کہ امام

جعفر صادقؑ اپنے والد ماجد حضرت امام باقرؑ کے بعد ان کے جانشین قرار پائے اور جو لوگ ان کے درس میں آیا کرتے تھے وہ بدستور ان کے فرزند امام جعفر صادقؑ کے درس میں آتے رہے۔

یہ درست ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ حضرت امام محمد باقرؑ کے شاگرد تھے، اور ان سے کافی عرصہ تک فیض حاصل کیا تھا اور یہ بھی صحیح ہے کہ امام جعفر صادقؑ امام ابوحنیفہ رح سے عمر میں چھوٹے اور ہم عصر تھے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ امام ابوحنیفہ نے ان کے دینیات علوم سے کچھ حاصل نہ کیا ہو، اس لئے کہ امام جعفر صادقؑ کو خداوند تعالےٰ نے غیر معمولی قابلیت مرحمت فرمائی تھی، اور بڑے بڑے علما و فقہا اور سن رسیدہ اکابر ان کی صحبت میں شریک ہوتے اور فیض حاصل کرتے تھے۔

حضرت امام جعفر صادقؑ عرصۂ دراز تک مدینہ منورہ میں رہے، اور عمر کا یہ تمام حصہ درس حدیث و تفسیر قرآن میں گذرا۔ لوگ جوق جوق آپ کے درس میں آتے اور فیوض و برکات کی سوغاتیں لے کر جاتے۔ آپ درس حدیث و تفسیر قرآن کی صحبت میں ادب سے بیٹھتے اور قرأت و سماعت حدیث و تفسیر قرآن کے تمام آداب ملحوظ رکھتے تھے۔ نہ صرف یہی بلکہ درس و صحبت علمی کے علاوہ بھی آپ کی زندگی کا کوئی خفیف سا خفیف جزو بھی فضول امور میں نہ گذرتا تھا۔ بے نتیجہ مشاغل سے آپ کو سخت نفرت تھی اور فاضل اوقات میں عموماً عبادت میں مشغول رہتے تھے۔

غالباً ابوجعفر منصور عباسی خلیفہ کے عہد حکومت میں امام جعفر صادقؑ عراق تشریف لے گئے، لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "آپ خاندانِ نبوت کے چشم و چراغ ہیں، امامت آپ کا حق ہے۔ اہل عراق اہلبیت کے خیرخواہ ہیں، بہتر ہے کہ آپ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "فتنہ برپا کرنے کی ضرورت نہیں ہے، سکون و طمانیت سے زندگی بسر کرو، اور جو لوگ حکومت کر رہے ہیں ان کو حکومت کرنے دو، وقت ہمارا مساعد نہیں ہے۔"

حضرت امام جعفر صادقؑ واقعہ یہ ہے کہ اپنے وقت کے ان صلحا میں سے تھے، جو فتنہ و فساد سے دور رہنا چاہتے تھے اور فساد و فتنہ کو قوم کی تباہی کا مرادف خیال کرتے تھے۔ دوست اور دشمن دونوں آپ کے مداح تھے چنانچہ ابوجعفر منصور جیسا شخص جو تمام مورخین کے خیال کے مطابق اہلبیت کا دشمن تھا، آپ کی نسبت کہتا ہے کہ "امام جعفر صادقؑ اہلبیت میں سب سے بہتر و برتر ہیں"۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے ۶۵ سال کی عمر پائی اور بقول مشہور ۱۴۸ھ میں عراق سے واپس آکر مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا۔

ملفوظات

آپ کے ملفوظات اگر کوشش کی جائے تو کافی مل سکتے ہیں لیکن زیادہ وقت نہ ملنے کے سبب ہم چند ارشادات پر اکتفا کرتے ہیں۔

۱۔ حق متابعت

شریعت و طریقت میں اتباع خدا و رسول سب سے مقدم چیز ہے کہ روزِ محشر جب اعمال کی پرسش ہوگی حق متابعت کی نسبت بھی سوال ہوگا۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادقؑ سے جب حضرت داؤد طائی رح نے نصیحت کی درخواست کی تو امام ممدوح نے فرمایا کہ "تم خود اپنے وقت کے زاہد ہو، میری نصیحت سے تم کو کیا فائدہ پہنچے گا؟"

حضرت داؤد طائی نے عرض کیا: "آپ کی بزرگی سب کے نزدیک مسلم ہے۔ بہتر ہے کہ آپ سب کو نصیحت فرمائیں۔ حضرت امام نے فرمایا: "ابوسلیمان (داؤد طائی) میں خود اس خطرے میں مبتلا ہوں کہ کہیں مجھ سے روزِ حشر میرے دادا یہ دریافت نہ فرمائیں کہ تو نے حق متابعت کیوں ادا نہیں کیا۔ واقعہ یہ ہے کہ روزِ قیامت کا مسئلہ نسب سے حل نہیں ہوگا، بلکہ خدا سے بہتر معاملہ رکھنے پر اس کا حل موقوف ہے"۔

۲۔ حاسد کو راحت نصیب نہیں ہوتی

ایک روز حضرت سفیان ثوری رح نے حاضر ہو کر عرض کیا "امام وقت! کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: "ابوسفیان! جھوٹے انسان میں مروت نہیں ہوتی، حاسد کو راحت نصیب نہیں ہوتی۔ بدخلق کو سرداری نہیں ملتی، اور بادشاہوں میں اخوت کا جذبہ نہیں ہوتا۔

۳۔ رضا بالقضاء

سفیان ثوری کی درخواست نصیحت پر حضرت امام جعفر صادقؑ

نے فرمایا: "ابوسفیان اپنے آپ کو خداوند تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیزوں سے بچانا تاکہ عابد کی صفات حاصل ہوں، جو کچھ قسمت میں لکھا گیا ہے اس پر قانع اور راضی رہنا تاکہ مسلم کے خصائص سے بہرہ ور ہو۔ فاجر کی صحبت سے بچنا تاکہ فجور تجھ پر غالب نہ آسکے اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لے جو خدا کی طاعت میں کامل ہوں۔"

۴۔ ہیبت و حکومت کیونکر حاصل ہوتی ہے

حضرت امام جعفر صادق رضؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ "جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عزت و عظمت اس کے قبیلہ، قوم اور ذات کے سبب سے نہ ہو، بلکہ خداداد ہو اور لوگوں پر اس کی ہیبت و حکومت بغیر کسی اقتدار کے ہو، اس کو چاہیئے کہ وہ صغیرہ و کبیرہ ہر قسم کے گناہوں کو چھوڑ دے اور خدا و رسول کی پوری پوری اطاعت کرے۔"

۵۔ بُری صحبت کا نتیجہ

ایک موقع پر فرمایا: "جو شخص اچھے بُرے ہر شخص کی صحبت اختیار کرتا ہے، وہ حوادث و خطرات سے محفوظ نہیں رہتا۔ جو شخص بُری راہ اختیار کرتا ہے، اس پر تہمت لگائی جاتی ہے اور جو شخص اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا، وہ نادم و شرمسار ہوتا ہے۔"

۶۔ بعض عبادات اور معاصی کے ثمرات کا ذکر

ایک مرتبہ فرمایا کہ "بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کے ارتکاب کے بعد بندہ خدا سے قریب ہو جاتا ہے۔ اور بعض نیکیاں ایسی ہیں کہ ان پر عمل کر کے بندہ خدا سے دور ہو جاتا ہے (یعنی بندہ جو نیکیاں کرتا ہے ان پر مغرور رہتا ہے یعنی طاعات و عبادات پر غرور خدا سے بُعد کا موجب ہوتا ہے) اور گنہگار نادم و شرمندہ ہوتا ہے (یعنی صدور گناہ کے بعد اس پر ندامت قرب الٰہی کی موجب ہوتی ہے)"

۷۔ عقلمند کون ہے

بعض کتابوں میں یہ واقعہ نظر سے گذرا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ نے حضرت امام جعفر صادق رضؓ سے پوچھا: "عقلمند کس کو کہتے ہیں؟" حضرت امام ابوحنیفہ رحؒ نے فرمایا: "عقلمند وہ ہے جو خیر و شر میں فرق و تمیز کر سکے۔" حضرت

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "تمیز تو بہائم کو بھی ہوتی ہے کہ اپنے مارنے اور چارہ دینے والے کو پہچانتے ہیں"۔ امام ابوحنیفہ نے عرض کیا "آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے؟" آپ نے فرمایا "جو شخص دو بھلی چیزوں اور دو بری چیزوں میں تمیز کرکے بھلی چیزوں میں سے بہتر کو اختیار کرے اور بری چیزوں میں سے بہتر کو قبول کرے"۔

۸۔ کبریائی الٰہی کا پرتو

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا "آپ میں ہر قسم کی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ایک چیز آپ میں کمال کا تکبر ہے"۔ آپ نے فرمایا "میں مغرور و متکبر نہیں ہوں۔ خداوند تعالیٰ کی کبریائی کا پرتو مجھ میں پایا جاتا ہے اور لوگ اس کو میرا ذاتی فعل خیال کر لیتے ہیں"۔

۹۔ درویش صابر اور تونگر شاکر میں کون بہتر ہے

ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا "درویش صابر بہتر ہے یا تونگر شاکر؟" آپ نے فرمایا "درویش صابر تونگر شاکر سے بہتر ہے۔ اس لئے کہ تونگر کا دل مال و زر میں الجھا رہتا ہے اور درویش کا دل خداوند تعالیٰ میں"۔

۱۰۔ عبادت توبہ کے بغیر درست نہیں ہوتی

ایک مرتبہ فرمایا "توبہ کے بغیر عبادت درست نہیں ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے التائبون العابدون۔ یعنی توبہ کو عبادت پر مقدم کیا گیا ہے"۔

آلِ رسولؐ کیلئے خونی دسترخوان

اموی اور عباسی سامراج نے آلِ رسول کے لئے خونی دسترخوان بچھایا۔ ظلم و جفا اور وحشت و بربریت کے کیسے کیسے کھانے چنے؟ اور جگر گوشگان رسول نے ان کو کس رغبت سے تناول فرمایا؟ حریت و آزادی کے متوالے دلاوروں نے سرفروشی کے میدان میں کیا کیا قربانیاں

کیں؟ ان سب کے اگر تفصیلی حالات معلوم کرنے ہیں اور محرم و مجالس عزا میں تفصیلی حالات پڑھنے ہیں تو جلد از جلد حسب ذیل کتب منگوا لیجئے بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ ممکن ہے تساہل کی وجہ سے کتاب ختم ہو جائے اور بعد میں افسوس۔

حسینؑ

اگر کربلا کے ریگستان میں آل رسولؐ کے خون کا چھڑکاؤ اگر آپ دیکھنا چاہتے ہیں تو آج ہی

نامی کتاب کا آرڈر روانہ کیجئے جس کے پہلے حصہ میں ذبح عظیم شہید اعظم حضرت امام حسینؑ کے مکمل حالات زندگی معرکۂ کربلا تک نہایت [illegible] سید عزیز حسن ایڈیٹر پیشوا نے لکھے ہیں اور دوسرے حصے میں حضرت امام حسینؑ کی زندگی کے حالات مع واقعات کربلا کے [illegible] مداح اہلبیت مرزا دبیر لکھنوی کے مراثی سے انتخاب کر کے درج کئے گئے ہیں۔ کربلا کے [illegible] واقعات پر نظم و نثر کا یہ لاجواب مرقع ہے ضخامت ۵۰۰ صفحے قیمت [illegible]

سیدہ کا لال

کربلا کے میدان میں خاندان رسالت کے بے گناہوں پر [illegible] کی تیغوں نے [illegible] یزیدیوں نے [illegible] کھینچا ہے [illegible] فاطمیؑ کے [illegible] مرقع [illegible] کربلا کے واقعات [illegible] تاریخ [illegible] عہد بنو امیہ و بنو عباس کے حالات [illegible] ایک اہم کتاب ہے جس میں [illegible] ضخامت ۲۵۰ صفحے قیمت [illegible]

کربلا کے بعد

ایک ہزار سالہ خونی تاریخ حضور صلعم کے عہد مبارک اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے کے مفصل حالات اور شاہان بنو امیہ کے مظالم آل رسول پر کربلا کے بعد کیا ہوئے کافلاف حسینؑ کا عبرتناک انجام، اور بنو عباس کی حکومت اور ان کے بے پناہ مظالم سادات بنی فاطمہ پر مصر میں بنی فاطمہ کی خلافت کے مفصل حالات ضخامت ۴۰ صفحے سفید چکنا کاغذ قیمت [illegible]

شیرِ خدا کی بیٹی

سیدہ حضرت زینب کبریٰ کے مفصل حالات [illegible] سید عزیز حسن ایڈیٹر پیشوا کی [illegible] تحقیق و تلاش سے [illegible] [illegible] زندگی [illegible] اسلام [illegible] حسینؑ [illegible] قیمت [illegible]

خلفائے راشدینؓ

خلافت راشدہ سے متعلق [illegible] رسالہ [illegible] تاریخ اسلام [illegible] حضور سرور کائنات [illegible] خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ [illegible] خلیفہ دوم حضرت عمرؓ [illegible] خلیفہ سوم حضرت عثمانؓ [illegible] خلیفہ چہارم حضرت علیؓ [illegible] مکمل اور مفصل [illegible] خلافت [illegible] خلفائے راشدینؓ [illegible] ضخامت ۵۰۰ صفحے قیمت [illegible]

کتابیں منگانے کا پتہ

منیجر رسالہ پیشوا اردو بازار جامع مسجد دہلی

رشتۂ شادی کے لئے ضروری پیغام
شریف مسلمانوں کی مشکلات کیلئے

ادارہ رہنمائے رشتہ شرفاء اسلام میدان عمل میں

شریف اور معزز مسلمانوں کو اپنی اولاد کے لئے رشتۂ شادی تلاش کرنے میں جن دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کے اظہار کی ضرورت نہیں. خاص کر بیٹی والوں کی حالت تو اور بھی صبر آزما ہوتی ہے. نظام معاشرت ان کے ... پر مہر سکوت لگا دیتا ہے. وہ اپنی زبان سے کچھ کہہ نہیں سکتے. لڑکی کی عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور اس کے لئے مناسب رشتہ نہیں ملتا. خدا کا فضل ہے کہ اب یہ مشکل آسان ہوتی نظر آ رہی ہے شرفاء اسلام کی ان ہی دشواریوں کے پیش نظر محض بے لوث خدمت کے یہ ادارہ قائم کیا ہے، جسے دہلی اور بیرون دہلی کے عمائد، تجارت پیشہ حضرات اور بڑے بڑے عہدیداران اور معزز حضرات کا اعتماد حاصل ہے.

اگر آپ بھی ضرورت مند ہوں تو ہزارہا ممبران کی طرح آپ بھی ایک ممبر بن جائیے

اپنی خاندانی حالت، لڑکے یا لڑکی کی عمر، تعلیم، آمدنی، کس صوبہ اور کس شہر میں رشتہ مطلوب ہے برادری یا ذات کی قید ہے یا نہیں، رشتہ کے لئے کن خیالات کا لڑکا یا لڑکی پسند فرماتے ہیں. یہ تمام تفصیلات پوری دیانت اور ایمان داری کے ساتھ تحریر فرمائیے. ہم مکمل رازداری کی شرط پر آپ کی لڑکی یا لڑکے یا خود کے لئے بہترین رشتہ تجویز کر کے بعد تحقیقات ضروری آپ کے نام روانہ کر دیں گے، جن سے آپ براہ راست ہمارے ادارہ کا حوالہ دیتے ہوئے یا ہماری ہی معرفت خط و کتابت سے معاملہ طے کر سکتے ہیں.

ایک لڑکا یا لڑکی کے نام کے درج رجسٹر کرانے کا فیس داخلہ صرف تین روپے ہے. باقی خط و کتابت کرتے وقت ہمیشہ امر کا جوابی لفافہ ارسال کیا جاوے. خط و کتابت ہمیشہ راز میں رہے گی.

مہتمم صاحب ادارہ رہنمائے شرفاء اسلام اہل سنت والجماعت دہلی

اس میں (قدرت پر دلالت کرنے والی) نشانیاں ہیں ہر صابر شاکر (یعنی مومن) کے لئے (تقریر اس کی سورہ لقمان کے اخیر رکوع کے
اس قسم کے جملہ کی تفسیر میں گذر چکی غرض اگر وہ چاہے ہوا کو ساکن کرکے جہازوں کو کھڑا کر دے) یا (اگر وہ چاہے تو زور کی ہوا چلا کر) ان
جہازوں (کے سواروں) کو ان کے اعمال (بد کفر وغیرہ) کے سبب تباہ کر دے (کقولہ تعالیٰ فلا نغرقہم الخ یس وان نشانغرقہم) اور
(ان میں) بہت سے آدمیوں سے درگذر کر جاوے (یعنی اس وقت غرق نہ ہوں گو آخرت میں سزایاب ہوں) اور (اس تباہی کے وقت
ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں میں جھگڑے لگاتے ہیں معلوم ہو جاوے کہ (اب) ان کے لئے کہیں بچاؤ کی صورت نہیں (کیونکہ شرکاء
مزعومہ کو ایسے وقت وہ بھی عاجز جانتے تھے پس اس سے ان کی گیارہ صفات کے ساتھ افعال و اشیاء میں متصرف مستقل ہونا
بھی ثابت ہو گیا) ربط اوپر من کان یرید حرث الاخرۃ الخ میں اغترار بالدنیا کی مذمت اور طلب آخرت کی ترغیب فرمائی تھی آگے
مذمت مذکورہ کی تاکید کے لئے دنیا کی تحقیر اور ترغیب مذکور کی تاکید کے لئے آخرت کی خیریت اور اعمال فاضلہ کے ذکر سے اس کی
طلب کا طریق ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز اوپر ولو بسط میں تقلیل رزق کی حکمت اور منفعت اور ما اصابکم اور یعلم الذین میں ذنوب
کی شامت اور مغفرت کا بیان ہوا تھا آگے دنیا کا متاع فانی ہونا کہ حاصل تقلیل کے ہے اور اعمال و طاعات کی فضیلت اور برکت
کہ مقابل شامت ذنوب کے ہے بیان فرمانا نہایت ہی مناسب ہوا۔

فَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

سو جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے اور جو اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے بہتر ہے اور

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ

زیادہ پائدار وہ ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے

وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ۚ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا

بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے اپنے رب کا حکم مانا

لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۠ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ۠ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۚ

اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر کام آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں

وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ۚ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ

اور جو ایسے ہیں کہ جب ان پر ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ برابر کا بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی پھر جو شخص

فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ

معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو اپنے اوپر ظلم ہو چکنے

ظُلْمِهٖ فَاُولٰۗئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ سَبِيْلٍ ۭ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ

کے بعد برابر کا بدلہ لے لے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے

النَّاسَ وَيَبْغُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۭ اُولٰۗئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۚ وَلَمَنْ

[illegible] دنیا میں سرکشی کرتے ہیں ایسوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور جو شخص

صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے

تفسیر:- (اور تم اوپر سن چکے ہو کر طالب دنیا کی دنیوی تمنا پوری نہیں ہوتی اور آخرت سے محروم رہتا ہے اور طالب آخرت کو ترقی ہوتی ہے و نیز سن چکے ہو کر زیادہ دنیا کا انجام اچھا نہیں اکثر اس سے اعمال مفسدہ پیدا ہوتے ہیں) سو (اس سے ثابت ہوا کہ مطلوب بنانے کے قابل دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے اور باقی دنیا کی چیزوں میں سے) جو کچھ تم کو دیا دلایا گیا ہے وہ محض (چند روزہ) دنیوی زندگی کے برتنے کے لئے ہے (کہ خاتمہ عمر کے ساتھ اس کا بھی خاتمہ ہو جاوے گا) اور جو (اجر و ثواب آخرت میں) اللہ کے ہاں ہے وہ بدرجہا اس سے (کیفیت بھی) زیادہ پائدار (یعنی ہمیشہ کا رہنے والا پس دنیا کی طلب چھوڑ کر آخرت کی طلب کرو مگر اس کے مطلق حصول کے لئے اعظم طاعات یعنی ایمان کا اختیار کرنا اور اعظم ذنوب یعنی کفر کا ترک کرنا شرط ضروری ہے اور اس کے حصول اولی کے لئے جمیع طاعات ضروریہ کا اختیار کرنا اور تمام ذنوب کا چھوڑنا شرط نا جی ہے اور نوافل طاعات کا اختیار کرنا اور مباحات غیر اولی کا ترک کرنا اولیت کے ساتھ اولویت و اقربیت کا بھی سبب ہے چنانچہ) وہ (ثواب مذکور بالتفصیل المزبور) ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لے آئے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں اور جو کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں اور جن لوگوں نے کہ اپنے رب کا حکم مانا اور وہ نماز کے پابند ہیں اور ان کا ہر (مہتم بالشان) کام (جس میں بالتعیین نص نہ ہو) آپس کے مشورہ سے ہوتا ہے اور ہم نے جو کچھ ان کو دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایسے (منصف) ہیں کہ جب ان پر (کسی کی طرف سے کچھ) ظلم واقع ہوتا ہے تو وہ (اگر بدلہ لیتے ہیں تو) برابر کا بدلہ لیتے ہیں (زیادتی نہیں کرتے اور یہ مطلب نہیں کہ معاف نہیں کرتے) اور (برابر کا بدلہ لینے کے لئے ہم نے یہ اجازت دے رکھی ہے کہ) برائی کا بدلہ برائی ہے ویسی ہی (بشرطیکہ وہ فعل فی نفسہ معصیت نہ ہو) پھر (بعد اجازت انتقام کے) جو شخص معاف کر دے اور (باہمی معاملہ کی) اصلاح کرے (جس سے عداوت جاتی رہے اور دوستی ہو جاوے کہ یہ معافی سے بھی بڑھ کر ہے) تو اس کا ثواب (حسب وعدہ) اللہ کے ذمہ ہے (اور جو بدلہ لینے میں زیادتی کرنے لگے تو یہ سن رکھے کہ) واقعی اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا اور جو (زیادتی نہ کرے بلکہ) اپنے اوپر ظلم ہو چکنے کے بعد برابر کا بدلہ لیلے سو ایسے لوگوں پر کوئی الزام نہیں الزام صرف ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں (خواہ ابتداءً یا انتقام کے وقت) اور ناحق دنیا میں سرکشی (اور تکبر) کرتے (پھرتے) ہیں (اور یہی کبر سبب ظلم کا ہو جاتا ہے اور ناحق قید واقعی ہے کیونکہ تکبر کرنے کا حق کسی کو بھی حاصل نہیں آگے اس الزام کا بیان ہے کہ) ایسوں کے لئے دردناک عذاب (مقرر) ہے اور جو شخص (دوسرے کے ظلم پر) صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑے ہمت کے کاموں میں سے ہے (یعنی ایسا کرنا بہتر ہے اور اولوالعزمی ہے)

ف اس میں مختلف اعمال مذکور ہوئے ہیں عقائد و فرائض و غیر فرائض اور سب پر ثواب باختلاف درجات ثواب مرتب ہے جیسا خود تقریر ترجمہ میں مذکور ہوا ہے اور شوری میں مہتم بالشان کی قید اسی لئے ہے کہ معمولی کاموں میں مشورہ منقول نہیں جیسے دو وقت کا کھانا کھانا وغیرہ اور نص نہ ہونے کی قید اس لئے کہ منصوصات متعینہ میں بھی مشورہ نہیں جیسے یہ مشورہ کہ پانچ وقت کی نماز پڑھا کریں یا نہ پڑھا کریں اور انتقام میں یہ قید کہ فی نفسہ معصیت نہ ہو اس لئے ہے کہ ایسے امور میں انتصار بالمثل الصوری جائز نہیں مثلاً کسی نے اس سے حرام شہوت رانی کی تو اس سے حرام شہوت رانی جائز نہ ہوگی اور ینتصرون میں تو منتصرین کی من حیث الانتصاف مدح ہے اور جزاء سیئۃ میں اس کا جواز اور لمن انتصر میں اس پر ملامت کی نفی ہے اور گو ہر متقدم ہر متاخر کو مستلزم ہے لیکن قصد تصریح سے اس میں بلاغت آگئی اور تکرار بھی نہ رہا اور اسی طرح هم ینتصرون میں اس حال کی مدح اس صفت سے کرنا اور من عفا میں اس کے اجر کا اثبات اور من صبر سے حل کی مدح کرنا واقع تکرار ہے۔ اور کبائر کی تحقیق پارہ ۵ کے شروع میں آچکی ہے ربط اوپر مومنین طالبان عقبی کا حسن مآل بیان فرمایا ہے آگے کفار طالبان دنیا کے قبح مآل کا بیان ہے۔

[illegible]

وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَتَرَى الظّٰلِمِيْنَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ

اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا کوئی چارہ ساز نہیں اور آپ ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا

يَقُوْلُوْنَ هَلْ اِلٰى مَرَدٍّ مِّنْ سَبِيْلٍ ۚ وَتَرٰىهُمْ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا خٰشِعِيْنَ مِنَ

معائنہ ہوگا کہتے ہوں گے کیا واپس جانے کی کوئی صورت ہے اور آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جاویں گے مارے

الذُّلِّ يَنْظُرُوْنَ مِنْ طَرْفٍ خَفِيٍّ ۭ وَقَالَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ الْخٰسِرِيْنَ الَّذِيْنَ

ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے سست نگاہ سے دیکھتے ہوں گے اور ایمان والے کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور

خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَاَهْلِيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ فِيْ عَذَابٍ مُّقِيْمٍ ۝

اپنے متعلقین سے قیامت کے روز خسارہ میں پڑے یاد رکھو کہ ظالم لوگ عذاب دائمی میں رہیں گے

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ اَوْلِيَاۗءَ يَنْصُرُوْنَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ سَبِيْلٍ

اور ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ ان کی مدد کریں اور جس کو خدا گمراہ کردے اس کے لئے کوئی رستہ ہی نہیں

تفسیر:۔ (یہ حال مذکور تو مہتدین کا تھا کہ ہدایت من اللہ فی الدنیا و ثواب فی العقبیٰ سے مشرف ہوئے) اور (آگے اہل ضلالت کا حال سنو وہ یہ کہ) جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اس کے بعد اس شخص کا (دنیا میں بھی) کوئی چارہ ساز نہیں (کہ اس کو راہ پر لے آوے) اور (قیامت میں بھی بُرا حال ہوگا چنانچہ اس روز) آپ (ان) ظالموں کو دیکھیں گے جس وقت کہ ان کو عذاب کا معائنہ ہوگا کہ (نہایت حسرت سے) کہتے ہوں گے کیا (دنیا میں) واپس جانے کی کوئی صورت (ہوسکتی) ہے (تاکہ پھر اچھے عمل کرکے آویں کقولہ تعالیٰ فارجعنا نعمل صالحاً) اور (نیز) آپ ان کو اس حالت میں دیکھیں گے کہ وہ دوزخ کے روبرو لائے جاویں گے مارے ذلت کے جھکے ہوئے ہوں گے (اور وہ اس کو) سست (سست) نگاہ سے دیکھتے ہوں گے (جیسا خوف زدہ آدمی اسی طرح دیکھا کرتا ہے) اور (اس وقت) ایمان والے (اپنے بچنے پر شکر کرنے کے لئے اور ان پر ملامت کرنے کے لئے) کہیں گے کہ پورے خسارہ والے وہ لوگ ہیں جو اپنی جانوں سے اور اپنے متعلقین سے (آج) قیامت کے روز خسارہ میں پڑے (من تفسیرہ فی الرکوع الثانی من الزمر) یاد رکھو کہ ظالم (یعنی مشرک و کافر) لوگ عذاب دائمی میں (گرفتار) رہیں گے اور (وہاں) ان کے کوئی مددگار نہ ہوں گے جو خدا سے الگ (ہوکر) ان کی مدد کریں اور جس کو خدا گمراہ کردے اس (کی نجات) کے لئے کوئی رستہ ہی نہیں (یعنی نہ معذرت نہ نصرت نہ اور کچھ) (ربط اوپر عدم ایمان پر عذاب قیامت کی وعید سناکر آگے بطور تفریع کے قبل تحقق اس وعید کے کفار کو ایمان لانے کا حکم اور ان کے ایمان نہ لانے کی صورت میں رسول صلے اللہ علیہ وسلم کو تسلی کا مضمون فرماتے ہیں۔

اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ

تم اپنے رب کا حکم مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آپہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا، تم کو اس روز کوئی

مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ

پناہ نہ ملے گی اور نہ تمہارے بارے میں کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو ہم نے آپ کو ان پر نگران کرکے نہیں بھیجا

اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭ وَاِنَّآ اِذَآ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً فَرِحَ بِهَا ۚ وَاِنْ

آپ کے ذمہ تو صرف پہنچا دینا ہے اور ہم جب آدمی کو کچھ اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر خوش ہو جاتا ہے اور اگر

تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَاِنَّ الْاِنْسَانَ كَفُوْرٌ

لوگوں پر ان کے اعمال کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے

تفسیر :- (اے لوگو جب تم نے یہ وعید سن لی تو) تم اپنے رب کا حکم (ایمان وغیرہ کا) مان لو قبل اس کے کہ ایسا دن آ پہنچے جس کے لئے خدا کی طرف سے ہٹنا نہ ہوگا (یعنی دنیا میں جس طرح عذاب ہٹتا جاتا ہے وہاں توقف و امہال نہ ہوگا اور) نہ تم کو اس روز کوئی (اور) پناہ ملے گی اور نہ تمہارے بارے میں کوئی (خدا سے) روک ٹوک کرنے والا ہے (کہ اتنا ہی پوچھ لے کہ ان کا یہ حال کیوں بنا گیا اور اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں کو سنا دیجئے) پھر اگر یہ لوگ (یہ سنکر بھی) اعراض کریں (اور ایمان نہ لاویں) تو (آپ فکر اور غم میں نہ پڑیں کیونکہ) ہم نے آپ کو ان پر نگراں کر کے نہیں بھیجا (جس سے باز پرس کا احتمال ہو کہ آپ کی نگرانی میں ان سے یہ امور کیوں صادر ہوتے بلکہ) آپ کے ذمہ تو صرف (حکم کا) پہنچا دینا ہے (جس کو آپ کر چکے ہیں پھر آپ اس سے زیادہ کیوں فکر کریں) اور (سبب ان کے اعراض عن الحق کا ضعف تعلق مع اللہ ہے جو اس حالت کے مشاہدہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ) ہم جب (اس قسم کے) آدمی کو کچھ (اپنی عنایت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو وہ اس پر (بطور بطر اور اشر یعنی اترانے کے) خوش ہو جاتا ہے (منعم پر نظر کر کے شکر نہیں کرتا) اور اگر (ایسے) لوگوں پر ان کے ان اعمال (بد) کے بدلے میں جو پہلے اپنے ہاتھوں کر چکے ہیں کوئی مصیبت آ پڑتی ہے تو (ایسا) آدمی ناشکری کرنے لگتا ہے (اور حق تعالےٰ کی طرف بطریق توبہ عن المعاصی والتجاء و دعا و توکل و رضا بالقضا کے رجوع نہیں کرتا اور یہ دونوں حالتیں دلیل ہیں حظوظ نفسانیہ سے شدت تعلق اور حق تعالےٰ سے بے تعلقی کی اور اسی سے کفر ناشی ہوا ہے اور یہ حالت ان لوگوں کی طبیعت ثانیہ ہو گئی ہے پس ان سے آپ ایمان کی توقع کیوں رکھیں جو موجب غم ہو پس تسلیہ دو طرح پر ہوا ایک آپ کی حالت کے اعتبار سے ان علیک الا البلاغ اور ایک ان لوگوں کی حالت کے اعتبار سے انا اذقنا الخ ربط اوپر چند جا توحید کا ذکر ہوا ہے اور متصل کی آیتوں میں بھی عذاب کے وقت غیر اللہ کا مشرکین کے کام نہ آنا جس سے شرک کا ابطال ہوتا ہے مذکور ہوا ہے آگے بھی توحید کا بیان ہے لیے عنوان سے کہ متصل کے مضمون کی علت بھی دال ہے چنانچہ للہ ملک میں تقدیم للہ کی مفید ہے اللہ تعالےٰ کے استقلال تصرف کو جو مستلزم ہے بطلان تصرف غیر کو۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ

اللہ ہی کی ہے سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو

لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ

چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ بے شک وہ

عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے

تفسیر :- اللہ ہی کی ہے (سب) سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (چنانچہ) جس کو چاہتا ہے بیٹیاں عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا فرماتا ہے یا ان کو (جس کے لئے چاہے) جمع کر دیتا ہے بیٹے بھی

بیٹے بھی (دیتا ہے) اور بیٹیاں بھی اور جس کو چاہے بے اولاد رکھتا ہے بے شک وہ بڑا جاننے والا بڑی قدرت والا ہے۔ ربط اوپر رسالت کا چند جا ذکر ہوا ہے اور متصل کی آیتوں میں بھی ان علیک الا البلاغ فرمایا ہے چونکہ منجملہ شبہات متعلقہ بالنبوۃ کے کفار کا ایک شبہ یہ بھی تھا کہ ہم سے اللہ تعالیٰ یا فرشتے بالمشافہ کیوں نہیں کہتے جیسا کہ یہ درمنثور میں لما مر ذکرہ عن ابن جریج فی تفسیر قولہ تعالیٰ وقال الذین لا یرجون لقاءنا لولا انزل علینا الملئکۃ او نری ربنا اس کا ایک مشترک جواب تو اسی آیت میں دیا گیا ہے لقد استکبروا الخ اور خاص کلام رب کے متعلق آیت اس کا جواب ہے اور اسی سلسلہ میں آپ کی نبوت اور اس پر امتنان اور قرآن کی عظمت شان اور اس کا خاص اور عام ہدایت ہونا بیان کرکے اس فیصلہ پر قرآن کے وجوب اتباع کی تاکید کے لئے صراحۃً عظمت الٰہیہ اور اشارۃً مجازاۃ کا بیان ارشاد فرماکر سورۃ کو ختم کرتے ہیں۔

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا

اور کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر یا تو الہام سے یا حجاب کے باہر سے یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ

فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ ۝ وَكَذَٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا

خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے وہ بڑا عالی شان ہے بڑی حکمت والا ہے اور اسی طرح ہم نے آپ کے پاس وحی یعنی

مِنْ أَمْرِنَا ۚ مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْإِيمَانُ وَلَٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا

اپنا حکم بھیجا ہے آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ خبر تھی کہ ایمان کیا چیز ہے و لیکن ہم نے اس قرآن کو ایک نور بنایا جس کے ذریعہ

نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا ۚ وَإِنَّكَ لَتَهْدِي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

سے ہم اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آپ ایک سیدھے رستے کی ہدایت کر رہے ہیں

صِرَاطِ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ أَلَا إِلَى اللَّهِ تَصِيرُ الْأُمُورُ ۝

یعنی اس خدا کے رستے کی کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے

تفسیر:- اور کسی بشر کی (حالت موجودہ میں) یہ شان نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے کلام فرماوے مگر (تین طریق سے) یا تو الہام سے (کہ قلب میں کوئی اچھی بات بلا واسطہ مدرکات طبعیہ کے ڈالدے یقظہ میں یا منام میں خواہ وہ الہام قطعی ہو جیسا انبیا کا الہام یا غیر قطعی ہو جیسا غیر انبیا کا الہام پس ایک طریق تو یہ ہے) یا حجاب کے باہر سے (کچھ کلام سنادے جیسے موسیٰ علیہ السلام نے سنا تھا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تجلی صفاتی کے حجاب سے ارشاد بلا واسطہ ہوا تھا فیم یختصم الملا الاعلیٰ رواہ الترمذی اور یہ حجاب کوئی جسم حائل نہیں اور نہ یہ حجاب حق تعالیٰ کی ذات و نور کو مخفی کرسکتا ہے بلکہ مقتضیات اس حجاب کے بشر کا ضعف ادراک ہے جس سے باوجود کمال ظہور نور ذات کے ادراک سے عاجز ہے بقول شاعر سے شد بہفت پردہ پر چشم ایں بہفت پردہ چشم ٭ بے پردہ ورنہ ماہے چوں آفتاب دارم ٭ اور یہی حجاب تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو رویت سے مانع ہوا تھا اور یہی مانع جنت میں مرتفع ہو جاوے گا یعنی رویت کی قوت اور تحمل دیدیا جاوے گا اور یہ مسموع بھی خواہ قطعی ہو جیسا انبیاء علیہم السلام کے لئے ہو یا غیر قطعی ہو جیسا اگر اولیاء کے لئے یہ ثابت ہو جاوے وقد نقل فی الروح اثباتہ نعم عن عبد الوہاب الشعرانی واللہ اعلم ولم نیفہ نفی یہ دوسرا طریق ہوا) یا کسی فرشتے کو بھیج دے کہ وہ خدا کے حکم سے جو خدا کو منظور ہوتا ہے پیغام پہنچا دیتا ہے (اگر غیر انبیاء کے لئے اس کا وقوع ثابت ہو جاوے کما رایتہ فی بعض الکتب منقولا عن الشیخ الاکبر اور تکلیم ملائکہ مع مریم سے اس کی تائید ہوتی ہے تو اس میں بھی دو قسمیں قطعی ظنی نکلیں گی گو ثانی نادر ہی

کہنا ایہام کے سبب منہی عنہ ہے اور گو آیت میں ایک ہی قسم مراد ہو اور دوسری قسم ظنی کا وجود ناقض حصر نہ ہوگا کیونکہ مقسم میں
تخصیص قطعی کی ممکن ہے اور اقسام ظنیہ مستقل دلائل سے ثابت ہو جاویں گے پس یہ تیسرا طریق کلام کا ہوا اور تینوں کو کلام کہنا
عموم مجاز پر مبنی ہے غرض کلام مع البشر کے یہ تین طریق ہیں اور مشافہۃ و معاینۃ کلام کرنا اس لئے عادت اللہ کے خلاف ہے
کہ خود معاینہ کا تحمل حالت موجودہ میں بشر کو حاصل نہیں پھر ان معترضین کو کیسے حوصلہ ہوتا ہے کہ معاینۃً حق تعالیٰ سے ہم کلام
ہوں حالانکہ ان میں خود ان طرق ثلثہ میں سے ظنیات کی بھی قابلیت بوجہ کفر کے نہیں ہے اور اس سے یہ وسوسہ بھی دفع ہو گیا کہ وہ
یوں کہہ سکتے تھے کہ اچھا جو طریق کلام کا معتاد ہے اسی طریق سے ہم سے کلام ہونا چاہیئے وجہ جواب ظاہر ہے کہ وہ اس قابل
بھی نہ تھے جیسا دوسری آیت میں ہے قالوا لن نؤمن حتی نؤتی مثل ما اوتی رسل اللہ اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ
پس دونوں آیتوں سے دونوں کا جواب ہو گیا آگے مجموعہ مضمون مذکور کی علت ارشاد فرماتے ہیں کہ) وہ بڑا عالیشان ہے
(اس سے جب تک وہ خود تحمل نہ دے کوئی ہم کلام نہیں ہو سکتا یہ علت مستثنیٰ منہ کی ہوئی مگر اس کے ساتھ) بڑی حکمت والا (بھی)
ہے (اس لئے مصالح عباد کی رعایت سے تین طریق کلام کے مقرر فرما دیتے ہیں یہ علت مستثنیٰ کی ہوئی) اور (جس طرح بشر کے ساتھ
ہمارے ہم کلام ہونے کا طریقہ بیان کیا گیا ہے) اسی طرح (یعنی اسی قاعدہ کے موافق) ہم نے آپ کے پاس (بھی) وحی یعنی اپنا
حکم بھیجا ہے (اور آپ کو نبی بنایا ہے اور اس وحی کی وحی ہونے پر دلائل خارقہ قائم ہیں جو آپ کی اثبات نبوت کے لئے کافی ہیں
اور اثبات نبوت اس پر موقوف نہیں کہ ہم لوگوں سے بالمشافہہ والمعاینہ کہیں اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے جب آپ سے باوجود صلاحیت
رسالت کے معاینۃً و مشافہۃً کلام نہیں ہوتا ہے بلکہ بطرق مذکورہ کلام ہوتا ہے تو یہ کس شمار میں ہیں آگے اتباع وحی مذکور کے
عموم وجوب کی تاکید نیز آپ کی مسرت و امتنان کے لئے اس وحی کا ہدایت کبریٰ ہونا بیان فرماتے ہیں کہ یہ ایسا ہدایت نامہ ہے
کہ آپ سے اس بے مثل علوم میں اسی کی بدولت ترقی ہوئی چنانچہ اس کے قبل) آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب (اللہ) کیا چیز ہے اور نہ
یہ خبر تھی کہ ایمان (کا کمال انتہائی جو کہ اب حاصل ہے) کیا چیز ہے (گو نفس ایمان ہر نبی کو ہر وقت قبل نبوت بھی حاصل ہوتا ہے) و لیکن
ہم نے (آپ کو نبوت اور قرآن دیا اور) اس قرآن کو (آپ کے لئے اولاً اور دوسرے کے لئے ثانیاً) ایک نور (یعنی
ہادی الی العلوم والاعمال) بنایا (جس سے آپ کو یہ علوم عظیمہ و احوال رفیعہ حاصل ہوئے جس سے اس کا ہدایت کبریٰ ہونا صاف
ثابت ہوتا ہے کیونکہ بہ نسبت اس کتاب کے جس کو پڑھ کر ایک ادنیٰ سا طالب علم بن جاوے وہ کتاب جس کو پڑھ کر بڑے درجے
کا عالم بن جاوے ظاہر ہے کہ عالی اور رفیع اور انفع ہوگی اور) جس کے ذریعہ سے (آپ سے پہنچنے کے بعد) ہم اپنے بندوں
میں سے جس کو چاہتے ہیں ہدایت کرتے ہیں (پس اس کے نور عظیم ہونے میں کوئی شبہ نہیں اب جو اندھا ہی ہو وہ اس نور کے
نفع سے محروم بلکہ اس کا منکر ہے جیسے یہ معترضین) اور (ہم نے نھدی میں ہدایت کو خاص اپنا فعل بتایا ہے اور اس کے
ساتھ من نشاء کہا ہے یہ ہدایت بالمعنی الخاص کے اعتبار سے ہے ورنہ ہدایت بالمعنی العام یعنی دلالت علی الطریق کے اعتبار
سے وہ آپ کا منصبی فعل ہے اور وہ سب کے لئے عام بھی ہے گو کسی عارض سے کسی تک خبر نہ پہنچے چنانچہ) اس میں کوئی شبہ
نہیں کہ آپ (اس قرآن اور وحی کے ذریعہ سے عام لوگوں کو) ایک سیدھے رستے کی ہدایت کر رہے ہیں (آگے اس رستہ
کا بیان ہے جس کی طرف آپ ہدایت فرماتے ہیں) یعنی اس خدا کے رستہ کی (ہدایت کرتے ہیں) کہ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں
ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (یہ توحید و تعظیم صاحب احکام کی ہو گئی آگے ان احکام کے ماننے نہ ماننے والوں کی مجازات کی طرف
اشارہ ہے کہ) یاد رکھو سب امور اسی کی طرف رجوع ہوں گے (پس وہ سب کو جزا و سزا دے گا) سورۃ الزخرف
مکیۃ ربط اس سورت میں یہ مضامین ہیں۔ اثبات۔ توحید۔ ابطال شرک۔ انکار اعتراض مشرکین بر مضمون دخول اصنام
در نار۔ اثبات وحی و رسالت۔ جواب بعض شبہات متعلق رسالت تسلیہ رسول صلے اللہ علیہ وسلم و امر بصفح تحقیر دنیا و عدم
مدخلیت مال دنیا در اہلیت نبوت۔ تہدید منکرین۔ قصص ابراہیم و موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام بتائید توحید و رسالت و
و تہدید و عدد و عید قیامت برائے مصدقین و مکذبین۔ اور اس سورت کے شروع میں اور سورت گذشتہ کے ختم میں مضمون
رسالت مابہ الاشتراک ہے۔

سورة الزخرف مكية وهى تسع وثمانون اٰية

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

حٰمٓ ۚ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۙ اِنَّا جَعَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۚ

حٰم قسم اس کتاب واضح کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ تم سمجھ لو

وَاِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ لَدَيْنَا لَعَلِيٌّ حَكِيْمٌ ۭ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ

اور یہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے۔ کیا ہم تم سے اس نصیحت کو اس بات پر ہٹالیں گے

صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ۝ وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝

کہ تم حد سے گزرنے والے ہو اور ہم پہلے لوگوں میں بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ فَاَهْلَكْنَآ اَشَدَّ مِنْهُمْ

اور ان لوگوں کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو ان سے زیادہ

بَطْشًا وَّمَضٰى مَثَلُ الْاَوَّلِيْنَ ۝

زور آور تھے غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت ہو چکی ہے

تفسیر ۱۔ حٰمٓ (اس کے معنی اللہ کو معلوم ہیں) قسم ہے اس کتاب واضح (المعنی) کی کہ ہم نے اس کو عربی زبان کا قرآن بنایا ہے تاکہ (اے عرب) تم (آسانی سے) سمجھ لو اور وہ ہمارے پاس لوح محفوظ میں بڑے رتبہ کی اور حکمت بھری کتاب ہے (پس جب وہ سمجھنے میں آسان اور خاص ہماری زیر حفاظت اور بوجہ اعجاز کے عظیم الرتبہ اور اپنی حقیت پر دال پھر مضامین منافع و مصالح پر مشتمل تو ایسی کتاب کو ضرور ماننا چاہیے لیکن اگر تم نہ بھی مانو تب بھی ہم بوجہ اقتضائے حکمت کے اس کا بھیجنا اور تم کو اس کا مخاطب بنانا نہ چھوڑیں گے جیسا ارشاد ہے کہ) کیا ہم تم سے اس نصیحت (نامہ) کو (محض) اس بات پر ہٹالیں گے کہ تم حد (اطاعت) سے گزرنے والے ہو (اور اس کو نہیں مانتے یعنی خواہ تم مانو یا نہ مانو مگر نصیحت تو برابر کی جاوے گی اور یہ فیض کامل ہو کر رہے گا کہ مومنین کو نفع ہونا اور تم پر حجت قائم ہونا وغیر ذلک اس میں حکمتیں ہیں) اور ہم پہلے لوگوں میں (باوجود ان کی تکذیب کے) بہت سے نبی بھیجتے رہے ہیں (یہ نہیں ہوا کہ تکذیب سے سلسلہ بند ہو جاتا) اور (اے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم جیسے ہم نے ان کی تکذیب کی پروا نہیں کی اسی طرح آپ بھی کچھ پروا اور غم نہ کیجئے کیونکہ) ان (پہلے) لوگوں (کا بھی یہی حال تھا کہ ان) کے پاس کوئی نبی ایسا نہیں آیا جس کے ساتھ انہوں نے استہزاء نہ کیا ہو پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کہ ان (اہل مکہ) سے زیادہ زور آور تھے (سزائے تکذیب و استہزاء میں) غارت کر ڈالا اور پہلے لوگوں کی یہ حالت (ہلاک و غارت کی) ہو چکی ہے (پس نہ آپ غم کریں کہ ان کا بھی ایسا ہی حال ہونا ہے چنانچہ بدر وغیرہ میں ہوا اور نہ یہ بے فکر ہوں کہ نمونہ موجود ہے) ف واضح ہونا قرآن کا باعتبار معانی ادبیہ و مضامین متعلقہ اصول مہمہ دین و ترغیب و ترہیب کے مستلزم اس کو نہیں کہ معانی مستنبط اس کے ایسے سہل ہوں کہ ہر شخص کو اجازت اجتہاد کی ہو جاوے اور بیان جو قسم واقع ہوئی وہ علاوہ تاکید کلام حسب عادت عرب کے خود جواب قسم کی دلیل بھی ہے کیونکہ قرآن کی حالت میں غور کرنے سے اس کا اعجاز ظاہر ہوتا ہے اور وہ دلیل ہے منزل من اللہ ہونے کی بھی ایک

ذات کی ایک صفت اس کی دوسری صفات کی دلیل ہے ۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب ۔ گر دلیلت باید ازوے رو متاب ۔
اور عربی ہونے سے اشکال اس لئے کہ خطاب عام ہونے پر نہ کیا جاوے کیونکہ حکمت اس تخصیص کی عرب کا مخاطب اول ہونا ہے
اور لدینا باعتبار اختصاص و شرف کے فرمایا پس یہ قرب رتبہ ہے قرب مکان نہیں ربط اوپر رسالت کا مضمون تھا جس کی اعظم
دعوت توحید ہے آگے توحید کا اثبات ایسے دلائل سے جو متضمن انعام بھی ہیں و نیز آخر میں حتی جاءھم الحق سے اس پر
تنبیہ کرنا دلیل نقلی ثابت بالدلیل العقلی ہے اور احیاء ارض کے مناسبت سے احیاء موتی کا بھی ذکر ایک جملہ معترضہ میں اور
درمیان شرک کا ابطال ارشاد ہے ۔

وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيزُ

اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے نے

الْعَلِيمُ ۝ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ مَهْدًا وَجَعَلَ لَكُمْ فِيهَا سُبُلًا لَعَلَّكُمْ

پیدا کیا ہے ۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو فرش بنایا اور اس میں اس نے تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم منزل مقصود تک

تَهْتَدُونَ ۝ وَالَّذِي نَزَّلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَنْشَرْنَا بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا ۚ

پہنچ سکو   اور جس نے آسمان سے پانی ایک اندازے سے برسایا   پھر ہم نے اس سے خشک زمین کو زندہ کیا

كَذٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝ وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِنَ الْفُلْكِ وَ

اسی طرح تم نکالے جاؤ گے   اور جس نے تمام اقسام بنائیں   اور تمہاری وہ کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر

الْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝ لِتَسْتَوُوا عَلٰى ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ

تم سوار ہوتے ہو   تاکہ تم ان کی پیٹھ پر جم کے بیٹھو   پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی نعمت کو یاد کرو اور

عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحٰنَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلٰى

یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے

رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُونَ ۝ وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادِهِ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ

اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۔ اور ان لوگوں نے خدا کے بندوں میں سے خدا کا جزو ٹھہرا دیا ۔ واقعی انسان صریح

مُبِينٌ ۝ أَمِ اتَّخَذَ مِمَّا يَخْلُقُ بَنَاتٍ وَأَصْفٰكُمْ بِالْبَنِينَ ۝ وَإِذَا بُشِّرَ

ناشکر ہے   کیا خدا نے اپنی مخلوقات میں سے بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ [illegible] میں

أَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ۝

کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدائے رحمان کا نمونہ بنا رکھا ہے تو سارے دن اس کا [illegible] غم سے گھٹتا ہے

أَوَمَن يُنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَهُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِينٍ ۝ وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ

کیا جو کہ آرائش میں نشوونما پاتے اور وہ مباحثے میں قوت بیانیہ نہ رکھے   اور انہوں نے فرشتوں کو جو کہ

الَّذِينَ هُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ إِنَاثًا ۚ أَشَهِدُوا خَلْقَهُمْ ۚ سَتُكْتَبُ شَهَادَ

خدا کے بندے ہیں عورت قرار دے رکھا ہے۔ کیا وہ ان کی پیدائش کے وقت موجود تھے ان کا یہ دعویٰ لکھ لیا جاتا

تُهُمْ وَيُسْأَلُونَ ۝ وَقَالُوا لَوْ شَاءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنَاهُم ۗ مَّا لَهُم بِذٰلِكَ

ہے اور ان سے باز پرس ہوگی   اور وہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ چاہتا تو ہم ان کی عبادت نہ کرتے۔ ان کو

مِنْ عِلْمٍ ۖ إِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا مِّن قَبْلِهِ فَهُم بِهِ

اس کی کچھ تحقیق نہیں محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں   کیا ہم نے ان کو اس سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ

مُسْتَمْسِكُونَ ۝ بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلٰى آثَارِهِم

یہ اس سے استدلال کرتے ہیں بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے   اور ہم بھی ان کے پیچھے

مُّهْتَدُونَ ۝ وَكَذٰلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ

پیچھے رستہ چل رہے ہیں۔ اور اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا   مگر وہاں کے خوشحال

إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلٰى آثَارِهِم

لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے   چلے   جا رہے

مُّقْتَدُونَ ۝ قَالَ أَوَلَوْ جِئْتُكُم بِأَهْدٰى مِمَّا وَجَدتُّمْ عَلَيْهِ آبَاءَكُمْ

ہیں   ان کے پیغمبر نے کہا کہ کیا اگرچہ میں اس سے   اچھا مقصود پر پہنچا دینے والا طریقہ تمہارے

قَالُوا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُم بِهِ كَافِرُونَ ۝ فَانتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

پاس لایا ہوں کہ جس پر تم نے اپنے باپ دادوں کو پایا ہو وہ کہنے لگے کہ ہم تو اس کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر تم کو بھیجا گیا ہے سو ہم نے

عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝

ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا

تفسیر :- اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست جاننے والے (خدا) نے پیدا کیا ہے (اور انفراد فی الخلق مستلزم انفراد فی الالوہیۃ کو ہے پس توحید ان کے اعتراف سے ثابت ہو گئی آگے اللہ تعالےٰ بالتقویت توحید کے لئے اپنے دوسرے افعال دالۃ علی التوحید بیان فرماتے ہیں تاکہ توحید کی رغبت ہو کر شکر نعمت ہے نیز القول تعالےٰ فی طٰہٰ فاخرجنا بہ الخ یعنی یہ زمین و آسمان اس نے پیدا کیا ہے) جس نے تمہارے (آرام کے) لئے زمین کو (مثل) فرش (کے) بنایا (کہ اس پر آرام کرتے ہو) اور اس (زمین) میں اس نے تمہارے (منازل مقصودہ تک پہنچنے کے) لئے

رستے بنائے تاکہ (ان رستوں میں چل کر) تم منزل مقصود تک پہنچ سکو اور جس نے آسمان سے پانی ایک انداز (خاص) سے (حسب مشیت وحکمت کے) برسایا پھر ہم نے اس (پانی) سے خشک زمین کو (اس کی مناسب) زندہ کیا (اور اس سے علاوہ دلالت علی التوحید کے بعث پر بھی استدلال چاہیئے کہ) اسی طرح تم (بھی اپنی قبروں سے) نکالے جاؤ گے (کہ توحید کے ساتھ اس کا بھی انکار کیا جاتا تھا) اور جس نے (مختلف جناس وانواع میں) تمام (مختلف) اقسام (یعنی اصناف) بنائیں اور تمہاری (کشتیاں اور چوپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم ان (کشتیوں اور چارپایوں) کی (سطح اور) پیٹھ پر جم کر (اطمینان سے) بیٹھو پھر جب اس پر بیٹھ چکو تو اپنے رب کی (اس) نعمت کو (دل سے) یاد کرو اور (زبان سے استحباباً) یوں کہو کہ اس کی ذات پاک ہے جس نے ان چیزوں کو ہمارے بس میں کر دیا اور ہم تو ایسے (طاقتور اور ہنرمند) نہ تھے جو ان کو قابو میں کر لیتے (کیونکہ جانور سے زیادہ زور نہیں اور بے الہام حق کشتی چلانے کی تدبیر سے واقف نہیں، دونوں کے متعلق حق تعالیٰ نے تدبیر تعلیم فرما دی) اور ہم کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس سے ہم اس پر سوار ہو کر غفلت عن الشکر یا تفاخر وتعاظم نہیں کرتے کہ شکر اور ناشکری دونوں کا بدلہ وہاں ملے گا، یہ اس لئے بڑھا دیا کہ تذکر انقلاب الی الرب حامل ہوتا ہے شکر کا جس کی تقریر ابھی ہوئی جیسا کہ حامل صبر پر بھی ہوتا ہے جیسا انا للہ کے ساتھ (انا الیہ راجعون بڑھا لیا ہے) اور (باوجود قائم ہونے دلائل توحید کے) ان لوگوں نے (شرک اختیار کر رکھا ہے اور وہ بھی کیسا قبیح کہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں۔ پس ایک خرابی تو یہ ہوئی کہ انہوں نے) خدا کے بندوں میں سے (جو مخلوق ہوتے ہیں) خدا کا جزو ٹھہرا دیا (اور جزو ہونا عقلاً محال اور قبیح ہے) واقعی (ایسا) انسان صریح ناشکر ہے (کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ اتنا بڑا کفر کرتا ہے کہ اس کو صاحب جزو قرار دیتا ہے جو مستلزم حدوث کو ہے غرض ایک خرابی تو یہ ہوئی اور دوسری خرابی یہ کہ یہ لوگ لڑکی کو ناقص سمجھتے ہیں اور پھر خدا کے لئے بیٹیاں مانتے ہیں تو) کیا خدا نے اپنی مخلوق میں سے (تمہارے زعم میں اپنے لئے تو) بیٹیاں پسند کیں اور تم کو بیٹوں کے ساتھ مخصوص کیا حالانکہ (تم بیٹیوں کو اتنا برا سمجھتے ہو کہ) جب تم میں کسی کو اس چیز کے ہونے کی خبر دی جاتی ہے جس کو خدائے رحمان کا نمونہ (یعنی اولاد) بنا رکھا ہے (مراد بیٹی ہے) تو (اس قدر ناراض ہو کہ) سارے دن اس کا چہرہ بے رونق رہے اور وہ دل ہی دل میں گھٹتا رہے (تو حیرت ہے کہ خدا کی طرف نسبت نقص کی کرتے ہو اور اس کی پوری تقریر سورہ صٰفٰت کے اخیر رکوع میں گذری ہے اور یہ تقریر مذکور رد الزامی تھا آگے اسی کے متعلق ایک رد تحقیقی ہے یعنی گو لڑکی ہونا فی نفسہ موجب عار و مذلت نہیں جیسا تم سمجھ رہے ہو لیکن اس میں تو کوئی شک نہیں کہ وہ باعتبار اپنی اصل وضع کے قطع نظر عوارض سے ناقص العقل ضعیف الرائے ضرور ہے جب یہ بات ہے تو کیا (خدا نے اولاد بنانے کے لئے لڑکی کو پسند کیا ہے) جو کہ (عادۃً) آرائش (وزیبائش) میں نشو و نما پائے (جو کہ علامت اور نیز سبب ہے رغبت الی الحلیہ کا جس کے لوازم عادیہ سے ہے ضعف رائے وعقل) اور وہ (بوجہ ضعف قوت فکریہ کے مباحثہ میں قوت بیانیہ (بھی) نہ رکھے (چنانچہ ان کی تقریرات میں ذرا غور کرنے سے مشاہدہ ہوتا ہے کہ نہ اپنے دعوے کو کافی بیان سے ثابت کر سکیں اور نہ دوسرے کے دعوے کو ہدم کر سکیں ہمیشہ ادھوری بات کہیں گی یا فضول باتیں اس میں ملا دیں گی جن کو مطلوب میں کچھ دخل نہ ہو کہ اس سے بھی تبیین مقصود میں خلل پڑ جاتا ہے اور مباحثہ کی تخصیص اس حیثیت سے ہے کہ اس میں بوجہ زیادتی احتیاج بیان کے ان کا عجز زیادہ ظاہر ہو جاتا ہے پس ہر کلام مطول اسی کے حکم میں ہے اور معمولی جملوں کا ادا ہو جانا قوت بیانیہ کی دلیل نہیں جیسے میں آتی تھی وہ کہتی تھی یہ دو تقریریں دوسری خرابی کی ہوئیں) اور (تیسری خرابی قطع نظر لزوم شرک کے یہ ہے کہ) انہوں نے فرشتوں کو جو کہ خدا کے (مخلوق) بندے ہیں (اور اس سے اللہ تعالیٰ کو ان کی پوری حالت اور صفت معلوم ہے اور بوجہ ان کے غیر محسوس ہونے کے جب تک وہ کسی کو ان کی حالت نہ بتلا دے معلوم ہو نہیں سکتی اور اس نے ان کا عورت ہونا کہیں نہیں بتلایا باوجود اس کے انہوں نے ان کو بلا دلیل) عورت قرار دے رکھا ہے (اور دلیل عقلی ونقلی کا انتفاء یقینی ہے پس مشاہدہ ہونا چاہیئے تو) کیا یہ ان کی پیدائش کے موقع پر موجود تھے (اور دیکھ رہے تھے اور ہر چند کہ مشاہدہ کا انتفاء بھی یقینی ہے مگر اس میں ان کی تحمیق کی تصریح زیادہ ہے) ان کا یہ دعویٰ (بلا دلیل انوثت ملائکہ کے بارے میں دفتر اعمال میں) لکھ لیا جاتا ہے اور (قیامت میں) ان سے باز پرس ہوگی (کیونکہ دعویٰ بلا دلیل کذب ہے

بالخصوص عقلمندوں پر بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ اور مفاسد بھی منضم ہوں، یہ گفتگو ان کے عقیدۂ انوثت ملائکہ کے متعلق تھی)
اور (آگے ان کی معبودیت کے متعلق ہے کہ) یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ (ہماری اس بات کو پسند نہ کرتا اور) چاہتا (کہ ملائکہ کی
عبادت نہ ہو یعنی اس عبادت سے وہ ناخوش ہوتا) تو ہم (کبھی) ان کی عبادت نہ کرتے (کیونکہ وہ قادر ہے ہم کو نہ کرنے دیتا بلکہ جبراً روک دیتا
جب نہیں روکا تو معلوم ہوا کہ وہ ان کی عبادت کرنے سے ناخوش نہیں بلکہ عبادت کرانا چاہتے ہیں۔ آگے ان کا رد ہے کہ)
ان کو اس (بات) کی کچھ تحقیق نہیں (ہے) محض بے تحقیق بات کر رہے ہیں (کیونکہ قادر کر دینا دلیل رضا کی نہیں جیسا پارہ
ہشتم کے نصف سے پہلے آیت سیقول الذین اشرکوا الخ میں اس کی تقریر ہو چکی ہے، یہ تو استدلال کا حاصل تھا جو کہ استدلال
عقلی ہے لغو و مہمل ٹھہرا آگے جواب ہے کہ) کیا ہم نے ان کو اس (قرآن) سے پہلے کوئی کتاب دے رکھی ہے کہ یہ (اس دعوے
میں) اس سے استدلال کرتے ہیں (حقیقت یہ ہے کہ نہ دلیل عقلی ہے نہ دلیل نقلی) بلکہ محض اتباع رسم پیشینیان ہے چنانچہ)
یہ کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور ہم بھی ان کے پیچھے پیچھے رستہ چل رہے ہیں اور جس طرح یہ
لوگ بلا دلیل بلکہ خلاف دلیل اپنی رسم قدیم کو سند لاتے ہیں) اسی طرح ہم نے آپ سے پہلے کسی بستی میں کوئی پیغمبر نہیں بھیجا
مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے (اولاً اور تابعین نے ثانیاً) یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقہ پر پایا ہے اور
ہم بھی ان ہی کے پیچھے پیچھے چلے جا رہے ہیں (اس پر) ان کے (اس) پیغمبر نے (ان سے) کہا کہ کیا (ہر حالت میں) باپ دادا ہی کا اتباع کئے
جاؤ گے اگرچہ میں اس سے اچھا (منزل) مقصود پر پہنچانے والا طریقہ تمہارے پاس لایا ہوں (اس پر بوجہ عناد) کہنے لگے کہ ہم
تو اس (دین) کو مانتے ہی نہیں جس کو دے کر (بزعم تمہارے) تم کو بھیجا گیا ہے۔ سو (جب عناد حد سے بڑھ گیا اس وقت) ہم نے
ان سے انتقام لیا سو دیکھئے تکذیب کرنے والوں کا کیا (برا) انجام ہوا۔ ربط اوپر جو مضمون تھا آگے اس کی تائید و
تاکید کے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے جو کہ مسلم بمعظم عند العرب تھے اس کا منقول ہونا (جس سے ان کے دعوے
اتباع آباء پر بھی تعریض ہو گئی کہ اور آباؤ اجداد سے یہ جد اعظم احق بالاتباع ہیں) اور ان کے بعد پھر ان کی اولاد میں اس کا منقول
چلا آنا اور اب آخر میں پیغمبر زماں کی معرفت اس کی تجدید فرمانا اور اس کے متعلق پیغمبر زماں صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متعلق
ان لوگوں کے ایک اعتراض کا جواب مذکور ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖٓ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ

اور جبکہ ابراہیم نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں سے بیزار ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ مگر ہاں جس نے مجھ کو

فَاِنَّهٗ سَيَهْدِيْنِ ۝ وَجَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ بَلْ

پیدا کیا پھر وہی مجھ کو رہنمائی کرتا ہے اور وہ اس کو اپنی اولاد میں ایک قائم رہنے والی بات کر گئے تاکہ لوگ باز آتے رہیں بلکہ میں

مَتَّعْتُ هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى جَآءَهُمُ الْحَقُّ وَرَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَلَمَّا جَآءَ

نے ان کو اور ان کے باپ دادوں کو خوب سامان دیا ہے یہاں تک کہ ان کے پاس سچا قرآن اور صاف صاف بتلانے والا رسول آیا اور جب

هُمُ الْحَقُّ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ وَّاِنَّا بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ

ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے ہم اس کو نہیں مانتے اور کہنے لگے کہ یہ قرآن ان دونوں بستیوں میں

عَلٰي رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ ۝ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ۭ نَحْنُ قَسَمْنَا

سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں دنیوی

بَيْنَهُمْ مَّعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ

زندگی میں ان کی روزی ہم نے تقسیم کر رکھی ہے اور ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی

لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ۗ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ وَ

ہے تاکہ ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور آپ کے رب کی رحمت بدرجہا اس سے بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے

لَوْلَآ اَنْ يَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ يَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُيُوْ

پھرتے ہیں اور اگر یہ بات نہ ہوتی کہ تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے ہو جاویں گے تو جو لوگ خدا کیساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے لئے ان کے گھروں

تِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَيْهَا يَظْهَرُوْنَ ۝ وَلِبُيُوْتِهِمْ اَبْوَابًا وَّ

کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی جن پر چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی اور

سُرُرًا عَلَيْهَا يَتَّكِـُٔوْنَ ۝ وَزُخْرُفًا ۗ وَاِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۗ

تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور سونے کے بھی اور یہ سب کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چندروزہ کامرانی ہے

وَالْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور آخرت آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے

تفسیر:۔ اور (وہ وقت قابل ذکر ہے) جبکہ ابراہیم (علیہ السلام) نے اپنے باپ سے اور اپنی قوم سے فرمایا کہ میں ان چیزوں (کی عبادت) سے بیزار (اور بے تعلق) ہوں جن کی تم عبادت کرتے ہو مگر ہاں (اس خدا سے تعلق رکھتا ہوں) جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر وہی مجھ کو (میرے دین و دنیا کی مصلحتوں تک) رہنمائی کرتا ہے (مطلب یہ کہ ان لوگوں کو ابراہیم علیہ السلام کا حال یاد کرنا چاہیے کہ وہ خود بھی توحید کے معتقد تھے) اور (بذریعہ وصیت کے) وہ اس (عقیدہ) کو اپنی اولاد میں (بھی) ایک قائم رہنے والی بات کر گئے (یعنی اپنی اولاد کو بھی وصیت کی لقولہ تعالےٰ ووصی بھا ابراھیم بنیہ جس کا اثر کچھ کچھ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک بھی برابر رہا یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی عرب میں بعضے لوگ شرک سے نفور تھے۔ کما یظھر من التواریخ اور یہ وصیت انہوں نے اس لئے کی تھی) تاکہ (ہر زمانہ میں مشرک) لوگ (موحدین سے توحید سن سن کر شرک سے) باز آتے رہیں (مگر یہ لوگ پھر بھی باز نہیں آتے اور اس طرف توجہ نہیں کرتے) بلکہ میں نے (ہی) ان کو اور ان کے باپ دادوں کو (دنیا کا) خوب سامان دیا ہے (اس میں منہمک و مشغول وغافل ہو رہے ہیں) یہاں تک کہ (اسی اشتغال و انہماک و خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے) ان کے پاس سچا قرآن (جو بوجہ معجز ہونے کے اپنے سچا ہونے کی آپ ہی دلیل ہے) اور صاف صاف بتلانے والا رسول (اللہ کی طرف سے) آیا اور جب ان کے پاس یہ سچا قرآن پہنچا (اور اس کا اعجاز ظاہر ہوا) تو کہنے لگے کہ یہ جادو ہے اور ہم اس کو نہیں مانتے (یہ تو قرآن کی نسبت کہا) اور (رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت) کہنے لگے کہ یہ قرآن (کلام الٰہی ہے اور من حیث الرسالۃ آیا ہے تو) ان دونوں بستیوں (یعنی مکہ اور طائف کے رہنے والوں) میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں نازل کیا گیا (یعنی رسول کے لئے عظیم الشان ہونا ضروری ہے اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم مال اور ریاست نہیں رکھتے تو پیغمبر نہیں ہو سکتے مقصود انکار تھا پیغمبری کا اس شبہ سے تمسک کر کے آگے اس شبہ کا رد فرماتے ہیں کہ) کیا یہ لوگ آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) کو (خود) تقسیم کرنا چاہتے ہیں (یعنی یہ چاہنا کہ ہماری رائے کے موافق ملے گی گویا خود تقسیم کنندہ ہونے کی ہوس کرنا ہے کہ یہ تقسیم ہمارے سپرد ہو سو یہ ہوس نری نادانی ہے کیونکہ)

دنیوی زندگی میں (تو) ان کی روزی ہم (ہی) نے تقسیم کر رکھی ہے اور (اس) تقسیم میں ہم نے ایک کو دوسرے پر رفعت دے رکھی ہے تاکہ (اس سے یہ مصلحت حاصل ہو کہ) ایک دوسرے سے کام لیتا رہے اور عالم کا انتظام [illegible] (اور یہ ظاہر ہے کہ) آپ کے رب کی رحمت (خاصہ یعنی نبوت) بدرجہا [illegible] بہتر ہے جس کو یہ لوگ سمیٹتے پھرتے ہیں (پس جب دنیوی معیشت کی ادنیٰ درجہ کی چیز بھی [illegible] مصالح کے لئے کہ وہ بھی عظیم نہیں ہیں خود ہی اپنی حکمت و مشیت پر رکھی ہے تو نبوت جو ذی [illegible] مصالح بھی اعظم درجہ کے ہیں وہ کیونکر ان کی رائے پر تقسیم کی جاتی [illegible] ریاست ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ امر عظیم کی صلاحیت [illegible] ہونا چاہئے اور دنیا کی [illegible] صغیر و حقیر ہے کہ) اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ قریب قریب تمام آدمی ایک ہی طریقے کے ہو جاویں گے (یعنی کافر ہو جاویں گے) تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں (اور خدا کے نزدیک سخت مبغوض ہیں) ہم ان کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر چڑھا کرتے اور ان کے گھروں کے کواڑ بھی (چاندی کے کر دیتے) اور تخت بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہ چیزیں [illegible] سونے کی بھی (کر دیتے [illegible]) لیکن یہ سامان سب کفار کو اس لئے نہیں دیا کہ اکثر طبائع میں [illegible] مال و متاع کی غالب ہے اور اس صورت [illegible] حصول مال و متاع کا پس باستثناء بعض قلیل کے قریب قریب کل کفر اختیار کر لیتے یہ مصلحت ہے [illegible] کفار کو سامان نہ دینے میں اور بعض کو کم دینے میں ورنہ اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے اور ظاہر ہے کہ [illegible] چیز نہیں دیا کرتے اس سے معلوم ہوا کہ دنیا واقع میں امر عظیم نہیں ہے پس وہ منصب عظیم یعنی نبوت کی صلاحیت [illegible] بلکہ بنا اس کی صلاحیت کی ملکات فاضلہ ہوں جو من اللہ ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اکمل مجتمع ہیں پس نبوت ان ہی کے لئے زیبا تھی نہ کہ وطائف کے رئیسوں کے لئے) اور (آگے منجملہ وجوہ حقارت دنیا کے ایک وجہ جو نہایت ظاہر ہے [illegible] میں وہ یہ کہ) یہ سب (ساز و سامان جو مذکور ہوا) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (پھر فنا آخر شد) اور آخرت (جو اس کے مقابلہ میں ہے اور باقی و ابدی ہے اور اس لئے اس سے بہتر ہے وہ) آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے (پس جو چیز فانی ہو وہ نہ قابل قدر ہے نہ قابل غضب البتہ آخرت جو کہ باقی ہے وہ اور اس کے تحصیل کے ذرائع یعنی اعمال [illegible] ہیں وہ بے شک قابل اعتبار ہیں۔ اس میں بھی جواب مذکور کے دوسرے جزو کی طرف کہ وہ ملکات فاضلہ جن میں صلاحیت للامر العظیم کے اشارہ ہو گیا کہ وہ اس لئے قابل وقعت ہیں کہ وہ اسباب فوز بالآخرۃ میں سے ہیں اور سبب عظیم کا عظیم ہے پس یہ ملکات اور فواضل امر عظیم ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متصف ہیں) ف فما تعبدون میں ماتعبدون [illegible] اصنام ہیں اور اگر وہ اللہ کی بھی عبادت کرتے ہوں جیسا اکثر مشرکین کا مسلک ہے تب بھی بوجہ اس کے کہ وہ عبادت کالعدم ہے ماتعبدون کا عموم اس کو شامل نہ ہوگا پس استثناء منقطع ہوگا اور ان کا لولا نزل الخ پر ان کے اس کہنے سے شبہہ نہ کیا جاوے کہ بشر اور نبوت میں منافات ہے۔ اصل یہ ہے کہ ایک قول ان کا اصلی عقیدہ تھا اور ایک علی سبیل التنزل و التسلیم اور تخصیص قریتین کی اس لئے کی کہ قرب و جوار میں اور کوئی شہر نہ تھا اور دیہات کے لوگوں کو خود اس قابل نہیں سمجھ کرتے علاوہ کمی سلیقہ کے اکثر مال و جاہ میں بھی اہل شہر سے کم ہوتے ہیں اور اس جواب مذکور فی الآیۃ سے یہ نہ سمجھا جاوے کہ انبیاء [illegible] کا بالکل اصلا نہیں ہوتا حدیث بخاری قصہ ہرقل میں خود ہے کذلک الرسل تبعث فی نسب قومھا بلکہ مقصود یہ ہے [illegible] بقدر ضرورت کافی ہے کہ وہ عام نظروں میں حقیر نہ سمجھا جاوے جو سبب ہو جاوے عار عن الاتباع کا اس سے زیادہ [illegible] ہے اور جاہ کی جو مذمت آتی ہے اس سے بھی دوسرا مرتبہ مراد ہے کہ مرتبہ اولیٰ کہ ضروریات [illegible] تحصیل [illegible] یکون الناس کی تقریر ترجمہ میں جو میں نے قریب قریب بڑھا دیا اس سے ایک شبہ کا جواب ہو گیا جو کہ اس ملازمت پر کیا گیا ہے تقریر اس کی یہ ہے کہ اب بھی بہت سے آدمی ایسے ہیں کہ کسی ذریعہ سے وہ بالیقین جانتے ہیں کہ کافر ہو جانے سے دنیا خوب مل سکتی ہے لیکن اگر ان کو کوئی قتل بھی کر دے تب بھی ہرگز کافر نہ ہوں جواب کی تقریر یہ ہے کہ الناس سے مراد کل ناس نہیں ہیں بلکہ اکثر ناس ہیں اور گو کفار باعتبار عدد کے اب بھی اکثر ہیں مگر مطلق اکثر مراد نہیں بلکہ قریب قریب کل کے اس طرح کہ مسلمان فی نفسہ [illegible]

قلیل ہوتے سو بحمد اللہ یہ بات نہیں ہے پس اس پر کوئی شبہ نہیں رہا ربط اوپر منکرین توحید و رسالت کے کفر و ضلالت کا بیان تھا آگے اس کفر و ضلالت پر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے حزن کے ازالہ اور تسلیہ کے لئے اس ضلالت کی علت اور پھر قیامت میں ان کی ندامت اور خسارت اور ان کی ہدایت کا آپ کے اختیار سے خارج ہونا اور ان کا عقوبت سے نہ بچ سکنا اور قرآن اور اسلام اور توحید کا نعمت اور حق ہونا کہ اس کو بھی تسلیہ میں دخل ہوتا ہے مذکور ہے۔

وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ۝ وَاِنَّهُمْ

اور جو شخص اللہ کی نصیحت سے اندھا بن جاوے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ان کو

لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا

راہ سے روکتے رہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں یہاں تک کہ جب ایسا

قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ ۝ وَلَنْ يَّنْفَعَكُمُ

شخص ہمارے پاس آوے گا تو کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں مشرق و مغرب کی برابر فاصلہ ہوتا کہ برا ساتھی تھا

الْيَوْمَ اِذْ ظَّلَمْتُمْ اَنَّكُمْ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ ۝ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْ

اور جبکہ تم کفر کر چکے تھے تو آج یہ بات تمہارے کام نہ آوے گی تم سب عذاب میں شریک ہو سو کیا آپ بہروں کو سنا سکتے ہیں یا اندھوں کو

تَهْدِي الْعُمْيَ وَمَنْ كَانَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَاِمَّا نَذْهَبَنَّ بِكَ فَاِنَّا مِنْهُمْ

اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں ہیں راہ پر لا سکتے ہیں پھر اگر ہم آپ کو اٹھالیں تو بھی ہم ان سے بدلا لینے

مُنْتَقِمُوْنَ ۝ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ ۝

والے ہیں یا اگر ان سے پہلے ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ آپ کو دکھلا دیں تب بھی ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِيْٓ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۚ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ

تو آپ اس قرآن پر قائم رہیے جو آپ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے آپ بیشک سیدھے رستے پر ہیں اور یہ قرآن آپ کے

لَّكَ وَلِقَوْمِكَ ۚ وَسَوْفَ تُسْـَٔلُوْنَ ۝ وَسْـَٔلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ

لئے اور آپ کی قوم کے لئے بڑے شرف کی چیز ہے اور عنقریب تم سب پوچھے جاؤ گے اور آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے

رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ ۝

آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے کہ کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا دوسرے معبود ٹھہرا دیئے تھے کہ انکی عبادت کی جاوے

تفسیر:۔ اور جو شخص اللہ کی نصیحت (یعنی قرآن اور وحی) سے (جان بوجھ کر) اندھا بن جاوے (جیسے یہ کفار ہیں کہ دلائل شافیہ کے ہوتے ہوئے تجاہل و تغافل کرتے ہیں جیسا فرعونیوں کا حال آیا ہے) ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں سو وہ (ہر وقت) اس کے ساتھ رہتا ہے اور وہ (ساتھ رہنے والے شیاطین) ان (معرضین عن القرآن) کو (دین) راہ (حق)

راہ (حق) سے روکتے رہتے ہیں (اور تسلط کا یہی اثر ہے) اور یہ لوگ (باوجود راہ حق سے دور ہونے کے) یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ
(یعنی ہم) راہ پر ہیں (سو جن کی گمراہی کی یہ صورت اور یہ حالت ہو اس کے راہ پر آنے کی کیا امید ہے سو غم کیوں
کیا جاوے اور اس سے بھی تسلی رکھیئے کہ ان کا یہ تغافل جلدی ہی ختم ہوگا اور جلدی ہی ان کو اپنی غلطی ظاہر ہو جاوے گی کیونکہ
یہ تغافل محض دنیا ہی دنیا تک ہے) یہاں تک کہ جب ایسا شخص ہمارے پاس آوے گا (اور اس کی غلطی ظاہر ہوگی) تو (اس شیطان
قرین سے) کہے گا کہ کاش میرے اور تیرے درمیان میں (دنیا میں) مشرق و مغرب کے برابر فاصلہ ہوتا کہ (تو تو) برا
ساتھی تھا (کہ تو نے مجھ کو گمراہ کیا مگر یہ حسرت اس وقت کام نہ آوے گی) اور (ان سے کہا جاوے گا کہ) جبکہ تم (دنیا میں)
کفر کر چکے تھے تو (جس طرح آج حسرت تمہارے کام نہیں آتی اسی طرح) آج یہ بات (بھی) تمہارے کام نہ آوے گی کہ تم
(اور شیاطین) سب عذاب میں شریک ہو (جیسے دنیا میں بعض اوقات دوسرے کو شریک مصیبت دیکھ کر گونہ تسلی ہو جاتی ہے۔
وہاں چونکہ عذاب بہت زیادہ شدید ہوگا اس لئے دوسرے کی طرف التفات بھی نہ ہوگا ہر شخص اپنے حال میں مبتلا ہوگا اور
اپنے ہی کو سب سے زیادہ مبتلا سمجھے گا) سو (آپ کو جب ان کی یہ حالت معلوم ہو گئی کہ ان کی ہدایت کی کوئی امید نہیں تو) کیا آپ
(ایسے) بہروں کو سنا سکتے ہیں یا (ایسے) اندھوں کو اور ان لوگوں کو جو کہ صریح گمراہی میں مبتلا ہیں راہ پر لا سکتے ہیں (یعنی
ان کی ہدایت آپ کے اختیار سے خارج ہے آپ در پے نہ ہوں) پھر (ان کا یہ عصیان اور یہ طغیان خالی جانے والا نہیں
بلکہ اس پر ضرور عقوبت مرتب ہونے والی ہے خواہ آپ کی حیات میں ہو خواہ آپ کی وفات کے بعد ہو پس) اگر ہم (دنیا سے)
آپ کو اٹھا لیں تو بھی ہم ان (کافروں) سے بدلا لینے والے ہیں یا اگر ان سے جو ہم نے عذاب کا وعدہ کر رکھا ہے وہ (آپ
کی حیات میں ان پر نازل کر کے) آپ کو (بھی) دکھلا دیں تب بھی (کچھ بعید نہیں کیونکہ) ہم کو ان پر ہر طرح کی قدرت ہے (مطلب
یہ کہ عذاب ضرور ہوگا خواہ کب ہی ہو اور جب یہ بات ہے) تو آپ (تسلی رکھیئے اور اطمینان سے) اس قرآن پر قائم رہیئے جو
آپ پر وحی کے ذریعہ سے نازل کیا گیا ہے (کیونکہ) آپ بے شک سیدھے رستے پر ہیں (مطلب یہ کہ اپنا کام کرتے جائیے
دوسروں کے کام کا غم نہ کیجئے) اور یہ قرآن (جس کے ساتھ تمسک کرنے کو ہم کہتے ہیں) آپ کے لئے اور آپ کی قوم کے
لئے بڑے شرف کی چیز ہے (آپ کے لئے تو اس لئے کہ آپ مخاطب بلا واسطہ ہیں اور قوم کے لئے اس واسطے کہ مخاطب
بواسطہ ہیں ملوک کا مخاطب ہونا ظاہر ہے کہ موجب شرف ہے چہ جائے ملک الملوک کا مخاطب بننا خواہ قوم سے مراد قریش
ہوں یا عرب ہوں یا تمام امت ہوں کہ تدریجاً و تعاقباً قرآنی خطاب سب کو ہے غرض یہ کہ موجب شرف ہونے کی وجہ سے یہ
بڑی نعمت ہے) اور عنقریب (قیامت کے روز) تم سب (اپنے اپنے ذمہ کے واجب حقوق سے) پوچھے جاؤ گے
(پس آپ سے صرف تبلیغ کے متعلق سوال ہوگا جس کو آپ خوب ادا کر چکے ہیں اور عمل کے متعلق سوال ہوگا جس پر انہوں نے
اخلال کیا پس جب آپ سے ان کے اعمال کے بارہ میں باز پرس نہ ہوگی تو پھر آپ کیوں غم کرتے ہیں) اور (ہم نے جو اوپر
فاستمسك بالذي اوحي اليك انك على صراط مستقيم میں تعلیم قرآنی کو حق فرمایا ہے اس میں بڑا اول باب النزاع ان
کفار سے توحید ہے جس کے حق ہونے میں ان کو بڑا کلام ہے سو جاننا امر حق ہے کہ اس پر تمام انبیاء علیہم السلام کا جو کہ
جامع بین العقل والنقل ہیں اجماع ہے اور اس حیثیت سے گویا اس پر ہزاروں عقلی و نقلی اولہ قائم ہیں چنانچہ اگر آپ کا جی چاہے
تو آپ ان سب پیغمبروں سے جن کو ہم نے آپ سے پہلے بھیجا ہے پوچھ لیجئے (یعنی ان کی کتب و صحف سے جن کا کچھ بقیہ موجود
ہے تحقیق کر لیجئے) کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا (بھی) دوسرے معبود ٹھیرا دیئے تھے کہ ان کی عبادت کی جاوے
(یہ اوروں کو سنانا منظور ہے کہ جس کا جی چاہے تحقیق کرے اور کتابوں میں دیکھنے کو رسولوں سے پوچھنا مجازاً کہہ دیا جیسے ہمارا
بھی محاورہ ہے کہ کسی مسئلہ طبیہ مختلف فیہا کو مختلف کتابوں میں دیکھا ہو پھر کہتے ہیں کہ آؤ بھی شیخ بوعلی سینا سے پوچھیں وہ کیا
کہتا ہے اور یہ کہہ کر قانون شیخ کو دیکھنے لگیں)

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَقَالَ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے دلائل دے کر فرعون کے اور اس کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَضْحَكُونَ ۝ وَمَا نُرِيهِمْ مِنْ آيَةٍ

پھر جب وہ ان کے پاس ہماری نشانیاں لے کر آئے تو وہ یکایک ان پر لگے ہنسنے ۔ اور ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی

إِلَّا هِيَ أَكْبَرُ مِنْ أُخْتِهَا وَأَخَذْنَاهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَقَالُوا

سے بڑھ کر ہوتی تھی اور ہم نے ان لوگوں کو عذاب میں پکڑا تھا تاکہ وہ باز آجاویں اور انہوں نے

يَا أَيُّهَ السَّاحِرُ ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ إِنَّنَا لَمُهْتَدُونَ ۝ فَلَمَّا

کہا کہ اے جادوگر ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے، ہم ضرور

كَشَفْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِذَا هُمْ يَنْكُثُونَ ۝ وَنَادَىٰ فِرْعَوْنُ فِي قَوْمِهِ قَالَ

راہ پر آجاویں گے پھر جب ہم نے وہ عذاب ان سے ہٹا دیا تب ہی انہوں نے عہد توڑ دیا۔ اور فرعون نے اپنی قوم میں منادی کرائی یہ بات کہی

يَا قَوْمِ أَلَيْسَ لِي مُلْكُ مِصْرَ وَهَٰذِهِ الْأَنْهَارُ تَجْرِي مِنْ تَحْتِي أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝

کہ اے میری قوم کیا مصر کی سلطنت میری نہیں ہے اور یہ نہریں میری پائیں میں بہہ رہی ہیں کیا تم دیکھتے نہیں ہو

أَمْ أَنَا خَيْرٌ مِنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ مَهِينٌ وَلَا يَكَادُ يُبِينُ ۝ فَلَوْلَا أُلْقِيَ عَلَيْهِ

بلکہ میں افضل ہوں اس شخص سے جو کہ کم قدر ہے اور قوت بیانیہ بھی نہیں رکھتا تو اس کے سونے کے کنگن

أَسْوِرَةٌ مِنْ ذَهَبٍ أَوْ جَاءَ مَعَهُ الْمَلَائِكَةُ مُقْتَرِنِينَ ۝ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهُ

کیوں نہیں ڈالے گئے یا فرشتے اس کے جلو میں پرا باندھ کر آئے ہوتے غرض اس نے اپنی قوم کو مغلوب کر دیا

فَأَطَاعُوهُ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝ فَلَمَّا آسَفُونَا انْتَقَمْنَا مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ

اور وہ اس کے کہنے میں آگئے۔ وہ لوگ شرارت کے بھرے تھے پھر جب ان لوگوں نے ہم کو غصہ دلا دیا تو ہم نے ان سے بدلہ لیا اور ان

أَجْمَعِينَ ۝ فَجَعَلْنَاهُمْ سَلَفًا وَمَثَلًا لِلْآخِرِينَ ۝

سب کو ڈبو دیا۔ اور ہم نے ان کو آئندہ آنے والوں کے لئے خاص طور کے متقدمین اور نمونہ بنا دیا

تفسیر:- اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو اپنے دلائل (یعنی معجزات عصا اور ید بیضا) دیکر فرعون کے اور اس کے امراء کے پاس بھیجا تھا سو انہوں نے (ان لوگوں کے پاس آکر) فرمایا کہ میں رب العالمین کی طرف سے (تم لوگوں کی ہدایت کے واسطے) پیغمبر ہو کر آیا ہوں (مگر فرعون واہل فرعون نے نہیں مانا) پھر (ہم نے دوسرے دلائل برنگ عقوبت ان کے اثبات نبوت کے لئے ظاہر کئے مگر ان لوگوں کی پھر بھی یہ حالت رہی کہ) جب موسیٰ (علیہ السلام) ان کے پاس ہماری (وہ) نشانیاں لے کر آئے (جو آیات تسعہ کہلاتی ہیں) تو وہ یکایک ان (معجزات) پر لگے ہنسنے (کہ یہ کیا اچھے معجزے ہیں محض معمولی واقعات وحوادث ہیں کیونکہ قحط وغیرہ ویسے بھی ہو جاتا ہے مگر یہ ان کی حماقت تھی کیونکہ انضمام قرائن مقامیہ سے ان واقعات کا عجیب اور خارق عادت ہونا معلوم تھا) اور (ان نشانیوں کی کیفیت یہ تھی کہ) ہم ان کو جو نشانی دکھلاتے تھے وہ دوسری نشانی سے بڑھ کر ہوتی تھی (مطلب یہ کہ سب نشانیاں بڑی بڑی تھیں اور یہ مطلب نہیں کہ ہر نشانی ہر نشانی سے بڑھی تھی

میں حاضر ہوتے، اور آخر عمر تک صحبت کا فیض حاصل کرتے رہے۔

امام قاسم رضہ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے صرف روحانی مرشد ہی نہیں، اپنے وقت کے بڑے عالم اور مدینہ منورہ کے ان فقہاء و فضلاء میں سے تھے، جن کی شہرت تمام اسلامی ممالک میں تھی، اور وہ صرف سات تھے۔

حضرت امام قاسم رح کو حضرت سلمان فارسی رضہ سے روحانی دولت حاصل ہوئی جو ان کے دادا حضرت ابوبکر رضہ نے حضرت سلمان رضہ کو سپرد کی تھی اور حضرت سلمان فارسیؓ کے بعد اس دولت کے تنہا وارث ہوئے۔

حضرت امام قاسم رضہ کے فضائل کی نسبت اگرچہ صرف اتنا کافی ہے کہ آپ حضور صہ کے بعد دنیا کے سب سے بڑے بزرگ اور خلیفہ رسول اللہ صہ کے پوتے اور مدینہ کے مشہور علماء میں سے تھے۔ لیکن چند بزرگوں کے اقوال سے آپ کے روحانی اور علمی کمالات کا ذکر بھی اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضہ مشہور اموی خلیفہ فرماتے ہیں کہ

"اگر مسند خلافت کا اختیار میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں قاسم بن محمد رضہ کو خلیفہ مقرر کرتا"

حضرت یحییٰ بن سعید مشہور محدث فرماتے ہیں کہ

"دنیا میں مجھ کو کوئی شخص ایسا نظر آیا جس کو میں قاسم بن محمد رضہ پر فضیلت دے سکوں"

امام قاسم رضہ نے ستر سال کی عمر پائی، اور آپ کے روحانی و علمی کمالات سے ہزاروں نے فیض حاصل کیا ۱۰۶ھ میں آپ نے وفات پائی اور سلسلہ کی امانت آپ سے حضرت امام جعفر

شرح دیوان حافظ

(از معاون ایڈیٹر)

علاجِ ضعفِ دلِ ما بلب حوالت کن
کہ آں مفرّحِ یاقوت درخزانۂ تست

ترجمہ :- ہمارے دل کی کمزوری کا علاج تو اپنے لب کے حوالے کر دے اس لئے کہ یاقوتی مفرّح تیرے خزانہ میں موجود ہے۔

تشریح :- یاقوتی ایک مفرّح و مقوّی دل معجون کا نام ہے جس میں یاقوت ڈالا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل کی کمزوری کا علاج صرف یہ ہے کہ تیرے لبوں کے خزانے میں جو یاقوتی ہے اس سے کام لے اور اس سے ہمارے دل کو قوت پہنچا۔ یعنی اپنی شیریں گفتگو سے ہمارے دل کو خوش کر دے کہ کمزوری رفع ہو جائے۔ مفرّح یاقوت سے مراد عشق کے اسرار ہیں، اور خزانے سے مراد مرشد کا سینہ ہے مطلب یہ ہے کہ اے مرشدِ کامل تیرے دل میں جو اسرارِ عشق پوشیدہ ہیں تو ان کو نکال، یعنی زبان سے ان کو سامنے بیان کر تاکہ ان سے ہمارے دلوں کو فرحت حاصل ہو اور جو پژمردگی چھائی ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔

ساقی بیا کہ یار رخ از پردہ برگرفت
کارِ چراغِ خلوتیاں باز درگرفت

ترجمہ :- ساقی آجا کہ یار نے پردے سے اپنا منہ نکالا ہے۔ خلوت نشینوں کے چراغ نے تازہ رونق حاصل کی ہے۔

تشریح :- سلوک میں دو حالتیں انسان پر طاری ہوتی ہیں ایک قبض دوسری بسط قبض اس گرفتگی کو کہتے ہیں جو سالک کو بے چین رکھے قرار رکھتی اور جمود طاری کر دیتی ہے اور بسط اس حالت کی کشادگی کو کہتے ہیں۔ یہ شعر رفع قبض اور حصول بسط کو بتاتا ہے۔ سالک کہتا ہے کہ ساقی آجا یعنی مرشد کامل میری حالت کو ترقی پر پہنچانے اور منزل طے کرنے کے قابل بنا دے اس لئے کہ یار نے پردہ اٹھا دیا ہے یعنی محبوبِ حقیقی نے قبض کو دور کر دیا ہے اور بسط حاصل ہو رہا ہے۔

آں شمع سرگرفتہ دگر چہرہ برفروخت
واں پیر سالخوردہ جوانی ز سر گرفت

ترجمہ :- خاموش شمع نے دوبارہ چہرہ روشن کیا اور بڈھے (عشق) نے دوبارہ جوانی حاصل کی۔

تشریح :- شمع خاموش سے وہ حالت مراد ہے جو قبض اور جمود کی حالت کہلاتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ سالک پر جو جمود طاری تھا اور وہ انوار و تجلیات کے مشاہدے سے محروم تھا، اب وہ حالت دور ہو گئی ہے اور جمود رفع ہو کر دوبارہ وہ تجلیات و مشاہدات میں محو و مشغول ہو گیا ہے۔ عشق جو بوڑھا ہو چکا تھا، دوبارہ اس نے جوانی حاصل کی ہے۔ اور سلوک و معرفت کے طریقوں میں جو کمی آ گئی ہے وہ دور ہو کر پھر وہی کیفیات حاصل ہو گئی ہیں جو سرگرم رکھتی تھیں۔

آں عشوہ داد عشق کہ مفتی ز رہ برفت
واں لطف کرد دوست کہ دشمن حذر گرفت

ترجمہ :- عشق نے وہ فریب دیا کہ مفتی راستے سے بیگانہ ہو گیا، اور دوست نے وہ مہربانی کی کہ دشمن نے کنارہ اختیار کیا یعنی دور ہو گیا۔

تشریح :- مفتی سے مراد عقل و دانش ہے اور دشمن سے مراد شیطان یا نفس سرکش ہے، اور دوست سے مراد معبود حقیقی ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ عشق کی دیوانگی یا خود رفتگی نے عقل کو ایسا مغلوب کیا کہ وہ بے کار ہو گئی اور صحیح راہ سے بھٹک گیا۔ یہ صرف معبود حقیقی ہی کا فضل و کرم تھا کہ اس نے بچا لیا اور دشمن کو دور کر دیا۔

بعض اوقات عشق یا خود رفتگی میں انسان غیر متوقع امور و حرکات کا مرتکب ہو جاتا ہے اور عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر کچھ کا کچھ کرنے لگتا ہے۔ یہ حالت سالک کے لئے بعض اوقات وقتی آزمائش ہوتی ہے اور بعض وقت گمراہی کا ذریعہ ایسی حالت میں سالک کی رہنمائی مرشد کامل کر سکتا ہے۔ یا صرف فضل الٰہی رہبری کرتا ہے۔ اس شعر میں سالک فضل الٰہی کی رہبری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

شرح مثنوی مولانا روم

(از معاون ایڈیٹر)

آں یہودی شد سیہ روئے و خجل
شد پشیماں زیں سبب بیمار دل

ترجمہ:- وہ یہودی بادشاہ بہت پشیمان اور سیاہ رو ہوا، اور دل افسردہ ہو گیا۔

تشریح:- یہودی بادشاہ یہ دیکھ کر کہ بچہ اور عورت کے بیان پر لوگوں نے دیوانہ وار اپنے آپ کو آگ میں ڈالنا شروع کر دیا ہے، تو وہ اپنے حکم پر بہت پشیمان ہوا، اور ندامت سے اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا۔

کاندر ایمان خلق عاشق تر شدند
از فنائے جسم صادق تر شدند

ترجمہ:- یہودی بادشاہ یہ دیکھ کر پشیمان اور سیاہ رو ہوا کہ اس طریقے سے تو لوگوں کا ایمان اور بڑھ گیا، اور ایمان پر اس قدر لوگ مضبوط و مستحکم ہو گئے کہ اپنی جانیں قربان کرنے لگے، اور جس عقیدے کو مٹانے کے لئے اس نے یہ تدبیر نکالی تھی وہ بیکار رہی۔

مکر شیطاں ہم درو پیچید شکر
دیو خود را ہم سیہ رو دید شکر

ترجمہ:- خدا کا شکر ہے کہ اس شیطان کا مکر اسی کو لپٹ گیا، اور شیطان نے اپنے آپ کو سیہ رو دیکھ لیا۔

تشریح:- واقعہ بیان کرنے کے بعد مولانا نتیجہ کے طور پر فرماتے ہیں کہ شیطان یعنی یہودی بادشاہ نے جو مکر اختیار کیا تھا یعنی مومنوں کو عذاب میں مبتلا کر کے ایمان سے منحرف کرنا چاہتا تھا، وہ مکر خدا کا شکر ہے، اسی پر لوٹ پڑا، اور وہ اپنی تدبیروں میں ناکام و نامراد رہ کر سیاہ رو ہو گیا۔

آنچہ می مالید در روئے کساں
جمع شد در چہرۂ آں ناکساں

ترجمہ:- جو سیاہی وہ دوسروں کے چہروں پر ملنا چاہتا تھا، وہ خود اس کے اور اس کے مددگاروں کے چہروں پر لگ گئی۔

تشریح:- یہودی بادشاہ دوسرے لوگوں یعنی مومنوں کے چہروں پر جو سیاہی لگانی چاہی تھی، یعنی ان کو ذلیل و خوار بنانا اور گمراہی پر ڈالنا چاہتا تھا، وہ خود اس کے اور اس کے اعوان و انصار کے چہروں پر لگ گئی، یعنی خود ہی ذلیل و خوار ہو گئے، اور مومنوں کے ایمان کی پختگی نے ایمان کی جڑوں کو مضبوط کر دیا، اور لوگ جوق جوق دین حق میں داخل ہونے لگے۔

آنکہ می درید جامہ خلق چست
شد درید آں او زیشاں درست

ترجمہ:- جو شخص پوری قوت اور چالاکی سے مخلوق الٰہی کے کپڑے پھاڑتا تھا، خود اسی کا جامہ مظلوم مخلوق کی آہوں کے اثر سے پھٹ گیا۔

تشریح:- جو بادشاہ مخلوق الٰہی یعنی مومنین کی جامہ دری کرتا تھا یعنی ان کو ہلاک و برباد کرنا چاہتا تھا، خود ہی تباہ و برباد ہو گیا، اور دنیا میں اس کا نام و نشان باقی نہ رہا، اور مومنین برابر پھلتے پھولتے رہے یہاں تک کہ آج تک موجود ہیں اور ہمیشہ موجود رہیں گے۔

آں دہان کژ کرد و از تسخر بخواند
مر محمد را دہانش کژ بماند

باز آمد کاے محمد عفو کن
اے ترا الطاف و علم من لدن

من ترا افسوس میکردم ز جہل
من بدم افسوس را منسوب و اہل

ترجمہ:- وہ شخص جو منہ بگاڑ کر حضورؐ کا نام لیا کرتا تھا، اس کا منہ ٹیڑھا ہو گیا، وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا، آپ مخلوق پر مہربان ہیں اور علم لدنی آپ کو حاصل ہے، مجھ کو معاف کر دیجئے، میں نے جہالت سے آپ کا مذاق اڑایا تھا، اور حقیقت میں خود مذاق کا مستحق تھا۔

تشریح:- یہودی بادشاہ کے واقعے سے اوپر جو قصہ بیان کیا تھا، ان اشعار کا تعلق اس سے ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس طرح اس شخص کا منہ بگڑ گیا اور ٹیڑھا ہو گیا تھا جس نے حضورؐ کا نام بے ادبی سے منہ بگاڑ کر لیا تھا، اسی طرح اس یہودی بادشاہ کا حال ہوا، وہ مومنین کو ذلت و خواری میں مبتلا کر کے تباہ و برباد کرنا چاہتا تھا، خود ہی ذلیل و خوار اور تباہ و برباد ہو گیا اور مومنین کا کچھ نہ بگڑا۔

سالکان طریقت

(مقالات صوفیائے کرام پر ایک اہم اور مستقل کتاب جو صرف ناظرین پیشوا کیلئے لکھی گئی)

(سید عزیز حسن دہلوی)

(گزشتہ سے پیوستہ)

(۲۸۲)

خطرۂ قلب درست ہوتا ہے

شیخ خیر النساج رح کہتے ہیں کہ ایک روز میں تنہا گھر کے اندر بیٹھا ہوا تھا کہ میرے قلب میں یہ خیال یکایک پیدا ہوا کہ شیخ جنید بغدادی رح میرے دروازے پر کھڑے ہیں۔ لیکن میں نے قلب کے اس خطرے کا خیال نہیں کیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر یہی خیال پیدا ہوا۔ اب کی مرتبہ بھی میں نے اس کی پروا نہیں کی تیسری مرتبہ پھر قلب میں یہ خطرہ پیدا ہوا اور میں نے باہر نکل کر دیکھا تو واقعی دروازہ پر شیخ جنید بغدادی تشریف فرما تھے مجھ کو دیکھتے ہی انہوں نے فرمایا "پہلے ہی خیال پر تم باہر کیوں نہیں آگئے"

(۲۸۳)

اہل اللہ دیدار خداوندی سے محظوظ ہوں گے

شیخ احمد بن الحواری رح فرماتے ہیں کہ میں ابو سلیمان دارانی کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان کو روتا ہوا پایا میں نے عرض کیا "آپ کو کس چیز نے رونے پر مجبور کیا ہے" فرمایا "احمد! میں کیوں نہ روؤں جبکہ یہ دیکھتا ہوں کہ جب رات ہوتی ہے نیند کی متوالی آنکھیں نیند کے مزے لیتی ہیں اور محب اپنے محبوب کے ساتھ محبت کی باتوں میں مشغول و محو ہوتا ہے اور محبت الٰہی میں سرشار بندے زمین پر بچھا لیتے ہیں (یعنی عبادت میں مشغول ہوتے ہیں) آنسو آنکھوں سے جاری ہو کر ان کے رخساروں پر ٹپکتے اور داڑھی پر بہتے ہیں۔ تو اس حالت میں خداوند بزرگ و برتر ان پر نظر ڈالتا ہے۔ اور جبرئیل کو پکار کر خدا کا عرش سے کہتے ہیں "کون ہے جو میرے کلام پاک سے لذت حاصل کرتا اور میرے ذکر سے کام و دہن کو شیریں کرتا ہے" پھر جبرئیل خدا کے اس ارشاد کو دہراتے ہیں کہ کیا تم نے اپنے محبوب کو دیکھا ہے۔ اس محبوب کو جو اپنے دوستوں کو عذاب میں مبتلا رکھتا ہے۔ اور کیونکر ایسے محبوب سے محبت و الفت کی جاتی ہے جو اپنے دوستوں کو عذاب دینا پسند کرتا ہے۔ ہاں ان لوگوں کو جو رات ہوتے ہی میرے ذکر اور تسبیح و تحمید میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ میں اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں جب یہ لوگ قیامت کے دن میرے حضور میں حاضر ہوں گے۔ میں ان کے لئے اپنے چہرے سے نقاب کو الٹ دوں گا وہ میرے دیدار سے لطف اندوز ہوں گے اور میں ان کو دیکھ کر خوش ہوں گا"

(۲۸۴)

کرامت کے اظہار کا نتیجہ

ایک بزرگ خداوند تعالے سے یہ دعا کیا کرتے تھے کہ "اے اللہ مجھ کو عزت و عظمت عطا فرما، اور پھر میری عزت کو لوگوں سے چھپا" وہ یہ دعا کرتے اور رات بھر عبادت کیا کرتے تھے۔ انہیں ایام میں ایک بزرگ نے دیکھا کہ ان بزرگ کے سر پر نور کی قندیل روشن ہے جو دیکھنے والوں کی نظروں کو خیرہ کر رہی ہے، ان بزرگ نے ان سے اس قندیل کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا۔

یا صاحب السر ان السر قد ظهرا　ولا ارید حیاة بعد ما شهرا

وہ راز کے مالک راز ظاہر ہو گیا۔ اب مشہور ہونے کے بعد میں زندہ رہنا پسند نہیں کرتا۔ یہ کہہ کر سجدے میں گر پڑے اور سجدے ہی میں ان کی روح پرواز کر گئی۔

(۲۸۵)

ایک عجیب واقعہ

ابراہیم بن شیبہ رح کہتے ہیں کہ ہم جمعہ کی نماز کے بعد بیٹھے تھے کہ ایک شخص ہمارے پاس آیا جو اپنے جسم پر صرف ایک چادر لپیٹے ہوئے تھا۔ اور ہمارے پاس بیٹھ کر فقہ کا ایک مسئلہ دریافت کیا۔ دیر تک ہم سب اس مسئلہ پر بحث و گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ یہ مجلس برخاست ہوئی۔ اور ہم سب چلے گئے

دوسرے جمعہ کو وہ شخص پھر آیا چونکہ آدمی صالح اور صاحب نسبت تھا اس لئے ہم نے اس کو عزت سے بٹھایا۔ اس کے بعد اس کا نام دریافت کیا۔ اس نے اپنا نام ابوعبداللہ بتایا۔ غرض ہم نے اس سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ہم سے ملتا رہا کرے اور کافی عرصہ تک یہ سلسلہ جاری رہا پھر یکایک اس کا آنا بند ہو گیا اور ہم نے مشورہ کیا کہ اس کے گاؤں میں جا کر اس کا حال معلوم کریں غرض ہم اس کے گاؤں پہنچے اور لوگوں سے دریافت کیا، لوگوں نے کہا: وہ ابوعبداللہ شکاری ہے۔ شکار کو گیا ہے، آتا ہی ہوگا۔ ہم اس کا انتظار کرنے لگے، تھوڑی دیر میں وہ آگیا۔ اس کے ہاتھوں میں کچھ پرندے ذبح کئے اور کچھ زندہ تھے ہم کو دیکھ کر وہ مسکرایا ہم نے پوچھا: تم کہاں رہے کافی عرصہ تک ملاقات کا سلسلہ جاری رہا اور پھر یکایک بند ہو گیا۔ کیا وجہ ہے؟ اس نے کہا: واقعہ یہ ہے کہ میرا ایک پڑوسی ہے میں اس کی چادر اوڑھ کر چلا جایا کرتا تھا، وہ آجکل باہر گیا ہوا ہے۔ اس وجہ سے میں نہ آسکا۔ اس کے بعد اس نے کہا: چلئے، مکان پر تشریف لے چلئے اور جو کچھ خدا نے دیا ہے اسے تناول فرمایئے۔ ہم سب اس کے ساتھ ہو لئے۔ گھر پہنچ کر اس نے ذبح کئے ہوئے پرندے بیوی کو دیئے اور جلد سے جلد پکانے کی تاکید کی اور زندہ پرندوں کو لے کر بازار گیا اور ان کو فروخت کر کے روٹی خرید لایا اور بیوی نے سالن تیار کر رکھا تھا۔ وہ سالن اور روٹی اور نمک لے کر آیا اور ہم سب نے کھانا کھایا۔ اس کے بعد ہم نے آپس میں کہا: یہ شخص صالح اور صاحب نسبت ہے لیکن اس کے افلاس اور غربت کی حالت تم دیکھ رہے ہو، چلو اس کے لئے کچھ زر نقد کا انتظام کریں۔ غرض زر نقد جمع کرنے کا ارادہ کر کے ہم روانہ ہوئے اور پانچ ہزار درہم فراہم کرنے کا عزم کر لیا ہم واپس آرہے تھے کہ راستے میں ہماری نظر بصرہ کے حاکم محمد بن سلیمان پر پڑی جو ایک مقام پر بیٹھا تھا۔ ہم کو آتا دیکھ کر اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ ان آدمیوں میں سے ابراہیم بن شبیب کو بلا لاؤ۔ غرض میں حاکم کے پاس آیا اور اس کے دریافت کرنے پر سارا واقعہ سنایا۔ حاکم نے کہا: اس نیک کام میں سب سے پہلے میں حصہ دوں گا اور فوراً غلام کو بلا کر حکم دیا کہ دس ہزار درہم لے آ وہ لے آیا اور حاکم نے دراہم کی تھیلی غلام کے سر پر رکھ کر مجھ سے کہا: میرے ساتھ چلو۔ [illegible] ہوا اور ہم سب پھر ابوعبداللہ کی طرف روانہ ہوئے دروازے پر پہنچ کر دستک

سرزمین نیل کا رومان

اسرار مصر

مصر کی قدیم رومان خیز سرزمین کا ایک تاریخی ناول فراعنہ مصر کی حسین بیوی کا ایک وجد آفریں سچا واقعہ اہرام مصر سے زیادہ قدامت و حیرت انگیز واقعات سلمان مصر کے قیامت تک زندہ رہنے والے جنگی کارنامے

شاہ مصر کا عشق

ملکہ مصر کا تخت شاہی کو ٹھکرا کر ایک غلام کا اسیر ہونا اس طرز محبت کا خوفناک انجام اگر دیکھنا ہو تو

اسرار مصر

دیکھئے جس میں جاسوسی کے حیرت ناک واقعات نے ناول کو زیادہ دلچسپ بنا دیا ہے اچھی لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کا سفید چکنا کاغذ ضخامت ۲۰۰ صفحے مع ٹائٹل دو رنگا کا خوشنما رنگین قیمت دو روپے بارہ آنے علاوہ محصول ڈاک

شرح رباعیات عمر خیام

مشرق کے سب سے بڑے ادیب فلسفی اور نامور شاعر حکیم عمر خیام کی بے مثل رباعیات یورپ اور امریکہ میں تو مختلف ترجموں اور رنگ برنگ ایجادوں کے ساتھ شائع ہوتیں مگر اس نامور حکیم کے مبسوط اور مفصل سوانح حیات ابھی تک گوشہ گمنامی میں پڑے ہوئے تھے۔ اب بڑی تلاش و جستجو سے عمر خیام کے حالات فراہم کئے ہیں اور ہر رباعی کے تحت میں عمر خیام کی سات سو رباعیوں کی شرح نہایت دلچسپ انداز میں لکھی ہے شروع میں عمر خیام کا فوٹو اور تقریباً ایک درجن رباعیوں کو مصور کیا گیا ہے، جو اردو میں پہلی چیز ہے اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی ضخامت ۲۵۰ صفحے بڑا سائز قیمت دو روپے آٹھ آنے۔

کتابیں منگانے کا پتہ:- مینیجر رسالہ پیشوا جامع مسجد دہلی

دی، ابو عبد اللہ نے اندر سے ہمارے سلام کا جواب دے کر دروازہ کھولا اور یہ دیکھ کر کہ ہم لوگ زرنقد غلام کے سر پر نہ کرائے ہیں، اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور کہا یہ کیا ہے۔ مجھ کو بھلا اس چیز سے کیا واسطہ کیا تم مجھ کو امتحان میں ڈالنا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: ابو عبد اللہ پہ جاؤ اور پورا واقعہ سن لو تب کچھ کہنا۔ ہمارے ساتھ بصرہ کا حاکم سلیمان بھی ہے؟ یہ سنکر ابو عبد اللہ غضبناک ہو گیا اور گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ میں نوراً حاکم بصرہ کے پاس گیا اور مجبوراً سچائی کے ساتھ سارا واقعہ بیان کرنا پڑا۔ حاکم یہ سنکر طیش میں آ گیا اور کہا: یہ شخص یقیناً حروری (خارجی) ہے خدا کی قسم اس کا قتل ضروری ہے غلام فوراً تلوار لاؤ: یہ کہکر حاکم نے غلام کو حکم دیا: تلوار لے کر ابراہیم بن شبیب کے ساتھ جاؤ اور اس شخص کا سر کاٹ لاؤ: میں نے عرض کیا: خداوند تعالے امیر کو اس شخص کے معاملہ میں رحم و شفقت مرحمت فرمائے۔ خدا کی قسم ہمارے نزدیک یہ شخص خارجی نہیں ہے۔ میں تنہا جاتا ہوں اور اس کو ساتھ لے کر آتا ہوں: میرا مقصد یہ تھا کہ حاکم کا غیظ و غضب جاتا رہے اور وہ اس کی جان سے درگذر کرے۔ غرض میں ابو عبد اللہ کے دروازے پر پہنچا اور سلام کیا۔ سنا تو اس کی بیوی رو رہی تھی۔ اس نے روتے ہوئے کہا: اب تم کو عبد اللہ اور اس کے حال سے کیا مطلب؟ میں نے پوچھا: ان کا کیا حال ہے؟ بیوی نے کہا: گھر میں آ کر انہوں نے وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔ میں نے سنا وہ یہ دعا کر رہے تھے: اے اللہ! مجھ کو امتحان میں نہ ڈال: کئی مرتبہ یہ الفاظ کہے اور اپنی جان خدا کے سپرد کر دی۔ یہ دیکھ کر یہ بے جان نعش پڑی ہے: میں نے کہا ہمارا عجیب و غریب قصہ ہے تم کسی سے اس کا ذکر نہ کرنا: یہ کہکر میں حاکم کے پاس آیا اور واقعے سے آگاہ کیا: حاکم نے کہا: چلو میں اس شخص کے جنازے کی نماز پڑھوں گا: اس کی خبر بصرہ میں پہنچ گئی اور بے شمار لوگ آ گئے۔ نماز جنازہ بڑی شان سے ادا ہوئی اور پھر دفن کر دیا گیا۔


SOUND PLASTER
Wonderful Cure by External Application
TRY ONCE Before OPERATION
بلا اپریشن فوطہ بڑھنے اور آنت اترآنیکا شرطیہ علاج
اپریشن کرا کر جان کو خطرہ میں نہ ڈالیے
ساؤنڈ پلاسٹر رجسٹرڈ
اگر فوطہ اعتدال سے بڑھ گیا ہو یا آنت اتر تی ہو یا پانی بھر گیا ہو تو اس خطرناک و تکلیف دہ مرض کا علاج ساؤنڈ پلاسٹر سے کیجئے جس کے استعمال سے یہ مرض سو فی صدی دور ہو کر کامل شفا ہوتی ہے ہزاروں مریضوں کا آزمودہ بے خطا اور بے ضرر علاج ہے جس کو نا مرض کی زندہ کرامت کہنی چاہیئے۔
قیمت چار روپے آٹھ آنے، تین سال کی مدت زائد مرض کیلئے دو پیکٹ استعمال کرائے جائیں۔ محصول وغیرہ بذمہ
INDO GENUINE CHEMICAL WORK
JAMA MASJID DELHI

واجعلنا للمتقین اماما

اے ہمارے پروردگار! ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

پیشوا

دہلی

ایک ماہوار مذہبی اور اصلاحی رسالہ

مدیر مسئول سید عزیز حسن بقائی



قیمت سالانہ ۲ روپے

فی پرچہ ۳ آنے

مقام اشاعت جامع ... اردو بازار دہلی

قرآنی نقشِ اعظم سے جسکو چاہو اپنا تابعدار بنا لو

نامرادی کا دور ختم ہوا

نقشِ قرآنی نامرادی کیلئے دنیا میں سب سے بڑا اسبابِ خدائے قدوس کا ہے۔ جب ہر چہار جانب سے پریشانی کے آثار ہوں اور کوئی خاص اہم بات کسی طرح بھی حل نہ ہوتی ہو۔ اس کی طرف ہر وقت طبیعت پریشان ہو کوئی مونس و غمخوار نہ ہو تو خدائے عز و جل کے کلامِ ربانی کی مدد سے اپنی ہر مشکل کو آسانی سے حل کریئے۔ خدائے بزرگ و برتر کے کلام میں بڑی عظمت ہے۔ یہ قطعی ممکن ہے کہ اس قرآنی نقش کی برکت سے آپ شادکام ہو جاویں جو ایک خدا رسیدہ بزرگ کا خاص عطیہ ہے ۔

لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ اِلَّا الدُّعَاءُ الْفَقْرَاءِ کیا کوئی دل ہے جس پر آپ قابو چاہتے ہوں؟ خواہ وہ کسی کا ہی کیوں نہ ہو۔ حاکم کا۔ مرد کا۔ عورت کا۔ دوست کا۔ دشمن کا۔ خاوند کا۔ بیوی کا۔ افسر کا۔ ماتحت کا۔ محبوب کا۔ الغرض سب کو مطیع و تابعدار بنانا۔ آقا و افسر پر قابو پانا۔ مصیبت سے چھٹکارا حاصل کرنا۔ غرضکہ تمام دلی مقاصد کیلئے تیر کی طرح اثر کرتا ہے حتیٰ کہ مقدمہ کے سلسلے میں کچہری کے حاکم کو۔ اپنے محبوب کو۔ مرد کو۔ عورت کو۔ اصلی غرضکہ جس کو چاہو اپنا بے دام غلام بنالو کیسا ہی مغرور آدمی کیوں نہ ہو اس نقشِ اعظم کو باندھ کر اس کے سامنے جائے گے آپکی مرضی کے مطابق آپکا کام غیر معمولی طریقہ پر کرنے کیلئے مجبور ہو جاویگا۔ دشمنی کو محبت سے بدل دینا۔ راہ چلتے آدمی کو مسخر مطیع و مہربان بنا لینا۔ سات پردوں میں چھپے ہوئے محبوب کو کھینچ بلانا۔ تجارتی نفع۔ امتحان میں کامیابی۔ ادائیگی قرض۔ دافع بیماری و آسیب و سحر اور جملہ مشکلات۔ شادی بیاہ رفع شر و فساد اور کشائش رزق کیلئے یہ نقش ہمیشہ پاس رکھئے۔ جس شخص کے گلے میں یہ نقش مبارک ہو گا وہ دنیاوی آفات سے مامون و محفوظ رہے گا اور ہم چشموں میں سربلند رہے گا۔ صرف مسلم عوام کے لئے یہ نقش ہدیہ ملا سکتا ہے۔ اس نقش کے ہدیہ سے ہمارا مالی منفعت ہی مقصود نہیں ہے بلکہ پبلک مفاد بھی پیش نظر ہے خرچہ اشتہارات اور حق المحنت تین روپے پانچ آنے اور محصول رجسٹری معافہ پانچ آنے کل تین روپے دس آنے ہے۔

صوفی میاں چشتی آستانۂ عالیہ قرار منزل نمبر ۱۰۱ شاہجہانی دہلی



مہینہ کے ۲۵ دِن

عورت کیلئے ہر مہینہ ۲۵ دِن ٹھیک ہوتے ہیں

لیکن باقی پانچ چھ دِن ——

بعض عورتوں کیلئے تکلیف دہ بن جاتے ہیں

اُن عورتوں کے لئے جنہیں ماہواری کی کوئی تکلیف ہو۔ کمی بیشی ہو۔ بیقاعدگی ہو یا ماہواری ایام درد اور تکلیف سے ہوتے ہوں ــــ ماہواری کا تکلیف سے آنا یا بے قاعدہ آنا عورت کی صحت کیلئے اچھا نہیں۔ اِس تکلیف کا بہت جلد علاج کرنا چاہیئے اس کا آسان علاج یہ ہے کہ ایسی عورت کو ایک شیشی دوا کورس استعمال کرادی جائے۔ یہ دوا ماہواری ایام کو بالکل صحیح کر دیتی ہے اور اسکے بعد ہر مہینہ بغیر دقت کے صحیح وقت پر ماہواری ہونے لگتی ہے۔ دوا کورس ماہواری کی ہر خرابی کیلئے نہایت ہی کامیاب دوا ہے۔ ایک شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے۔ جن بہنوں کو ضرورت ہو پتہ ذیل پر خط لکھکر بذریعہ وی۔ پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر تو آنے محصول لگے گا۔ اور گھر بیٹھے دوا کا پارسل آجائیگا۔

لیڈی ڈاکٹرز زنانہ دواخانہ۔ پی بی بکس ۳۴ دہلی

(ٹیلیفون نمبر ۶۳۶۸)

اسلامیہ دارالاشاعت دہلی
کا ایک ماہوار
مذہبی، اخلاقی، اصلاحی
ادبی رسالہ
مقام اشاعت
اردو بازار جامع مسجد
دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۹۶۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
خط و کتابت میں
اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے
ورنہ شکایت کی تعمیل نہ ہوگی
منیجر

قیمت سالانہ دو روپے
ممالک غیر سے ۶ شلنگ
قیمت فی پرچہ ۳ آنے

جلد ۲۳ | بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ مطابق مارچ ۱۹۴۷ء | نمبر ۴

شذرات

(سید عزیز حسن [illegible])

پیشوا کی تاخیر

ضرب المثل بن گئی ہے، امکانی کوشش کی جاتی ہے کہ رسالہ وقت پر شائع ہو جائے، لیکن کوئی نہ کوئی پیچیدگی ایسی پیدا ہو جاتی ہے کہ پیشوا کی پابندی وقت کو دھکا لگ جاتا ہے۔

اگر پیشوا کے پریس کی اسکیم کامیاب ہو جاتی، تو ان مشکلات کا ازالہ ہو جاتا۔

تاہم میں کوشش کئے جاؤں گا، آپ بھی دعا کیجئے۔

گاندھی جی کا گمراہ کن بیان

مہاتما گاندھی آج کل نواکھلی (بنگال) کا پیدل دورہ کر رہے ہیں تاکہ ہندوؤں کے دلوں میں جو بے اعتمادی اور نفرت مسلمانوں سے پیدا ہو گئی ہے، وہ دور ہو جائے۔

کون ہے جو مہاتما جی کے امن اور اتحاد کے مشن کا مخالف ہوگا، لیکن اس سلسلہ میں ان کے بعض بیانات بہت ہی دلچسپ ہوتے ہیں مثلاً

الف :- مجھے پاکستان پر کوئی اعتراض نہیں، لیکن پہلے آزادی پھر پاکستان

ب :- مسلمان عورتوں کو زیادہ پردہ نہ کرنا چاہئے، ظاہر ہے یہ پردہ کوئی معنی نہیں رکھتا۔

ان دونوں باتوں کا جواب ملاحظہ ہو۔

گاندھی جی جوں جوں زیادہ بوڑھے ہوتے جاتے ہیں، ووں ووں زیادہ دلچسپ باتیں کرتے جاتے ہیں، جن میں ان کی تضاد بیانی کو بڑا دخل ہے۔

پاکستان کو تقویت جتنی گاندھی جی نے پہنچائی ہے، کانگریس کو جتنا ذلیل گاندھی جی نے کیا ہے، لیگ کو مرتبہ مرنے کے بعد زندگی دیا تو گاندھی جی نے مرحمت فرمائی ہے، اتنی کانگریس کی مجموعی طاقتوں سے بھی نہیں پہنچی۔

پاکستان کو گاندھی جناح ٹاک میں تسلیم کیا، اور لیگ کو واحد نمائندگی کی سند جواہر جناح ٹاک میں دیدی۔

فرمائیے اس سے زیادہ سامراج اور لیگ کی خدمت دشمن اسلام کا خطاب پانے کے بعد کون صحیح الدماغ انسان کر سکتا ہے؟

پاکستان اگر صرف گاندھی جی اور لیگ کے درمیان متنازعہ ہوتا، تو مہاتما جی کو اختیار تھا کہ وہ جو چاہتے تاویل کرتے جس طرح چاہتے ذلت کے ساتھ [illegible] کے آگے ہتھیار ڈالتے، لیکن پاکستان لیگ اور کانگریس میں ہے [illegible] اور گاندھی جی ان [illegible]

کسی لیگ کے بھی نہ ابتدائی ممبر ہیں، اور نہ نمائندہ۔

پاکستان خلیفشار جت پسند، سامراج پرست مسلمانوں اور آزادی پسند حریت خواہ مسلمانوں کے درمیان ایک سخت نزاعی مسئلہ کہ ہے۔ پاکستان کے خلاف تو یہ ہندوستانی مسلمانوں کے پاس ناقابل تردید دلائل ہیں کہ پاکستان مسلمانوں کے لئے مضر ہے۔

پاکستان کے مسئلہ پر نیشلسٹ مسلمانوں نے قربانیاں کی ہیں، اس مسئلہ پر بولنے اور فیصلہ کرنے کا حق اگر کسی کو ہے، تو وہ صرف قوم پرور آزادی پسند مسلمان رہنماؤں کو ہے، جو مسلمان ہیں اور مسلمانوں کے نفع نقصان پر بصیرانہ رائے رکھتے ہیں، اور سامراج کے اس پالتو (لیگ) سے ابتدا سے نبرد آزما ہیں نہ کہ گاندھی جی کو۔

پاکستان مسلمانوں کی دو جماعتوں میں ایک مابہ النزاع مسئلہ ہے، جس کا تصفیہ کرنے کا حق اگر کسی کو ہے تو وہ پیشوائے اعظم حضرت علامہ ابو الکلام صاحب آزاد مجاہد اسلام شیخ الہند حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی اور دوسرے سر فروش مسلمانوں کو ہے جن کی عمریں سامراج سے لڑائی میں گذر گئیں، اور جو اب کفن بردوش میدان جہاد میں موجود ہیں۔

پس گاندھی جی کو پاکستان پر بولنے سے پہلے اعلان کرنا چاہیئے کہ

"لیگ پہلے نیشنلسٹ مسلمانوں کو پاکستان پر متفق کرے"

ب۔ پردہ کا مسئلہ ایک خالص مذہبی مسئلہ ہے، جس کے خلاف ہندو تمدن، ہندو معاشرت، ہندو مذہب میں خواہ کچھ ہی دلائل ہوں لیکن مسلمانوں کے آقا و مولا حضور تاجدار مدینہ نے جو کچھ فرمایا ہے، قرآن حکیم میں جو احکام ہیں، صحابہ کرام اور فلاسفران اسلام کے جو ارشادات ہیں، وہ مسلمانوں کے لئے کافی ہیں، ان کی موجودگی میں مسلمانوں کو مہاتما گاندھی کی کسی نصیحت کی قطعاً ضرورت نہیں۔

پردہ کے لئے شرع اسلام نے جو حدود مقرر کی ہیں، ان میں ایک ذرہ کے برابر بھی ترمیم نہیں کی جا سکتی۔ خواہ اس کے لئے مہاتما گاندھی کے علاوہ سری کرشن اور راجہ رام چندر جی ہی کیوں اپدیش نہ دیں۔ پردہ جب سے مسلمانوں پر فرض ہوا ہے، جن حدود کے ساتھ فرض ہوا ہے، وہ قیامت تک ان ہی حدود کے ساتھ فرض رہے گا، جس میں ترمیم کا حق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلیفہ اعظم حضرت ابوبکر صدیق رضہ سے لیکر حضرات پیشوائے اعظم علامہ ابو الکلام صاحب آزاد۔ مجاہد اعظم حضرت مولانا مدنی کو بھی نہیں۔ یہ بھی اگر اس کے خلاف کہیں گے تو ایک سچا مسلمان انتہائی

احترام کے باوجود ان کی رائے کو اپنے آقا اور مولا کی رائے پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

گاندھی جی نے اسلام کا مطالعہ ضرور کیا ہے، لیکن اسلام کی اسپرٹ سمجھنے، اسلامی احکام کے فلسفہ پر غور کرنے کی ان کو مہلت نہیں ملی ہے، اس لئے ان کو ایسی باتیں کہنے میں احتیاط برتنی چاہیئے جن کی زد شریع اسلام پر پڑتی ہے، اور جن سے ان کے مخالفین تحریک آزادی سے مسلمانوں کو الگ رکھنے میں زیادہ سے زیادہ کام لے سکتے ہیں، اور جس کی مدافعت ان کے مسلمان دوست اگر کرنی بھی چاہیں تو نہیں کر سکتے۔

مسلمانوں کی چند نوکریوں کے لئے گاندھی جی کے خلاف طوفان بدتمیزی برپا کرنے والا بے دین لیگی ٹولہ گاندھی جی کی اس تقریر پر اس لئے خاموش رہا کہ وہ خود پردہ کا مخالف ہے۔ دوشیزہ کنواری لڑکیاں خود جناح صاحب کے سامنے نہایت بے حیائی سے سینہ کھولے، نیم برہنہ بازو، نیم عریاں سینہ کے ساتھ آتی ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے آقا و مولا نے فرمایا ہے کہ

"دو نامحرموں میں تیسرا شیطان ہوتا ہے"

سختی کا یہ عالم تھا حضرت ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضہ تک کے ساتھ یہ تھا کہ جب حضرت ام المومنین نے ایک نابینا صحابی سے پردہ نہیں کیا تو حضور نے فرمایا کہ

"وہ اندھا ہے تو اندھی نہیں ہے"

پھر ان ہی عائشہ رضہ کے سلسلہ میں ایک صحابی سے قافلہ کی روانگی کے وقت جو بدگمانیاں پھیلیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جس طرح غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بول چال بند کی، اور جب تک سورہ نور کے (دوسرا) رکوع حضرت ام المومنین کی برأت میں نازل نہ ہوئے اس وقت تک حضور اور صحابہ کرام کا جن میں حضرت عائشہ کے قابل صد تعظیم باپ بھی شامل تھے کیا اس کے بعد بھی آجکل کے کتنے سے بدتر مسلمانوں میں سے ایک کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ شرع اسلام میں ترمیم کرے؟

میرا خیال ہے کہ گاندھی جی نے بیگم لیاقت علی، بیگم شاہنواز، بیگم اعزاز رسول کی قسم کی نام نہاد مسلمان عورتوں کی بے حیائی، بے شرمی اور غیرت اسلامی کو چیلنج کرنے والی غیر اسلامی زندگی کو دیکھ کر یہ رائے قائم کی ہوگی۔ کیونکہ آج بدقسمتی سے لیگ کے لوگوں کے غیر اسلامی کردار نے حقیقی اسلام کی جگہ لے لی۔ اس لئے گاندھی جی کا فرض ہے کہ وہ لیگ کی لادینی تحریک کے علمبرداروں کی بجائے اسلام اور اس اسلام کا مطالعہ کریں جو عرب کے ایک امی نے پیش کیا اور

جس میں ایک خشخاش کے دانے کے برابر ترمیم [illegible] ہے۔

پیشوا اور ڈاک خانہ

پیشوا کے ساتھ ڈاک خانہ کو جو خصوصیت رہی ہے [illegible] ان لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے، جو پیشوا کے بدولت [illegible] ہیں، لیکن اس خصوصیت میں اس وقت سے اضافہ ہو گیا ہے جب سے آنریبل مسٹر نشتر محکمہ ڈاک کے وزیر ہوئے ہیں۔ [illegible] خان بہادر عبد الاحد کے صاحبزادے پوسٹ ماسٹر جنرل [illegible] خلافت کی تحریک میں خان بہادر عبد الاحد کی [illegible] کی [illegible] روکنے کے جرم میں مجھے ۲ ماہ کی قید [illegible] ہوئی تھی [illegible] اس کے پیرو خان بہادر سے یہی [illegible] تھے جن کی رپورٹ پر مقدمہ قائم ہوا۔ اور جن کی شہادت پر مجھے سزا ہوئی۔ غالباً ان کا نام [illegible] ہے۔

ہو سکتا ہے کہ نشتر صاحب اور مجید صاحب کے ایما سے پیشوا کی ڈاک نہ چرائی جاری ہو، پیشوا ضائع نہ کیا جاتا ہو لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ دونوں ذاتی طور سے نہ پیشوا کو پسند کرتے ہیں، نہ مجھے۔

ایسی صورت میں کہ ڈاک خانہ کے [illegible] اسٹاف میں مسلمان زیادہ ہیں، جو زیادہ تر لیگی وزیر کی خوشنودی کے لئے اپنا منافق جہاد کا نشانہ پیشوا اور حریت کو بناتے ہیں۔

لہٰذا قارئین کرام کو اپنے خطوط کے جواب نہ ملیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ خط میرے پاس پہنچا ہی نہیں۔ اگر پیشوا وقت پر نہ ملے تو بلا تکلف سمجھ لینا چاہیئے کہ ڈاک خانہ کے ملازمان نے ہضم کر لیا۔

میں کوشش کر رہا ہوں کہ ڈاک خانہ کے حالات درست ہو جائیں، ڈائرکٹر جنرل ڈاکخانہ جات مسٹر کرشنا نے ہمدردانہ غور کرنے اور انصاف کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ ورنہ میں آسانی سے ڈاک خانہ کے پاکستانی اسٹاف کو چھوڑوں گا نہیں۔ اسمبلی میں سوالات ہوں گے، اور ہو سکتا ہے کہ میں اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے عدالت کا دروازہ بھی کھٹکھٹاؤں گا۔

قوم پرور مسلمانوں کا اجتماع

گزشتہ ہفتہ دہلی میں قوم پرور مسلمان رہنماؤں کا ایک مختصر اجتماع پیشوائے اعظم حضرت علامہ آزاد وزیر معارف حکومت ہند کی کوٹھی پر ہوا جس میں قوم پرور مسلمانوں کی تنظیم کے لئے حضرت [illegible] نے رہنمائی کی۔

[illegible] بہت معمولی ہے، قوم پرور مسلمانوں کی ایک درجن جماعتوں [illegible] ایک اہم مقصد [illegible] کے لئے اتفاق و اتحاد پیدا کرنا لیگ کے نزدیک بہت بڑا جرم تھا۔ [illegible] لیگی پریس بلبلا اٹھا، اور رنگا اول فول بکنے اور حضرت [illegible] عظیم [illegible] قوم پرور مسلمان رہنماؤں کی شان میں [illegible] ان پر تہمتیں تراشیں۔ ان کے خلاف مسلمانوں کو مشتعل کیا۔

گویا لیگ کے [illegible] اغراض کی مخالفت کرنا اسلام [illegible] جناح صاحب کے سیاسی نظریہ کی تردید [illegible] شریف کی تردید ہے۔ سبحان اللہ کیا سیاسی [illegible] کیا اسلام ہے۔

جس طرح تیرھویں اور چودھویں صدی عیسوی میں پاپائی فتنہ اور بیسویں صدی عیسوی میں فاشسٹی فتنہ اپنے سیاسی مخالفین کو ہر ممکن ذریعہ سے تباہ کرنا اور اپنے خلاف آواز بلند کرنے والوں کو کچلنا [illegible] ضروری سمجھتا تھا اسی طرح ہندوستان میں لیگ [illegible] فاشسٹ بن گئی۔ [illegible] ظالمانہ تقلید کا نام اسلام رکھا ہے۔

[illegible] اسلام [illegible] ہو سکے جاتے ہوں، اور ان کو آپس میں [illegible] کی تلقین ہو اس اسلام کے [illegible] قوم پرور مسلمان جماعتوں سے خود اتفاق [illegible] نقطہ نظر پیش نہ [illegible] آپس میں متفق ہوں تو وہ جاہل [illegible] نہیں معلوم فدا کاران اسلام کو غدار اسلام [illegible] جو خود افتراق [illegible] مسلمانوں کے اجتماع پر تہمتیں تراشتے [illegible]

"[illegible] کی"

مسلمانوں کا واحد نمائندہ کون ہے؟

مرکزی اسمبلی کا اجلاس شروع ہونے سے پہلے حجۃ الاسلام امام انقلاب حضرت علامہ آزاد نے اسمبلی کے رجسٹر میں دستخط کئے تو اردو میں اور بحیثیت وزیر معارف جب حضرت تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو انگریزی پر تقریر کی قدرت کے باوجود ملک

کی مشترکہ زبان اردو میں تقریر کی جس سے اسمبلی کے در و دیوار ناآشنا تھے۔

اسلام کے نام پر مرکزی اسمبلی میں جو لوگ واحد نمائندگی کے مدعی ہیں، انہوں نے اپنی پوری زندگی میں لباس، گفتار کردار کے اعتبار سے ایک لمحہ کے لئے مسلمانوں کے اس کلچر اور تہذیب کی نمائندگی نہیں کی جس کی مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے وہ مدعی ہیں، اور احمق مسلمان ان فرنگی پرست ملاحدہ کی فریبی تقریروں اور جھوٹے دعووں سے مسحور ہو گئے ہیں۔

اردو کو کانگریس سے سرکاری زبان حضرت نے تسلیم کرا یا۔ اور جب سے آپ نے وزارت کی کرسی کو رونق و عزت بخشی ہے، تو اردو کو اسمبلی ہال میں انگریزی کی جگہ دلانے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا۔

جو ہمت باز یہ کہتے ہوئے نہیں جھجکتے کہ آزاد ہندوستان کا غلام ہے، ہندو کا زر خرید ہے، ہندو سے زیادہ مسلمانوں کا دشمن ہے، ان کو شرم آنی چاہئے کہ حضرت نے ان تمام گمراہ کن جھوٹے بیانات کے باوجود حقیقی اسلام کی تعلیم سے سرمو انحراف نہیں کیا، بلکہ جو ظلم مسلمانوں کا ہندوستان میں سکہ شاہی کی طرح چل گیا ہے، اس کا عملی نمونہ اس پر عمل کے لئے اصرار، اس پر عمل کرانے کی طاقت کا مالک کون ہے؟

وہ جس کی جدوجہد اور آزادی پھانسی کے تختے اور وزارت کی کرسی پر رقص نہ ہوتی، وہ جس نے رہن سہن، کھانے پینے چلنے پھرنے، وضع و قطع میں اسلام کی واحد نمائندگی کی اور اپنے عمل سے کیفیت، ذلیل، حاسد، جعل ساز، شیطان تہمت طرازوں پر نگاہ غلط انداز ڈال کر غلط بیانیوں کی تردید کرنی بھی اپنی توہین سمجھی، جو لیگی کیمپ سے مسلمانوں اور ہندوؤں کی نظروں میں گرانے کے لئے روزانہ گھڑی جاتی رہی ہیں۔

ہم حضرت کی اردو زبان میں اسمبلی میں پہلی تقریر پر ہدیہ تبریک پیش کر کے ان فرنگی نژاد، فرنگی پرست، فرنگی تہذیب کے نمائندوں سے جو مسلمانوں کی غفلت اور نادانی سے اسلام سے واقف ہونے کے باوجود [illegible] علم بر [illegible] اسلام بنے ہوئے ہیں یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کا واحد نمائندہ مسلمانوں کے تہذیبی و ثقافتی حقوق کا محافظ کون ہے۔ اگر ان کی آنکھیں اندھی نہ ہوئی اور ان سے قوت گویائی سلب نہ ہو گئی ہو، تو ان کو کہنا چاہئے کہ صرف

حضرت پیشوائے اعظم

بہار کا وقف ایکٹ

خدا کا شکر ہے کہ بیس سال کے عرصہ میں جو کام مسلمانان بہار کی سود بہبود کے لئے نہ ہو سکا، وہ ڈاکٹر محمود صاحب وزیر ڈویلپمنٹ بہار کے پیش کردہ وقف ایکٹ نے گوشہ عمل ہو گیا۔

اب بہار میں اسلامی اوقاف غاصب اور خائن متولیوں کے قبضہ میں نہ رہیں گے، بلکہ ان کی آمدنی ملت اسلامیہ کے مفاد پر خرچ ہوگی، جو لیگ کے نزدیک "کافر، بے دین، غدار اسلام" کی وہ قابل رشک یادگار ہوگی، جس کی ملت اسلامیہ کے اجارہ دار لیگ کو اپنی پوری زندگی میں توفیق نہ ہوئی۔

ہم بہار گورنمنٹ اور آنریبل ڈاکٹر سید محمود صاحب کو اوقاف بل پر مبارک باد دیتے ہیں، اور خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو عقل دے کہ وہ دوست و دشمن میں تمیز کریں۔

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینے میں ختم ہو رہی ہے ان میں

ایک آپ بھی ہیں، اور آپ کا نمبر خریداری .... ہے

اگر آپ سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا چاہیں تو کم سے کم دو نئے خریدار فراہم کیجئے، اور سب کی قیمت آج ہی دفتر رسالہ پیشوا دہلی کو روانہ کر دیجئے، اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو براہ کرم ایک خط اسی وقت مینیجر رسالہ پیشوا دہلی کے نام لکھ دیجئے کہ "سال آئندہ کے لئے خریداری منظور نہیں"

آپ کے اس کارڈ کے وصول ہوتے ہی آپ کا نام رجسٹر خریداران سے بصد افسوس خارج کر دیا جائے گا، اور اگر آپ نے منی آرڈر نہ بھیجا یا عدم خریداری کا خط نہ لکھا تو حسب دستور آپ کو کوئی وی۔پی نہ بھیجا جائے گا، کیونکہ وی پی بھیجنے کا قاعدہ بند کر دیا گیا ہے۔ وی۔پی آنے کا انتظار نہ کیجئے اور آج ہی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیجئے۔

مینیجر رسالہ پیشوا دہلی

احکام القرآن

(قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو حدیث قاریئن پیشوا کے لئے لکھی گئی)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

سورۂ فرقان کے احکام و مسائل

(۲۱۷)

پانی پاک ہے اور پاک کرنیوالا ہے

وھو الذی ارسل الریاح بشراً بین یدی رحمتہ وانزلنا من السماء ماءً طھوراً لنحیی بہ بلدۃ میتاً ونسقیہ مما خلقنا انعاماً واناسی کثیراً۔	وہی (اللہ) ہے جو ہواؤں کو اپنی رحمت (مینھ) کی خوش خبری دینے کو آگے آگے بھیجتا ہے، ہم آسمان سے پاک و صاف پانی برساتے ہیں کہ اس کے ذریعہ سے شہر کی زمین کو زندہ کریں اور اپنی مخلوقات کثیرہ اور آدمی کو سیراب کریں۔

تفسیر:- آیت کے معنی صاف ہیں، تشریح کی ضرورت نہیں اس موقع پر مقصود ماءً طھوراً کا جملہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے خشک و مردہ شہروں (یعنی ان کی زمینوں) کو زندہ کرنے اور اپنی کثیر مخلوقات اور آدمی کو سیراب کرنے کے لئے آسمان سے پانی برسایا ہے جو پاک و صاف ہے۔

اس جملہ میں پانی کو پاک و صاف ہونے کی صفت سے موصوف کیا گیا ہے بظاہر خشک زمینوں کو تر و تازہ بنانے اور مخلوقات کو سیراب کرنے کے لئے پانی کے اندر اس صفت کی ضرورت نہ تھی، لیکن چونکہ اس کے ذریعہ سے آدمیوں کو بھی سیراب کرنا مقصود تھا، اس لئے انسانی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے پانی کے اندر یہ صفت رکھی گئی۔ اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ انسان اس امر کا مستحق ہے کہ وہ اپنے ظاہر اور باطن دونوں کو پاک و صاف رکھے، اور اسی لئے اس کے لئے خدا نے ایسی چیز کو نازل فرمایا جو اس کے ظاہر اور باطن دونوں کی صفائی کی ضامن ہو، یعنی پاک ہو اور پاک کرنے والا [redacted]

اس کے جو طہور ہے تو وہ مرتبہ میں اس کے مزید پاک رہنے والا ہیں جیسا کہ خود بعد میں سورہ انفال میں بطور کرم یہ ظاہر فرمایا ہے، اور طہور کا لفظ جیسا کہ ہم بیان کرتے ہیں ... کی جاتی ہے۔ ائمہ احناف کے نزدیک طہور سے پاک کرنے والا مراد ہے جبکہ یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جس کے معنی ... کا پاک و صاف اور ظاہر ہے کہ یہ انتہائی پاک و صاف ہوگی وہ دوسری چیز کو بھی پاک کرنے والی ... کے معنی پاک کرنے والا ہے ... داخل ہوگی۔

(۲۱۸)

رات دن کے وظائف و اوراد کی قضا کا بیان

وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفۃ لمن اراد ان یذکر او اراد شکوراً۔	وہی (اللہ) ہے جس نے ... والوں یا ذکر کرنے والوں اور وہ شکر گزاری کرنے والوں کے لئے رات اور دن بنائے ہیں جو ایک دوسرے کے بعد آتے رہتے ہیں۔

تفسیر: خلفہ کے لغوی معنی جانشین کے ہیں، مراد اس موقع پر دن کے بعد رات کا آنا اور رات کے بعد دن کا ظاہر ہونا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے رات اور دن میں سے ہر ایک کو ایک دوسرے کا جانشین قرار دیا ہے کہ ایک کے بعد دوسرا آتا ہے یعنی رات دن میں سے ہر ایک دوسرے کا قائم مقام ہے کہ اس میں فوت شدہ وظائف و اوراد کو قضا کیا جاسکتا ہے۔

آیت سے جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ رات کے فوت شدہ وظائف و اوراد کو دن میں اور دن کے فوت شدہ اوراد و

فوت شدہ اوراد و وظائف کی قضا ضروری ہے، اور اسی حکم میں نوافل، دعا اور تلاوت قرآن وغیرہ بھی داخل ہیں، یعنی ان کی قضا بھی ضروری ہے، اور قضا کا واجب ہونا مند و سنت کے وجوب ادا کے موافق ہے۔

بزرگان طریقت نے لکھا ہے کہ جس شخص نے اپنے اوراد و وظائف کو وقت پر ادا نہ کیا، اور پھر دوسرے اوقات میں ان کی قضا بھی نہ کی تو اس کا وبال اس پر اور اس کے شہر پر پڑے گا بلکہ ممکن ہے کہ محفوظ آبادیوں پر بھی پڑ جائے اور جس شخص نے ایسا کیا دنیا میں بزرگان طریقت کے نزدیک اس کو مردہ خیال کیا جاتا ہے اور خدا کے نزدیک بھی وہ مردہ ہے۔

اس سورۃ میں اور متعدد مسائل و احکام ہیں۔ مثلاً شب بیداری اور عبادت۔ اپنے آپ کو یا دوسرے کو ناحق قتل کرنے کی حرمت۔ زنا کی حرمت اور جھوٹی شہادت کی حرمت وغیرہ طوالت کے خوف سے ہم نے ان کو ترک کر دیا ہے۔

سورۂ شعراء کے احکام و مسائل

(۲۱۹)

نماز میں فارسی زبان میں قراۃ جائز ہے

وانہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ الروح الامین۔ علی قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین۔ وانہ لفی زبر الاولین۔	اے محمد! اس میں شک نہیں کہ اس قرآن کو پروردگار عالم نے اتارا ہے روح الامین (جبرئیل) نے اسے تیرے دل پر زبان فصیح عربی میں اتارا ہے تاکہ تو اس کے ذریعے لوگوں کو ڈرائے۔ اس کی پیشین گوئی اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں ہے

تفسیر:۔ آیت کے معنی واضح ہیں۔ اس موقع پر بلسان عربی مبین کی تشریح ضروری ہے جو عنوان سے تعلق رکھتی ہے اگر اس جملہ کو من المنذرین سے متعلق مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اے محمد! اس قرآن کو خدا نے تمہارے قلب پر اس لئے اتارا ہے تاکہ تم ان لوگوں میں سے ہو جاؤ جنہوں نے عربی زبان میں اپنی امتوں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا ہے یعنی ہود، صالح، شعیب اور اسمٰعیل علیہم السلام پیغمبر اور تم بھی ان کی طرح اپنی قوم کو عربی زبان میں ڈراؤ۔ اور اگر اس جملہ کو نزل سے متعلق مانا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے اس قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا ہے، تاکہ تم اس کے ذریعہ لوگوں کو ڈراؤ یعنی اگر قرآن عربی زبان میں نہ ہوتا کسی دوسری زبان میں ہوتا تو تمہاری قوم اس کو سمجھنے سے قاصر رہتی اور اس کے ذریعہ قرآن حبیث و بیکار رہتا اور اسی وجہ سے اس کے نزول کو قلب کے ساتھ مخصوص کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ اگر قرآن کسی اور زبان میں ہوتا تو قلب پر نہیں زبان پر نازل ہوتا۔

تفسیر کشاف، مدارک اور ہدایہ وغیرہ کے مصنفین وغیرہ کے مصنفین نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن ہر حالت میں قرآن ہے، اگرچہ کسی زبان میں اس کا ترجمہ کر لیا جائے اور اس استدلال سے یہ ثابت کیا ہے کہ نماز کے اندر قرآن کا فارسی ترجمہ پڑھنا بھی جائز ہے۔ استدلال کی ایک اور وجہ یہ ہے کہ آیت میں خداوند تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قرآن کی پیش گوئی اگلے پیغمبروں میں سے اکثر کی کتابیں غیر عربی زبان میں تھیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد اور امام شافعی رح اس ثبوت کو صحیح نہیں مانتے اور نماز کے اندر صرف اسی حالت میں فارسی زبان کی قرآت کو جائز قرار دیتے ہیں جبکہ کوئی شخص عربی قرآت پر قادر نہ ہو۔ اس مسئلہ کی زیادہ تفصیل سورۂ مزمل میں بیان کی جائے گی۔

---

(۲۲۰)

شعر کہنا گناہ ہے

والشعراء یتبعھم الغاوٗن الم تر انھم فی کل واد یھیمون۔ وانھم یقولون ما لا یفعلون الا الذین امنوا وعملوا الصالحات وذکروا اللہ کثیرا وانتصروا من ما ظلموا وسیعلم الذین ای منقلب ینقلبون	شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں اے مخاطب کیا تو نہیں دیکھتا کہ شعرا ہر میدان میں سرگرداں رہتے ہیں اور ان کے اقوال ان کے افعال کے مطابق نہیں ہوتے لیکن وہ مومن نیکوکار (شعراء) جو اللہ کو بہت یاد کرنے والے ہیں (اور کسی کی ہجو کرتے ہیں تو اپنا عوض لینے کے لئے کرتے ہیں) اور وہ بھی بعد اس کے کہ

ان پر ظلم کیا گیا ہو، ان عیبوں سے پاک ہیں، ظلم کرنے والے یعنی مثلاً ناحق ہجو کرنے والے عنقریب مرنے پر معلوم کریں گے کہ وہ کس کروٹ پھیرے جاتے ہیں۔

تفسیر: شعر کی مذمت میں قرآن مجید کے اندر متعدد آیات پائی جاتی ہیں، چنانچہ اکثر مواقع پر فرمایا گیا ہے کہ وما علمنٰہ الشعر یعنی اپنے رسول کو ہم نے شعر نہیں سکھایا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ شاعروں کی پیروی یعنی باطل و کذب کی پیروی لوگوں کی عزت پر حملہ کرنا، انساب میں عیب نکالنا، ان لوگوں کی تعریف کرنا جو تعریف کے مستحق نہیں ہیں، اور ان لوگوں کی ہجو کرنا جو ہجو کے مستحق نہیں ہیں یا مطلق ہجو کرنا صرف وہی لوگ کرتے ہیں، جو تنک حوصلے رذیل، گمراہ، شیطان اور مشرک ہیں۔ بھلے آدمیوں کا یہ کام نہیں ہے۔

اس موقع پر شعراء سے مراد شعراء قریش ہیں، اور یہ آیت اس وقت نازل ہوئی ہے جبکہ قریش کے شاعروں نے حضور کی ہجو اور دین اسلام کی مذمت میں شعر کہے، اور عرب نے ان اشعار کو یاد کر کے مجالس میں پڑھنا شروع کیا۔ زماہیری کا بیان ہے کہ جب عرب نے حضور کو شاعر اور قرآن مجید کو از قسم شعر بتایا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید میں یہ آیت نازل کر کے آگاہ کیا کہ محمد شاعر نہیں۔ اس لئے کہ شعراء کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، اور محمد کے پیرو گمراہ نہیں ہیں۔

الم تر انہم الخ کا مطلب یہ ہے کہ شعراء مضامین کے حصول یا تلاش میں ہر میدان میں سرگرداں رہتے ہیں اور یہ کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اس کے موافق عمل ظہور کرتے یعنی وہ ہر لغو اور باطل قول پر غور و خوض کرتے ہیں اور جو وعدے یا عہد کرتے ہیں ان کو پورا نہیں کرتے۔ عرب میں ہائم اس شخص کو کہا جاتا ہے، جو کسی مقصد کو پیش نظر رکھے بغیر سرگرداں رہتا ہو۔ اس سے واضح ہوا کہ شعر یا شاعر کے کلام میں اکثر خیالی باتیں ہوتی ہیں، جن کو حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

حضور کے صحابہ کی ایک جماعت مثلاً حضرت کعب بن مالک یعنی عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن ... حضور اور مسلمانوں کی طرف سے مشرکین عرب کی ہجو کا جواب دیا کرتے تھے، جب آیت نازل ہوئی تو ان ... مطلب ... سمجھ ... پیدا ہوا کہ شعرا ... کے جو ... آیت میں بیان کئے گئے ہیں وہ بھی ان سے موصوف ہو گئے ہیں ... حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ... میں یہ آیت نازل ہوئی الا الذین امنوا الخ، جس کا

مسلم شریف کامل اردو ہر دو جلد

احادیث مستندہ میں بخاری شریف کے بعد مسلم کا ہی درجہ ہے، کیونکہ بخاری و مسلم دونوں صحیحین کہلاتی ہیں۔ بخاری شریف کی بعض احادیث سے تو شیعوں کو بھی اختلاف ہے لیکن مسلم شریف تو حدیث کی وہ متفقہ کتاب ہے جو سنی شیعہ اہل حدیث، اہل تصوف حتیٰ کہ معتزلہ کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ اس کی دو جلدیں ہیں، پہلی جلد ۴۸۲ صفحات کی ہے جس میں ۵۳۸ احادیث ہیں، دوسری جلد ۱۱۲ صفحات کی ہے جس میں ۲۸۰۰ حدیثیں ہیں، گویا مسلم شریف چار ہزار تین سو اڑتالیس حدیثوں کا مجموعہ ہے۔ مسلم شریف کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس کی حدیثیں زیادہ طویل نہیں ہیں لیکن بڑی جامع ہیں۔ اور اس میں ترتیب وار تمام اسلامی احکام ہیں۔ ایمان کامل، طہارت، حیض نفاس، مساجد، مسافرت، فضائل القرآن، جمعہ، سورج و چاند گرہن، قحط سالی، جنازہ، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح، دودھ پلانا، طلاق، فضائل صحابہ، اولیاء، انبیاء، نیکی، خیرات، تقدیر غرض ہر شعبہ کے متعلق احادیث ہیں۔ شروع میں حضرت مولف کی جامع و مستند سوانح عمری ہے۔ صحیح مسلم کامل کے مطالعہ کے بعد آپ کو کسی حدیث کی کتاب دیکھنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ احکام رسالت پناہ کا ایک ایک حکم تلاش کر کے جمع کر دیا گیا ہے۔ اور حدیث کا کوئی ٹکڑا ایسا نہیں ہے کہ وہ صحیح مسلم میں درج نہ کیا گیا ہو۔ لکھائی چھپائی عمدہ، ضخامت ... صفحے، صاف کاغذ۔ قیمت بلا جلد للعہ، مجلد ... اعلیٰ ایڈیشن سفید چکنا کاغذ مجلد ... خاص ایڈیشن چکنا فیروزی کاغذ مجلد آٹھ روپے آٹھ آنے۔

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ بہشتی اردو بازار جامع مسجد دہلی

[redacted]

مطلب یہ ہے کہ مومن کا شعر ان صفات سے موصوف نہیں جو اوپر شعراء مشرکین کی بیان کی گئی ہیں۔

آیت کا جملہ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون ان ظالموں کے لئے تہدید ہے۔ جو حضور پر افتراء پردازی کیا کرتے، حضور کی شان میں گستاخانہ شعر کہا کرتے اور ہجو کیا کرتے تھے۔ یا مطلق ظالموں کے لئے تہدید ہے۔

سورۂ نمل کے مسائل احکام

سورۂ نمل میں حضرت لوط کے قصہ میں ایک آیت ہے جو لواطت کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ اس کا ذکر سورۂ اعراف میں ہو چکا ہے۔ ایک اور آیت ہے جس میں مکہ کی حرمت بیان کی گئی ہے، اس کا ذکر سورۂ بقرہ میں ہو چکا ہے۔

(۳۲۱)

دابۃ الارض کا خروج قیامت کی علامت ہے

واذا وقع القول علیہم اخرجنا لھم دابۃ من الارض تکلمھم ان الناس کانوا بآیاتنا لا یوقنون

جب وعدہ قیامت ان پر پورا ہونے کو ہوگا تو ہم زمین سے ایک جانور لوگوں کے لئے نکالیں گے جو ان سے کہدے گا کہ لوگ ہماری آیتوں پر یقین کرنے والے نہیں ہیں۔

تفسیر: اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دابۃ الارض کا خروج قیامت کے قریب ہوگا، یا قیامت کو قریب تر کر دے گا اس لئے کہ ارشاد باری اذا وقع القول کا مطلب یہ ہے کہ جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ترک سے اور توبہ کے نافع نہ ہونے سے لوگوں پر خدا کا غیظ وغضب اور عذاب واجب ہو جائے گا، یعنی قرب قیامت میں تو ہم یعنی خداوند تعالیٰ دابۃ الارض کو نکالیں گے جو لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ مشرکین قریش نے وقوع قیامت میں عجلت کا مطالبہ کیا تھا۔ خداوند تعالیٰ نے ان کو بتایا کہ قیامت اس وقت آئیگی جبکہ دابۃ الارض نکل آئے گا۔

آیت کے جملہ تکلمھم کو اگر کلام سے مشتق مانا جائے گا، تو گفتگو کے معنی ہوں گے اور تکلمھم کو کلم سے مشتق مانا جائے گا تو زخم یا نشان لگانے کے معنی ہوں گے۔ یعنی دابۃ الارض مومن و کافر کے چہروں پر نشان لگائے گا۔

دابۃ الارض سے مراد جساسہ ہے یعنی ایک جانور جس کا طول ساٹھ گز ہوگا۔ نہ تو بھاگ کر اس کو کوئی پکڑ سکے گا، اور نہ کوئی بھاگ کر اس سے نجات پا سکے گا۔ اس کے چار پاؤں ہوں گے اور اڑنے کے پر بھی۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جانور مقام حجر سے نکلے گا جس طرح حضرت صالح کی اونٹنی نکلی تھی یا صفا و مروہ کے درمیان سے خروج کرے گا، یا جبل اجیاد سے یا کسی وادی سے یا بحر سدوم سے یا مسجد حرام کے رکن یمانی کی جانب سے لوگ اس کو دیکھیں گے۔ اور وہ آفتاب کی طرح مشہور ہو جائے گا۔

حضرت علیؓ کی روایت میں ہے کہ دابۃ الارض تین دن میں نکلے گا، لوگ اس کے خروج کے منتظر ہوں گے، لیکن ایک دن میں وہ تہائی سے زیادہ نہ نکلے گا۔ ایک روایت یہ ہے کہ دابۃ الارض تین مرتبہ خروج کرے گا۔ ایک مرتبہ بلاد یمن سے نکلے گا اور چھپ جائے گا۔ پھر بادیہ (جنگل) سے نکلے گا اور مخفی ہو جائے گا اور عرصہ دراز تک مخفی رہے گا۔ یہاں تک کہ ایک روز لوگ سب سے بڑی اور باعظمت مسجد میں جمع ہوں گے کہ وہ مسجد کے بائیں جانب سے نکلے گا بعض لوگ اس کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوں گے اور بعض اس کو دیکھتے رہیں گے۔ عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ دابۃ الارض مغرب کی جانب روانہ ہوگا، اور ایک چیخ مارے گا پھر مشرق اور یمن کی طرف جائے گا۔ نقاش کی روایت میں ہے کہ دابۃ الارض کوہ صفا سے نکلے گا۔ پہلے اس کا سر اور گردن ظاہر ہوگی جو اس قدر اونچی ہوگی کہ مشرق و مغرب کے تمام لوگ اس کو دیکھ لیں گے اور پھر اپنی جگہ لوٹ جائے گا۔ پھر اسی روز چاشت کے وقت زلزلہ آئے گا اور لوگ خوف سے بھاگ کھڑے ہوں گے۔ پھر دوسرے دن صبح کے وقت ایک چیخ سنائی دے گی اور بتایا جائے گا کہ دجال نکل آیا ہے۔ لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ دابۃ الارض اپنے پورے جسم سے خروج کرے گا۔ اس کے ہاتھ میں موسیٰ کا عصا اور انگلی میں سلیمان کی انگشتری ہوگی۔ وہ موسیٰ کے عصا کو مومنین کے چہرے پر لگائے گا جس سے ان کے چہرے سفید و روشن ہو جائیں گے اور سلیمان کی انگوٹھی سے کافروں کی پیشانی پر نشان لگائے گا جس سے ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے۔

عبداللہ بن عمر کی روایت یہ ہے کہ دابۃ الارض کافر کے چہرہ پر ایک سیاہ نقطہ لگائیگا، جو پھیل کر سارے چہرہ کو سیاہ کر دے گا اور مومن کے چہرہ پر سفید نقطہ لگائے گا جو پھیل کر سارے چہرے کو سفید و روشن کر دیگا

ادبِ نبوی صلعم

(حضور سرورِ کائنات کی سیاسی، اخلاقی، معاشرتی تعلیم پر ایک لاجواب تصنیف)

(از حضرت علامہ آغا رفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۱۲۰)

مظلوم کے گناہ آخرت میں ظالم پر ڈال دیے جائیں گے

عن ابی ھریرۃ رض ان رسول اللہ صلعم قال من کانت عندہ مظلمۃ لاخیہ فلیحللہ منھا۔ فانہ لیس ثم دینار ولا درھم من قبل ان یؤخذ لاخیہ من حسناتہ فان لم یکن لہ حسنات اخذ من سیات اخیہ فطرحت علیہ رواہ البخاری

ابو ہریرہ رض کہتے ہیں حضور نے فرمایا ہے جس شخص کا کسی مسلمان بھائی پر کوئی حق ہو تو چاہیئے کہ مسلمان اس سے اس حق کو معاف کرا دیں (یعنی دنیا میں) اس سے پہلے کہ وہ دن آئے جس میں نہ تو درہم ہوں گے نہ دینار کہ اس حق کے عوض ادا کئے جا سکیں اگر اس نے اپنے حق کو معاف کر دیا تو بہتر ہے ورنہ پھر قیامت میں اگر ظالم کے اعمال میں کچھ نیکیاں ہوں گی تو بقدر ظلم کے اس کی نیکیاں نکال لی جائیں گی اور مظلوم کو دیدی جائیں گی۔ اور نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی برائیوں میں سے اسی قدر برائیاں لی جائیں گی اور ظالم کے حساب میں ڈال دی جائیں گی۔

شرح الفاظ۔ مظلمہ۔ جور و ایذا۔ حق تلفی، آبرو ریزی وغیرہ۔ فلیحللہ۔ حق یا جور و ظلم کے گناہ سے ظالم کو بری کرا دیا جائے یعنی مظلوم سے معاف کرا دیا جائے یا ظالم سے مظلوم کا حق دلا دیا جائے تاکہ آخرت کا مطالبہ باقی نہ رہے۔ ثم اس جگہ سے قیامت کا دن ہے۔ یؤخذ من حسناتہ یعنی اس کی نیکیوں میں سے جور و ایذا کے بقدر لیا جائے گا۔

[illegible] عدل۔ دنیا کی بہترین چیز ہے، اور حقدار کا [illegible] ہے لوکس قدر بہتر ہے۔ یہ جد و جہد اسی

کوشش جو مسلمانوں کی جماعت کو متحد رکھے، ان کے تعلقات کو مضبوط بنائے اور ان کی وحدت کو مستحکم کر دے۔ اور کتنا بہتر ہے وہ اخلاق جو باہمی اعمال میں محبت کے تبادلہ کا موجب ہو اور کس قدر مبارک ہے وہ اخلاص جو مسلمانوں پر آرام و سکون اور سعادت کا مینہ برسائے، اور کتنی بد بختی ہے کہ لوگ مکر و فریب کا لباس پہنیں۔ بغض و عداوت کو دل میں پرورش کریں کینہ و حسد کی آبیاری کریں اور اپنے مسلمان بھائی کو اذیت پہنچانے کی کوشش میں رہیں یہاں تک کہ اگر ان کو موقع مل جائے تو عرصہ حیات اس پر تنگ کر دیں، اور اس کی زندگی کا خاتمہ تک کرنے میں دریغ نہ کریں۔

ظالم کسی پر ظلم کر کے آخر کیا چاہتا ہے؟ کیا وہ اس طریقہ سے اپنی عاقبت کو درست کرنے کا خیال رکھتا ہے۔ آخر اس نے کون سے اعمال صالح کئے ہیں کہ قیامت کے دن اس سے ان اعمال کو لے کر مظلوم کو دیدیا جائے اور اس طرح اس کا حق ادا ہو جائے۔ کیا ظالم زمانہ کی مساعدت اور عارضی اقبال پر مغرور ہے۔ کیا وقت کی مسکراہٹ اس کو بے فکر بنائے ہوتے ہے اس کو زمانہ کے انقلاب سے ڈرنا چاہیئے، جو نہایت خطرناک ہوتا ہے، اور بعض وقت ایسا پلٹا کھاتا ہے کہ مظلوم ظالم کا حاکم بالادست بن جاتا ہے اور ظالم اس کے ہاتھوں سے دنیا میں اتنی سزا پا لیتا ہے جس کی اس کو توقع بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

کیا ظالم اپنی جسمانی قوت پر مغرور ہوتا ہے؟ کیا غرور دراز کا انتظار عاقبت اندیشی سے اس کو بیگانہ بنا دیتا ہے۔ اس غرور اور بیگانگی کا ذائقہ اس کو چند روز بعد چکھنا پڑے گا۔ ظلم و جور کی تلخیاں اس کے کام و دہن کو ضرور ایک روز تلخ بنا دیں گی، اور وہ اپنے شدائد کو خود برداشت کرنے پر مجبور ہو گا۔

اس روز جس روز کہ انسان اپنے بھائی، اپنی ماں، اپنے باپ، اپنے دوستوں اور اپنے بیٹوں سے بھاگتا پھرے گا، اس روز جس روز کہ ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹتا اور یہ کہتا ہو گا، کاش

میں خدا کے رسول صلعم کا کہا مان لیتا، اس روز آنکھوں سے غفلت کا پردہ اٹھ جائے گا۔ گنہگار کے ساتھی دوست اور اعوان اس کو چھوڑ کر علیحدہ ہو جائیں گے، اور صرف وہ اعمال خیر و شر باقی رہ جائیں گے جو اس نے دنیا میں کئے ہوں گے۔ اس روز گنہگار کو لوگوں کے سامنے کھڑا کیا جائے گا اور ایک اعلان کرنے والا رفیق فرشتہ یہ اعلان کرے گا یہ فلاں بن فلاں ہے، اس کے ذمہ جس کا حق ہو وہ آئے اور اپنے حق کا مطالبہ کرے۔ یہ اعلان سنکر وہ لوگ آئیں گے جن کے حقوق اس کے ذمہ ہوں گے اور خداوند تعالے اس شخص سے فرمائے گا: ان لوگوں کے حقوق ادا کرو! وہ شخص عرض کرے گا: پروردگار! دنیا کو تو تو نے فنا کر دیا، اب میں ان کے حق کہاں سے ادا کروں؟ پروردگار فرشتوں کو حکم دے گا: اس کے اعمال صالحہ میں سے ہر شخص کو اس کے حق کے موافق حصہ دیدو۔ چنانچہ ہر حق طلب شخص اس کے اعمال میں سے اپنے حق کے موافق حصہ لے لیگا۔

ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ حضور نے فرمایا ہے: "تم جانتے ہو مفلس کون شخص ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم لوگوں میں مفلس وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس زر نقد اور سامان نہ ہو۔ حضور صلعم نے فرمایا: "مفلس (حقیقت میں) وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ کے اعمال صالحہ لیکر رب العزت کے حضور میں حاضر ہو گا، اور دنیا میں اس شخص نے کسی کو گالیاں دی ہوں گی، کسی پر تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھا لیا ہو گا، کسی کا خون بہایا ہو گا اور کسی کو مارا ہو گا۔ ان سب لوگوں کو اس کے اعمال صالحہ بقدر حق دیدیئے جائینگے اور جب اس کے اعمال صالحہ ختم ہو جائیں گے اور حقوق باقی رہ جائیں گے تو حقوق طلب اشخاص کے گناہ اس پر ڈالدیئے جائیں گے، اور اس کے بعد اس کو دوزخ میں پھینک دیا جائیگا۔

---

(۱۲۱)

اچھے برے مشیروں کا بیان

عن ابی سعید الخدری	ابو سعید خدری رض کہتے ہیں
عن النبی صلعم قال ما بعث	حضور صلعم نے فرمایا ہے، خدا نے
اللہ من نبی ولا استخلف	جس نبی کو بھیجا ہے یا جس کو
من خلیفۃ الا کانت	خلیفہ مقرر کیا ہے، اس کو دو
له بطانتان بطانة	قسم کے لوگوں سے سابقہ پڑا
تامرہ بالمعروف و	ہے ایک تو وہ جو اسے معروف
تحضه علیه و بطانة	کرتے اور نیک امور پر آمادہ
تامرہ بالشر و تحضه	کرتے ہیں، اور دوسرے وہ جو
علیه فالمعصوم من عصم	برائیوں کا مشورہ دیتے اور
اللہ تعالے۔ رواہ البخاری	برائیوں پر آمادہ کرتے ہیں۔ بس
	معصوم وہ ہے جس کو خداوند
	تعالے محفوظ رکھے۔

تشریح الفاظ:۔ البطانة۔ وہ مخصوص اشخاص جو امور کو باطن میں رکھتے اور ان سے حصول تقرب میں کام لیتے ہیں۔

تحضه علیه۔ رغبت دلاتے اور پسندیدہ ثابت کرتے ہیں۔

تشریح معانی:۔ جو لوگ حکومت کرتے ہیں، یا جن کو انسانوں کے امور و مہمات کے انصرام و انتظام کا کام سپرد ہوتا ہے وہ حقیقت میں سخت خطرات کے اندر رہتے ہیں، اور جو امور ان کے سپرد ہیں، بعض اوقات ان کی تکمیل میں ان کو سخت مشکلات اور تکالیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے، پھر ان کو حکام بالادست یا خداوند تعالیٰ کی گرفت کا خطرہ بھی لگا رہتا ہے، اور بہترین خدمات ادا کرنے پر ان کو انعام کی امید بھی رہتی ہے۔

جو لوگ ایسے ہوتے ہیں، یعنی بادشاہ، حاکم یا کسی ریاست کارئیس، ان کی زندگی اس طرح گذرتی ہے کہ عوام و خواص ان کے حالات کی تفتیش کرتے رہتے ہیں، بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ ان کی ہر حرکت کی نگرانی کرتے ہیں۔ ہر وقت ان کے دروازوں یا دربار میں لوگ جمع رہتے ہیں، اور ان میں سے ہر شخص اس بات کا متوقع ہوتا ہے کہ اس کو خصوصیت اور تقرب حاصل ہو جائے، اور وہ اس کی ناک کا بال بن جائے۔

ان لوگوں میں جو تقرب و خصوصیت حاصل کرنے کے متوقع ہوتے ہیں، اگرچہ مختلف اغراض رکھتے ہیں، لیکن ان کو دو قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔

ایک جماعت تو حاکم کی ذات ہوتی ہے جو اس کے اعمال و امور پر گہری نظر رکھتی ہے، اور عیوب و نقائص سے اس کو آگاہ کرتی رہتی ہے، غلطیوں سے بچاتی ہے، اور بد کاریوں میں پڑنے سے روکتی ہے۔ راہ راست بتاتی ہے [illegible] ہاتھ پکڑ کر ایسے مقامات پر لے جاتی ہے جو [illegible] کے مرکز ہیں۔ یہ جماعت تو اپنی تاریخ کی [illegible] صادق ہے، اور اس سلسلہ میں جو [illegible]

بھی میں ان کو صبر و سکون سے برداشت کرلیتی ہے۔

دوسری جماعت ان لوگوں کی ہے جو حاکم کے ہر فعل کی تعریف اور خوبیاں بیان کرتی ہے۔ اشیاء کے حقائق کو دوسری شکل میں ظاہر کرتی ہے یعنی بری چیز کو اچھی صورت میں اور اچھی چیز کو بری صورت میں دکھاتی ہے۔ حاکم جو کچھ کہتا یا جو کچھ کرتا ہے، اس کو الہام یا وحی متلو کی مانند خیال کرتی ہے، جس کے کسی گوشے میں غلطی کا گمان بھی نہیں ہوتا، اور اسی صورت میں اس کو حاکم کے سامنے پیش کرتی ہے۔ حاکم کی غلط رائے کو صائب بتاتی ہے۔ حکومت کے غلط طریقے کو صحیح ظاہر کرتی ہے۔ فساد انگیز امور کو اصلاح بیان کرتی ہے۔ اور اس ضرر کو ظاہر نہیں ہونے دیتی، جو اس سلسلہ میں حکومت یا حاکم کو پہنچنے والا ہوتا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان غرض مندوں کی باتوں کے جال میں پھنس کر حاکم غلط روش پر گامزن رہتا ہے، آمد و خرچ کے ذرائع اس پر مشتبہ ہو جاتے ہیں، انتظام درہم و برہم ہونے لگتا ہے، اور آخر ایک روز حکومت کی مشین کے پرزے خراب ہو جاتے ہیں۔

یہ جماعت چونکہ حکومت کے مخلصین یعنی پہلی جماعت کو اپنی اغراض میں مزاحم پاتی ہے، اس نے حاکم کو اس سے بدظن کر دیتی ہے، اور حاکم اس سے ملنا ترک کر دیتا ہے۔ یا خود وہ جماعت حاکم سے جدا ہو جاتی ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حالات بد سے بدتر ہو جاتی ہے۔

اوپر جن دو جماعتوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، اور ان کی جو حقیقت بیان کی گئی ہے، تاریخ کے اوراق میں ان کا وجود ہر زمانہ اور ہر حکمراں کے عہد میں ثابت ہوتا ہے، اور بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سلطنتوں کی ترقی اور تنزل میں انہیں جماعتوں کا ہاتھ رہا ہے۔ یعنی خیراندیش اور ناصح امین جماعت نے اپنے حکام کو صحیح مشورہ دے کر سلطانوں کے اقتدار کو چار چاند لگائے ہیں، اور خود غرض و بداندیش جماعت نے حکومتوں کو تباہ و برباد کیا ہے۔

حاکموں نے بداندیش اور غرض مند جماعت کا شکار ہو کر حکومت کے کاموں پر ایسے لوگوں کو مقرر کیا ہے جو دیانت دار اور صادق نہ تھے، اور خیراندیش اشخاص سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ شیاطین انس نے اُن کے کانوں میں جو منتر پھونک دیا ہے، یا جس بات کو خوشنما صورت میں ان کے سامنے پیش کیا

کہ اس کی اولاد بھی اس کی اطاعت سے منحرف ہو جائے گی۔ انہیں عمری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ انسان کا اپنے نفس سے بے پروائی کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا سے منحرف ہو جائے گا، اور ان امور کو بے پروائی سے دیکھتا رہے گا جو خداوند تعالیٰ کے غیظ وغضب کا موجب ہوں۔ پھر وہ اوامر ونواہی سے بھی محض ان لوگوں کے خوف سے، جو نفع وضرر پہنچانے کا اختیار نہیں رکھتے، باز رہے گا، اور اس فرض کو ادا کرے گا۔

(۲۹۹)

خدا کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوتا

ایک شخص طریقت کا حال لکھا ہے کہ اس کے پاس کثرت سے دنیا کی دولت تھی جس کو وہ نیک کاموں پر خرچ کیا کرتا تھا۔ ایک روز اس کے دوستوں میں سے کسی نے کہا شیخ! دنیا کے ان مشاغل سے آزاد ہو جاؤ، اور تمام دولت فقرا پر تقسیم کر دو، اس لئے کہ تم جیسے خدا سے مشغول اور دنیا سے نافر شخص کے لئے یہ موزوں نہیں ہے۔ شیخ نے فرمایا "بہتر ہے، میں اپنی تمام چیزوں کو خرچ کر دوں گا، اور کچھ باقی نہ رکھوں گا"۔ چنانچہ شیخ نے تمام مال ودولت اور سامان اُٹھا کر لوگوں پر تقسیم کر دیا اور کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھا۔ دوسرے دن شیخ نے دیکھا کہ دنیا چاروں طرف سے ان کے پاس کھینچ کر چلی آ رہی ہے اور مال ودولت کے انبار لگ گئے ہیں، یعنی جس قدر خرچ کیا تھا اس سے بہت زیادہ ان کے پاس آگیا ہے۔ یہ دیکھ کر شیخ نے فرمایا خداوند جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ ہم اس کے ارادہ کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ "جب انسان کے دل میں آخرت کی محبت جاگزیں وراسخ ہو جاتی ہے، تو دنیا چاروں طرف سے اس کی طرف دوڑتی ہوئی آتی ہے، اور جب انسان کے دل میں دنیا کی محبت مستحکم ہو جاتی ہے، تو وہ آخرت سے محروم نہیں ہوتی، اس لئے کہ آخرت تھی کریم ہے اور دنیا لئیم"۔ حضرت شیخ بن المسیب فرماتے ہیں کہ دنیا: رذیل وذلیل چیز ہے، اور انہیں لوگوں کی طرف مائل رہتی ہے جو رذیل وذلیل ہیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ ذلیل لوگ بلا ضرورت بھی دولت کو فراہم کرتے ہیں، اور غیر محل پر خرچ کرتے ہیں"۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ: کوئی شریف، عالم اور فاضل انسان ایسا نہیں ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو لیکن انسان کو چاہیے کہ اپنے عیب کا

ذکر کرے۔ اس شخص کی نیکیاں برائیوں سے زیادہ ہوں، یہ نیکیاں برائیوں کو مٹا کر دیتی ہیں۔

(۳۰۰)

حضرت لقمان اور پیشہ ور عورتوں کا واقعہ

لقمان علیہ السلام ایک حبشی غلام تھے، ان کا مالک ان کو فروخت کرنے کے لئے بازار میں لایا، جو خریدار آتا، لقمان اس سے پوچھتے "تم مجھ کو لے کر کیا کرو گے؟" جو کہتا میں تم سے فلاں فلاں کام لوں گا۔ لقمان کہہ دیتے، تم مجھ کو خرید نہ کرو میں تمہارے مطلب کا نہیں ہوں۔ کئی خریدار آئے اور لقمان نے ان سے یہی کہا۔ آخر ایک شخص آیا اس نے لقمان کو بتایا کہ "میں تم کو اپنے مکان کے دروازہ کا دربان بناؤں گا" لقمان نے کہا: بہتر ہے مجھ کو خرید لو۔ وہ لقمان کو خرید کرکے لایا اس شخص کے گھر میں تین نوجوان لڑکیاں تھیں جن سے وہ پیشہ کرایا کرتا تھا۔ چند روز بعد اس شخص کو کہیں باہر جانے کی ضرورت پیش آئی اس نے لقمان سے کہا: "میں باہر جا رہا ہوں، لڑکیوں کے کھانے پینے اور دیگر تمام ضروریات کا میں نے انتظام کر دیا ہے۔ تم دروازہ کو بند کرکے باہر بیٹھ جاؤ، اور جب تک میں واپس نہ آجاؤں دروازہ نہ کھولو۔" یہ کہہ کر وہ شخص چلا گیا۔ ایک رنڈی لڑکیوں نے لقمان سے کہا! "دروازہ کھول دو" لقمان نے انکار کر دیا، لڑکیوں نے دھمکایا بھی، بدکاری اور لالچ بھی دلایا، لیکن لقمان نے دروازہ نہیں کھولا، اور جب مالک واپس آیا تو اس واقعہ کا ذکر بھی نہ کیا۔ اس کے چند روز بعد مالک پھر کہیں باہر گیا، اور لقمان کو وہی حکم دیا۔ مالک کے جانے کے بعد لڑکیوں نے پھر دروازہ کھولنے کی درخواست کی۔ لقمان نے انکار کر دیا اور لڑکیوں نے پھر دھمکایا، اور بدکاری کا لالچ بھی دیا، لیکن لقمان نے دروازہ نہیں کھولا، اور جب مالک واپس آیا، تو اس واقعہ کا اس سے ذکر بھی نہیں کیا۔ مالک گھر کے اندر داخل ہوا تو چھوٹی لڑکی نے اس سے کہا: "یہ حبشی غلام کس قدر خدا کا اطاعت گذار ہے کہ خدا کے حکم کے مقابلہ میں اس نے ہماری عزت کو بھی نہیں دیکھا، اس غلام کی زندگی قابل سبق ہے۔ اب سے میں بدکاری کے پیشے سے توبہ کرنا چاہتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے توبہ کی اور منجھلی لڑکی نے کہا: "یہ حبشی غلام اور یہ بڑی لڑکی مجھ سے کس قدر زیادہ خدا کے حکم بردار اور اطاعت گذار ہیں۔ میں بھی اپنے پیشے سے توبہ کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر پیشہ سے اس نے توبہ کر لی۔ تیسری لڑکی نے کہا: "یہ حبشی غلام اور میری دونوں بہنیں کس قدر خدا کی اطاعت گزار ہیں۔ میں بھی اپنے پیشہ سے توبہ کرتی ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے بھی توبہ کر لی۔ اس واقعہ کو جب شہر کے عیاش اور بدکار لوگوں نے سنا تو مالک کے پاس آکر کہا "یہ حبشی غلام اور یہ عورتیں ہم سے زیادہ خدا کی طاعت گذار اور وفادار ہیں اس لئے ہم بھی اپنی بدکاریوں سے توبہ کرتے ہیں۔ مختصر یہ کہ یہ تمام لوگ شہر کے مشہور عابد اور بزرگ بن گئے، اور لوگ عقیدہ کے پھول ان پر نثار کرنے لگے۔

فقرائے اسلام

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح

(ماہ محرم سنہ ... سے پیوستہ)

راستہ بھر سلطان محمود نے شیخ کی زیارت کے مبارک مقصد کے خلاف دل میں اور کوئی خیال پیدا نہیں ہونے دیا، اور شیخ کی خدمت میں حاضری اور سعادت اندوزی ہی کو مقصد سفر سمجھا حالانکہ مذہبی نقطۂ نظر سے اس کا یہ سفر دنیوی اغراض سے بالکل پاک وصاف رہے۔

خرقان پہنچ کر سلطان محمود نے اپنی بارگاہ میں قیام کیا اور حضرت شیخ کے روحانی درجات معلوم کرنے کے لئے ایک خاص ایلچی کو حضرت شیخ کی خدمت میں بھیج کر عرض کرایا کہ "محمود آپ کی زیارت کے لئے غزنی سے خرقان آیا ہے اگر جناب والا خانقاہ سے اس کی بارگاہ میں تشریف لے آئیں تو مرا حم والی سے بعید نہ ہوگا۔" ایلچی کو سلطان محمود نے یہ ہدایت بھی کردی تھی کہ اگر حضرت شیخ تشریف لانے سے انکار فرمائیں تو یہ آیت ان کے سامنے پڑھ دینا۔

یا ایھا الذین امنوا اطیعوا	ایمان والو! خدا کی اطاعت
اللہ واطیعو الرسول	کرو، خدا کے رسول کی اطاعت
واولی الامر منکم	کرو، اور اپنے حاکم کی اطاعت کرو۔

ایلچی نے حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر سلطان محمود کا پیام پہنچایا، اور جب شیخ نے سلطان کی بارگاہ میں جانے سے انکار کر دیا، تو ایلچی نے مذکورہ بالا آیت پڑھ کر سنائی۔ حضرت شیخ نے آیت قرآن مجید سنکر فرمایا، محمود سے یہ کہنا کہ میں اطیعو اللہ میں اتنا مستغرق ہوں کہ اطیعوا الرسول سے مجھ کو خجالت ہے اولی الامر کا تو ذکر کیا ہے۔"

ایلچی نے واپس آکر حضرت شیخ کا ارشاد سلطان محمود کو سنایا، اور شیخ کا ارشاد سنکر سلطان محمود پر رقت طاری ہوگئی اور جب حالت کچھ درست ہوئی تو اپنے مصاحبوں اور مشیروں کو مخاطب کرکے فرمایا: "یہ (شیخ خرقانی) وہ شخص نہیں ہے جس کی نسبت ہم نے ایک خیال قائم کیا تھا۔ چلو، اٹھو اور شیخ کی زیارت سعادت حاصل کرو۔" یہ حکم دے کر سلطان محمود نے اپنے وفادار غلام ایاز کو طلب کیا اپنا لباس اس کو پہنایا۔ دس کنیزوں کو غلاموں کی پوشاک میں آراستہ کیا، اور خود ایاز کا لباس پہن کر مزید امتحان کی غرض سے حضرت شیخ کی خانقاہ کی طرف روانہ ہوا۔

شیخ کی خانقاہ میں داخل ہوکر سب نے حضرت شیخ کو سلام کیا۔ شیخ نے سلام کا جواب تو دیدیا، لیکن نہ تو بادشاہ کی تعظیم کی اور نہ حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے۔ سلطان محمود نے آگے بڑھ کر حضرت شیخ سے عرض کیا: شیخ! آپ سلطان وقت کی تعظیم نہ بجالائے کیا یہ خانقاہ میں جو کچھ نظر آرہا ہے، سب (مکروفریب کا) جال ہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا: "بے شک یہ سب کچھ جال ہے، لیکن مرغ اس کا نہیں ہے۔ ادھر آکر مجھے سب سے آگے کیا گیا ہے۔ اور عرض کیا یا حضرت! مجھ سے کچھ باتیں کیجئے: حضرت شیخ نے فرمایا: نامحرموں کو یہاں سے نکال دو اور پھر بات کرو۔" سلطان نے لونڈیوں کو باہر چلے جانے کا حکم دے دیا، اور جب وہ چلی گئیں تو سلطان نے عرض کیا: "مجھے حضرت بایزید بسطامی رح کے کچھ ارشادات سنائیے۔" حضرت شیخ نے فرمایا: "حضرت بایزید رح نے فرمایا ہے کہ — جس نے مجھے دیکھ لیا بدبختی اس سے دور ہوگئی۔" سلطان نے عرض کیا، حضرت شیخ! حضرت رسول مقبول صلعم کا مرتبہ بایزید سے زیادہ اور بہت زیادہ بلند ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ ابوجہل اور ابولہب حضور صلعم کے دیدار فائز الانوار سے مستفیض نہ ہوئے اور اہل شقاوت رہے؟ حضرت شیخ نے فرمایا "محمود! ادب کو نگاہ میں رکھ اور اپنی ولایت سے زیادہ تصرف میں ہاتھ نہ بڑھا، حضرت رسول مقبول صلعم کو چاروں یار (حضرات ابوبکر رض، عمر رض، عثمان رض، علی رض) اور چند صحابہ کے سوا کسی نے (چشم اعتبار یا بصیرت سے) نہیں دیکھا، اور میرے اس قول کا شاہد خداوند تعالے کا یہ ارشاد ہے

وتراھم ینظرون الیک	اے محمد! تو ان (کافروں) کو اپنی طرف تاکتا ہوا دیکھتا ہے
وھم لا یبصرون	لیکن وہ دیکھتے نہیں ہیں۔

سلطان محمود کو حضرت شیخ کی یہ بات بہت پسند آئی اور عرض کیا: یا حضرت مجھ کو کچھ نصیحت فرمایئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا: میں تجھ کو چار باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، ان کو نگاہ رکھ۔ اول تو پرہیزگاری اختیار کر، دوسرے نماز کو جماعت سے ادا کر، تیسرے سخاوت کو پیش نظر رکھ، چوتھے خلق خدا پر شفقت کر۔

سلطان محمود نے ان نصائح کو سنکر عرض کیا: حضرت شیخ! میرے حق میں دعا کر دیجئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا: میں نماز پنجگانہ میں یہ دعا کیا کرتا ہوں۔

اللھم اغفر للمومنین	اے اللہ مومن مردوں اور
والمومنات	مومن عورتوں کو بخش دے۔

سلطان نے عرض کیا: حضرت شیخ! یہ دعا تو عام ہے۔ میں چاہتا ہوں میرے حق میں خاص دعا کی جائے۔ شیخ نے سلطان کی خواہش کے مطابق خاص دعا کی اور فرمایا "عاقبت محمود باد"۔ سلطان اس دعا سے بہت خوش ہوا اور اشرفیوں کا ایک توڑا (تھیلی) حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضرت شیخ نے اشرفیوں کی جانب التفات نہ فرمایا اور جو کی روٹی سلطان محمود کے سامنے رکھ کر فرمایا "اس کو کھاؤ"۔ سلطان نے ایک ٹکڑا روٹی کا توڑا اور منہ میں رکھ کر چبایا لیکن وہ حلق میں پھنس گیا اور نیچے نہ اتر سکا۔ حضرت شیخ نے پوچھا: کیا یہ روٹی تیرے حلق میں اٹکتی ہے؟ سلطان نے عرض کیا "جی ہاں"۔ شیخ نے فرمایا: جس طرح یہ روٹی تیرے حلق میں پھنسی ہے اسی طرح تیرا یہ اشرفیوں کا توڑا بھی ہمارے حلق میں پھنستا ہے تو اس کو اٹھالے کیونکہ میں نے دنیا کے مال و زر کو طلاق دیدی ہے۔

سلطان محمود نے عرض کیا: حضرت جی! اپنی کوئی یادگار مرحمت فرمایئے۔ شیخ نے اپنا پیرہن یعنی خرقہ مبارک سلطان محمود کو عنایت کر دیا۔

سلطان جب حضرت شیخ سے رخصت ہوا تو شیخ نے کھڑے ہو کر سلطان کو تعظیم دی۔ سلطان نے عرض کیا: حضرت شیخ! جب میں حاضر ہوا تھا تو آپ نے نہ تو میری جانب التفات فرمایا اور نہ تعظیم دی، اب آپ نے یہ تکلیف کیوں فرمائی؟ حضرت شیخ نے فرمایا: اول تو بادشاہی رعونت اور متکبرانہ نخوت میں آیا تھا اور اب تو درویش انکساری کی حالت میں جاتا ہے۔

یہ مضمون "سلطان محمود غزنوی" پر مضامین زیر طبع سے آراستہ ہو کر شائع ہوگی۔

اس موقع پر یہ بتادینا مناسب ہوگا کہ حضرت شیخ نے جو خرقہ سلطان محمود[1] کو عنایت فرمایا تھا سلطان محمود نے اس کو کس قدر عظمت سے رکھا، اور اس سے کیا فائدہ اٹھایا۔ مورخین کا بیان ہے کہ سومنات کے معرکہ میں جب محمود غزنوی کو شکست کا خطرہ پیدا ہوا تو وہ اپنے اس دینی فرض کی ادائگی کے لئے خداوند تعالےٰ سے استعانت کی خواہش سے ایک گوشہ میں چلا گیا، اور سجدہ میں گر کر خدا سے اعانت چاہی، اور پھر حضرت شیخ کا عطا کیا ہوا خرقہ ہاتھ میں لے کر یوں دعا کی۔

"اے بزرگ و برترخدا! صاحب خرقہ کی عزت کے طفیل مجھ کو کفار پر فتح و نصرت دے۔ اس جہاد میں مجھ کو جس قدر مال غنیمت حاصل ہوگا میں اس کو درویشوں پر تقسیم کردوں گا۔"

مورخین کا بیان ہے کہ ادھر سلطان محمود کی زبان سے یہ الفاظ ادا ہوئے اُدھر ابر و باد کے ساتھ رعد و گرج پیدا ہوئی۔ عالم تیرہ و تار ہو گیا اور کفار کی فوجیں دوست دشمن کی تمیز کئے بغیر آپس میں دست و گریبان ہو گئیں اور کافی نقصان اٹھا کر منتشر ہو گئیں اسی روز رات کو سلطان نے حضرت شیخ کی زیارت کی سعادت خواب میں حاصل کی۔ حضرت شیخ نے سلطان کو مخاطب کرکے فرمایا "محمود! تو نے میرے خرقہ کی کچھ عزت نہ کی، اگر تو تمام کفار کے قبول اسلام کی دعا کرتا تو وہ بھی قبول ہو جاتی۔

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رح عرصہ دراز تک رشد و ہدایت کی خدمات انجام دیتے رہے، اور سلسلۂ مبارک حضرات نقشبندیہ کے سالار قرار پاتے۔ وفات کا وقت قریب آیا، تو آپ نے مریدوں اور خدام کو حکم دیا کہ جب روح پرواز کرجائے تو میری قبر تیس گز گہری کھود کر اس میں دفن کرنا۔ تاکہ حضرت بایزید بسطامی رح کی قبر سے میری قبر نیچی رہے۔ چنانچہ بعد وفات ایسا ہی کیا گیا۔

جس طرح حضرت شیخ رح کی تاریخ پیدائش کسی کو صحیح طور پر دریافت نہیں ہوئی، اسی طرح تاریخ وفات میں اختلاف ہے۔ بعض نے تاریخ وفات سنہ ۴۲۵ھ لکھی ہے۔ بعض نے سنہ ۳۵۲ھ کے اندر اندر۔ آخری بیان پر وہ تاریخ پیدائش جو بعض قرائن کے پیش نظر ہم نے لکھی ہے درست ہو سکتی ہے۔ اگر تاریخ وفات سنہ ۴۲۵ھ درست مان لی جائے تو تاریخ پیدائش سنہ ۳۵۲ھ کے بعد ماننی پڑے گی۔

[1] از سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ

ملفوظات

حضرت شیخ رح کے ملفوظات کا کوئی مجموعہ ہمارے سامنے نہیں ہے، اور مختلف ذرائع سے جو ارشادات حاصل ہوئے ہیں ان کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت شیخ ہی کے الفاظ ہیں، یا آپ کے مفہوم کو راویوں نے اپنے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ بہرنوع جو کچھ ملا ہے درج ہے۔

۱۔ مریدوں اور عوام کو مخاطب کرکے حضرت شیخ نے ایک روز فرمایا: "میں ستر سال سے اللہ تعالےٰ کی طاعت میں مشغول ہوں اور اس عرصہ میں ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے نفس کی کوئی خواہش پوری نہیں کی ہے۔"

۲۔ ایک موقع پر فرمایا کہ "روشن دل وہ ہے جس میں خلق ہو، بہتر کام وہ ہے جس میں مخلوق کا اندیشہ نہ ہو۔ حلال لقمہ وہ ہے جو اپنی کوشش اور محنت سے حاصل ہو، اور بہتر دوست وہ ہے کہ اس کی زندگی صرف اللہ کے لئے ہو۔"

۳۔ "انسان وہ ہے، جس نے اگر عمر بھر میں صرف ایک ہی دفعہ اللہ تعالےٰ کو ناخوش کیا ہو اور خدا نے اس جرم کو معاف کردیا ہو، پھر بھی اس کے دل میں یہ حسرت باقی رہے کہ میں نے کیوں ایسے مالک کو ناخوش کیا؟"

۴۔ ایک دفعہ فرمایا کہ "تین چیزوں کی انتہا مجھ کو معلوم نہیں ہوئی، ایک تو خاتم النبین حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی درجات کی انتہا۔ دوسرے فریب نفس کی انتہا، اور تیسرے معرفت کی انتہا۔"

۵۔ فرمایا ہے کہ "اس شخص کے دل میں خداوند تعالےٰ کی محبت نہیں ہوتی جو مخلوق خدا پر شفقت نہیں کرتا۔"

۶۔ فرمایا ہے کہ "نماز روزہ بلاشبہ اچھی چیز ہے لیکن دل کو غرور و حسد سے پاک رکھنا بھی بہت اچھی چیز ہے۔"

۷۔ ایک روز شیخ نے اپنے مریدوں اور معتقدوں سے دریافت کیا: "کون سی چیز اچھی ہوتی ہے"۔ حاضرین نے عرض کیا: "حضرت جی! آپ ہی فرمائیے۔" آپ نے فرمایا: "وہ دل سب سے اچھا ہے جس میں اللہ کی یاد ہو۔"

۸۔ ایک شخص نے پوچھا: "حضرت جی! صوفی کس کو کہتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "صوفی وہ ہے جو نہ ہو۔" یعنی وہ شخص صوفی ہے جو اپنے آپ کو نیست سمجھتا ہو۔

۹۔ مریدوں نے پوچھا "حضرت جی! صدق اور اخلاص کا مفہوم کیا ہے؟" فرمایا صدق یہ ہے کہ دل باتیں کرے

(یعنی انسان وہ بات کہے جو دل میں ہو) اور اخلاص وہ کام ہے جو صرف خدا کے لئے کرے۔"

۱۰۔ فرمایا: "ایسے آدمیوں کی صحبت میں نہ رہو کہ تم اللہ اللہ کہو اور وہ کچھ اور کہیں۔"

۱۱۔ فرمایا: "جو شخص سرود بجائے (یعنی کسی باجے کا شغف رکھتا ہو) کسی باجہ کے ذریعہ خدا کی محبت و معرفت حاصل کرنا چاہے، اس سے وہ شخص بہتر و برتر ہے جو قرآن مجید پڑھے (اس پر عمل کرے) اور خدا کی معرفت کا جویاں نہ ہو۔"

۱۲۔ فرمایا: "جو دنیا کا طالب ہوگا تو دنیا تجھ پر غالب آجائے گی اور جو دنیا سے بیزار رہے گا تو دنیا پر تو غالب آجائے گا۔"

۱۳۔ فرمایا: "دین کو شیطان سے اتنا اندیشہ نہیں، جتنا کہ حریص اور دنیا طلب عالم اور زاہد بے علم سے ہے۔"

مذہبی معلومات

الحریۃ فی الاسلام

(پیشوائے اعظم حضرت علامہ آزاد کے قلم سے)

اس سے پہلے کہ دنیا نور اسلام سے منور ہو، انسان کا کیا حال تھا؟

وہ دنیا کے ذرہ ذرہ کو خدا سمجھتا تھا، جنگل کا ہر بڑا درخت اس کا خدا تھا، وہ سانپ کو پوجتا تھا کہ سانپ دیوتا تھا، وہ دریا کو پوجتا تھا کہ دریا دیوی تھی، وہ پہاڑ کو پوجتا تھا کہ وہ دیوتاؤں کا مسکن تھا، وہ آگ کو پوجتا تھا کہ وہ کہیں اگنی دیوی تھی، اور کہیں خدا کا مظہر تھی، وہ عام ستاروں کو پوجتا تھا کہ وہ حکمران عالم تھے وہ چاند اور سورج کو پوجتا تھا کہ وہ نور اکبر تھے، وہ جانوروں کو پوجتا تھا کہ ان میں انسانوں سے زیادہ قوت تھی، وہ انسانوں کو بھی پوجتا تھا کہ خدا کے اوتار تھے۔

ہندوستان جو علوم ریاضیہ کا سرچشمہ تھا، پتھروں اور مورتوں کا بندہ تھا۔ یونان جو علوم عقلیہ کا مرکز تھا، طرح طرح کے دیوتاؤں کا مسکن تھا، مصر و بابل جو علم ہیئت و فن تعمیر کے سب سے پہلے گھر تھے، ستاروں کے ہیکل سے آباد تھے۔ دنیا اسی تاریکی میں گھری ہوئی تھی کہ کلدان میں "مسلم اول" کا ظہور ہوا جس نے:-

فلما جن علیہ اللیل را	رات کو ستاروں کو دیکھا تو
کوکبا قال ھذا ربی فلما	کہا یہ میرا خدا ہے۔ لیکن
افل قال لا احب الافلین	جب ستارے چھپ گئے
فلما را القمر بازغا	تو اس نے کہا۔ میں چھپ جانے
قال ھذا ربی فلما افل	والوں کو خدائی کے لئے پسند
قال لئن لم یھدنی ربی	نہیں کرتا۔ پھر چاند نظر آیا تو
لاکونن من القوم الضالین	پکار اٹھا کہ یہ میرا خدا ہے
فلما را الشمس بازغۃ	پر جب وہ ڈوب گیا تو کہا میرا
قال ھذا ربی ھذا اکبر	سچا خدا میری ہدایت نہ کرتا
فلما افلت قال یا قوم	تو یقیناً میں گمراہ ہو چکا تھا
انی بری مما تشرکون	پھر دن کو جب سورج چمکتا

انی وجھت وجھی للذی	ہوا نکلا تو اس نے کہا، ہاں یہ میرا
فطر السموات والارض	خدا ہے کہ یہ سب سے بڑا ہے
حنیفا وما انا من المشرکین	لیکن جب وہ بھی غروب ہو گیا تو
	اس نے اپنی قوم کو مخاطب کیا۔
	لوگو! میں ان سب سے بیزار ہوتا
	ہوں جن کو تم خدا کا شریک بناتے
	ہو، میں تمام جھوٹے معبودوں سے

منہ پھیر کر اس سچے خدا کی طرف رخ کرتا ہوں جس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ میں اپنے خدا کا کسی کو شریک نہیں بناتا۔

یہ پہلا دن تھا، جب اسلام نے حقیقت انسانی کے چہرہ سے پردہ اٹھایا، اور اس نے بتایا کہ اے انسان! تو مخلوقات کا بندہ نہیں، تو مخلوقات کا آقا ہے، تو ان کے لئے نہیں پیدا کیا گیا، وہ تیرے لئے پیدا کئے گئے ہیں، تو ان کا غلام نہیں بنایا گیا، وہ تیرے غلام بنائے گئے ہیں، تو تمام مخلوقات سے اشرف ہے، اور تیری ذات ان تمام ہستیوں سے ارفع ہے۔ تو صرف خالق مخلوقات کا بندہ ہے، اور تمام مخلوقات کا آقا ہے۔ پھر تو جن کا آقا ہے، حیف ہے کہ ان کو اپنا خدا بنائے اور ان کے آگے غلامی کا سر جھکائے؟

ولقد کرمنا بنی ادم	ہم نے انسان کو عزت و بزرگی
وحملنھم فی البر والبحر	بخشی، اس کو خشکی و تری میں
ورزقناھم من الطیبت	سواری دی۔ اچھی چیزیں
وفضلنھم علی کثیرا	روزی کیں، اور اپنی اکثر مخلوقات
ممن خلقنا تفضیلا	پر فضیلت کامل عطا کی۔

(۱۷ - ۷۱)

اے انسان! تمام دنیا تیرے ہی لئے بنی ہے، تو اس کی پرستش نہ کر۔

الم تران اللہ سخر لکم	کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا نے
ما فی الارض	جو کچھ زمین میں ہے تمہارے
(۲۲ - ۶۴)	لئے مسخر کر دیا ہے۔
ھو الذی خلق لکم ما	خدا وہی ذات اقدس ہے

فی الارض جمیعاً — جس نے تمہارے لئے تمام
(۲ : ۲۹) — زمین کی چیزیں پیدا کیں۔

بلکہ آسمان وزمین کی سب چیزیں تیرے ہی لئے ہیں، تو
ان کے لئے نہیں ہے، پس قرآن کو خدا نہ جان۔

الم تروا ان اللہ — کیا تم نہیں دیکھتے کہ آسمان
سخر لکم ما فی السمٰوٰت — وزمین کی تمام چیزیں تمہارے
وما فی الارض ؟ — لئے خدا نے مسخر کر دیں ؟
(۳۱ - ۱۹)

وسخر لکم ما فی السمٰوٰت — خدا نے تمہارے لئے
وما فی الارض جمیعاً — آسمان وزمین کی تمام چیزیں
(۴۵ : ۱۳) — مسخر کر دیں۔

تو دریا کو دیو نہ کہہ کہ وہ تیری ضروریات کا ایک
خزانہ ہے۔

سخر لکم البحر لتجری — تمہارے لئے دریا کو مسخر
الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا — کر دیا تاکہ اس میں خدا کے
من فضلہ — حکم سے کشتیاں چلیں، اور
(۴۵ - ۱۱) — اپنے رزق کو تلاش کرو

وھو الذی سخر البحر — خدا ہی ذات قدوس ہے
لتاکلوا منہ لحماً — جس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ
طریاً وتستخرجوا — تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ
منہ حلیۃ تلبسونھا — اس سے اپنی زیب وزینت
وتری الفلک مواخر — کی اشیا نکالو۔ اس میں تم
فیہ ولتبتغوا من — دیکھتے ہو کہ کشتیاں پانی کو
فضلہ ولعلکم — چیرتی ہوئی چلتی ہیں تاکہ
تشکرون — اس سے خدا کی برکت تلاش
(۱۶ : ۱۴) — کرو اور اس کا شکر ادا کرو۔

تو حیوانات کو دیوتا نہ سمجھ کہ وہ تیرے ہی فائدہ کے
لئے مخلوق ہوئے ہیں۔

وجعل لکم من الفلک — کشتی اور جانور تمہارے لئے
والانعام ما ترکبون — پیدا کئے تاکہ تم ان کی پیٹھ پر
لتستووا علی ظھورہ — سیدھے سوار ہو۔ پھر اپنے
ثم تذکروا نعمۃ — خدا کے احسان کو یاد کرو،
ربکم اذا استویتم — اور کہو کہ پاک ہے وہ ذات
علیہ، وتقولوا سبحان — جس نے ہمارے لئے مخلوقات

الذی سخر لنا ھذا — کو مسخر کر دیا، ہم اپنی قوت
وما کنا لہ مقرنین — سے ان کو مسخر نہ کر سکتے۔
(۴۳ : ۱۳)

آگ دیوی نہیں وہ تو تیرے ہی لئے پیدا ہوئی ہے۔
والذی جعل لکم — خدا وہ ہے جس نے سبز لکڑی
من الشجر الاخضر — سے تمہارے لئے آگ پیدا
نارا (۳۶ : ۸۰) — کی۔

پہاڑ دیوتاؤں کا مسکن کیسے ہو سکتا ہے؟ وہ تو خود انسان کے تابع ہے، اور خدا کا فرمانبردار ہے۔

انا سخرنا الجبال معہ — ہم نے داؤد ہی کے لئے
یسبحن بالعشی والا — پہاڑ کو مسخر کر دیا کہ صبح و
شراق (۳۸ : ۱۷) — شام خدا کی تسبیح کریں۔

آفتاب و مہتاب اور دیگر ستارے بھی اے انسان تیرے خدا نہیں، تو خود ان کا خداوند و آقا ہے۔ اس لئے تو ان کو سجدہ نہ کر۔

وسخر لکم الشمس — تمہارے لئے آفتاب و
والقمر دائبین و — مہتاب کو مسخر کر دیا جو حرکت

سخر لکم اللیل والنہار — کرتے ہیں اور اسی طرح رات اور
(۱۴ : ۳۳) — دن اور ان کے خواص و موثرات
کو بھی تمہارا تابع فرمان بنا دیا۔

وسخر لکم اللیل — رات، دن، سورج، چاند
والنہار والشمس والقمر — سب کو تمہارے تابع کر دیا،
والنجوم مسخرات — کیونکہ تمام ستارے خدا کے
بامرہ (۱۶ : ۲) — حکم کے تابع ہیں۔

غور کرو، ایک "مشرک" اور ایک "مسلم" کی زندگی میں کتنا فرق ہے؟ مشرک پتھروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، ستاروں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، خود انسانوں سے ڈرتا ہے کہ وہ خدا ہیں، لیکن ایک مسلم کا عقیدہ یہ ہے کہ "فاطر السموات والارض" کی ایک ذات کے سوا دنیا میں کوئی وجود نہیں جس سے ڈرا جائے۔ ایک مشرک اپنے کو دنیا کی ہر شے سے کمزور و حقیر سمجھتا ہے، لیکن ایک مسلم وجود ذات "عزیز و متکبر" کے سوا خود کو سب سے بلند اور سب سے اعلیٰ سمجھتا ہے، کیونکہ ہر لحظہ اس کے کان میں یہ آواز آتی رہتی ہے۔

ان العزۃ للہ ولرسولہ — عزت صرف خدا کے لئے ہے

وللمومنین	اس کے رسول کے لئے ہے اور مسلمانوں کے لئے ہے۔

اے مشرک انسان! تو کیوں خدا کے سوا اوروں کی طرف ہاتھ پھیلاتا ہے؟ کیا تو ان میں سے بعض سے بہتر اور بعض کے برابر نہیں ہے؟ اے مشرک انسان تو کیوں خدا کے سوا اوروں سے ڈرتا ہے؟ کیا وہ بھی تیرے ہی طرح خدا کی مخلوق نہیں؟ اے مشرک انسان! تو خدا کو چھوڑ کر کن سے حاجت براری کی درخواست کرتا ہے؟ کیا وہ خود خدا کے محتاج نہیں؟ پس ایک ہی ہے جس کی طرف ہاتھ پھیلانا ہے۔ ایک ہی ہے جس سے ڈرنا ہے، ایک ہی ہے جس کے آگے جھکنا ہے جس کے آگے گڑگڑانا ہے، ایک ہی ہے جس کو اپنے سے بالاتر سمجھنا ہے، اور ہاں ایک ہی ہے جس سے حاجت براری کی درخواست ہے۔

قل افرأیتم ما تدعون من دون اللہ ان ارادنی اللہ بضر هل هن کاشفات ضرہ؟	اگر خدا مجھے مصیبت پہنچانی چاہے تو کیا تمہارے معبود جن کو تم پکارتے ہو، اس مصیبت کو دور کر سکتے ہیں؟ اگر خدا اپنی
او ارادنی برحمة هل هن ممسکات رحمته قل حسبی اللہ علیه یتوکل المتوکلون۔	رحمت مجھ پر نازل کرنی چاہے تو کیا وہ روک سکتے ہیں؟ ہاں کہہ دو خدا ہی کارساز بس ہے۔ بھروسہ کرنے والے صرف اسی کی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پس جو مسلم ہے وہ خود دار ہے کیونکہ خدا کے بندوں میں اس کا کوئی ہمسر نہیں، پھر کس سے وہ اپنی ذات کو حقیر سمجھے اور اس کے سامنے جھکے؟ اس نے صرف ایک ہی سے اپنی ذات کو حقیر سمجھا، اور اسی کے سامنے جھکا۔

جو مسلم ہے وہ آزاد ہے، کیونکہ مخلوقات میں کون بڑا ہے جس سے وہ ڈرے؟ اس نے ایک کو بڑا سمجھا، اور اسی سے وہ ڈرا۔

مسلم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ وہ دل سے اعتقاد رکھتا ہے کہ

خدا کے سوا نفع و ضرر کسی کے ہاتھ میں نہیں۔

دنیا کی ہر قدرت و قوت کا مالک وہی ہے۔

اس کے سوا کسی میں قوت وقدرت نہیں۔
مخفی دعاؤں کا سننے والا تنہا وہی ہے۔
دنیا کی تمام قوتوں کی عنان حکومت صرف اسی کے دست قدرت میں ہے۔

عطائے موت وحیات، نفع وضرر صرف اسی کا کام ہے
ہماری طرح دنیا کا ذرہ ذرہ اسی کا محتاج ہے، پر وہ کسی کا محتاج نہیں۔

پھر کیونکر ممکن ہے کہ شدائد وخطرات کا ہیبت دیو اس مسلم کو خوف زدہ بنا سکے جس کا قلب مطمئن خدا کے سوا کسی سے خوف زدہ نہیں؟ اور کیونکر ممکن ہے کہ خوف وہراس اس دل پر قبضہ کر سکے جو خدا کے سوا کسی کے قبضہ میں نہیں؟ اور ہاں کیونکر ممکن ہے کہ متکبرین کی ہیبت وعظمت، جبابرۂ عالم کا قہر وغضب، سپاہیوں کی تیغ وسنان، اور قرعونوں کا جاہ وجلال اس انسان کو مرعوب کر سکے جس کی نظر میں یہ سب کے سب ایک دست شل اور ایک عضو معطل سے زیادہ نہیں۔

پھر جس کی یہ حقیقت ہے کیونکر ممکن ہے کہ وہ شدائد اور خطرات سے خوف کھا کر نصرت حق سے باز آجائے، اس کا دل پستی اور بیباکی کی سختیوں کو دیکھ کر لرز جائے۔ اس کی زبان قول حق سے خاموش رہے؟ اس کا قدم جادۂ صداقت سے متزلزل ہو جائے؟ کیونکہ مسلم کی حقیقت یہ ہے کہ وہ خدا کے سوا دنیا میں کسی سے نہیں ڈرتا، اپنے نفع وضرر کی باگ اس کے سوا کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھتا۔

پھر کیا یہ سچ نہیں کہ مسلم فطرتاً خوددار ہے کہ اکثر مخلوقات سے وہ برتر اور بعض کے برابر ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ مسلم فطرتاً آزاد اور حر ہے کہ خالق کے سوا وہ کسی مخلوق سے نہیں ڈرتا کیونکہ قوتوں کا منبع اور قدرتوں کا مرکز اس کی نظر میں ایک ہی ہے۔

ان یمسسک اللّٰہ	اگر وہ ضرر پہنچانا چاہے تو
بضر فلا کاشف لہ وان	کوئی اس کو ہٹانے والا نہیں
یمسسک بخیر فھو علیٰ	اور اگر نیکی وبرکت دینا چاہے
کل شیء قدیر وھو	تو وہ ہر بات پر قادر ہے۔
القاھر فوق عبادہٖ	وہ بندوں پر غالب ہے
وھو الحکیم الخبیر	وہ ہر نکتے سے آگاہ ہے
(انعام)	اور ہر خبر سے واقف ہے۔

نماز قرآن مجید کی روشنی میں

(جناب مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی)

انسان مجموعہ ہے جسم و روح، قلب اور عقل کا، اس کی جامعیت کے مناسب اور اس کی اشرفیت اور انسانیت کے شایان یہی ہے کہ اس کے لئے ایسی عبادت مقرر کی جائے جو اول تو اس کے اپنے ارادہ اور اختیار سے عمل میں آئے، دوسرے وہ اتنی جامع ہو کہ اس میں تمام عناصر انسانیت اور اجزاء مابہ الامتیاز کا اللہ کے سامنے سجود و نیاز اور خضوع و تذلل ہو، اس لئے کہ انسان محض جسم کا نام نہیں، اور وہ جمادات و حیوانات کی طرح غیر مکلف و غیر مختار وغیرہ عاقل بھی نہیں، لہٰذا اس کی غیر اختیاری عبادات کافی نہیں ہے، علاوہ ایسی کوئی عبادت جس میں صرف اس کا جسم اپنے خالق اور رب کے سامنے جھکتا ہے، نہ ایسی عبادت جس میں صرف اس کا جسم اپنے خالق اور رب کے سامنے جھکتا ہے، نہ ایسی عبادت جس میں صرف قلب اپنے محبوب حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے، اور نہ ایسی جس میں مراقبہ و دھیان و تفکر ہے، اس لئے کہ انسان نہ صرف جسم ہے اور نہ صرف قلب اور نہ صرف عقل بلکہ ان سب کا مجموعہ ہے۔

یہ جامع عبادت نماز ہے جس میں بیک وقت انسان کا جسم اس کی روح، اس کا قلب اور اس کی عقل مصروف عبادت ہوتی ہے، اور انسان ان سب کے ساتھ اپنے رب کے سامنے سرنگوں (دست بستہ) ہوتے ہیں، وہ جس وقت سجدے میں ہوتا ہے، تو صرف اس کی پیشانی ہی جو اس کے جسم کا سب سے زیادہ ممتاز اور مکرم حصہ ہے، خدا کی بتائی ہوئی سب سے زیادہ پست چیز (زمین) پہ نہیں رکھی ہوتی، بلکہ اس کی عقل بھی رب اعلیٰ کے علو و رفعت کا اعتراف کر رہی ہوتی ہے، اور اس کی بلندی کے سامنے سرنگوں ہوتی ہے۔ اس کا قلب بھی اس کی بلندی اور اپنی پستی کی شہادت دے رہا ہوتا ہے، اور اس کا سارا وجود زبان قال اور زبان حال سے سبحان ربی الاعلیٰ کی تسبیح پڑھتا ہوتا ہے اور مصلی اپنی عبادت کی خود تصویر ہوتا ہے۔

نماز کی ضروریات

اس لئے نماز میں جسم و قلب و عقل تینوں کی شرکت ضروری ہے، اور تینوں کا خشوع مطلوب ہے۔ جسم کا تو اس درجہ کہ اس کے قیام و رکوع و سجود کے بغیر تو نماز ہی نہیں ہوتی اس لئے کہ اس کے قلب و عقل کا محل بھی وہی ہے، اور اس پر حکم کیا جا سکتا ہے اس لئے کہا گیا ہے

وارکعوا واسجدوا	اور رکوع کرو اور سجدہ کرو
واعبدوا ربکم	اور اپنے رب کی عبادت کرو۔

پھر اس کے قلب کا خشوع بھی ضروری ہے اور اسی پر اس کی فلاح کا حکم لگایا گیا ہے۔

قد افلح المومنون الذین	فلاح پائی ان ایمان والوں
ھم فی صلاتھم خاشعون	نے جو اپنی نمازوں میں عاجزی اور فروتنی کرتے ہیں۔

اس کی عقل کی معیت اور شرکت بھی ضروری ہے۔ اگر وہ سرے سے حاضر نہیں تو جسم کا رکوع و سجود معتبر نہیں۔

یا ایھا الذین آمنوا	اے ایمان والو! نماز کے
لا تقربوا الصلوٰۃ و	پاس نہ جاؤ، جبکہ تم نشہ میں ہو
انتم سکاریٰ حتیٰ تعلموا	یہاں تک کہ تم کو خبر ہو کہ اپنی
ما تقولون	زبانوں سے تم کیا کہتے ہو۔

(النساء ۶)

پس یہ نماز در اصل انسان کی انسانیت کا طبعی تقاضہ اور اس کی فطرت کا اس سے زیادہ اہم مطالبہ ہے جتنا کہ اس کے جسم کا مطالبہ غذا، اور اس کی انسانیت کا تقاضائے مدنیت و اجتماع، اور اس کا اس مطالبہ سے غفلت کرنا یا انکار کرنا اپنی فطرت سلیمہ سے انحراف اور اپنے شرف انسانیت کی ناقدری اور جوہر انسان کی تذلیل ہے۔

یہ ساری کائنات ایک وسیع عبادت گاہ ہے جس کا ذرہ ذرہ مصروف عبادت ہے، سرگرم طاعت اور سر بسجود ہے۔ انسان پھر اس بساط کائنات پر ایک معزز جگہ اور اس زمین پر ایک مرکزی حیثیت اور اس دنیا میں خدا کی نیابت و خلافت کا خلعت حاصل ہے۔ اگر وہ اپنے ارادہ و اختیار سے ہمہ دم و ہمہ وقت سربسجود رہے اور کسی وقت اس کی پیشانی خاک سے نہ اٹھتی ہو تو بھی محل حیرت نہ تھا، لیکن چونکہ اس کو زمین پر خدا نے اپنی مخلوق

سے بہرہ اندوز ہونے اور اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کو کام میں لانے کا حکم دیا ہے، اور نہ اس میں پہاڑوں کی استقامت ہے اور نہ درختوں کا صبر، نہ دریا کی خموشی اور نہ پرندوں کی سبک روی، نہ جانوروں کی بے زبانی نہ زمین کی فتادگی، نہ سبزہ کی پامالی، بلکہ اس کی فطرت میں شورش ہے، اس کے مزاج میں عجلت و بے صبری اور وہ فطرتاً کمزور و ناتوان ہے۔

(۱) خلق الانسان من عجل	انسان کی سرشت میں جلد بازی ہے۔
(۲) ان الانسان خلق ھلوعا	انسان بڑا بے صبر پیدا کیا گیا ہے۔
(۳) یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا	اللہ چاہتا ہے کہ تم سے تخفیف کر دے، اور انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔

پانچ نمازوں کی اہمیت

اس سے آئے ہر وقت کھڑے رہنے اور ہر وقت سربسجود رہنے کے بجائے صرف پانچ وقت نماز کا حکم دیا ہے اور اس کی پانچ وقت کی حاضری کو ہمہ وقت حضوری کا اور پانچ نمازوں کو پچاس نمازوں کا قائم مقام بنا دیا ہے۔ معراج کی حدیث میں ان پچاس نمازوں کے فرض ہونے اور پھر تدریجی تخفیف کے بعد صرف پانچ رہ جانے کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور اس حدیث میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے امت محمدیہ کو یہ بشارت بھی سنائی گئی ہے کہ ان پانچ کا ثواب پچاس ہی کا ملے گا۔ حدیث کا پورا متن یہ ہے :-

ثم فرضت علی خمسون صلوٰۃ کل یوم فرجعت فمررت علی موسیٰ فقال بمہ امرت قلت امرت بخمسین صلوٰۃ کل یوم قال ان امتک لا تستطیع خمسین صلوٰۃ کل یوم وانی واللہ خبرت الناس قبلک وعالجت بنی اسرائیل اشد	اول پچاس نمازوں کو فرض کرنے اور پھر پانچ نمازوں کو قائم رکھنے میں ایک لطیف اشارہ اس بات کا ہے کہ دراصل انسان کی بندگی اور اس کی عبدیت و منصب خلافت کے شایان شان ۵۰ ہی نمازیں ہیں لیکن اس کی کمزوری کے پیش نظر بالآخر یہ پانچ نمازیں مقرر کی گئیں لیکن یہ ۵۰ ہی کے قائم مقام

الحاجۃ فارجع الیٰ
ربک فسئلہ التخفیف
لامتک فرجعت فوضع
عنی عشراً فرجعت
الیٰ موسیٰ فقال مثلہ
فرجعت فوضع عنی عشراً
فرجعت الیٰ موسیٰ فقال
مثلہ فرجعت فوضع
عنی عشراً فرجعت الیٰ
موسیٰ فقال مثلہ
فرجعت فوضع عنی
عشراً فامرت بعشر
صلوٰۃ کل یوم فرجعت
الیٰ موسیٰ فقال مثلہ
فرجعت فامرت بخمس
صلوٰۃ کل یوم فرجعت
الیٰ موسیٰ فقال بم

ہیں۔ درحقیقت یہ ابتداہی سے
تقدیر الٰہی اور مشیت ایزدی تھا
اور یہ بات قرآن مجید میں
بھی اسی حقیقت کی طرف
اشارہ اس حدیث میں ہے؟
قرآن مجید میں بھی ہے۔
لا یبدل القول لدی
وما انا بظلام للعبید
(ق ع ۳) حضرت موسیٰ کا
مشورہ اس معاملے میں ایک
لطیف تدبیر الٰہی تھی، جو ان
دونوں یعنی پچاس اور پانچ
کو جمع کرنے کا ایک نہایت
لطیف طریقہ تھا۔ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کا پچاس کو
قبول کر لینا اعلیٰ درجہ کے
انقیاد کے علاوہ اس بات

امرت قلت امرت بخمس
صلوٰۃ کل یوم قال امتک
لا تستطیع خمس صلوٰۃ
کل یوم وانی قد خبرت
الناس قبلک وعالجت
بنی اسرائیل اشد
المعالجۃ فارجع الیٰ ربک
فسئلہ التخفیف لامتک
قال سألت ربی حتی استحییت
ولکنی ارضیٰ واسلم قال
فلما جاوزت ناداني
منادٍ امضیت فریضتی
وخففت عن عبادی
(متفق علیہ)

کا ثبوت ہے کہ آپ کے نزدیک
اس منصب عبودیت کے لحاظ
سے یہ مقدار کچھ بڑی نہ تھی
اور یہ حقیقت ہے۔
مرتب

تنہا مسلم کی روایت میں آخر میں یہ الفاظ آئے ہیں۔
قال فلم ازل ارجع بین ربی وبین موسیٰ حتی
قال یا محمد انھن خمس صلوٰۃ کل یوم ولیلۃ

بکل صلوٰۃ عشر فذالک خمسون صلوٰۃ

بخاری اور مسلم کی دوسری مشترک روایت میں اللہ تعالےٰ کا ارشاد اس طرح منقول ہے۔

فقال ھی خمس وھی خمسون لا یبدل القول الذی۔

بے نماز کی حیثیت

پس جو شخص ان پانچ نمازوں کو بھی ادا نہ کرے، وہ درحقیقت تمام موجودات و کائنات کی نگاہ میں اپنے اشرف انسانی کی تذلیل کرتا ہے، اور خلافت الٰہی کے اس منصب و مقام کی تحقیر کرتا ہے اور علی رؤس الاشہاد اس کی شہادت دیتا ہے کہ اس عالم میں صرف اس کا وجود ناکارہ، صرف وہی غافل و خود فراموش اور اللہ کی اطاعت و عبادت سے صرف وہی باغی و منحرف ہے، دنیا کا یہ پورا کارخانہ اس کی زندگی اور اس کی راحت کے لئے شب و روز متحرک اور سرگرم ہے، اس میں کوئی تعطیل نہیں اور اس میں کبھی کوئی وقفہ نہیں ہوتا۔ سورج اس کے لئے پابندی سے نکلتا ہے، ہوائیں اس کی خاطر دوڑتی پھرتی ہیں، بادل اپنے کندھوں اور سروں پر پانی کا سمندر لئے پھرتے ہیں۔ درختوں کی طرف سے بخل نہیں، زمین کو خدمت و اطاعت سے عذر نہیں، جانوروں کو اس کے حکم و احکام سے مجال سرتابی نہیں، لیکن خود اس کا یہ حال ہے کہ بیک وقت ان سب کی محنت کے نتائج و ثمرات سے متمتع ہوتا ہے، لیکن اس خدا کے سامنے سر جھکانے سے اس کو گریز یا غفلت ہے، جس کے حکم سے یہ سارا عالم اس کی راحت کے لئے سرگرداں ہے۔

دُولھن کے سنگار کیلئے عجیب و غریب فیشن ایبل تحفے



عورتیں اپنی آرائش کیلئے زیورات کو بیحد پسند کرتی ہیں چونکہ زیور ہی سے انکے حسن و جمال میں چار چاند لگتے ہیں۔ آپ بھی اپنی شریک زندگی کیلئے اس دور میں جبکہ سونا انتہائی گراں ہے اسپیشل بالکل فیشن کے زیور ... خوش وضع۔ خوش قطع۔ دل پسند ... سیکڑوں روپیوں کی ضرورت معمولی رقم میں پوری ہو جاتی ہے۔ رنگ روپ اور دکھاوٹ میں اصلی سونے سے بہتر ہیں۔ ... شناس بھی ان کو دیکھ کر ... کیا مجال جو شناخت کر سکے۔ زیادہ استعمال کے باوجود بھی رنگ و روپ میں دس سال تک فرق نہیں آتا ... قیمت اور نمبر درج ہیں ... ناپ اور زیور کا نمبر تحریر کیجئے فوراً مال ارسال ہوگا۔ قیمت کے علاوہ ایک روپیہ ... ہے۔ اگر آپ آرڈر دیتے وقت ... جن کی مجموعی قیمت چالیس روپے یا اس سے زائد ہوگی تمام خرچ ... تجارت مال منگاتی ہیں چالیس روپے کا مال ... تجارت کرنے والوں کے لئے نادر موقع ہے

... دہلی

سوا کسی کی عبادت مت کرو (ورنہ تم پر عذاب نازل ہوگا) اور (وہ ایسی ضروری اور صحیح بات ہے کہ) ان (ہود علیہ السلام) سے پہلے اور ان سے پیچھے (اسی مضمون کے متعلق) بہت سے ڈرانے والے (پیغمبر اب تک) گذر چکے ہیں (اور عجب نہیں کہ ہود علیہ السلام نے ان سب کا متفق ہونا دعوت الی التوحید میں ان کے سامنے بیان کیا ہو پس جملہ وقد خلت النذر کا بیچ میں بڑھا دینا ان فوائد کے لئے ہے کہ مضمون دعوت کی تاکید ہو جاوے اور ہود علیہ السلام نے یہ فرمایا کہ) مجھ کو تم پر ایک بڑے سخت دن کے عذاب کا اندیشہ ہے (ورنہ توحید قبول کرلو) وہ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس ارادہ سے آئے ہو کہ ہم کو ہمارے معبودوں سے پھیر دو سو (ہم تو پھرنے والے ہیں نہیں باقی) اگر تم سچے ہو تو جس (عذاب) کا تم ہم سے وعدہ کرتے ہو اس کو ہم پر واقع کردو۔ انہوں نے فرمایا کہ پورا علم تو خدا ہی کو ہے (کہ عذاب کب تک آوے گا) اور مجھ کو تو جو پیغام دے کر بھیجا گیا ہے میں تم کو وہ پہنچا دیتا ہوں (یعنی اس قدر مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ تم پر عذاب آوے گا میں نے تم کو اطلاع کردی اس سے زیادہ نہ مجھ کو علم ہے (نہ قدرت) لیکن میں تم کو دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نری جہالت کی باتیں کرتے ہو (کہ ایک تو توحید کو نہیں قبول کرتے پھر اپنے منہ سے بلا مانگتے ہو پھر مجھ سے اس کی فرمائش کرتے ہو۔ البتہ اپنے صدق کا میں مدعی ہوں جس پر دلیل قائم کرچکا ہوں۔ اور جس واقعہ میں تم کو شبہ ہے اس کا وقت وقوع مجھ کو نہیں بتلایا گیا تاکہ کسی وقوع کو جب اللہ چاہے دیکھ لینا۔ غرض جب کسی طرح انہوں نے حق کو نہ قبولا۔ تو اب عذاب کا اس طرح سامان شروع ہوا کہ اول ایک بادل (ان پر) آیا سو ان لوگوں نے جب اس بادل کو اپنی وادیوں کے مقابل آتا دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ تو بادل ہے جو ہم پر برسے گا (ارشاد ہوا کہ) نہیں (برسنے والا بادل) نہیں بلکہ یہ وہی (عذاب) ہے جس کی تم جلدی مچاتے تھے (کہ وہ عذاب جلدی لاؤ اور اس بادل میں) ایک آندھی ہے جس میں دردناک عذاب ہے وہ (آندھی) ہر چیز کو (جس کے ہلاک کرنے کا حکم ہوگا) اپنے رب کے حکم سے ہلاک کردے گی چنانچہ وہ آندھی چلی اور آدمیوں کو اور مواشی کو اٹھا اٹھا کر پٹک دیا جس سے) وہ ایسے (تباہ) ہوگئے کہ بجز ان کے مکانات کے اور کچھ (آدمی اور حیوان) نہ دکھلائی دیتا تھا ہم مجرموں کو یوں ہی سزا دیا کرتے ہیں اور ہم نے ان (قوم عاد) کو ان باتوں میں قدرت دی تھی کہ تم کو ان باتوں میں قدرت نہیں دی (مراد ان باتوں سے وہ تصرفات ہیں جو قوت جسمی وعقلی پر موقوف ہیں) اور ہم نے ان کو کان اور آنکھ اور دل سب ہی کچھ دیئے تھے سو چونکہ وہ لوگ آیات الٰہیہ کا انکار کرتے تھے اس لئے (جب ان پر عذاب آیا تو) نہ ان کے کان ان کے ذرا کام آئے اور نہ ان کی آنکھیں اور نہ ان کے دل اور جس (عذاب) کی وہ ہنسی کیا کرتے تھے اسی نے ان کو آ گھیرا (یعنی نہ ان کے حواس ان کو عذاب سے بچا سکے اور نہ ان کی تدبیر جس کا ادراک قلب سے ہوتا ہے معلوم ہوا کہ ان کی قوت میں تمہاری تو نسبت کیا ہے) ف ان لوگوں کا مسکن بقول اکثر بلاد یمن میں تھا اور وہاں ریگستان تھے اور عرب کے لوگ تجارت کے لئے اکثر سفر کیا کرتے تو ان مقامات پر گذرتے تھے اور آدمیوں کا اور مواشی کا اس ہوا میں اڑ جانا درمنثور میں ابن عباس سے مروی ہے۔ اور وادی کہتے ہیں نشیب زمین کو جہاں پانی جمع ہو جاتا ہے۔ اسی وجہ سے کبھی اس کا ترجمہ میدان سے کیا جاتا ہے اور کبھی ندی نالے سے۔

ربط اوپر عاد کا قصہ تفصیلا مذکور تھا آگے اور امم ہالکہ کا قصہ کہ ان میں بعضوں کے مساکن پر بھی گذرتے تھے، اجمالا مذکور ہے۔

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُم مِّنَ الْقُرَىٰ وَصَرَّفْنَا الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ فَلَوْلَا

اور ہم نے تمہارے آس پاس کی اور بستیاں بھی غارت کی ہیں اور ہم نے بار بار اپنی نشانیاں بتلادی تھیں تاکہ وہ باز آئیں سو خدا کے سوا

نَصَرَهُمُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ اللَّهِ قُرْبَانًا آلِهَةً ۖ بَلْ ضَلُّوا عَنْهُمْ ۚ وَذَٰلِكَ

جن جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا ہے انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ سب ان سے غائب

إِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝

ہوگئے اور وہ محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے

تفسیر: اور ہم نے تمہارے آس پاس کی بھی (اس کفر و شرک کے سبب) غارت کی ہیں جیسے ثمود و قوم لوط کہ شام کو جاتے ہوئے

ان کے مساکن سے گذرتے تھے، اور چونکہ مکہ سے ایک طرف یمن ہے دوسری جہت میں شام ہے اس لئے ماحولکم فرمایا اور ہم
نے (ان کو) ہلاک کرنے سے پہلے (ان کی فہمائش کے لئے) بار بار اپنی نشانیاں (ان کو) بتلادی تھیں تاکہ وہ (کفر و شرک سے) باز آئیں (مگر
باز نہ آئے اور ہلاک ہوئے) سو خدا کے سوا جن چیزوں کو انہوں نے خدا تعالیٰ کا تقرب حاصل کرنے کو اپنا معبود بنا رکھا تھا (کہ یہ
مصیبت میں ہمارے کام آویں گے ہلاک وعذاب کے وقت) انہوں نے ان کی مدد کیوں نہ کی بلکہ وہ سب ان سے غائب ہو گئے
اور وہ (معبود اور شفیع سمجھنا) محض ان کی تراشی ہوئی اور گھڑی ہوئی بات ہے (اور نہیں واقع میں وہ شفیع یا معبود تھوڑا ہی تھے) (ربط
اوپر تستکبرون فی الارض بغیر الحق وبما کنتم تفسقون میں کفار مکہ کو سنانے کے لئے کفر و استکبار کی مذمت مذکور ہے
آگے اسی کی تاکید کے لئے بطور تنبیہ کے بعض جنات کے اسلام لانے کا قصہ بیان کیا جاتا ہے جس کا حاصل مقصود باعتبار مقام کے یہ
ہے کہ جنات جو تکبر میں انسان سے زیادہ ہوتے ہیں، وہ تو تکبر چھوڑ کر کفر سے دست بردار ہو گئے، مگر تم کہ انسان ہو تکبر اور کفر سے باز نہیں
آتے اور جن جنات کے ایمان لانے کا اس آیت میں ذکر ہے، ان کا قصہ حدیثوں میں اس طرح آیا ہے کہ جب بعثت نبویہ کے وقت
جنات کو آسمانی خبریں سننے سے بذریعہ شہب روک دیا گیا تو جنات میں تذکرہ ہوا کہ اس کا سبب تحقیق کرنا چاہئے کہ کون بانیا واقعہ دنیا
میں ہوا ہے جس کے سبب یہ امر ہو گیا جنات مختلف اقطار میں تحقیق کے واسطے روانہ ہوئے بعضے جنات حجاز کی طرف بھی چلے اس روز
حضور صلے اللہ علیہ وسلم مع اپنے چند اصحاب کے بطن نخلہ میں کہ ایک مقام کا نام ہے تشریف رکھتے تھے اور سوق عکاظ کو تشریف لے
جانے کا قصد تھا (شاید بغرض دعوت اسلام وتبلیغ دین تشریف لے جاتے تھے) غرض آپ صبح کی نماز پڑھا رہے تھے جو وہ جنات
یہاں پہنچے، قرآن سنکر کہنے لگے کہ بس وہ نئی بات جو ہمارے اور خبر آسمانی کے درمیان حائل ہو گئی یہ ہے، اور ایک روایت میں ہے
کہ وہ جنات جب یہاں آئے باہم کہنے لگے کہ خاموش ہو کر قرآن سنو جب آپ نماز صبح سے فارغ ہوئے معتقد اور مومن ہو کر اپنی قوم
کے پاس واپس گئے اور ان کو خبر اور ایمان کی ترغیب دی اور آپ کو ان کے آنے جانے کی خبر نہیں ہوئی یہاں تک کہ سورۂ جن کے نزول
سے آپ کو خبر دی گئی رواہ ابن المنذر عن عبد الملک اور ایک روایت میں ہے کہ یہ جن اہل نصیبین سے تھے اور نو شخص تھے، جب
انہوں نے اپنی قوم کو خبر دی تو ان میں سے تین سو شخص اسلام لانے کے لئے حاضر خدمت ہوئے، اور دوسری حدیثوں میں
جنات کے آنے کی اور طور پر بھی روایتیں آئی ہیں۔ مگر چونکہ یہ سب واقعات متعدد ہیں، اس لئے تعارض کا شبہ نہ کیا جاوے۔

وَإِذْ صَرَفْنَا إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ فَلَمَّا حَضَرُوهُ قَالُوا

اور جبکہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو قرآن سننے لگے تھے۔ غرض جب وہ لوگ قرآن کے پاس آپہنچے تو کہنے لگے کہ خاموش

أَنصِتُوا فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا إِلَىٰ قَوْمِهِم مُّنذِرِينَ ۝ قَالُوا يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا كِتَابًا

رہو پھر جب قرآن پڑھا جا چکا تو وہ لوگ اپنی قوم کے پاس خبر پہنچانے کے واسطے واپس گئے کہنے لگے کہ اے بھائیو ہم ایک کتاب سنکر آئے ہیں

أُنزِلَ مِن بَعْدِ مُوسَىٰ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ وَإِلَىٰ طَرِيقٍ

جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔

مُّسْتَقِيمٍ ۝ يَا قَوْمَنَا أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ يَغْفِرْ لَكُم مِّن ذُنُوبِكُمْ وَيُجِرْكُم

اے بھائیو تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو اور اس پر ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو

مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ وَمَن لَّا يُجِبْ دَاعِيَ اللَّهِ فَلَيْسَ بِمُعْجِزٍ فِي الْأَرْضِ وَلَيْسَ لَهُ مِن

عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین میں ہرا نہیں سکتا اور خدا کے سوا

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا۔ ایسے لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

تفسیر: اور (ان سے اس وقت کا قصہ ذکر کیجئے) جبکہ ہم جنات کی ایک جماعت کو آپ کی طرف لے آئے جو (آخر میں دلائل سن کر) قرآن سننے لگے تھے غرض جب وہ لوگ قرآن (کے پڑھے جانے کی جگہ) کے پاس آپہنچے تو آپس میں کہنے لگے کہ خاموش رہو (اور اس کلام کو سنو) پھر جب قرآن پڑھا جا چکا (یعنی جتنا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں پڑھنا تھا ختم ہو چکا) تو وہ لوگ (اس پر ایمان لے آئے اور) اپنی قوم کے پاس (اس کی خبر پہنچانے کے واسطے) واپس گئے (اور جا کر ان سے) کہنے لگے کہ ہم ایک (عجیب) کتاب سن کر آئے ہیں جو موسیٰ (علیہ السلام) کے بعد نازل کی گئی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے (اور دین) حق اور راہ راست کی طرف رہنمائی کرتی ہے (یہ تو اثبات و اظہار ہے حقیقت دین اسلام کا آگے اس کے قبول کرنے کا اول ترغیباً پھر ترہیباً یعنی) اے بھائیو تم اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا مانو (مراد داعی سے قرآن یا نبی ہیں) اور (کہنا ماننا یہ ہے کہ) اس پر ایمان لے آؤ (اس میں اشارہ ہو گیا کہ وہ ایمان لانے کی طرف داعی ہے) کہ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تم کو عذاب دردناک سے محفوظ رکھے گا اور جو شخص اللہ کی طرف بلانے والے کا کہنا نہ مانے گا تو وہ زمین (کے کسی حصہ) میں (بھاگ کر خدا کو) ہرا نہیں سکتا (یعنی ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس کو خدا تعالیٰ پکڑ نہ سکے) اور (جیسا وہ خود نہیں بچ سکتا اسی طرح خدا کے سوا اور کوئی اس کا حامی بھی نہ ہوگا کہ وہ اس کو بچا لے اور) ایسے لوگ صریح گمراہی میں (مبتلا) ہیں (کہ باوجود قیام دلائل کے داعی کے حق ہونے پر پھر اس کی اجابت نہ کریں) ف: من بعد موسیٰ کہنے سے بعض علماء نے یہ سمجھا ہے کہ وہ جن یہودی تھے۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نقلی نہیں اور دستدلالی مذکور کافی ہے۔ اور اس کہنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انجیل اکثر شرائع میں توراۃ کی تابع ہے۔ اور قرآن مثل توراۃ کے مستقل ہے۔ پس مقصود بیان کرنا مشابہت کا ہے کہ جیسی کتاب مستقل موسیٰ علیہ السلام پر آئی تھی اس شان کی کتاب موسیٰ علیہ السلام کے بعد یہ آئی ہے۔ رہا یہ کہ انہوں نے فقط اس قرآن مستنکر یہ کیسے پہچان لیا جواب یہ ہے کہ کسی قرینہ مضمون یا طرز بیان و جلالت شان سے ظناً معلوم ہوا ہو گا۔ اور وہ ظن واقع کے موافق نکل آیا۔ اور امام ابوحنیفہ نے غایت احتیاط سے بوجہ کسی خاص نص قطعی الثبوت قطعی الدلالۃ کے نہ پائے جانے کے اس میں توقف فرمایا ہے۔ اور یہ جو امام صاحب کا قول مشہور ہو گیا ہے کہ وہ ان کے عدم دخول فی الجنۃ کے قائل ہیں غالباً توقف کی تقریر میں نقلِ کو غلطی ہوئی ہے واللہ اعلم ربط اوپر آیت یوم یعرض الذین کفروا میں مجازاۃ قیامت کا ذکر تھا۔ اور قصہ کی آیتوں میں بھی یجرکم من عذاب الیم کے بعد لیس له من دونه اولیاء کا تاکیدی تھا عذاب قیامت کی طرف چونکہ بعضے خود امکان قیامت ہی کے منکر تھے اس لئے آگے اولاً اس کا امکان پھر اس کا اور اس میں عذاب کا وقوع اور پھر اس پر امر تسلیہ رسول و تعلیم صبر کی تفریع اور اس کی تاکید کے لئے بعنوان نفی کفار کی تفریع ارشاد فرماتے ہیں۔

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ

کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس بات پر قدرت رکھتا ہے

بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَيَوْمَ يُعْرَضُ

کہ مردوں کو زندہ کر دے کیوں نہ ہو بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے اور جس روز کافر لوگ دوزخ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا عَلَي النَّارِ ۭ اَلَيْسَ ھٰذَا بِالْحَقِّ ۭ قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ۭ قَالَ فَذُوْقُوا

کے سامنے لائے جاویں گے کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا

الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ وَلَا

تو اپنے کفر کے بدلے اس کا عذاب چکھو ۔ تو آپ صبر کیجئے جیسا اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا ۔ اور ان

تَسْتَعْجِلْ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ

لوگوں کے لئے جلدی نہ کیجئے جس روز یہ لوگ اس چیز کو دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو گویا یہ لوگ دن بھر میں ایک گھڑی

نَّهَارٍ ۭ بَلٰغٌ ۚ فَهَلْ يُهْلَكُ اِلَّا الْقَوْمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

رہے ہیں یہ پہنچا دینا ہے سو وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے

تفسیر:- کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس خدا نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر (بدرجۂ اولیٰ) قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو (قیامت میں) زندہ کردے (اور وہ اس پر قادر) کیوں نہ ہو بے شک وہ (تو) ہر چیز پر قادر ہے (پس اس کا امکان ثابت ہوا) اور جس روز (اس کا وقوع ہوگا اور) کافر لوگ دوزخ کے سامنے لائے جاویں گے (اور ان سے پوچھا جاوے گا کہ) کیا یہ دوزخ امر واقعی نہیں ہے (جیسا دنیا میں اس کی واقعیت کی نفی کیا کرتے تھے) وہ کہیں گے کہ ہم کو اپنے پروردگار کی قسم ضرور امر واقعی ہے ارشاد ہوگا (اچھا) تو اپنے کفر کے بدلے میں (جس میں انکار دوزخ بھی آگیا) اس (دوزخ) کا عذاب چکھو (آگے تسلیہ کی تفریع ہے کہ جب اوپر سے انتقام کفر کا لیا جانا معلوم ہوگیا) تو آپ (دنیا میں) صبر کیجئے جیسا اور ہمت والے پیغمبروں نے صبر کیا تھا اور ان لوگوں کے لئے (انتقام الٰہی کی) جلدی نہ کیجئے (جس کو آپ انتصار للمسلمین کی حیثیت سے چاہتے تھے، گو حکمت الٰہیہ سے عذاب مستعجل نہیں ہوگا لیکن مشاہدہ کے وقت ان پر اس کا وہی اثر ہوگا جو عذاب مستعجل کا ہوتا ہے کیونکہ) جس روز یہ لوگ اس چیز کو (یعنی عذاب کو) دیکھیں گے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے تو (اس وقت غایت شدت عذاب سے ایسا معلوم ہوگا کہ) گویا یہ لوگ (دنیا میں) دن بھر میں ایک گھڑی رہے ہیں (یعنی دنیا کی مدت طویلہ قصیر معلوم ہوگی اور یہی معلوم ہوگا کہ استعجالاً عذاب آگیا آگے کفار کو تفریع ہے کہ) یہ (خدا کی طرف سے اتمام حجت کے لئے) پہنچا دینا ہے (جو رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہوچکا) سو (اس کے بعد) وہی برباد ہوں گے جو نافرمانی کریں گے (کیونکہ بعد تبلیغ کے کوئی عذر نہیں رہا اور رسول کا اس میں کوئی ضرر نہیں اس سے تاکید تسلیہ کی بھی ہوگئی) ف اولوالعزم سے محققین نے سب پیغمبر مراد لئے ہیں کیونکہ سب کا اہل عزم و اہل ہمت ہونا ظاہر ہے ربط سورت سابقہ کے ختم پر فاسقین یعنی کفار کی مذمت مذکور تھی اور اس سے اوپر وعظ جن میں مومنین کی فضیلت اور کفار کی مذمت کا ذکر تھا، اس سورت کے شروع میں بھی یہی مدح اور ذم مذکور ہے۔

سورۃ محمد ﷺ مدنیۃ وھی ثمان وثلثون اٰیۃ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جو لوگ کافر ہوئے اور اللہ کے رستہ سے روکا خدا نے ان کے کالعدم کر دیئے اور جو لوگ ایمان لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰي مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۙ كَفَّرَ عَنْهُمْ

سَيَهْدِيهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا اتَّبَعُوا الْبَاطِلَ وَأَنَّ

اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا یہ اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ پر چلے

الَّذِينَ آمَنُوا اتَّبَعُوا الْحَقَّ مِن رَّبِّهِمْ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ اللَّهُ لِلنَّاسِ أَمْثَالَهُمْ

جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور اللہ تعالیٰ اسی طرح لوگوں کے لئے ان کے حالات بیان فرماتا ہے

فَإِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتَّىٰ إِذَا أَثْخَنتُمُوهُمْ فَشُدُّوا

سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جاوے تو ان کی گردنیں مارو یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خون ریزی کر چکو تو خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد

الْوَثَاقَ فَإِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَإِمَّا فِدَاءً حَتَّىٰ تَضَعَ الْحَرْبُ أَوْزَارَهَا ۚ

یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا جب تک کہ لڑنے والے اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں

تفسیر:- جو لوگ (خود بھی) کافر ہوئے اور (دوسروں کو بھی) اللہ کے رستہ سے روکا (جیسا رؤسائے کفار کی عادت تھی کہ جان اور مال سے اس میں کوشش کرتے تھے سو) خدا نے ان کے عمل کو کالعدم کر دیئے (یعنی جن کاموں کو وہ نیک سمجھ رہے ہیں بوجہ عدم ایمان کے وہ مقبول نہیں بلکہ ان میں سے بعضے کام خود اُلٹے موجب عذاب ہیں جیسے انفاق بغرض صد عن سبیل اللہ) اور (برخلاف ان کے) جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے اور (ان کے ایمان کی کیفیت تصریحاً بیان کرتے ہیں کہ) وہ اس سب پر ایمان لائے جو محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) پر نازل کیا گیا ہے اور وہ (جو نازل کیا گیا ہے وہ) ان کے رب کے پاس سے (آیا ہوا) امر واقعی (بھی) ہے (یعنی اس کا ماننا ہے بھی ضروری سو) اللہ تعالیٰ ان کے گناہ ان پر سے اتار دے گا (یعنی معاف کر دے گا) اور (دونوں جہان میں) ان کی حالت درست رکھے گا (دنیا میں تو اس طرح کہ ان کو عمل صالح کی توفیق بڑھتی جاوے گی اور آخرت میں اس طرح کہ ان کو نجات ہوگی اور) یہ (جو مومنین کی خوش حالی اور کفار کی بدحالی بیان کی گئی) اس وجہ سے ہے کہ کافر تو غلط رستہ پر چلے اور اہل ایمان صحیح رستہ پر چلے جو ان کے رب کی طرف سے (آیا) ہے (اور غلط رستہ کا موجب ناکامی ہونا اور صحیح رستہ کا سبب کامیابی ہونا ظاہر ہے اس لئے وہ ناکام ہوئے اور یہ کامیاب ہوئے اور اگر اسلام کے صحیح رستہ ہونے میں کوئی شبہ ہو تو من ربھم سے اس کا جواب ہو گیا کہ دلیل اس کے صحیح ہونے کی یہ ہے کہ وہ من جانب اللہ ہے اور من جانب اللہ ہونا معجزات نبویہ بالخصوص اعجاز قرآنی سے ثابت ہے اور) اللہ تعالیٰ اسی طرح (جیسے یہ حالت بیان فرمائی) لوگوں کے (نفع و ہدایت کے) لئے ان (مذکورین) کے حالات بیان فرماتا ہے (تاکہ ترغیب و ترہیب مفضی الی الہدایت ہو) ربط اوپر سے اہل ایمان کا مفلح ہونا اور کفار کا مفسد ہونا بھی مفہوم ہوتا ہے کما دل علیہ قولہ تعالیٰ صد اور قولہ تعالیٰ عملوا الصلحت آگے بطور تفریع کے بعض احکام متعلق جہاد کے جس کا مبنیٰ مصلحین کے ہاتھ مفسدین کا نساد دفع ہے ارشاد فرماتے ہیں۔

تفسیر:- فاذا لقیتم سے اوزارھا تک (جب کفار ایسے مفسد ہیں تو ہم تم کو ان کے فساد دفع کرنے کے لئے حکم دیتے ہیں) سو تمہارا جب کفار سے مقابلہ ہو جاوے تو ان کی گردنیں مارو (یعنی قتل کرو) یہاں تک کہ جب تم ان کی خوب خونریزی کر چکو (جس کی حد یہ ہے کہ اب اگر قتل و قوت کرنے کے بجائے اس کے قید پر اکتفا کیا جاوے تو مختل مصلحت مسلمین و غلبہ کفار نہ ہو) تو (اس وقت کفار کو قید کر کے) خوب مضبوط باندھ لو پھر اس کے بعد (تم کو دو باتوں کا اختیار ہے) یا تو بلا معاوضہ چھوڑ دینا اور یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا (اور یہ قید اور قتل کا حکم بعد من و فدا جائز ہے اس وقت تک ہے) جب تک کہ لڑنے والے (دشمن) اپنے ہتھیار نہ رکھ دیں (مراد اس سے اسلام اور استسلام میں سے کسی امر کا قبول کرنا ہے پس اگر قتل اور قید سے پہلے اسلام لے آویں یا ذمی ہونا قبول کریں تو اب نہ قتل جائز ہے اور نہ قید جائز ہے) ربط اوپر فضرب الرقاب میں مسلمانوں کو کفار سے قتال کرنے کا حکم تھا آگے ذلک سے اس حکم کی نظیر اور لو یشاء سے اس حکم کی حکمت اور والذین قتلوا الخ سے قتال میں مسلمانوں کے مقتول ہونے کے متعلق بشارت اور ان تنصروا الخ

میں قتال کی ترغیب اور والذین کفروا الخ میں کفار کی مذمت اور وعید اور ذلک بانھم الخ میں اس مذمت اور وعید کی علت اور افلم یسیروا الخ میں اس وعید کے وقوع کا دفع استبعاد اور ذلک بان اللہ الخ میں احکام متعلقہ فریقین کی علت مذکور ہے۔

ذٰلِكَ ۛؕ وَ لَوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّیَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا

یہ حکم بجالانا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو ان سے انتقام لے لیتا لیکن تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں

فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَلَنْ یُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ سَیَهْدِیْهِمْ وَ یُصْلِحُ بَالَهُمْ ۝ وَ یُدْخِلُهُمُ

مارے جاتے ہیں، اللہ تعالے ان کے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ان کو مقصود تک پہنچا دے گا اور ان کی حالت درست رکھے گا۔ اور

الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ ۝ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دیگا۔ اے ایمان والو اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دیگا

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَتَعْسًا لَّهُمْ وَ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَرِهُوْا مَاۤ اَنْزَلَ

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے تباہی ہے اور ان کے اعمال کو خدا تعالیٰ کالعدم کر دیگا۔ یہ اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اتارے

اللّٰهُ فَاَحْبَطَ اَعْمَالَهُمْ ۝ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ

ہوئے احکام کو ناپسند کیا سو اللہ نے ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔ کیا یہ لوگ ملک میں چلتے پھرتے نہیں اور انہوں نے دیکھا نہیں کہ جو لوگ

مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَ لِلْكٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِیْنَ

ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالے نے ان پر کیسی تباہی ڈالی اور ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے

اٰمَنُوْا وَ اَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ ۝

کو ہیں۔ یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اور کافروں کا کوئی کارساز نہیں

تفسیر:- یہ حکم (جہاد کہ جو مذکور ہوا) بجالانا اور (ہم نے جو بعض صورتوں میں کفار سے انتقام لینے کے لئے طریقہ جہاد کا مقرر کیا ہے اس میں حکمت ہے ورنہ) اگر اللہ چاہتا تو ان (کفار) سے (خود ہی دوسرے حوادث خسف و غرق و رجفہ وغیرہ کے واسطہ سے) انتقام لے لیتا (جیسے امم سابقہ سے اسی طرح انتقام لیا گیا اور تم کو جہاد وغیرہ نہ کرنا پڑتا) لیکن (تم کو جہاد کرنے کا حکم اس لئے دیا) تاکہ تم میں ایک کا دوسرے کے ذریعہ سے امتحان کرے (مسلمانوں کا امتحان یہ کہ کون حکم الٰہی کو جان پر ترجیح دیتا ہے اور کفار کا امتحان یہ کہ اس عقوبت سے متنبہ ہو کر کون حق کو قبول کرتا ہے، پس اس حکمت کے لئے بھی جہاد مشروع کیا گیا) اور (جہاد میں جیسے قاتل ہونا کامیابی ہے اسی طرح مقتول ہونا بھی ناکامی نہیں ہے چنانچہ) جو لوگ اللہ کی راہ (یعنی جہاد) میں مارے جاتے ہیں اللہ تعالے ان کے اعمال کو (جن میں وہ عمل بھی آگیا جس کی بدولت وہ مارے گئے) ہرگز ضائع نہ کرے گا (جیسا کہ ظاہراً متوہم ہو سکتا ہے کہ جب مارا گیا تو اس کے قتال پر کوئی نتیجہ مطلوبہ مرتب نہیں ہوا اور وہ ضائع گیا سو واقع میں ضائع نہیں ہوا کیونکہ اس پر دوسرا نتیجہ جو ظاہری نتیجہ سے بدرجہا فائق ہے مرتب ہوا وہ یہ کہ) اللہ تعالے ان کو (منزل) مقصود تک (جس کا بیان آگے آتا ہے) پہنچا دے گا اور ان کی حالت (قبر میں اور حشر میں اور صراط پر اور تمام مواقع آخرت میں) درست رکھے گا (کہیں کوئی خرابی اور مضرت ان کو نہ پہنچے گی) اور (اس منزل مقصود تک پہنچنے کا بیان یہ ہے کہ) ان کو جنت میں داخل کرے گا جس کی ان کو پہچان کرا دے گا خواہ علم ضروری کے طور پر یا کسی گذشتہ وعید کے واسطے سے جس سے

نقرر وصلہ و فضیلت و ترغیب جہاد و ذم و وعید اہل کفار، و تح بیان علت و دفع استبعاد

بہ وجہ پہنچے سے نہ دیکھے بھلانے کے ہر جنتی اپنے اپنے درجہ اور مکان میں بے تکلف جا پہنچے گا پس جہاد میں ہر حالت میں کامیابی ہی ہوتی ہے
آگے جہاد کی دنیوی کامیابی کو جو کہ مجموعہ مومنین کے متعلق ہے بیان کر کے جہاد کی ترغیب دیتے ہیں کہ) اے ایمان والو اگر تم اللہ کے
دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا (جس کا نتیجہ دنیا میں بھی مجموعہ مومنین کا مجموعہ کافرین پر غالب آنا ہے، خواہ ابتداءً
خواہ انتہاءً اور بعض مومنین کا مقتول ہو جانا یا جماعت مومنین کا کسی معرکہ میں مغلوب ہو جانا اس کے منافی نہیں) اور (اسی طرح دشمنوں
کے مقابلہ میں) تمہارے قدم جما دے گا (اسی طرح کا مطلب یہ ہے کہ مجموع بمقابلہ مجموع کے خواہ ابتداءً یا خواہ انتہاءً میں
ثابت قدم رہ کر کفار پر غالب آجاوے گا چنانچہ مشاہد ہے یہ تو مسلمانوں کا حال بیان کیا گیا) اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لئے (جو کہ
بمقابلہ مومنین سے مقابلہ کریں) تباہی (اور مغلوبیت) ہے (یہ اسی تفصیل مذکور فی جانب المومنین سے، اور آخرت میں) ان کے
اعمال کو خدا تعالیٰ نے کالعدم کر دیا گا (جیسا شروع سورت میں بیان ہوا غرض کفار دارین میں خاسر ہے اور اول مقام پر
ضلال اعمال کا بیان مقصود بالذات ہے، اور یہاں اس حیثیت سے بیان کرنا مقصود ہے کہ وہ خسران دارین کا ایک جزو
ہے اور) یہ (تعس و اضلال مذکور ان کے لئے) اس سبب سے ہوا کہ انہوں نے اللہ کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کیا
عقیدۃً تو بھی اور عملاً بھی چنانچہ یہ کفر ہے) سو اللہ نے ان کے اعمال کو (اول ہی سے) اکارت کر دیا (چونکہ کفر کا ادنیٰ درجہ کی بغاوت
ہے یہی اثر ہے اور یہ لوگ جو ان وعیدوں کے وقوع کو اس لئے مستبعد سمجھتے ہیں کہ نبی ان سب کا کفر کا مبغوض عند اللہ ہونا ہے
اور یہ کفر کو مبغوض عند اللہ سمجھتے نہیں تو یہ ان کا امر بدیہی سے انکار ہے ورنہ) کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں اور انہوں نے
دیکھا نہیں کہ جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گزرے ہیں ان کا انجام کیسا ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ان پر کیسی تباہی ڈالی (جو کہ ان کے
آثار و دیار سے نمایاں ہے پس یہ صاف دلیل ہے مبغوضیت کفر پر) اور (جب مبغوضیت ثابت ہو گئی تو ان کو بھی بے فکر رہنا اور
وقوع وعید کو مستبعد سمجھنا نہ چاہئے کیونکہ) ان کافروں کے لئے بھی اسی قسم کے معاملات ہونے کو ہیں (چنانچہ کفار مکہ کو مسلمانوں کے
ہاتھوں دنیا میں بھی سزا ہوئی اور آخرت میں تو ظاہر ہی ہے یہ بیان ہوا کفار کے حال کا آگے اجمالاً اس مجموعہ حال فریقین کی تعلیل
فرماتے ہیں کہ) یہ (مجموعہ وعدہ و وعید متعلق فریقین واقع فی الدارین) اس سبب سے ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا کارساز ہے اس
لئے دارین میں ان کو کامیاب فرماتا ہے) اور کافروں کا کوئی (ایسا) کارساز نہیں (کہ خدا کے مقابلہ میں ان کے کام بنا سکے اس لئے
وہ دارین میں ناکام رہتے ہیں، ہاں یہ ممکن ہے کہ دنیا میں کبھی مسلمانوں کو ظاہراً ناکامی ہو جاوے اور کفار کو ظاہراً کامیابی لیکن اعتبار
حقیقت کا ہے سو اس کے اعتبار سے مسلمان ہمیشہ کامیاب اور کافر ہمیشہ ناکام رہتا ہے۔ ف کفار متقدمین کے لئے امثالہا
فرمایا سو ان پر جو عقوبات نازل ہوں اگر وہ متعدد ہوں تب تو جمع لانا امثال کا ظاہر ہے اور اگر غیر متعدد ہوں تو جمع لانا باعتبار
تعدد محل نزول عقوبات کے ہے اور مثلیت سے مراد مثلیت باعتبار جنس العقوبت ہے نہ باعتبار نوع العقوبت۔ ربط
اوپر مومنین کی کامیابی اور کفار کی ناکامی آخرت کے متعلق مجملاً مذکور تھی آگے اس کی تفصیل اور نیز دونوں میں بیان تفاوت بامرگر ہے
اس تفصیل کی تکمیل ہے، اور درمیان میں مناسبت ذکر کفار کے دنیوی تمتع کے ان کا دفع افتراء اور تسلیہ سید الابرار آیت وکاین
من قریۃ الخ میں مذکور ہے۔

إِنَّ اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی

وَالَّذِينَ كَفَرُوا يَتَمَتَّعُونَ وَيَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ

اور جو لوگ کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور اس طرح کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانا ہے

وَكَأَيِّن مِّن قَرْيَةٍ هِيَ أَشَدُّ قُوَّةً مِّن قَرْيَتِكَ الَّتِي أَخْرَجَتْكَ أَهْلَكْنَاهُمْ فَلَا

اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا

نَاصِرَ لَهُمْ ۝ أَفَمَنْ كَانَ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّهِ كَمَن زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ وَاتَّبَعُوا

کہ ہم نے ان کو ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح رستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی

أَهْوَاءَهُم ۝ مَّثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ ۖ فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ

بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت

وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ ۝ وَأَنْهَارٌ

سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے

مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۖ وَلَهُمْ فِيهَا مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ ۖ كَمَنْ

والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوں گی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور ان کے رب کی طرف سے بخشش ہوگی کیا ایسے

هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَسُقُوا مَاءً حَمِيمًا فَقَطَّعَ أَمْعَاءَهُمْ

لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جائے گا سو وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا

تفسیر: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے (جنت کے) ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی اور جو لوگ کافر ہیں وہ (دنیا میں) عیش کر رہے ہیں اور اس طرح (آخرت سے بے فکر ہو کر) کھاتے (پیتے) ہیں جس طرح چوپائے کھا (پی) رہے ہیں (کہ وہ یہ نہیں سوچتے کہ ہم کو کیوں کھلایا پلایا جاتا ہے اور ہمارے ذمہ اس کا کیا حق واجب ہے) اور جہنم ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے اور (جس تمتع کا ذکر ہوا ہے اس پر آپ کے ان مخالفین کو مغرور نہ ہونا چاہئے اور نہ آپ کو ان کی اس غفلت پر کچھ افسوس و حزن ہونا چاہئے جو کہ سبب ہو گئی مخالفت کا، حتیٰ کہ آپ کو تنگ کر کے مکہ میں بھی نہیں رہنے دیا کیونکہ) بہت سی بستیاں ایسی تھیں جو قوت (جسمی و مالی میں) میں آپ کی اس بستی سے بڑھی ہوئی تھیں جس کے رہنے والوں نے آپ کو گھر سے بے گھر کر دیا کہ ہم نے ان کو (عذاب سے) ہلاک کر دیا سو ان کا کوئی مددگار نہ ہوا (تو یہ بیچارے تو کیا چیز ہیں ایسی حالت میں ان کو مغرور ہونا چاہئے کیونکہ ہم جب چاہیں ان کی بھی صفائی کر سکتے ہیں اور نہ آپ محزون ہوں کیونکہ ہم ان کو بھی اشتراک علت کفر و مخالفت کی وجہ سے کہ اخراج اس کا ایک شعبہ ہے وقت پر سزا دینے والے ہیں اور یہ لوگ کہ اہل باطل ہیں بمقابلہ آپ کے اور تمیع اہل حق کے کیونکر قابل سزا نہ ہوں جبکہ اہل باطل محض نفس کی راہ پر ہیں اور اہل حق خدا کی راہ پر ہیں جب یہ تفاوت ہے) تو جو لوگ اپنے پروردگار کے واضح راستہ (ثابت بالدلیل) رستہ پر ہوں کیا وہ ان شخصوں کی طرح ہو سکتے ہیں جن کی بدعملی ان کو مستحسن معلوم ہوتی ہو اور جو اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہوں (یعنی جب اعمال میں تفاوت ہے تو مآل میں بھی تفاوت ہوگا پس جس طرح اہل حق مستحق ثواب ہیں اہل باطل مستحق عقاب ہیں چنانچہ اس ثواب و عقاب کا کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ) جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا جاتا ہے اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں بہت سی نہریں تو ایسے پانی کی ہیں جس میں ذرا تغیر نہیں ہوگا (نہ بو میں نہ رنگ میں نہ مزہ میں) اور بہت سی نہریں دودھ کی ہیں جن کا ذائقہ ذرا بدلا ہوا نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ہیں شراب کی جو پینے والوں کو بہت لذیذ معلوم ہوگی اور بہت سی نہریں ہیں شہد کی جو بالکل (میل کچیل سے پاک) صاف ہوگا اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے پھل ہوں گے اور (اس میں داخل ہونے سے پہلے) ان کے رب کی طرف سے (گناہوں کی) بخشش ہوگی کیا ایسے لوگ ان جیسے ہو سکتے ہیں جو ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اور کھولتا ہوا پانی ان کو پینے کو دیا جاوے گا سو (پینے کے بعد جس کا سبب شدت تشنگی ہوگی) وہ ان کی انتڑیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے گا (غرض یہ کہ جب ان کے اعمال میں تفاوت ہے تو ان کے مآل میں یہ تفاوت ہوگا جس کا بیان اب کیا گیا) ف چونکہ دنیا کا پانی کبھی رنگ میں کبھی مزہ میں کبھی بو میں متغیر ہو جاتا ہے اسی طرح دنیا کا دودھ بگڑ جاتا ہے، اسی طرح دنیا کی شراب اکثر بدمزہ و تلخ ہوتی ہے

[illegible]

خمر بعض منافع مخصوصہ کے خیال سے پی جاتی ہے پھر عادت پڑ جاتی ہے۔ اور دوسری مضرات خمر کی نفی خمر جنت سے سورہ صافات کی آیت لا فیہا غول ولا ہم عنہا ینزفون میں بیان ہو چکی ہے۔ اسی طرح دنیا کے شہد میں میل کچیل موم وغیرہ مخلوط ہوتا ہے، اس لئے وہاں کے انہار میں ان امور کی نفی کے لئے قیود بڑھائی گئیں۔ اور ایک آیت میں رحیم کی نسبت فرمایا گیا ہے یشوی الوجوہ سو فارغ میں یہ وہ اثر ہوگا جب شدت عطش کی وجہ سے اضطرارًا اس کو پئیں گے داخل جنت میں یہ اثر ہوگا اور چونکہ ماء اور لبن اور خمر اور عسل اپنے معانی حقیقت پر محمول ہو سکتے ہیں لہٰذا مجاز لینے کی کوئی ضرورت نہیں باقی یہ ضروری نہیں کہ وہ یہاں کی اشیاء اربعہ کے بالکل متماثل ہوں اور بعض میں طعم کے بدلنے کی نفی کی اور رائحہ سے تعرض نہیں کیا وجہ یہ کہ تغیر رائحہ مستلزم ہے تغیر طعم کو جب لازم کی نفی کر دی ملزوم کی بھی نفی ہو گئی ربط اوپر کفار و مومنین کے احوال و اعمال اور وعدہ اور وعید مذکور ہے آگے منافقین کی حالت اور مذمت اور ان کی وعید اور درمیان میں زیادت معرفت کے لئے بطور مقابلہ کے اہل ایمان کی حالت جو متضاد ہے ان کی حالت کے بیان کی جاتی ہے۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ حَتّٰٓى اِذَا خَرَجُوْا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوْا لِلَّذِيْنَ اُوْتُوا

اور بعضے آدمی ایسے ہیں کہ وہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے باہر جاتے ہیں تو دوسرے

الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ اٰنِفًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَ

اہل علم سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی کیا بات فرمائی تھی یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے اور اپنی نفسانی خواہشوں

هُمْ ۝ وَالَّذِيْنَ اهْتَدَوْا زَادَهُمْ هُدًى وَّاٰتٰىهُمْ تَقْوٰىهُمْ ۝ فَهَلْ يَنْظُرُوْنَ

پر چلتے ہیں اور جو لوگ راہ پر ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اور زیادہ ہدایت دیتا ہے اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے سو یہ لوگ بس قیامت کے

اِلَّا السَّاعَةَ اَنْ تَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُهَا فَاَنّٰى لَهُمْ اِذَا جَآءَتْهُمْ ذِكْرٰىهُمْ

منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے سو اس کی علامتیں تو آ چکی ہیں تو جب قیامت ان کے سامنے آ گئی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا

تفسیر: اور (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) بعضے آدمی ایسے ہیں (مراد اس سے منافقین ہیں) کہ وہ (آپ کی تبلیغ کے وقت ظاہر میں تو) آپ کی طرف کان لگاتے ہیں (لیکن دل سے اصلا متوجہ نہیں ہوتے) یہاں تک کہ جب وہ لوگ آپ کے پاس (یعنی اٹھ کر مجلس سے) باہر جاتے ہیں تو دوسرے اہل علم (صحابہ) سے کہتے ہیں کہ حضرت نے ابھی (جب ہم مجلس میں تھے) کیا بات فرمائی تھی (یہ کہنا ان کا باقتضائے ان کی حالت خبیثہ کے یہ معلوم ہوتی ہے کہ وہ اس سے تعریض کرتے تھے کہ ہم آپ کی باتوں کو قابل توجہ کے نہیں جانتے اور تظاہر استعلام ظاہر کرتے تھے، اور یہ بھی ان کے نفاق کا ایک شعبہ ہے ارشاد ہوتا ہے کہ) یہ وہ لوگ ہیں کہ حق تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہر کر دی ہے (پس ہدایت سے بعید ہو گئے) اور اپنی نفسانی خواہشوں پر چلتے ہیں اور (ان ہی کی قوم میں سے) جو لوگ راہ پر ہیں (یعنی مسلمان ہو چکے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو (احکام سننے کے وقت) اور زیادہ ہدایت دیتا ہے (کہ وہ ان احکام جدیدہ پر بھی ایمان لاتے ہیں اور پہلے سے بھی اس وقت تک کے احکام پر ایمان لائے ہوئے تھے پس تصدیق کے افراد باعتبار متعلقات کے بڑھ گئے اور یہ مقابل ہے طبع اللہ الخ کے) اور ان کو ان کے تقویٰ کی توفیق دیتا ہے (یعنی ایمان لانے کے بعد ان احکام پر عمل بھی کرتے ہیں اور یہ مقابل ہے اتبعوا اهواءهم کا۔ آگے ان منافقین کی وعید ہے کہ یہ جو قرآن و احکام و دلائل سن کر بھی متذکر نہیں ہوتے تو) سو (معلوم ہوتا ہے کہ) یہ لوگ بس قیامت کے منتظر ہیں کہ وہ ان پر دفعۃً آ پڑے (یہ مجاز ہے توبیخ سے یعنی کیا قیامت میں متذکر ہوں گے) سو (یاد رکھو کہ قیامت بھی نزدیک ہے چنانچہ) اس کی (متعدد) علامتیں تو آ چکی ہیں (چنانچہ بروئے حدیث خود بعثت نبویہ علامات قیامت سے ہے اور شق القمر علاوہ معجزہ نبویہ ہونے کے علامات قیامت سے بھی ہے اور لوگوں کا جھوٹا

دعویٰ کرنا نبوت کا نیز علامات قیامت ہے اور یہ سب علامات خود زمانۂ نزول قرآن میں موجود ہو چکی تھیں خواہ نزول آیت کے وقت علامات مذکورہ سب واقع ہو چکی ہوں یا بعض کا نزول عنقریب ہونے والا ہو جیسے مسیلمہ کا آخر زمانِ نبوت میں ہوا اور اگر ان میں سے بعض پیچھے ہوں تب بھی اشراط کی جمعیت کو جنسیت پر محمول کرنے سے کلام صحیح ہو سکتا ہے۔ آگے تو قت تذکر میں ان کی رائے کا فاسد ہونا اور قیامت میں تذکر کا نافع نہ ہونا جو ھل ینظرون سے اشارۃً معلوم ہو چکا تھا صراحۃً فرماتے ہیں کہ جب اب کہ وقت سمجھنے کا ہے نہیں سمجھتے) تو جب قیامت ان کے سامنے آ کھڑی ہوگی اس وقت ان کو سمجھنا کہاں میسر ہوگا (یعنی مفید نہ ہوگا) (ربط اوپر شروع سورت سے یہاں تک مومنین و کافرین و منافقین کے احوال مع مآل مذکور ہیں آگے اوروں کے سنانے کے لئے آپ کو بطور تفریع کے استقامت علی الدین و تدارک امور منتقصہ للدین کا خطاب مع اشارہ الی الجزاء وعدًا و وعیدًا فرماتے ہیں۔ قرینہ اوروں کو سنانے کا ضمیر جمع کی ہے متقلبکم و مثوٰکم میں اور حکمت آپ کو بظاہر مخاطب بنانے کی مبالغہ ہے حکم کے مہتم بالشان ہونے میں کہ جب معصوم بھی اس کا مامور ہے تو غیر معصوم کس شمار میں ہیں اور توجیہ تفریع کی یہ ہے کہ جب سامع نے دین و ایمان کی جزا اور کفر و عصیان کی سزا سن لی تو سامع کو چاہیئے کہ دین و ایمان پر قائم رہے اور جو چیز دین کی منقص بھی ہو گو مزیل نہ ہو جیسے ذنوب اولاً ان سے بچے اور احیانًا اگر ان کا صدور ہو جاوے تو استغفار سے لی الفور اس کا تدارک کرے اور حق تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کے استحضار کے ذریعہ سے جزا و سزا کو پیش نظر رکھ کر امور مذکورہ کے بجا لانے میں مستعین ہو۔

فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ

آپ اس کا یقین رکھیے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہیئے اور سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ؏

کے لئے بھی اور اللہ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی خبر رکھتا ہے

تفسیر:۔ (جب آپ مطیعین و عاصین کا حال اور مآل سن چکے) تو آپ (مثل ماضی کے مستقبل میں بھی) اس کا (بالکل وجوہ) یقین رکھئے کہ بجز اللہ کے اور کوئی قابل عبادت نہیں (اس میں دین کے تمام اصول و فروع آ گئے کیونکہ علم سے مراد علم کامل اکمل ہے اور علم کامل مستلزم ہے عمل کو پس مابہ التعبد کو اور اس عنوان سے اس لئے تعبیر کر دیا گیا کہ اساس ہے جمیع شرائع کا حاصل یہ کہ جمیع الامر و نواہی کے امتثال پر مداومت رکھو) اور (اگر احیانًا کوئی خطا سرزد ہو جاوے جو کمال دین میں مخل ہے سو گو وہ آپ سے صادر ہونے کے وقت میں بوجہ آپ کے معصوم ہونے کے واقع میں خطا نہ ہوگی بلکہ بعض اوقات من وجہ عبادت ہوگی و نیز بوجہ اس کے کہ اجتہاد سے اس کا صدور ہوا ہے وہ عبادت اور موجب اجر ہے لیکن چونکہ اس اعتبار سے کہ اس فعل کا اشتغال مخل ہو گیا اس سے افضل عمل میں اور عمل افضل کا ترک آپ کی شان ارفع کے اعتبار سے صورۃً خطا ہے اس لئے) آپ اپنی (اس خطائے صوری) کی معافی مانگتے رہیئے اور (چونکہ ایسا امر مخل بکمال دین آپ کی امت کے کسی مسلمان مرد یا عورت سے صادر ہو سکتا ہے اور وہ واقع میں بھی گناہ ہو سکتا ہے اس لئے آپ) سب مسلمان عورتوں کے لئے بھی (بخشش کی دعا مانگتے رہیئے تاکہ آپ کی شان کے مناسب جو کمال دین ہے اور اسی طرح آپ کی امت کی شان کے مناسب جو کمال دین ہے اس کی مخل چیزوں کا تدارک ہوتا رہے اور وہ محفوظ رہے) اور (یہ بھی مطلب ہے کہ) اللہ تعالیٰ تمہارے چلنے پھرنے اور رہنے سہنے کی (یعنی سب احوال و اعمال کی) خبر رکھتا ہے (پس اس کے وعدہ کے امیدوار اور اس کی وعید سے خائف رہنا چاہیئے) ف اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ذنب سے مراد ذنب مجازی ہے اور ایسے ذنب کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آپ کی خدمت میں ایک بار ابن ام مکتوم صحابی نابینا آئے، آپ اسی وقت کسی کافر کو سمجھا رہے تھے انہوں نے بیچ میں ٹوک دیا اور کچھ پوچھنے لگے، اس وقت آپ کو ناگوار ہوا جس کا ذکر سورۂ عبس کے اول میں ہے، اب ظاہر ہے کہ اگر ایک طرف ایک مسلمان ہو اور ایک طرف ایک کافر تو اس وقت مسلمان کے فرعی سوال کو ملتوی کر کے اس کافر کو اصل دین کی طرف متوجہ کرنا کوئی بہیں ما شاء کہ عبادت ہے اور آپ نے اجتہاد سے اسی کو مقدم رکھا کہ تعلیم اصل کی اہم ہے تعلیم فرع سے لیکن چونکہ مورد آیہ میں مسلمان کو نفع ہونا متیقن تھا

امر ثبات علی الایمان ۔ استغفار کفارۂ عصیان ۔ ح ۔ استحضار علم و خبر حق ۔ ربان

اور کافر کو متوہم اور متیقن مقدم ہے متوہم سے اس لئے آیات جو ظاہری عنوان سے عتاب پر مشتمل ہیں نازل ہوتی ہیں اور وہ تقدیم تعلیم عمل کی وہاں ہے جہاں تیقن و توہم میں دونوں ایک مرتبہ پر ہوں پس آپ کا فعل بھی عبادت تھا مگر جو فعل متروک ہو گیا وہ اس سے زیادہ عبادت تھی پس ایسے امور میں استغفار کا حکم ہے اور ایسے ہی امور شروع سورۃ انا فتحنا میں مراد ہیں جن کو ذنب کہکر بشارت مغفرت دی گئی خوب سمجھ لو ۔ ربط اوپر مومنین و کفار کے ذکر کے بعد منافقین کا ذکر تھا، آگے بھی ان کے حال کی زیادہ تفصیل ہے جیسا شروع سورۃ بقرہ میں مومنین و کافرین کا حال کم ہے اور منافقین کا زیادہ کیونکہ ان کا کوشش کرنا اخفاء حال میں بغرض تلبیس کے مقتضی ہے اس کے زیادہ کشف کو بمصلحت دفع تلبیس کے اور اول میں مومنین کا قول تمہید کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ

اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ کہتے رہتے ہیں کہ کوئی سورت کیوں نہ نازل ہوئی سو جس وقت کوئی صاف صاف سورت نازل ہوتی ہے اور

فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ

اس میں جہاد کا بھی ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھتے

عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ ۝ طَاعَةٌ وَقَوْلٌ مَّعْرُوفٌ ۚ فَإِذَا عَزَمَ الْأَمْرُ فَ

ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو سو عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے۔ ان کی اطاعت اور بات چیت معلوم ہے پھر جب سارا کام تیار

فَلَوْ صَدَقُوا اللَّهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۝ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا

ہی ہو جاتا ہے تو اگر یہ لوگ اللہ سے سچے رہتے تو ان کیلئے بہت ہی بہتر ہوتا۔ سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا

فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَ

میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو یہ وہ لوگ ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کر دیا پھر ان کو بہرا کر دیا اور

أَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا تو کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا دلوں پر قفل لگ رہے ہیں

إِنَّ الَّذِينَ ارْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِهِم مِّن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَى ۙ

جو لوگ پشت پھیر کر ہٹ گئے بعد اس کے کہ سیدھا رستہ ان کو صاف معلوم ہو گیا شیطان نے

الشَّيْطَانُ سَوَّلَ لَهُمْ وَأَمْلَىٰ لَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لِلَّذِينَ كَرِهُوا مَا

ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سوجھائی ہے یہ اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے لوگوں جو کہ

نَزَّلَ اللَّهُ سَنُطِيعُكُمْ فِي بَعْضِ الْأَمْرِ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِسْرَارَهُمْ ۝ فَكَيْفَ

خدا کے اتارے ہوئے احکام کو ناپسند کرتے تھے یہ کہا کہ بعض باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے اور اللہ تعالیٰ انکی خفیہ

فَكَيْفَ إِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ يَضْرِبُونَ وُجُوهَهُمْ وَأَدْبَارَهُمْ ۝ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمُ اتَّبَعُوا

باتیں کرنے لگ جاتا ہے سو ان کا کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے منہوں پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے

مَا أَسْخَطَ اللَّهَ وَكَرِهُوا رِضْوَانَهُ فَأَحْبَطَ أَعْمَالَهُمْ ۝ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ

یہ اس سبب سے کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ اسی پر چلے اور اس کی رضا سے نفرت کیا کئے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے سب اعمال کالعدم

فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ ۝ وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكَهُمْ فَلَعَرَ

کر دیئے جن لوگوں کے دلوں میں مرض ہے کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا اور ہم اگر چاہتے

فْتَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۚ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِي لَحْنِ الْقَوْلِ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ أَعْمَالَكُمْ ۝ وَلَنَبْلُوَ

تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتلا دیتے سو آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے اور آپ ان کو طرز کلام سے ضرور پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ تم سب

نَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنْكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ ۝

کے اعمال کو جانتا ہے اور ہم ضرور تمہاری سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ان لوگوں کو معلوم کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ

تفسیر:- اور جو لوگ ایمان والے ہیں وہ (تو ہمیشہ اس بات کے مشتاق رہتے ہیں کہ کلام الٰہی اور نازل ہوتا کہ ایمان تازہ ہو اور احکام جدیدہ آویں تو ان کا ثواب بھی حاصل کریں اور اگر احکام سابقہ کی تاکید ہو تو اور زیادہ ثبات حاصل ہو اور اس اشتیاق میں) کہتے رہتے ہیں کہ کوئی (نئی) سورت کیوں نہ نازل ہوئی (اگر نازل ہو تو تمنا پوری ہو) سو جس وقت کوئی صاف صاف (مضمون کی) سورت نازل ہوتی ہے اور (اتفاق سے) اس میں جہاد کا بھی (صاف صاف) ذکر ہوتا ہے تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کی) بیماری ہے آپ ان لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح (دیکھنا یک نگاہوں سے) دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو (اور اس طرح دیکھنے کا سبب خوف اور جبن ہے کہ اب حفظ وضع کے لئے جہاد میں جانا پڑا اور مصیبت آئی اور وہ جو اس طرح خدا کے حکم سے جی چراتے ہیں) سو (اصل یہ ہے کہ) عنقریب ان کی کمبختی آنے والی ہے (خواہ دنیا میں بھی کسی وبال میں گرفتار ہوں ورنہ بعد موت کے تو ضروری ہی ہے اور گو زبان سے یہ بہت باتیں اطاعت اور تعلق کی بنایا کرتے ہیں لیکن) ان کی اطاعت اور بات چیت (کی حقیقت) معلوم ہے (جس کا اب نزول حکم قتال کے وقت ان کی حالت سے سب پر ظہور ہو گیا) پھر (بعد نزول حکم قتال کے) جب سارا کام (اور سامان لڑائی کا) تیار ہو جاتا ہے تو (اس وقت بھی) اگر یہ لوگ (دعوے ایمان باللہ میں) اللہ سے سچے رہتے (یعنی دعوے ایمان کے مقتضا پر کہ عمل بالاحکام عموماً و بحکم الجہاد خصوصاً ہے عمل کرتے اور صدق دل سے جہاد کرتے) تو ان کے لئے بہت ہی بہتر ہوتا (یعنی ابتدا میں اگر منافق تھے تو اخیر ہی میں نفاق سے تائب ہو جاتے تب بھی ایمان مقبول ہو جاتا اور نہ تو اس میں منحصر نہ سمجھا جاوے کیونکہ وقت موت تک صدق مقبول ہے آگے تقویت امر جہاد و ذم متخلفین عن الجہاد کے لئے جہاد کے ترک پر ایک ظاہری محذور بھی منافقین کو بطور التفات کے خطاب کر کے بیان فرماتے ہیں کہ تم لوگ جو جہاد سے کراہت کرتے ہو) سو اس میں دنیوی مضرت بھی ہے چنانچہ) اگر تم (اور اسی طرح سب جہاد سے) کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے (یعنی ہونا چاہیے) کہ تم (یعنی مجموعہ ناس) دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو (یعنی جہاد سے بڑا فائدہ اقامت عدل و اصلاح و امن کا ہے اگر اس کو چھوڑ دیا جاوے تو مفسدین کا غلبہ ہو جاوے اور کوئی انتظام جس میں مصالح مرعی ہوں نہ رہے اور ایسے انتظام نہ ہونے کے لئے فساد اور اضاعت حقوق لازم ہے گو جہل بالاحکام الصحیحہ سے کوئی شخص اس کو ظاہری سرسری نظر سے ایسا نہ سمجھے اصلاح سمجھا جاتا ہے جیسا قوانین مخالفہ شرع کے یہی آثار مشاہد ہیں کہ ظاہراً ائتلاف اور حقیقتاً حقوق کا اتلاف پس جس جہاد میں دنیوی منفعت [illegible] کرتا آگے بطور التفات الی الغیب کے ان منافقین مذکورین کی تفہیم [illegible]

ہیں جن کو خدا نے اپنی رحمت سے دور کردیا (اس لئے اس کے احکام پر عمل کی توفیق نہ رہی) پھر (رحمت سے بعید کرنے پر یہ امر
مرتب ہوا کہ) ان کو (گوش قبول احکام الٰہیہ سننے سے) بہرا کردیا اور ان (احق کے دیکھنے سے) ان کی (باطنی) آنکھوں کو اندھا کردیا
(تو) کیا ان پر توجہ ہے کہ باوجودیکہ قرآن میں جہاد اور دیگر احکام کا وجوب صراحتاً اور دلائل حقانیت قرآن کے اور ان احکام کے مصالح و
منافع اخرویہ و دنیاویہ بھی احیاناً اور ان احکام کی مخالفت پر وعیدیں مذکور ہیں پھر بھی یہ لوگ اس طرف التفات نہیں کرتے
تو کیا یہ لوگ قرآن (کے اعجاز اور مضامین) میں غور نہیں کرتے (اس سے ان کو ملکہ نہیں ہوتا) یا (غور کرنے میں ہم) دلوں پر
(بھی) قفل لگ رہے ہیں (یہ منع الخلو ہے اور واقع میں دونوں امر مجتمع ہیں اول ان کا فعل ہوا یعنی عدم تدبر بوجہ انکار کے
پھر اس کے وبال میں قفل لگ گیا جس کو طبع اور ختم بھی کہا گیا ہے آگے اس عدم تدبر کی وجہ فرماتے ہیں) جو لوگ (حق سے) پشت
پھیر کر ہٹ گئے بعد اس کے کہ سیدھا رستہ ان کو (دلائل عقلیہ مثل اعجاز قرآن اور دلائل نقلیہ مثل پیش گوئی کتب سابقہ سے)
صاف معلوم ہو گیا شیطان نے ان کو چکمہ دیا ہے اور ان کو دور دور کی سجھائی ہے کہ ابھی بہت عمر ہے فلاں فلاں مصلحتیں موجودہ
اور آئندہ متوقع ہیں فوت ہو جاویں گی یہ اطلاع ہے اس سے کہ یہاں شیطان کا بہکانا ... ہو گیا ہے۔ حاصل یہ کہ اس عدم تدبر
کی وجہ عناد ہے کہ بعد تبیین ہدیٰ کے ارتداد علی الادبار ان سے ... ہوا پھر اس کے بعد تسویل شیطانی ہوئی اور اس تسویل
سے عدم تدبر ہوا اور عدم تدبر سے ختم اور طبع ہوا ... ارتداد علی الادبار بعد تبیین الہدیٰ) اس سبب سے ہوا کہ ان لوگوں نے ایسے
لوگوں سے جو کہ خدا کے اتارے ہوئے احکام کو (حسداً) ناپسند کرتے ہیں (مراد اس سے ... یہود ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم سے حسد کرتے تھے اور باوجود معرفت حق کے اتباع سے عار کرتے تھے حاصل یہ کہ ان منافقین نے رؤسا یہود سے یوں)
کہا کہ بعضی باتوں میں ہم تمہارا کہنا مان لیں گے (یعنی تم جو ہم کو اتباع محمد صلے اللہ علیہ وسلم سے منع کرتے ہو اس کے دو جز ہیں ایک
عدم اتباع ظاہراً، دوسرا عدم اتباع باطناً سو جز اول میں تو بمصلحت تمہارا کہنا نہیں مان سکتے لیکن جز ثانی میں مان لیں گے کیونکہ
عقائد میں ہم تمہارے ساتھ ہیں مطلب یہ کہ حق سے پھرنے کا سبب قوی تعصب اور کینہ ہے غرض ابتدا سلسلہ کی
اس سے ہے اور انتہا ختم و طبع پر) اور (گو اس قسم کی باتیں یہ منافقین خفیہ کرتے ہیں مگر) اللہ تعالیٰ ان کی خفیہ باتیں کرنے کو
(خوب) جانتا ہے (اور بعض امور پر وحی سے آپ کو مطلع کر دیتا ہے۔ آگے وعید ہے جو کہ دوسری طرح کی تفسیر کے طور پر
ہو سکتی ہے یعنی یہ جو ایسی حرکتیں کر رہے ہیں) سو ان کا کیا حال ہوگا جبکہ فرشتے ان کی جان قبض کرتے ہوں گے اور ان کے مونہوں
پر اور پشتوں پر مارتے جاتے ہوں گے (اور) یہ (عقوبت) اس سبب سے (ہوگی) کہ جو طریقہ خدا کی ناراضی کا موجب تھا یہ
اسی پر چلے اور اس کی رضا (یعنی اعمال موجبہ رضا) کیا کیے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سب کے اعمال (نیک ابتدا ہی
سے) کالعدم کر دیئے (پس اس عقوبت کے مستحق ہو گئے اور اگر کسی کے پاس کوئی عمل مقبول ہوتا تو اس کی برکت سے عقوبت
میں کچھ تو کمی ہو ہی جاتی ہے آگے واللہ یعلم اسرارہم کے مضمون کی شرح کے طور پر ہے کہ) جن لوگوں کے دلوں
میں مرض (نفاق) ہے (اور وہ اس کے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں) کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کبھی ان کی
دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرے گا (یعنی یہ ان کو کیسے اطمینان ہو گیا جبکہ حق تعالیٰ کا عالم الغیب ہونا ثابت اور مسلم ہے) اور ہم (تو) اگر
چاہتے تو آپ کو ان کا پورا پتہ بتلا دیتے سو آپ ان کو ان کے حلیہ سے پہچان لیتے (پورے پتہ کا مطلب یہی ہے کہ ہر ایک کا پورا
حلیہ بتا دیتے اور وہ حلیہ گو مفہوم کلی ہوتا مگر چونکہ کلی منحصر فی فرد واحد ہو اس کا انطباق اسی جزئی معین پر ہوتا ہے۔ اس لئے اس کلی کا بتلانا
بمنزلہ اشارہ جزئیہ کے ہے اس جزئی کی طرف) اور (گو بمصلحت ہم نے اس طرح نہیں بتلایا لیکن) آپ ان کو طرز کلام سے (اب
بھی) ضرور پہچان لیں گے (کیونکہ ان کا کلام صدق سے ناشی نہیں اور آپ کو نور فراست سے اللہ تعالیٰ نے صدق و کذب کی پہچان
دی تھی کہ صدق کا اثر قلب پر اور ہوتا تھا اور کذب کا اور آگے مومنین و منافقین سب کو خطاب میں جمع کرکے بطور ترغیب و ترہیب
کے فرماتے ہیں کہ) اللہ تعالیٰ تم سب کے اعمال کو جانتا ہے (پس مسلمانوں کو ان کے اخلاص پر جزا اور منافقین کو ان کے نفاق
و خداع پر سزا دے گا) اور (آگے احکام شاقہ مثل جہاد وغیرہ کے ایک حاکمانہ حکمت ارشاد ہے جیسا اوپر فہل عسیتم الخ
میں ایک حکیمانہ حکمت ارشاد فرمائی تھی یعنی) ہم (ایسے امور شاقہ کا حکم دے کر) ضرور تمہاری سب کی آزمائش کریں گے تاکہ ہم ظاہری
طور پر بھی) ان لوگوں کو معلوم (اور ممتاز) کر لیں جو تم میں جہاد کرنے والے ہیں اور جو (جہاد میں) ثابت قدم رہنے والے ہیں اور تاکہ

تمہاری حالتوں کی جانچ کرلیں (یہ اس لئے بڑھا دیا کہ علاوہ حکم جہاد کے اور احکام بھی داخل ہو جاویں اور علاوہ حالت جہاد وصبر کے
دوسرے حالات بھی داخل ہو جاویں) ربط اوپر شروع سورت سے یہاں تک مسلمانوں کی تحسین اور کفار کی تہجین اور درمیان میں
کفار سے جہاد کا حکم مذکور ہے، آگے خاتمہ میں ان مضامین کی کچھ تلخیص کچھ تفریع کچھ تتمیم کچھ تاکید ہے چنانچہ کفار کی مذمت تہجین
کفار کی تلخیص ہے اور اللہ ورسول کی اطاعت کا حکم تحسین مومنین پر تفریع ہے اس طور پر کہ جب اہل ایمان کے لئے ایسی ایسی خوبیاں
ثابت ہیں تو تم ان خوبیوں کی علت یعنی اطاعت کو مت چھوڑنا اور ان خوبیوں کے منافی یعنی ابطال عمل سے بچنا، پھر اس تحسین و
تہجین کے مجموعہ پر کہ فلا تھنوا کی تفریع ہے کہ جب دونوں فریق میں یہ تفاوت ہے تو مقبولین کو مخذولین سے دبنا نہ چاہئے اور یہ
مضمون تاکید ہے فضرب الرقاب کی اور انفاق فی سبیل اللہ کی ترغیب کا مضمون حکم جہاد کی تتمیم ہے اور بالکل ختم پر
مضمون ترہیب کا ان مذکورہ وغیر مذکورہ جمیع اوامر ونواہی کی تاکید ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَشَاقُّوا الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا

بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستہ سے روکا اور رسول کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو رستہ

تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدَىٰ لَن يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا وَسَيُحْبِطُ أَعْمَالَهُمْ ۝ يَا أَيُّهَا

نظر آچکا تھا یہ لوگ اللہ کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مٹا دیگا اے ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَلَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ ۝ إِنَّ الَّذِينَ

والو اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال کو برباد مت کرو بے شک جو

كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ مَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۝ فَلَا

لوگ کافر ہوتے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر گئے سو خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا

تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ وَلَن يَتِرَكُمْ أَعْمَا

تو تم ہمت مت ہارو اور صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور تمہارے اعمال میں

لَكُمْ ۝ إِنَّمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَلَهْوٌ وَإِن تُؤْمِنُوا وَتَتَّقُوا يُؤْتِكُمْ أُجُورَكُمْ

ہرگز کمی نہ کریگا یہ دنیوی زندگانی تو محض ایک لہو ولعب ہے اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو تو تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور

وَلَا يَسْأَلْكُمْ أَمْوَالَكُمْ ۝ إِن يَسْأَلْكُمُوهَا فَيُحْفِكُمْ تَبْخَلُوا وَيُخْرِجْ أَضْغَانَكُمْ

تم سے تمہارے مال طلب نہیں کرے گا اگر تم سے تمہارے مال طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے تو تم بخل کرنے

هَا أَنتُمْ هَٰؤُلَاءِ تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ ۖ وَمَن

لگو اور اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے ہاں تم لوگ ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کیلئے بلایا جاتا ہے سو بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل

يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ ۚ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاءُ ۚ وَإِن تَتَوَلَّوْا

کرتے ہیں اور جو شخص بخل کرتا ہے تو وہ خود اپنے سے بخل کرتا ہے اور اللہ تو کسی کا محتاج نہیں اور تم سب محتاج ہو اور اگر تم روگردانی کرو گے

یَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ ثُمَّ لَا یَکُوْنُوْۤا اَمْثَالَکُمْ

تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم پیدا کر دے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے

تفسیر:- بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے (اوروں کو بھی) اللہ کے رستہ (یعنی دین) سے روکا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مخالفت کی بعد اس کے کہ ان کو (دین کا) رستہ (دلائل عقلیہ سے مشرکین کے لئے اور نقلیہ سے بھی اہل کتاب کے لئے) نظر آ چکا تھا یہ لوگ اللہ (کے دین) کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے (بلکہ یہ دین ہر حال میں پورا ہو کر رہے گا چنانچہ ہوا) اور اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو (جو دین حق کے مٹانے کے لئے عمل میں لا رہے ہیں) مٹا دے گا (یہ تمہید تھی مسلمانوں کی تحذیر کی آگے ترغیب اطاعت کے ساتھ اس تحذیر کی تصریح ہے کہ) اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو اور (چونکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ ہی کا حکم بتلاتے ہیں خواہ خاص جزئی کی وجہ سے یا کلی وحی شدہ میں کسی جزئی کو داخل کرنے سے اس لئے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (بھی) اطاعت کرو اور (کفار کی طرح اللہ و رسول کی مخالفت کر کے) اپنے اعمال کو برباد مت کرو (اگر یہ مخالفت نفس ایمان میں ہے تب تو برباد ہونا اس لئے ہے اس لئے کہ کفر اگر سابق ہے جیسے کافر اصلی کا کفر تو یہ منافی صحت عمل ہے اور اگر لاحق ہے جیسے مرتد کا کفر تو وہ حابط عمل ہے اور اگر مخالفت نفس ایمان میں نہیں بلکہ کسی عمل میں ہے جیسے عصاۃ مومنین کا عصیان تب برباد ہونے کی یہ صورت ہے کہ جو ایک عمل کسی دوسرے عمل کی صحت یا بقا کی شرط ہے اس میں خلل ڈالا جائے جس کی تفصیل پارہ سوم آیت یا ایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقاتکم الخ کی تفسیر میں گذری ہے اور ہر چند کہ کفار جو مخالفت کرتے تھے وہ نفس ایمان ہی میں تھی جو کہ مرتبہ بشرط شیئ میں ہے لیکن چونکہ اس میں لا بشرط شیئ کا مرتبہ بھی پایا جاتا ہے جو کہ تمام مراتب میں مشترک ہے، اس لئے تحذیر میں اس مخالفت کو از قبیل مخالفت کفار قرار دینا جیسا مترجم نے بقرینہ مقام اس لفظ سے کہ کفار کی طرح اس کا اعتبار کیا ہے مضائقہ نہیں اور اوپر تو الذین کفروا وصدوا کا خسران فی الدنیا ذکر تھا، آگے اس کا خسران فی الاٰخرۃ کا ذکر فرماتے ہیں کہ) بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور انہوں نے اللہ کے رستے سے روکا پھر وہ کافر ہی رہ کر مر (بھی) گئے سو خدا تعالیٰ ان کو کبھی نہ بخشے گا (عدم مغفرت کے لئے کفر کے ساتھ صد عن سبیل اللہ شرط نہیں بلکہ صرف کفروا الی الموت تک کا یہی اثر ہے لیکن زیادت تشنیع کے لئے یہ قید واقعی بڑھا دی کہ اس وقت کے رؤسا کفار میں یہ امر بھی متحقق تھا آگے مسلمین کے مدائح اور کفار کے قبائح پر بطور تفریع کے فرماتے ہیں کہ جب معلوم ہو گیا کہ مسلمان خدا کے محبوب اور کفار مبغوض ہیں) تو (اے مسلمانو) تم (کفر کے مقابلہ میں) ہمت مت ہارو اور (ہمت ہار کر ان کو) صلح کی طرف مت بلاؤ اور تم ہی غالب رہو گے (اور وہ مغلوب ہوں گے کہ تم محبوب ہو اور وہ مبغوض ہیں) اور اللہ تمہارے ساتھ ہے (یہ تو تم کو دنیا کی کامیابی ہوئی) اور (آخرت میں یہ کامیابی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ) تمہارے اعمال (کے ثواب) میں ہرگز کمی نہ کرے گا (یہ تو تشجیع سے جہاد کی ترغیب تھی آگے تزہید سے جہاد کی ترغیب اور انفاق فی سبیل اللہ کی تمہید ہے کہ) یہ دنیوی زندگانی تو محض ایک لہو و لعب ہے (اگر اس میں جان اور مال کو تمتع کے لئے بچانا چاہے تو وہ تمتع ہی کتنے دن کا ہے اور کیا اس کا حاصل) اور اگر تم ایمان اور تقویٰ اختیار کرو (جس میں جہاد بالنفس والمال بھی آگیا) تو (تم کو تو اپنے پاس سے نفع پہنچا دے گا اس طرح سے کہ) تم کو تمہارے اجر عطا کرے گا اور تم سے کسی نفع کا طالب نہ ہوگا (چنانچہ) تم سے تمہارے مال (تک بھی جو کہ جان سے اہون ہے اپنے نفع کے لئے) طلب نہیں کرے گا (جب مال سے ایسی چیز نہیں طلب کرتا جس کا دینا آسان ہے تو جان جس کا دینا مشکل ہے وہ تو کیوں طلب کرے گا چنانچہ ظاہر ہے کہ ہمارے جان و مال کے خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں اور نہ یہ ممکن ہے وہذا کقولہ تعالیٰ وھو یطعم ولا یطعم اور یسئلکم کا ترتب ان تؤمنوا پر جیسا کہ اس کے جزا ہونے کا مقتضا ہے اس معنی نہیں ہے کہ اگر ایمان نہ لاؤ تو تمہارا مال لے لیگا بلکہ اس معنی ہے کہ ایمان نہ لانے والے سے تو ہماری کوئی خصوصیت ہی نہیں اس میں تو سوال اموال کا احتمال ہی نہیں البتہ شاید ایمان لانے کی صورت میں ڈرتا کہ کہیں دوستی میں فرمائشیں نہ ہونے لگیں جیسا اکثر اہل دنیا میں مشاہدہ کیا جاتا ہے اس لئے بطور مبالغہ کے اس کو اس پر مرتب فرمایا کہ اگر تم ایمان بھی لے آؤ تب بھی ہم تم سے اپنے لئے مال طلب نہ کریں اور اپنے نفع کے لئے سوال کرنا تو سوال کی ایک فرد محال ہے اس کا تو احتمال ہی نہیں ہماری طرف سے تو سوال کی بعض فرد ممکن بھی کہ وہ سوال ہے

[illegible]

جمیع مال کا واقع نہیں ہوئی کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثر لوگوں کو تمام مال کا خرچ کرنا ناگوار ہے چنانچہ) اگر (امتحاناً) تم سے تمہارے مال
طلب کرے پھر انتہا درجہ تک تم سے طلب کرتا رہے (یعنی سب مال طلب کرنے لگے) تو تم (یعنی تم میں سے اکثر) بخل کرنے لگو (یعنی
دینا گوارا نہ کرو) اور (اس وقت) اللہ تعالیٰ تمہاری ناگواری ظاہر کر دے (یعنی نہ دینے سے کہ فعل ظاہری ہے باطنی ناگواری کھل
جاوے اس لئے یہ فرد ممکن بھی واقع نہیں کی گئی اور) ہاں (اس فرد ممکن پر ترتب بخل اور اخراج اضغان کی دلیل صاف یہ ہے کہ) تم لوگ
ایسے ہو کہ تم کو اللہ کی راہ میں (جس کا نفع تمہاری طرف عائد ہونا یقینی ہے تھوڑا سا حصہ مال کا) خرچ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے
(اور بقیہ اکثر تمہارے قبضہ میں چھوڑ دیا جاتا ہے) سو (اس پر بھی) بعضے تم میں سے وہ ہیں جو بخل کرتے ہیں (تو ایسے موقع قلیل میں
جب یہ تو معلوم ہو گیا کہ اگر وہ فرد مذکور کہ اس سے بدرجہا اشق و اشد ہے واقع ہوتی تو جیسے اب بعض قلیل بخل کرتے ہیں اس وقت
بعض کثیر بلکہ اکثر بخل کرتے جیسا کہ طبائع کے انداز سے صاف ظاہر ہے) اور (آگے اس فرد واقع پر بخل کی مذمت ہے کہ) جو
شخص (ایسی جگہ خرچ کرنے سے) بخل کرتا ہے تو وہ (در حقیقت) خود اپنے سے بخل کرتا ہے (یعنی اپنے ہی کو اس کے نفع دائمی سے
محروم رکھتا ہے) اور (نہیں تو) اللہ تو کسی کا محتاج نہیں (تا کہ احتمال اس کے ضرر کا ہو) اور (بلکہ) تم سب (اس کے) محتاج ہو
(اور تمہاری ہی احتیاج کی رعایت سے تم کو انفاق کا حکم کیا گیا کیونکہ آخرت میں تم کو ثواب کی حاجت ہوگی اور طریق اس کا یہی اعمال
ہیں اب تم اپنا نفع نقصان دیکھ لو اور اول تو ہم کو کسی عامل کے نفس عمل ہی کی حاجت نہیں) اور اگر (بعض حکمتوں کی وجہ سے دنیا میں
ایسے لوگوں کا جو کہ اعمال صالحہ کریں رکھنا ہی ہوگا اور) تم (ہمارے احکام سے) روگردانی کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہاری جگہ دوسری قوم
پیدا کر دے گا (اور) پھر وہ تم جیسے (روگردانی کرنے والے) نہ ہوں گے (بلکہ نہایت فرمانبردار ہوں گے اور یہ کام ان سے لیا
جاوے گا اور اس طرح وہ حکمت پوری ہو جاوے گی) **ف** فلا تهنوا وتدعوا میں جو صلح کی ممانعت ہے تو اس سے مراد مطلق صلح
نہیں بلکہ صرف وہ صلح جس کا منشا محض ضعف ہمت ہو جو کہ معصیت ہے اور ظاہر ہے کہ جب معصیت ناجائز ہے اس پر کسی عمل کا مرتب
کرنا بھی جائز نہ ہوگا اور جو صلح کسی مصلحت سے ہو گو وہ مصلحت ضعف قوت جسمانی یا قلت عدد یا قلت سامان ہو وغیر ذلک وہ جائز ہے
اور انتم الاعلون میں جو غلبہ کی بشارت دی ہے اگر یہ خاص مخاطب کے اعتبار سے ہے تب تو کچھ اشکال ہی نہیں کیونکہ
اسی طرح واقع ہوا اور اگر عام مومنین کے اعتبار سے ہے تو دوسری جگہ انتم الاعلون کو ان کنتم مومنین یعنی کامل الایمان
کے ساتھ مقید فرمایا ہے اور اس کی پوری تحقیق پارہ ششم آیت ومن یتول اللہ ورسولہ الخ کی تفسیر کے ذیل میں گذری ہے

سُوْرَةُ الْفَتْحِ مَدَنِيَّةٌ وَهِيَ تِسْعٌ وَعِشْرُوْنَ اٰيَةً -

ربط، سورۃ سابقہ کے ختم میں بذل نفس واموال فی سبیل اللہ کی ترغیب تھی اور اس تمامی سورت میں اس بذل کے چند مواقع
مذکور ہیں، فائدہ، اس سورت کی مختلف آیتوں میں متعدد واقعات کی طرف اشارہ ہے سہولت فہم آیات کے لئے ان واقعات
کو لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے **واقعہ اول** حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں خواب دیکھا کہ ہم مکہ میں امن و امان
کے ساتھ گئے اور عمرہ کر کے حلق و قصر کیا آپ نے یہ خواب صحابہ سے بیان فرمایا گو آپ نے تعیین مدت کی نہ فرمائی تھی مگر شدت
اشتیاق سے اکثروں کا خیال اس طرف گیا کہ امسال عمرہ میسر ہوگا اور اتفاقاً آپ کا قصد بھی عمرہ کا ہو گیا **واقعہ دوم** آپ
بقصد عمرہ ہمراہی تخمیناً ڈیڑھ ہزار آدمیوں کے مکہ کو چلے اور ہدی بھی آپ کے ساتھ تھی جب یہ خبر مکہ میں پہنچی، قریش نے بہت سا
مجمع کر کے اتفاق کر لیا کہ آپ کو مکہ میں نہ آنے دیں گے چنانچہ آپ نے حدیبیہ میں جو مکہ سے قریب ہے قیام فرمایا **واقعہ سوم**
آپ نے مکہ میں ایک قاصد بھیجا کہ ہم لڑنے نہیں آتے ہیں، ہم کو آنے دو عمرہ کر کے چلے جاویں گے، مگر اس کو کچھ جواب نہ ملا یہاں تک کہ آپ
نے اس کام کے لئے حضرت عثمان کو بھیجا اور ان کی زبانی بھی قریش کو یہی پیغام کہلا بھیجا اور بعضے مسلمان مرد اور عورت جو مکہ میں مغلوب
و مظلوم تھے ان کو بشارت کہلا بھیجی کہ اب عنقریب مکہ میں اسلام غالب ہو جاوے گا حضرت عثمان رض کو قریش نے روک لیا ان کی واپسی میں
جو دیر ہوئی یہاں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضرت عثمان قتل کر دیئے گئے، اس وقت آپ نے اس خیال سے کہ شاید لڑائی کا موقع پیش آئے
سب صحابہ سے ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر جہاد کی بیعت لی جب قریش کو بیعت کی خبر پہنچی ڈر گئے اور حضرت عثمان رض کو واپس بھیج دیا

ٹیلیفون نمبر ۶۹۶۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
ہر قسم کی خط و کتابت میں
اپنا نمبر خریداری ضرور لکھئے
ورنہ شکایت کی تعمیل نہ ہو گی
(منیجر)

قیمت سالانہ ۶ روپے
ممالک غیر سے ۱۰ شلنگ
قیمت فی پرچہ ۸ / ۳

نمبر ۷	بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۶۶ھ مطابق جون ۱۹۴۷ء	جلد ۱۲

شذرات

(سید عزیز حسن دہلوی)

۴۶ دن کے کرفیو کے بعد

دہلی میں ۴۶ دن کرفیو رہا۔ کاپی نویس، چھاپے خانے والے، دفتری سب اپنے کاموں پر اس لئے نہ آ سکتے کہ ہر طرف محذوش تھے، چھرے بازی کا زور تھا، انسان درندے بن ہو گئے تھے، جان سب کو پیاری ہوتی ہے، اس لئے کام مجبوراً معطل رہا۔

گذشتہ مہینہ جمادی الثانی کا پیشوا کہا نہیں جا سکتا کہ کس طرح روانہ ہوا، کن خطرات کا مقابلہ کر کے اس کو دیر سویر کا خیال کئے بغیر شائع کر دیا گیا، لیکن رجب کا پیشوا اور زیادہ دیر میں شائع ہوا۔

جب تک ہندوستان میں حالات نارمل نہ ہوں، جھگڑے فساد کا خاتمہ نہ ہو، ہندو مسلمانوں میں اعتماد پیدا نہ ہو کہا نہیں جا سکتا کہ پیشوا وقت پر شائع ہو سکے گا یا نہیں۔ اس لئے جب پیشوا پہنچ جائے غنیمت سمجھئے۔

فاتح بیت المقدس کی سوانحمری

یعنی سلطان اعظم حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی فاتح بیت المقدس کی سوانح عمری بصرف کثیر شائع ہو گئی ہے، جوان مسلمانوں کو زیادہ شوق سے پڑھنی چاہئے جن پر ہندوؤں کا خوف مسلم لیگ کی تحریک سے مسلط ہو گیا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ اس مرد مجاہد نے تمام یورپ کی متحدہ طاقت، مجنونانہ صلیبی جوش کا کیونکر مردانہ وار مقابلہ کیا۔ اور کیسے اسلامی اخلاق سے عیسائیت اور صلیبی جوش پر فتح حاصل کی۔

صلاح الدین پر یورپ و امریکہ میں سینکڑوں کتابیں لکھی گئیں، لیکن اردو زبان میں کوئی مستند، مدلل، مکمل سوانح عمری نہ تھی، جس کو اس کتاب نے پورا کیا ہے۔ صلاح الدین ان لوگوں کو پڑھنی چاہئے، جو فرقہ وارانہ فساد میں اندھے ہو کر ہمسایہ اقوام پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑتے ہیں، تاکہ ان کو معلوم ہو سکے کہ شمشیر بکف سلطان، اللہ کا سپاہی کیسا انسانیت نواز، رحم دل، مہذب اور شریف تھا۔ جو غیر مسلموں کے بچوں پر مسلمانوں سے زیادہ شفیق، غیر مسلم خواتین کے لئے باپ اور بھائی سے زیادہ رفیق، غیر مسلم بوڑھوں اور بیماروں کے لئے نگہبان و تیمادار فاتح بیت المقدس نے اپنے اعلیٰ اسلامی کردار

(سید عزیز حسن ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر نے کمال ہند پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر رسالہ پیشوا احاطہ حسن دہلی سے شائع کیا)

ــت دشمنوں کو دوست اور دوستوں کو جاں نثار کیونکر بنایا؟ اس کو اگر مطالعہ کرنا ہو تو ایوبی آج ہی منگوا لیجئے۔ جو حضرت مجاہد اعظم سلطان صلاح الدین ایوبی کی سب سے بڑی اور سب سے جامع، سب سے مستند سوانح عمری ہے، جس کو پڑھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان کیسے بہادر اور اعلیٰ اخلاق کے مالک ہوتے تھے۔ صلاح الدین جیسے ہیرو ہر قوم کے لئے باعث فخر ہوتے ہیں، مگر صلاح الدین ایوبی کا ثانی اس وسیع خطۂ ارضی پر آج تک پیدا نہیں ہوا۔

صلاح الدین مسلمانوں ہی کے لئے باعث فخر نہیں ہے، بلکہ تمام ایشیا کے لئے باعث فخر ہے، جس نے دنیا میں بھی جمہوریت، اخوت مساوات کی بنیاد ڈالی، اور درندہ صفت عیسائیوں کو اپنے اعلیٰ اخلاق سے اسلام کا شیدائی بنا دیا۔

ایوبی کی لکھائی چھپائی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ سفید چکنا نفیس ہے۔ ضخامت ۳۱۲ صفحے۔ ٹائٹل دو رنگا۔ حضرت شہزادی کا بیت المقدس میں فاتحانہ داخلہ۔ قیمت تین روپے علاوہ محصول ڈاک۔

آج ہی ایک کارڈ لکھ کر منگوا لیجئے، ورنہ ممکن ہے کہ آپ اس بڑی نعمت کو حاصل کرنے میں غفلت برتیں اور کتاب ختم ہو جائے۔

تجرید بخاری کا نیا ایڈیشن

تجرید بخاری حدیث کی وہ معرکۃ الآرا کتاب ہے جو لاکھوں کی تعداد میں شائع ہو چکی ہے۔ کیونکہ پوری بخاری میں اور تجرید میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف یہ کہ ایک حدیث کو اگر چند راویوں نے بیان کیا ہے، تو اس کو بار بار نقل کرنے کی بجائے پوری حدیث سب سے مستند راوی کے ذریعہ نقل کر دی گئی۔

یہی تجرید بخاری شریف اب مصر و حجاز، عراق، شام ترکی و افغانستان، یمن و ایران وغیرہ تمام اسلامی ممالک میں پڑھائی جاتی ہے، کیونکہ وقت بچتا ہے۔

ہندوستان کے اکثر مدارس کے نصاب میں اب تجرید بخاری ہی داخل ہے۔

ان تمام تجریدوں میں سب سے زیادہ مستند جامع مکمل تجرید مصر کے دوسری صدی کے نامور عالم حضرت ابن مبارک ہیں، جن کی تجرید بخاری کا ترجمہ پیشوا بک ڈپو نے بارہا چھاپا ہے۔

لیکن تازہ ایڈیشن میں اس کا سائز ۲۲x۱۰ سے بدل کر تراجم حدیث کے مقبول سائز ۲۲x۳۰ پر کر دیا گیا ہے اور اس میں بخاری کے تمام راویوں کے حالات بھی جمع کر دیئے گئے ہیں۔

تجرید بخاری کی قیمت تیاری پر چھ روپے ہوگی، اور محصول ڈاک ایک روپیہ ہوگا، کیونکہ کاغذ کی خریداری کے لئے روپے کی ضرورت ہے۔

لیکن اگر ایک ہزار بخاری کے خریدار تیار ہو جائیں، اور پیشگی قیمت بھیج دیں تو ان کو بخاری میں ایک روپے کی رعایت ہو جائے گی، یعنی محصول ڈاک دفتر ادا کرے گا۔ ان کو صرف پانچ روپے پیشگی بھیجنے ہوں گے کتابت ختم ہو چکی ہے، صرف اتنی دیر ہے کہ کاغذ کے لئے یکمشت رقم جمع ہو جائے تو پریس میں چھپنے کے لئے دیدی جائے۔

جن حضرات کو بخاری شریف جیسی اہم کتاب کے مطالعہ کی ضرورت ہے، ان کو فوراً پانچ روپے کا منی آرڈر منیجر رسالہ پیشوا دہلی کے نام بھیجنا چاہیئے، تاکہ ان کی مدد سے رقم سے کاغذ خریدنے میں آسانی ہو، اور یہ بڑی جلدی چھپ کے ہو جائے۔

اسلامی تعلیم

ہندوستان میں اسلامی تعلیم فقہ کی سب سے مستند کتاب ہے، جو گذشتہ سات سال سے ناپید ہے۔ اس پر نظر ثانی ہو چکی ہے۔ کتابت کے لئے اس وقت دی جائیگی جب ایک ہزار خریدار صرف اس کی خریداری کی اطلاع دے دیں۔

خریداروں میں نام لکھوانے کے لئے صرف دو روپے پیشگی بھیج دیجئے، تاکہ چھپائی کے وقت اس کا خیال رکھا جائے کہ اردو زبان میں اسلام کی مکمل انسائیکلوپیڈیا، جو تقریباً پانچ لاکھ مسلمانوں کی نظر سے گذر چکی ہے، جس کو پانسو علماء کرام نے مستند، جامع فقہ تسلیم کیا ہے، جس میں کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے، جو تشنہ چھوڑ دیا گیا ہو۔

اسلامی تعلیم کا سائز بھی اس مرتبہ ۲۲x۲۰ ہوگا ضخامت پہلے سے بڑھ جائے گی، کتابت اور طباعت اول درجے

کی جگہ لال رنگ کا نقطہ لگایا جائے گا۔

ایک ہزار خریداروں کے خطوط اور دو دو روپے فی خریدار آتے ہی کتاب اسلامی تعلیم کی چھپائی شروع کر دی جائے گی، اور اسی طرح ایک نایاب کتاب جلد سے جلد زیورِ طبع سے آراستہ ہو گی۔

خواجہ صاحب کو چیلنج

یادش بخیر! حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب جن کے سو فیصدی جھوٹ کو بار ہا پیشوا کے پڑھنے والے ملاحظہ فرما چکے ہیں، جو کانگریسی مسلمانوں کے قتلِ عام کا فتوے سامراج اور اس کے پٹھوؤں کو خوش کرنے کے لئے قرآن حکیم کو ریکی بنا کر شملہ کی پہلی گول میز کانفرنس پر دے کر غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے ہیں، ان کا تازہ تاریخی شاہکار ملاحظہ ہو۔

"امیر معاویہ نے حضرت علیؓ کی خلافت سے بغاوت کی اور صفین کی لڑائی ہوئی جس میں امیر معاویہ ہار گئے، اور انہوں نے ایک سیاسی حکمت سے ایک خارجی کے ہاتھ سے حضرت علیؓ کو شہید کرا دیا"

(منادی یکم مئی صفحہ ۲ کالم ایک)

اس سے پہلے خواجہ صاحب نے اپنی تالیف محرم نامہ میں حضرت علیؓ کی شہادت پر جو بحث کی ہے اس میں کہیں جناب معاویہ پر شہادت علیؓ کا الزام نہیں لگایا ہے۔

میں نے اہل بیت رسول پاکؐ کے متعلق درجنوں مضامین لکھے ہیں۔ متعدد کتابیں میری تصنیف ہیں۔ جن کے لئے مجھے صد ہا شیعی اور سنی کتابیں پڑھنی پڑی ہیں جن میں مستند بھی ہیں، اور غیر مستند بھی۔ لیکن کسی غیر محتاط شیعہ نے بھی یہ الزام جناب معاویہ پر نہیں لگایا۔

میں یہ ظاہر کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عقیدتاً تفضیلی ہوں، تفضیلت مولا کا معترف ہوں، روحانی خلافت حضور مولا علیؓ کی بلا فصل مانتا ہوں، اور دنیوی خلافت کو روحانی خلافت کے مقابلہ میں بہت ہی ادنیٰ درجے کی چیز سمجھتا ہوں۔

جناب معاویہ کے متعلق جو الزام حضرت علیؓ کو ستانے ان سے بغاوت کرنے کے متعلق کتب معتبرہ میں میری نظر سے گذرے ہیں، ان میں کہیں حضرت علیؓ کی شہادت کو جناب معاویہ کے سر نہیں تھوپا گیا۔

میں حضرت علیؓ کے باغیوں کو خدا کا باغی سمجھتا ہوں۔ کیونکہ فخر کائنات نے عید غدیر پر فرمایا۔

"جو علیؓ کا دشمن وہ میرا دشمن، جو میرا دشمن وہ خدا کا دشمن"

"میں جس کا مولا ہوں، اس کا علیؓ مولا ہے"

ان فرامین رسالت کی موجودگی میں اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر اکابر صحابہ کے بیعت کرنے کے بعد جناب معاویہ کو کوئی حق نہ تھا کہ وہ حضرت علیؓ کے خلاف بغاوت کرتے۔ پھر اس بغاوت کے سلسلے میں جمہوریت اسلام کو مکر و حیلہ، دغا و فریب سے فنا کرنا، اور حضرت علیؓ پر محراب و منبر سے تبرا پڑھوانا ایسے زبردست جرائم ہیں، جن کی کوئی صفائی نہیں کی جا سکتی۔ اور میں اس کو جناب معاویہ کی بدترین معصیت اور ناقابل معافی و تلافی گناہ سمجھتا ہوں۔

لیکن حضرت علیؓ کی شہادت اور معاویہ کی سازش سے بالکل غلط ہے۔ تاریخ اس باب میں بالکل خاموش ہے۔ جو حالات مستند مورخین سے ہم تک پہنچے ہیں، وہ یہ ہیں کہ

"چار خارجیوں نے علی، سعد، معاویہ پر قاتلانہ حملے کے لئے سازش کی۔ معاویہ اس روز مسجد میں نماز پڑھانے آئے نہیں اس سے بچ گئے۔ حضرت علیؓ نے مسجد میں امامت کی، ابن ملجم ملعون نے حملہ کیا، اور حضرت علیؓ شہید ہو گئے"

پھر شہادت مولیٰ یہ کیسی سازش تھی کہ خود معاویہ کا قتل بھی اس میں شامل تھا، تو کیا دنیا میں کوئی ایسا سازشی گذرا ہے؟

حضرت علیؓ کی شہادت دنیا کا سب سے بڑا المیہ حادثہ ہے، لیکن تاریخ جس شخص کو ملزم کی حیثیت سے پیش کرتی ہے، وہ ابن ملجم ہے، معاویہ نہیں ہے۔ اگر معاویہ ہوتے تو حضرات (امامین حسنؓ و حسینؓ) ایسے

نالائق نہ تھے کہ اپنے باپ کے حقیقی قاتل سے غافل رہتے اور بنی فاطمہ کے خروج میں اس کا تذکرہ نہ ہوتا۔

حضرت علیؑ کی روحانیت کی اس سے زیادہ توہین کیا ہوگی کہ آپ نے حملہ سے پہلے قاتل کو تو بتا دیا لیکن سازش سے بے خبر رہے، اور اپنے سب سے بڑے دشمن اور حقیقی قاتل کو نہ پہچان سکے۔ جب ابن ملجم گرفتار ہوکر حضرت کے سامنے لایا گیا، تو اس وقت بھی آپ کی زبان مبارک سے کوئی کلمہ ایسا نہیں نکلا جس سے اشارتاً یا کنایتہً ہی یہ ثابت ہوسکے کہ اس حملہ کی سازش میں معاویہ شریک ہیں۔ جب ابن ملجم کو حضرت علیؓ کے جانشین امیرالمومنین سیدنا امام حسنؑ قتل کرتے ہیں۔ خلیفہ مقرر ہوتے ہیں اور خلافت ترک کرتے ہیں اس کے بعد جب تک دنیا سے پردہ نہیں فرماتے۔ اس وقت تک کبھی کسی رازدار سے رازدار، حتیٰ کہ حضرت امام حسینؑ پر بھی یہ راز ظاہر نہیں فرماتے کہ حضرت علیؓ کے حقیقی قاتل معاویہ ہیں۔ ابن ملجم تو محض بھاڑے کا ٹٹو تھا۔

خواجہ صاحب چشتی بسری نہیں لکھ رہے ہیں کہ جو رطب و یابس چاہا اس میں بھر دیا۔ یہ آخری چہار شنبہ کی تاریخ نہیں ہے کہ اس کو حضرت محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کے غسل کی جھوٹی نسبت دے دی۔ یہ تاریخ اسلام کی اہم ترین شخصیت کی مظلومیت اور سفاکی کا اہم ترین واقعہ ہے۔ یہ ایک تاریخی بحث ہے یہ ایک علمی بحث ہے یہ تاریخ کا ایک بڑا ورق ہے، جو وہ پلٹنا چاہتے ہیں، اس لئے ان کا فرض ہے کہ وہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے مستند شیعی اور سنی مورخین کی کتابوں کے حوالے دیں، لیکن کتابیں وہ ہوں جو عام کتب خانوں میں مل جائیں، یا جس کو وہ سب مسلمانوں کو مجمع عام میں دکھائیں۔

ہم خواجہ صاحب کے بیان کا دو ہفتہ انتظار کریں گے اس کے بعد خواجہ صاحب کی جاہلانہ اور جھوٹی تاریخ دانی سے دنیا کو نجات دلانے کے لئے اہم قدم اٹھانے سے پہلے خواجہ صاحب کے محو چشتی پا مالی کے بھاگنے کا اعلان کریں گے۔

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینے میں ختم ہو رہی ہے ان میں

ایک آپ بھی ہیں، اور آپ کا نمبر خریداری .... ہے

اگر آپ سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا چاہیں تو کم سے کم دو نئے خریدار فراہم کر لیجئے، اور سب کی قیمت آج ہی دفتر رسالہ پیشوا دہلی کو روانہ کر دیجئے۔ اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو از راہ کرم ایک خط اسی وقت منیجر رسالہ پیشوا دہلی کے نام لکھ دیجئے کہ

"سال آئندہ کے لئے خریداری منظور نہیں"

آپ کے اس کارڈ کے وصول ہوتے ہی آپ کا نام رجسٹر خریداران سے بصد افسوس خارج کر دیا جائے گا اور اگر آپ نے منی آرڈر نہ بھیجا یا عدم خریداری کا خط نہ لکھا تو حسب دستور آپ کو کوئی وی۔ پی نہ بھیجا جائے گا، کیونکہ وی۔ پی بھیجنے کا قاعدہ بند کر دیا گیا ہے۔ وی۔ پی آنے کا انتظار نہ کیجئے، اور آج ہی قیمت بذریعہ منی آرڈر روانہ کر دیجئے۔

منیجر رسالہ پیشوا دہلی

احکام القرآن

(قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو حضرت قارئین پیشوا کے لئے لکھی گئی)

(از حضرت علامہ ؟ عارفیق صاحب بلند شہری)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۲۲۷)

کفر و معاصی میں والدین کی اطاعت جائز نہیں اور والدین سے سلوک کا بیان

وان جاھداک علیٰ ان تشرک بی ما لیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔ واتبع سبیل من اناب الی۔ ثم الی مرجعکم فانبئکم بما کنتم تعملون۔

اگر تیرے ماں باپ تجھ سے چاہیں کہ تو میرے ساتھ کسی اور کو جس کا تجھے علم نہیں ہے شریک کرے تو ان کی اطاعت نہ کر لیکن دنیا میں اچھی طرح ان کی رفاقت کرنا اور ہر وقت ان لوگوں کے طریقے کی جو میری طرف رجوع ہیں پیروی کر آخر میری طرف تم سب کو آنا ہوگا اس وقت ہم تمہیں بتا دیں گے کہ تم کیا کرتے تھے۔

تفسیر: مشہور صحابی حضرت سعد بن وقاص رض فاتح عراق نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ جب تک سعد اسلام سے نہ پھرے گا میں نہ تو سایہ میں بیٹھوں گی اور نہ کھانا کھاؤں گی۔ اس واقعہ پر تین دن گذر گئے تو حضرت سعد رض نے حضور سے اس کا ذکر کیا اور ایک روایت یہ ہے کہ حضرت سعد رض نے واقعہ عرض کرکے یہ بھی کہا کہ "اگر ماں ستر مرتبہ زندہ ہو کر بھی مر جائے تب بھی میں اسلام سے نہ پھروں گا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ماں باپ شرک پر مجبور کریں تو اس معاملہ میں ان کی اطاعت نہ کر۔

اس سے معلوم ہوا کہ شرک کے معاملہ میں والدین کی اطاعت ناجائز ہے۔ تو دوسروں کی اطاعت بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی۔ اسی طرح تمام معاصی میں والدین کی اطاعت ممنوع ہے۔ البتہ غیر معاصی میں اطاعت وہ بقدر استطاعت جائز ہے۔ چنانچہ حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ "اگر ماں باپ تجھ کو یہ حکم دیں کہ تو اپنے اہل و عیال اور مال کو چھوڑ دے تو ان کے حکم کی اطاعت کر"۔ اسی بنا پر والدین کے ساتھ احسان و سلوک واجب ہے اور ان کی دنیوی خدمت ضروری۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر ماں باپ، دادا، دادی وغیرہ کافر ہوں اور محتاج ہوں تو اولاد پر ان کی خدمت اور نفقہ واجب ہے۔

(۲۲۸)

پانچ چیزوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں

ان اللہ عندہ علم الساعۃ۔ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدا۔ وما تدری نفس بای ارض تموت۔ ان اللہ علیم خبیر۔

بیشک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے اور ماؤں کے پیٹ میں جو کچھ ہوتا ہے اسے بھی وہی جانتا ہے کسی کو معلوم نہیں ہے کہ کل وہ خود کیا کرے گا اور نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ اللہ ہی ان باتوں کا جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

تفسیر: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک روز حارث بن عمر حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "مجھ کو بتائیے کہ قیامت کب آئے گی۔ میں نے کھیت میں بیج ڈالا ہے بارش کب ہوگی۔ میری بیوی حاملہ ہے، بتاؤ اس کے پیٹ میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ اور یہ بتاؤ کہ کل کیا ہوگا۔ اور یہ بتاؤ کہ کل کیا ہو چکا اور یہ بتاؤ کہ میں کہاں مروں گا"۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور خدا نے بتایا کہ ان پانچ باتوں کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، نہ انسان کو نہ جن کو اور نہ فرشتہ

کو یعنی جس طرح کوئی یہ نہیں جانتا کہ قیامت کب ہوگی، اسی طرح کسی کو اس کا علم نہیں کہ بارش کب ہوگی اور اسی طرح اس کا علم نہیں کہ حاملہ کے پیٹ میں نر ہے یا مادہ یا بچہ ناقص ہے یا پورا، اور اسی طرح اس کا علم نہیں کہ کل وہ کوئی بھلا کام کرے گا یا برا، اس لئے کہ اکثر انسان یہ ارادہ کرتا ہے کہ کل فلاں نیک کام کروں گا لیکن وہ اس کی جگہ برا کام کرتا ہے، اور اسی طرح اس کا علم نہیں کہ وہ کہاں مرے گا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان یہ ارادہ کر لیتا ہے کہ وہ اس مقام سے نہ نکلے گا لیکن تقدیر اس کو وہاں سے نکال دیتی ہے اور دوسری جگہ لے جاتی ہے اور وہ وہیں مر جاتا ہے۔ ایک واقعہ اس سلسلہ میں منقول ہے کہ ایک مرتبہ ملک الموت حضرت سلیمان ؑ کے پاس آئے اور ایک شخص کی طرف جو حضرت سلیمان ؑ کے پاس بیٹھا تھا، غور سے دیکھا، اس شخص نے حضرت سلیمان ؑ سے پوچھا یہ شخص جو میری طرف دیکھ رہا ہے کون ہے، حضرت سلیمان ؑ نے کہا ملک الموت ہے، اس نے پوچھا: ایسا معلوم ہوتا ہے ملک الموت میری جان نکالنے آیا ہے، آپ ہوا کو حکم دیجئے کہ وہ مجھ کو اٹھا کر ہندوستان یا چین میں پھینک دے۔ حضرت سلیمان ؑ نے ہوا کو حکم دیا اور ہوا نے اس کو ہندوستان میں جا ڈالا، ملک الموت نے حضرت سلیمان ؑ سے کہا میں تعجب سے اس شخص کی طرف دیکھ رہا تھا۔ مجھ کو یہ حکم ملا تھا کہ ہندوستان جا کر میں اس شخص کی روح قبض کروں اور وہ یہاں بیٹھا تھا۔

واقعہ یہی ہے کہ امور غیب خصوصاً ان پانچ امور کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں، اب رہیں وہ خبریں جو منجم بتاتے ہیں اور اکثر وہ صحیح ہوتی ہیں، ان کی نسبت علماء کا خیال یہ ہے کہ منجم جو خبریں دیتا ہے وہ قیاس اور ظن ہوتا ہے علم نہیں یعنی ان کی یہ خبریں علم یقینی پر مبنی نہیں ہوتیں بلکہ ظن و قیاسات اور گمان پر مبنی ہوتی ہیں۔ اس لئے ان خبروں کو علم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔

سورہ الم سجدہ کے احکام و مسائل

(۲۲۹)

اصلاح خدا پر واجب نہیں اور شر خدا کی جانب سے نہیں ہوتا ہے

ولو شئنا لاتینا کل نفس ھداھا ولکن حق القول منی لاملئن جھنم من الجنۃ والناس اجمعین	اگر ہم چاہتے تو ہر ایک کو ہدایت کر دیتے لیکن ہمارا یہ قول سچا ہو چکا کہ ہم تمام جنوں اور آدمیوں سے دوزخ کو بھر دیں گے یعنی تھا اور پورا ہوا۔

تفسیر:- آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم (یعنی خداوند بزرگ و برتر) لوگوں کو ہدایت دینا چاہتے تو ان میں سے ہر ایک پر ہماری ایسی مہربانیوں اور نوازشوں کا نزول ہوتا کہ ان سے متاثر ہو کر یا ہماری توفیق کو اختیار کر کے وہ ہدایت پا جاتا، لیکن ہم نے ان نوازشوں یا توفیق سے ان کو حصہ نہیں دیا، اس لئے کہ ہم نے روز ازل یہ فیصلہ کر دیا تھا کہ جو لوگ جہنم کے مستحق ہوں گے ہم ان سے جہنم کو بھر دیں گے، اور یہ وہ لوگ ہوں گے جو دین الٰہی کی تردید و تکذیب کریں گے۔

اس آیت سے معتزلہ کے اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ اصلاح خدا پر واجب ہے اور یہ کہ خدا نے ہر شخص کو ہدایت کی توفیق دی ہے۔ لیکن ان میں سے بعض نے ہدایت کو اختیار نہیں کیا اور شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا۔

آیت میں بتایا گیا ہے کہ ہم جنوں اور آدمیوں سے جہنم کو بھریں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ملائکہ معصوم ہیں اور ان میں وہ مادہ ہی نہیں ہے کہ جس سے ان سے کوئی ایسا عمل سرزد ہو جو موجب جہنم ہو، اس مسئلہ کی تفصیل سورہ انبیاء میں بیان کی جا چکی ہے۔

سورہ احزاب کے مسائل و احکام

(۲۳۰)

مظاہرہ عورت ماں نہیں اور منہ بولا بیٹا بیٹا نہیں ہے

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ وما جعل ازواجکم	اللہ نے کسی مرد کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں اور نہ اللہ نے تمہاری ان بیویوں

اللائی تظاهرون منهن
امهاتکم وما جعل ادعیاء
کم ابناءکم ذلکم قولکم
بافواهکم والله یقول
الحق وهو یهدی السبیل
ادعوهم لآبائهم
هو اقسط عند الله
فان لم تعلموا آباءهم
فاخوانکم فی الدین و
موالیکم ولیس علیکم
جناح فیما اخطاتم به
ولکن ما تعمدت قلوبکم
وکان الله غفورا رحیما

کو جن سے تم ظہار کر لیتے ہو تمہاری مائیں کر دیتا ہے اور تمہارے منہ بولے لڑکوں کو وہ تمہارے بیٹے بنا دیتا ہے۔ یہ تمہارے منہ کی باتیں ہیں۔ اللہ سچ بات کہتا ہے اور راہ راست دکھاتا ہے۔ تم منہ بولے لڑکوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو۔ یہ اللہ کے نزدیک قرین انصاف ہے۔ اور اگر ان کے باپ معلوم نہ ہوں تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں۔ تم سے بھول چوک سے جو کیا اس میں کوئی گناہ نہیں ہے لیکن دلی ارادے سے جو کرتے ہو گناہ ہے۔ اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تفسیر: منافق لوگ یہ کہا کرتے تھے کہ محمد کے سینے میں دو دل ہیں، ایک دل ہمارے ساتھ ہے، اور دوسرا صحابہ کے ساتھ۔ بعض مشرک یہ بھی کہا کرتے تھے کہ میرے سینے میں دو دل یا میرے جسم میں دو عقلیں ہیں۔ ایک مجھ کو کام کرنے کا حکم دیتی ہے، اور دوسری کام کرنے سے منع کرتی ہے۔ عرب کا خیال یہ بھی تھا کہ ذہین اور ادیب کے سینے میں دو دل ہوتے ہیں چنانچہ وہ ابومعمر یا جمیل بن اسد فہری کو دو قلب والا کہا کرتے تھے۔ اس سے یہ لوگ نہایت قوی حافظہ رکھتے تھے اور اسی وجہ سے عقلمند تھے۔ خداوند تعالیٰ نے ان تمام خیالات کی تکذیب میں یہ آیت نازل فرمائی کہ ما جعل الله لرجل من قلبین فی جوفه۔ یعنی خدا نے کسی مرد کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں۔

عرب جاہلیت میں یہ دستور تھا کہ جو شخص اپنی بیوی سے یہ کہہ دیتا کہ تو میری ماں ہے تو بیوی پر طلاق واقع ہو جاتی تھی اور بیوی ماں کی طرح بن جاتی تھی۔ اور یہ دستور بھی تھا کہ جو شخص کسی کو اپنا بیٹا کہہ دیتا تھا یا متبنّیٰ بنا لیتا وہ اس کا بیٹا ہو جاتا تھا۔ یعنی حقیقی بیٹے کی مانند۔ وہ اس کی میراث وغیرہ کا وارث بھی ہو جاتا تھا اور اس بیٹے کی بیوی سے بعد طلاق کے

بدیہی انکار اور برملا ان لغویات و مشکلات کی تردید و تکذیب میں خدا نے نہایت نازل فرمائی۔ ماجعل اللہ الخ بعض مفسرین نے آیت کے ابتدائی جملوں سے ربط دینے کے لئے آیت کا مفہوم یہ بتایا ہے کہ جس طرح خدا نے کسی مرد کے سینے میں دو دل نہیں رکھے ہیں اسی طرح بیوی کو ماں کہہ دینے سے وہ ماں نہیں بن جاتی ہے اور کسی کو بیٹا بنا دینے سے وہ بیٹا نہیں بن جاتا ہے۔

ظہار کی صورت فقہا نے یہ بیان کی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو مخاطب کرکے یوں کہے کہ تو میری ماں کے برابر ہے یا تو میرے لئے ایسی ہے جیسی کہ میری ماں کی پشت تو اس عورت یا بیوی سے اس وقت تک جماع ممنوع ہے جب تک کفارہ ادا نہ کرے لیکن شرط یہ ہے کہ ان الفاظ سے کہنے والے کا مقصود ترک جماع ہو یا عورت کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا ارادہ ہو۔ اگر کوئی ارادہ نہ ہو محض کلام کی روانی میں کہا ہوگا تو ظہار نہ ہوگا۔

ماں کی پشت کا جو تشبیہ ظہار کی صورت میں کہا گیا ہے اس سے مراد پیٹ ہے اور پیٹ کنایۃً فرج کو شامل ہے۔ اس سے مراد جماع کو حرام کر لینا ہے اور پیٹ کا ذکر اس لئے بھی کیا گیا ہے کہ عرب میں پشت کی جانب سے جماع کرنا حرام و ممنوع تھا اور پیٹ برا سمجھا جاتا تھا۔

ظہار کے مسئلہ کی مفصل ابحاث سورۂ مجادلہ میں بیان کیا جائے گا۔

کسی کو بیٹا بنا لینا اور اس کو حقیقی بیٹے کی مانند سمجھنا بھی باطل ہے اور اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح نہ کرنے کا خیال بھی باطل ہے۔ چنانچہ اس باطل خیال کی تردید و تکذیب کے لئے حضور ؐ نے اپنے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارثہ رضؓ کی مطلقہ بیوی حضرت زینب سے نکاح کیا جس کا پورا واقعہ سورۂ مجادلہ میں بیان کیا جائے گا۔

آیت کے جملہ ادعوہم لآبائہم الخ کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو خصوصاً منہ بولے بیٹے ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو اور تم کو ان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو پھر ان کو دینی بھائی یا دوست کہو، اور اس حکم کے نزول سے پہلے غلطی سے تم جو کچھ کر چکے ہو وہ قابل مواخذہ نہیں ہے۔ البتہ جان کر ایسا کرو گے تو اس پر تم سے مواخذہ ہوگا۔

عرب لوگ حضور ؐ کے متبنیٰ حضرت زید بن حارثہ کو زید بن محمد ؐ کہا کرتے تھے۔ اس آیت سے اس کی ممانعت ہو گئی اور خدا نے حکم دیا کہ منہ بولے بیٹوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارو۔ یعنی مثلاً زید بن حارثہ کہو کہ زید بن محمد ؐ نہ کہو۔

ادب نبوی صلعم

(حضور سرورِ کائنات کی سیاسی، اخلاقی، معاشرتی تعلیم۔ ایک لاجواب سلسلہ)

(از حضرت علامہ ... سید ... بلند شہری)

...

عام طور پر یہ ہوتی کہ ... [illegible] اپنے ماتحت کارکنوں کی دیکھ بھال نہیں کرتے ... ان کے کاموں پر گرفت ... [illegible] خوب ظلم و ستم ... [illegible] کیسے ہی بیجا حق کے تحصیل ... [illegible] ہیں۔ وغیرہ کی بہت قیمتی چیزوں ... کے نام ... اور ان کے ماتحت ظلم و ستم ... [illegible] کل حکومت کا یہ طریقہ عام ہے۔ اور ... کے مناظر نظر آتے ہیں۔

حکومت اشخاص کو ماتحت ... [illegible] کرتی ہے ... منصب ... [illegible] تقسیم ہوتی ہے کہ ... [illegible] کو وہ شرع کی نظر میں ... قابل ... [illegible] ان کے لئے کھانا جائز ہوتا ہے ... [illegible] کے سال دو سال بعد ان کی حالت یہ ہو جاتی ہے کہ ... صندوق روپیوں، اشرفیوں یا نوٹوں سے بھرے ہوئے ہیں۔ گھر میں خانہ داری کا سامان ضرورت سے زیادہ ... نظر آنے لگتا ہے۔ اور عمدہ عمدہ غذائیں کھا کر ... وتندرست ہو جاتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے ... کی طرح روشن ہوتی ہے ... [illegible] کو کچھ ... [illegible] ... عیش ... [illegible] سے محفوظ ... [illegible] فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس کو رشوت ... دی جاتی ہے ... سرکاری محاصل ... سے کچھ کم ... [illegible] عرصہ کے لئے تحصیل کو ملتوی ... [illegible] طریقے سے اس کی حمایت حاصل کرتے ہیں ... وہ اپنے دشمنوں پر غالب اور ان کی شرارتوں سے محفوظ ... [illegible]

... [illegible] کی حکومت پیدا نہیں ہوتی جن ... [illegible] تھوڑے عرصے میں ملک ... [illegible] حکومت ... رعایا میں ... [illegible] جس طرح بھیڑیا یا شیر ... [illegible] ہر شخص اذیت و تکلیف میں ... [illegible] ماتحت کارکنوں کو اس طرح ... [illegible] دیکھتا ہے جس طرح ... [illegible] کو ... رعایا کا ہر ... [illegible] ... [illegible] خدا ... [illegible] ... [illegible] رعایا ... [illegible] ... [illegible] حکومت کے احکام کی ... [illegible] ... اور وہ حکومت کے نظام کو درہم برہم کرنے لگتے ہیں۔ اور پھر ملک میں عام ... [illegible] ہو جاتا ہے۔ اور ایسی حکومت کا بھی ... [illegible] ایسے ہی انجام ہوتا ہے یعنی وہ ... قائم نہیں رہتی ... فنا ہو جاتی ہے۔

... [illegible] کہ وہ اپنے ماتحت عمال ... [illegible] ذرا ذرا سی بات کا ان سے ... [illegible] وہ قانون کے خلاف کریں اس ... سے مواخذہ کریں، تاکہ وہ عدل و انصاف ... [illegible] رعایا پر جور و ظلم نہ کریں، اور رعایا کو خوش اور خوش دل رکھیں، اور ملک میں ہر طرح کا امن و امان رہے، رعایا ... طمانیت کے ساتھ اپنے کاموں میں مصروف و مشغول رہے، اور اپنے کاموں کو ترقی پر پہنچانے کی کوششوں میں کسی امر مانع و حارج نہ پائے۔

حضور ﷺ نے اس حدیث میں بتایا ہے کہ جو شخص ناحق طریقے پر کسی کا مال لیتا ہے۔ خواہ وہ بادشاہ ہو یا اس کے ماتحت کارکن اس کا انجام اچھا نہیں ہوتا، دنیا میں بھی اس کو اس ظلم کی سزا دی جائے گی اور آخرت میں تو وہ شخص تمام لوگوں کے سامنے اس چیز کو جس کو اس نے ظلم سے حاصل کیا ہوگا۔ اپنے کاندھے پر لئے ہوئے آئے اور خدا کے حضور میں حاضر ہوگا صرف یہی نہیں بلکہ وہ چیز پکارتی ہوئی آئے گی، اور اس کے جرم کا اعتراف کرے گی۔

کیا اس ہدایت کے بعد بھی کسی شخص کو اس کی جرأت ہوگی کہ وہ ناحق لوگوں کا مال کھائے، اور ظلم و ستم کر کے لوگوں کا مال چھینے، اگر وہ ایسا کرے گا تو گویا وہ دنیا کے مختصر سے مال کیلئے آخرت میں اپنے آپ کو انتہا درجہ کا ذلیل و خوار بنائیگا۔

تمام شد

سالکان طریقت

(مقالات صوفیائے کرام پر ایک اہم اور مستقل سلسلہ جو حضرت تاریخ عطا کیلئے لکھی گئی)

(از سید محمد حسن ... دہلوی)

(ترجمہ خلاصہ سے ماخوذ)

(۳۱۱)

مسلمانوں کے ساتھ سلوک کا بدلہ

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ کسی شہر میں میں نے ایک قبر دیکھی جس کی زیارت لوگ کر رہے تھے۔ میں نے بھی زیارت کی، فاتحہ کے بعد لوگوں سے پوچھا: "یہ کس کی قبر ہے؟" لوگوں نے کہا: "اس آبادی میں ایک غریب مفلس اور نادار شخص رہتا تھا، وہ بیمار ہوا اور مرگیا۔ شہر کے ایک آدمی نے اس کی تجہیز و تکفین کی اور سپرد خاک کر دیا۔ رات کو اس شخص نے (جس نے کفن دفن کا انتظام کیا تھا) خواب میں دیکھا کہ وہ شخص اپنی قبر سے ایک قیمتی حلہ لے کر نکلا اور مجھ سے کہا: اس حلہ کو اس کپڑے کے بدلے میں لو جس میں مجھ کو کفن دیا گیا تھا۔" صبح کو وہ شخص سو کر اٹھا تو دیکھا کہ حلہ اس کے سرہانے رکھا ہوا ہے"۔ یہ واقعہ بیان کر کے لوگوں نے کہا کہ: "یہ واقعہ تمام آبادی میں مشہور ہے اور ہر شخص اس سے واقف ہے، اور لوگ قبر کی زیارت کو آتے ہیں۔"

(۳۱۲)

عوام اور خواص کی محبت

ابوالقاسم جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "خدا سے محبت رکھنے کے معاملے میں انسانوں کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تو عام لوگ اور وہ، وہ ہیں جو اس لئے خدا سے محبت کرتے ہیں کہ خدا نے ان کو نعمتیں عطا کی ہیں، اور وہ خدا ان پر ہمیشہ احسان کرتا رہتا ہے، اور دوسرے خاص لوگ اور وہ، وہ ہیں جو خدا سے اس لئے محبت رکھتے ہیں کہ وہ اس کی صفات اور گرامی قدر ناموں سے واقف ہیں، اور خدا کو محبت کا اہل خیال کرتے ہیں۔ اگرچہ خدا اپنی عظیم نعمتوں کو ان سے چھین لے اور ان پر کوئی

(احسان نہ کرے۔)

(۳۱۳)

خدا سب کی دیکھ بھال کرتا ہے

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جس کو خدا نے جذام کے امتحان میں ڈال رکھا تھا، اس کے ہاتھ پاؤں اور آنکھیں ضائع ہو چکی تھیں۔ آخر میں نے اس کو جذامیوں کے گروہ میں شامل کر دیا اور اس کی دیکھ بھال کرتا رہا۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ میں اپنے اس دوست کی دیکھ بھال سے غافل رہا اور کچھ روز تک اس کے پاس نہ جا سکا۔ ایک روز مجھے اس کا خیال آیا تو میں اس کے پاس گیا اور معذرت کرتے ہوئے کہا: "میرے دوست! معاف کرنا میں تم سے غافل ہو گیا اور چند روز نہ آ سکا۔" اس نے جواب دیا: "میرا ایک ساتھی ہے جو کبھی مجھ سے غافل نہیں ہوتا۔" میں نے پوچھا: "وہ کون ہے؟ مجھ سے کبھی تم نے اس کا ذکر نہیں کیا۔" اس نے کہا: "میرا وہ دوست ایسا ہے جو ہر وقت مجھ کو یاد رکھتا ہے۔" اس کے بعد اس نے کہا "اچھا اب تم جاؤ، تمہاری وجہ سے میں ذکر الٰہی سے رکا ہوا ہوں، اور تم سے گفتگو کرنا ذکر الٰہی سے باز رکھتا ہے۔"
تھوڑے دنوں بعد میرے اس دوست کا انتقال ہو گیا۔ میں نے اس کے لئے کفن کا کپڑا نکالا، اور چونکہ کپڑا لمبائی میں زیادہ تھا اس لئے اس کا کچھ حصہ علیحدہ کر لیا، اور کفن دے کر اس کو دفن کر دیا۔ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص نہایت حسین و جمیل میرے سامنے کھڑا ہے اور کہہ رہا ہے: "تم نے کفن دینے میں چونکہ بخل سے کام لیا، اور کفن کا کپڑا پھاڑ لیا تھا، اس لئے وہ کفن ہم تم کو واپس کئے دیتے ہیں۔ اب ہم ریشمی کپڑوں میں ملبوس ہیں، تمہارے کفن کی ضرورت نہیں ہے۔" سو کر اٹھا تو دیکھا کہ کفن سرہانے

رکھا ہوا ہے؟

(۳۱۴)

خدا کی پردہ پوشی پر وجد

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نوجوان علماء و عقلاء کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، اور جب وہ وعظ کی کسی مجلس میں شریک ہوتا تو یا ستار کہہ کر وجد کی کیفیت میں مبتلا ہو جاتا تھا اور رقص میں آجاتا تھا۔ ایک شخص نے اس کی اس حالت کے متعلق پوچھا اس نے کہا: میں اکثر زنانہ لباس پہن کر لڑکیوں کی شادی اور ولیمہ وغیرہ میں عورتوں کے اندر چلا جایا کرتا تھا اور ان مجالس و محافل میں بھی جہاں عورتیں جمع ہوتی تھیں چنانچہ میں ایک روز زنانہ لباس میں بادشاہ کی بیٹی کی شادی کی تقریب میں شریک ہوا اور وہاں ایک ہار کسی نے چرا لیا جو بادشاہ کی بیٹی کا اور نہایت قیمتی تھا، فوراً اعلان کیا گیا کہ محل کے دروازے بند کر دو اور ایک ایک عورت کی تلاشی لو، چنانچہ محل کے ایک دروازہ پر عورتوں کی تلاشی لی گئی اور تمام عورتیں نکل گئیں صرف دو عورتیں رہ گئیں جن میں ایک میں تھا۔ میں خوف سے کانپنے اور خدا سے یہ دعا کرنے لگا کہ اے اللہ! اگر میں آج کی رسوائی اور پردہ دری سے بچ گیا، تو پھر کبھی ایسا کام نہ کروں گا، یعنی زنانہ لباس میں کبھی نہ جاؤں گا۔ اول اس عورت کی تلاشی لی گئی جو باقی رہ گئی تھی، اور خدا کا شکر ہے کہ ہار اس کے پاس سے نکلا اور وہ پکڑی گئی، اور میں بچ نکلا۔ اس وقت سے جب یہ ستار کا لفظ میں سنتا ہوں، یہ واقعہ یاد آجاتا ہے، اور مجھ پر ایک کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ خدا ہی نے اس روز میری پردہ پوشی کی، ورنہ تلاشی میں میرا راز ظاہر ہو جاتا، اور مجھ کو سخت سزا ملتی۔ اللّٰہم یا ستار العیوب ویا غفار الذنوب ویا مقلب القلوب ویا کاشف الکروب استر عیوبنا واغفر ذنوبنا واصلح قلوبنا واکشف کروبنا وہمومنا وغمومنا وارزقنا حسن الخاتمۃ یا کریم برحمتک یا ارحم الراحمین۔

(۳۱۵)

عورتوں کی سیاحت کا جواز

حضرت ذوالنون مصری رح کہتے ہیں کہ میں نے ایک عورت کو خدا کے بھروسے پر سیر و سیاحت کرتے دیکھا اور اس سے پوچھا: خدا تجھ پر رحم فرمائے، سیر و سیاحت تنہا (یعنی بغیر شوہر یا محرم کے) تیرے لئے جائز نہیں ہے: عورت نے جو بالوں کا ایک جبہ اور اون کا تہبند باندھے ہوئے تھی کہا: "معذور! کیا تو نے خدا کی کتاب کو نہیں پڑھا ہے؟" میں نے کہا: ہاں پڑھا ہے: عورت نے کہا: تو یہ آیت پڑھ بسم اللہ الرحمن الرحیم الم تکن ارض اللہ واسعۃ فتہاجروا فیہا " یہ آیت سنکر میں خاموش ہو گیا اور دل میں کہا: یہ عورت یقیناً علم سے واقف ہے: پھر میں نے پوچھا: تو نے خدا کو کس طرح (یعنی کن ذرائع و وسائل سے) پہچانا؟" عورت نے جواب دیا: خدا کو میں نے خدا ہی سے پہچانا اور غیر اللہ کو خدا کے نور سے شناخت کیا: پھر میں نے پوچھا: خدا کا اسم اعظم کیا ہے؟ عورت نے کہا: خدا کا ہر نام اسم اعظم ہے۔"

شرح دیوان حافظ رح

(از معاون ایڈیٹر)

(گذشتہ سے پیوستہ)

بر دوختہ ام دیدہ چو باز از ہمہ عالم
تا دیدہ من بر رخ زیبائے تو باز است

ترجمہ:- میں نے اپنی آنکھوں کو باز کی طرح تمام دنیا کی طرف سے سی لیا ہے، اس لئے کہ میری آنکھ تیرا چہرہ دیکھنے کے لئے کھلی رہے۔

تشریح:- باز کو پکڑ کر لوگ اس کی آنکھیں سی دیتے ہیں تاکہ وہ اطراف کی چیزوں سے متاثر نہ ہو اور شکار پر حملہ کرنے کی فطرت بھول نہ جائے۔ طالب کہتا ہے اسی طرح میں نے بھی اپنی آنکھوں کو سی لیا ہے، تاکہ محبوب کے سوا کسی اور چیز پر نظر نہ پڑے، اور یہ اس لئے کیا ہے کہ میری آنکھیں صرف تیرے ہی چہرہ زیبا کو دیکھ سکیں، اور کسی دوسری چیز کو نہ دیکھیں۔ ۱

بے عمارت دل کن کہ ایں جہان خراب
بر آن سر است کہ از خاک ما بسازد خشت

ترجمہ:- دل کی عمارت کو شراب سے آباد کر اس لئے کہ یہ ویران جہان اس خیال میں ہے کہ ہماری خاک سے اینٹ بنائے۔

تشریح:- جہان خراب چونکہ اس خیال میں ہے کہ جلدی مٹی کی اینٹیں بنائے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ہم اپنے دل کی عمارت کو محبت الٰہی کی شراب سے آباد کریں تاکہ یہ آبادی ہمیشہ قائم رہے، اور جہان خراب کی آرزو پوری نہ ہو۔ خداوند تعالے چونکہ دائم و قائم ہے اس لئے جس دل میں اس کی یاد اور محبت ہو گی وہ بھی فنا نہ ہوگا۔ ۲

سزد کہ تو از ہمہ دلبراں ستانی باج
چرا کہ بر سر خوبان عالمے چوں تاج

ترجمہ:- درست ہے کہ تو تمام دلبروں سے محصول وصول کرے اس لئے کہ تو تمام محبوبوں کے سر پر تاج کے مانند ہے۔ ۳

تشریح:- حافظ رح کی یہ غزل حضرت محمد مصطفےٰ صلعم کی نعت میں ہے، دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ اے محبوب خدا چونکہ تو تمام محبوبوں کا سرتاج ہے اس لئے تیرے لئے یہ درست ہوگا کہ تو تمام محبوبوں سے خراج وصول کرے۔ پہلے مصرع میں خراج لینے والے سے مراد حضور صلعم کی ذات مبارک ہے اور دوسرے مصرع میں محبوبوں سے مراد دوسرے انبیاء ہیں مطلب یہ ہوا کہ آپ چونکہ تمام انبیاء کے سرتاج ہیں، اور سرتاج دوسروں کا حق ہوتا ہے کہ وہ خراج وصول کرے، اس لئے آپ خراج لینے کے مستحق ہیں۔

سالک از نور ہدایت طلبد راہ بدوست
کہ بجائے نرسد گر بضلالت رود

ترجمہ:- سالک ہدایت کے نور سے دوست کی راہ طلب کرتا ہے اس لئے کہ اگر گمراہی میں رہے گا تو کسی جگہ نہ پہنچے گا۔

تشریح:- حافظ اس شعر میں بتاتے ہیں کہ سالک خواہ طریقت کا، یا مذہب کا، جب تک وہ خداوند تعالیٰ یا حضور صلعم یا مرشد کی بتائی ہوئی راہ کو اختیار نہ کریگا اس وقت تک اس کو صحیح راستہ نہ ملے گا۔ اور وہ گمراہ بھٹکتا پھرے گا۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ اگر منازل سلوک طے کرنی ہیں یا مذہب کی صحیح راہ پر قائم رہنا ہے تو خداوند تعالے کی ہدایت پر عمل کر دیا۔ پھر حضور صلعم کے ان ارشادات پر جو احکام خدا کی تشریح کرتے ہوں اور یا پھر پیر و مرشد کے ان طریقوں کو اختیار کرو جو احکام خدا و رسول کے موافق ہوں۔ اگر ان طریقوں سے انحراف کیا گیا تو گمراہی یقینی ہے اور گمراہ انسان کسی منزل و مقصد پر نہیں پہنچ سکتا۔

شرح مثنوی مولانا رومؒ

(از ملون ایڈیشن)

ہیچ گرگے در نیامد اندراں … گوسپندے ہم نگشت از آں نشاں

ترجمہ :- کوئی بھیڑیا اس حصار کے اندر نہ آتا تھا، اور نہ کوئی بکری حصار سے باہر جاتی تھی۔

تشریح :- یعنی نہ کوئی بھیڑیا اس خط (حصار) کے اندر آ سکتا تھا، اور نہ کوئی بکری حصار سے باہر نکلنے کی جرأت کرتی تھی۔

باد حرص گرگ و حرص گوسفند … دائرہ مرد خدا را بود بند

ترجمہ :- بھیڑیے کی حرص کی ہوا اور بکری کی حرص کی ہوا اس مرد حق کے دائرے کے اندر بند تھی۔

تشریح :- جس طرح ہوا کسی کے روکے نہیں رکتی ہے اسی طرح بھیڑیے اور بکری کی ہوا یعنی خواہش کو روکنے والی کوئی چیز نہ تھی، اور وہ ہر جگہ آ جا سکتے تھے، لیکن مرد خدا یعنی حضرت شیبانؒ نے اسی طرح خدا کے حکم سے ان کی خواہشوں کو قید کر دیا تھا جس طرح ہودؑ کے حصار کے اندر ہوا کی قوت اور طوفانی تباہی کا زور ختم ہو جاتا تھا، اور وہ حصار کے گرد ہلکی پڑ جاتی تھی۔

ہم چنیں باد اجل با عارفاں … نرم و خوش ہمچوں نسیم گلستاں

ترجمہ :- اسی طرح موت کی ہوا عارفوں کے لئے نرم و خوشگوار باغ کی ہوا کے مانند ہو جایا کرتی ہے۔

تشریح :- ان اشعار میں مولانا یہ بتاتے ہیں کہ ہوا، آگ، پانی، مٹی عناصر اربعہ خدا کے حکم کے ماتحت کام کرتے ہیں خود کوئی اختیار نہیں رکھتے یعنی خدا حکم دے تو آگ ٹھنڈی ہو جائے، پانی غرق نہ کرے، ہوا طوفان و بربادی نہ لائے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح طوفانی ہوا ہودؑ کے زمانے میں مومنین کے لئے خدا کے حکم سے نرم و خوشگوار ہو گئی تھی، اسی طرح خدا کے حکم سے موت و آفات کی ہوا خدا شناس بندوں کے لئے نرم و خوشگوار ہو جاتی ہے یعنی وہ ان کو کوئی اذیت و تکلیف نہیں دیتی بلکہ راحت کا سامان پہنچاتی ہے۔ یہ تو ہوا کا ذکر ہوا قوم عاد پر جو ہوا آئی تھی وہ صوری ہوا تھی اور یہاں معنوی ہوا یعنی موت مراد ہے۔

آتش ابراہیم را دنداں نزد … چوں گزیدہ حق بود چونش گزد

ترجمہ :- آگ نے ابراہیمؑ پر دانت تک نہ مارا، آپ خدا کے برگزیدہ تھے وہ کیونکر ضرر پہنچاتی۔

تشریح :- یہ عنصر آگ کا بیان ہے یعنی آگ میں اگرچہ جلا ڈالنے کی خاصیت ہے۔ لیکن خدا کے حکم سے اس نے حضرت ابراہیمؑ کو کوئی ضرر نہیں پہنچایا۔ اس لئے کہ ابراہیمؑ خدا کے پیغمبر تھے۔

ز آتش شہوت نسوزد مرد دیں … باقیاں را بردہ تا قعر زمیں

ترجمہ :- (جس طرح ظاہری آگ خدا کے پیغمبر کو نہیں جلاتی) اسی طرح معنوی آگ یعنی شہوت دیندار انسان کو نہیں جلاتی اور غیر دیندار لوگوں کو زمین کے اندر یعنی دوزخ میں لے جاتی ہے۔

تشریح :- یعنی دیندار انسان پر شہوت غلبہ نہیں پاتی اس لئے کہ خدا دینداروں پر ضرر پہنچانے والی کو غالب نہیں (کرتا)۔

موج دریا چوں بامر حق بتاخت … اہل موسیٰ را ز قبطی واشناخت

ترجمہ :- دریائے قلزم کی موجیں جب خدا کے حکم سے دوڑیں تو انہوں نے موسیٰ کی قوم کو قبطیوں میں سے پہچان لیا۔

تشریح :- جب موسیٰ کی قوم دریائے قلزم پر پہنچی تو اس نے پہچان لیا کہ یہ خدا کے پیغمبر موسیٰ کی جماعت ہے اور اس کو راستہ دے دیا، اور جب قبطی دریا میں آئے تو ان کو غرق کر دیا۔ یہ عنصر آب کا بیان ہے۔

خاک قاروں را چو فرماں در رسید … با زر و تختش بقعر خود کشید

ترجمہ :- جب خاک کو خدا کا حکم پہنچا تو اس نے قارون کو اس کی دولت و تخت کے ساتھ اپنے اندر کھینچ لیا۔

تشریح :- یہ عنصر خاک کا بیان ہے یعنی جب خدا نے زمین کو حکم دیا تو اس نے قارون کے تخت و تاج کی پرواہ کی اور اس کو اپنی گہرائی کے اندر کھینچ لیا۔ یعنی قارون کو اس کے تاج و تخت کے ساتھ زمین اپنے اندر کھینچ لے گئی۔ غرض عناصر خدا کے محکوم ہیں، اور اسی کے حکم کے موافق کام کرتے ہیں۔

فقرائے اسلام

حضرت شیخ خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح

طریقت کی کتابوں میں خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے جو قدر حالات ملتے ہیں ان میں عقیدت کو زیادہ دخل ہے جبکہ حالات بہت کم ہیں۔ تحقیقات سے آپ کی پیدائش کی صحیح تاریخ بھی معلوم نہیں ہوتی اور نہ عمر کا حال معلوم ہوا۔ تاریخ وفات ۵۷۵ھ درج ہے جس سے قیاس کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے پیر حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی کی وفات سے پہلے اور بہت پہلے پیدا ہوئے ہوں گے اور اس قیاس کی بنا پر غالباً یہ کہنا درست ہوگا کہ آپ کی پیدائش ۵۰۰ھ کے بعد عشرہ اولیٰ یا ثانی میں ہوئی ہوگی اور آپ علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد کسی سال میں حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کی خدمت میں حاضر ہوئے ہوں گے۔

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے والد ماجد طریقت کے پیشوا اور ابرار میں فرد رہے تھے۔ عبدالجمیل نام تھا، اور کہا جاتا ہے کہ حضرت امام مالک رح کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کو شاہ روم کی نسل سے بتایا جاتا ہے اگرچہ اس کی تصدیق نہیں ہوتی ہے۔ لیکن انکار بھی نہیں کیا گیا ہے۔

کہا جاتا ہے کہ آپ کے والد امام عبدالجمیل رح کے ان شہر یا قصبہ میں سکونت رکھتے تھے۔ ایک روز خواب میں ان کو حضرت خضر نے یہ بشارت دی کہ عنقریب تمہارے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، عبدالخالق نام رکھنا ہم اس کو اپنی فرزندی میں لے کر اپنی نسبت سے سرفراز کریں گے۔

وہ زمانہ عباسی خلافت کا آخری عہد تھا، ملک میں عام شورش برپا تھی، اور امراء و روساء حصول اقتدار کے لئے دست و گریباں رہتے تھے۔ اسی کشمکش کے زمانے میں بعض حوادث کی بنا پر آپ کے والد کو ترک وطن کرنا پڑا، اور روم کے علاقہ سے نکل کر ماوراء النہر کے علاقے میں آئے اور غجدوان نامی ایک قصبہ میں اقامت اختیار کی۔ یہیں خواجہ عبدالخالق رح پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم و تربیت آپ نے غالباً غجدوان ہی میں حاصل کی اور اس کے بعد تکمیل کے لئے مشہور درس گاہ بخارا کی طرف رجوع کیا اس زمانہ میں اس علاقہ میں بخارا علوم و فنون کا مرکز سمجھا جاتا تھا۔ وہیں غالباً آپ نے تعلیم کی تکمیل کی۔

مشہور ہے کہ ایک روز آپ اپنے استاد سے تفسیر پڑھ رہے تھے، جب اس آیت پر پہنچے ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ انہ لا یحب المعتدین تو استاد سے پوچھا کہ خدا تعالیٰ نے جو خفیہ ذکر کا حکم دیا ہے اس کا صحیح طریقہ کیا ہے۔ دو صورتیں ذکر کی سامنے ہیں، ایک تو یہ کہ بلند آواز سے ذکر کرے یا ذکر کے وقت اعضاء جسم کو حرکت دے اور اس سے دوسرے شخص کو ذکر کا حال معلوم ہو جاتا ہے، وہ ذکر خفیہ نہیں رہتا، دوسری صورت دل میں ذکر کرنے کی ہے، لیکن جب اس طرح ذکر کرتا ہے تو حضور علیہ السلام کے ارشاد ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم شیطان آدمی کی رگوں میں اس طرح چلتا ہے جس طرح رگوں میں خون جاری رہتا ہے، سے پھر جب شیطان اس ذکر سے آگاہ ہو جاتا ہے تو ذکر خفیہ نہیں رہتا۔ استاد نے کہا یہ علم لدنی ہے، اگر خدا چاہے گا تو ان سے کوئی اس سے تجھ کو آگاہ کرے گا۔

مسئلہ کے اس طرح حل ہونے کے منتظر رہے۔ یہاں تک کہ الہٰی رح انتظار میں تھے کہ کوئی ایسا بندہ خدا ان کو باطنی تعلیم دے۔ انہیں ایام میں ایک روز حضرت خواجہ اپنے باغ کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک پیر مرد سامنے سے آتے ہوئے دکھائی دیے۔ قریب پہنچے تو خواجہ نے اٹھ کر تعظیم دی اور عزت سے بٹھایا۔ پیر مرد نے پوچھا، جوان! میں تجھ میں عظمت کے نشانات پاتا ہوں، تو نے کسی سے

جنت کی ہے یا نہیں؟" حضرت خواجہ نے کہا: "مدت سے اسی فکر میں ہوں اور منتظر ہوں کہ کوئی رہنما ملے۔" پیر مرد نے کہا: "میں خضر ہوں، مجھ کو پیر ... اپنی فرزندی میں لیا، تو معرفت کے ... [illegible] ... توجہ اور دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ... کرنا، کشائش نصیب ہوگی۔" اسی ... سے ریاضت شروع کر دی اور ... سلوک کی منزلیں سامنے نظر آنے لگیں، اور اس ریاضت میں آپ کو اس قدر لذت آنے لگی کہ آپ اکثر اوقات اسی شغل میں رہتے ... [illegible]۔

شیخ عبد الخالق کے حالات میں یہ ذکر تو پایا جاتا ہے کہ آپ نے ... فنون کی تحصیل کی تکمیل ... جیسا کہ اس زمانہ کا دستور تھا کہ تکمیل تعلیم کے بعد مدرسی اشتغال وعظ و صحبت علماء کے لئے ضروری ہوتا تھا کسی تذکرہ سے ... نہیں ہوتا کہ حضرت شیخ نے ان امور میں سے کسی کو اختیار کیا ہو بلکہ صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ آپ کو تکمیل تعلیم کے بعد روحانی ترقی اور منازل سلوک طے کرنے کا ذوق پیدا ہوا اور اسی جانب متوجہ ہو گئے۔ ممکن ہے تکمیل تعلیم کے بعد ہی حضرت خضر علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوئی ہو اور ان کی ہدایت نے آپ میں روحانی ترقی کا ذوق پیدا کیا ہو یا اس ذوق میں ترقی کے ارادہ کو مضبوط کیا ہو۔

ہر نوع حضرت شیخ ذکر خفی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی ریاضت میں مشغول و محو تھے کہ حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی بخارا میں تشریف لائے اور وہاں کچھ عرصہ قیام کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ شیخ عبد الخالق رح آپ سے واقف تھے اور عقیدت بھی رکھتے تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور آپ کی صحبت میں کیف و اطمینان پا کر روزانہ حاضر ہونے لگے۔

حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رح کے طریقہ میں چونکہ ذکر جہر رائج تھا، اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ حلقۂ ارادت میں داخل ہونے کے بعد حضرت شیخ رح نے شیخ عبد الخالق غجدوانی رح کو ذکر جہر کی ہدایت کی ہوگی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ جب شیخ عبد الخالق رح نے حضرت خواجہ سے اس کا

ذکر کیا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے مجھ کو ذکر جہر کی تعلیم کی ہے تو حضرت شیخ نے آپ کو اس سے منع نہ فرمایا اور زندگی بھر اسی میں مشغول رہنے دیا۔

اس موقع پر یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ جب شیخ عبد الخالق نے حضرت شیخ خواجہ ابو یوسف ہمدانی کے مریدی کو اختیار کیا تھا تو ذکر خفی کو ترک کر دینا چاہیئے تھا اور اپنے شیخ کی متابعت کرنی چاہیئے تھی۔ اس کے متعلق اس سلسلے کے تذکروں میں کوئی بات تصریح نہیں کی گئی۔ قیاس یہ چاہتا ہے کہ ذکر خفی چونکہ حضرت خضر علیہ السلام کی ہدایت تھی اس لئے آپ نے اس کو ترک نہ کیا ہوگا خصوصاً اس صورت میں جبکہ آپ کے شیخ نے اس کے متعلق کوئی خاص ہدایت نہیں کی تھی، اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ حضرت شیخ عبد الخالق نے خود تو ذکر جہری پر اکتفا کی لیکن مریدوں کو ذکر خفی کی ہدایت کی تاکہ سلسلے کے طریقے میں فرق نہ پیدا ہو، اور جو طریقہ ابتدا سے چلا آتا ہے [illegible] جاری رہے۔ ایک اور صورت یہ ہو سکتی ہے کہ آپ [illegible] ذکر خفی کرتے ہوں، اور مریدوں [illegible] ذکر جہر بھی

بعض کبھی کیا ہو [illegible] ضروری [illegible] شیخ عبد الخالق [illegible]
[illegible]
جاری [illegible]

[illegible]

[illegible]

ملفوظات

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے ملفوظات کا کوئی مرتب مجموعہ نہیں ہے۔ مختلف ارشادات مختلف مواقع سے دستیاب ہوتے ہیں۔ جن کو یہاں درج کیا جاتا ہے۔

۱۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رح کے ملفوظات میں سب سے اہم وہ دس اصول ہیں جو آپ نے اس طریقے کی بنیاد کے طور پر ارشاد فرماتے ہیں۔ اور آج طریقہ نقشبندیہ کا اصل اصول ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:-

اصول طریق نقشبندیہ

(۱) ہوش دردم۔ یعنی سالک کا اپنے دم کی آمد و رفت میں ہوشیار رہنا اور جو سانس اندر جاتی ہے اور جو باہر آتی ہے اس کو نظر میں رکھنا کہ ذکر خدا سے معمور ہے یا غافل۔ مطلب یہ ہے کہ سانس کی آمد و رفت کا محاسبہ کرنا اور کوئی دم ذکر الہٰی سے غافل نہ رہنا۔

(۲) نظر برقدم۔ سالک کا اپنی نظر کو قدم پر رکھنا، یعنی نگاہ نیچی رہنے اور قدم کے بالائی حصے سے نہ بڑھنے پائے ہمارے نکتہ چیں الفاظ اگرچہ ایک حد تک مبالغہ پر مبنی ہیں لیکن ان کا مطلب یہ ہے کہ سالک کی نظر کو قابو میں رکھے اور چلتے، پھرتے، بیٹھتے، اٹھتے کسی ایسی چیز پر نگاہ نہ ڈالے جو خدا سے غافل کرکے اپنی جانب متوجہ کرلے، دائیں بائیں یا آگے پیچھے دیکھنے کی کوشش نہ کرے کہ اس سے دھیان بٹتا اور خدا سے غفلت کا ذریعہ ہوتا ہے۔

(۳) سفر در وطن یعنی اپنی جگہ پر متمکن رہے اور صفات رذیلہ و خبیثہ کو تبدیل کرڈالے، مطلب یہ ہے کہ بشری صفات رذیلہ خبیثہ کو تبدیل کردے اور ملکی صفات کو حاصل کرلے تاکہ روح بری صفات سے سفر کرکے اچھی صفات کو حاصل کرسکے، اور یہ انتقال صفات چونکہ جسم میں ہوتا ہے یا روح میں، اس لئے سفر در وطن کہا گیا۔

(۴) خلوت در انجمن۔ اجتماع و ازدحام میں تخلیہ یعنی سالک خواہ کسی مجمع میں ہو یا کسی ہجوم میں اپنے قلب کو خداوند تعالیٰ سے مشغول رکھے اور کسی حالت میں خدا سے غافل نہ ہو مطلب یہ کہ سالک اہل و عیال میں رہے یا عزیزوں دوستوں سے بات چیت کرتا ہو یا کہیں چلتا پھرتا ہو، اس کا دل ہر حال میں خدا کی جانب متوجہ رہے اور بیرونی امور اس کو اپنی طرف متوجہ نہ کریں۔

(۵) یادکرد۔ یعنی ہر وقت خدا کو یاد رکھو اور یاد کرو۔ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے غافل نہ ہو۔

(۶) بازگشت لوٹنا واپس ہونا، یعنی خداوند تعالیٰ کا کچھ دیر تک ذکر کرکے عجز و الحاح کی طرف واپس آنا، اور ذکر الہٰی کے بعد مثلاً انتہائی عاجزی سے یہ دعا کرنا کہ اے اللہ! میرا مطلوب و مقصود تیری ہی ذات ہے، مجھ کو اپنی رضامندی، محبت اور معرفت مرحمت فرما، اور اس کے بعد پھر ذکر الہٰی میں کچھ دیر مصروف رہ کر پھر اسی قسم کے مفہوم کے الفاظ میں دعا کرنا۔

(۷) نگہداشت۔ خطرات قلب سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا بعض اوقات عام انسانوں کی طرح سالک کے قلب میں بھی طرح طرح کے خیالات اور خطرات پیدا ہوتے ہیں۔ ان خطرات و خیالات سے سالک کا اپنے آپ کو بچانا اور محفوظ رکھنا نگہداشت کہلاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

مذہبی معلومات

تشدد اور حفاظت خود اختیاری پر ایک نظر

(از جناب میرولی اللہ صاحب ایڈوکیٹ)

(گذشتہ سے پیوستہ)

مشہور و معروف کتاب پرنس کے مصنف میکیاولی کے مندرجہ ذیل خیالات گویا انجیل کی اس تعلیم پر ایک تنقید ہے۔

"میکیاولی لگنتگی، کمزوری اور بزدلی پر حملہ کرتا ہے اور اپنے معاصرین پر اپنی کمزوریوں کا الزام لگاتا ہے، جیسا کہ اس کی تاریخ فلارنس سے معلوم ہوتا ہے جب وہ یہ سوال کرتا ہے کہ انسان اپنی قدیم عظمت سے کیوں گر گئے ہیں تو اس کو اس کی وجہ ان کی تعلیم نظر آتی ہے جو مذہب کی، جس نے ان کو اپاہج اور بالیوس کر دیا ہے، اور اس تعلیم کا سب سے بڑا تعلق مذہب سے ہے۔ کفار آبرو، عزت نفس، قوت اور صحت جسم کو پسند کرتے تھے۔ اور قدیم مذاہب ان فانی لوگوں کو جو سپہ سالار بہادر یا مدبر مقنن ہونے کی بنا سے شہرت حاصل کرتے تھے، الوہیت کا جامہ پہنا دیتے تھے، ان کے مذہبی رسوم شاندار ہوتے تھے اور ان میں اکثر خونی قربانیاں ہوتی تھیں، جو ناظر لوگوں کے دلوں میں تندی اور درشتی کا میلان پیدا کرتی ہوں گی۔"

"برخلاف اس کے ہمارا مذہب مقصد اعلیٰ کو دوسرے عالم میں قائم کرتا ہے اور اس دنیا کی آرزو کو نظر حقارت سے دیکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ عجز اور انکسار، ایثار نفس کو بڑی شاندار نیکیاں سمجھتا ہے، اور ذکر و مراقبہ کی خاموش زندگی کو خارجی امور کی عملی زندگی پر ترجیح دیتا ہے۔ اگر وہ ہم سے قوت کا بھی طالب ہوتا ہے تو قوت فعل کا نہیں بلکہ قوت برداشت کا۔ یہ اخلاق نے انسانوں کو کمزور کر دیا ہے، اور دنیا کو بے دھڑک اور شرارت پسند آدمیوں کے سپرد کر دیا ہے جن کو یہ معلوم ہو گیا کہ اکثر لوگ بہشت کی امید میں بہ نسبت بدلہ لینے کے برداشت کرنے پر زیادہ مائل ہیں۔ میکیاولی ساتھ ہی کہتا ہے کہ یہ صحیح ہے کہ انسانی بزدلی عیسائیت کی غلط تاویل سے پیدا ہوئی ہے، لیکن ان الفاظ سے اس کا یہ مقصد نہیں ہو سکتا کہ وہ عیسائی اخلاق اور قدیم اخلاق کے تمام تخالف کو واپس لیتا ہے اور اس کا خود جس طرف میلان ہے وہ ظاہر ہے۔"[1]

(۳) قرآن مجید جو سب سے نئی کتاب ہے، تشدد کے جواب میں تشدد کو لازم قرار دیتی ہے لیکن ساتھ ہی عفو کی اجازت بھی دیتی ہے۔

گویا پہلی کتاب میں بدلہ حرام ہے اور عفو ہے۔ دوسری کتاب میں لازم ہے قصاص ہے، اور تیسری کتاب میں قصاص بھی ہے اور عفو بھی۔ تورات کی تعلیم ایک انتہا پر تھی، انجیل کی تعلیم دوسری انتہا پر، اور قرآن مجید کی تعلیم خیرالامور اوسطہا کا ایک روشن نمونہ۔ تورات کے احکام عوام کا دستور العمل بن سکتے ہیں، انجیل کے احکام خواص بلکہ انسان کامل کا معمول ہو سکتے ہیں، اور قرآن مجید کے احکام ہر خاص و عام کے لئے صحیح راہ کا کام دے سکتے ہیں۔ ہم ان کتابوں کے احکام پر جتنا گہرا غور کرتے جائیں گے قرآن مجید پر ہمارا ایمان اتنا ہی زیادہ مضبوط ہوتا جائے گا۔

نوع انسانی کی تاریخ میں اہنسا کے اصول پر عمل پیرا ہونے کا سب سے پہلا واقعہ خود حضرت آدم علیہ السلام کی زندگی میں ہی پیش آیا۔

واتل علیہم نبا ابنی آدم ... (اور سنا ان کو حال آدم کے

[1] تاریخ فلسفۂ جدید جلد اول مصنف ڈاکٹر ہیرلڈ ہوفڈنگ ترجمہ اردو از ڈاکٹر خلیفہ عبد الحکیم ص ۲۷-۲۸

باالحق اذ قربا قربانا فتقبل من احدهما ولم یتقبل من الاخر قال انما یتقبل الله من المتقین لئن بسطت الی یدك لتقتلنی ما انا بباسط یدی الیك لاقتلك انی اخاف الله رب العالمین انی ارید ان تبوأ باثمی واثمك فتکون من اصحب النار وذلك جزاؤ الظلمین فطوعت له نفسه قتل اخیه فقتله فاصبح من الخسرین

(پ ۵ - ۲۷ تا ۳۰)

دو بیٹوں کا سچا جبکہ دونوں نے قربانی کی پس قبول ہوئی ایک کی ان میں سے اور نہ قبول ہوئی دوسرے کی۔ اس نے کہا میں تجھے ضرور قتل کروں گا اس نے جواب دیا کہ اللہ تو پرہیزگاروں ہی سے قبول کرتا ہے، اگر تو بڑھائے گا میری طرف اپنا ہاتھ مجھے قتل کرنے کو تو میں نہیں بڑھاؤں گا اپنا ہاتھ تیری طرف تجھے قتل کرنے کو۔ میں تو ڈرتا ہوں اللہ سے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تو اٹھائے میرا گناہ بھی اور اپنا گناہ بھی پس تو ہو جا اہل دوزخ

میں سے اور یہی ہے سزا ظالموں کی پس آمادہ کیا اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل کرنے پر آخر قتل کر ڈالا اور ہو گیا خسارہ اٹھانے والوں سے

یہ قصہ ہے آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل اور قابیل کا۔ ان دونوں نے قربانی کی۔ ہابیل کی قربانی اللہ تعالیٰ نے قبول کر لی اور قابیل کی قربانی کو قبول نہ کیا اس پر قابیل کا رشک حسد میں تبدیل ہو گیا اور حسد دشمنی بن گیا۔ قابیل نے ہابیل کو کہا کہ میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ ہابیل نے جواب دیا کہ اس میں میرا قصور نہیں۔ اللہ تعالیٰ صرف پرہیزگاروں کی قربانی قبول کرتا ہے اور اگر تو خواہ مخواہ مجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائے گا تو میں جواب میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاؤں گا، کیونکہ میں خدا سے ڈرتا ہوں۔ مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی بجائے میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اگر تو مجھے قتل کرے تو مجھ مظلوم کے گناہ بھی تیرے سر پر پڑیں اور تیرے اپنے گناہ بھی اور تو اس جرم کی پاداش میں دوزخ میں جائے کیونکہ ظالموں کی سزا یہی ہے، اس پر قابیل نے ہابیل کو قتل کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اپنی جان کی حفاظت کے لئے حملہ آور پر

مسلم شریف کامل اردو مجلد

[illegible] جواب میں تشدد کا استعمال کرنا نہ صرف شریعت [illegible] میں جائز ہے بلکہ انسانی فطرت کا تقاضا بھی [illegible] یقیناً ہابیل کو حفاظت خود اختیاری کا حق حاصل ہو [illegible] لیکن اس نے اس حق کو استعمال کرنے اور قابیل کے تشدد کے جواب میں تشدد کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اہنسا کے اصول پر کاربند ہو کر مظلومانہ شہادت کو تشدد پر ترجیح دی۔

اس میں شک نہیں کہ ہابیل کا یہ طرز عمل جو آیات بالا میں مذکور ہوا، خود ہابیل کا اپنا طرز عمل تھا۔ خدا کا حکم نہ تھا لیکن یہ یقینی بات ہے کہ یہ طرز عمل جس انداز سے قرآن مجید میں بیان ہوا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہابیل کا یہ فیصلہ اللہ تعالیٰ کو منظور و مقبول تھا۔

ہابیل نے یہ جو کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ بھی اٹھالے، اس پر بعض اصحاب کو یہ تردد ہوا کہ ایک کا بوجھ دوسرا کیوں اٹھائے گا، اور ایک کے گناہ کا بار دوسرے کے سر پر کیونکر پڑے گا۔ اس لئے انہوں نے باثمی کا ترجمہ کیا: میرے قتل کا گناہ۔ یعنی تو اپنے اور گناہ بھی اٹھائے اور مجھے قتل کرنے کا گناہ بھی۔ لیکن باثمی کا یہ ترجمہ محض سینہ زوری ہے۔ مظلوم کے گناہوں کا بار ظالم کے سر پر کس طرح پڑے گا۔ اس سوال کا جواب بخاری کی ایک حدیث میں موجود ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم من کانت لہ مظلمۃ لاخیہ من عرضہ او شیء فلیتحللہ منہ الیوم قبل ان لا یکون دینار ولا درہم ان کان لہ عمل صالح اخذ منہ بقدر مظلمتہ وان لم تکن لہ حسنات اخذ من سیئات صاحبہ فحمل علیہ	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے اپنے بھائی کی آبرو یا کسی اور چیز کے متعلق ظلم کیا ہو اسے چاہیے کہ آج اس سے معاف کرا لے قبل اس کے کہ (روز قیامت) نہ درہم رہے نہ دینار۔ اس وقت اگر اس (ظالم) کا کوئی عمل صالح ہو گا تو اس میں سے بقدر اس کے ظلم کے لیا جائے گا (اور مظلوم کو دے دیا جائے گا) اور اگر اس (ظالم) کے پاس نیکیاں

نہوں کی تو اس کے (مظلوم) ساتھی کی بدیاں لے کر اس (ظالم) پر لاد دی جائیں گی۔

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر قصاص و عفو یعنی جوابی تشدد اور عدم تشدد کا یکجا ذکر ہوا ہے اور جوابی تشدد کا جواز اور عدم تشدد کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔

والذین اذا اصابھم	اور وہ لوگ کہ جب ہوتا ہے
البغی ھم ینتصرون،	ان پر ظلم تو وہ بدلہ لیتے ہیں
وجزاء سیئۃ سیئۃ	اور بدلہ برائی کا ہے برائی
مثلھا فمن عفا واصلح	ویسی ہی، پس جس نے معاف
فاجرہ علی اللہ انہ لا	کردیا اور صلح کر لی سو اس کا اجر
یحب الظلمین ہ ولمن	اللہ کے ذمے، بیشک وہ
انتصر بعد ظلمہ	ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔
فاولئک ما علیھم	اور جس نے بدلہ لیا بعد اس کے
من سبیل ہ انما السبیل	کہ اس پر ظلم ہوا سو ایسے لوگوں
علی الذین یظلمون الناس	پر کوئی الزام نہیں، الزام تو
ویبغون فی الارض بغیر	ان پر ہے جو ظلم کرتے ہیں
الحق اولئک لھم	لوگوں پر اور سرکشی کرتے ہیں
عذاب الیم ولمن	زمین میں ناحق ان کے لیے
صبر وغفر ان ذلک	ہیں جن کے لئے دردناک عذاب
لمن عزم الامور	ہے اور جس نے صبر کیا اور معاف
(۴۲-۳۹ تا ۴۳)	کردیا سو یہ بیشک بلند ہمتی کا کام ہے۔

ان آیات سے پہلے کی آیات میں اچھے لوگوں کا ذکر تھا انہی اچھے لوگوں میں وہ لوگ بھی مذکور ہوئے جو ظلم کا بدلہ لیتے ہیں، چند اہم باتیں جو ان آیات سے ثابت ہوتی ہیں یہ ہیں:

(۱) مظلوم کی طرف سے جوابی تشدد ظالم کے تشدد سے زیادہ یا بدتر نوعیت کا نہیں ہونا چاہیے۔ حق حفاظت خود اختیاری کے موجودہ ملکی قانون میں بھی یہ شرط موجود ہے کہ جوابی تشدد ضرورت سے زیادہ نہ ہو۔

(۲) جوابی تشدد کے استعمال کرنے والے پر کوئی الزام نہیں اور نہ ایسا تشدد جرم کی تعریف میں آتا ہے۔

(۳) الزام صرف اس شخص پر ہے جو تشدد میں ابتدا کرتا ہے یا اس شخص پر جو جوابی تشدد میں مقررہ بالا حدود سے گزر جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

قِيلَ لَهُمْ تَمَتَّعُوا حَتّٰى حِيْنٍ ۝ فَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ

ہے کچھ دنوں سے کہا گیا اور تھوڑے دنوں چین کرلو سو ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آ لیا

وَهُمْ يَنْظُرُوْنَ ۝ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مِنْ قِيَامٍ وَّمَا كَانُوْا مُنْتَصِرِيْنَ ۝

اور وہ دیکھ رہے تھے سو نہ تو کھڑے ہی ہو سکے اور نہ بدلہ لے سکے

وَقَوْمَ نُوْحٍ مِّنْ قَبْلُ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ۝

اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا وہ بڑے نافرمان لوگ تھے

تفسیر :- (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کیا ابراہیم (علیہ السلام) کے معزز مہمانوں کی حکایت آپ تک پہنچی ہے (معزز یا تو اس لئے کہا کہ وہ ملائکہ تھے جن کی شان میں ہے بل عباد مکرمون اور یا اس لئے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی عادت کے موافق ان کا اکرام کیا تھا اور مہمان کہنا بنا بر ظاہری حالت کے ہے کہ بشکل انسان آئے تھے اور یہ قصہ اس وقت ہوا تھا) جبکہ وہ (مہمان) ان کے پاس آئے پھر ان کو سلام کیا ابراہیم (علیہ السلام) نے بھی (جواب میں) کہا سلام (اور کہنے لگے کہ) انجان لوگ (معلوم ہوتے) ہیں (غالباً یہ جی ہی جی میں فرمایا قرینہ اس کا یہ ہے کہ آگے جواب فرشتوں کا مذکور نہیں اور احتمال بعید یہ بھی ہے کہ بطور پوچھنے کے انہی سے کہہ دیا ہو کہ آپ لوگوں کو پہچانا نہیں اور انہوں نے جواب نہ دیا ہو اور ابراہیم علیہ السلام نے جواب کا انتظار نہ کیا ہو غرض یہ سلام و کلام ہو کر) پھر اپنے گھر کی طرف چلے اور ایک فربہ بچھڑا (تلا ہوا لائے کما قال بعجل حنیذ) لائے اور اس کو ان کے پاس (کھانے کے لئے) لا کر رکھا (چونکہ وہ فرشتے تھے کیوں کھانے لگے اس وقت ابراہیم علیہ السلام کو شبہ ہوا اور) کہنے لگے کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں (جب پھر بھی نہ کھایا) تو ان سے دل میں خوف زدہ ہوئے (کہ یہ لوگ کہیں مخالفین اور اعداء میں سے نہ ہوں) انہوں نے کہا کہ تم ڈرو مت (ہم آدمی نہیں ہیں فرشتے ہیں) اور (یہ کہہ کر) ان کو ایک فرزند کی بشارت دی جو بڑا عالم (یعنی نبی) ہوگا (کیونکہ مخلوق میں سب سے زیادہ علم انبیاء کو ہوتا ہے اور مراد اس سے اسحٰق علیہ السلام ہیں یہ گفتگو ان سے ہو ہی رہی تھی) اتنے میں ان کی بی بی (سارہ جو کہیں کھڑی سن رہی تھیں اولاد کی خبر سنکر) بولتی پکارتی آئیں پھر (جب فرشتوں نے ان کو بھی یہی خبر سنائی تو تعجب سے) ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ (اول تو) بڑھیا (پھر) بانجھ (اس وقت بچہ پیدا ہونا عجیب بات ہے) فرشتے کہنے لگے کہ (تعجب مت کرو) تمہارے پروردگار نے ایسا ہی فرمایا ہے (اور) کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے (یعنی گو فی نفسہ یہ بات تعجب کی ہے مگر تم کو خاندان نبوت میں رہتی ہو اور علم و فہم سے مشرف ہو یہ معلوم کر کے کہ خدا کا قول ہے اور اس کا علم و حکمت یعنی اتقان صنعت کہ اس میں قدرت بھی آ گئی مسلم ہے تعجب نہ کرنا چاہئے اور ہر چند کہ ان کے فرشتہ ہونے ہی سے یہ بات معلوم تھی کہ خدا کی طرف سے کہہ رہے ہیں مگر بنکتہ تنبیہ کے لئے عالم کو بہتر یہ ہے کہ پھر کہا گیا کذلک قال ربک) (اور) ابراہیم (علیہ السلام کو فراست نبوت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ بشارت کے علاوہ اور کسی کام کو بھی آئے ہیں تو ان سے) کہنے لگے کہ اچھا تو تم کو بڑی مہم کیا درپیش ہے اے فرشتو! انہوں نے کہا کہ ہم ایک مجرم قوم (یعنی قوم لوط) کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ہم ان پر کھنگر کے پتھر برسائیں جن پر آپ کے رب کے پاس (یعنی عالم غیب میں) خاص نشان بھی ہے (جس کا بیان سورہ ہود میں ہوا ہے) (اور وہ) حد سے گزرنے والوں کے لئے (ہیں) آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جب ان بستیوں پر عذاب کا وقت قریب آیا تو ہم نے جتنے ایماندار تھے سب کو وہاں سے علیحدہ کر دیا سو بجز مسلمانوں کے ایک گھر کے اور کوئی گھر (مسلمانوں کا) ہم نے نہیں پایا (یعنی ایک گھر کے سوا وہاں تھا ہی نہیں کیونکہ وجود کو وجدان لازم ہے اور انتفاء لازم دلیل ہے انتفاء ملزوم کی) اور ہم نے اس واقعہ میں (یعنی اس بستی کے دلائل) ایسے لوگوں کے لئے ایک عبرت رہنے دی جو دردناک عذاب سے ڈرتے ہیں

(اور) موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان کو فرعون کے پاس ایک کھلی دلیل (یعنی معجزہ) دے کر بھیجا سو اس نے مع اپنے ارکان سلطنت کے سرتابی کی اور کہنے لگا کہ یہ ساحر یا مجنون ہیں سو ہم نے اس کو اور اس کے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا (یعنی غرق کر دیا) اور اس نے کام ہی ملامت (یعنی کفر) کا کیا تھا اور عاد کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ہم نے ان پر نامبارک آندھی بھیجی جس چیز پر گذرتی تھی (یعنی ان اشیاء میں سے جن کے ہلاک کا حکم تھا) جس پر گذرتی تھی اس کو ایسا کر چھوڑتی تھی جیسے کوئی چیز گل کر ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اور ثمود کے قصہ میں بھی عبرت ہے جبکہ ان سے کہا گیا (یعنی صالح علیہ السلام نے فرمایا) اور تھوڑے دنوں (یعنی تین دن) اور فائدہ حاصل کر لو (پھر عذاب آئے گا) سو ان لوگوں نے اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی سو ان کو عذاب نے آ لیا اور وہ (اس عذاب کے آنے کو) دیکھ رہے تھے (یعنی ظاہرہ و معائنہ طور پر آیا) سو نہ تو اٹھ ہی سکے (یعنی گر کے رہ گئے) اور نہ بدلہ لے سکے اور ان سے پہلے قوم نوح کا یہی حال ہو چکا تھا (یعنی اس سبب سے کہ) وہ بڑے نافرمان لوگ تھے (اس لئے ہلاک کیا گیا) ربط: اور اوپر تمام سورت میں معاد کی تحقیق مع جزاء مصدقین و مکذبین کے ارشاد فرمائی تھی اور متعلق تکذیب کی مناسبت سے امم سابقہ کا ذکر کیا گیا تھا آگے توحید و رسالت کی تحقیق ہے اور رسالت کے ساتھ تسلیہ کا مضمون ہے۔

وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ ۝ وَالْأَرْضَ فَرَشْنَاهَا فَنِعْمَ الْمَاهِدُونَ ۝

اور ہم نے آسمان کو قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں ۔ اور ہم نے زمین کو فرش بنایا سو ہم اچھے بچھانے والے ہیں

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ فَفِرُّوا إِلَى اللَّهِ ۖ

اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا ۔ تاکہ تم ۔ سمجھو ۔ تو تم اللہ ہی کی طرف دوڑو

إِنِّي لَكُم مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ وَلَا تَجْعَلُوا مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ ۖ إِنِّي لَكُم

میں تمہارے واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں اور خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو ۔ میں تمہارے واسطے

مِّنْهُ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ كَذَٰلِكَ مَا أَتَى الَّذِينَ مِن قَبْلِهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا

اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا ہوں اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر ایسا نہیں آیا جس کو

سَاحِرٌ أَوْ مَجْنُونٌ ۝ أَتَوَاصَوْا بِهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ

انہوں نے ساحر یا مجنون نہ کہا ہو ۔ کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے ہیں بلکہ یہ سب کے سب سرکش لوگ ہیں ۔ تو آپ

فَمَا أَنتَ بِمَلُومٍ ۝ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَىٰ تَنفَعُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ان کی طرف التفات نہ کیجئے کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں اور سمجھاتے رہئے کیونکہ سمجھانا ایمان والوں کو نفع دے گا

تفسیر: اور ہم نے آسمان کو (بڑی) قدرت سے بنایا اور ہم وسیع القدرت ہیں اور ہم نے زمین کو فرش (کے طور پر) بنایا سو ہم (کیسے) اچھے بچھانے والے ہیں (یعنی اس میں کیسے کیسے منافع رکھے ہیں) اور ہم نے ہر چیز کو دو دو قسم کا بنایا (اس قسم سے مراد متقابل ہے مطلب یہ ہے کہ ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا عرضیہ ایسی معتبر ہوتی ہے جس سے دوسری جنس [illegible] اس صفت کی نقیض یا ضد موجود ہو اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے جیسے آسمان و زمین ۔ جوہر و عرض ۔ گرمی

سرور، شیریں، تلخ، مچھلی، موتی، مونگا، خوش رنگ، سبزی، سیاہی، روشنی، تاریکی وغیرہ) تاکہ تم (ان مصنوعات سے صانع کی
سمجھو اور اسے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم ان سے فرما دیجئے کہ جب یہ مصنوعات وجود صانع پر دلالت کر رہی ہیں) تو تم (کفر چھوڑ
کر ان سے استدلال کرکے) اللہ ہی کی (توحید کی) طرف دوڑو (اور توحید کو قبول کرو) میں تمہارے واسطے خدا کی طرف سے کھلا ڈرانے والا
ہونے میں کچھ کلام ہی نہیں (تمہارے سمجھانے کو) واسطے اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا (ہو کر آیا)
ہوں (کہ منکر توحید کو عذاب ہوگا یہیں ترغیب ہے اعتبار سے اور ترہیب اور ترغیب
ترجیح سے کہتا ہوں کہ) خدا کے ساتھ کوئی اور معبود مت قرار دو (اس میں زیادہ توضیح اس لئے ہوئی کہ ففروا الی اللہ
جو کہ امر بالتوحید ہے مستلزم ہے نہی عن الشرک کو اور لا تجعلوا میں نہی عن الشرک ہے اور عین کی دلالت کا بہ نسبت لزوم
کے اوضح ہونا ظاہر ہے آگے عنوان مضمون توحید کی وجہ سے اشارہ کی تاکید ہے کہ) میں تمہارے (سمجھانے کے
واسطے) اللہ کی طرف سے کھلا ڈرانے والا (ہو کر آیا) ہوں (آگے حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ آپ واقع میں بلاشبہ نذیر مبین
ہیں لیکن آپ کے مخالفین ایسے جاہل ہیں کہ نعوذ باللہ آپ کو کبھی ساحر کبھی مجنون بتلاتے ہیں سو آپ صبر
کیجئے کیونکہ آپ کو کہہ رہے ہیں) اسی طرح جو (کافر) لوگ ان سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کے پاس کوئی پیغمبر
نہیں آیا جس کو انہوں نے (یعنی کل نے یا بعض نے) ساحر یا مجنون نہ کہا ہو (آگے کفار کے اس قول ساحر و مجنون پر متفق
ہونے سے تعجب فرماتے ہیں کہ) کیا اس بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے چلے آتے ہیں (یعنی یہ اجماع تو ایسا ہے کہ
جیسے ایک دوسرے کو کہتے چلے آتے ہوں کہ دیکھو جو رسول آوے تم بھی ہماری طرح کہنا آگے اس سے اضراب فرماتے ہیں
تو یہی واقع نہ ہوئی تھی کیونکہ بعضی قومیں بعض قوموں سے ملی بھی نہیں) بلکہ (وجہ اس اجماع کی یہ ہوئی کہ) یہ سب کے سب
سرکش لوگ ہیں (یعنی سبب اس قول کا طغیان ہے چونکہ وہ مشترک ہے اس لئے قول بھی مشترک ہو گیا) سو (جب پہلے لوگ
بھی ایسے گذرے ہیں اور سبب اس کا معلوم ہو گیا کہ ان کا طغیان ہے تو) آپ ان کی طرف التفات نہ کیجئے (یعنی ان کی
تکذیب کی پروا اور غم نہ کیجئے) کیونکہ آپ پر کسی طرح کا الزام نہیں (رقد قال تعالیٰ ولا تسئل عن اصحاب الجحیم) اور (اطمینان کے ساتھ
اپنے منصبی کام میں لگے رہیے یعنی فقط) سمجھاتے رہیے (جن کی قسمت میں ایمان نہیں ان پر تو اتمام حجت ہوگا اور جن
کی قسمت میں ایمان ہے ان کو) سمجھانا (ایمان لانے والوں کو اور جو پہلے سے مومن ہیں ان کو بھی) نفع دے گا (حاصل
تذکیر میں علم فوائد اور حکمتیں سب کے اعتبار سے ہیں اس لئے آپ اور کسی کے ایمان نہ لانے کا غم نہ کیجئے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ

اور میں نے جن اور انسان کو اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں میں ان سے رزق رسانی کی درخواست نہیں کرتا

وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝

اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے قوت والا نہایت قوت والا ہے

فَاِنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذَنُوْبًا مِّثْلَ ذَنُوْبِ اَصْحٰبِهِمْ فَلَا يَسْتَعْجِلُوْنِ ۝

تو ان ظالموں کی بھی باری ہے جیسے ان کے ہم مشربوں کی باری تھی سو مجھ سے جلدی طلب نہ کریں

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ۝

غرض ان کافروں کے لئے اس دن سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے

تفسیر - اور میں نے جن اور انسان کو در اصل اسی واسطے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کیا کریں (اور عبادت کے

[illegible] انس بیہودہ ... منافع کا مرتب ہونا اس کے منافی نہیں اور اسی طرح بعض جن وانس سے عبادت کا صادر نہ ہونا بھی
اس مضمون کے منافی نہیں کیونکہ حاصل اس لیعبدون کا ارادہ تشریعیہ ہے نہ کہ ارادہ تکوینیہ اور تخصیص جن وانس کی اس
لئے کہ عبادت سے مراد عبادت بالاختیار و ابتلاء ہے اور ملائکہ میں ابتلا نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں حاصل
[illegible] عبادت ہے باقی رہا ان کے مضمون کی بقیہ و مسانی کی درخواست نہیں
کرتا اور نہ یہ درخواست کرتا ہوں کہ وہ مجھ کو کھلایا کریں اللہ خود ہی سب کو رزق پہنچانے والا ہے تو ہم کو اس کی ضرورت ہی کیا تھی
کہ ہم مخلوقات کی مدد کے طالب ہوں کہ متعلق کرتے آورده) قوت والا نہایت قوت والا ہے کہ اس میں کچھ ضعف اور کسی قسم کی
احتیاج کا عقلی احتمال بھی نہیں تو درخواست اطعام خود کا امکان ہی منفی ہے حاصل یہ کہ جب اس عبادت کے مشروع کرنے سے ہماری
کوئی غرض نہیں نہ بواسطہ جیسے ترزیق خلق خود نہ بلا واسطہ جیسے اطعام خود بلکہ صرف بندوں ہی کا نفع ہے تو ان کو اس میں پس و
پیش نہ چاہئے سو ترغیب ہو گئی، آگے ترہیب ہے کہ جب عبادت کا کر نظم واہم اس کا ان سے وجوب ثابت ہو گیا تو
(اگر یہ لوگ اب بھی شرک و کفر پر مصر رہیں گے) تو ان ظالموں کی (سزا کی) بھی باری (علم الٰہی میں مقرر ہے
جیسا ان کے گذشتہ ہم مشربوں کی باری (مقرر) تھی (یعنی وقت مقرر پر ان پر بھی عقوبت آنے والی ہے خواہ دنیا میں
بھی یا صرف آخرت میں) سو مجھ سے (عذاب) جلدی طلب نہ کریں (جیسا ان کی عادت ہے کہ وعید سن کر تکذیب کے
طور پر استعجال کرتے رہتے ہیں) غرض (جب یہ باری کے دن آویں گے جن میں سب سے اشد یوم موعود یعنی قیامت
ہے تو) ان کافروں کے لئے اس دن کے آنے سے بڑی خرابی ہوگی جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے (چنانچہ
خود سورت بھی اسی وعدہ سے شروع ہوئی ہے انما توعدون لصادق وان الدین لواقع اور اس سے سورت کے
آغاز وانجام کا حسن ظاہر ہے) ف ما ارید منہم من رزق پر اگر یہ شبہ ہو کہ اہل وعیال کو رزق پہنچانا تو واجب کیا گیا
ہے پھر نفی ارادہ کے کیا معنے اس کا دفع یہ ہے کہ وہ انفاق ہے ترزیق نہیں پھر اس کا نفع عائد الی اللہ نہیں یعنی نعوذ
باللہ اس سے خدا کو بھلا نہیں لگتا کہ اس نے اپنے ذمہ جو مخلوق کو رزق پہنچانا رکھا ہے اس انفاق سے کچھ مدد
ملتی ہو سبکدوشی ہو گئی ہو ما ارید منہم من رزق میں اسی عود نفع الی اللہ کی نفی ہے بلکہ اس کا نفع خود منفق کی
طرف عائد ہے کہ اجر ملتا ہے اور رازق پھر بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے کیونکہ اگر اکتساب پر حصول رزق نہ ہو تو کیا کر سکتا ہے
یا حصول کے بعد اگر ایصال پر قادر نہ ہو تو کیا کر سکتا ہے یا ایصال کے بعد غذا کا حلق سے اترنا پھر اس سے تغذی
ہونا کہ اصل ترزیق ہے کسی کی قدرت میں نہیں ہے پس حقیقۃً بندہ کسی طرح رازق نہیں ہے واللہ اعلم۔ اور ما ارید
منہم من رزق کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ہم ان سے ایسا رزق کرانا نہیں چاہتے جو مانع عبادت ہو جیسا سورۂ طٰہٰ
کے اخیر میں لا نسئلک رزقا کی یہی تفسیر کی ہے تو اب کوئی شبہ ہی متوجہ نہیں ہوتا الحمدللہ کہ سورۂ
والذاریات کی تفسیر ختم ہوئی آگے ان شاء اللہ تعالیٰ سورۂ والطور کی تفسیر آتی ہے وللہ الحمد۔

سورۃ الطور مکیۃ وھی تسع واربعون ایۃ

ربط: سورت سابقہ یوم موعود کی وعید پر ختم ہوئی ہے، اور یہ سورت یوم موعود کی وعید سے شروع ہوتی ہے
پھر وعید کے بعد حسب عادت قرآنیہ مومنین کے لئے وعدہ مذکور ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالطُّورِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُورٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُورٍ ۝ وَالْبَيْتِ الْمَعْمُورِ

قسم ہے طور کی [illegible] کتاب کی [illegible] کاغذ میں لکھی ہے اور بیت المعمور کی

وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوعِ ۝ وَالْبَحْرِ الْمَسْجُورِ ۝ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ

اور اونچی چھت کی اور ابلتے دریا کی [illegible] کہ تیرے رب کا عذاب [illegible]

مَا لَهٗ مِنْ دَافِعٍ ۝ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۝ وَّتَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا

[illegible] جس دن آسمان لرزنے لگے گا [illegible] اور پہاڑ [illegible] چلنے لگیں گے

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ خَوْضٍ يَّلْعَبُوْنَ ۝

[illegible] جھٹلانے والوں [illegible] بیہودگی کے ساتھ کھیل رہے ہیں ان کی [illegible]

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا ۝ هٰذِهِ النَّارُ الَّتِيْ كُنْتُمْ بِهَا

جس دن [illegible] آتش جہنم کی طرف [illegible] یہی وہ جہنم ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے

تُكَذِّبُوْنَ ۝ اَفَسِحْرٌ هٰذَآ اَمْ اَنْتُمْ لَا تُبْصِرُوْنَ ۝ اِصْلَوْهَا

تو کیا یہ جادو ہے یا تم کو نظر ہی نہیں آتا اس میں داخل ہو [illegible]

فَاصْبِرُوْٓا اَوْ لَا تَصْبِرُوْا ۚ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ ۭ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ

[illegible] تمہارے لیے دونوں برابر ہیں جیسا تم کرتے تھے [illegible]

تَعْمَلُوْنَ ۝ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ ۝ فٰكِهِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمْ

متقی لوگ [illegible] باغوں اور [illegible] میں ہوں گے ان کو جو چیزیں ان کے پروردگار نے [illegible]

رَبُّهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۝ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

[illegible]

مُتَّكِـِٕيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

[illegible]

اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ

[illegible]

ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ۭ كُلُّ امْرِیٴٍۢ بِمَا كَسَبَ

[illegible] ہر شخص اپنے اعمال [illegible]

وَزَوَّجْنٰهُمْ ... وَاَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ۝

اور ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے وہاں آپس میں

يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَلَا تَاْثِيْمٌ ۝ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ

جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس میں نہ بک بک لگے گی اور نہ کوئی بیہودہ بات ہوگی اور ان کے پاس ایسے

كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ۝

لڑکے آئیں جائیں گے جو انہی کے لئے ہوں گے گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف

قَالُوْٓا اِنَّا كُنَّا قَبْلُ فِيْٓ اَهْلِنَا مُشْفِقِيْنَ ۝ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَوَقٰىنَا

متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے کہیں گے کہ ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر میں بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا

عَذَابَ السَّمُوْمِ ۝ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيْمُ ۝

اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا ہم اس سے پہلے اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے

تفسیر: قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے (مراد اس سے نامۂ اعمال ہے کہ اس میں سب چیزیں لکھی ہوئی ہیں اس کو کھلا کاغذ فرمایا) اور (قسم ہے) بیت المعمور کی (کہ ساتویں آسمان میں عبادت خانہ ہے فرشتوں کا) اور (قسم ہے) اونچی چھت کی (مراد آسمان ہے) اور (قسم ہے) دریائے شور کی جو (پانی سے) بھرا ہے (آگے جواب قسم ہے) کہ بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا کوئی اس کو ٹال نہیں سکتا (اور یہ اس روز) واقع ہوگا جس روز آسمان تھر تھرانے لگے گا اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) ہٹ جاویں گے (مراد قیامت کا دن ہے اور تھر تھرانا تو باعتبار معنے متحرک ہونے کے ہو یا مراد اس سے انشقاق ہو جو دوسری آیت میں مذکور ہے اور ہٹنا پہاڑوں کا ابتدائی حالت ہے اور دوسری آیتوں میں ریزہ ریزہ ہونا پھر اڑ جانا مذکور ہے اور ان قسموں میں مناسبت یہ ہے [illegible] اشارہ ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ صاحب کلام و احکام ہے [illegible] کی مخالفت یا موافقت [illegible] کی قسم کھانے میں اشارہ ہو گیا اس [illegible] کی طرف [illegible] ہے کہ عبادت و اطاعت احکام [illegible] بیت المعمور کی قسم میں اشارہ ہو گیا کہ عبادت [illegible] اس کے کرنے سے [illegible] نہیں اس سے نہیں چھوڑا گیا [illegible] جنت اور دوزخ [illegible] اشارہ ہو گیا کہ [illegible] آسمان اور بحر مسجور کی قسم میں اشارہ ہو گیا کہ [illegible] ہو سکتی ہے آگے اس یوم کے بعض واقعات ارشاد فرماتے ہیں کہ جب یہ ثابت ہوا کہ مستحقین عذاب کے لئے عذاب ضرور واقع ہوگا) تو جو لوگ (قیامت کے اور دیگر امور حقہ [illegible]) جھٹلانے والے ہیں (اور جو تکذیب کے [illegible] ہیں) ان کی اس روز [illegible] کی جس طرح کہ ان کو آتش دوزخ کی طرف [illegible] ہے [illegible] جب ان کے [illegible] کا وقت ہوگا [illegible]

[illegible]

جادو تمہارے نزدیک سحر تھا، تو کیا یہ (بھی) سحر ہے (دیکھ کر بتلاؤ) یا یہ کہ تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا (جیسا دنیا میں نظر شبہ کی وجہ سے منکر ہو گئے تھے اچھا تو ابھی) اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں دونوں برابر ہیں (نہ یہی ہو گا کہ تمہاری ہائے واویلا سے نجات ہو جاوے اور نہ یہی ہو گا کہ تمہاری تسلیم وانقیاد وسکوت پر ترحم کر کے نکال دیا جاوے بلکہ ہمیشہ اسی میں رہنا ہو گا اور) جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جاوے گا (یعنی تم کفر کیا کرتے تھے جو کہ اشد عصیان اور عقوق و کمالات غیر متناہیہ کا کفران ہے پس بدلے میں دوزخ کا خلود نصیب ہوگا جو کہ عذاب اشد و غیر متناہی ہے. آگے ان کے اضداد کا بیان ہے یعنی) متقی لوگ بلاشبہ (بہشت کے

باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں (عیش و آرام کی) ان کے پروردگار نے دی ہوں گی ان سے خوش دل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا (اور جنت میں داخل کر کے کہا جاوے گا کہ) خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے (ان نیک) عملوں کے بدلے میں (جو دنیا میں کیا کرتے تھے) تکیہ لگائے ہوئے تختوں پر جو برابر برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے (یعنی حوروں سے) بیاہ کر دیں گے (یہ حال تو سب اہل ایمان کا ہوا) اور (آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی موصوف بالایمان تھی پس ارشاد ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچے جیسا کہ عدم ذکر اعمال اس کا قرینہ ہے اور گو مقتضا ان کے انحطاط عمل کا انحطاط درجہ تھا لیکن ان آباء مومنین کے اکرام و سرور کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ شامل کر دیں گے اور (اس شامل کرنے کے لئے) ہم ان (اہل جنت متبوعین) کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے (یعنی یوں نہ کریں گے کہ ان متبوعین کے بعض اعمال لے کر ان ذریت کو دے کر دونوں کو برابر کر دیں جیسے مثلاً ایک شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کا برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے کہ چھ سو والے سے سو روپے لے کر چار سو والے کو دے دیئے جاویں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کی شان کے لائق ہے یہ ہے کہ چھ سو والے سے کچھ نہ لیا جاوے بلکہ اس چار سو والے کو دو سو روپے اپنے پاس سے دے دیئے اور دونوں کو برابر کر دیں پس مطلب یہ ہے کہ یہاں پہلی صورت واقع نہ ہو گی اس کا اثر یہ ہوتا کہ متبوع کو بوجہ کم ہو جانے اعمال کے اس کے درجہ سے کچھ نیچے اتارتے اور تابع کو کچھ اوپر لے جاتے اور دونوں ایک متوسط درجے میں رہتے یہ نہ ہو گا بلکہ دوسری صورت واقع ہو گی اور متبوع اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہیگا اور تابع کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا۔ اور متبوع اور ذریت میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ اگر وہ ذریت مومن نہیں تو آباء مومنین کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ کافروں میں سے) ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس رہے گا (بدون ادا و مواخذہ کے یعنی کفر سے نجات کی کوئی صورت نہیں لہٰذا الحاق با آباء مومنین متصور نہیں اس لئے الحاق میں ایمان ذریت شرط ہے)

(آگے پھر متعلق اہل ایمان واہل جنت کا بیان ہے کہ) ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز افزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے اس (شراب) میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہو گا) اور نہ اور کوئی بیہودہ بات (عقل و متانت کے خلاف) ہو گی اور ان کے پاس (نوکر وغیرہ لانے کے لئے) ایسے لڑکے آویں جاویں گے (اور تحقیق ان کی ماہیت کی تفسیر سورۂ واقعہ میں گزر چکی) جو خاص ان ہی (کی خدمت) کے لئے ہوں گے (اور غایت حسن وجمال سے ایسے ہوں گے کہ) گویا وہ حفاظت سے رکھے ہوئے موتی ہیں (کہ ان پر ذرا گرد و غبار نہیں ہوتا اور آب و تاب اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے) اور (ان کو روحانی مسرت بھی ہو گی چنانچہ اس میں سے ایک کا بیان یہ ہے کہ) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے (اور اثنائے گفتگو میں) یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا) میں (انجام کار سے) بہت ڈرا کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا (اور) ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاوے سو اللہ نے دعا قبول کرلی)

واقعی یہ بڑا محسن مہربان ہے (اور اس مضمون سے مسرت ہونا ظاہر ہے) اور چونکہ یہ امید و خوف مغفرت سے بھرا ہوا ہے ہم اہل دل کو امید و رحمت ... اس لئے دو عنوانوں سے ... مکذبین الخ میں تکذیب کی عقوبت مذکور تھی آگے ان کی تکذیب کا رد ہے اور جن امور ان میں اہل حق ... رسالت وبعث ان آیات میں تینوں باب میں ان ... کا اختلاط ظاہر ہے اور شاید مسلسل لانے میں یہ نکتہ ہو کہ تینوں مقصودوں کے تلازم کی طرف اشارہ ہے کہ ایک کی تکذیب سب کی تکذیب ہے اور ختم سورت میں ان تکذیبات پر آپ کا تسلیہ ہو ... میں کلمہ ام ... کہیں متصل ہے کہیں منقطعہ بمعنی ہمزہ استفہام ... ذکر ہوا ہو کا مثل دیگر مضامین قرآنیہ کے موجب تذکیر ہے اس سے اس پر ... کی تقریر ... کی گئی واللہ اعلم۔

فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ

تو آپ سمجھاتے رہئے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں ہاں کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں

نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَيْبَ الْمَنُوْنِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوْا فَاِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُتَرَبِّصِيْنَ

کہ یہ شاعر ہیں ہم ان کے بارہ میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

اَمْ تَاْمُرُهُمْ اَحْلَامُهُمْ بِهٰذَآ اَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں ہاں کیا وہ یہ کہتے ہیں

تَقَوَّلَهٗ ۚ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ۝

کہ انہوں نے اس کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اسی طرح کا کوئی کلام لے آئیں اگر یہ سچے ہیں

اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ ۝ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے زمین و آسمان کو

وَالْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ ۝ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ ۝

پیدا کیا ہے بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں

اَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَّسْتَمِعُوْنَ فِيْهِ ۚ فَلْيَاْتِ مُسْتَمِعُهُمْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر باتیں سن آتے ہیں تو ان میں جو باتیں سن آتا ہو وہ کوئی صاف دلیل پیش کرے

لَهُ الْبَنٰتُ وَلَكُمُ الْبَنُوْنَ ۝ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ

کیا خدا کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے

یا تو تمہارے نزدیک سحر تھا) تو کیا یہ (بھی) سحر ہے یا (یہ کہ) تم کو (اب بھی) نظر نہیں آتا (جیسا دنیا میں نظر شرعی
کی وجہ سے منکر ہو گئے تھے اچھا تو اب) اس میں داخل ہو پھر خواہ (اس کی) سہار کرنا یا سہار نہ کرنا تمہارے حق میں
برابر ہیں (نہ یہی ہوگا کہ تمہاری ہائے واویلا سے نجات ہو جاوے اور نہ یہی ہوگا کہ تمہاری تسلیم وانقیاد و سکوت پر تم
کو نکال دیا جاوے بلکہ ہمیشہ اسی میں رہنا ہوگا اور) جیسا تم کرتے تھے ویسا ہی بدلہ تم کو دیا جاوے گا (پس تم کفر کیا
کرتے تھے جو کہ اشد عصیان اور عقوق وکمالات غیر متناہیہ الہیہ کا کفران ہے پس بدلے میں دوزخ کا خلود نصیب
ہوگا جو کہ عذاب اشد و غیر متناہی ہے۔ آگے ان کے اضداد کا بیان ہے یعنی) متقی لوگ بیشک بہشتوں کے
باغوں اور سامان عیش میں ہوں گے (اور) ان کو جو چیزیں (عیش و آرام کی) ان کے پروردگار نے دی ہوں گی اس
سے خوش دل ہوں گے اور ان کا پروردگار ان کو عذاب دوزخ سے محفوظ رکھے گا (اور جنت میں داخل کر کے ان سے کہا جاوے گا کہ)
خوب کھاؤ اور پیو مزہ کے ساتھ اپنے (ان نیک) عملوں کے بدلے میں (جو دنیا میں کیا کرتے تھے) تکیہ لگائے ہوئے
تختوں پر جو برابر برابر بچھائے ہوئے ہیں اور ہم ان کا گوری گوری بڑی بڑی آنکھوں والیوں سے (یعنی حوروں سے)
بیاہ کر دیں گے (یہ حال تو سب اہل ایمان کا ہوا) اور (آگے ان خاص مومنین کا ذکر ہے جن کی اولاد بھی موصوف
بالایمان تھی پس ارشاد ہے کہ) جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کا ساتھ دیا (یعنی وہ بھی
ایمان لائے گو اعمال میں وہ اپنے آباء کے رتبہ کو نہیں پہنچے جیسا کہ عدم ذکر اعمال اس کا قرینہ ہے اور گو مستقلاً ان کے
اعمال کا مقتضاء درجہ تھا لیکن ان آباء مومنین کے اکرام و مسرت کے لئے) ہم ان کی اولاد کو بھی (درجہ میں) ان کے ساتھ
شامل کر دیں گے اور (اس شامل کرنے کے لئے) ہم ان (اہل جنت متبوعین) کے عمل میں سے کوئی چیز کم نہیں کریں گے
(یعنی یوں نہ کریں گے کہ ان متبوعین کے بعض اعمال لے کر ان ذریت کو دے کر دونوں کو برابر کر دیں جیسے مثلاً ایک
شخص کے پاس چھ سو روپے ہوں اور ایک کے پاس چار سو اور دونوں کا برابر کرنا مقصود ہو تو اس کی ایک صورت تو
یہ ہو سکتی ہے کہ چھ سو والے سے سو روپے لے کر چار سو والے کو دے دیئے جاویں کہ دونوں کے پاس پانچ پانچ سو
ہو گئے اور دوسری صورت جو کریموں کی شان کے لائق ہے یہ ہے کہ چھ سو والے سے کچھ نہ لیا جاوے بلکہ اس چار سو
والے کو دو سو روپے اپنے پاس سے دے دیں اور دونوں کو برابر کر دیں پس مطلب یہ ہے کہ وہاں پہلی صورت واقع نہ ہوگی کہ
اس کا اثر یہ ہوتا کہ متبوع کو بوجہ کم ہو جانے اعمال کے اس کے درجہ سے کچھ نیچے لاتے اور تابع کو کچھ اوپر لے جاتے اور
دونوں ایک متوسط درجے میں رہتے یہ نہ ہوگا بلکہ دوسری صورت واقع ہوگی اور متبوع اپنے درجہ عالیہ میں بدستور رہیگا
اور تابع کو وہاں پہنچا دیا جاوے گا۔ اور متبوع اور ذریت میں ایمان کی شرط اس لئے ہے کہ اگر وہ ذریت مومن نہیں تو آباء
مومنین کے ساتھ الحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ کافروں میں سے) ہر شخص اپنے اعمال (کفریہ) میں محبوس رہیگا اللہ وما خذ رہیگا
یعنی کفر سے نجات کی کوئی صورت نہیں لہذا الحاق بآباء مومنین متصور نہیں اس لئے الحاق میں ایمان ذریت شرط ہے)
(اور آگے پھر متعلق اہل ایمان و اہل جنت کا بیان ہے کہ) ہم ان کو میوے اور گوشت جس قسم کا ان کو مرغوب ہو روز
افزوں دیتے رہیں گے (اور) وہاں آپس میں (بطور خوش طبعی کے) جام شراب میں چھینا جھپٹی بھی کریں گے کہ اس (شراب)
میں نہ بک بک لگے گی (کیونکہ نشہ نہ ہوگا) اور نہ اور کوئی بیہودہ بات (خلاف عقل و متانت کے خلاف) ہوگی اور ان کے پاس
(میوے وغیرہ لانے کے لئے) ایسے لڑکے آویں جاویں گے اور تحقیق ان کی ماہیت کی تفسیر سورۂ واقعہ میں آوے گی
جو خاص ان ہی (کی خدمت) کے لئے ہوں گے اور غایت حسن وجمال سے ایسے ہوں گے کہ گویا وہ حفاظت سے رکھے
ہوئے موتی ہیں (کہ ان پر ذرا گرد و غبار نہیں ہوتا اور آب و تاب اعلیٰ درجے کی ہوتی ہے) اور (ان کو روحانی مسرت
بھی ہوگی چنانچہ اس میں سے ایک کا بیان یہ ہے کہ) وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر بات چیت کریں گے (اور
اثنائے گفتگو میں) یہ بھی کہیں گے کہ (بھائی) ہم تو اس سے پہلے اپنے گھر (یعنی دنیا میں انجام کار سے) بہت ڈرا
کرتے تھے سو خدا نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو عذاب دوزخ سے بچا لیا (اور) ہم اس سے پہلے (یعنی دنیا میں)
اس سے دعائیں مانگا کرتے تھے (کہ ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت میں لے جاوے سو اللہ نے دعا قبول کرلی)

واقعی وہ بڑا محسن مہربان ہے (اور اس مضمون سے مسرت ہونا ظاہر ہے اور چونکہ یہ اسود حیثیت سے صفت شان کی نفی
صفت ہے یہاں تک دو سے اہم بالمطلوب تھا پھر مرض حیوان کر لینا اس کے دو عنوانوں سے تعبیر ہے) ربط اور ہر دلیل
یہ سنا مخلد ہوا الا یہم تکذیب کی عقوبت مذکور تھی آگے ان کی تکذیب کا رد ہے اور جن امور کی وہ تکذیب کرتے تھے
ان میں اصل چیز تین تھیں توحید رسالت و بعث ان آیات میں تینوں باب میں ان کے مزعومات کا
ابطال مقصود ہے اور شاید مسلط لانے میں یہ نکتہ ہو کہ تینوں مقصود کے کلام کی طرف اشارہ ہو کہ ایک کی
ابتدا دوسرے کی تکذیب ہے اور ختم سورت میں ان تکذیبات پر آپ کا تسلیہ و اندازہ مزاج ہے۔ اور ان آیات
میں لفظ ام بہت ہے کہیں متصل ہے کہیں منقطع کہیں بمعنے ہمزہ استفہام علی حسب اقتضاء المقام اور چونکہ اوپر
ذکر ہوا ہے کہ اصل دیگر مضامین قرآنیہ کے موجب تذکیر ہے اس لئے اس پر امر بالتذکیر کی تفریع کرکے فذکر میں فرمائی
گئی واللہ اعلم۔

فَذَكِّرْ فَمَا أَنتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَلَا مَجْنُونٍ ۝ أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ

تو آپ سمجھاتے رہئے کہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں ہاں کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں

نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ الْمَنُونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُتَرَبِّصِينَ

کہ ہم ان کے بارہ میں حادثۂ موت کا انتظار کر رہے ہیں آپ فرما دیجئے کہ تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں

أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَحْلَامُهُم بِهَٰذَا ۚ أَمْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ

کیا ان کی عقلیں ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں ہاں کیا وہ یہ کہتے ہیں

تَقَوَّلَهُ ۚ بَل لَّا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ۝

کہ انہوں نے اس کو خود گھڑ لیا ہے بلکہ یہ لوگ تصدیق نہیں کرتے تو یہ لوگ اسی طرح کا کوئی کلام لے آئیں اگر یہ سچے ہیں

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَاوَاتِ

کیا یہ لوگ بدون کسی خالق کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا انہوں نے زمین و آسمان کو

وَالْأَرْضَ ۚ بَل لَّا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِندَهُمْ خَزَائِنُ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُونَ ۝

پیدا کیا ہے بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں

أَمْ لَهُمْ سُلَّمٌ يَسْتَمِعُونَ فِيهِ ۖ فَلْيَأْتِ مُسْتَمِعُهُم بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ ۝ أَمْ

کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر باتیں سن لیا کرتے ہیں تو ان میں جو باتیں سن آتا ہو وہ کوئی صاف دلیل پیش کرے

لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُونَ

کیا خدا کے لئے بیٹیاں اور تمہارے لئے بیٹے کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہوتا ہے

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ۝ أَمْ يُرِيدُونَ كَيْدًا فَالَّذِينَ كَفَرُوا

کیا ان کے پاس غیب ہے کہ یہ لکھ لیا کرتے ہیں کیا یہ لوگ کچھ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں سو یہ کافر

هُمُ الْمَكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝

ہی برائی میں گرفتار ہوں گے کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے

وَإِن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ سَاقِطًا يَقُولُوا سَحَابٌ مَّرْكُومٌ ۝ فَذَرْهُمْ

اور اگر یہ آسمان سے کوئی ٹکڑا گرتا ہوا دیکھ لیں تو یوں کہہ دیں کہ یہ تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے تو ان کو چھوڑ دیجئے

حَتَّىٰ يُلَاقُوا يَوْمَهُمُ الَّذِي فِيهِ يُصْعَقُونَ ۝ يَوْمَ لَا يُغْنِي عَنْهُمْ كَيْدُهُمْ

رہیے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جاویں گے جس دن ان کی تدبیریں ان کے کچھ

شَيْئًا وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ۝ وَإِنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا عَذَابًا دُونَ ذَٰلِكَ

بھی کام نہ آویں گی اور نہ ان کو مدد ملے گی اور ان ظالموں کے لئے قبل اس کے عذاب ہونے والا ہے

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا

لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں اور آپ اپنے رب کی تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے کہ آپ ہماری

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَإِدْبَارَ النُّجُومِ ۝

حفاظت میں ہیں اور اٹھتے وقت اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے اور رات میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے اور ستاروں کے پیچھے بھی

تفسیر: جب آپ پر مضامین سابقہ التبلیغ وحی کئے جا چکے ہیں اور ان میں جنت و دوزخ کے مستحقین کی تفصیل کی گئی ہے) تو آپ (ان مضامین سے لوگوں کو) سمجھاتے رہیے کیونکہ آپ بفضلہ تعالیٰ نہ تو کاہن ہیں اور نہ مجنون ہیں (جیسا یہ مشرکین کہتے ہیں) ہاں کیا یہ لوگ (علاوہ کاہن اور مجنون کہنے کے آپ کی نسبت) یوں (بھی) کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہیں (اور) ہم ان کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں (کہ ...) آپ فرما دیجئے کہ (بہتر) تم منتظر رہو سو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں (یعنی تم میرا انجام دیکھو میں تمہارا انجام دیکھتا ہوں) اس میں اشارہ پیشین گوئی ہے کہ میرا انجام فلاح و کامیابی ہے اور تمہارا انجام خسارہ اور ناکامی ہے اور یہ مقصود نہیں کہ تم مر جاؤ گے میں نہ مروں گا بلکہ ان لوگوں کا جو اس سے مقصود تھا کہ ان کا دین چلنے کا نہیں یہ مر جاویں گے اور دین مٹ جاوے گا جواب ہے اس کا کہ مقصود ہے چنانچہ یوں ہی ہوا۔ اور یہ لوگ جو ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں تو کیا ان کی عقلیں (جن کے یہ بڑے مدعی ہیں) ان کو ان باتوں کی تعلیم کرتی ہیں یا یہ ہے کہ یہ شریر لوگ ہیں (اس آیت میں ان کی عقل کی حالت دکھائی گئی ہے کہ کیسے صاحب [illegible] عقل ہے جو ایسی تعلیم دے رہی ہے اور اگر یہ عقل کی تعلیم نہیں ہے تو نری شرارت اور ضد ہے) ہاں کیا وہ یوں (بھی) کہتے ہیں کہ انہوں نے اس (قرآن) کو خود گھڑ لیا ہے سو حقیقی جواب (تو اس کا یہ ہے کہ یہ بات نہیں ہے) بلکہ یہ بات صرف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یہ لوگ (بوجہ عناد کے اس کی) تصدیق نہیں کرتے (اور قاعدہ ہے کہ جس چیز کی آدمی تصدیق نہیں کرنا چاہتا وہ حق ہو مگر اس کی ہمیشہ نفی

ہی کیا کرتا ہے۔ اور دوسرا الزامی جواب یہ ہے کہ اچھا اگر ان کا بنایا ہوا ہے) تو یہ لوگ (کسی دلیل اور بڑے
مجموعہ قانون الکلام میں) اس طرح کا (کوئی کلام) بنا کر لے آئیں اگر یہ (اس دعوے میں) سچے ہیں۔ آگے پھر مضامین
رسالت کے متعلق ہیں آگے توحید کے متعلق گفتگو ہے کہ یہ لوگ جو توحید کے منکر ہیں تو کیا یہ لوگ بدون کسی خالق
کے خود بخود پیدا ہو گئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں یا (یہ کہ نہ اپنے خالق ہیں اور نہ بلا خالق مخلوق ہوئے ہیں بلکہ)
انہوں نے آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے (اس میں تین شقیں باطل کی ایک یہ کہ اپنے کو کسی خالق کا محتاج نہ جانے ثانی
اپنے کو محتاج الی الخالق ہے کہ خالق اپنے ہی کو جانے سوم یہ کہ اپنے کو محتاج الی الخالق سمجھے مگر حق تعالیٰ کو
فی الخالقیت شریک یا کسی دوسرے کو بھی شریک فی الخالقیت جانے خواہ اپنے کو یا کسی دوسرے کو مگر دونوں کی الوہیت کی دلیل
واحد تھی، اس لئے ایک کا رد دوسرے کے لئے بھی دلیل ہے اور اس تخصیص ذکر کی وجہ خالقیت کی ان کی ذات سے یا یہ
وجہ ہو کہ اس سے بطلان کرنا بدیہی ہے پھر آگے اعتراف دلیل ہے دوسرے شرکا سے نفی خالقیت کا
الحمد کو لیا جاوے گا غرض اصل تین شقیں ہوئیں اور تیسری کا بطلان چونکہ ظاہر تھا اس لئے رد میں صرف استفہام انکاری پر اکتفا
کیا آگے ان کے اس قول کی طرف اشارہ ہے کہ واقع میں یہ بات نہیں کہ ملزوم مذکور لزوم ذہنی پر یا ملزوم واقع نہ ہو اور وجود
ملزوم سے وجود لازم پر استدلال کرنے میں شبہ کی گنجائش ہو بلکہ ملزوم واقع بھی ہے اور ملزوم بھی ہے لیکن)
یہ لوگ (بوجہ جہل کے توحید کا) یقین نہیں لاتے (وہ جہل یہی ہے کہ ملزومیت اور لازمیت میں غور نہیں کرتے بلکہ
لازمیت ان کے ذہن سے مخفی ہے یہ گفتگو توحید کے متعلق ہوئی آگے رسالت کے متعلق ان کے دوسرے اعتراض کا
انکار ہے چنانچہ وہ یہ بھی کہا کرتے ہیں کہ اگر نبوت ہی ملنا تھا تو فلاں فلاں رئیسوں کو ملتی حق تعالیٰ نے اس کا جواب
دیتے ہیں کہ) کیا ان لوگوں کے پاس تمہارے رب (کی نعمتوں اور رحمتوں) کے خزانے ہیں (نبوت بھی جو داخل ہے) خزانے ہیں
(کہ جس کو چاہیں نبوت دے دیں) یا یہ لوگ (اس محکمہ نبوت کے حاکم ہیں جس کو چاہیں نبوت دلوا دیں یعنی دینے دلانے کی دو
صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ مثلاً خزانہ اپنے قبضہ میں ہو دوسرے یہ کہ قبضہ میں نہ ہو مگر کارخانہ اس کے حکم سے ہو کہ
جس کو چاہے دے دو یہ دونوں صورتیں یہاں دونوں کی نفی فرمادی اور اس نفی کا حاصل تو یہ ہے کہ ان کی دلیل تو نفی رسالت محمدیہ پر متحقق
ہوگئی اور رد سامنے کوئی دلیل عقلی تو ہے نہیں بلکہ خود اس کے عکس پر دلائل عقلیہ قائم ہیں جو کچھ بیچ ہے اسی لئے محض
استفہام انکاری پر اکتفا فرمایا اب آگے دلیل نقلی کی نفی فرماتے ہیں یعنی کیا ان کے پاس کوئی سیڑھی ہے کہ اس پر چڑھ کر
آسمان کی) باتیں سن لیا کرتے ہیں (یعنی دلیل نقلی وحی آسمانی ہے اور اس کے ملنے کے دو طریقے ہیں یا تو وحی نازل کرنے والا
وہی معبود ہے اور دونوں کا نفی ہو تو ان لوگوں سے مطالبہ ہے آگے اس کے متعلق ایک احتمال عقلی کا ابطال فرماتے ہیں
کہ اگر فرضاً یہ لوگ اس صعود واستماع کے مدعی ہوں) تو ان میں جو (وہاں کی) باتیں سن آتا ہو وہ (اس دعوے پر) کوئی
صاف دلیل (یعنی جو قواعد استدلال کو جامع ہو) پیش کرے (جس سے ثابت ہو کہ یہ شخص مشرف بہ وحی ہوا ہے جیسا
ہمارے نبی اپنی وحی پر دلائل قاطعہ رکھتے ہیں۔ آگے پھر توحید کے بارہ میں ایک خاص مضمون کے متعلق کلام ہے یعنی
یہ منکرین توحید جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر شرک کرتے ہیں تو ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ) کیا خدا کے لئے
بیٹیاں (تجویز کی جاویں) اور تمہارے لئے بیٹے (تجویز ہوں یعنی اپنے لئے تو وہ چیز پسند کرتے ہو جس کو اعلیٰ درجہ کا
سمجھتے ہو اور خدا کے لئے وہ چیز تجویز کرتے ہو جس کو ادنیٰ درجہ کا سمجھتے ہو۔ آگے پھر رسالت کے متعلق کلام ہے کہ ان کو
جو باوجود آپ کی حقانیت ثابت ہو جانے کے آپ کا اتباع اس قدر ناگوار ہے تو کیا آپ ان سے کچھ معاوضہ (تبلیغ احکام
کا) مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ان کو گراں معلوم ہے (آگے بعث و مجازات کے متعلق کلام ہے کہ جو لوگ یوں کہتے ہیں کہ اول
تو قیامت نہیں اور اگر بالفرض ہوئی تو ہم وہاں بھی اچھے رہیں گے تو ہم ان کے متعلق ان سے پوچھتے ہیں کہ) کیا ان کے
پاس غیب (کا علم) ہے کہ یہ اس کو محفوظ رکھنے کے واسطے) لکھ لیا کرتے ہیں (جس سے یہ قیامت کی نفی اور اپنے
اچھے ہونے کے قائل ہوں تو کیا تم کو غیب پر کسی واسطے سے اطلاع وحی کی نہیں ہے جیسا ہمارے نبی کو اثبات قیامت
کی نسبت اللہ تعالیٰ کی خبر یقینی بواسطہ وحی کے دی گئی ہے اور وہ اس کو محفوظ رکھ کر اوروں کو پہنچا رہے ہیں گو صاف

کے متعلق ایک اور کلام ہے وہ یہ کہ) کیا یہ لوگ (صاحب رسالت کے ساتھ) کچھ برائی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں سو یہ کافر خود ہی (اس برائی کے وبال) میں گرفتار ہوں گے (چنانچہ اس قصد میں ناکام ہوئے اور بدر میں مقتول ہوئے آگے پھر توحید کے متعلق کلام ہے کہ) کیا ان کا اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے اللہ تعالیٰ ان کے شرک سے پاک ہے (بطور ذکر کے پھر رسالت کے متعلق ایک کلام ہے وہ یہ کہ یہ لوگ نفی رسالت کے لئے ایک بات یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم تو آپ کو اس وقت رسول جانیں جب ہم پر ایک آسمان کا ٹکڑا گرا دو۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو دعویٰ پیغمبری یہ دعویٰ رسالت ہو بالخصوص جو مطلق دلیل کا نہیں بلکہ صحیح ہو قائم کر دینا کافی ہے جو کہ دعویٰ رسالت ہی کے وقت سے بلا کسی قدر معجزہ کے قائم ہے اور کسی خاص دلیل کا قائم ہونا ضروری نہیں اور نہ اس سے دعوے نبوت میں قدح لازم آتا ہے اور اگر بہر حال کوئی فرمائشی دلیل قائم کی جاوے تو وہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت ہو مثلاً معترض کنندہ طالب حق ہو تو یہ سمجھا جاوے کہ شاید اسی ذریعہ سے اس کو ہدایت ہو جاوے گی یا کوئی اور معتدبہ حکمت ہو اور یہاں یہ مصلحت بھی نہیں کیونکہ ان کی یہ فرمائش طلب حق کے لئے نہیں بلکہ محض تعنت و عناد کی راہ سے ہے اور ایسے ضدی ہیں کہ اگر (ان کا یہ فرمائشی معجزہ واقع بھی ہو جاوے اور وہ) آسمان کے ٹکڑے کو دیکھ بھی لیں کہ گرتا ہوا آرہا ہے تو اس کو بھی یوں کہہ دیں کہ یہ تو تہ بہ تہ جما ہوا بادل ہے (پس جب مصلحت بھی اس میں نہیں ہے اور دوسری مصلحتوں کی نفی کا بھی ہم کو علم ہے بلکہ ان مقترحات کا وقوع خلاف حکمت ہے پس جب ضرورت نہیں مصلحت نہیں بلکہ خلاف مصلحت ہے پھر کیوں واقع کیا جاوے اور نہ اس کے عدم وقوع سے نبوت کا انتفاء ہوتا ہے آگے ان کے غلو فی الکفر پر جو اوپر کی آیتوں سے اور شدت سے [illegible] معلوم ہوتا ہے بطور تفریع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرماتے ہیں بطور تفریع کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیہ فرماتے ہیں کہ جب یہ لوگ ایسے طاغی بطور باغی اور غالی ہیں) تو ان سے توقع ایمان کی نہ رکھئے بلکہ ان کو (ان کی حالت پر) رہنے دیجئے یہاں تک کہ ان کو اپنے اس دن سے سابقہ (واقع) ہو جس میں ان کے ہوش اڑ جاویں گے (مراد قیامت کا دن ہے۔ آگے اس دن کا بیان ہے یعنی) جس دن ان کی تدبیریں (جو دنیا میں اسلام کی مخالفت اور اپنی کامیابی کے بارے میں کیا کرتے تھے) ان کے کچھ بھی کام نہ آویں گی اور نہ (کہیں سے) ان کو مدد ملے گی (نہ تو مخلوق کی طرف سے کہ اس کا امکان ہی نہیں اور نہ خالق کی طرف سے کہ اس کا وقوع نہیں یعنی اس کا وقوع نہیں یعنی اس روز ان کو حقیقت معلوم ہو جاوے گی باقی اس سے ادھر ایمان لانے والے نہیں) اور (آخرت میں تو یہ مصیبت ان پر آوے ہی گی لیکن) ان ظالموں کے لئے قبل اس (عذاب) کے بھی عذاب ہونے والا ہے (جیسے قحط و قتل بدر) لیکن ان میں اکثر کو معلوم نہیں (اکثر شاید اس لئے فرمایا ہو کہ بعضوں کے لئے ایمان مقدر تھا اور ان کا عدم علم بوجہ اس کے کہ علم سے مبدل ہونے والا تھا اس لئے وہ عدم علم نہیں قرار دیا گیا) اور (جب آپ کو معلوم ہو گیا کہ ہم ان کی سزا کے لئے ایک وقت معین کر چکے ہیں تو) آپ اپنے رب کی (اس) تجویز پر صبر سے بیٹھے رہیے (اور ان لوگوں کے لئے انتقام الٰہی کی جلدی نہ کیجئے جس کو آپ اعتبار طبیعت کی حیثیت سے چاہتے تھے اور نہ اس خیال سے استعجال کیجئے کہ یہ لوگ مدت امہال میں آپ کو کوئی ضرر پہنچا سکیں گے سو اس کا بھی اندیشہ نہ کیجئے کیونکہ) کہ آپ ہماری حفاظت میں ہیں (چنانچہ آپ کا ذرہ برابر نقصان نہیں واقع ہوا) اور (اگر ان کے کفر سے طبعی [illegible] آوے تو اس کا علاج یہ ہے کہ توجہ الی اللہ رکھئے مثلاً یہ کہ) اٹھتے وقت (یعنی مجلس سے یا سوتے سے اٹھتے وقت مثلاً تہجد) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیا کیجئے اور رات (کے کسی حصے) میں بھی اس کی تسبیح کیا کیجئے (مثلاً عشاء) اور ستاروں (کے غروب ہونے) سے پیچھے بھی (مثلاً نماز صبح اور مطلق ذکر بھی اس میں آ گیا اور تخصیص ان اوقات کی بوجہ خاصہ اہتمام کے ہے حاصل یہ کہ اپنے دل کو ادھر مشغول رکھئے پھر فکر و غم کا غلبہ نہ ہوگا۔

سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ اِنَّھَا اِحْدٰی اَوْ اِثْنَتَانِ وَّسِتُّوْنَ اٰیَۃً

ربط لوپر کی سورۃ میں توحید و رسالت و معاد کا ذکر تھا اس سورت میں بھی یہی مضامین ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ

قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے یہ تمہارے ساتھ کے رہنے والے نہ راہ سے بھٹکے اور نہ غلط رستہ ہو لئے اور نہ آپ اپنی نفسانی

عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝ ذُوْ مِرَّةٍ

خواہش سے باتیں بناتے ہیں ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے ان کو ایک فرشتہ تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے پیدائشی

فَاسْتَوٰى ۝ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى ۝ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى ۝ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ

طاقتور ہے پھر وہ فرشتہ اصلی صورت پر نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا پھر وہ فرشتہ نزدیک آیا پھر اور نزدیک آیا سو دو کمانوں کے برابر فاصلہ

اَوْ اَدْنٰى ۝ فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى ۝ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى ۝

رہ گیا بلکہ اور بھی کم پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندہ پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھا قلب نے دیکھی ہوئی چیز میں کوئی غلطی نہیں کی تو کیا ان سے

اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى ۝ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ۝ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ۝

اس دیکھی ہوئی چیز میں نزاع کرتے ہو اور انہوں نے اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی دیکھا ہے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس اس کے

عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ۝ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ۝ مَا زَاغَ

قریب جنت الماویٰ ہے جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں نگاہ نہ تو ہٹی

الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ۝ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ۝

اور نہ بڑھی انہوں نے اپنے پروردگار کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے

تفسیر: قسم ہے (مطلق) ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے (یعنی کوئی ستارہ ہو اور اس قسم میں نظیر ہے مضمون جواب قسم ما ضل و ما غوی کی یعنی جس طرح ستارہ طلوع سے غروب تک اس تمام زمانہ میں اپنی باقاعدہ رفتار سے ادھر ادھر نہیں ہوا اسی طرح آپ اپنی عمر بھر ضلال و غوایت سے محفوظ ہیں اور اس سے اذا ہوی کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بھی معلوم ہوگئی اور گو غروب سے طلوع تک بھی نجم کے لئے یہی حکم ثابت ہے لیکن وہ مرئی نہیں اور طلوع سے غروب تک محسوس ہے اور نیز اشارہ ہے اس طرف کہ جیسے نجم سے اہتدا ہوتا ہے اسی طرح آپ سے بھی بوجہ عدم ضلال و عدم غوایت کے اہتدا ہوتا ہے اور چونکہ وسط سما میں ہونے کے وقت سمت کا اندازہ نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس سے اہتدا نہیں ہوتا اس لئے اس میں قید لگائی قرب من الافق کی اور گو قرب من الافق طلوع کے وقت بھی ہوتا ہے لیکن غروب میں یہ بات زیادہ ہے کہ اس وقت طالبان اہتدا اس کو غنیمت سمجھتے ہیں اس خیال سے کہ اگر استدلال میں ذرا توقف کیا پھر غائب ہو جاوے گا بخلاف طلوع کے کہ اس میں بہت دیر رہتی ہے پس اس میں اس طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم سے ہدایت حاصل کر لینے کو غنیمت سمجھو اور فوت سے پہلے آگے جواب قسم ہے کہ) یہ تمہارے (ہمہ وقت) ساتھ (اور سامنے) کے رہنے والے (پیغمبر جن کے تمام احوال

وافعال تم کو معلوم ہیں جس سے بشرط انصاف (ان کا سچا ہونا) پر استدلال کر سکتے ہو۔ یعنی ذرا راہ (حق) سے بھٹکے اور نہ غلط
رستے ہو لئے (ضلال یہ کہ بالکل رستہ بھول کر گمراہ ہو جاوے اور غوایت یہ کہ غیر راہ کو راہ سمجھ کر چلتا رہے یعنی جیسے قرآن کی
دعویٰ نبوت و دعوت الی الاسلام میں جس کو تم سمجھتے ہو یہ بات نہیں ہے بلکہ آپ بالکل حق پر ہیں) اور نہ آپ اپنی نفسانی
خواہش سے باتیں بناتے ہیں (جیسا تم لوگ کہتے ہو کہ افتراء باندھ) ان کا ارشاد نری وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے خواہ
الفاظ کی بھی وحی ہو جو قرآن کہلاتا ہے خواہ صرف معانی کی ہو جو سنت کہلاتی ہے اور خواہ وحی جزئی ہو یا کسی قاعدہ
کلیہ کی وحی ہو جس سے اجتہاد فرماتے ہوں پس اس سے نفی اجتہاد کی نہیں ہوتی اور اس مقام کا مقصود نفی ہے مزعوم
کفار کی یعنی خدا کی طرف غلط بات کی نسبت نہیں فرماتے آگے۔ وحی آنے کا واسطہ بتلاتے ہیں کہ) ان کو ایک فرشتہ تعلیم
کی جانب اللہ) تعلیم کرتا ہے جو بڑا طاقتور ہے (اور اکتسابی طاقتور نہیں بلکہ) پیدائشی طاقتور ہے (چنانچہ ایک
روایت میں خود جبرئیل علیہ السلام نے اپنی طاقت کا بیان فرمایا کہ میں نے قوم لوط علیہ السلام کی بستیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر
آسمان کے قریب لے جا کر چھوڑ دیا مطلب یہ کہ کلام کسی شیطان کے ذریعے سے آپ تک نہیں پہنچتا کہ کاہن ہونے
کا احتمال ہو بلکہ فرشتہ کے ذریعے سے آتا ہے اور شاید شدید القویٰ کے ساتھ موصوف فرمانے میں یہ مقصود ہو کہ
اس کا احتمال بھی نہ کیا جاوے کہ شاید اول میں فرشتہ ہی سے کر چلا ہو مگر درمیان میں کوئی شیطانی تصرف ہو گیا ہو
پس اس میں اشارہ ہو گیا جواب کی طرف کہ وہ نہایت شدید القویٰ ہیں شیطان کی مجال نہیں کہ ان کے پاس بھی پھٹک سکے
چنانچہ فترت وحی کے بعد خود حق تعالیٰ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا ہے ان علینا جمعہ وقرآنہ۔ آگے اس شبہ
کا جواب ہے کہ اس وحی لانے والے کا فرشتہ ہونا جب ہی معلوم ہو سکتا ہے جب آپ ان کو پہچانتے
ہوں، اور پوری پہچان موقوف ہے اصلی صورت دیکھنے پر تو کیا آپ نے جبرئیل علیہ السلام کو ان کی اصلی صورت
پر دیکھا ہے اس کی نسبت فرماتے ہیں کہ ہاں یہ بھی ہوا ہے جس کی کیفیت یہ ہے کہ چند بار تو دوسری صورت میں دیکھا
گو وہ دوسری بھی ایسی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے اس صورت میں جو مشخصات اصلیہ تھے اور جو عارضی تھے ان کو خود ہی سے
ان میں آپ کو تمیز عنایت فرما دیا جس پر دلیل عقلی دال ہے کہ اللہ تعالیٰ مکلفین کو تلبیس سے محفوظ رکھتا ہے اور اس تمیز
نہ ہونے پر تلبیس جو مضر ہے امت کی مرتب ہوتی اس لئے تمیز عطا فرما دیا گو صورت اصلی نہ تھی) پھر (ایک بار ایسا بھی ہوا کہ)
وہ فرشتہ (اپنی) اصلی صورت پر (آپ کے روبرو) نمودار ہوا ایسی حالت میں کہ وہ (آسمان کے) بلند کنارہ پر تھا (ایک
روایت میں افق شرقی سے تفسیر آئی ہے اور افق میں دکھلائی دینے کی غالباً یہ حکمت ہے کہ وسط سماء میں دیکھنا خالی از مشقت
و تکلف نہیں اور اعلیٰ میں غالباً یہ حکمت تھی کہ بالکل افق پر بعض دفعہ پوری چیز نظر نہیں آتی اس لئے ذرا اونچے پر نظر آئے اور اس
دیکھنے کا قصہ یہ ہوا تھا کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھ کو اپنی اصلی صورت
دکھلا دو انہوں نے حرا کے پاس وحسب روایت ترمذی اجیاد میں وعدہ کر لیا آپ وہاں تشریف لے گئے تو ان کو افق شرقی
میں دیکھا کہ ان کے چھ سو بازو ہیں اور اس قدر پھیلے ہوئے ہیں کہ افق غربی تک گھیر رکھا ہے آپ بے ہوش ہو کر گر پڑے
اس وقت جبرئیل علیہ السلام بصورت بشریہ ہو کر آپ کے پاس تسکین کے لئے اتر آئے جس کا آگے ذکر ہے حاصل یہ کہ
وہ فرشتہ (اول صورت اصلیہ میں افق اعلیٰ پر نمودار ہوا) پھر جب آپ بے ہوش ہو گئے تو وہ فرشتہ (آپ کے) نزدیک
آیا پھر اور نزدیک آیا سو (قرب کی وجہ سے کہ مدلول دنیٰ کا ہے) دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا بلکہ (رعایت قرب کی
وجہ سے کہ مدلول دنیٰ کا ہے) اور بھی کم (فاصلہ رہ گیا مطلب دو کمانوں کا یہ ہے کہ عرب کی عادت تھی کہ جب دو شخص
غایت درجہ کا اتفاق و اتحاد کرنا چاہتے تھے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں لے کر ان کے چلے یعنی تانت کو باہم ملاصق کر دیتے
اور ملاصقت میں بھی بعض اجزاء کے اعتبار سے کچھ فصل ضروری رہتا ہے پس اس محاورہ کی وجہ سے کہ یہ علامت
اتحاد ہے اور چونکہ یہ محض اتفاق صوری کی علامت تھی تو اگر معانی میں بھی اتفاق ہو تو مطلب الواقع ہی صادق آ سکتا ہے
او ادنیٰ کے بڑھا دینے میں اشارہ ہو گیا کہ باوجود صوری کے علاوہ آپ میں اور جبرئیل علیہ السلام میں معنوی مناسبت
تھی جو مدار ہے معرفت تامہ اور حفظ صورت کا اور تمیز بین المشخصات الاصلیۃ والعارضیۃ کا غرض کہ ان کی تلبیس

(اس فرشتہ کے ذریعہ سے) اپنے بندہ (محمد صلی اللہ
علیہ وسلم) پر وحی نازل فرمائی جو کچھ نازل فرمانا تھی (جس کی تعیین یا تخصیص معلوم نہیں اور نہ معلوم ہونے کی حاجت اور
[illegible] وحی نازل فرمانا تھا ۔ دیگر اس مقصود
[illegible] ہے کہ صورت جبرئیل کے متعلق [illegible] دی ہو یا اور کچھ [illegible]
اور بہت زیادہ معرفت کے [illegible] صورت اصلیہ جبرئیل کا دیکھا [illegible] اس لئے ہو کہ معرفت میں اور زیادہ [illegible]
مضمون اس [illegible] بعض صورت اصلیہ کے [illegible] جبرئیل علیہ السلام ہے [illegible]
[illegible] صورت بشریہ ہے ایک شان بلند [illegible] گئے [illegible] میں
[illegible] حقیقت واضح ہے جیسا کہ کسی شخص کے [illegible] کلام [illegible] صورت
[illegible] کے متعلق [illegible] کا جواب ہے [illegible] صورت
[illegible] اور اس کا دل
[illegible] ہو کر [illegible] کا ثبات کیا گیا ہے [illegible] رویت نہیں [illegible]
[illegible] اگر [illegible] تو حواس ہو گئے ہیں
[illegible] باوجود سلامت حس کے
[illegible] احساسات میں غلطی ہو جاتی ہے [illegible] یا نہیں [illegible] اس کی
[illegible] کہ آپ کو [illegible] رویت [illegible] تھی
بعض اوقات [illegible] دوسرا [illegible] اس کی کیا دلیل
ہے [illegible] کہ اس [illegible] قلب نے دیکھا [illegible] غلطی نہیں کی (رہا یہ کہ اس کی کیا دلیل
[illegible] ہے کہ [illegible] اختلافات [illegible] حس سے بالکل امان [illegible]
[illegible] غلطی نہیں [illegible] خطرات قلبی کا [illegible] ہوتا
[illegible] خلاف کے لئے کوئی [illegible]
[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا [illegible] صاحب [illegible]
[illegible] آپ نے [illegible] تو [illegible]
[illegible] اثبات [illegible] تو [illegible]
[illegible] معرفت و رویت کا ثبوت [illegible]
[illegible] ارشاد فرماتے ہیں کہ جب [illegible] تو تعجب کی بات ہے
سے ان کی [illegible] حسیات میں [illegible]
[illegible] جب
[illegible] تو اس کا جواب یہ
[illegible] فوراً پہچان ہو جاتی ہے
[illegible] کی احتیاج نہ ہو جیسا دوسری
[illegible] یا قرائن و علامات [illegible]
[illegible] معرفت حاصل ہو جاتی ہے [illegible] بعض [illegible] صورت
[illegible] اور پھر اس کی صورت ذہن میں محفوظ [illegible] کی تعیین [illegible] نہیں کر سکتے پاس [illegible]
[illegible] کے طور پر [illegible] آپ کے ذہن [illegible]
[illegible] صورت غیر اصلیہ کا ہو چکا تھا اور [illegible] آپ کو [illegible]
[illegible] جبرئیل علیہ السلام کا پورا پتہ معلوم ہو [illegible] مشاہدہ [illegible] ضرورت ہے
[illegible] دو وجہ سے [illegible] (ص) [illegible] صورت اصلیہ [illegible]
انھوں نے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس فرشتہ کو ایک اور دفعہ بھی (صورت اصلیہ میں) دیکھا ہے (یعنی
وہ [illegible] تعیین ہو گئی کہ ہاں جبرئیل [illegible] کے درخت کو اور
[illegible] شب معراج میں دیکھا ہے سدرۃ المنتہی [illegible] احکام
[illegible] کے معنی ہیں انتہا کی جگہ [illegible] اسی طرح یہاں سے
اور [illegible] سدرۃ المنتہی [illegible]

جو اعمال صعود کرتے ہیں وہ بھی سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچتے ہیں پھر وہاں سے اوپر اٹھائے جاتے ہیں دنیا میں یہاں کی خاک تک کی بھی پہنچے کہ آمد و برآمد مخلوقات کی وہاں سے ہوتی ہے اور شاید اس تقیید میں اشارہ ہو تقویت اصالت صورت مرئیہ کی طرف کیونکہ فرشتوں کا اصل مسکن آسمان ہے اور عادت متعارفہ ہے کہ مسکن سے دور ہو کر تو کبھی اصلی صورت تبدیل (بھی) ہو جانے سے کسی قدر بدل بھی جاتی ہے لیکن اپنے اصل مسکن میں بالکل اصلی ہیئت پر استقرار ہوتا ہے پس اصالت صورت کی زیادہ تقویت ہو گئی اور عند سدرۃ المنتہیٰ میں تو مکان رویت بتلایا تھا آگے اس مکان کا شرف بتلاتے ہیں کہ اس (سدرۃ المنتہیٰ) کے قریب جنۃ الماویٰ ہے (ماویٰ کے معنے رہنے کی جگہ چونکہ جنت نیک بندوں کے رہنے کی جگہ ہے اس لئے جنت الماویٰ کہتے ہیں۔ حاصل یہ کہ وہ سدرۃ المنتہیٰ ایسے ممتاز موقع پر ہے اس میں اشارہ ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے بلند مقام پر پہنچنا دلیل ہے آپ کے معزز و مکرم ہونے کی اور قاعدہ ہے کہ ایسے مہمان عزیز سے سامان اکرام کا اخفاء نہیں کیا جاتا اور جبرئیل علیہ السلام کی معیت آپ کے ساتھ اکرام کے لئے تھی پس ان کی صورت اصلیہ میں احتجاب کا اصلاً احتمال نہیں پس اس سے بھی تاکید ہو گئی مرئی کے انکشاف و ظہور تام کی طرف جس سے رویت کا تعلق زیادہ تام ہوگا۔ اب بعد تعیین مکان رویت کے رویت کا زمانہ بتلاتے ہیں کہ رویت کب ہوئی یعنی فرماتے ہیں کہ) جب اس سدرۃ المنتہیٰ کو لپٹ رہی تھیں جو چیزیں لپٹ رہی تھیں (ایک روایت میں ہے کہ سونے کے پروانے تھے یعنی صورت ایسی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ وہ فرشتے تھے۔ یعنی حقیقت ان کی وہ تھی اور ایک روایت میں ہے کہ ملائکہ نے حق تعالیٰ سے اجازت چاہی تھی کہ ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کریں ان کو اجازت ہو گئی وہاں سدرہ پر مجمع ہو گئے تھے۔ اس میں اشارہ ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معزز و مکرم ہونے کی طرف اور یہاں وجہ تقریب ہے جو تقیید سابق میں بیان کی گئی اب ایک احتمال یہ ہو سکتا ہے کہ ایسی حیرت کی چیزیں دیکھ کر نگاہ چکرا جاتی ہے اور ادراک میں اشتباہ ہو جاتا ہے پس ایسی حالت میں جبرئیل علیہ السلام کی صورت کا ادراک بھی محل احتجاب ہو اور انکشاف میں فرق ہوا تو پھر اس خدشہ مذکورہ کا جو جواب لقد رآہ نزلۃ اخریٰ سے دیا گیا ہے وہ کافی نہ ہوا اس احتمال کے دفع کے لئے فرماتے ہیں کہ آپ ان عجائب کو دیکھ کر ذرا نہیں چکرائے اور اصلاً حیرت نہیں ہوئی چنانچہ جن چیزوں کی رویت کا حکم تھا ان کی طرف نظر کرنے سے آپ کی) نگاہ نہ تو ہٹی (بلکہ ان چیزوں کو خوب دیکھا) اور (جن چیزوں کے دیکھنے کا حکم نہ ہوا) نہ (ان کی طرف دیکھنے کو آپ کی نگاہ) بڑھی (یعنی قبل الحکم نہیں دیکھا یہ دلیل ہے آپ کے غایت استقلال کی کیونکہ عجیب چیزوں سے حیرت میں اگر آدمی یہی دو حرکتیں کیا کرتا ہے کہ جن چیزوں کے دیکھنے کو کہا جاتا ہے ان کو تو دیکھتا نہیں اور جس کے لئے نہیں کہا گیا ان کو تکتا ہے۔ غرض اس میں انضباط نہیں ہوتا۔ آگے آپ کے استقلال کی قوت بیان کرنے کے لئے فرماتے ہیں کہ) انہوں نے (یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے) اپنے پروردگار (کی قدرت) کے بڑے بڑے عجائبات دیکھے (مگر ہر چیز کے دیکھنے میں آپ کی یہی شان رہی۔ پس ثابت ہوا کہ آپ میں غایت استقلال ہے پس حیرت کا احتمال نہیں پس خدشہ کا جو جواب لقد رآہ نزلۃ اخریٰ میں مذکور تھا وہ سالم رہا۔ غرض تمامتر تقریب سے رویت و معرفت جبرئیلیہ کے متعلق شبہات مندفع ہو کر امر رسالت معزز و محقق ہو گیا جو کہ مقصود مقام تھا۔ ربط اوپر تحقیق رسالت کا مضمون تھا آگے توحید کا مضمون ہے۔

أَفَرَءَيْتُمُ ٱللَّٰتَ وَٱلْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَوٰةَ ٱلثَّالِثَةَ ٱلْأُخْرَىٰ ۝ أَلَكُمُ ٱلذَّكَرُ وَلَهُ

بھلا تم نے لات اور عزیٰ اور ایک تیسرے منات کے حال میں غور بھی کیا ہے کیا تمہارے لئے تو بیٹے ہوں اور

ٱلْأُنثَىٰ ۝ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰٓ ۝ إِنْ هِىَ إِلَّآ أَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوهَآ أَنتُمْ وَءَابَآؤُكُم

خدا کیلئے بیٹیاں اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ نرے نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیے

وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا

(اے ہمارے پروردگار!) ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا بنا

پیشوا

دہلی

ایک ماہوار مذہبی اور اصلاحی رسالہ

مدیر مسئول سید عزیز حسن بقائی



فی پر

قیمت

۱ روپیہ

مقام اشاعت نزد جامع مسجد اردو بازار دہلی



مہینہ کے ۲۵ دِن

عورت کیلئے ہر مہینہ ۲۵ دن ٹھیک ہوتے ہیں۔

لیکن باقی پانچ چھ دن

بعض عورتوں کیلئے تکلیف دِہ بن جاتے ہیں

ان عورتوں کیلئے جنہیں ماہواری کی کوئی تکلیف ہو رہی ہو۔ بے قاعدگی ہو یا ماہواری ایام درد اور تکلیف سے ہوتے ہوں۔ ماہواری کی تکلیف سے آنا بے قاعدہ آنا عورت کی صحت کیلئے اچھا نہیں۔ اس تکلیف کا بہت جلد علاج کرنا چاہئے۔ اس کا آسان علاج یہ ہے کہ ایسی عورت کو ایک شیشی دوا کورس استعمال کرا دیا جانے۔ یہ دوا ماہواری ایام کو بالکل ٹھیک کر دیتی ہے۔ دوا کے بعد ہر مہینہ بغیر درد کے ٹھیک وقت پر ماہواری ہونے لگتی ہے۔ دوا کورس ماہواری کی ہر خرابی کیلئے نہایت ہی کامیاب ثابت ہوا ہے۔ ایک شیشی کی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے جن بہنوں کو ضرورت ہو پتہ لکھ کر بذریعہ وی پی پارسل منگا لیں۔ پارسل پہ آٹھ آنے محصول لے گا۔ اور اگر چھ شیشے دوا کا پارسل اکٹھا منگوائے گا۔

لیڈی ڈاکٹرز زنانہ دواخانہ [illegible] دہلی

محبت
اسلامیہ دار الاشاعت کا
ایک ماہوار
مذہبی، اخلاقی، اصلاحی
ادبی رسالہ
مقام اشاعت
اردو بازار جامع مسجد
دہلی

ٹیلیفون نمبر ۶۵۲۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
قسم کی خط و کتابت میں
نمبر خریداری ضرور لکھیے
ورنہ شکایت کی تعمیل نہ ہوگی
منیجر

قیمت سالانہ　　دو روپے
ممالک غیر سے　　۵ شلنگ
قیمت فی پرچہ　　۳ ر

جلد ۲۳ ‖ بابتہ ماہ شعبان المعظم ۱۳۶۶ھ مطابق جولائی ۱۹۴۷ء ‖ نمبر ۸

شذرات

از [illegible]

پیشوا میں تاخیر

پیشوا ۱۹۲۵ء سے شائع ہو رہا ہے۔ سینکڑوں خریدار ایسے ہیں جو پہلے پرچہ سے اب تک میرے ساتھ ہیں، اور ہزاروں ایسے ہیں جو دس دس اور پانچ پانچ سال سے خرید رہے ہیں، وہ سب گواہ ہیں کہ پیشوا کی اشاعت جیسی گذشتہ چند دنوں سے بے قاعدہ ہے، ایسی پوری زندگی نہیں رہی، اور مجھے اعتراف ہے کہ میں پیشوا کو وقت پر شائع کرنے میں باوجود کوشش کے ناکام رہا۔

یہ بحث بہت طویل ہے کہ اس تاخیر میں میرا ورد برابر بھی قصور نہیں ہے، لیکن میں نے خواجہ حسن نظامی کی طرح تقدیر پر رہنے کا مدعی نہ ہونے کے باوجود کوشش میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ خدا خدا کر کے دہلی فساد کے خطرہ سے نکلی اور کاتب پریس، دفتری سب نے کام شروع کیا تو دہلی سے نیوز پرنٹ غائب ہے۔ میرے اخبارات و رسائل کے لئے آٹھ ہزار روپے ماہوار کا کاغذ درکار ہوتا ہے۔ پیشگی قیمت ادا کرنے پر بھی ہے، این سنگھ کمپنی کاغذ سپلائی نہ کر سکی، حالانکہ

[illegible] ہیں سوہاری ہیں۔ زمانے [illegible] کے پڑھنے والوں کے سامنے [illegible] رہا ہے۔

[illegible] ضرورت کے مطابق [illegible] تھا اب کوٹہ اصلاحی ہے [illegible] کاغذ ہی غائب ہے۔ ہر جگہ بلیک مارکیٹ کا زور ہے۔ روپے کی قیمت [illegible] لیکن اب [illegible] رہ گئی ہے [illegible] روپے سر [illegible] رہی لیکن [illegible] سے کم [illegible] بھی یہ شکایت میرے مقدر میں لکھی ہے [illegible] ہمارے اپنے [illegible]

ایوبی شائع ہو گئی

خدا کا شکر ہے کہ سلطان المجاہدین غازی اعظم حضرت صلاح الدین ایوبی کی مکمل [illegible] بہت بڑی سوانح عمری کاغذ کے اس قحط کے [illegible] ہو گئی۔ اور وہ مسلمان جو پاکستان

کے حامی نہیں ہیں، روزانہ ہی اس نامور مسلمان فلسفی کے ملفوظات جوق جوق پڑھ رہے ہیں۔ مکمل اشتہار پیشوا کے کسی صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں، اور اگر اس وقت تک آپ اس نعمت سے محروم رہے ہوں تو منیجر صاحب پیشوا دہلی سے کم فرمائش بھیج کر کتاب طلب فرمالیں۔

ترجمہ کلام اللہ اور کتب احادیث کے تراجم

خدا کا شکر ہے کہ صحاح ستہ کی تمام احادیث کے اردو زبان میں تراجم ہو چکے ہیں، اور اعجاز نما قرآن حکیم بھی مقبول ہو کر ختم ہو گیا ہے، لیکن چونکہ میری مالی حالت ایسی نہیں رہی ہے کہ میں ان سب تراجم اور کلام اللہ کے متعدد ایڈیشنوں کو جلد از جلد شائع کر سکوں۔ اس لئے مجھے چند ایک ایسے سرمایہ داروں کی ضرورت ہے، جو اس نیک کام میں روپیہ لگا سکیں، کام نفع بخش ہے۔

جو حضرات پاک روزی تجارت کے ذریعہ حاصل کرنا چاہتے ہیں، وہ مجھ سے خط و کتابت کریں۔

کپڑے اور غلہ کا قحط

انتہائی افسوس ہے کہ عبوری حکومت کے دور میں بجائے کپڑے اور غلہ کی مصیبت کم ہونے کی بجائے بڑھی، اگرچہ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے غلہ کی مشکلات پر قابو پانے کی کوشش کی لیکن کانگریس لیگ کشمکش، سامراج کانگریس کشمکش، سفید فام اور لیگی مسلمان ملازموں کی سازش سے ڈاکٹر صاحب اس قحط کو نہ روک سکے، جو اس مہینے سے شروع ہو رہا ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ابھی صرف لفافہ ہی بدلا ہے، کانگریس کے پاس الہ دین کا چراغ نہیں ہے کہ وہ اس کو رگڑتے ہی دو سو سال کے تباہ شدہ ہندوستان کی کایا پلٹ دے۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس قحط کا پیدا ہونا بدتدبیری کا بھی دخل ہے جس کے ذمہ دار وہ لوگ ہیں جو فائلوں پر نوٹ لکھتے ہیں اور بہار سے ناواقف ہیں۔

مثلاً پنجاب میں چنا اور یوپی میں گڑ کا ہوا تباہ ہو رہا ہے اور اس طرح ایک صوبے کی پیداوار کا دوسرے صوبے میں ضرورت کے وقت نہ جانا بھی غذائی مشکلات کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ ڈاکٹر صاحب غذائی پالیسی پر نظر ثانی کریں، اور زیادہ غلہ اگاؤ کے لئے وہ علم سائنس کے آلات مہیا کریں، جس سے فصل جلدی تیار ہو، اناج بکثرت ہو، اور جو زمینیں کار آمد ہوں، تاکہ دوسرے ممالک کو کپڑا اور شوگر دے کر اور زیادہ سے زیادہ قیمت ادا کر کے ہندوستان کے لئے غلہ حاصل کرنے کی سال آئندہ ضرورت نہ رہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو آئین ساز اسمبلی کا کام بہت ہے اور اسی وجہ سے وہ خود منسٹری سے استعفیٰ بھی دے رہے ہیں لیکن کپڑے کا قحط اگر ٹالا جا سکتا ہے تو اسی صورت میں کہ جاپانی، امریکی، کینیڈین اور آسٹریلین کا نفع ۲ مہینے کے لئے ڈیوٹی اٹھا دی جائے، اور سرکاری رد کا فون پر لاگت کی لاگت زر خرید کا انتظام کر دیا جائے، تو ایسی صورت میں زمین دوز گودام بلیک مارکیٹ سے کھلے بازار میں آجائیں گے، اور ملک اپنی ضروریات کے مطابق کپڑا حاصل کر سکے گا، اس عرصہ میں ہندوستان میں نئے مل جاری ہو کر کپڑے کی بیرونی آمد سے نجات حاصل کر لی جائیگی

ہم جانتے ہیں کہ اس طرح ٹیکسوں کی تھوڑی سی آمدنی کا خسارہ ہوگا۔ لیکن ملک کی مانگ کا بڑا حصہ پورا ہو کر ملک میں بے چینی ختم ہو جائے گی۔ اس طرح سال آئندہ غلہ کے قحط سے بھی نجات مل سکتی ہے۔ اگر ہوائی جہاز کے ذریعہ کھاد، آلات زرعی، امریکہ، روس، کینیڈا سے حاصل کر لئے جائیں، اور بنجر زمینوں کا لگان پانچ سال تک معاف کرنے کا اعلان کر دیا جائے۔

کیا ان گذارشات پر غور کرنے کے لئے وہ لوگ توجہ فرمائینگے جو فائلوں کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں؟

جن

خریدار صاحبان کی میعاد خریداری اس مہینہ میں ختم ہو چکی ہے ان میں

> ایک آپ بھی ہیں اور آپ کا نمبر
> خریداری . . . . ہے

اگر آپ سال آئندہ کے لئے خریدار رہنا چاہیں تو کم سے کم دو نئے خریدار فراہم کریجئے اور سب کی قیمت آج ہی دفتر رسالہ پیشوا دہلی کو روانہ کر دیجئے اور اگر خدانخواستہ کسی وجہ سے آپ خود سال آئندہ کیلئے خریدار رہنا پسند نہ کریں تو از راہ کرم اسی وقت ایک پوسٹ کارڈ منیجر رسالہ پیشوا دہلی کے نام لکھ دیجئے کہ رسالہ آئندہ کیلئے خریداری منظور نہیں۔ آپ کے اس کارڈ کے وصول ہوتے ہی آپ کا نام رجسٹر خریداران سے بصد افسوس خارج کر دیا جائیگا، اور اگر آپ نے منی آرڈر نہ بھیجا، عدم خریداری کا خط نہ لکھا تو

احکام القرآن

قرآنی احکام پر ایک لاجواب کتاب جو [illegible] لکھی گئی

(از حضرت علامہ آغا زین صاحب بلند شہری)

بگذشتہ سے پیوستہ

(۲۳۱)

اولی الارحام ترکہ کے مستحق ہیں

النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم وازواجہ امہاتہم واولوا الارحام بعضہم اولی ببعض فی کتاب اللہ من المؤمنین والمہاجرین الا ان تفعلوا الی اولیائکم معروفا کان ذلک فی الکتاب مسطورا ٥

نبی مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ حق رکھتا ہے اور اس کی بیویاں مومنین کی مائیں ہیں اور رشتہ دار آپس میں ایک دوسرے کے عام مومنین اور مہاجرین سے کتاب اللہ کی رو سے بڑھ کر حقدار ہیں۔ لیکن تم اپنے دوستوں سے کچھ سلوک یا وصیت کرو تو یہ احسان ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں یہی لکھا ہوا ہے۔

تفسیر:- اس آیت کے ذکر سے اگرچہ مقصود مسئلہ اولی الارحام کا بیان کرنا ہے، لیکن مفید و دلچسپ ہونے کے اعتبار سے پوری آیت کی تشریح مناسب ہے۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ حضور قرضہ کو بہت برا خیال کرتے تھے اور مسلمانوں کو اس سے منع فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ جب کوئی جنازہ نماز کے لئے لایا جاتا اور حضور سے نماز پڑھانے کی استدعا کی جاتی تو حضور دریافت فرماتے کیا اس پر کچھ قرضہ ہے؟ اگر بتایا جاتا کہ قرضہ ہے تو حضور خود اس پر نماز نہ پڑھتے، اور صحابہ کو نماز پڑھنے کا حکم دیدیتے اور یہ بتایا جاتا کہ قرضہ نہیں ہے تو اس پر نماز پڑھ لیتے۔

ایک روز ایک انصاری کا جنازہ لایا گیا حضور نے پوچھا: کیا تمہارے دوست کے ذمہ کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: دو درہم یا دو دینار کا قرض ہے۔ حضور نے پوچھا قرض کے ادا کرنے کا کوئی سامان ہے؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں۔ یہ سنکر حضور نے اپنی واپسی کا ارادہ کیا تھا کہ حضرت علی نے عرض کیا: یا رسول اللہ وہ قرضہ میرے ذمہ رہا۔ حضور نے یہ سنکر نماز پڑھا دی۔ جب یہ آیت نازل ہوئی جس میں خداوند تعالیٰ نے حضور کو بتایا کہ مومنین پر رحمت و شفقت کا زیادہ حق نبی پر ہے تب آپ نے کہا کہ تم پر قرضہ وغیرہ سے زیادہ مومنین کا حق ہے [illegible] تو تمہیں تم کو ادا کرنا چاہیئے تھا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت غزوۂ تبوک کے سلسلہ میں نازل ہوئی تھی جس کی تقریر یہ ہے کہ حضور نے جب غزوۂ تبوک کا ارادہ کیا تو تمام مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ تیار ہو کر ساتھ چلیں۔ بعض لوگوں نے یہ حکم سنکر عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم اپنے ماں باپ سے اجازت حاصل کر لیں۔ اس پر حکم نازل ہوا کہ مومنین پر ان کی جانوں سے زیادہ نبی کا حق ہے۔ یعنی مسلمانوں کو بتایا گیا کہ یہ بات ان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ حضور کے حکم کی بجا آوری میں غفلت و سستی یا کسی عذر و حیلہ سے کام لیں۔ نبی کا حق ان کی جانوں سے زیادہ ہے یعنی اس کا حکم تمام امور پر مقدم ہے۔ بعض مفسرین نے اولی بالمؤمنین کا مطلب یہ بتایا ہے کہ نبی مسلمانوں پر زیادہ مہربان ہے اور اس کی اطاعت مسلمانوں کے لئے زیادہ نافع ہے۔

بعض مفسرین نے النبی ہو اب لہم کے الفاظ لکھے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اے مسلمانو تمہارا دینی باپ ہے اور ہر نبی اپنی امت کا دینی باپ ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ مومنین کو بھائی کہا جاتا ہے اور آیت کا اگلا جملہ اس مفہوم کے زیادہ مناسب ہے یعنی نبی کی بیویاں اے مسلمانو تمہاری مائیں ہیں یعنی ماؤں کی طرح تم پر حرام ہیں اور ماؤں کی طرح تعظیم کی مستحق ہیں۔

یہ تو آیت کے ابتدائی جملوں کا مطلب ہوا اب

اصل مسئلہ کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ ابتدائے اسلام میں ترکہ کی
وراثت کا یہ قاعدہ تھا کہ [illegible] الارث [illegible] توارث کی بنیاد دینی
رشتہ یا [illegible] تھا یعنی دینی بھائی بہن ماں
باپ مسلمان [illegible] وارث ہوتے تھے اور مہاجر
و انصار [illegible] اللہ تعالیٰ
نے واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض [illegible] وراثت کے
اس قاعدہ کو منسوخ [illegible] اولوا الارحام میت کے ترکہ
کے وارث قرار [illegible] مطلب یہ ہے کہ اولوا الارحام
سے وراثت [illegible] ہوگا یعنی دینی
[illegible] نہیں رکھی۔

آیت [illegible] کا مطلب یہ ہے کہ اولوا
الارحام [illegible]
[illegible] یعنی وصیت
کے ذریعہ اولوا الارحام [illegible] دوسروں کو کچھ [illegible] اس صورت
میں اولوا الارحام [illegible] حقدار ہوں گے بلکہ پہلے اس وصیت
کو پورا کیا جائے گا [illegible] اولوا الارحام [illegible]
کا حکم [illegible]

وراثت کے مسئلہ کی پوری تفصیل کتب فرائض میں
درج ہے وہاں دیکھنی چاہیئے۔

---

(۲۳۲)

مختار عورت شوہر کو اختیار کرے تو طلاق واقع نہ ہوگی

یا ایھا النبی قل لازواجک	اے نبی اپنی بیویوں سے
ان کنتن تردن الحیوۃ	کہہ دو کہ اگر تم دنیا کی زندگی
الدنیا و زینتہا فتعالین	اور اس کی زینت چاہتی ہو تو
امتعکن و اسرحکن	آؤ میں تمہیں خاطر سے اچھی
سراحا جمیلا و ان	طرح سے رخصت کر دوں
کنتن تردن اللہ و رسولہ	اور اگر تم اللہ اور اللہ کے
والدار الآخرۃ فان	رسول اور عقبیٰ آخرت کو چاہتی
اللہ اعد للمحسنات	ہو تو بیشک اللہ نے جو تم میں
منکن اجرا عظیما	سے نیکوکار ہیں ان کے لئے
	بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے
	ہیں۔

مصر [illegible] کا رومان

اسرار مصر

مصر کی قدیم رومان خیز سرزمین کا ایک تاریخی ناول فراعنہ مصر کی جم
بجوری کا ایک [illegible] واقعہ اہرام مصر سے زیادہ
قیامت صورت انگیز [illegible] مسلمان مصر کے [illegible] والے
[illegible]

شاہ مصر کا عشق

ملکہ مصر کا تخت شاہی [illegible] اس راہ محبت کا
[illegible] انجام اگر دیکھنا ہے تو

اسرار مصر

دیکھئے جس میں جاسوسی [illegible] دلچسپ
بنا دیا ہے اچھی لکھائی چھپائی [illegible] کاغذ ضخامت ۲۸۰
صفحے ٹائیٹل [illegible] کا خوشنما ٹائیٹل قیمت ۶/ علاوہ محصول

کفرستان میں

پاکستان

قائم کرنے والے مجاہد اعظم سیف اللہ حضرت خالد بن ولید
کے شجاعانہ کارنامے پڑھو جس نے اعدائے اسلام کی کثرت
کو ہمیشہ اپنے گھوڑوں کی ٹاپوں سے روندا ہے۔ روم و ایران
کی قدیم اور طاقتور سلطنتوں کو پاش پاش کر کے کفرستان میں
پاکستان قائم کیا۔ آج جو مسلمان اپنی اقلیت اور ہندو کی کثرت
کے سامراجی عزائم سے تعلیم اسلام کو بھول کر ہندو سے خائف
ہو کر پاکستان طلب کر رہے ہیں ان کو اس مجاہد کی بے مثال
یلغاروں اور دشمنان اسلام پر ترکتازیوں کے روح پرور واقعات پڑھ کر
اور ایمان تازہ کر خیال سوانح عمری ضرور پڑھنی چاہیئے۔ اچھی لکھائی
چھپائی سفید چکنا کاغذ خوب صورت دو رنگ کا [illegible] ٹائیٹل
ضخامت ۱۵۰ صفحے۔ قیمت صرف [illegible]

کتابیں منگانے کا پتہ: منیجر رسالہ پیشوا اردو بازار جامع مسجد دہلی

تفسیر:- اس آیت کے نزول کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور کی بیویوں نے حضور سے بہترین لباس اور خرچ میں زیادتی کا مطالبہ کیا خداوند تعالیٰ نے اس معاملے کے فیصلے میں یہ حکم نازل فرمایا کہ اے نبی اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تم خوش حالی اور دنیوی عیش و عشرت کی خواستگار ہو تو آؤ میں تم کو کچھ دے کر رخصت کر دوں یعنی طلاق دیدوں، اور اگر تم دنیوی عشرت و زینت کی خواہشمند نہیں ہو اور اللہ، اللہ کے رسول اور روز آخرت کی خواہش رکھتی ہو تو اللہ نے تمہارے لیے بڑے بڑے ثواب تیار کر رکھے ہیں۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو [illegible] سب سے پہلے حضور [illegible] نے اس حکم سے حضرت عائشہ رض کو آگاہ کیا اور دونوں باتوں کا ان کو اختیار دیدیا یعنی یا تو وہ طلاق حاصل کریں، یا خدا و رسول کو اختیار کریں۔ حضرت عائشہ رض نے خدا اور رسول کو اختیار کر لیا۔ اور اس کے بعد بقیہ ازواج نے بھی خدا اور رسول کو اختیار کر لیا۔

اس آیت سے فقہ کا یہ مسئلہ نکلا کہ اگر بیوی کو اس [illegible] کا اختیار دیدیا جائے کہ چاہے تو وہ علیحدگی اختیار کرے اور چاہے شوہر کو اختیار کرکے اس کے نکاح میں رہے اور بیوی شوہر کو اختیار کرے تو اس پر طلاق واقع نہ ہوگی۔

آیت میں ایک بڑا اشکال ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ [illegible] چار سے زیادہ بیویوں کو رخصت کیا جائے اس مسئلہ کی تفصیل آگے آتی ہے۔

(۲۳۳)

ازواج نبی کی فضیلت اور بنات اہلبیت کا بیان

یٰنساء النبی لستن	تم اگر پرہیزگاری کرو تو کسی سے نرم
کاحد من النساء ان اتقیتن	باتیں نہ کرو کہ دل میں کھوٹ
فلا تخضعن	رکھنے والے امید قائم کر لیں
بالقول فیطمع الذی	اور باتیں سیدھی کیا کرو۔
فی قلبہ مرض وقلن	اب گھروں میں رہو اور زمانہ
قولا معروفا وقرن	جاہلیت سابقہ کی زینت نہ
فی بیوتکن ولا تبرجن	دکھاؤ چہرہ اور نماز پڑھتی رہو

تبرج الجاھلیۃ الاولیٰ واقمن الصلوٰۃ و اٰتین الزکوٰۃ واطعن اللہ ورسولہ۔ انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا۔	... اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ اے پیغمبر کے گھر والو! اللہ یہ چاہتا ہے کہ تم سے نجاست دور رکھے، اور تم کو خوب پاک صاف رکھے۔

تفسیر: یہ آیت ازواج نبی صلعم کے فضائل اور مناقب اہل بیت کی جامع آیت ہے، ازواج کی فضیلت تو آیت کے پہلے جملے سے ثابت ہوتی ہے اور اہل بیت کے مناقب آیت کے آخری حصے سے۔ علمائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلعم کی بیویاں ساری دنیا کی عورتوں سے افضل و بہتر ہیں۔

اس باب میں علمائے اہل سنت و علمائے شیعہ کے درمیان یہ اختلاف ہے کہ حضور صلعم کی بیویوں میں سے حضرت عائشہ رض حضرت فاطمہ رض پر فضیلت رکھتی ہیں یا نہیں۔ علمائے اہل سنت کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رض حضرت فاطمہ رض سے افضل ہیں مگر علمائے شیعہ حضرت عائشہ رض میں کوئی فضیلت بلکہ کوئی ایمان بھی نہیں پاتے۔ بہرنوع جب یہ مسلم ہے کہ حضور صلعم کی بیویاں تمام دنیا کی عورتوں سے بہتر و افضل ہیں تو حضرت عائشہ رض بھی ان میں داخل ہیں۔

آیت کا ظاہر ان اتقیتن ازواج مطہرات اور دنیا کی تمام مسلمان عورتوں کے لئے ایک بہترین وعظ و نصیحت ہے۔ یعنی خدا نے ان کو یہ حکم دیا ہے کہ تم احکام شرع کی پابندی کرو، خدا و رسول کی اطاعت کرو، موزوں و مناسب بات کہو، غیروں سے اس طرح بات نہ کرو کہ ان کے دل میں کوئی وسوسہ یا شیطانی خیال پیدا ہو، گھروں سے باہر نہ نکلو اور زینت کا اظہار نہ کرو۔

اہل بیت کے مناقب انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس الخ میں بیان کئے گئے ہیں۔ جن کا مطلب یہ ہے کہ اے اہل بیت نبوی (ازواج و اولاد) خدا نے تم کو مذکورہ بالا امور کا حکم اس لئے دیا ہے کہ خدا نے تم کو نجاست (یعنی اس گناہ سے جو عزت کو آلودہ کرے) سے دور رکھا اور تم کو خوب پاک و صاف رکھنا چاہتا ہے۔

صحابہ کرام کے درمیان اس امر میں اختلاف ہے کہ اہل بیت سے کون لوگ مراد ہیں۔ حضرت عکرمہ رضہ فرماتے ہیں اہل بیت سے مراد حضورؐ کی بیبیاں ہیں، اور آیت کا ابتدائی حصہ اس قول کی تائید کرتا ہے۔ حضرت [illegible] ام سلمہ رضہ، ابو سعید خدری رضہ اور انس بن مالک رضہ کا بیان ہے کہ اہل بیت سے مراد فاطمہ رضہ، علی رضہ، حسن رضہ اور حسین رضہ ہیں، اور ان احادیث سے اس کی [illegible] ہوتی ہے جن میں حضورؐ نے ان حضرات کو اپنا اہل بیت ظاہر فرمایا ہے۔ مصنف ماتریدی نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آیت ازواج و اولاد کو عام ہے۔

(۲۳۴)

متبنٰی کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے

وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم ومن يعص الله ورسوله فقد ضل ضلالا مبينا واذ تقول للذي انعم الله عليه وانعمت عليه امسك عليك زوجك واتق الله وتخفي في نفسك ما الله مبديه وتخشى الناس والله احق ان تخشاه فلما قضى زيد منها وطرا زوجناكها لكيلا يكون على المؤمنين حرج في ازواج ادعيائهم اذا قضوا منهن وطرا وكان امر الله مفعولا۔

کسی مرد مومن یا کسی عورت مومنہ کو روا نہیں ہے کہ جب اللہ اور اللہ کا رسول کسی بات کا فیصلہ کر دے تو پھر وہ اپنے کاموں میں اپنا اختیار باقی سمجھیں، اور جو اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے وہ صریح گمراہی میں پڑا۔ اے محمدؐ! وہ وقت یاد کرو جب تو زید سے جس پر اللہ نے احسان کیا تھا اور تو نے بھی اس پر احسان کیا تھا، کہہ رہا تھا کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے، اللہ سے ڈر۔ اور وہ بات جسے اللہ ظاہر کرنے والا تھا تو اپنے دل میں آپ چھپاتا تھا اور لوگوں سے تو اس معاملہ میں ڈرتا تھا، حالانکہ اللہ زیادہ مستحق اس کا ہے کہ اس سے ڈرے۔ جب زید نے اس (زینب) سے بے تعلقی کر لی تو ہم نے اس (زینب) کے ساتھ [illegible] کر دیا تاکہ مومنوں کے لئے اپنے لے پالکوں کی بی بیوں کے ساتھ نکاح کرنے میں جب وہ ان بی بیوں سے بے تعلق ہو جائیں، کوئی مضائقہ نہ رہے۔ اللہ کا حکم ہو کر رہتا ہے۔

تفسیر:- یہ دو آیتیں ہیں۔ پہلی آیت میں زینب کے ساتھ زید بن حارثہ رضہ کے نکاح کا ذکر ہے، اور دوسری میں جب زید نے طلاق دے دی اور حضورؐ سے ان کا نکاح ہوا، کا واقعہ ہے۔ پہلی آیت کی تشریح یہ ہے کہ زید بن حارثہ قبیلہ بنی کلب میں سے تھے۔ عرب ان کو پکڑ کر [illegible] بازار میں ان کو فروخت کر دیا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضہ کے ایک عزیز نے ان کو حضرت خدیجہ رضہ کے لئے خرید لیا، پھر جب حضرت خدیجہ رضہ نے حضورؐ سے نکاح کیا تو حضرت خدیجہ رضہ نے اپنا تمام مال اور لونڈی غلام جن میں زید بھی تھے حضورؐ پر ہبہ کر دئے۔ [illegible] کلاب سے کچھ لوگ تجارت کی غرض سے مکہ میں آئے [illegible] معلوم ہوا کہ ان کا گمشدہ لڑکا زید [illegible] کے پاس ہے، وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید کو بڑی سے بڑی قیمت پر حضورؐ سے خریدنا چاہا لیکن [illegible] کے بھائی عبداللہ نے نکاح سے انکار کر دیا۔ اس پر آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا، جس کا مطلب یہ ہے کہ کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو یہ روا نہیں ہے کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا فیصلہ کر دیں تو وہ اپنے معاملوں میں اپنا اختیار باقی سمجھیں۔ آیت میں مومن مرد سے مراد زینب کے بھائی عبداللہ ہیں، اور مومن عورت سے مراد زینب ہیں۔ غرض اس آیت کے نازل ہونے پر عبداللہ اور زینب دونوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ہم راضی ہیں۔ اس کے بعد حضورؐ نے حضرت زید سے زینب کا نکاح کر دیا، اور زید کی طرف سے [illegible] ساٹھ درہم، ایک اوڑھنی، چادر، ازار، پچاس مد غلہ اور تیس صاع کھجوریں مہر میں دیں۔

[illegible] سے [illegible] ہوا کہ اگر اختیار نہ دیا جائے تو امر وجوب کے لئے ہوتا ہے۔

شرح مثنوی مولانا روم رح

(از معاون ایڈیٹر)

آب و گل چوں از دم عیسیٰ چرید بال و پر بگشاد مرغے شد پرید

ترجمہ :- جب پانی اور [illegible] ہے ایسا ہے [illegible]

غذا حاصل کی تو [illegible] اڑ [illegible]

تشریح :- [illegible] بات [illegible]

بلا واسطہ جب کسی چیز پر اثر [illegible] ہے تو وہ [illegible] صورت اختیار کر لیتی ہے، جیسا کہ موسیٰ کے [illegible] دریا خشک ہو جانے اور [illegible] کا حکم دیا تھا، اور قارون کو زمین کے اندر دھنسا دیا تھا، اسی طرح خدا کے حکم سے عیسیٰ ع نے گندمی ہوئی مٹی [illegible] پھونک ماری اور وہ مٹی پرندہ بن گئی تھی۔

ہست تسبیحت بجائے آب و گل مرغ جنت شد ز نفخ صدق دل

ترجمہ :- تیری تسبیح آب و گل کی جگہ ہے سچے دل کی پھونک سے تسبیح جنت کا مرغ بن جاتا ہے۔

تشریح :- یعنی جس طرح مادیات میں آب و گل نے حضرت عیسیٰ کے پھونک مارنے سے پرندہ کی شکل اختیار کر لی تھی اسی طرح روحانیات یا معنویات میں بھی ہوتا ہے اور سالک تو جو تسبیح پڑھتا ہے وہ قلب کی سچائی اور پاکیزگی کی پھونک سے جنت کا پرندہ بن جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ خدا کی پاکی بیان اور صدق دل سے بیان کرنا بھی دم عیسیٰ ع کا اثر رکھتا ہے کہ اس سے تسبیح جنت کا جانور بن جاتا ہے۔

از دہانت چوں برآمد حمد حق مرغ جنت ساختش رب الفلق

ترجمہ :- تیرے منہ سے جب حق تعالیٰ کی تعریف نکلتی ہے تو پروردگار اس کو جنت کا مرغ بنا دیتا ہے۔

تشریح :- اوپر کی دو مثالیں بالواسطہ خدا کی قدرت کا اظہار ہیں اور اس مثال میں بلا واسطہ خدا کی قدرت کا بیان ہے۔ یعنی خداوند تعالیٰ چاہے تو انسان کے منہ سے نکلی ہوئی حمد خدا کو جنت کا پرندہ بنا دیتا ہے۔

کوہ طور از نور موسیٰ شد برقص صوفی کامل شد و رست از نقص

ترجمہ :- موسیٰ ع کے نور سے کوہ طور رقص (حرکت) میں آگیا اور صوفی کامل بن کر نقص سے پاک ہو گیا۔

تشریح :- کوہ طور پر خدا کی تجلی جو موسیٰ کے لئے ہوئی تھی، اس سے [illegible] اور وہ صوفی کامل بن گیا۔ یعنی خدا کی تجلی سے وجد میں آ گیا، اور مادی نقص سے پاک ہو گیا۔ بظاہر یہ بات قرین عقل و قیاس نہیں ہے کہ پہاڑ کیونکر مادی نقائص سے پاک ہو سکتا ہے، لیکن یہ شبہ درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ حضرت موسیٰ ع بھی مٹی کے بنے ہوئے تھے، جب خدا نے ان کی حالت تبدیل کر دی اور وہ باوجود جمادات کی صفت رکھنے کے خدا کی قدرت سے برگزیدہ اور کامل ہو گئے، تو یہ نسبت کوہ طور میں بھی ہے۔ پھر اس سے عاری ہونے پر یہ شبہ قطعی لغو ہے اور خدا کی قدرت سے انکار ہے۔ غرض یہ کہ خدا کی قدرت میں ہر چیز ممکن ہے اور خدا ہر چیز پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے۔

چہ عجب گر کوہ صوفی شد عزیز جسم موسیٰ از کلوخے بود نیز

ترجمہ :- پہاڑ اگر عزیز صوفی بن گیا تو تعجب کیا ہے۔ آخر موسیٰ بھی تو مٹی کے بنے ہوئے تھے۔

تشریح - اس کی کیفیت اور شرح اوپر کی جا چکی ہے۔

ایں عجائب دید آں شاہ جہود جز کہ طنز و جز کہ انکارش نبود

ترجمہ :- اس یہودی بادشاہ نے ان عجیب باتوں کو دیکھا، لیکن طنز اور انکار ہی پر قائم رہا۔

تشریح :- یہاں سے مولانا پھر یہودی بادشاہ کے واقعہ کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہودی بادشاہ نے آگ میں بچہ کا پھینکا جانا، اس کی ماں اور عام مذہبی لوگوں کا آگ میں کود جانا اپنی آنکھوں سے دیکھا، لیکن اس پر اس کا کچھ اثر نہ ہوا، اور بدستور دین حق کے انکار اور مخالفت پر قائم رہا۔

سالکان طریقت

(مقالات صوفیات کرام پر ایک اہم اور مستقل سلسلہ جو صرف ناظرین پیشوا کیلئے لکھا گیا)

سید عزیز حسن (دہلوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۳۱۶)

ایک اہل اللہ لونڈی کا واقعہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میں نے خدمت کے لئے ایک لونڈی کو خرید کیا اور وہ عرصہ دراز تک میری خدمت کرتی رہی اور اپنے حال کو مخفی رکھا، وہ ایک گوشۂ تنہائی میں فرصت کے وقت چلی جاتی اور نماز پڑھا کرتی تھی۔ ایک روز رات کو میری آنکھ کھلی تو میں نے اس کو نماز میں مشغول پایا۔ نماز پڑھ کر وہ مناجات کرنے اور پھر نماز پڑھنے لگتی۔ ایک دفعہ میں نے اس کو یہ کہتے سنا: "اے اللہ! اس محبت کے صدقہ سے جو مجھ کو تجھ سے ہے کیا میرے لئے ایسا ہو سکتا ہے؟" معاً غیب سے یہ آواز سنائی دی، یوں نہیں بلکہ یوں کہو کہ "تجھ کو جو محبت مجھ سے ہے۔" لونڈی نے کہا: "میرے آقا اگر تجھ کو مجھ سے محبت نہ ہوتی تو تو مجھ کو نہ توفیق کا موقع دیتا اور نہ کھڑے ہونے دیتا۔" صبح کو میں نے اس لونڈی کو بلایا اور کہا۔ تو میری خدمت کا اہل نہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ میں تیری خدمت کے قابل ہوں، اور تو اپنے سب سے بڑے آقا کی خدمت کے لائق ہے جا جہاں تیرا جی چاہے چلی جا۔ میں نے تجھ کو آزاد کیا اور صرف خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے آزاد کیا لیکن لونڈی کے چلے جانے کے بعد مجھ کو بڑا افسوس ہوا کہ میں نے آزاد کرکے اس کو چلے جانے کی اجازت کیوں دیدی۔

(۳۱۷)

ایک حقیر لونڈی کا واقعہ

عامر بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک لونڈی کو دیکھا جب بیع کی منادی بازار میں کی جا رہی تھی، میں نے لونڈی پر نظر ڈالی، اس کا پیٹ پشت سے لگا ہوا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے اور رنگ زرد تھا، مجھ کو اس پر رحم آگیا اور میں نے اس کو خرید لیا ایک روز میں نے اس سے کہا رمضان شریف آرہے ہیں چلو بازار سے ضروری چیزیں خرید لائیں۔ لونڈی نے کہا "اس خدا کا شکر ہے جس نے بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہمارے لئے بنایا ہے اس مہینہ میں ہم کو دنیوی مشاغل سے بالکل اجتناب کرنا چاہئے۔" عامر کہتے ہیں کہ میں نے لونڈی کو رمضان بھر دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کرتے دیکھا۔ جب عید قریب آئی تو میں نے لونڈی سے کہا: کل صبح کو تو میرے ساتھ بازار چلنا کہ عید کا سامان خرید لائیں لونڈی نے کہا: میرے آقا! آپ کو دنیوی ضروریات اور مشاغل کا بہت فکر رہتا ہے" یہ کہہ کر وہ چلی گئی اور نماز پڑھنے لگی، اس کے بعد قرآن شریف پڑھنا شروع کیا۔ جب اس آیت پر پہنچی ویسقیٰ من ماء صدید الخ تو بار بار اس کو پڑھا یہاں تک کہ خوف سے ایک چیخ اس کے منہ سے نکلی اور روح پرواز کر گئی۔

(۳۱۸)

ایک لونڈی کا خوف الٰہی

ایک بزرگ کا بیان ہے کہ میں ایک روز اپنی لونڈی کو ساتھ لے کر بازار گیا اور ایک جگہ اس کو بٹھا کر کہا "جب تک میں نہ آؤں یہیں بیٹھی رہنا" میں چلا گیا اور اپنے کاموں سے فارغ ہو کر اس جگہ آیا تو لونڈی کو اس جگہ نہ پایا میں غیظ و غضب کی حالت میں گھر کی جانب روانہ ہوا گھر میں داخل ہوا تو لونڈی نے حاضر ہو کر عرض کیا: "میرے آقا! غصہ میں عجلت سے کام نہ لیجئے واقعہ یہ ہے کہ جہاں

آپ بھی بھاگ گئے تھے وہاں ایسے لوگ تھے جو خدا کے ذکر سے غافل تھے اور کسی کی زبان پر خدا کا نام نہ آتا تھا میں نے دل میں کہا ایسا نہ ہو ان خدا سے غافل لوگوں کو خدا زمین میں دھنسا دے اور ان کے ساتھ میں بھی پیوند زمین ہو جاؤں"۔ یہ سنکر میں نے لونڈی سے کہا۔ خدا نے اپنے نبی و حبیب حضور صلعم کے صدقہ میں اس قوم کو زمین میں دھنسا دینے کے عذاب سے محفوظ رکھا ہے"۔ لونڈی نے کہا "اگرچہ زمین میں دھنسا دینے کے عذاب سے خدا نے اس امت کو محفوظ رکھا ہے لیکن قلب کے خسف سے تو خدا نے حفاظت کا وعدہ نہیں کیا۔ ہے یقیناً جو قلب خدا کے ذکر سے غافل ہو گا خدا اس کو اپنی معرفت کے نور سے محروم کر دے گا اور وہ مصیبت کے عذاب میں مبتلا ہو جائیگا"۔

(۳۱۹)

خدا پر بھروسہ رکھنے والا غنی ہے

ابو الحسن دیلمی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک حبشی انسان کا ذکر کیا گیا کہ وہ دل کی حالت بتلا دیتا ہے میں اس کے پاس گیا، دیکھا تو وہ چند چیزیں بیچنے کے لئے بیٹھا تھا میں نے اس سے معاملہ کرنے کے لئے پوچھا: "یہ چیز کتنی قیمت پر بیچتے ہو؟" اس نے میرے چہرے پر نظر ڈالی اور پھر کہا: "میرے پاس بیٹھ جاؤ جب کوئی چیز بک جائے گی تو میں کچھ تمہاری خدمت بھی کروں گا اس لئے کہ تم دو دن سے بھوکے ہو"۔ ابو الحسن بیان کرتے ہیں کہ واقعی میں دو دن سے بھوکا تھا لیکن میں نے اس کے الفاظ پر توجہ نہ کی گویا یہ جتایا کہ میں نے اس کے الفاظ سنے نہیں اور وہاں سے چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں پھر اس کے پاس آیا اور کہا: "یہ چیز کس قیمت کی ہے؟" اس نے جواب میں کہا: "میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ کوئی چیز بکے گی تو میں تم کو کچھ دیدوں گا، اس لئے کہ تم دو دن کے بھوکے ہو"۔ یہ الفاظ سنکر میرے دل پر اس کی ہیبت بیٹھ گئی، میں اس کے پاس بیٹھ گیا، جب ایک چیز اس کی بک گئی تو اس نے مجھ کو کچھ دیا اور چلا گیا میں اس کے پیچھے ہو لیا اس خیال سے کہ اس کی باتوں سے کچھ فائدہ اٹھاؤں، اس نے مجھ کو پیچھے آتے دیکھا تو مڑ کر کہا "جب تم کو کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو خدا کے حوالے کر دو۔ مگر ایسی حاجت نہیں جس میں نفسانی رغبات شامل ہوں، اور جو شخص اس کا اعتقاد رکھے گا کہ خدا اس کے لئے کافی ہے تو وہ مخلوق کے اعراض سے کبھی نہ گھبرائے گا اور نہ مخلوق کے اقبال سے مانوس ہو گا۔ اس لئے کہ اس کا اعتقاد یہ ہو گا کہ خدا نے جو کچھ اس کے لئے مقرر کر دیا ہے، وہ کبھی ضائع نہ ہو گا، اور جو مقدر نہیں ہے وہ کسی طرح حاصل نہ ہو گا۔

(۳۲۰)

دنیا اور آخرت کی مثالیں

ایک بزرگ سے منقول ہے کہ میں ایک درویش کے گھر گیا دیکھا تو گھر بالکل خالی تھا اور اس میں ضروریات زندگی کی چیزوں میں سے ایک چیز بھی نہ تھی، میں نے درویش سے پوچھا: "کیا تمہارے پاس کوئی سامان نہیں ہے؟" فقیر نے کہا: "ہاں، ہمارے پاس دو مکان ہیں۔ ایک مکان امن کا اور دوسرا مکان خوف کا، ہمارے پاس جو کچھ سامان آتا ہے ہم اس کو امن کے مکان میں بھیج دیتے ہیں، اور دوسرا مکان خالی رکھتے ہیں"۔ میں نے کہا: "پھر بھی ضرورت کی چیزیں اس مکان میں رہنی چاہئیں"۔ درویش نے کہا: "اس مکان کا مالک چونکہ ہمیں اس مکان میں ہمیشہ نہیں رہنے دے گا، اس لئے ہم اس میں کوئی سامان نہیں رکھتے۔ اس خیال سے کہ خدا جانے کب ہم کو یہ مکان چھوڑنا پڑے؟" اس مضمون کو ایک بزرگ نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے کہ: "دنیا مانگے کا مکان ہے یا دوسرے الفاظ میں ایک امانت ہے، اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ مالک مکان کو ہر وقت اس کا اختیار ہے کہ وہ جب چاہے مکان کو واپس لے لے"۔

مذہبی معلومات

عدم تشدد اور حفاظت خود اختیاری پر ایک نظر

(از جناب میر ولی اللہ صاحب ایڈووکیٹ ایبٹ آباد)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۴) جو شخص ظالم کے تشدد کے [illegible] کرے بلکہ اسے معاف کر دے [illegible] اسے صبر کا اجر عطا کرے گا۔

(۵) تشدد کے مقابلے میں صبر [illegible] بڑی بلند ہمتی کا کام ہے اور بڑا [illegible]

لیکن ان آیات سے جوابی [illegible] اجازت اور عدم تشدد کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ تبیین میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل ہے کہ قیامت کے دن ندا ہوگی کہ جس شخص کا خدا کے ذمے کوئی اجر ہے وہ اٹھے اور لے۔ اس ندا کے جواب میں کوئی شخص نہ اٹھے گا سوائے اس کے جس نے کسی ظلم کو معاف کیا ہوگا۔

(بحوالہ تفسیر حسینی)

عفو از گناہ سیرت اہل فتوت است — بے علم و عفو کار نبوت تمام نیست
بگذر ز جور خصم و رحم کن بعاقبت — در عفو لذتے ست کہ در انتقام نیست

قرآن مجید نے انجیل کی طرح قصاص کو ناجائز نہیں ٹھیرایا کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہیں نہ ہر شخص اتنا بلند ہمت ہے کہ وہ ہر تشدد کو معاف کر سکے اور نہ ہر ظالم اس کا مستحق ہے کہ اسے معاف کر دیا جائے۔ بقول سعدی

بگفتیم در باب احسان بسے — ولیکن نبایست با ہر کسے

یا ایہا النبی انا ارسلنٰک	اے نبی بے شک ہم نے
شاہداً و مبشراً و نذیرا	بھیجا ہے تجھے گواہی دینے
وداعیاً الی اللہ باذنہ	والا اور خوش خبری دینے
وسراجاً منیرا۔ وبشر	والا اور ڈرانے والا اور بلانے
المؤمنین بان لہم من	والا اللہ کی طرف اس حکم
اللہ فضلاً کبیراً۔	سے اور چراغ روشن اور
ولا تطع الکٰفرین	خوش خبری دے ایمان
والمنٰفقین ودع اذٰھم	والوں کو کہ ان کے لئے ہے
وتوکل علی اللہ و	اللہ کی طرف سے بہت بڑا
کفٰی باللہ وکیلا	فضل اور نہ کہا مان کافروں
[illegible]	اور منافقوں کا اور پروا نہ کر
	ان کی ایذا رسانی کی۔ اور بھروسہ
	کر اللہ پر اور کافی ہے اللہ
	کارساز۔

یہاں [illegible] حضرت رسول کریم [illegible] بتا دیا ہے کہ آپ نبی ہیں بشیر ہیں نذیر ہیں داعی الی اللہ ہیں اور اہل عالم کے لئے روشن چراغ ہیں [illegible] پیغام سنانے چاہئیں۔ کافروں کو عذاب آخرت [illegible] چاہئے ایمان والوں کو اللہ [illegible] خوش خبری دینی چاہئے۔ دنیا [illegible] ہدایت کی روشنی پھیلانی چاہئے۔ کافروں اور منافقوں کی باتوں میں آ [illegible] اور ان کی ایذا رسانی کی پروا نہ کیجئے۔ اللہ کارساز ہے اور آخرکار آپ کی کارسازی کرے گا [illegible] آپ کو کامیاب بنائے گا۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار کی ایذا رسانی کے مقابلے میں صبر، برداشت اور توکل کا حکم دیا گیا ہے [illegible] ایذا کے مقابلے میں ایذا کا [illegible] یہ عدم تشدد کی تعلیم ہے۔

ادع الی سبیل ربک	بلا لوگوں کو اپنے رب کے
بالحکمۃ والموعظۃ	رستے کی طرف حکمت سے
الحسنۃ وجادلھم بالتی	اور اچھی نصیحت سے اور
ھی احسن ان ربک ھو	بحث کر ان کے ساتھ خوب
اعلم بمن ضل عن	صورت طریقے سے بیشک
سبیلہ وھو اعلم	تیرا رب بہتر جانتا ہے اس کو
بالمھتدین وان عاقبتم	جو گمراہ ہوا اس کے رستے
فعاقبوا بمثل ما عوقبتم	سے اور وہی بہتر جانتا ہے
بہ ولئن صبرتم لھو	راہ راست پر چلنے والوں کو۔

خیر للصبرین۔ (۱۶-۱۲۵-۱۲۶)

اور اگر تم سختی کرو تو سختی کر دو ویسی ہی جیسی سختی تم پر کی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کے لئے۔

تبلیغ کا کتنا خوب صورت طریقہ بتایا گیا ہے، دعوت حکیمانہ ہو، نصیحت خوش آیند ہو اور بحث خوش اسلوبی سے اگر ہمارے مبلغ اس اصول پر کاربند ہوں تو کامیابی یقینی ہے لیکن افسوس ہے کہ ہماری تبلیغ اور ہمارے تبلیغی مناظرے محض ایک دوسرے کی تضحیک پر مبنی ہوتے ہیں۔ افسوس۔

ان آیات میں جوابی تشدد کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ یہ کہا گیا ہے کہ اگر تم تشدد کرو تو بس اتنا ہی جتنا تم پر کیا گیا ہو اور ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا گیا ہے کہ بہتر یہی ہے کہ تم تشدد کے جواب میں تشدد نہ کرو، بلکہ صبر اور برداشت سے کام لو جی چاہتا ہے کہ ان آیات کے نیچے مولانا ابوالکلام آزاد نے جو نوٹ لکھا ہے نقل کر دوں۔ اگر میری روکھی پھیکی عبارت کے صحرا میں ان کا ادیبانہ اسلوب بیان ایک سرسبز نخلستان کا کام دے جائے۔

غور کرو قرآن کا محض ایک لفظ یا محض ایک ترکیب کس طرح مقاصد و مسائل کے فیصلے کر دیا کرتی ہے پہلے بصیغہ امر دعوت کا حکم دیا گیا تھا "ادع الی سبیل ربک" پس چاہئے تھا کہ یہاں بھی بدلہ لینے کا حکم دیا جاتا کہ اگر تمہارے ساتھ سختی کی گئی ہے تو تم بھی ویسی ہی سختی کرو۔ مگر نہیں ایسا نہیں فرمایا بلکہ کہا "وان عاقبتم" اگر ایسا ہو کہ تم مخالف کی سختی کے جواب میں سختی کرنا چاہو تو چاہئے کہ حد سے نہ بڑھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سختی کے جواب میں سختی کا حکم نہیں ہے محض اجازت ہے۔ یعنی اگر ایک آدمی وہ مقام حاصل نہیں کر سکتا جو اس بارے میں بہتری اور خوبی کا مقام ہے یعنی جھیل جانا اور بخش دینا تو پھر اسے بدلے کی اجازت دیدی گئی ہے لیکن اجازت کو "بمثل ما عوقبتم" سے مقید کر دیا، تاکہ زیادتی کا دروازہ بالکل بند ہو جائے۔ اب دو ہی راہیں کھلی رہ گئیں عزیمت

تو اس میں جو بھی کہ تفصیل جا تنا اور بخش دو۔ رخصت اس کی جو ملی کہ جتنی تعلق کی گئی ہے۔ اتنی ہی تم عمل کر لو۔ اس سے آگے قدم نہیں بڑھا سکتے۔"

"اس آیت کی تفسیر میں امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) کی ایک تقریر بہت مقبول ہوئی ہے جو انہوں نے "قسطاس المستقیم" میں لکھی ہے اور بعد کے مفسرین نے عموماً اسے اختیار کر لیا ہے، وہ کہتے ہیں استعداد و فہم کے لحاظ سے ہر انسان کی طبیعت یکساں نہیں، اور ہر ذہنی حالت ایک خاص طرح کا اسلوب خطاب چاہتی ہے۔ ارباب دانش کے لئے استدلال کی ضرورت ہوتی ہے عوام کے لئے موعظت کی اور اصحاب خصومت کے لئے جدل کی۔ پس اس آیت میں قرآن نے تینوں جماعتوں کے لئے یہ تینوں طریقے بتلا دیئے ہیں۔ ارباب دانش کو حکمت سے مخاطب کرو، عوام کو موعظت کے ساتھ، اور ارباب خصومت کے لئے جدل کی بھی اجازت ہے مگر بطریق احسن" (ترجمان القرآن ص ۴۵۰)

ودّ کثیر من اھل الکتاب	اکثر اہل کتاب چاہتے ہیں کہ
لو یردونکم من بعد	وہ پھیر دیں تمہیں ایمان لانے
ایمانکم کفاراً حسداً	پیچھے کافروں میں بوجہ حسد کے
من عند انفسکم من	جو ان کے دلوں میں ہے حالانکہ
بعد ما تبین لھم	ظاہر ہو چکا ان پر حق۔ پس معاف
الحق۔ فاعفوا واصفحوا	کرو اور درگزر کرو تا وقتیکہ
حتی یاتی اللہ بامرہ	بھیجے اللہ اپنا حکم (یعنی حکم
ان اللہ علی کل شیء قدیر	جہاد) بے شک اللہ ہر چیز
(۲-۱۰۹)	پر قادر ہے۔

اسلام کی ابتدائی دور کی تاریخ ظاہر ہے کہ مکہ معظمہ کے اہل کتاب کافر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان مٹھی بھر لوگوں پر جو ایمان لے آئے، طرح طرح کے تشدد اور ظلم کرتے تھے، تاکہ انہیں تنگ کر کے پھر کافر بنا دیں۔ یہ اللہ کے بندے رنگا رنگ مصیبتیں اور اذیتیں جھیلتے رہے مگر ہاتھ نہ اٹھایا۔ کیونکہ اللہ تعالے کا حکم تھا کہ تحمل جاؤ اور بخش دو۔ لطف یہ ہے کہ اس ہدایت میں عفو کا عنصر بھی موجود تھا۔ غور کیجئے کتنا بلند مقام ہے۔

جوابی تشدد اور عدم تشدد کی دو حیثیتیں ہیں۔

(۱) انفرادی اور شخصی

(۲) جماعتی یا قومی

اس آیت میں جماعتی عدم تشدد کی تعلیم ہے۔ عدم تشدد دو چیزوں پر موقوف ہے ایک طاقت، دوسری مصلحت وقت۔ یہاں جب عدم تشدد کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ دونوں عنصر موجود ہیں۔ [illegible] کی یہ بات ہے [illegible] مسلمان [illegible] سے [illegible] کامیاب مقابلے کے [illegible]۔ [illegible] کا عنصر تھا [illegible] کا عنصر بھی موجود تھا [illegible] اللہ کی ہدایت بھی موجود [illegible]

[illegible] مصلحت اندیش ہے عقل
عشق ہے مصلحت اندیش تو ہے خام ابھی

[illegible] مقام [illegible] کا۔ ایک مقام [illegible] مصلحت [illegible] کا [illegible] مقام ایک دوسرے کے منافی [illegible] عشق مصلحت نااندیش [illegible] عقل مصلحت اندیش کے بغیر بھی چارہ نہیں [illegible] مسلمان اگر مقام عشق مصلحت نااندیش پر قائم ہوتے تو یقیناً ان جانکاہ مصیبتوں کے مقابلے میں انتقام کو ترجیح دیتے اور اگر وہ مقام عقل مصلحت اندیش سے ناآشنا ہوتے تو وہ ضرور مقابلے پر اٹھ کھڑے ہو کر خودکشی کے مرتکب ہوتے لیکن وہ ان دونوں غلطیوں سے بچے رہے کیونکہ ان کا ان دونوں مقاموں پر عبور تھا، اسی لئے وہ ہر اقدام کے لئے اس وقت تک منتظر رہے جب کہ ان کی جماعتی طاقت بڑھ گئی اور جہاد کا حکم آ گیا۔

لیکن دیکھئے جہاد کا حکم آیا بھی تو کتنا حکیمانہ اور کتنا منصفانہ۔

وقاتلوا فی سبیل اللہ	اور لڑو اللہ کی راہ میں ان
الذین یقاتلونکم ولا	سے جو لڑیں تم سے، اور ظلم نہ
تعتدوا ان اللہ لا یحب	کرو، یقیناً اللہ زیادتی کرنے
المعتدین واقتلوھم	والوں کو پسند نہیں کرتا، اور
حیث ثقفتموھم و	قتل کرو انہیں جہاں پاؤ اور
اخرجوھم من حیث	نکال دو ان کو جہاں سے

اخرجوكم والفتنة اشد من القتل ولا تقاتلوهم عند المسجد الحرام حتى يقاتلوكم فيه فان قاتلوكم فاقتلوهم كذلك جزاء الكافرين فان انتهوا فان الله غفور رحيم وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين لله فان انتهوا فلا عدوان الا على الظالمين الشهر الحرام بالشهر الحرام والحرمات قصاص فمن اعتدى عليكم فاعتدوا عليه بمثل ما اعتدى عليكم واتقوا الله واعلموا ان الله مع المتقين (ب۲ - ۱۹۰ تا ۱۹۴)

نکالا انہوں نے تم کو، اور فتنہ زیادہ سخت ہے قتل سے اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام (یعنی کعبہ) کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم سے وہاں۔ پس اگر وہ لڑیں تم سے تو قتل کرو ان کو۔ یہی سزا ہے کافروں کی۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ غفور اور رحیم ہے اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فتنہ اور ہو جائے دین اللہ کے لئے پس اگر وہ باز آجائیں تو سختی نہیں مگر ظالموں پر۔ حرمت والا مہینہ حرمت والے مہینے کے بدلے ہے اور سب حرمتوں میں بدلہ ہے پھر جو زیادتی کرے تم پر تم بھی اس پر زیادتی کرو جیسی زیادتی اس نے تم پر کی اور ڈرو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔

آیات بالا میں قانون جنگ کے جو اصول بیان ہوئے وہ گہرے غور کے قابل ہیں۔

(۱) لڑائی صرف اسی قوم سے ہو سکتی ہے جو حملہ آور ہو "الذین یقاتلونکم" اس سے معلوم ہوا کہ جارحانہ اقدام ہے

(۲) لڑائی میں فریق ثانی پر زیادتی کرنا جائز نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اسلامی قانون کی رو سے ایسا کرنا تعدی ہے اور خدا معتدین کو پسند نہیں کرتا۔

(۳) عرب کے رواج کے مطابق خانہ کعبہ کے نواح میں لڑائی کرنا منع تھا اسی طرح بعض مہینوں میں بھی لڑائی بند ہوتی تھی۔ مسلمانوں کو حکم ہوا ہے کہ تم بھی ان حرمتوں کا لحاظ کرو لیکن اگر دشمن ان کا پاس نہ کرے تو اس صورت میں تم بھی آزاد ہو۔

(۴) اگر دشمن لڑائی بند کر دے تو تم بھی بند کر دو: "فان

اتنہوں نے مکہ سے مدینے کو ہجرت کی تو یہ حکم کر دیا گیا۔

(۵) اڑائی فتنہ دور کرنے کے لئے ہے، فتنہ دور ہو جائے تو لڑائی بند کر دو۔ اس صورت میں فتنہ یہ تھا کہ کافر مسلمانوں کو پھر کفر میں واپس لانے کے لئے ان پر طرح طرح کے ظلم و ستم کرتے تھے یہاں تک کہ مسلمانوں کو ان کے مظالم سے تنگ آ کر مکہ چھوڑنا پڑا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہبی آزادی کے لئے لڑنا جائز ہے لیکن جب یہ آزادی مل جائے تو پھر لڑنا جائز نہیں۔ دین کا معاملہ خدا اور بندے کے درمیان ہے کسی تیسرے شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس معاملے میں دخل دے۔ اگر کوئی دخل دے تو لڑو۔ لیکن جب پھر دین کا معاملہ خدا کے سپرد ہو جائے تو لڑنا بند کر دو۔ "ویکون الدین للہ"

(۶) تعدی کے مقابلے میں اتنی ہی تعدی کرو جتنی تم پر کی گئی ہو۔ اس سے زیادہ جائز نہیں۔ یہ تقویٰ ہے اور اللہ تقویٰ کرنے والوں کا حامی و مددگار ہے۔

آپ نے دیکھا کہ جوابی تشدد اگر ضروری بھی ہو جائے تو بھی وہ مشروط ہے بشرائط چند در چند۔ یہ نہیں کہ موجودہ زمانے کی لڑائیوں کی طرح انسانیت سوز حدود تک چلا جائے۔ عموماً دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ عدم تشدد اور اہنسا کی تعریف کرتے ہیں اور دوسروں کو تشدد پر آمادہ کرتے رہتے ہیں وہ خود بڑے بزدل ہوتے ہیں اور وقت پر عورتوں کی طرح گھروں میں چھپ کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل قرآنی آیت میں انہی لوگوں کا ذکر ہے۔

الم تر الی الذین قیل	کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں
لھم کفوا ایدیکم	کو جن سے کہا گیا تھا کہ روکے رہو
واقیموا الصلوٰۃ واٰتوا	ہاتھ اپنے اور قائم کرو نماز اور
الزکوٰۃ فلما کتب	ادا کرو زکوٰۃ۔ پھر جب فرض کیا
علیھم القتال اذا فریق	گیا ان پر جہاد تو ان میں سے
منھم یخشون الناس	ایک گروہ ڈرنے لگا لوگوں سے
کخشیۃ اللہ او اشد	جیسے ڈرنا چاہیئے اللہ سے
خشیۃ وقالوا ربنا لم	یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور
کتبت علینا القتال لو	کہا انہوں نے اے ہمارے
لا اخرتنا الی اجل قریب	رب کیوں فرض کیا تو نے
(۴ ـ ۷۷)	ہم پر جہاد۔ اور ہمیں تھوڑی
	اور مہلت کیوں نہ دی۔

مکہ معظمہ میں جب کافر مسلمانوں کو ایذائیں دیتے تھے تو بعض مسلمان کہتے تھے کہ ہمیں جوابی تشدد کی اجازت دی جائے۔ انہیں کہا گیا کہ نہیں ابھی جہاد کا وقت نہیں، ہاتھوں کو روک رکھو اور نمازیں پڑھو اور زکوٰۃ ادا کرو۔ لیکن جب جہاد کا حکم آیا تو یہ لوگ کافروں کے مقابلے سے اتنا ڈرنے لگے جتنا خدا سے ڈرنا چاہیئے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور کہنے لگے کہ ابھی جہاد خلاف مصلحت ہے اور مہلت ہونی چاہیئے۔ مولانا روم نے انہی لوگوں کے متعلق کہا ہے۔

در میان ہمہ گر مردانہ اند	در غزا چوں عورتان خانہ اند
وقت لاف غز دستان کف زدہ	وقت جوش و جنگ چوں کف فتنہ
وقت ذکر غز و شمشیرش دراز	وقت کر و فر تیغش چوں پیاز
لاف وعرہ تو ذخار اکم شنو	با جنب تا در صف ہیجا مرو
تا کہ فنا دو کم حیلا گفت حق	کز رفیق سست برگرداں ورق
لیک تو ہمراہ این اشتر دلاں	زانکہ وقت ضیق ویم اند آفلاں
پس کریزند در تو انتہا بلبلند	گرچہ اند دلاف سحر با بلند
تو ز رعنایاں مجو ہیں کارزار	تو ز طاؤساں مجو صید و شکار

قرآن مجید میں تشدد فعلی اور تشدد قولی دونوں کے جواب میں عدم تشدد کی تعلیم موجود ہے۔

اولئک یؤتون اجرھم	یہی لوگ ہیں جنہیں ان کا اجر
مرتین بما صبروا و	دو دفعہ دیا جائے گا۔ بہ ہیں وجہ
یدرؤن بالحسنۃ السیئۃ	کہ انہوں نے صبر کیا اور وہ
ومما رزقنھم ینفقون	ہٹاتے ہیں برائی کو بھلائی کے
واذا سمعوا اللغو	ساتھ اور جو کچھ ہم نے انہیں
اعرضوا عنہ وقالوا لنا	دیا ہے اس سے خرچ کرتے
اعمالنا ولکم اعمالکم	ہیں اور جب وہ سنتے ہیں لغو
سلام علیکم لا نبتغی	بات تو اس سے کنارہ کشی کرتے
الجاھلین (۲۸ ـ ۵۴ ـ ۵۵)	ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے
	اعمال ہمارے لئے اور تمہارے
	اعمال تمہارے لئے۔ سلام ہے
	تم پر ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔

آپ نے دیکھا عدم تشدد کا اجر دو چند ہے۔ صبر کرنے کی وجہ سے اور بدی کے بدلے میں نیکی کرنے کی وجہ سے۔ عدم تشدد پر عمل کرنے والے لوگ جو کوئی لغویات سنتے ہیں تو اس کے جواب میں لغویات نہیں کہتے بلکہ یہ کہہ کر ٹل جاتے ہیں کہ "آپ جانیں اور آپ کے کام۔ ہمارا اور آپ کا ساتھ ممکن نہیں۔ آپ پر سلام ہو۔" فکر کا مقام ہے آج کل ہم میں

سکتے ہیں جو اس نہایت حکیمانہ تعلیم پر کاربند ہیں۔

وعباد الرحمان الذین یمشون علی الارض هوناً واذا خاطبهم الجهلون قالوا سلماً (۲۵-۶۳)

اور اللہ کے نیک بندے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر عجز و انکسار کے ساتھ اور جب مخاطب ہوتے ہیں ان سے جاہل تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ تم پر سلام ہو۔

کتنا بلند مقام ہے ہمارا یہ حال ہے کہ جہالت کے جواب میں جب تک ہم بڑھ چڑھ کر جہالت نہ کریں تسلی نہیں ہوتی ہمارا دستور العمل تو یہ ہے۔

الا لا یجهلن احد علینا فنجهل فوق جهل الجاهلینا

مولانائے روم کے یہ دو شعر اسی بلند مقام کا پتہ دیتے ہیں جو اس آیت میں مذکور ہوا۔

اگر گوید زراتی و سار سس بگو سیتم وہ صد چنداں دگی رو
دگر از خشم و شنائے دہندت دعا کن خوش دل و خنداں می رو

والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراماً (۲۵-۷۲)

اور وہ (نیک) لوگ جو نہیں شہادت دیتے جھوٹی اور جب وہ گذرتے ہیں لغو کے پاس سے تو گذر جاتے ہیں وقار کے ساتھ۔

لغو قول یا لغو فعل پیش آجاتے تو نیک بندے جواب میں نہ لغو کہتے ہیں نہ لغو کرتے ہیں بلکہ شرافت متانت اور وقار کے ساتھ کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔

واصبر علی ما یقولون واهجرهم هجراً جمیلاً وذرنی والمکذبین اولی النعمة ومهلهم قلیلا ان لدینا انکالاً وجحیما (۷۳-۱۰ تا ۱۲)

اور صبر کر ان باتوں پر جو وہ کہتے ہیں اور چھوڑ دے ان کو چھوڑنا خوبصورت اور چھوڑ دے مجھے اور ان خوش حال جھٹلانے والوں کو اور مہلت دے انہیں تھوڑی بلاشبہ ہمارے پاس بیڑیاں ہیں اور دوزخ۔

خطاب ہے حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے کافر اور مشرک آپ کو بیہودہ باتیں کہہ کہہ کر ایذا دیتے تھے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ ان کی باتوں پر صبر کریں اور انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں۔ میں جانوں اور یہ۔

لطف یہ ہے کہ چھوڑنا بھی وہ چھوڑنا نہیں جو بدزبان آدمی کے درخور ہے۔ بلکہ جمیل کی ہدایت ہے خوبصورت چھوڑنا یہ نہ صرف عدم تشدد ہے بلکہ تحسین و تجمیل عدم تشدد۔

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام کہ با دوستانت خلافست و جنگ

(سعدی)

فی الواقع یہ مقام بہت بلند ہے کوئی خوش نصیب آدمی ہی وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔ جوابی تشدد یعنی ذ ماعو کی حکمت و مصلحت پہلے بیان ہو چکی۔ قرآن مجید میں عدم تشدد یا اہنسا کی حکمت بھی بیان ہوتی ہے۔

ولا تستوی الحسنة ولا السیئة ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة کانه ولی حمیم۔ وما یلقها الا الذین صبروا وما یلقها الا ذو حظ عظیم۔ (۴۱-۳۴، ۳۵)

اور نہیں برابر نیکی اور بدی۔ دفع کر برائی کو) دفعیہ کر ایسی بات سے جو اچھی ہو۔ پس یکایک وہ شخص جس کے اور تیرے درمیان عداوت تھی۔ ایسا ہو جائے گا جیسا ایک مخلص دوست اور نہیں ملتی یہ بات مگر ان کو جو صبر کرتے ہیں اور نہیں ملتی یہ بات مگر اس کو جو بڑا بخت والا ہوتا ہے۔

یہ حکمت ہے عدم تشدد کی اور یہ مقام ہے ان لوگوں کا جنہیں اللہ تعالےٰ نے صابر اور ذو حظ عظیم کہا ہے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حسن خلق آنست کہ خلق را نرنجانی و رنج خلق بکشی بے کینہ و مکافات۔

یہاں یہ بتا دینا دلچسپی سے خالی نہ ہو گا کہ وہ اصحاب جو قرآن مجید کے ایک نصف کو دوسرے نصف سے منسوخ ثابت کرنے کے شائق ہیں تقریباً تمام مذکورہ بالا آیات کو آیہ سیف سے منسوخ قرار دیتے ہیں لیکن وہ لوگ جوان نہایت حکیمانہ اور زریں تعلیمات کو منسوخ کہنے کی گستاخی نہیں کر سکتے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ عدم تشدد یا اہنسا کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں۔

شرح دیوان حافظ رح

(از معاون ایڈیٹر)

مگر بادہ مشغول نہ دلہا بود ہمیں حادثہ بنیاد ما را ببرد

ترجمہ :- اگر شراب دل کے غم کو بھلا نہ دیا کرے تو حوادث زمانہ کی سختی اور خطرہ ہماری بنیاد کو اکھاڑ ڈالیگا۔

تشریح :- شراب سے مراد محبت الہی کی شراب ہے مطلب یہ ہے کہ اگر حق تعالے کی محبت ہمارے دل میں موجود نہ ہوگی، اور ہم محبت الہی میں محو و مشغول نہ ہوں گے، تو یہ نتیجہ ہوگا کہ دنیا کے حوادث اور تعلقات کے افکار و ترددات ہم کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ اور ہم دین و دنیا دونوں میں ناکام رہیں گے۔ غرض یہ کہ انسان کو چاہیئے کہ دل میں خدا کی صفات اور مقدرتوں کا ہر وقت خیال رکھے، اور ایک لحظہ کو اس سے غافل نہ ہو۔ اس لئے کہ غفلت ہی تباہی کی موجب ہوتی ہے۔

طبیب عشق منم بادہ خور کہ این معجون
فراغت آرد و اندیشہ بلا ببرد

ترجمہ :- میرے عشق کے طبیب مجھ کو یہ مشورہ دیتے کہ شراب پی کہ یہی وہ معجون ہے، جو بے فکری پیدا کرتی اور بلا کے اندیشہ کو دور کرتی ہے۔

تشریح :- طبیب عشق سے مراد مرشد ہے۔ سالک مرشد سے کہتا ہے کہ اے میرے عشق کے طبیب مجھ کو مقصود یہ ہے کہ بے فکری پیدا کرنے اور بلا و مصائب کو دور کرنے کے لئے میں محبت الہی کی شراب پیا کروں تاکہ غم دنیا اور افکار و ترددات میرے پاس نہ آئیں، اور میں دنیا کے تمام مشاغل سے بے تعلق رہوں۔

خدایا ہر چند نہ غائب از نظر : نیاد ہمچنی از من میروی از یاد

ترجمہ :- نہ میری آنکھ کے تو مقابل ہے اور نہ نظر سے غائب ہے، نہ مجھ کو یاد کرتا ہے اور نہ میری یاد سے نکلتا ہے۔

تشریح :- سالک مرشد یا خداوند تعالی کو مخاطب کرتا ہے کہ اگرچہ تو میری آنکھوں کے سامنے نہیں ہے لیکن نظر سے غائب بھی نہیں ہے۔ دل کی آنکھوں میں ہر وقت تیرا خیال موجود رہتا ہے۔ اور اگرچہ مجھ کو یاد نہیں کرتا لیکن تیری یاد سے ایک لمحہ کے لئے بھی میرا دل خالی یا غافل نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ تو اگرچہ نظروں سے مخفی ہے لیکن میری آنکھوں میں ہر وقت تیرا تصور موجود ہے، اور تو اگرچہ مجھ کو یاد نہیں کرتا لیکن میرے دل میں ہر وقت تیری یاد اور تیرا خیال موجود رہتا ہے۔

بآب روشن مے عارفے طہارت کرد ۔ علی الصباح کہ میخانہ را زیارت کرد

ترجمہ :- شراب کے روشن پانی سے عارف نے وضو کیا صبح کے وقت جبکہ اس نے میخانہ کی زیارت کی۔

تشریح :- عارف جب صبح ہی صبح میخانہ یعنی عالم عشق کی زیارت کے لئے چلا تو اس نے طہارت و پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے محبت کی شراب کے پانی سے وضو کیا۔ بعض لوگوں نے میخانہ سے مراد عالم عشق و محبت لی ہے، اور وضو سے مراد روز ازل۔ اس صورت میں شعر کا مطلب یہ ہوگا کہ طالبان حق کو آج ہی عشق و محبت کی دولت نصیب نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ اس دولت کے مالک روز ازل سے ہیں اور اسی روز سے انہیں معرفت الہی کی سعادت حاصل ہے۔

بہای بادہ چون لعل چیست - جوہر عقل
بیا کہ سود کسے برد - کاین تجارت کرد

ترجمہ :- لعل کی مانند سرخ شراب کی قیمت "جوہر عقل" ہے آ۔ کہ وہ شخص نفع اٹھائے گا جس نے اس تجارت کو کیا۔

تشریح :- شراب گلگوں کی قیمت جوہر عقل ہے یعنی جوہر عقل کو دے کر شراب سرخ خریدی جا سکتی ہے۔ اور یہ ایک ایسا سودا ہے، جس میں خریدار کو نفع ہی نفع پہنچتا ہے مراد یہ ہے کہ محبت الہی کی شراب کو عقل و خرد کے بدلے خرید کیا جا سکتا ہے، اور یہ شراب جب ہی حاصل ہوتی ہے جبکہ عقل و خرد سے بیگانگی اختیار کر لی جائے، اور عقل و خرد کو دے کر محبت الہی کی شراب خرید کرنا ایک ایسا نفع کا سودا ہے جس میں کبھی نقصان ہی نہیں ہوتا، نفع ہی نفع رہتا ہے۔

فقرائے اسلام

حضرت شیخ خواجہ عبدالخالق غجدوانی

(از حضرت علاّ آغا رفیق صاحب)
(گزشتہ سے پیوستہ)

۸۔ **یادداشت**۔ بظاہر یادکرد اور یادداشت کا مفہوم ایک ہی ہے لیکن دونوں میں بڑا فرق ہے۔ یادکرد کا مطلب الفاظ و خیال سے اللہ کو یاد رکھنا اور کرنا ہے اور یادداشت انسان یا سالک کا بغیر کسی خیال اور الفاظ کے خدا کی طرف متوجہ رہنا یعنی انسان خدا کی ذات میں محو ہو جائے۔ اور الفاظ وخیال کی دنیا کو ترک کر دے۔

۹۔ **وقوف عددی** ذکر الہی دجہر وخفی میں جب سانس کو باہر نکالے تو عدد طاق کا خیال رکھے، یعنی سانس کو خارج عدد طاق پر کرے۔

۱۰۔ **وقوف قلبی**۔ سالک کا اپنے قلب کی طرف متوجہ رہنا یعنی ذکر جہر و خفی میں قلب کی جانب رجوع رہنا۔ ہوش در دم کو بعض بزرگوں نے وقوف زمانی سے بھی تعبیر کیا ہے۔

خدا کی بے نیازی کا خوف

۲۔ عبادت میں آپ پر رقت زیادہ طاری ہوتی تھی ایک روز ایک مرید نے پوچھا: آپ جیسے منبع شریعت اور بہترین اعمال وافعال کے انسان کو اس قدر خوف کیوں ہے کہ آپ اکثر خوف الہی سے گریاں رہتے ہیں؟ فرمایا کہ "جب مجھ کو خدا کی بے نیازی کا خیال آتا ہے تو خوف سے یہ حالت ہوتی ہے کہ روح جسم سے پرواز کر جائے اور یہ خوف اس لئے ہوتا ہے کہ ممکن ہے بلا قصد مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد ہوا ہو جو خداوند تعالےٰ کو ناپسند ہو۔

تسلیم کے معنے

ایک فقیر نے آپ سے پوچھا: تسلیم کس کو کہتے ہیں؟

آپ نے فرمایا: "تسلیم یہ ہے کہ یوم الست میں انسان نے اپنی جان اور مال کو فروخت کر کے خدا سے جو جنت خریدی ہے اس معاملہ کو آج بھی تسلیم کرے یعنی ہر وقت یہ خیال رکھے کہ میں نے اپنی جان اور مال کو خدا کے ہاتھوں فروخت کر دینے کا عہد کیا ہے۔ اور ہر وقت رضائے الہی کا متلاشی ہے۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر ان الفاظ میں ہے ان اللہ اشترى من المومنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة۔" اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ "جان اور مال کی فروختگی یا خدا کی سپردگی میں دینے کے معنے یہ ہیں کہ انسان اپنے آپ کو خدا کا غلام خیال کرے اور اپنے آقا کا وکیل خرچ سمجھے، امکان بھر اپنی ذات سے مخلوق خدا کی خدمت کرے اور اس کا احسان نہ جتائے۔ مال کی محبت دل میں پیدا ہونے دے، اور ہر وقت قضا وقدر پر کربستہ رہے۔

فراغت کا مفہوم

۴۔ ایک روز ایک مرید نے پوچھا: حضرت جی! فراغت کس کو کہتے ہیں؟" آپ نے فرمایا: "فراغت کے معنے صرف یہ ہیں کہ دنیا کی محبت دل میں جگہ نہ پائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان دنیا کے کاموں سے بے تعلق ہو جائے۔ چنانچہ خداوند تعالےٰ اپنے پیارے رسول کو مخاطب کرکے فرماتا ہے فاذا فرغت فانصب یعنی جب موجودات سے دل فارغ ہو جائے اور ضروریات سے اطمینان حاصل ہو جائے تو عبادت کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔ اس بنا پر جو لوگ تجارتی کاروبار میں مشغول ہیں، یا معاش وغیرہ کے ذرائع میں منہمک ہیں، اور خدا کی طرف بھی متوجہ ہیں، یعنی خدا سے کسی دم غافل نہیں ہوتے وہی فارغ ہیں، اور ان کا بڑا درجہ ہے، چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں رجال لا تلهيهم تجارة ولا بيع عن ذكر الله اگر یہ درجہ نصیب ہو جائے تو کیا کہنے ہیں لیکن اگر اتنی اہلیت پیدا نہ ہو تو پھر اہل اللہ کی جان و مال سے خدمت کرنا ضروری ہے، تاکہ مردان خدا جتا ہے اہل تعلق

...میں اور تمہارا مال پاک ہے۔

بیٹے کو خاص ہدایات و نصائح

ہ۔ حضرت شیخ نے آخر عمر میں ایک روز اپنے بیٹے خواجہ ابوبکر کو طلب فرمایا اور ایمان کا ماخذ اپنے ہاتھوں سے کر فرمایا۔

۲۔ بیٹا! میں تجھ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ پرہیزگاری اختیار کرنا، وظائف اور عبادت میں کوتاہی نہ کرنا۔ اپنی حالت کو ہر وقت لحاظ میں رکھنا، خدا سے ڈرتے رہنا، خدا اور رسول صلعم کے حقوق ادا کرنا۔ والدین کے حقوق کو فراموش نہ کرنا کہ ان خصائل سے خداوند تعالیٰ سے قربت حاصل ہوگی۔

۳۔ خداوند تعالیٰ کی پوری پوری اطاعت کرنا تاکہ وہ تیرا محافظ ہے۔

۴۔ قرآن شریف کو پڑھتے رہنا، اور اس کے معانی پر غور و فکر کرنا۔

۴۔ اپنے آپ کو طالب علمی کے درجے سے آگے نہ بڑھانا، فقہ اور حدیث پڑھنا۔

۵۔ جاہل صوفیوں اور عوام سے دور رہنا کہ یہی لوگ دین کے رہزن ہیں۔

۶۔ جماعت اہل سنت کا اتباع کرنا اور اسلاف کے طریقہ پر رہنا۔ بدعت گمراہی ہے۔

۷۔ عورتوں، امردوں، نوجوانوں اور بدعتیوں کی صحبت اختیار نہ کرنا کہ یہ لوگ دین کو برباد کر دیں گے۔

۸۔ خلوت اختیار کرنا اور صرف فقیروں سے صحبت رکھنا۔

۹۔ مال حلال کھانا، اس لئے کہ حلال مال نیکی کی کنجی ہے۔

۱۰۔ حرام سے دور رہنا اس لئے کہ وہ خداوند تعالیٰ سے دور کر دے گا۔

۱۱۔ حلال کپڑا پہننا تاکہ عبادت کی حلاوت نصیب ہو۔

۱۲۔ جماعت کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

۱۳۔ امام اور موذن نہ بننا۔

۱۴۔ حکام کی عدالتوں میں نہ جانا۔ دستاویز پر دستخط نہ کرنا اور کسی کی وصیت میں شریک نہ ہونا۔

۱۵۔ گمنام رہنا۔ ناموری اور شہرت سے بچنا تاکہ دین محفوظ رہے۔

۱۶۔ خانقاہ نہ بنانا اور نہ خانقاہ میں قیام کرنا۔

۱۷۔ کسی کی تعریف سے مغرور نہ ہونا، اور کسی کی برائی سے مغموم نہ ہونا۔

۱۸۔ بزرگوں سے اخلاق سے پیش آنا، آدمی نیک ہو یا بد سب کے ساتھ ادب کو ملحوظ رکھنا۔

۱۹۔ قہقہہ لگا کر نہ ہنسنا، قہقہہ غفلت سے ہوتا ہے۔

۲۰۔ خدا کے عذاب و غضب سے بے خوف نہ ہونا اور نہ خدا کی رحمت سے مایوس۔

۲۱۔ خوف و رجا کے درمیان زندگی بسر کرنا کبھی خوف اور کبھی رجا، سالکوں کا مقام یہی ہے۔

۲۲۔ موت کو ہر وقت یاد رکھنا۔ ریاست و حکومت کا طالب نہ ہونا۔ طالب ریاست و حکومت سالک نہیں ہو سکتا۔

۲۳۔ ہمیشہ روزہ رکھنا۔ روزہ نفس کی سرکوبی کرتا ہے۔

۲۴۔ مشائخ کی خدمت جان و مال سے کرنا۔ دل میں ان کا احترام رکھنا کسی شیخ کا انکار نہ کرنا، البتہ وہ شیخ جو خلاف شرع امور کا مرتکب ہو، قابل متابعت و اطاعت نہیں۔

۲۵۔ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا، اپنے لئے کچھ جمع نہ کرنا اور کسی سے کچھ طلب کرنا۔

۲۶۔ جہاں مرد جمع ہوں وہاں خدا [illegible] ذلت، اس میں سے [illegible] کی خدمت [illegible] پاس نہ آنے دے۔

۲۷۔ ظاہر کو آراستہ کرنا [illegible] ہوتی ہے۔

۲۸۔ غیر ضروری باتوں سے سکوت اختیار کرنا، مخلوق کو نصیحت کرتے رہنا۔

۲۹۔ جب تک خوب بھوک نہ لگے کچھ نہ کھانا پینا۔

۳۰۔ جب تک نیند کا غلبہ نہ ہو نہ سونا۔

۳۱۔ سماع زیادہ نہ سننا اور نہ سماع کی مجلس میں زیادہ دیر بیٹھنا۔ سماع سے نفاق پیدا ہوتا ہے۔ زیادہ سماع دل کو مردہ اور بےحس کر دیتا ہے لیکن سماع کا انکار بھی نہ کرنا، اس لئے کہ بہت سے بزرگوں نے سماع سنا ہے۔ سماع حقیقت میں اس شخص کے لئے جائز ہے جس کا دل زندہ ہو اور نفس مردہ، جس میں یہ صفت نہ ہو وہ سماع نہ سنے، نماز روزہ وغیرہ عبادات میں مشغول رہے۔

۳۲۔ دل ہمیشہ ذکر میں مشغول ہو، یعنی جسم نماز و عبادت میں، اور روح خدا کی معرفت میں۔

...ہیں۔ پانچ باتیں نہ پائی جائیں، اس سے تعلق نہ رکھو (۱) بخیلی کا امیری پر ترجیح دے (۲) علم کو دنیا کے کاموں سے مقدم سمجھے (۳) ذلت کو عزت سے بہتر جانے (۴) ... سے آگاہ ہو (۵) ہر وقت موت کے لئے تیار ہو۔

بیٹا جو بات میں نے اپنے پیر سے ان نصائح کو سن کر ایک موقع پر عمل کیا اور ان پر عمل کیا تو تم بھی ان کو یاد رکھو اور ان پر عمل کرو خداوند تعالیٰ دین و دنیا میں تیرا محافظ ہوگا۔

عالم کی عقوبت کا مطلب

۱۰۔ ایک درویش نے پوچھا: خواجۂ خواجگان! عالم کی عقوبت کیونکر ہوتی ہے؟ فرمایا: جب عالم آخرت سے بے پروا ہو جاتا ہے یعنی آخرت کو چھوڑ کر دنیا کا طالب بن جاتا ہے تو خداوند تعالیٰ دنیا میں اس کو یہ سزا دیتا ہے کہ اس سے عبادت کی حلاوت، ذوق شوق اور اطاعت کی کیفیت چھین لیتا ہے، اور اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جب عبادت و اطاعت میں اس کو کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا تو وہ عبادت و اطاعت کو چھوڑ دیتا ہے، اور آخرۃ کی عقوبت کا مستحق قرار پاتا ہے۔

دوزخ و جنت کا اختیار

۱۱۔ ایک روز کسی درویش نے حضرت خواجہ سے عرض کیا کہ اگر مجھ کو دوزخ اور جنت کے اختیار کا حق دیا جائے، تو میں دوزخ کو اختیار کروں گا۔ اس لئے کہ میں نے کبھی نفس کی خواہش پوری نہیں کی ہے، اور جنت گویا نفس کی خواہش ہے حضرت خواجہؒ نے فرمایا کہ "بندہ کو اختیار سے کیا مطلب، آقا جہاں بھیجے چلا جائے، اور جس جگہ رکھے وہاں رہے"۔

فراست مومن کا مظاہرہ

ایک روز حضرت خواجہ مریدوں اور ارادت مندوں کے اجتماع میں تشریف فرما تھے کہ ایک نوجوان کاندھے پر مصلیٰ ڈالے آیا اور بیٹھ گیا۔ حضرت خواجہ نے غور سے اس کی طرف دیکھا اور خاموش رہے۔ پھر نوجوان نے پوچھا: حضرت جی! اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ کا مطلب کیا ہے؟ حضرت خواجہ نے فرمایا: اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنا زنار توڑ دو اور ایمان قبول کرو۔ جوان نے کہا: حضرت جی! ... خادم کو

توڑ ڈالا گیا اس کا گرتہ اتار کر دیکھا تو زنار موجود تھا۔ نوجوان نے توبہ کی اور مسلمان ہو گیا۔

خدا کی محبت میں سب کو چھوڑ دو

۹۔ حضرت خواجہؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعات کو میں اپنے کوٹھے پر عبادت کر رہا تھا کہ پڑوس کی ایک عورت نے زور سے چیخ کے اپنے میاں سے کہا: مدتوں سے میں تیرے گھر میں ہوں۔ بھوک پیاس صبر و شکر سے برداشت کی، جو تو نے دیا اس پر قناعت کی۔ تیری عزت و آبرو کی حفاظت کی، اور یہ تمام باتیں اس لئے برداشت کیں کہ تو میرا رب ہے اور میں تیری۔ اگر تیرا خیال دوسری طرف ہوگا تو میرا ہاتھ اور خواجہ عبد الخالق کا دامن ہوگا، اور جب تک انصاف نہ کرا لوں گی، دامن نہ چھوڑوں گی۔ عورت کے ان جملوں کا میرے دل پر بہت اثر ہوا، اور میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ جب ایک عورت مخلوق کی محبت میں اس قدر ثابت قدم ہے کہ ہر قسم کے شدائد برداشت کر سکتی ہے تو سالک کیلئے تو بہت سبق ہونا چاہیئے۔ پھر میں نے غور کیا تو قرآن مجید میں اس کی یہ شہادت ملی ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ و یغفر ما دون ذلک یعنی خداوند تعالیٰ شرک (کے جرم) کو معاف نہیں کرے گا اس سے کم درجے کے گناہوں کو معاف فرما دے گا۔

دی مغل لائن لمیٹڈ

مغل لائن نہایت مسرت کے ساتھ یہ اعلان کرتی ہے کہ امسال رمضان المبارک سے قبل حاجیوں کے لئے جہازوں کی روانگی کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔

ایس، ایس رضوانی وزن ۵۴۴۸ ٹن

۳۰ جون ۱۹۴۷ء کو بمبئی سے براہ راست جدہ روانہ ہوگا

رمضان المبارک سے قبل جانے والے جہازوں کا اسپیشل کرایہ:-

درجہ اول	بمبئی/جدہ	واپسی معہ خوراک	۹۷۵ روپے
عرشہ	"	"	۳۰۲ "

ایس ایس علوی ... ... وزن ۳۵۶۶ ٹن

یکم جولائی ۱۹۴۷ء کو کراچی سے براہ راست جدہ روانہ ہوگا

ایس ایس اسلامی - - وزن ۵۸۶۹ ٹن

۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو کراچی سے براہ راست جدہ روانہ ہوگا

درجہ اول	کراچی/جدہ	واپسی معہ خوراک	۹۵۰ روپے
عرشہ			۲۹۲ روپے

عرشے کا کرایہ اس خیال سے مقرر کیا گیا ہے کہ ممکن ہے امسال ہر حاجی کو ۱۸ مربع فٹ جگہ دی جائے۔ اگر حکومت ہند نے یہ فیصلہ کیا کہ گذشتہ سال کی طرح ہر حاجی کو ۱۶ مربع فٹ جگہ ہی ملے گی تو کرایہ کی متناسب رقم ان کو جدہ میں واپس کر دی جائے گی۔

ان کرایوں میں کامران کے قرنطینہ کی فیس، جدہ کے محکمہ صفائی کی فیس اور کشتی کا کرایہ شامل نہیں ہیں، جن کی مجموعی رقم ۶۹ روپے ۱۲ آنے ہوتی ہے۔

حاجیوں سے درخواست ہے کہ وہ حج بکنگ آفیسر حکومت ہند، نئی دہلی کی ہدایات کے مطابق ہی جہاز کی روانگی تک بندرگاہ پر نہ پہنچیں۔ بندرگاہوں پر صرف انہیں حضرات کو ٹکٹ دیئے جائیں گے جن کے پاس حج آفیسر کے جاری کردہ ریزرویشن کارڈ ہوں گے۔ نیز جو کرایہ اور خوراک کی باقی ماندہ رقم ادا کریں گے، عازمین حج کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ جن کے پاس ریزرویشن کارڈ نہ ہوں وہ ہرگز بندرگاہ کا قصد نہ کریں۔

ٹرنر مارسین اینڈ کمپنی لمیٹڈ ۱۶ بنک اسٹریٹ بمبئی

جواہرات سے تولنے کے قابل بہترین دوائیں

یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ بازاری دوا فروشوں نے اخبارات میں عجیب عجیب [illegible] اشتہارات کو بدنام کر دیا ہے اور [illegible] حقیقت میں پبلک کی خدمت کے [illegible] [illegible]

سیکسول طلا

[illegible] سیکسول طلا [illegible]

سیکسول ٹانک پلز

قوت مردمی اور دل و دماغ کی کمزوری کے لئے جادو اثر دوا ہے [illegible] سیکسول ٹانک [illegible] قیمت فی شیشی مکمل [illegible] علاوہ محصول ڈاک

عشرتین

[illegible] قیمت فی شیشی [illegible] علاوہ محصول ڈاک

رستمین

[illegible]

جریانی

[illegible] جریانی [illegible] قیمت فی شیشی مکمل علاج چار روپے علاوہ محصول ڈاک۔

ورجینول

زیادہ بچوں کی پیدائش [illegible] علاوہ محصول ڈاک۔

نوٹ: تینوں دوائیں [illegible] محصول ڈاک معاف [illegible]

منیجر ویسٹرن میڈیکل اسٹور انگریزی دوافروشان [illegible] دہلی

مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى

خدا تعالیٰ نے ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل بھیجی نہیں یہ لوگ صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر چل رہے

الْاَنْفُسُ ۚ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنْ رَّبِّهِمُ الْهُدٰى ؕ اَمْ لِلْاِنْسَانِ مَا

ہیں حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے ہدایت آچکی ہے کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل

تَمَنّٰى ۫ فَلِلّٰهِ الْاٰخِرَةُ وَالْاُوْلٰى ۠ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِى السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِىْ

جاتی ہے سو خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت اور دنیا اور بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں ان کی سفارش

شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى

ذرا بھی کام نہیں آسکتی مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دے دیں اور راضی ہوں

اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى

جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے وہ فرشتوں کو عورتوں کے نام سے نامزد کرتے ہیں

وَمَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ ۚ وَاِنَّ الظَّنَّ لَا

حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات

يُغْنِىْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ۚ فَاَعْرِضْ عَنْ مَّنْ تَوَلّٰى ۙ عَنْ ذِكْرِنَا وَلَمْ يُرِدْ اِلَّا

امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۠

کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی مقصود نہ ہو

تفسیر:- (اے مشرکو بعد اس کے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناطق بالحق و متبع للوحی ہونا ثابت ہوگیا اور اب آپ اس وحی سے توحید کا حکم فرماتے ہیں جو کہ دلائل عقلیہ سے بھی ثابت ہے اور تم پھر بھی بتوں کی پرستش کرتے ہو تو) بھلا تم نے (کبھی) ان بتوں کے (مثلاً) لات اور عزیٰ اور ایک تیسرے منات کی حال میں غور بھی کیا ہے (تاکہ تم کو معلوم ہوتا کہ وہ قابل پرستش ہیں یا نہیں پس کلمہ فا سے یہ فائدہ ہوا کہ آپ کی تنبیہ کے بعد تو متنبہ ہونا چاہئے تھا، اور توحید کے متعلق ایک اور بات قابل غور ہے کہ تم جو ملائکہ کو خدا کی بیٹیاں قرار دے کر معبود کہتے ہو تو) کیا تمہارے لئے تو بیٹے (تجویز) ہوں اور خدا کے لئے بیٹیاں (تجویز ہوں یعنی جن لڑکیوں کو مکروہ و قابل نفرت سمجھتے ہو وہ خدا کی طرف نسبت کی جاویں) اس حالت میں تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی (کہ اچھی چیز تمہارے حصے میں اور بری چیز خدا تعالیٰ کے حصہ میں نعوذ باللہ منہ یہ بنا بر علی العرف فرمایا ورنہ خدا تعالیٰ کے لئے بیٹا تجویز کرنا بھی تو بے ڈھنگی بات ہے) یہ (معبودات مذکورہ اصنام و ملائکہ بعقیدہ مذکورہ) نرے نام ہی نام ہیں (یعنی یہ مسمیات بحیثیت مزعومہ موجودات واقعیہ نہیں ہیں بلکہ بمنزلہ ان اسماء کے ہیں جن کا کہیں مصداق نہ ہو) جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے (آپ ہی) ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو ان (کے معبود ہونے) کی کوئی دلیل (عقلی یا نقلی) بھیجی نہیں (بلکہ)

یہ لوگ (اس اعتقاد الوہیت غیر اللہ میں) صرف بے اصل خیالات پر اور اپنے نفس کی خواہش پر (جو کہ ان بے اصل خیالات سے پیدا ہوتی ہے) چل رہے ہیں (دونوں میں فرق یہ ہوا کہ ہر عمل سے پہلے ایک عقیدہ ہوتا ہے اور ایک عزم محرک پس دونوں سے دونوں کی طرف اشارہ ہے) حالانکہ ان کے پاس ان کے رب کی جانب سے (بواسطہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناطق بالحق ومتبع للوحی کے) ہدایت (امر واقعی کی) آچکی ہے (یعنی خود اپنے دعوے پر تو کوئی دلیل نہیں رکھتے اور اس دعوے کی نقیض پر رسول کے ذریعہ سے دلیل سنتے ہیں اور پھر نہیں مانتے۔ یہ تو گفتگو تھی بطلان الوہیت غیر اللہ میں آگے کلام اس کی غایت کے بطلان میں ہے یعنی یہ لوگ جو بامید شفاعت ان کی عبادت کرتے ہیں تو کیا انسان کو اس کی ہر تمنا مل جاتی ہے سو ایسا نہیں ہے کیونکہ ہر تمنا) خدا ہی کے اختیار میں ہے آخرت (کی بھی) اور دنیا (کی بھی پس وہ جس کو چاہیں پورا فرمادیں اور نص قطعی میں یہ بتلادیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس تمنائے باطل کو پورا کرنا نہیں چاہیں گے نہ دنیا میں کہ حاجات میں شفاعت کریں نہ آخرت میں کہ نجات میں شفاعت کریں پس یقیناً وہ پوری نہ ہوگی) اور (وہ بچارے بت تو کیا شفاعت کرتے کہ ان میں خود اہلیت ہی شفاعت کی نہیں اس دربار میں تو جو لوگ اہل ہیں ان کی بھی بے اذن کچھ نہیں چلتی چنانچہ) بہت سے فرشتے آسمانوں میں موجود ہیں (شاید اس میں اشارہ ہو علو شان کی طرف مگر باوجود اس علو شان کے) ان کی سفارش ذرا بھی کام نہیں آسکتی (بلکہ خود شفاعت ہی نہیں پائی جاسکتی) مگر بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہیں اجازت دیدیں اور (اس کے لئے شفاعت کرنے سے) راضی ہوں (رضی اس لئے بڑھادیا کہ کبھی مخلوق کا اذن بلا رضا بھی کسی دباؤ یا مصلحت سے ہوجاتا ہے۔ آگے اس عقیدہ ولدیت ملائکہ للہ تعالیٰ کے کفر ہونے کی تصریح ہے کہ) جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے (بلکہ اس کے انکار کی وجہ سے کافر ہیں) وہ فرشتوں کو (خدا کی) بیٹی کے نام سے نامزد کرتے ہیں (ان کی تعبیر بالکفر میں آخرت کی تخصیص میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ یہ سب ضلالتیں آخرت کی بے فکری سے پیدا ہوئی ہیں ورنہ معتقد آخرت کو اپنی نجات کی ضرور فکر ہوتی ہے۔ اور یہاں ابتک بعنی نیت کے ہے اور جب ملائکہ کو خدا کے ساتھ شریک ٹھیرانے کے کفر ہونے کی تصریح فرمادی تو اصنام کے شریک ٹھیرانے کا کفر ہونا بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگیا اس لئے صرف اسی پر اکتفا کیا گیا آگے اس عقیدہ کا بے دلیل ہونا بیان فرماتے ہیں یعنی ملائکہ کے بنات اللہ ہونے کے مدعی ہیں) حالانکہ ان کے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں صرف بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں اور یقیناً بے اصل خیالات امر حق (کے اثبات) میں ذرا بھی مفید نہیں ہوتے ف عرب میں بت تو بہت سے تھے مگر تخصیص ان تین کی بوجہ اشہر واکبر ہونے کے ہے تو اوروں کی الوہیت کا بطلان بدرجہ اولیٰ ہوگیا۔ اور ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ لات ایک منقش پتھر تھا اور اس پر ایک عمارت بنا رکھی تھی اور طائف میں تھا اور عزیٰ ایک درخت تھا اس پر بھی ایک عمارت بنا رکھی تھی یہ نخلہ میں درمیان مکہ اور طائف کے تھا۔ اور منات کو حجر لکھا ہے اور مقام اس کا مشلل جو قدید کے پاس مکہ مدینہ کے درمیان ہے بتلایا ہے اور بعض نے اور اور مقامات بھی بتلائے ہیں لیکن ممکن ہے کہ ہندوؤں کی طرح کہ ہر جگہ دیوی اور مہادیو کی شکلیں بنالیتے ہیں، انہوں نے بھی کئی کئی جگہ بنا رکھے ہوں واللہ اعلم (ربط) اوپر توحید و رسالت کا مع عدم قبول کفار کے ذکر تھا آگے اس عدم قبول پر اور اس کے مقابلہ میں قبول پر سزا و جزا کا ذکر ہے اور چونکہ اس عدم قبول سے آپ کو حزن بھی ہوتا تھا اس لئے اس مضمون کو تسلیہ سے شروع فرمایا ہے۔

ذٰلِكَ مَبۡلَغُهُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِيۡلِهٖ

ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی ہے۔ تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور

وَهُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اهۡتَدٰى ۝ وَلِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ ۙ لِيَجۡزِىَ

وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے اور جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے

اَسَاۤءُوۡا بِمَا عَمِلُوۡا وَ یَجۡزِیَ الَّذِیۡنَ اَحۡسَنُوۡا بِالۡحُسۡنٰی ۚ۝ اَلَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ

انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے کام کے عوض میں جزا دیگا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض

کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ؕ اِنَّ رَبَّکَ وَاسِعُ الۡمَغۡفِرَۃِ ؕ

میں جزا دیگا وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور بے حیائی کی باتوں سے بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی

ہُوَ اَعۡلَمُ بِکُمۡ اِذۡ اَنۡشَاَکُمۡ مِّنَ الۡاَرۡضِ وَ اِذۡ اَنۡتُمۡ اَجِنَّۃٌ فِیۡ بُطُوۡنِ

وسیع ہے وہ تم کو خوب جانتا ہے جب تم کو زمین سے پیدا کیا تھا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے

اُمَّہٰتِکُمۡ ۚ فَلَا تُزَکُّوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ ؕ ہُوَ اَعۡلَمُ بِمَنِ اتَّقٰی ۝

تو تم اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو تقوے والوں کو وہی خوب جانتا ہے

تفسیر۔ (جب ان یتبعون الا الظن اور جاءھم من ربھم الھدیٰ سے ان کا معاند ہونا معلوم ہو گیا کہ باوجود آنے قرآن اور ہدی کے اپنے گمان اور ہوس پر چلتے ہیں اور معاندسے قبول حق کی امید نہیں ہوتی) تو آپ ایسے شخص سے اپنا خیال ہٹا لیجئے جو ہماری نصیحت کا خیال نہ کرے اور بجز دنیوی زندگی کے اس کو کوئی (اخروی مطلب) مقصود نہ ہو (جس کی وجہ عدم ایمان بالآخرۃ ہے جو لا یؤمنون بالآخرۃ سے اوپر مفہوم ہوا ہے اور) ان لوگوں کی فہم کی رسائی کی حد بس یہی (دنیوی زندگی) ہے (جب ان کی بدفہمی اور بے فکری کی نوبت یہاں تک پہنچی ہے تو ان کی فکر نہ کیجئے ان کا معاملہ اللہ کے حوالے کیجئے پس) تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ کون اس کے رستہ سے بھٹکا ہوا ہے اور وہی اس کو بھی خوب جانتا ہے جو راہ راست پر ہے (اس سے تو اس کا علم ثابت ہوا) اور (اس سے قدرت ثابت ہے کہ) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے (جب وہ علم اور قدرت دونوں میں کامل ہے اور اس نے سبیل ماموریہ کے اعتبار سے مکلفین دو قسم کے ہیں ضال اور مہتدی تو انجام کار یہ ہے کہ برا کام کرنے والوں کو ان کے برے) کام کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا اور نیک کام کرنے والوں کو ان کے نیک کاموں کے عوض میں (خاص طور کی) جزا دے گا (پس اس کا مقتضا یہ ہے کہ آپ بے فکر رہیے آگے نیک کاروں کی تفسیر ہے یعنی) وہ لوگ ایسے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اور (ان میں) بے حیائی کی باتوں سے (بالخصوص زیادہ) بچتے ہیں مگر ہلکے ہلکے گناہ (کبھی کبھار ہو جاویں تو جن نکوکاری کا یہاں ذکر ہے اس پر ان سے خلل نہیں آتا آگے دونوں ایماؤں کا رفع ہے یعنی) بلاشبہ آپ کے رب کی مغفرت بڑی وسیع ہے۔ (مسیئین کو تدارک اسارت سے ہمت نہ ہارنا چاہیئے وہ اگر چاہے تو بجز کفر و شرک کے اور سیئات کو محض فضل سے معاف کر دیتا ہے تو تدارک سے تو کیوں نہ معاف کرے گا۔ اور اسی طرح محسنین کو معجب نہ چاہیئے کیونکہ حسنات میں بعض اوقات ایسے شوائب خفی مل جاتے ہیں کہ قابل قبول نہیں رہتے اور عامل کو اس طرف التفات نہ ہونے سے ان کی اطلاع بھی نہیں ہوتی اور حق تعالیٰ کو تو علم ہوتا ہے جب وہ حسنہ مقبول نہیں تو مدار حسنیت کا نہیں ہو سکتی پھر عجب کیسا اور یہ بات کہ تمہاری کسی حالت کی خود تم کو اطلاع نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کو اطلاع ہو کچھ امر غریب نہیں ہے بلکہ ابتدا ہی سے اس کا وقوع ہو رہا ہے چنانچہ) وہ تم کو (اور تمہارے احوال کو اس وقت سے) خوب جانتا ہے جب تم کو (یعنی تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو) زمین (کی خاک) سے پیدا کیا تھا (جن کے ضمن میں بواسطہ تم بھی طین سے مخلوق ہوئے) اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے (اور ان دونوں حالتوں میں تم کو اپنا اصلا علم نہ تھا اور ہم کو تھا پس اسی طرح اب بھی تمہارا عدم علم اور ہمارا علم تمہاری کسی حالت کے متعلق امر مستغرب نہیں جب یہ بات ہے تو تم

اپنے کو مقدس مت سمجھا کرو (بس تقویٰ والوں کو وہی خوب جانتا ہے (کہ فلاں متقی ہے فلاں نہیں گو صورۃً افعال تقویٰ سے مدنون سے صادر ہوتے ہیں) ربط اوپر الذین اساءوا اور الذین احسنوا مجملاً آیا تھا پھر الذین احسنوا کے احسان کی کچھ توضیح تھی آگے الذین اساءوا کی اساءت کی کچھ توضیح اور توضیح کے ساتھ اس طریقے کی تقبیح اور اس تقبیح کے مبنی کی تصریح ارشاد ہے۔ اور سبب نزول اس کا در منثور میں بروایت ابن جریر کے ابن زید سے نقل کیا ہے کہ کوئی شخص اسلام لے آیا تھا کسی نے اس کو ملامت کی اس نے کہا کہ میں عذاب سے ڈرتا ہوں وہ بولا تو مجھ کو کچھ دے میں تیری طرف سے عذاب اپنے سر رکھوں گا چنانچہ کچھ دیا اس نے اور مانگا نہایت کشاکشی سے اس نے اور بھی کچھ دیا اور بقیہ کی دستاویز مع گواہوں کے لکھ دی اھ اور روح المعانی وغیرہ میں اس شخص کی تعیین بھی کی ہے کہ یہ ولید بن مغیرہ تھا کہ کچھ میلان اسلام کی طرف ہو چلا تھا الخ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کی ایسی حالت ہو آیت سب کو شامل ہے۔

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّىٰ ۝ وَأَعْطَىٰ قَلِيلًا وَأَكْدَىٰ ۝ أَعِنْدَهُ عِلْمُ الْغَيْبِ

تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا مال دیا اور بند کر دیا کیا اس شخص کے پاس علم غیب ہے کہ اس

فَهُوَ يَرَىٰ ۝ أَمْ لَمْ يُنَبَّأْ بِمَا فِي صُحُفِ مُوسَىٰ ۝ وَإِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّىٰ ۝

کو دیکھ رہا ہے کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ کے صحیفوں میں ہے اور نیز ابراہیم کے جنہوں نے احکام کی پوری

أَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۝ وَأَنْ لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَىٰ ۝

بجا آوری کی یہ کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر نہیں لے سکتا اور یہ کہ انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ

وَأَنَّ سَعْيَهُ سَوْفَ يُرَىٰ ۝ ثُمَّ يُجْزَاهُ الْجَزَاءَ الْأَوْفَىٰ ۝ وَأَنَّ إِلَىٰ

کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جاوے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جاوے گا اور یہ کہ آپ کے

رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَضْحَكَ وَأَبْكَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَمَاتَ وَأَحْيَا ۝

پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے اور یہ کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے

وَأَنَّهُ خَلَقَ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ مِنْ نُطْفَةٍ إِذَا تُمْنَىٰ ۝

اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب ڈالا جاتا ہے

وَأَنَّ عَلَيْهِ النَّشْأَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ۝ وَأَنَّهُ هُوَ رَبُّ

اور یہ کہ دوبارہ پیدا کرنا اس کے ذمہ ہے اور یہ کہ وہی غنی کرتا ہے اور سرمایہ باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک

الشِّعْرَىٰ ۝ وَأَنَّهُ أَهْلَكَ عَادًا الْأُولَىٰ ۝ وَثَمُودَ فَمَا أَبْقَىٰ ۝ وَقَوْمَ نُوحٍ

ہے ستارہ شعریٰ کا بھی اور یہ کہ اس نے قدیم قوم عاد کو ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے

مِنْ قَبْلُ ۖ إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغَىٰ ۝ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَهْوَىٰ ۝

قوم نوح کو بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے اور الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا

فَغَشّٰىهَا مَا غَشّٰى ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى ۝

پھر اُن بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا سو (اے انسان) تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک کرتا رہے گا

تفسیر:- (آپ نے نیکوں کی صفت تو سن لی) تو بھلا آپ نے ایسے شخص کو بھی دیکھا جس نے (دین حق سے) روگردانی کی (یعنی اسلام سے ہٹ گیا) اور تھوڑا مال دیا اور (پھر) بند کر دیا (یعنی جس شخص سے مال دینے کا وعدہ اپنے مطلب کے واسطے کیا تھا وہ بھی پورا نہ دیا اور اس سے معلوم ہوا کہ ایسا شخص دوسروں کی نفع رسانی کے لئے کیا خرچ کرے گا جب اپنے ہی مطلب کے لئے پورا خرچ نہ کر سکا پس ذم بخل اس کا مدلول ہے) کیا اس شخص کے پاس (کسی صحیح ذریعہ سے) علم غیب ہے کہ اس کو دیکھ رہا ہے (جس کے ذریعہ سے معلوم ہو گیا کہ فلاں شخص میری طرف سے عذاب کا متحمل ہو جاوے گا) کیا اس کو اس مضمون کی خبر نہیں پہنچی جو موسیٰ (علیہ السلام) کے صحیفوں میں ہے (اور حسب روایت در منثور مذکورہ سورہ اعلیٰ یہ دس صحیفے ما سوا توریت کے ہیں) اور نیز ابراہیم (علیہ السلام) کے (صحیفوں میں ہے جیسا تفسیر سورۃ الاعلیٰ) جنہوں نے احکام کی پوری بجا آوری کی (اور وہ مضمون) یہ (ہے) کہ کوئی شخص کسی کا گناہ اپنے اوپر (ایسے طور سے) نہیں لے سکتا (کہ گناہ کرنے والا بری ہو جاوے پھر یہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ میرا سارا گناہ یہ ملامت کرنے والا اپنے سر رکھ لے گا) اور یہ (مضمون ہے) کہ انسان کو (ایمان کے بارے میں) صرف اپنی ہی کمائی ملے گی (یعنی کسی دوسرے کا ایمان اس کے کام نہ آوے گا پس اگر اس ملامت کرنے والے کے پاس ایمان ہوتا بھی تب بھی اس شخص کے کام نہ آتا چہ جائیکہ وہاں بھی ندارد) اور یہ (مضمون ہے) کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھی جاوے گی پھر اس کو پورا بدلہ دیا جاوے گا (باوجود اس کے یہ شخص اپنی فلاح کی سعی کرنے سے کیسے غافل ہو گیا) اور یہ (مضمون ہے) کہ (سب کو) آپ کے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے (پھر وہ شخص کیسے نڈر ہو گیا) اور یہ (مضمون ہے) کہ وہی ہنساتا اور رلاتا ہے اور یہ کہ وہی مارتا ہے اور جلاتا ہے اور یہ کہ وہی دونوں قسم یعنی نر اور مادہ کو نطفہ سے بناتا ہے جب (رحم میں) ڈالا جاتا ہے (یعنی مالک جمیع تصرفات کا خدا ہی ہے دوسرا نہیں پھر وہ شخص کیسے سمجھ گیا کہ قیامت کے روز یہ تصرف کہ مجھ کو عذاب سے بچا لے کسی دوسرے کے قبضہ میں ہو جاوے گا) اور یہ (مضمون ہے) کہ دوبارہ پیدا کرنا (حسب وعدہ) اس کے ذمہ ہے (یعنی ایسا ضروری ہونے والا ہے جیسے کسی کے ذمہ ہو تو اس شخص کے نڈر ہونے کی وجہ یہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ قیامت نہ آوے گی) اور یہ (مضمون ہے) کہ وہی غنی کرتا ہے (یعنی سرمایہ دیتا ہے) اور سرمایہ دے کر محفوظ (اور) باقی رکھتا ہے اور یہ کہ وہی مالک ہے ستارہ شعریٰ کا بھی (جس کی عبادت جاہلیت میں بعض لوگ کرتے تھے یعنی ان تصرفات و اشیاء کا مالک بھی وہی ہے جیسے پہلے تصرفات کا مالک وہی ہے اور اوپر کے تصرفات خود انسان میں ہیں اور بعد کے تصرفات متعلقات انسان میں ہیں چنانچہ مال اور ستارہ دونوں خارج ہیں اور شاید ان دو کے ذکر میں اشارہ ہو کہ جن کو اپنا معین سمجھتے ہو خواہ بواسطہ انفاق کے خواہ بواسطہ عبادت کے اس کے رب بھی ہم ہی ہیں پھر دوسرے کو قیامت میں اس شخص کے زعم کے موافق کیا تصرف پہنچ سکتا ہے) اور یہ (مضمون ہے) کہ اس نے قدیم قوم عاد کو (اس کے کفر کی وجہ سے) ہلاک کیا اور ثمود کو بھی کہ (ان میں سے) کسی کو باقی نہ چھوڑا اور ان سے پہلے قوم نوح (علیہ السلام) کو (ہلاک کیا) بے شک وہ سب سے بڑھ کر ظالم اور شریر تھے (کہ ساڑھے نو سو برس کی دعوت میں بھی راہ پر نہ آئے) اور (قوم لوط علیہ السلام کی) الٹی ہوئی بستیوں کو بھی پھینک مارا تھا پھر ان بستیوں کو گھیر لیا جس چیز نے کہ گھیر لیا (یعنی اوپر سے پتھر برسنا شروع ہوئے پس یہ شخص اگر ان قصوں میں غور کرتا تو خاصت کفر سے ڈرتا اور بے فکر نہ ہوتا۔ آگے ان سب مضامین پر تفریع فرماتے ہیں کہ اے انسان جب ایسے ایسے مضامین سے تجھ کو آگاہ کیا جاتا ہے جو بوجہ ذریعہ ہدایت ہونے کے ہر مضمون بجائے خود ایک نعمت ربانی ہے) سو تو اپنے رب کی کون کون سی نعمت میں شک (و انکار) کرتا رہے گا (اور ان مضامین کی تصدیق کر کے منتفع نہ ہو گا) **ربط:** اوپر سورت میں توحید و رسالت و مجازات کی تفصیل تھی آگے خاتمہ میں بھی تینوں مضامین مجملاً و مختلطاً ارشاد فرماتے ہیں۔

هٰذَا نَذِيْرٌ مِّنَ النُّذُرِ الْاُوْلٰى ۝ اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ ۝ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ

یہ بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہنچی ہے کوئی غیر اللہ اس کا

اللّٰهِ كَاشِفَةٌ ۝ اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ ۝ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا

ہٹانے والا نہیں سو کیا تم لوگ اس کلام سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور روتے

تَبْكُوْنَ ۝ وَاَنْتُمْ سٰمِدُوْنَ ۝ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۝

نہیں ہو اور تم تکبر کرتے ہو سو اللہ کی اطاعت کرو اور عبادت کرو

تفسیر: یہ (پیغمبر) بھی پہلے پیغمبروں کی طرح ایک پیغمبر ہیں (ان کو مان لو کیونکہ) وہ جلدی آنے والی چیز قریب آپہنچی ہے (مراد قیامت ہے۔ اور جب وہ آوے گی تو) کوئی غیر اللہ اس کا ہٹانے والا نہیں (پس کسی کے بھروسہ بے فکری کی گنجائش ہی نہیں) سو کیا (ایسی خوف کی باتیں سنکر بھی) تم لوگ اس کلام (الٰہی) سے تعجب کرتے اور (استہزاءً) ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو اور تم (اطاعت سے) تکبر کرتے ہو سو (اس کبر و غفلت سے باز آؤ اور حسب تعلیم ان پیغمبر کے) اللہ کی اطاعت کرو اور (اس کی بلا شرکت) عبادت کرو (تاکہ تم کو نجات ہو)

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ وَّاٰيُهَا خَمْسٌ وَّخَمْسُوْنَ اٰيَةً

ربط سورت سابقہ کے ختم پر ازفت الآزفۃ میں انزجار کے واسطے قرب ساعت کا مضمون تھا اور اسی مضمون سے اسی غرض انزجار کے لئے اس سورت کا افتتاح ہوا ہے اور اس کے بعد واقعہ شق القمر قرب ساعت کے زاجر ہونے کا بعث مؤکد ہے اور اس کے ساتھ مکذبین کا عدم انزجار اور عدم انزجار پر آپ کا تسلیہ اور ان کی تہدید (بہوال قیامت سے مذکور ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا

قیامت نزدیک آپہنچی اور چاند شق ہو گیا اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی

سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۝ وَلَقَدْ

ختم ہوا جاتا ہے اور ان لوگوں نے جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی اور ہر بات کو قرار آجاتا ہے اور ان

جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْۢبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۝ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ

لوگوں کے پاس خبریں اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں عبرت یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی ہے سو خوف دلانے والی چیزیں

النُّذُرُ ۝ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ ۘ يَوْمَ يَدْعُ الدَّاعِ إِلَىٰ شَيْءٍ نُّكُرٍ ۝ خُشَّعًا أَبْصَارُ

انکو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے جس روز ایک بلانے والا فرشتہ ایک ناگوار چیز کی طرف بلا دے گا ان

هُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ كَأَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنتَشِرٌ ۝ مُّهْطِعِينَ

کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے بلانے والے کی طرف

إِلَى الدَّاعِ ۖ يَقُولُ الْكَافِرُونَ هَٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ ۝

دوڑے چلے جا رہے ہوں گے کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے

تفسیر:- (ان کفار کے لئے زاجر تو اعلیٰ درجہ کا متحقق ہے چنانچہ) قیامت نزدیک آپہنچی (جس میں تکذیب پر بڑی مصیبت آوے گی) اور (اس اخبار قرب ساعت کا مصداق بھی واقع ہو گیا چنانچہ) چاند شق ہو گیا (اور اس کا مصداق ہونا اس طرح ہے کہ شق قمر معجزہ ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جس سے نبوت ثابت ہوتی ہے اور نبی کا ہر قول صادق ہے پس آپ کا خبر دینا قرب و وقوع قیامت کی نیز صادق ہے اس سے تحقق زاجر کا متیقن ہو گیا) اور (اس کا مقتضا یہ تھا کہ) یہ لوگ (اس سے منزجر ہوتے لیکن ان کی یہ حالت ہے کہ) اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا جاتا ہے (یہ کنایہ ہے باطل سے کہ اس کا اثر اور بقا معتدبہ نہیں ہوتا۔ مطلب یہ کہ قیامت سے منزجر ہونا جس امر پر موقوف ہے یعنی اعتقاد نبوت محمدیہ یہ لوگ خود اس کی دلیل ہی کو نظر تامل سے نہیں دیکھتے اور اس کو باطل سمجھتے ہیں پھر کیا انزجار ہوتا) اور (اس اعراض اور ابطال دعوے معجزہ میں خود) ان لوگوں نے (باطل پر مصر ہو کر حق کو) جھٹلایا اور اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کی (یعنی ان کا اعراض بوجہ کسی دلیل صحیح سے تمسک کرنے کے نہیں ہے بلکہ سبب اس اعراض کا اتباع ہوا اور عناداً تکذیب حق ہے) اور (یہ جو معجزات کو سحر ذاہب الاثر کہتے ہیں سو قاعدہ ہے کہ) ہر بات کو (بعد چندے اپنی اصلی حالت پر آ کر) قرار آ جاتا ہے (یعنی حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا اسباب و آثار سے عام طور پر متعین ہو جاتا ہے مطلب یہ کہ گو تعین واقع میں تو فی الحال ہی ہے مگر کم فہموں کی سمجھ میں اگر اب نہیں آتا تو بعد چندے تو ان کو بھی ظاہر ہو سکتا ہے بشرطیکہ غور سے کام لیں تو چند روز کے بعد تم کو معلوم ہو جاوے گا کہ یہ سحر فانی ہے یا حق باقی ہے) اور (علاوہ اس زاجر مذکور کے جو حالی ہے عقوبت آجلہ سے) ان لوگوں کے پاس (زاجر امم ماضیہ کی بھی) خبریں (جو حالی ہیں عقوبت عاجلہ سے) اتنی پہنچ چکی ہیں کہ ان میں (کافی) عبرت (یعنی اعلیٰ درجہ کی دانشمندی) حاصل ہو سکتی ہے) سو (ان کی یہ کیفیت ہے کہ) خوف دلانے والی چیزیں ان کو کچھ فائدہ ہی نہیں دیتیں (اور جب یہ حال ہے) تو آپ ان کی طرف سے کچھ خیال نہ کیجئے (یہ تسلیہ ہے جب وہ وقت ساعت اور عقوبت کا جس سے ان کو انذار کیا جاتا ہے آوے گا خود معلوم ہو جاوے گا۔ آگے اس روز کا بیان ہے یعنی) جس روز ایک بلانے والا فرشتہ (ان کو) ایک ناگوار چیز کی طرف بلا دے گا ان کی آنکھیں (مارے ذلت اور ہیبت کے) جھکی ہوئی ہوں گی (اور) قبروں سے اس طرح نکل رہے ہوں گے جیسے ٹڈی پھیل جاتی ہے (اور پھر نکل کر) بلانے والے کی طرف (یعنی موقف حساب کی طرف جہاں جمع ہونے کے لئے بلانے والے نے پکارا ہے) دوڑے چلے جا رہے ہوں گے (اور وہاں کی سختیاں دیکھ کر) کافر کہتے ہوں گے کہ یہ دن بڑا سخت ہے **ف** شق قمر کا معجزہ ہونا اور واقع ہو چکنا صحیحین وغیرہ صحیحین میں طرق مختلفہ کثیرہ سے بروایت علی و ابن مسعود و انس و ابن عباس و حذیفہ و جبیر بن مطعم و ابن عمر وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم آیا ہے اور ابن مسعود سے تصریحاً ان کا اس واقعہ کے وقت حاضر ہونا بھی بخاری میں ہے۔ کنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمنی یعنی ہم آپ کے ساتھ منی میں رہتے تھے اور بعض روایات میں جو بمکہ آیا ہے۔ بس کے معنے یہی ہیں کہ

وَسُعُرٍ ۝ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ۝ سَيَعْلَمُوْنَ

اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور جنون میں پڑجاویں کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہوئی ہے بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے ان کو عنقریب

غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ۝ اِنَّا مُرْسِلُوا النَّاقَةِ فِتْنَةً لَّهُمْ فَارْتَقِبْهُمْ

معلوم ہوجاوے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا ہم اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش کے لئے سو ان کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے

وَاصْطَبِرْ ۝ وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ ۝ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ

بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو یہ بتلا دینا کہ پانی بانٹ دیا گیا ہے ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے سو انہوں نے اپنے رفیق کو بلایا

فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ فَكَيْفَ كَانَ عَذَابِيْ وَنُذُرِ ۝ اِنَّآ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ صَيْحَةً

سو اس نے وار کیا اور مار ڈالا سو میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ مسلط کیا سو وہ

وَّاحِدَةً فَكَانُوْا كَهَشِيْمِ الْمُحْتَظِرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝

ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والا کا چورا اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل

تفسیر:- ثمود نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی (کیونکہ ایک پیغمبر کی تکذیب مستلزم ہے سب پیغمبروں کی تکذیب کو) اور کہنے لگے کیا ہم ایسے شخص کا اتباع کریں گے جو ہماری جنس کا آدمی ہے اور (حشم و خدم سے) اکیلا ہے (یعنی یا تو فرشتہ ہوتا تو ہم دین میں اتباع کرتے یا صاحبِ خدم و حشم ہوتا تو دنیوی امور میں اتباع کرتے جبکہ بشر ہے اور واحد ہے تو نہ اتباع فی الدنیا کو کوئی امر مقتضی ہے نہ اتباع فی الدین کو اور اگر ہم اس حالت میں اتباع کریں) تو اس صورت میں ہم بڑی غلطی اور (بلکہ) جنون میں پڑجاویں کیا ہم سب میں سے (منتخب ہوکر) اسی (شخص) پر وحی نازل ہوئی ہے (ہرگز ایسا نہیں) بلکہ یہ بڑا جھوٹا اور شیخی باز ہے (شیخی کے مارے ایسی باتیں بڑائی کی کرتا ہے کہ لوگ مجھ کو سردار قرار دے لیں حق تعالیٰ نے صالح علیہ السلام سے فرمایا کہ تم ان کو بکنے دو رنج مت کرو) ان کو عنقریب (مرتے ہی) معلوم ہوجاوے گا کہ جھوٹا شیخی باز کون تھا (یعنی یہی لوگ تھے کہ انکار نبوت میں کاذب تھے اور اتباع نبی سے بوجہ شیخی کے عار کرتے تھے اور یہ لوگ جو اونٹنی کا معجزہ طلب کرتے تھے تو) ہم (ان کی درخواست کے موافق پتھر میں سے) اونٹنی کو نکالنے والے ہیں ان کی آزمائش (ایمان) کے لئے سو ان (کی حرکتوں) کو دیکھتے بھالتے رہنا اور صبر سے بیٹھے رہنا اور ان لوگوں کو (جب اونٹنی پیدا ہوتی) یہ بتلا دینا کہ پانی (کنوئیں کا) بانٹ دیا گیا ہے (یعنی تمہارے مواشی اور اونٹنی کی باری مقرر ہوگئی ہے) ہر ایک باری پر باری والا حاضر ہوا کرے (یعنی اونٹنی اپنی باری میں پانی پیوے اور مواشی اپنی باری میں چنانچہ اونٹنی پیدا ہوئی اور صالح علیہ السلام نے اسی طرح فرما دیا) سو (اس باری سے وہ لوگ تنگ آگئے اور) انہوں نے (اس کے قتل کرنے کی غرض سے) اپنے رفیق (قدار) کو بلایا سو اس نے (اونٹنی پر) وار کیا اور (اس کو) مار ڈالا سو (دیکھو) میرا عذاب اور ڈرانا کیسا ہوا (جس کا آگے بیان آتا ہے وہ یہ کہ) ہم نے ان پر ایک ہی نعرہ (فرشتہ کا) مسلط کیا سو وہ (اس سے) ایسے ہوگئے جیسے کانٹوں کی باڑ لگانے والے (کی باڑ) کا چورا (یعنی کھیت یا مواشی وغیرہ کی حفاظت کے لئے جیسے کانٹوں وغیرہ کی باڑ لگا دیتے ہیں اور چند روز بعد سب چورا چورا ہوجاتا ہے اسی طرح وہ ہلاک و تباہ ہوگئے، عرب کے لوگ اس شبیہ کو شب و روز دیکھتے تھے تو وہ اس تشبیہ کو خوب سمجھتے تھے) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کر دیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوطٍ بِالنُّذُرِ ۝ إِنَّا أَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ حَاصِبًا إِلَّا آلَ لُوطٍ ؕ

قوم لوط نے پیغمبروں کی تکذیب کی ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط کے کہ انکو اخیر شب میں بچا لیا

نَّجَّيْنَاهُم بِسَحَرٍ ۝ نِّعْمَةً مِّنْ عِندِنَا ۚ كَذَٰلِكَ نَجْزِي مَن شَكَرَ ۝ وَلَقَدْ أَنذَرَ

اپنی جانب سے فضل کرکے جو شکر کرتا ہے ہم اس کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں اور لوط نے ان

هُم بَطْشَتَنَا فَتَمَارَوْا بِالنُّذُرِ ۝ وَلَقَدْ رَاوَدُوهُ عَن ضَيْفِهِ فَطَمَسْنَا

کو ہمارے دار وگیر سے ڈرایا تھا سو انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے اور ان لوگوں نے لوط سے ان کے

أَعْيُنَهُمْ فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ صَبَّحَهُم بُكْرَةً عَذَابٌ مُّسْتَقِرٌّ ۝

مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا سو ہم نے ان کی آنکھیں چوپٹ کردیں کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور صبح سویرے ہی ان پر

فَذُوقُوا عَذَابِي وَنُذُرِ ۝ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ ۝

عذاب دائمی آپہنچا کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کیلئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل

تفسیر :- قوم لوط نے (بھی) پیغمبروں کی تکذیب کی (کیونکہ ایک نبی کی تکذیب مستلزم ہے سب کی تکذیب کو) ہم نے ان پر پتھروں کا مینہ برسایا بجز متعلقین لوط (علیہ السلام) کے (یعنی بجز مومنین کے) کہ ان کو اخیر شب میں (بستی سے باہر کرکے عذاب سے) بچا لیا اپنی جانب سے فضل کرکے جو شکر کرتا ہے (یعنی ایمان لاتا ہے) ہم اس کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں (کہ قہر سے بچا لیتے ہیں) اور (قبل عذاب آنے کے) لوط (علیہ السلام) نے ان کو ہماری دار وگیر سے ڈرایا تھا سو انہوں نے اس ڈرانے میں جھگڑے پیدا کئے (یعنی یقین نہ لائے) اور (جب لوط علیہ السلام کے پاس ہمارے فرشتے بشکل مہمان آئے اور ان لوگوں کو حسین لڑکوں کا آنا معلوم ہوا تو یہاں آکر) ان لوگوں نے لوط علیہ السلام سے ان کے مہمانوں کو بارادہ بد لینا چاہا (جس سے لوط علیہ السلام اول گھبرائے، مگر وہ فرشتے تھے) سو ہم نے (ان فرشتوں کو حکم دے کر) ان کی آنکھیں چوپٹ کردیں (یعنی جبریل علیہ السلام نے اپنا پر ان کی آنکھوں پر پھیر دیا جس سے اندھے بھٹ ہو گئے اور بزبان قال یا حال (ان سے کہا گیا) کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ہی ان پر عذاب دائمی آپہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (یہ تو اس وقت واقعہ ہوا) اور (پھر) صبح سویرے ہی ان پر عذاب دائمی آپہنچا (اور ارشاد ہوا) کہ لو میرے عذاب اور ڈرانے کا مزہ چکھو (پہلے عذاب طمس پر یہ کہا گیا ہے اور یہ عذاب اہلاک پر پس تکرار نہیں) اور ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لئے آسان کردیا ہے سو کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَ آلَ فِرْعَوْنَ النُّذُرُ ۝ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ

اور فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں ان لوگوں نے ہماری تمام نشانیوں کو جھٹلایا سو ہم نے ان کو

عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا پکڑا۔

تفسیر:- اور (فرعون اور) فرعون والوں کے پاس بھی ڈرانے کی بہت سی چیزیں پہنچیں (مراد موسیٰ علیہ السلام کے ارشادات اور معجزات ہیں کہ اول منذر تشریعی اور ثانی منذرات تکوینیہ ہیں مگر) ان لوگوں نے ہماری تمام دلائل کو (جو ان کے پاس آئی تھیں جو آیات تسعہ مشہور ہیں) جھٹلایا (یعنی ان کے مدلول و مقتضا کو کہ نبوت موسویہ و وعید الٰہی ہے جھٹلایا ورنہ واقعات کے وقوع کی تکذیب تو ہو نہیں سکتی) سو ہم نے ان کو زبردست صاحب قدرت کا پکڑنا پکڑا (یعنی جب ہم نے ان کو قہر اور غلبہ سے پکڑا اس پکڑ کو کوئی دفع نہیں کر سکا پس عزیز مقتدر سے مراد اللہ تعالیٰ ہے۔ ربط اوپر معاقبین کے قصص مذکور تھے آگے خاتمہ میں اشتراک علت سے کفار مکہ کا استحقاق عقوبت دنیویہ و اخرویہ مع مقدمات و متممات اس مضمون کے بیان فرمایا جاتا ہے اور اخیر میں بطریق مقابلہ متقین کی تبشیر بھی مختصراً ارشاد ہے۔

أَكُفَّارُكُمْ خَيْرٌ مِّنْ أُولَٰئِكُمْ أَمْ لَكُم بَرَاءَةٌ فِي الزُّبُرِ ۝ أَمْ يَقُولُونَ نَحْنُ

کیا تم میں جو کافر ہیں ان لوگوں سے کچھ فضیلت ہے یا تمہارے لئے کتابوں میں کوئی معافی ہے یا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہماری

جَمِيعٌ مُّنتَصِرٌ ۝ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ ۝ بَلِ السَّاعَةُ مَوْعِدُهُمْ

ایسی جماعت ہے جو غالب ہی رہیں گے عنقریب یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے بلکہ قیامت ان کا وعدہ ہے

وَالسَّاعَةُ أَدْهَىٰ وَأَمَرُّ ۝ إِنَّ الْمُجْرِمِينَ فِي ضَلَالٍ وَسُعُرٍ ۝ يَوْمَ يُسْحَبُونَ

اور قیامت بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے یہ مجرمین بڑی غلطی اور بے عقلی میں ہیں جس روز یہ لوگ اپنے مونہوں

فِي النَّارِ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ ۝ إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ ۝

کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان سے کہا جاوے گا کہ دوزخ کے لگنے کا مزہ چکھو ہم نے ہر چیز کو اندازہ سے پیدا کیا ہے

وَمَا أَمْرُنَا إِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ۝ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا أَشْيَاعَكُمْ فَهَلْ

اور ہمارا حکم بس ایسا یکبارگی ہو جاوے گا جیسے آنکھ کا جھپکانا اور ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو ہلاک کر چکے ہیں سو کیا کوئی

مِن مُّدَّكِرٍ ۝ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوهُ فِي الزُّبُرِ ۝ وَكُلُّ صَغِيرٍ وَكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝

نصیحت حاصل کرنے والا ہے اور جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب اعمالناموں میں ہے اور ہر چھوٹی اور بڑی بات لکھی ہوئی ہے

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَنَهَرٍ ۝ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ۝

پرہیزگار لوگ باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس

تفسیر:- (یہ قصص کفار کے اور بسبب کفر کے ان کے معاقب ہونے کے تو تم نے سن لیا اب جبکہ تم بھی انہی جرم کفر کے مرتکب ہو تو تمہارے معاقب نہ ہونے کی کیا وجہ) کیا تم میں جو کافر ہیں (اور چونکہ مخاطب کفار ہیں تو سب ہی کافر ہیں) ان میں ان (مذکورہ) لوگوں سے کچھ فضیلت ہے (جس کی وجہ سے یہ باوجود ارتکاب جرم کے سزایاب نہ ہوں) یا تمہارے لئے (آسمانی) کتابوں میں کوئی معافی (لکھی) ہے (گو کوئی فضیلت نہ ہو) یا (ان میں کوئی قوت دافعہ للعذاب ہے جیسا) یہ لوگ (باوجود اجتماع دلائل تیقن مغلوبیت کے) کہتے ہیں کہ ہماری ایسی جماعت

ہیں جو غالب ہی رہیں گے (اور دلائل مغلوبیت کے بعد ایسی بات کہنا اس کو مستلزم ہے کہ ان میں کوئی قوت واقعہ الحاصل یہ کہ ان تینوں امروں سے کون سا امر واقع اور عذاب سے مانع ہے سو امرین اولین کا بطلان تو ظاہر ہو چکا رہا تیسرا امر سو اسباب عادیہ کے اعتبار سے گو قطع نظر دلائل خارجیہ کے کوئی نفی عقلی ہے مگر بدلالت دلائل وقوع اس کا نہ ہو گا بلکہ عکس کا وقوع ہو گا جس سے ان کا کذب ظاہر ہو جاوے گا اور وہ عکس کا وقوع اس طرح ہو گا کہ) عنقریب ان کی یہ جماعت شکست کھاوے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے (اور یہ پیشین گوئی بدر و احزاب وغیرہ میں واقع ہوئی اور یہی نہیں کہ اس عقوبت دنیویہ پر بس ہو کر رہ جاوے گا) بلکہ (عذاب اکبر) قیامت (میں ہو گا کہ) ان کا (اصل) وعدہ (وہی) ہے اور قیامت (کو کوئی ہلکی چیز نہ سمجھو بلکہ وہ) بڑی سخت اور ناگوار چیز ہے یہ مجرمین (یعنی کفار) بڑی غلطی اور بے عقلی میں (پڑے) ہیں (اور وہ غلطی ان کو عنقریب ظاہر ہو جاوے گی اور وہ) جس روز یہ لوگ اپنے منہوں کے بل جہنم میں گھسیٹے جاویں گے تو ان سے کہا جاوے گا کہ دوزخ (کی آگ) کے لگنے کا مزہ چکھو (اور اگر ان کو اس سے شبہ ہو کہ ابھی کیوں نہیں واقع ہوتی تو وجہ اس کی یہ ہے کہ) ہم نے ہر چیز کو (باعتبار زمان وغیرہ کے ایک خاص) انداز سے پیدا کیا ہے (جو ہمارے علم میں ہے یعنی زمانہ وغیرہ اس کا اپنے علم میں معین و مقدر کیا ہے اسی طرح قیامت کے وقوع کے لئے بھی ایک وقت معین ہے پس اس کا عدم وقوع فی الحال بوجہ اس کے وقت نہ آنے کے ہے اس سے مطلقاً عدم وقوع لازم نہیں آیا) اور (جب اس کا وقت آجاوے گا تو اس وقت) ہمارا حکم (اس کے وقوع کے متعلق) بس ایسا یکبارگی ہو جاوے گا جیسے آنکھ کا جھپکانا (غرض وقوع کی نفی تو باطل ٹھیری) اور (اگر تم کو یہ شبہ ہو کہ ہمارا طریقہ مبغوض الی اللہ نہیں ہے تو اگر قیامت کا وقوع بھی ہو تب بھی ہم کو ضرر نہیں اور وہ وقوع وقوع علینا نہیں تو اس باب میں سن رکھو کہ) ہم تمہارے ہم طریقہ لوگوں کو (اپنے عذاب سے) ہلاک کر چکے ہیں (جو دلیل ہے اس طریقے کے مبغوض ہونے کی اور وہی تمہارا طریقہ ہے پس لامحالہ مبغوض ہے اور یہ دلیل نہایت واضح ہے) سو کیا (اس دلیل سے) کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے (یعنی اس دلیل سے استدلال کرو مبغوضیت طریقہ کفریہ پر) اور (یہ بھی نہیں ہے کہ ان کے اعمال علم الٰہی سے غائب رہ جاویں تاکہ باوجود مبغوضیت طریقہ کفر کے پھر بھی سزا سے بچنا محتمل ہو بلکہ) جو کچھ بھی یہ لوگ کرتے ہیں سب (حق تعالیٰ کو معلوم اور اکملیت حجیت کے لئے) اعمال ناموں میں (بھی مندرج) ہے اور (یہ نہیں کہ کچھ لکھ لیا گیا ہو کچھ رہ گیا ہو بلکہ) ہر چھوٹی اور بڑی بات (اس میں) لکھی ہوئی ہے (پس وقوع عذاب میں کوئی شبہ نہ رہا یہ تو کفار کا حال ہوا اور جو) پرہیزگار لوگ (ہیں وہ بہشت کے) باغوں میں اور نہروں میں ہوں گے ایک عمدہ مقام میں قدرت والے بادشاہ کے پاس (یعنی جنت کے ساتھ قرب بھی ہو گا)

سورة الرحمٰن مکیۃ او مدنیۃ او متبعضۃ وآیہا ست وسبعون

ربط۔ سورت سابقہ میں زیادہ مضمون نقم کا تھا گو بحیثیت ان کے اسباب ہدایت ہونے کے وہ معنیً و حکماً نعم بھی ہوں اور کچھ (اول و آخر میں مضمون نعم کا بھی تھا اور اس سورت میں زیادہ مضمون نعم کا ہے کچھ دنیویہ کچھ اخرویہ اور کچھ درمیان میں مضمون نقم کا بھی ہے گو بحیثیت مذکورہ وہ بھی نعم ہیں اور اسی بنا پر مثل النعم کے ان نقم کے بعد بھی فبای آلاء ربکما تکذبان کو تقریر مضمون کے لئے متفرع فرمایا ہے اور یہ آیت تفریعیہ اس سورت میں اکتیس جگہ آئی ہے اور چونکہ ہر جگہ آلاء کا مصداق جدا ہے اس لئے یہ تکرار محض نہیں ہے محض لفظی تشارک ہے اور ایسی تکرار کا نام اصطلاح میں جیسا کہ حکم ثانی کا متعلق مغایر ہو متعلق اول کے اتقان میں تردید بتلایا ہے اور تکرار ظاہری کی وجہ سے اس میں افادہ تاکید بھی ہے اور اس قسم کا تکرار چونکہ قند مکرر سے شیریں تر ہے عرب و غیر عرب کے کلام منثور و منظوم میں بکثرت بلا نکیر مستعمل ہے۔ اور معنیً دونوں طرح نعم ہی مذکور ہوں گی اور رکوع سوم میں ختم تک یہ ہی مضمون ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۝ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ۝

رحمٰن نے قرآن کی تعلیم دی اس نے انسان کو پیدا کیا اس کو گویائی سکھلائی

اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۝ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ ۝ وَالسَّمَآءَ

سورج اور چاند حساب کے ساتھ ہیں اور بے تنہ کے درخت اور تنہ دار درخت دونوں مطیع ہیں اور

رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ ۝ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ۝ وَاَقِيْمُوا

اسی نے آسمان کو اونچا کیا اور اسی نے ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور انصاف کے ساتھ تول

الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ ۝ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا

کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت اور اسی نے خلقت کے واسطے زمین

لِلْاَنَامِ ۝ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ۝ وَالْحَبُّ

کو رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن پر غلاف ہوتا ہے اور غلہ ہے

ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ خَلَقَ

جس میں بھوسہ ہوتا ہے اور غذا کی چیز ہے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی نے انسان

الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ

کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکرے کی طرح بجتی تھی پیدا کیا اور جنات کو خالص آگ سے

مِّنْ نَّارٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ

پیدا کیا سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے وہ دونوں مشرق اور دونوں

الْمَغْرِبَيْنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝

مغرب کا مالک ہے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی نے دو دریاؤں کو ملایا

بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَخْرُجُ مِنْهُمَا

کہ باہم ملے ہوئے ہیں ان دونوں کے درمیان ایک حجاب ہے کہ دونوں بڑھ نہیں سکتے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر

اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ

ہو جاؤ گے ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور اسی کے ہیں جہاز

فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہیں سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

تفسیر - رحمان (کی بے شمار نعمتیں ہیں ان میں سے ایک روحانی نعمت یہ ہے کہ اسی) نے (اپنے بندوں کو احکام)
قرآن کی تعلیم دی (یعنی قرآن نازل کیا کہ اس کے بندے اس سے اس پر ایمان لا کر اس کا علم حاصل کر کے اس پر عمل کر کے
منتفع ہوں اور اس کی ایک نعمت جسمانی کہ موقوف علیہ روحانی کا ہے یہ ہے کہ) اسی نے انسان کو پیدا کیا (پھر) اس کو
گویائی سکھلائی (جس پر ہزاروں منافع مرتب ہوتے ہیں منجملہ ان کے قرآن کا دوسرے کی زبان سے پہنچنا اور دوسروں کو
پہنچانا ہے اور ایک نعمت جسمانی آفاقی یہ ہے کہ اس کے حکم سے) سورج اور چاند حساب کے ساتھ (چلتے) ہیں اور
بے تنہ کے درخت اور تنہ دار درخت دونوں (اللہ کے) مطیع ہیں (سورج چاند کا چلنا تو اس لئے نعمت ہے کہ اس سے
لیل و نہار و زمستان و تابستان اور عدد ایام و شہور مرتب ہوتا ہے اور ان کے منافع ظاہر ہیں اور سجدہ نجم و شجر
اس لئے نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ ان میں تکوین منافع کی فرماتا ہے اور وہ سجدہ تکوینی یعنی اطاعت تسخیری سے
ان منافع کے تکون کو قبول کرتے ہیں پھر وہ منافع استعمال میں آتے ہیں) اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے آسمان
کو اونچا کیا اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے (دنیا میں) ترازو رکھ دی تاکہ تم تولنے میں کمی بیشی نہ کرو اور (جب یہ
ایسی بڑی منفعت کے لئے موضوع ہے کہ یہ آلہ ہے ایفاء و استیفاء حقوق کا جس سے ہزاروں مفاسد ظاہری و
باطنی کا اندفاع ہوتا ہے تو تم اس نعمت کا خصوصیت کے ساتھ شکر کرو اور اس شکریہ میں سے یہ بھی ہے کہ) انصاف
(اور حق رسانی) کے ساتھ وزن کو ٹھیک رکھو اور تول کو گھٹاؤ مت اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے خلقت کے
(فائدہ کے) واسطے زمین کو (اس کی جگہ) رکھ دیا کہ اس میں میوے ہیں اور کھجور کے درخت ہیں جن (کے پھل) پر غلاف
(چڑھا) ہوتا ہے اور (اس میں) غلہ ہے جس میں بھوسہ (بھی) ہوتا ہے اور (اس میں) اور غذا کی چیز (بھی) ہے
(جیسے بہت سی ترکاریاں وغیرہ) سو اے جن و انس (باوجود اس کثرت و عظمت نعم کے جن میں سے نعم مذکورہ بھی ہیں)
تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (یعنی منکر ہونا بڑی ہٹ دھرمی اور بدیہیات بلکہ حسیات کا
انکار ہے) اور (ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے انسان (کی اصل اول یعنی آدم علیہ السلام) کو ایسی مٹی سے جو ٹھیکری کی طرح
(کھن کھن) بجتی تھی پیدا کیا اور جنات (کی اصل اول) کو خالص آگ سے (جس میں دھواں نہ تھا) پیدا کیا (پھر دونوں نوع میں
توالد و تناسل کے ذریعہ سے نسل چلی) سو اے جن و انس (باوجود اس کثرت و عظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں
کے منکر ہو جاؤ گے (اور) وہ دونوں مشرق اور دونوں مغرب کا مالک (حقیقی) ہے (مراد اس سے سورج اور چاند کے
طلوع و غروب کا افق ہے اس میں بھی وجہ نعمت ظاہر ہے کہ لیل و نہار کے افتتاح و اختتام کے ساتھ بہت سے اغراض
متعلق ہیں) سو اے جن و انس (باوجود اس کثرت و عظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے
(اور ایک نعمت یہ ہے کہ) اسی نے دو دریاؤں کو (صورۃً) ملایا کہ (ظاہر میں) باہم ملے ہوئے ہیں (اور حقیقۃً) ان دونوں
کے درمیان میں ایک حجاب (قدرتی) ہے کہ (اس کی وجہ سے) دونوں (اپنے اپنے موقع سے) بڑھ نہیں سکتے (اور آب
شور و آب شیریں کے منافع بھی ظاہر ہیں اور دونوں کی تلاقی میں نعمت استدلال بھی ہے) سو اے جن و انس (باوجود اس
کثرت و عظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے (اور بحرین کے متعلق ایک یہ نعمت
ہے کہ) ان دونوں سے موتی اور مونگا برآمد ہوتا ہے (موتی مونگے کے منافع اور وجوہ نعمت ہونا ظاہر ہے اور جو لوگ
ان کے خروج کو دریائے شور کے ساتھ خاص کہتے ہیں ان کے نزدیک منہما کے معنے من مجموعہما ہوں گے اور نکتہ
اس تعمیم میں یہ ہوگا کہ التقاء کی وجہ سے دونوں مثل واحد ہو گئے اور پھر بھی حصر مقصود نہ ہوگا کیونکہ التقاء شرط خروج نہیں
ہے بلکہ لؤلؤ و مرجان کے مخارج میں سے ایک مخرج کا بتلانا ہے جس میں ایک صفت عجیبہ التقاء کی بھی پائی جاتی ہے)
سو اے جن و انس (باوجود اس کثرت و عظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اور ایک
نعمت یہ ہے کہ) اسی کے (اختیار اور ملک میں) ہیں جہاز جو سمندر میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے (نظر آتے) ہیں (ان
کی منفعت بھی ظاہر بلکہ اظہر ہے) سو اے جن و انس (باوجود اس کثرت و عظمت نعم کے) تم اپنے رب کی کون کون سی
نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے رَبط اوپر نعم دنیویہ صوریہ کا ذکر تھا آگے نعم معنویہ کا کہ بحسب حیثیت مذکورہ فی التمہید

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۝ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۝ فَبِاَيِّ

جتنے روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جاویں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی اور احسان والی ہے باقی رہ جاوے گی سو اے

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِىْ

جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اسی سے سب آسمان اور زمین والے مانگتے ہیں وہ ہر وقت کسی نہ کسی کام میں

شَاْنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ ۝

رہتا ہے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے جن و انس ہم عنقریب تمہارے لئے خالی ہوئے جاتے ہیں

فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ

سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے اے گروہ جن اور انسان کے اگر تم کو یہ قدرت ہے کہ آسمانوں

اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ

اور زمین کی حدود سے کہیں باہر نکل جاؤ تو نکلو بدون زور کے نہیں

اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُرْسَلُ عَلَيْكُمَا شُوَاظٌ

نکل سکتے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے تم دونوں پر آگ کا شعلہ اور دھواں

مِّنْ نَّارٍ ۙ وَّنُحَاسٌ فَلَا تَنْتَصِرٰنِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝

چھوڑا جاوے گا پھر تم ہٹا نہ سکو گے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے

فَاِذَا انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا

غرض جب آسمان پھٹ جاوے گا اور ایسا سرخ ہو جاوے گا جیسے سرخ نری سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں

تُكَذِّبٰنِ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُسْـَٔلُ عَنْ ذَنْۢبِهٖۤ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَيِّ

کے منکر ہو جاؤ گے تو اس روز نہ کسی انسان سے اور نہ جن سے اس کے جرم کے متعلق پوچھا جاوے گا سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کون

اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَ

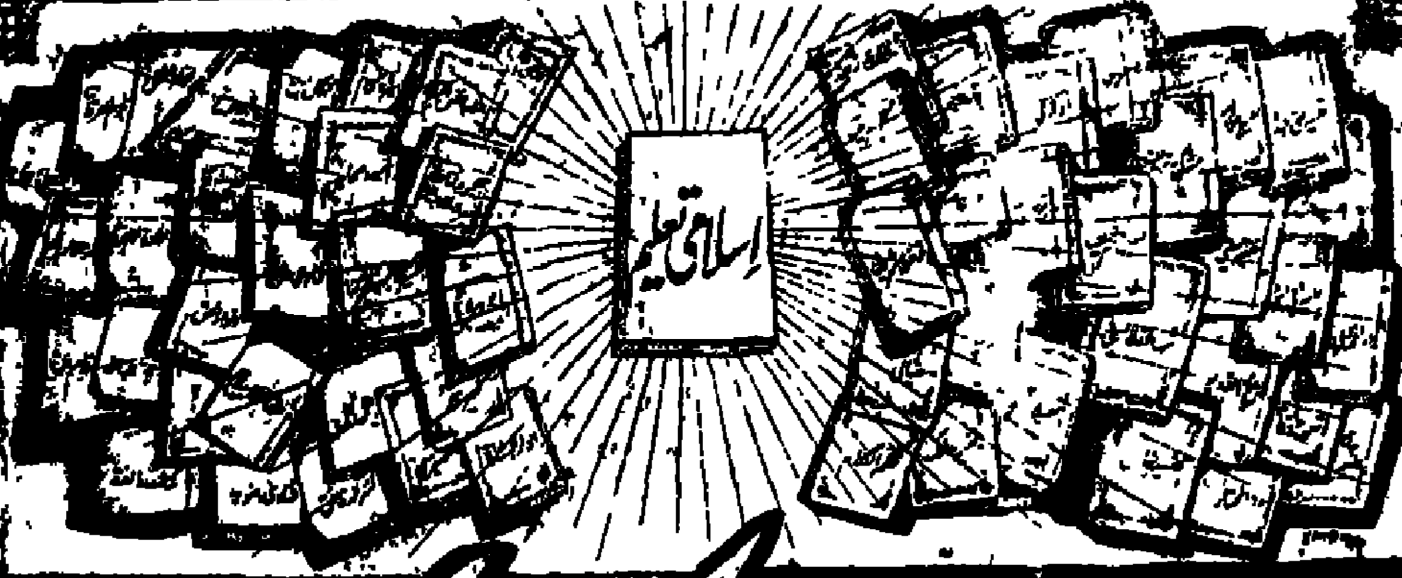
سی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے مجرم لوگ اپنے حلیہ سے پہچانے جاویں گے سو سر کے بال اور پاؤں پکڑے

الْاَقْدَامِ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِ

جاویں گے سو اے جن و انس تم اپنے رب کی کون کونسی نعمتوں کے منکر ہو جاؤ گے یہ ہے وہ جہنم جس کو مجرم لوگ جھٹلاتے تھے وہ لوگ

مُوْنَ ۝ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ۝ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝


پیشوا


اسلامی تعلیم

مختصر فہرست کتب

مکتبہ ہندوستان کے علاوہ ہر قسم کی دوسری کتابیں ہم سے طلب فرمائیے علمی ادبی، افسانوی، تاریخی، مذہبی، فلمی، سیاسی، کلچری اور اصلاحی تمام لٹریچر ہم آپ کو مہیا کر سکتے ہیں

پتہ یاد رکھئے:- دفتر ماہنامہ پیشوا دہلی ۶ (جامع مسجد اردو بازار)

مولانا حسن الہاشمی کی کتابیں

- کلیم بغدادی
- صحیفۂ دل
- حسینہ
- زینب ۶ر
- انقلاب مصر
- اسرار مصر
- شادی خانہ
- اعجاز نا مجبورہ
- قرآنی دعائیں ۱۲ر
- پنجسورہ دعائیں ۱۲ر
- علماء کشتی ۱۲ر
- سیرۃ النبی
- الہی بی
- اسلامی تعلیم
- معلم عربی
- معلومات نماز
- تجرید بخاری
- مسلم شریف کامل
- ترمذی شریف کامل
- ریاض الصالحات
- شاہجہاں بیگم خانہ
- تنویر القلوب ۱۲ر
- معرکۂ قادسیہ
- تعلیمات اسلام
- معلم القرآن
- حبیب نامہ
- مجموعہ احادیث شریف
- مجلہ ...
- ریاض ...

- اسوۂ صحابیات
- قرآن اور تصوف
- فہم القرآن جلد دوم
- الایمان
- علمائے سلف
- قصص القرآن حصہ اول مجلد
- ,, ,, حصہ دوم مجلد
- ,, ,, حصہ سوم مجلد
- اسلام میں غلامی کی حقیقت
- غلامان اسلام مجلد
- لغات قرآنی جلد ثانی
- العصر جلد سوم مجلد چرمی
- ترجمان السنہ
- مسلمانوں کا نظام مملکت
- بزم تیموریہ
- بین الاقوامی سیاسی معلومات
- خلافت بنی امیہ
- شہنشاہیت
- اقبال کامل
- ہندوستان پر اسلامی حکومت
- خلافت راشدہ مجلد
- ہندوستان اور ندوہ
- انقلاب روس
- سرمایہ
- ترمیم جاوید
- ہندوستان میں مسلمانوں کا ...
- نظام تعلیم و تربیت
- حصہ دوم ... جلد ...
- بانگ درا
- بال جبریل

- زمانہ حال کا حجاب
- دلہن کشیدہ کاری
- رشیدہ کی کشیدہ کاری
- جمیلہ
- آغاز اسلام ۸ر
- خونی قلعہ
- لطف زندگی ۴ر
- فضائل اسلام ۸ر
- آغاز اسلام ۴ر
- تجربات حکمت ۸ر
- چار انقلابی
- لیلیٰ کے خطوط
- مجنوں کی ڈائری
- صحرا نورد کے رومان
- موت کا راگ
- **احسان دانش کی کتابیں**
- مقامات
- گورستان
- زخم و مرہم
- نوائے کارگر
- نفیر فطرت
- جہانگیر
- جادۂ نو
- آتش خاموش
- شیرازہ
- درد رشتیاں
- حضر ...
- **راشد ... کی تصانیف**
- گیتانجلی
- ڈاک گھر ۱۲ر

- انجمن ۸ روپے آٹھ آنے
- چوکھیر تالی تین روپے
- اندھیرے میں دو روپے
- گورو جی ڈیڑھ روپیہ
- کائن ۲ آٹھ آنے
- سرگوشیاں بارہ آنے
- کون کسی کا ایک روپیہ بارہ آنے
- ٹیگور کے افسانے ڈیڑھ روپیہ
- حسین تلے ایک روپیہ بارہ آنے
- آشیانہ ڈھائی روپے
- اجڑا گھر دو روپے
- **محمد شفیع قریشی کے افسانے**
- سبیل نور دو روپے
- جھنکاریں دو روپے
- تصویریں دو روپے
- زنجیریں دو روپے
- **تنقیحے**
- زنجیر دو روپے
- **تیرتھ رام فیروز پوری کی کتابیں**
- نازک کتار چار روپے
- کرنی کا پھل چار روپے
- نقش خواب تین روپے آٹھ آنے
- قاتل کی بیٹی چار روپے
- لعل شب چراغ ...
- اسیر بلا تین روپے
- خونی دلہن تین روپے آٹھ آنے
- **خواجہ محمد شفیع کی تصانیف**
- عشق جہانگیر
- بہادر شاہ کا خواب
- شرح میر درد
- ابلیس دو روپے

- ہزار داستان ڈیڑھ روپیہ
- **صفیہ سلطانہ دہلوی کی کتابیں**
- رضیہ کے خطوط
- لعل و گہر
- رضیہ سلطانہ کی کتاب ...
- رضیہ کی آمیز
- مشرقی مغربی کشیدہ کاری
- **احمد آزاد کی کتابیں**
- سرخ لفافہ تین روپے
- تاریخ آزاد ہند فوج چھ روپے
- سرحد چین کا ضبا ...
- گاندھی جی
- **اے آر خاتون کی کتابیں**
- شمع
- تصویر
- **سید چنن حبیبی کی کتابیں**
- زمانہ ساز
- آوارہ
- خانماں برباد
- **سیتا دیوی چکر جی کی کتابیں**
- آنسو
- کاروان حیات
- جنت دوزخ
- **شانتی نرائن کی کتابیں**
- ادیب
- **پریم ونت کی کتابیں**
- نورونار
- دشمن
- بیچے

محمد رحیم دہلوی کی کتابیں

- جواہر لال کی کہانی
- چاند سورج کی جوڑی
- چاند سا چہرہ
- پنکھڑیاں
- فن سراغ رسانی
- قیمتی جہیز
- زاویہ
- **انتظام اللہ شہابی کی کتابیں**
- رضیہ سلطانہ ۸ر
- غدر کے چند علماء
- ایسٹ انڈیا کمپنی اور باغی علماء
- غالب کے لطیفے
- **آتش کی کتابیں**
- فلمی ہیروں کی داستان
- ساقی
- شاہ عالم کی داستان
- **احسان کی کتابیں**
- بیوی کی تلاش
- رسوائیاں
- ہیرا
- **پرنسپل جمیل کی کتابیں**
- انقلاب اور بادشاہ
- آج کی دنیا
- انسان اور سائنس
- دولائیں ۱۲ر
- خزانہ کی تلاش ۱۲ر
- خونی چھتری ۱۲ر
- شہزادہ ڈاکو ۱۲ر

- کیمیاتش عہ
- ظفر کی چوری ۱۲ر
- سنگ کا بھید ۱۲ر
- زندگی کے جائزے عہ
- جوئبار عہ
- اسلامی روایات کا تحفظ عہ
- ترکش ے ر
- سنگھار کرتے ہیں ع ر
- گل رخ ع ر
- پر اسرار فقیر ۴ر
- طلسمی ہاتھ ۱۰ر
- صحت و زندگی ے ر
- شاہی محلات کی پریم کہانیاں ع ر
- مقام محمود عہ
- مضامین مالک عہ
- ناقوس عہ
- خوابوں کے دیوانے ع ر
- چاندنی کے سائے ع ر
- وعدہ جدید کے چند منتخب ہندو شعرا ے ر
- نغمیں ۴ آ
- ریڈیو ڈراما عہ
- آخری یادگار مشاعرہ عہ
- آنسو اور مسکراہٹ ع ر
- تلخیاں ے
- شمع انقلاب سے ر
- ٹوٹتی زنجیریں عہ
- منجدھار عہ
- رنگین جوانی ۱۲ر
- آئینے ے ر
- مہرتی کے آنسو عہ
- گلدستہ ثانی ۱۲ر

- نظریہ قومیت ۸ر
- تحریر قدرت عہ
- کابل میں چار بادشاہ عہ
- ایران ۱۲ر
- باغی عہ
- زمزمۂ حیات عہ
- لالہ و گل عہ
- میراں جی کی نظمیں ع ر
- بیکراں عہ
- کرشن کے گھونٹ ع ر
- ایک حمام میں تمن ننگے ع ر
- جو عورت ننگی ہے ع ر
- نئی کروٹ عہ
- جوانی کی سیاہ کاریاں عہ
- شرمناک افسانے عہ
- تازیانے عہ
- یہ عورتیں بیچاری ع ر
- دل کے پیام ع ر
- ہمالیہ کی گود میں ع ر
- مرگ پروانہ ۸ر
- ساز نو عہ
- انسانیت کا خون ے ر
- جام و مینا عہ
- قدرتی علاج عہ
- سحر ہونے تک عہ
- عملیات تسخیر محبوب عہ
- فن کشتی عہ
- انگبیں ے ر
- پردیس عہ
- ہنستے سے ر
- راگنی عہ
- روشنی اور سایہ ع ر

- آجکل عہ
- ہندوستان ہمارا عہ
- چراغ نسواں ۱۲ر
- پردہ اور مذہب اسلام ۶ر
- دل کی باتیں عہ
- یہ کیا؟ للعہ
- تعلیم الاسلام عہ
- ہندوستان کی قدیم اسلامی درسگاہیں عہ
- اسلامی قانون فوجداری للعہ
- مقالات شبلی حصہ ۱ عہ
- ،، ،، حصہ ۲ ع ر
- ،، ،، حصہ ۳ عہ
- ،، ،، حصہ ۴ ع ر
- ،، ،، حصہ ۵ عہ
- ،، ،، حصہ ۶ عہ
- ،، ،، حصہ ۷ عہ
- ،، ،، حصہ ۸ ع ر
- انتخابات شبلی عہ
- مکالمات برکلے عہ
- نقش حکمت ے ر
- آسان اردو شارٹ ہینڈ عہ
- سیدہ کا لال سے ر
- بہادر خواتین اسلام ۴ر
- کلیات فارسی ۱۲ر
- عروض المفتاح عہ
- انگلش ٹیچر عہ
- ہندی ٹیچر عہ
- مسلمانوں کا عروج اور زوال للعہ

- سفرنامہ ابن بطوطہ عہ
- اخلاق و فلسفہ اخلاق عہ
- تاریخ انقلاب روس ع ر
- اتمام المقال ۴ر
- لغات القرآن حصہ ۱ للعہ
- ،، ،، حصہ ۲ للعہ
- بیسویں صدی کی کشیدہ کاری للعہ
- انتقام عہ
- حسن پرست ع ر
- رشیدہ کی کشیدہ کاری سے عہ
- چمن کشیدہ کاری سے ۲ر
- انتقام عہ
- قانون جنت ع ر
- ادب لطیف عہ
- گلبدن بیگم عہ
- نین سکھ عہ
- تارے جھلتے رہے ع ر
- مرقاۃ العربیہ دو حصے عہ
- شمس بازغہ ے ر
- حیات شبلی لعہ
- مجالس الابرار عہ
- رحمت عالم ۲ آ
- اپنا گھر عہ
- نقلی کلیاں عہ
- نقلی رنگ محل للعہ
- ٹالسٹائی کی کہانیاں عہ
- پنواڑی عہ
- سیب کا درخت عہ
- ستارہ صبح ع ر

بچوں کی کتابیں

- چاند بہنیں ۸ر
- بادشاہ کا انعام ۴ر
- چور شہزادی ۴ر
- گھسیٹا کی بچت شاہی ۸ر
- شیر کا شکار ۶ر
- جادو کی بنسری ۵ر
- سچی لگن ۵ر
- چھوٹا پیغمبر ۵ر
- فتنے ۶ر
- بی سیدانی ۴ر
- پرنانی ۴ر
- کہانی نانی کی زبانی ۶ر
- گدڑی کے لال ہیرے ۸ر
- ہیرے ۱۲ر
- آدمی کی کہانی ۱۰ر
- پاشو ۵ر
- سرے اور مٹھو ۵ر
- صفو دادا ۴ر
- دھنی خاں ۴ر
- بچپن کی یادیں ۵ر
- میری کہانی ۴ر
- شہزاد ۸ر
- سچی بہادری ۸ر
- یاران نبی ۸ر
- ستارے عہ
- ہمارا گاندھی ۸ر
- ہمارا جواہر ۸ر
- ہمارا آزاد ۸ر
- ہمارا سبھاش ۸ر

- ہمارا کھیل ۸ر
- میر بادشاہ زادہ ۴ر
- شہزادے کا ناز ۴ر
- تھوڑی مارا ماری
- چاند ۴ر
- دریا کی شہزادی ۴ر
- لال شہزادی ۴ر
- شہزادہ گوہر ۵ر
- نیلم جوہری ۵ر
- کالا دیو ۵ر
- لال دیو ۵ر
- چٹلا دیو ۵ر
- ژالہ پری ۵ر
- سبز پری ۵ر
- لال پری ۵ر
- گرم حلوہ ۵ر
- مسکراتی کلیاں ۸ر
- نہی ایک رتی ۵ر
- شیر کی دادی ۱۰ر
- اپنی کہانی ۵ر
- ننھے میاں ۶ر
- فرشتہ کا پیغام ۵ر
- چوہا شیر کیسے بنا؟ ۵ر
- یاقوت کی ملکہ ۴ر
- بہادر شہزادہ ۷ر
- بدھو وزیر ۴ر
- اندھی دنیا ۵ر
- شہزادہ بدکمال ۷ر
- ہماری نظمیں ۵ر
- کہانی جنگل کی عمر
- انقلابی مولوی ۵ر

اسلامیہ دارالاشاعت دہلی کا
ایک اخبار
مذہبی، اخلاقی، اصلاحی
ادبی رسالہ
مقام اشاعت
اندرون بازار جامع مسجد دہلی ۶

ٹیلیفون نمبر ۷۹۶۶

پیشوا دہلی

ضروری اطلاع
ہر قسم کی خط و کتابت میں
اپنا نمبر خریداری ضرور لکھیے
اور جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ لکھیے
قیمت سالانہ: تین روپے
قیمت فی پرچہ: پانچ آنے
ممالک غیر سے: پانچ شلنگ
پاکستان سے: تین روپے (پاکستانی سکہ میں)
قیمت: فی پرچہ۔ پانچ آنے
(نمونہ مفت نہیں بھیجا جاتا)

نمبر ۸	بابت ماہ شعبان المعظم ۱۳۷۰ھ مطابق ماہ جون ۱۹۵۱ء	جلد ۲۵

شذرات

(از سید عزیز حسن بقائی)

دیمک سے ناقابل تلافی نقصان

افسوسناک اطلاع یہ ہے کہ پیشوا آفس کی ایک شیلف میں دیمک لگ گئی اور معلوم ہوا کہ ہزاروں روپے کا ناقابل بیان نقصان ہو گیا۔ حسب ذیل کتابیں اور فائل بھی غارت ہو گئے۔

(۱) فائل پیشوا سنہ ۳۲، سنہ ۳۸، سنہ ۳۹۔
(۲) آرٹ کا پورا فائل۔
(۳) حریت کے ادبی ایڈیشن کا پورا فائل۔
(۴) روزنامہ آزاد ہند کا مکمل فائل
(۵) روحانی فال نامہ۔
(۶) اسکول ماسٹر۔
(۷) عملیات باقی۔
(۸) خورشید الاعظم کا دوسرا ایڈیشن۔
(۹) میاں بیوی کی باتیں۔
(۱۰) میاں بیوی کے فرائض

جن بھائیوں کے پاس پیشوا کے فائل اور یہ کتابیں ہوں ان کو فوراً رجسٹری سے یہ فائل اور کتابیں روانہ کر دینی چاہئیں۔ فائل کی قیمت اور کتابوں کی قیمت جو وہ لکھیں گے بھیجدی جائے گی۔

بڑا افسوس یہ ہے کہ یہ بہت سی کتابیں ہیں جو ہمدردی رکھتے ہیں توقع ہے کہ وہ ضرور جو کتابیں ان کے پاس ہوں وہ روانہ فرمائیں گے۔

بحر یہ فرنگ

خدا کا شکر ہے کہ مشرق قریب کے خطے میں آزادی کی لہر شروع ہو گئی ہے۔ ایران اینگلو ایرانین آئل کمپنی کا جھگڑا اٹھ رہا ہے۔ ایرانی عوام کسی غیر ملکی کمپنی کو یہ حق دینے کے لئے تیار نہیں کہ وہ ایران کی پیداوار سے خود فائدہ اٹھائے۔ ایرانی بندرگاہوں پر انگریزی جہاز کھڑے ہوئے ہیں شمالی ایران میں روسی افواج کا اجتماع ہو رہا ہے۔ عالمگیر جنگ ہونے میں صرف ایک قدم کا فاصلہ رہ گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انگریزوں کی ناعاقبت اندیشی تیسری بڑی جنگ کو ایران ہی میں شروع کرا دے۔

مراکو کے مجاہدین فرانس کی آتشیں اسلحہ کا مقابلہ اپنی بوسیدہ تلواروں سے کر رہے ہیں۔ ایک بہادر سپاہی کی طرح میدان جنگ میں موت کو لبیک کہہ رہے ہیں۔ عراق میں کچھ بے چینی پیدا ہو گئی تھی جو رفع ہو گئی۔ شام اور اسرائیل میں کشمکش ہے۔ مصر اور تمام عرب قومیں شام کی ساتھی ہیں اس لئے یہاں بھی ہر وقت آگ لگ سکتی ہے۔

خوفناک مشرقی خطے میں ایک چنگاری ڈالنے کی دیر ہے شعلۂ جوالہ بھڑکنے میں دیر نہیں لگتی۔

ڈاکٹر امبیدکر کا نعرۂ حق پرستی

ڈاکٹر امبیدکر حکومت ہند کے لاء منسٹر ہیں۔ یہ انگریزی حکومت کے

جیسے ہی مرکزی حکومت بن گئے۔ انھوں نے اچھوتوں کی بے کسی اور مظلومیت پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ

"انگریزوں کے عہد میں اچھوتوں کی حالت بہتر تھی۔"

لیکن افسوس ہے کہ مسلمان وزراء سفراء ممبران اسمبلی میں سے چار سال گذرنے اور مسلمانوں کو مبتلائے صد ہا مصائب و آلام ہونے کے بعد ایک نے یہ بھی نہ کہا کہ:۔

"مسلمانوں کو چماروں سے بدتر بنا دیا گیا ہے ان کی حالت انگریز کے عہد میں لاکھ درجہ بہتر تھی۔ حکومت کا سیکولرازم صرف نام کے لئے ہے۔ ورنہ سومنات پرستی میں حکومت کے عہدہ دار کسی قدامت پسند ہندو سے پیچھے نہیں"

حالانکہ مسلمان ممبران کی اکثریت اس دعوے کے ساتھ اسمبلی میں گئی تھی کہ وہ وہاں جا کر مسلمانوں کے لئے سب کچھ کریگی۔ مسلمانوں کے دکھوں کیلئے مرہم حاصل کرے گی۔ مسلمانوں کے حق میں آواز بلند کرے گی۔ لیکن ہوا یہ کہ اسمبلی کا ایک مسلمان ممبر بھی مسلمانوں کے لئے نہیں ہے۔ ذاتی اغراض کے حصول پر کوئی لائسنس نہیں ہے۔ غیر مسلم وزراء بھی یہ سمجھتے ہیں کہ

"دہن سگ لقمہ دوختہ بہ"

جمعیتہ کا سفید ہاتھی

جمعیتہ علماء ہند کا اخبار ایک ہزار روپیہ ماہانہ سے زیادہ نقصان سے تین سال سے چل رہا ہے۔ جمعیتہ کے لیڈر عام مسلمانوں کے چندے سے اپنی لیڈری قائم رکھنے کے لئے اس سفید ہاتھی کو چلائے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کی بھیک پر اس کی زندگی کا انحصار ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب سیاست کو جمعیتہ ترک کر چکی تو پھر یہ جمعیت کیوں ہے؟ جب مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اسمبلی کے ممبر ہو کر بھی مسلمانوں کے متعلق اسمبلی میں سوال نہ کر سکیں۔ اور اسمبلی کے باہر بیان بازی میں ہر لیڈر سے آگے رہنے کی کوشش کریں۔ تو اس اخبار کو اس لئے زندہ رکھا جائے کہ اس میں مولانا کے صرف بیانات کے ذریعہ لیڈری قائم رکھی جائے۔

آخر معلوم تو ہو کہ وہ کیا ہے۔ جس کے ذریعہ جمعیتہ کو اس خسارہ کے اخبار کو چلانے کی ضرورت ہے۔

حضور صلعم کی توہین

فخر کائنات حضور صلعم کی توہین سرکاری نصاب تعلیم میں کی گئی ہے جو ہندو مسلمان سکھ بچوں کو تمام ہندوستان میں پڑھائی جاتی ہے۔

اس کتاب کے انچارج وزیر حضرت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ہیں۔ حکومت لادینی ہے۔ سیکولر ہے جمہوری ہے۔

ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ وزارت تعلیم اس پر کیا نوٹس لیتی ہے اور وزارت خارجہ اور وزارت داخلہ اپنے سیکولرازم کی لاج رکھنے کے لئے کیا کارروائی کرتی ہے۔

مسلمانوں کے صبر کا جہاں تک تعلق ہے وہ سخت سے سخت امتحان میں پورے اتر چکے ہیں۔ لیکن خاتم النبیین کی ذات گرامی ایسی ہے کہ یہاں ان کا صبر جواب دے دیتا ہے۔

اس لئے ہم وہ عبارت نقل کر کے مسلمانوں کو مشتعل کرنا نہیں چاہتے اور اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس جہالت کو مصنف کا ذاتی فعل سمجھتے ہوئے منتظر ہیں کہ مسلمانوں کے آقا و مولا کی توہین کو روکنے کے لئے حکومت ہند کیا قدم اٹھاتی ہے

آنے والا انتخاب اور مسلمان

چونکہ حکومت ہند اپنے لادینیت کا احترام کرانے اور جمہوریت ہند میں مسلمانوں کا مقام دلانے میں پورے طور سے ناکام رہی۔ اس لئے مسلمانان ہند کے لئے یہ لازم ہو گیا ہے کہ وہ جمہوریہ ہند کے اولین انتخاب میں حصہ لینے سے انکار کر دیں اور اس وقت کا انتظار کریں۔ جب کہ حالات درست ہوں۔

میں یہ نہیں کہتا کہ مسلمانوں کو انتخاب میں حصہ لینا نہیں چاہیئے۔ ساڑھے چار کروڑ کی اقلیت اور اس کے ووٹ اگر وہ صحیح درج ہوئے ہیں ایک اہمیت ہی نہیں رکھتے بلکہ اس قدر شدید مقابلہ میں بیلنس آف پاور کے مالک ہیں

لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ بلیر پارٹی جیت کے پکتے ہوئے مسلمانوں کو خود انتخاب میں حصہ نہیں لینا چاہیئے۔

جو جماعت (فرقہ پرستوں کو چھوڑ کر) مسلمانوں کو ان کے حقوق دلانے کا وعدہ کرے۔ اس سے قول و قرار کر کے باضابطہ معاہدہ کے بعد اس کے ساتھ مسلمانوں کو کانگریس کی مخالفت کرنا چاہیئے کہ سر دست اس انتخاب کے لئے یہی پالیسی مناسب ہوگی اور اسی سے فرقہ پرستی کا خاتمہ ہوگا۔ اور اتحاد کے لئے ہندوؤں کے ہاتھ مضبوط ہونگے۔

اگر کانگریس منشور کے انتخاب کے ساتھ ریزرویشن آف سیٹ کیلئے قانون بنانے کا وعدہ کرے اور مسلمانوں کے معاملات مسلمانوں کے ووٹوں سے طے ہوں اور آبادی کے تناسب سے ان کو ملازمتیں دی جائیں تو پھر حالت میں مسلمانوں کو کانگریس کے ساتھ رہنا

چاہیئے کہ کانگریس میں دوسری جماعتوں کے مقابلہ میں زہر کم ہے۔ کانگریس کے اصول درست ہیں۔ افراد ٹھیک نہیں۔

پیشوا کی خدمات کا اعتراف

کراچی سے ایک صاحب کالم صاف دماغ عزیز ایڈیٹر پیشوا کے متعلق لکھتے ہیں:-

"آپ آزاد ہندوستان کے آزاد شہری ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ آپ نے متحدہ ہندوستان کے کاز کے لئے اس نسل کے نوے فیصدی لیڈروں سے زیادہ قربانیاں پیش کی ہیں۔ ہندوستانی مقاصد کے ساتھ آپ کی وفاداری قدرتی ہے۔ اور کسی کو اس وفاداری کو چیلنج کرنے کا حق نہیں ہے"

اچھا ہوا کہ میرے دوست اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ لیکن میری حالت اس آزاد ہندوستان میں اس سیکولر اسٹیٹ میں ایسی ہے جیسا کہ غالب نے ایک شعر میں کھینچا ہے۔

روز خزاں کا شکوہ کیا اور فصل گل کا طعنہ کیا
ہیں تو جب بھی وحشت سی تھی ہیں تو اب بھی وحشت ہے

جمعیۃ علما اور دوسرے قوم پرور مسلمانوں کی طرح فسادات کے زمانہ میں صابر ہو کر میں نے اس لئے قوم پرستی کا خاتمہ ہو کر فرقہ پرستی کی "سرکاری سنہری سند" ملی۔ جس کو چیلنج کیا گیا تو معاملہ بہت سرکار والا تبار کو نہ ہوئی۔ لیکن میری قوم پرستی سرکاری طور پر فرقہ پرستی میں تبدیل کر کے مجھے بلیک لسٹ پر لایا گیا۔ اگرچہ بیک گراؤنڈ میں جامعہ کالج پر سرکاری قبضہ کی مخالفت اور مقامی حکام کا انتقام سیکولرازم اور اقلیتی حقوق کے دعوے دہرے کے دہرے رہ گئے۔ مسٹر رندھاوا آئی۔سی۔ایس کی دوستی کے بھی الزامات ہیں۔

"اعتراف خدمات" کی اس حقیقت کو اتنے موثر انداز میں بیان کیا ہے کہ یہاں وہ سی۔آئی۔ڈی وہی ہے جو انگریز کے زمانہ میں تھی۔ حکام وہی ہیں جو تقسیم سے پہلے تھے۔ میں وہی ہوں جو تقسیم سے پہلے انگریز سے لڑا۔ تقسیم کے بعد فرقہ پرست ہندو سے لڑا۔ اس لئے میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ خلاف توقع نہ تھا اپنے بیگانے ہو گئے۔ جیسے وزراء اور افسران لیکن ان روح فرسا حالات کے باوجود میں اپنا فرض ادا کئے جا رہا ہوں جس کا ثبوت ہمارے ایک بھائی کے والانامہ سے ملتا ہے۔ جو گذشتہ مہینہ میرے نام آیا۔

"پیشوا کا تازہ رنگ دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ جعفر بھائی نے بالکل سچ لکھا ہے کہ جس بات کو آپ حق سمجھ لیتے ہیں اس کے اظہار میں خدا کے سوا اور کسی دوسری طاقت سے نہیں ڈرتے آپ کے جد کریم سیدنا حضرت خواجہ باقی کی تعلیم ہی کا اثر تھا کہ حضرت مجدد الف ثانی اظہار حق کرنے میں دبدبۂ جہانگیری کی ہیبت کی ذرا بھی پرواہ نہ کرتے تھے آپ انہیں حضرت خواجہ باقی باللہ کے فرزند ہیں۔ کیا آج آپ فرقہ پرستوں کے نقرئی "سیکولرازم" کا پردہ چاک کرنے میں جرأت کریں گے؟ اور ان کی سومنات پرستی کو عریاں کرنے میں کچھ بھی پرواہ کریں گے؟ ہرگز نہیں ہم پیشوا سے پیشوائی کی صحیح توقع رکھتے ہیں۔

بخودی بچو ہر تا بندہ باشی　　ملک نظیری پائندہ باشی

میں نے ان بھائی کو لکھ دیا کہ:-

"پیشوا اگر زندہ رہے گا تو اپنا فرض ادا کرے گا حق پرستی کی جو قیمت میں نے دی ہے اس کی مثال ہند میں تلاش کے باوجود نہیں ملتی۔ قبل اس کے کہ پیشوا اگر نگا شیطان ہو اس وقت سے پہلے اس کو موت آ جائے تو اچھا ہے

میرا کیا ہے آفتاب زندگی　　لب بام آ چکا ہے"

مجھے نہ انگریز خائف کر سکا اور نہ خرید سکا نہ فرقہ پرست ہندو ذہنیت مجھے خائف کر سکتی ہے نہ خرید سکتی ہے۔ افسوس صرف یہ ہے کہ میری آواز کمزور ہے۔ پرچہ کی اشاعت محدود ہے۔ تاہم میں اپنا فرض زندگی کے آخری سانس تک ادا کئے جاؤں گا۔ اللہ کی توفیق شامل حال رہی تو انشاء اللہ پیشوا اس امتحان گاہ حق و صداقت میں ثابت قدم رہیگا"

میری قارئین کرام سے بھی یہی درخواست ہے کہ وہ میرے لئے دعائے استقامت و عزیمت مانگیں کہ حق پرستی کی راہ بہت کڑی آزمائشوں سے پُر ہے اور وقت پر بڑے بڑے مدعیان حق پرستی ناکام ہو جاتے ہیں۔

پاکستان کے گوردوارے اور مندر

پاکستان میں گوردواروں اور مندروں کی بڑی تعداد ہے۔ جو اس وقت تک سکھوں اور ہندوؤں کے قبضہ میں نہیں ہیں۔ سکھوں اور ہندوؤں میں اس کے لئے خاص بے چینی ہے

میں ان پاکستانی دوستوں سے جو ان دونوں ملکوں میں تعلقات کی بہتری چاہتے ہیں یہ درخواست کروں گا کہ ان پر دوہری ذمہ داری

اس سلسلہ میں ہے۔

(۱) مذہب نے ہم پر جو ذمہ داری عائد کی ہے۔

(۲) سماج اور سوسائٹی اور اس کے تعلقات کے تقاضے کیا ہیں۔

اسلام نے لا اکراہ فی الدین کے تحت مسلمانوں پر ہندوؤں اور سکھوں کی عبادت گاہوں کے متعلق ایک ذمہ داری بحیثیت مسلمان کے ہر اس فرد پر عائد کی ہے جو اپنے تئیں مسلمان کہتا ہے۔ اور جب تک وہ مسلمان ہے اس ذمہ داری سے اور اسلام کے نام پر دھبہ لگانے سے بچ نہیں سکتا۔ اگر پاکستان میں ایک گوردوارہ یا مندر کی بے حرمتی ہو کیونکہ یہ سب کچھ اسلام کی تعلیم کے خلاف ہوگا۔ اسلامی تعلیم کی رسوائی اور مسلمانوں کی من حیث القوم ذلت کا باعث ہوگا جس سے ہر پاکستانی مسلمان کو بچنا چاہیئے۔

(۳) سماج اور سوسائٹی نے آج کے تقاضوں سے جو ذمہ داریاں اقلیتوں کے متعلق عائد کی ہیں اس سے پاکستانی مسلمان اسی وقت عہدہ برآ ہو سکتے ہیں جب پاکستان میں اقلیتیں نہ صرف رہیں اور وہ ان گوردواروں اور مندروں میں اسی طرح آزادی سے عبادت کریں۔ جس طرح تقسیم سے پہلے کرتے تھے۔

یہی بات پاکستان سے آنے والے وفد کے لیڈر نے جالندھر میں کہی ہے۔ جس کی ہم تائید ہی کر سکتے ہیں۔ وفد کے اس لیڈر نے اس سے آگے بڑھ کر

"سکھوں کو پاکستان میں رہائش کی دعوت دی ہے"

ہم اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دل سے لبیک کہکر اس وقت کے منتظر ہیں جب کچھ سکھ خطرہ میں پڑ کر پاکستان میں آباد ہونا قبول کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ جب سکھ اور ہندو بھائی اگر تھوڑے سے خطرے کو برداشت کرلیں جو حقیقتہً خطرہ نہیں وہم ہے۔ تو آج بہت سے مسائل کا حل نکل سکتا ہے۔ اور اس خوف و دہشت کو دونوں طرف سے دور کرنے کی ضرورت ہے۔

لکھنؤ کی امن کنونشن کا حشر!

پنڈت جواہر لال کے صوبہ یو۔پی میں مسلمانوں پر جو بیت رہی ہے اس سے متاثر ہو کر شریف " اتحاد دوست ، امن پسند ہندوؤں کے رہنما شری لکھنے ، برہمن کی رہنمائی میں امن کنونشن ہوئی جس کا حشر یہ ہوا کہ سنگھیوں کے تشدد پسند دستے نے اس جلسہ کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ اور اس میں علانیہ پنڈت جواہر لال کے چیلنج کو قبول کیا گیا۔ پنڈت سندر لال اور سوامی اسکٹے پہنچا

اور بازاری انسانیت اور غارت گری کی گئی۔ پولیس نے آکر امن قائم کیا اور جلسہ کی کارروائی جاری ہوئی لیکن غضب جھگڑا [illegible]۔

پنڈت سندر لال جی نے کہا کہ۔

"ہندوستان کا اصل مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں ہے بلکہ روٹی اور کپڑے کا ہے جس سے ہندوستان کا ہر شہری پریشان ہے۔"

میں پنڈت جی سے ذاتی طور پر واقف ہوں۔ وہ بیحد نیک اور سنجیدہ انسان ہیں۔ ان کو غلط فہمی ہوئی ہے وہ مہاتما گاندھی کے سچے پیروکار ہو کر دھوکے میں مبتلا ہیں۔ جو یہ کہتے ہیں کہ۔

"ہندوستان کا مسئلہ فرقہ وارانہ نہیں ہے۔"

ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے روٹی کپڑے، مکان سے زیادہ اہم جو مسئلہ ہے وہ فرقہ وارانہ ہے جس نے مسلمانوں کی زندگی دوبھر کر رکھا ہے۔ وہ پیٹ کو پتھر باندھ کر اپنی مادر وطن کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ وہ گوارا کر لیتا ہے جنم بھومی کی رہائش ترک نہیں کر سکتا۔ وہ آسمان کے نیچے چھت بنا کر بھی رہ سکتا ہے۔ بشرطیکہ اکثریت کے دل میں رحم و انصاف ہو اور وہ ہندوستان سے بے کس بے یار اقلیت کو جبر کے زور سے دھکا لانا چاہے۔

مسلمان صرف قانون کی حفاظت چاہتا ہے۔ اور قانون کی حفاظت جن لوگوں کے ہاتھ میں ہے وہ فرقہ پرستی کے ذہنیت سے متاثر ہو کر فرقہ پرستوں کے ہمنوا ہیں۔ فرقہ پرستوں سے وہ کمزور کچھ نہیں جس کی وجہ سے مسلمان کے پیر نہیں جمتے اور فرقہ پرستوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے۔ لکشمی جی اور سندر لال جی جیسے گاندھی بھگت مسلمانوں کی یہ دشاشتیں ہوتے دیکھتے ہیں تو انسانیت لرزنے لگتی ہے۔ وہ اس بدنصیب قوم کے لئے انصاف اور رحم چاہتے ہیں جن کا سنگھی لغت میں کہیں وجود نہیں۔

جواہر لال نہرو اور ان کے ساتھیوں کی بے بسی ظاہر ہے اور اس کے نتیجہ میں ہجرت کا لامتناہی سلسلہ جاری ہے۔

ہماری حکومت کا سیکولرازم

پنڈت جواہر لال نہرو کی دلی خواہش ہے کہ انڈیا کی حکومت سیکولرازم یعنی لادینی جمہوریت ہے جس کے وہ بانی ہیں۔

لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ اس لادینی جمہوریت میں بکری جہازوں کی رسم افتتاح ناریل پھوڑنے سے ہوتی ہے کسی [illegible] کی جمہوریت ہوتی ہے تو اس میں یہ مہان اشلوک پڑھے جاتے ہیں۔ حتیٰ

پارلیمنٹ کے افتتاح کے وقت وہ تمام رسمات ہوتی ہیں جیسے کہ سومنات میں شیو لنگ کی پوجا کے وقت بھی تمام مذہبی رسومات ہوتی ہیں۔

مسلمانوں کو ضابطہ کے طور پر تمام ملکی حقوق حاصل ہیں لیکن زندگی کے ہر شعبہ میں ان پر عملاً دروازے بند ہیں۔ ان کو تو اک رب کی آزادی حاصل نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی پنڈت جی خوش ہیں کہ ملک میں سیکولرازم ہے۔

مسٹر منشی یا صدر جمہوریہ ہند اگر اپنی ذاتی حیثیت میں سومنات کے مندر کی رسم میں شریک ہوتے۔ لیکن ایک منسٹر اور دوسرا صدر جمہوریہ کا اپنی سرکاری حیثیت میں سومنات کی تقریب میں حصہ لینا کیونکر جائز ہو سکتا ہے اور کیونکر اقلیتیں اپنے کو محفوظ سمجھ سکتی ہیں جبکہ سیکولرازم عمل کی کسوٹی پر حکومت کے صدر اور وزراء پورے ۔۔۔

ہم چاہتے ہیں کہ پنڈت جواہر لال جی اپنی حکومت کی ان کمزوریوں پر توجہ فرمائیں۔

ہاتھی کے دانت

ہندو مہاسبھا نے غیر ہندوؤں پر پارلیمنٹری جدوجہد میں شرکت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ لیکن کیا اس اعلان پر یہ ضرب المثل صادق نہیں آتی۔

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور"

الیکشن کی ضروریات نے بظاہر مہاسبھا کا یہ کرم کیا ہے لیکن ہندو حکومت کے تصورات اور پاکستان کو دوبارہ ہندوستان میں شرکت کرانا یہ مہاسبھا کے نزدیک اس کی اختیاری چیز ہے۔ الیکشن جیتنے کے لئے یہ رشتے نہ سستے چلنے والے نہیں۔

پاکستان قائم ہونے کی ذمہ داری سو فیصدی ہندو مہاسبھا کی تنگ نظری پر ہے۔ اس کے بعد یہ ممکن ہی نہیں کہ بغیر کسی خوفناک جنگ کے جس میں پاکستان ہار جائے۔ پاکستان ہندوستان میں شریک ہو سکتا ہے۔

جنگ کتنی ہولناکیاں اپنے ساتھ لاتی ہے۔ اس کو مہاسبھا والے کیا جانیں۔ جنگ کی ہلاکت باریوں کو کوئی اس سے پوچھے جہاں ایک مکان رہائش کے قابل نہیں رہا کبھی کمیونسٹ جھاڑو پھیر دیتے ہیں۔ کبھی اتحادی افواج صفائی کر ڈالتی ہیں۔ جنگ کی ہولناکی کا اندازہ مہاسبھائی جتھوں سے ممکن نہیں ہے۔

اگر کہیں ہندو مہاسبھا حکومت میں شامل ہو جاتی تو اس کا اندازہ ہو جاتا جنگ کتنا ہولناک اقدام ہے۔ اور جو لوگ آج جنگی نعرے لگاتے ہیں ان کی جگہ بریلی کے پاگل خانہ میں ہے۔

بہرحال امید ہے کہ ایک فیصدی مسلمان بھی مہاسبھا کے دام تزویر میں نہ پھنسیں گے۔ اور مہاسبھا کے دل میں یہ ارمان ہی رہ جائیگا کہ اس کے ٹکٹ پر ایک بھی مسلمان امیدوار ہو۔

سب سے بڑی جنگ کا اعلان

پنڈت جواہر لال نہرو نے امریکہ کی بیہودہ اور خود غرضانہ پالیسی کے جواب میں دہلی میں جواہر لال جی نے کہا۔

"خوراک کے مسلہ پر ہم کوئی پابندی گوارا نہ کریں گے۔ اور خوراک کے مسئلہ کو ہم جنگی صورت میں حل کرینگے"

امریکہ نے تمام گمراہ کن پراپیگنڈہ کے باوجود جو زلیل شرطیں ہندوستان کو غلہ دینے کے متعلق لگائی تھیں۔ ان کا جواب ایک خود دار قوم آزاد ملک کی طرف سے یہی ہونا چاہیئے تھا۔

ہم نے امریکہ سے اناج اسی طرح مانگا تھا، جس طرح پاکستان، چین روس، اور دنیا کے ہر ملک سے۔ لیکن کسی نے پابندی نہیں لگائی سوائے امریکہ کے اور دنیا نے اس تماشا کو صنعتی قوم کا کیرکٹر دیکھ لیا۔ جو اپنے تمول کے لحاظ سے قارون کی دولت کا مالک کہا جاتا ہے۔

ہمیں خوشی ہے کہ پنڈت جواہر لال نے اپنے ملک کے بیوپاریوں سے اپیل کی ہے کہ وہ بلیک مارکٹ کرنا چھوڑ دیں اور عوام ہفتہ میں ایک روز کے لئے فاقہ کرنا منظور کریں۔ تاکہ اس طرح ہولناک قحط سے ملک کو نجات دلائی جاسکے۔

ہمیں اندازہ ہے کہ بیوپاری طبقہ پنڈت جی کی استدعا کو حسب دستور ٹھکرائے گا۔ اور بدستور بلیک مارکٹ کے ذریعہ پیسہ کمائیگا اس کا ایک ہی علاج ہے جو یہ کہ

"بلیک مارکیٹر کی تمام جائیداد ضبط اور دو مندرجہ بید کی شارع عام پر سزا دی جائے۔"

اس سنگین سزا کو برداشت کرنا آسان نہیں ہے اس لئے ایک ہی دن میں پنڈت جی اس ملعون (بلیک مارکیٹر) طبقہ پر قابو پا جائیں گے۔

اب رہ گئے عوام وہ ہر حالت میں پنڈت جی کے ساتھ ہیں سوائے چند شخصیوں یعنی مہاسبھائیوں کے جو اس اعلان کو بنیاد بنا کر پنڈت جی کے خلاف طوفان مچائیں گے۔

ہم پنڈت جی کی اپیل کے جواب میں سب سے پہلے خود جب تک ملک سے قحط کا خطرہ دور نہ ہو جائے جمعہ کے روز اسلامی روزہ رکھینگے اور ہفتہ میں ایک دن کا راشن رضاکارانہ نہیں لیں گے

اس کے بعد ہمیں پوری طرح یہ حق ہو گیا ہے کہ ہم ناظرین کرام سے یہ درخواست ...

انتقادات

ارکان اسلام

سائز ۲۰×۲۶/۱۶ اعلیٰ درجہ کی لکھائی چھپائی، بہترین سفید چکنا کاغذ قیمت ۸/
مصنف داعی الحق۔ پبلشر ایم۔ ایم حسین صاحب
ملنے کا پتہ:- ہندوستان بک ڈپو نمبر ۱۵ ویلسلی اسٹریٹ۔ کلکتہ
ارکان اسلام، نماز روزہ، حج، زکوٰۃ، کلمہ طیبہ پر مفید معلوماتی رسالہ ہے۔ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ البتہ لکھائی، چھپائی، سفید کاغذ بہت اچھا ہے۔ اس قسم کے رسائل دہلی، لکھنؤ کا پور سے عرصے سے شائع ہو رہے ہیں۔ ان میں ایک کا اور اضافہ ہوا۔

لکیریں

اوسط درجہ کی لکھائی، چھپائی، رف کاغذ سائز ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۸۰ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ ملنے کا پتہ:- ادارہ اصلاح و مشورہ چھپر لو پرتاب گڈھ اودھ۔

یہ مجموعہ کلام (غزل و نظم) جناب محمد احمد صاحب شیخ نازش پرتاب گڈھی کا ہے۔ جس کے تعارف نامے نیاز فتحپوری ڈاکٹر محی الدین صاحب زور، ڈاکٹر اعجاز حسین صاحب، مولانا ماہر القادری صاحب مدیر فاران، جگن ناتھ صاحب آزاد، اعجاز صاحب صدیقی مدیر شاعر نے لکھے ہیں۔

یہ مجموعہ ہے نازش صاحب پرتاب گڈھی کے ان افکار عالیہ کا جو مطبوعہ اور غیر مطبوعہ ہیں اور جن میں سے اکثر نظمیں اور غزلیں ملک کے متعدد رسائل میں شائع ہو کر شہرت عامہ حاصل کر چکی ہیں

میں ذاتی طور سے نازش صاحب سے واقف ہوں۔ اور یہ جانتا ہوں کہ وہ سیماب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے بہت پر گو شاعر ہیں اور جو کچھ وہ لکھتے ہیں بہت خوب لکھتے ہیں

اس لئے قارئین کرام میں سے جو حضرات چاہیں مذکورہ پتے سے کتاب لکیریں طلب فرمائیں۔

فخر دو عالم

سائز ۲۰×۲۶/۱۶ سائز، ضخامت ۱۲۰ صفحے۔ اچھی لکھائی چھپائی مقدس

مقامات کے ۱۲ صفحے پر نزدہ بلاک۔ دو رنگ کا ٹائیٹل قیمت اس نمبر کی ۸/ ہے۔ لیکن بانز کے سالانہ خریداروں کو مفت۔

ملنے کا پتہ:- منیجر رسالہ بانز بازار چتلی قبر دہلی،

زینب انوار صاحبہ نے اس ضخیم کتاب کو خاص نمبر کے طور پر شائع کر کے ان لوگوں پر بڑا احسان کیا ہے جو سیرت پاک کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں لیکن زیادہ دام نہیں خرچ کر سکتے۔

عاشقان رسالت پناہ کا فرض ہے کہ وہ اس تحفہ کو جو اس ہوش ربا گرانی میں بالکل مفت ہے اپنے پاس رکھنے کے لئے بانز کے مستقل خریدار ہو جائیں۔

منزل

سائز ۲۰×۲۶/۸ سائز، ضخامت ۱۶ صفحے۔ سفید کاغذ۔ دو رنگ کا ٹائیٹل قیمت سالانہ پانچ روپے، نمونہ کا پرچہ چار آنے۔ ٹائیٹل پر ایک سابق پروفیسر کا بلاک اور دوسرے صفحہ پر ایڈیٹر صاحب کا بلاک۔ ملنے کا پتہ:- منیجر صاحب مکتب جامع مسجد علی گڈھ۔

مسرور قریشی صاحب منزل کے ایڈیٹر ہیں۔ جن کو اس سے پہلے نہ ادبی دنیا میں دیکھا گیا نہ سنا گیا۔ لیکن وہ اردو و علم و ادب کی بربادی پہ اتنے متاثر ہو رہے ہیں کہ جھٹ ایک وہ رسالہ لکھنؤ کے نگار اور دہلی کے آج کل کے پایہ کا نکالنے کا خواب "تہذیب و ادب کے مرکز علی گڈھ سے نکالتے ہیں۔ جس میں پنڈت کے آفتاب الشعراء ادیب العصر قادر الکلام کے ساتھ "مسیں اعظم" قسم کے شعراء کا کلام درج ہوتا ہے۔

ہمیں افسوس ہے کہ ہم اس اقدامات کو اردو کی بدنصیبی سمجھتے ہیں۔ علی گڈھ جہاں سے اردو ادب اور ہماری زبان جیسے جاندار رسالے نکل رہے ہیں۔ وہاں سے اتنے پست معیار رسالہ نکالنے کی ضرورت کیا تھی۔

مسرور قریشی صاحب کے لئے ہمارا مشورہ یہ ہے کہ وہ ابھی ہماری زبان کے دفتر میں علامہ خیر بجنوری صاحب کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے یہ معلوم کریں کہ اردو کا ادب اس کی خدمت کے وسائل کیا ہیں۔

ہم اس رسالہ کی خریداری کی سفارش نہیں کر سکتے۔

مذہبی معلومات

الجزیہ

(گزشتہ سے پیوستہ)

جزیہ کی اصطلاح

جزیہ کے لغوی معنی جو اوپر بیان کئے گئے انہی سے اس کے اصطلاحی معنی متفرع ہوتے ہیں لغت میں جزیہ کے معنی خراج کے ہیں، اب اگر یہ خراج، عایا کے ہر فرد سے بحساب فی کس سالانہ وصول کیا جائے تو اس کو جزیہ کہا جائیگا اور یہ عام معنی ہوں گے۔ لیکن اگر وہ خراج سلطنت اسلام میں صرف غیر مسلم علیا سے وصول کیا جائے، تو یہ شرعی اور اصطلاحی جزیہ ہوگا۔

اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

۱۔ لغت میں جزیہ اور خراج محصول کو کہتے ہیں، خواہ وہ کسی چیز کا ہو اور کوئی شخص ادا کرے۔

۲۔ مسلم اور غیر مسلم رعایا پر انفرادی حیثیت سے جو محصول عائد ہو لغت کے لحاظ سے اس کا نام جزیہ ہے اور اس میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

۳۔ صرف غیر مسلم رعایا جو فرداً فرداً محصول ادا کرے اس کو شرع کی اصطلاح میں جزیہ کہتے ہیں۔ اور مسلم رعایا جو محصول ادا کرتی ہے اس کو زکوٰۃ، صدقہ، اور دوسرے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جزیہ اقوام غیر میں

جزیہ کے لغوی معنی سمجھنے کے بعد سوال خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس کا رواج دوسری قوموں اور ملکوں میں بھی تھا؟ ہندوستان، ایران اور چین اس کا جواب اثبات میں دیتے ہیں۔

ہندوستان میں جزیہ

منوشاستر سے جو ہندوستان کا مدنی اور سیاسی قانون ہے اور جدید تحقیقات کے مطابق حضرت مسیح سے دو تین سو سال پیشتر تالیف ہوا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ جزیہ یا رقابہ (Poll tax) کا رواج ہندوستان میں کم از کم بائیس سو برس سے ہے، منوجی نے کتاب مذکور کے باب ۷، ۸ اور ۱۰ میں جزیہ کے متعلق حسب ذیل دفعات درج کئے ہیں۔

دفعہ ۱۲۰: جس طریق سے کام کرنے والے کو اور راجہ کو فائدہ ہو اس طرح کو دیکھ کر راجہ اپنے محصولات کو تجویز کرے جو کہ تم عرب پر برابر ہیں۔

دفعہ ۱۲۴: [illegible] محصول [illegible]

۱۳۷: راجہ اپنی چھوٹی آمدنی سے کچھ تھوڑا سالگان بطور محصول کے لیوے۔

دفعہ ۱۳۸: سوئیں بنانے والے، ہر قسم کے کاریگر اور جسم کی تکلیف سے اوقات بسر کرنے والے (مزدور وغیرہ) ان سبھوں سے ہر مہینہ میں ایک دن کام کرائے۔

دفعہ ۱۳۹: اگر یہ تقاضائے محبت محصول رعیت سے نہ لیوے تو راجہ اپنی جڑ اکھاڑتا ہے۔

دفعہ ۱۴۲: آٹھ کاموں کو ۔۔۔ بیان ہے، آٹھ کام یہ ہیں رعیت سے محصول لینا ۔۔۔ (باب ۸)

دفعہ ۳۹: پیہر مو خزانہ یا زمین کے نصف حصہ کے لینے والا راجہ ہے کیونکہ حفاظت کرتا ہے اور سب کا مالک ہے۔

دفعہ ۱۳۹: اندھا، بہرا، لنگڑا، ستر برس کی عمر والا، وید پڑھا ہوا، سے دیہ یا پاکھنڈوں کا اپکار کرنے والا، ان سبھوں سے راجہ باوجود خالی ہونے خزانہ کے اپنے لینے کے لائق محصول کو نہ لیوے۔

دفعہ ۴۰۵: گاڑی وغیرہ محمولہ اشیا وغیرہ سے بلحاظ چیز ہائے محمولہ کے سارا سار بچار کر کے محصول مقرر کرنا چاہیئے اور جس گاڑی وغیرہ میں اشیاء وغیرہ نہیں ہے اور جو آدمی کچھ مال و دولت نہیں رکھتا ان سے تھوڑا محصول لینا چاہیئے۔

ان دفعات سے اصولی طور پر پتہ چلتا ہے کہ

(۱) پیشہ ور اور غیر پیشہ ور سب پر جزیہ تھا (۲) عورتیں مستثنیٰ نہیں اور نہ بچے مستثنیٰ تھے (۳) غیر مستطیع لوگوں کو بھی کچھ نہ کچھ دینا پڑتا تھا (۴) معذور اور زیادہ معمر اور برہمن مستثنیٰ تھے (۵) مزدور، چارہ گر جو محصول ادا کرنے کے قابل نہ تھے، ان سے محصول کے عوض ہر مہینہ میں ایک دن بیگار لی جاتی تھی (۶) خراج لینا، سلطنت کی بیخ کنی کے مرادف تھا۔ (۷) محصول ہر شخص پر برابر تھا۔

ایران میں جزیہ

ایران میں جزیہ یا رقابہ کب سے رائج تھا؟ اس کا صحیح جواب معلوم نہیں

---

۱ تمدن ہند موسیو گستاولیبان مترجمہ مولانا سید علی بلگرامی

دیکھئے۔ البتہ اتنا معلوم ہے کہ نوشیرواں سے پہلے بھی اس کے وصول کرنے کا دستور تھا۔ طبری (ص ۹۶۰ ج ۲) میں ہے۔

وكان ملوك فارس يأخذون	اور ایران کے بادشاہ نوشیرواں سے
من كورهم من كورة قبل ملك	پہلے خراج میں بعض صوبوں سے
كسرى انوشروان خراجها	تہائی، بعض سے چوتھائی، بعض سے
الثلث ومن كورة الربع ومن	پانچواں، بعض سے چھٹا حصہ
كورة الخمس ومن كورة السدس	شادابی اور پیداوار کے مطابق لیا
على قدر شربها وعمارتها ومن	کرتے تھے اور کھوپڑیوں کے جزیہ میں
جزية الجماجم شيئا معلوما	بھی کچھ مقررہ رقم وصول کی جاتی تھی

قباذ بن فیروز نے اخیر زمانہ سلطنت میں خراج کی صحیح تشخیص کرانی چاہی لیکن اس کا انتقال ہو گیا اور اس کام کو اس کے بیٹے نوشیرواں نے انجام دیا۔ طبری (حوالہ سابق) میں ہے

حتى اذا ملك ابنه كسرى امر	جب اس کا بیٹا کسریٰ بادشاہ ہوا
باستتمامها واحصاء النخل و	تو اس نے اس کام کو مکمل کرایا۔
الزيتون والجماجم... ثم امر	کھجور، زیتون اور کھوپڑیاں
كتاب خراجه ان يقرءوا عليهم	شمار کی گئیں... اور محکمہ خراج
الجمل التي استخرجت من	کے سکریٹری کو حکم ہوا کہ لوگوں کو
اصناف غلات الارض	وہ الفاظ پڑھ کر سنائے جو زمین
وعدد النخل والزيتون و	کے متعدد اقسام کے غلوں اور کھجور
الجماجم	زیتون اور کھوپڑیوں کے تعداد

کے متعلق درج تھے۔

کسریٰ نوشیرواں نے اس تشخیص کی وجہ یہ بتلائی ہے۔

انا قد راينا ان نضع على ما	مابدولت کی رائے ہے کہ مابدولت
احصى من جريان هذه	کھجور اور زیتون کی پیمائش شدہ جریبوں
المساحة من النخل والزيتون	اور کھوپڑیوں پر ٹیکس لگائیں اور
والجماجم وضائع وتأمر بانجا	سال میں ان کو تین قسطوں میں
مها في السنة في ثلاثة انجم	ادا کرنے کا حکم دیں تاکہ مابدولت
وتجمع في بيوت اموالنا من	کے خزانوں میں اس قدر دولت
الاموال ما لو اتانا عن ثغر	جمع رہے کہ اگر کبھی کسی سرحد یا
من ثغورنا او طرف من	کسی سمت سے کوئی بغاوت، یا
اطرافنا فتق او شق نكرهه	بدامنی رونما ہو اور مابدولت کو اس
واحتجنا الى تداركه او	کے تدارک یا قلع قمع کرنے میں روپیہ
حسمه ببذلنا فيه مالا	خرچ کرنے کی ضرورت پڑے، تو
كانت الاموال عندنا	وقت پر روپیہ ہمارے پاس موجود
معدة موجودة، ولم	ہے اور نئے سرے سے اس وقت
نرد استئناف اجتبائها على	مابدولت کو روپیہ جمع کرنے کی ضرورت
تلك الحال (طبری ۹۶۰-۹۶۱ جلد ۲)	نہ پیش آئے۔

اور اس جزیہ کی شرح یہ تھی۔	اور لوگوں پر انہوں نے جزیہ لگایا۔
والزموا الناس الجزية ما خلا	سوائے اونچے گھرانوں۔ معززین
اهل البيوتات والعظماء و	فوج پیشوایان مذہبی، محرر، اور
المقاتلة والهرابذة والكتاب	ملازمین شاہی کے، اور اس (جزیہ)
ومن كان في خدمة الملك	کی چند شرحیں کہیں، یعنی بارہ درہم
وصيروها على طبقات اثنى	اور آٹھ اور چھ اور چار، ۴ درہم کی
عشر درهما وثمانية وستة	ثروت اور فقر کے لحاظ سے
واربعة كقدر اكثار الرجل	اور جس شخص کا سن بیس سے کم
واقلاله، ولم يلزموا الجزية	یا پچاس سے اوپر تھا اس پر
من كان اتى له من السن دون	جزیہ نہیں لگایا۔
العشرين او فوق الخمسين	
(طبری ص ۹۶۲ ج ۲)	

ان بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ

۱۔ ایران میں انسانوں پر محصول عاید تھا۔

۲۔ اس محصول کا مقصد بغاوتوں کے رفع کرنے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کی تیاری تھی۔

۳۔ بیس برس سے کم اور پچاس سال سے زیادہ عمر کے آدمی محصول سے مستثنیٰ تھے۔

۴۔ عورتیں مستثنیٰ نہ تھیں۔

۵۔ جزیہ حسب حیثیت تھا۔

۶۔ اونچے گھرانے معززین، فوج، مذہبی پیشوا، منشی اور سلطنت کے ملازم جزیہ ادا نہیں کرتے تھے۔

چین میں جزیہ

چین میں جزیہ نہایت عرصہ سے تھا۔ مسلمانوں میں پہلا مصنف جس نے چین کا تذکرہ کیا سلیمان تاجر ہے، جس نے اپنا سفر نامہ ۲۳۷ھ کے حدود میں لکھا ہے، وہ لکھتا ہے۔

ولكن عليهم جزية على الجماجم الذكور بحسب ما يرون من احوالهم وان كان بها احد من العرب او غيرهم اخذ منه جزية بماله ليحرز ماله (سفرنامہ ص ۴۰)

اور لیکن ان پر حالات کے مطابق جزیہ ہے جو سروں (مردوں) سے لیا جاتا ہے۔ اور اگر وہاں عرب یا دوسرے ملک کا کوئی شخص ہوتا ہے تو اس سے اس کے مال کا جزیہ لیا جاتا ہے تاکہ اس کے مال کی حفاظت کی جائے۔

دوسری جگہ لکھتا ہے۔

وليس عليهم خراج في ضياعهم وانما يؤخذ من الرؤوس على قدر ما يرى لهم في ضياعهم

اور ان پر جائداد کا خراج نہیں ہے بلکہ سروں (مردوں) سے مال اور جائداد کا تخمینہ کرنے کے بعد (جزیہ) لیا جاتا ہے۔

آگے چل کر کہتا ہے۔

فاذا بلغ ثمانی عشرة سنة اخذت منه الجزية فاذا بلغ ثمانين سنة لم تؤخذ منه جزية (ص ۴۲)

جب وہ مرد اٹھارہ برس کا ہوتا ہے تو اس سے جزیہ لیا جاتا ہے اور جب اسی برس کو پہنچتا ہے، تو جزیہ نہیں لیا جاتا۔

اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) چین میں دوسری قوموں پر بالخصوص یعنی اہل اسلام پر چینیوں سے حسب حیثیت جزیہ لیا جاتا تھا (۲) جزیہ مردوں کی تخصیص تھی (۳) عورتیں مستثنیٰ تھیں (۴) اٹھارہ سے اسی سال کی عمر والوں سے جزیہ لیتے تھے (۵) اٹھارہ سے کم اور اسی سال سے زیادہ عمر کے لوگ مستثنیٰ تھے (۶) عرب اور دوسری قومیں جو تجارت کے سلسلے سے وہاں قیام پذیر تھیں ان سے جزیہ سر پر نہیں لیا جاتا تھا یہ لوگ مال کا محصول ادا کرتے تھے (۷) غیر قوموں سے جزیہ کی وصولی حفاظت مال کی غرض سے تھی۔

اسلام میں جزیہ

ہندوستان، ایران، چین کی طرح سلطنت اسلامیہ میں بھی رعایا پر جزیہ تشخیص کیا گیا۔ جس کو ہم پول اور سرکاری طرح ہم ملا تا ل جزیہ رقاب نہیں کہہ سکتے، اسلامی سلطنت میں چین کی طرح دو قسم کی رعایا تھی مسلم اور غیر مسلم۔ اور چونکہ دونوں میں سلطنت کی امداد اور ملک کی حفاظت کے متعلق قدرتی طور پر نقطہ نظر کا اختلاف پایا جاتا تھا۔ اس لئے ضروری تھا کہ دونوں کے لئے جزیہ کی شرح مختلف ہو اور اس کا مشخصہ علیحدہ نام رکھ دیا جائے تاکہ سننے والوں کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ اسی بنا پر مسلمانوں کے محصول کا نام زکوٰۃ اور غیر مسلموں کے خراج کا نام جزیہ رکھا گیا۔ معنی کے لحاظ سے زکوٰۃ یا جزیہ میں شرافت یا ذلت کا کوئی پہلو نہیں ہے۔

زکوٰۃ اور جزیہ کا فرق

چونکہ مسلم اور غیر مسلم رعایا کی ذمہ داریاں کسی حد تک مختلف تھیں اس لئے اُن کے محصولوں (زکوٰۃ اور جزیہ) کے تشخیص میں بھی اس کا لحاظ رکھا گیا۔

مسلمانوں کی سلطنت قومی تھی اور ضرورت کے وقت ان کو

مال تو مال خود جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑتا تھا۔ اس لئے ان کے حصول میں ایثار کے جذبہ کو بہت زیادہ سامنے رکھا گیا چنانچہ ان پر ۱۱ زکوٰۃ مقرر کی گئی جو مختلف انواع کی جامع تھی۔ مثلاً

(۱) اونٹوں پر زکوٰۃ (ب) کھجور پر زکوٰۃ (ج) مسکوک سونے چاندی پر زکوٰۃ (د) معادن پر زکوٰۃ (ہ) دفینہ پر زکوٰۃ (و) زیور، بے سکہ سونا اور عنبر پر زکوٰۃ (ز) یتیموں کے مال پر زکوٰۃ (ح) میراث پر زکوٰۃ (ط) قرض پر زکوٰۃ (ی) مال تجارت پر زکوٰۃ (ک) بکریوں پر زکوٰۃ (ل) گنے پر زکوٰۃ (م) تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ (ن) پھلوں پر زکوٰۃ (س) عید الفطر پر زکوٰۃ۔

ان انواع میں سے اگرچہ کا ہی کوئی مسلمان محصول (زکوٰۃ) ادا کرے تو اچھی خاصی رقم ہو جاتی ہے، بخلاف اس کے غیر مسلم رعایا کی ہمدردی زیادہ سے زیادہ عزت وطن کے نام سے حاصل کی جا سکتی تھی جو اگرچہ اس وقت بھی اجنبیوں (عرب) کے قبضہ میں تھا۔ تاہم دوسرے اجنبیوں (مخالفین عرب) کے ہاتھ میں جانے سے اس کے امن و امان اور نظم و نسق میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو سکتا تھا۔ اس بناء پر غیر مسلم رعایا سے واجبی محصول یا جبری مواجب (Compal sary dues) کا مطالبہ کیا گیا (جو زکوٰۃ سے مقدار میں کم اور اس کی طرح گونا گوں نہ تھا) اور یہ ایک صریح رعایت تھی۔

(۲) مسلمانوں کا محصول (زکوٰۃ) ایک مذہبی فرض تھا، جس کو وہ کار خیر سمجھ کر ثواب کے لئے ادا کرتے تھے۔ اس لئے اس کی مقدار زیادہ ہونے میں کچھ حرج نہ تھا۔ بخلاف اس کے غیر مسلموں کا محصول (جزیہ) محض سیاسی تھا، جس پر ان کے عقیدہ کے مطابق کوئی اخروی ثواب مرتب نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے اس کی شرح زیادہ نہیں رکھی گئی۔

(۳) مسلمانوں کا محصول معاف نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ وہ مذہبی فرض تھا۔ لیکن غیر مسلموں کا محصول (جزیہ) نقدی کی شکل میں معاف ہو سکتا تھا۔ تو انیذ کا مسئلہ جزیہ کے باب کا ضروری مسئلہ ہے۔ مبسوط (ص ۸۲ ج ۱۰) میں اس کے متعلق جو کچھ ہے ذرا تفصیل کے ساتھ ہے اور امام اعظم رح اور صاحبین رح کے اختلافات دکھلائے ہیں لیکن قتادہ نے سراجیہ میں جو ۵۶۹ھ کی تصنیف ہے یعنی مبسوط کے بعد کی اس مسئلہ کو بلا اختلاف ذکر کیا ہے اور "تو انیذ" کے معنی بھی بتلائے ہیں یعنی فی الفارسیۃ باندھا۔ اس مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ذمی (غیر مسلم) پر برسوں سے جزیہ باقی چلا آتا ہو تو اس کا مطالبہ نہ کیا جائے گا۔ بلکہ جس سال حاکم مطالبہ کرے گا اسی سال کا جزیہ ادا کرنا ہوگا اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ فقہا جزیہ کو قرض نہیں سمجھتے۔ بلکہ عطیہ اور صلہ سمجھتے ہیں۔ مبسوط میں ہے۔

کان الجزیۃ صلۃ مالیۃ — اس لئے کہ جزیہ ایک مالی صلہ ہے
فلیست بدین واجب[۱] — واجب قرض نہیں۔

(۴) مسلمانوں کی زکوٰۃ میں تخفیف نہیں ہو سکتی بلکہ جزیہ میں کمی کی جا سکتی ہے، چنانچہ نجران کے وہ عیسائی جو عراق چلے گئے تھے انہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں تخفیف جزیہ کی درخواست کی تو امیر المومنین نے ولید بن عقبہ حاکم عراق کے نام ایک فرمان بھیجا جس میں یہ فقرے بھی تھے[۲]

وانی قد خففت عنھم ثلاثین حلۃ من جزیتھم — میں نے اُن کے جزیہ میں تیس حلے کم کر دیئے۔

یحییٰ بن آدم (۲۰۳ھ) نے اپنی تصنیف کتاب الخراج میں جو ابھی حال میں چھپی ہے لکھا ہے کہ حسن (شاہد حسن بن صالح) کا قول تھا کہ جن لوگوں پر حضرت عمرؓ نے ۴۸، ۲۴، ۱۲ کے شرح سے جزیہ مقرر کیا تھا۔ اُن پر اُس سے زیادہ نہ مقرر ہونا چاہیئے۔ اور ان میں سے جو ادا نہ کر سکتا ہو اس کے جزیہ میں تخفیف کر دی جائے کیونکہ حضرت عمرؓ بھی فرماتے تھے کہ اُن کو طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے[۳]

(۵)۔ مسلمانوں میں جو صاحب نصاب ہو وہ زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہو سکتا لیکن غیر مسلم خدمات کے صلہ میں نقد رقم جزیہ سے مستثنیٰ ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ، عراق۔ آذربائیجان، آرمینیہ، جرجان کے فتوحات کے سلسلہ میں طبری نے حضرت عمرؓ کے فرامین اس مضمون کے متعلق نقل کئے ہیں (واقعات ۱۸ھ و ۲۲ھ ہجری)

(باقی)

[۱] کتاب الخراج امام ابو یوسف ص ۴۹ [۲] کتاب الخراج یحییٰ بن آدم قرشی ص ۱۲۲

اسلام اور اخلاقیات

(از سید عزیز حسن بقائی نقشبندی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

(۶۰) گلی کوچوں یعنی راستوں میں بیٹھنے سے نبی اکرم ص نے منع فرمایا۔ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! گھر کے اندر بیٹھا رہنا بہت دشوار بات ہے۔ فرمایا اگر تم راستوں میں بیٹھو تو ان کا حق ادا کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ راستوں کا کیا حق ہے۔ فرمایا راہ بتانا پوچھنے والے کو اور نظر کو نیچا رکھنا اور اچھی باتوں کا حکم کرنا اور بری باتوں سے روکنا۔ (ابی ہریرہ ادب المفرد)

(۶۳) رسول اکرم میرے باپ کے پاس تشریف لائے۔ میرے والد نے کپڑا بچھا دیا۔ پس اس پر بیٹھ گئے۔ (عبد اللہ بن بشر)

(۶۴) یہ امر مسنون ہے کہ جب آدمی بیٹھے تو جوتہ نکال کر ایک طرف رکھدے۔ (ابن عباس)

(۶۵) صحابہ رضی اللہ عنہم پسند کرتے تھے کہ جب کوئی شخص قوم سے گفتگو کرے تو کسی خاص شخص کی طرف متوجہ نہ ہو بلکہ توجہ عام رکھے۔ (حبیب ابن ثابت)

(۶۶) سعید المقبری کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ ابن عمر کے پاس گیا۔ وہ ایک آدمی سے باتیں کر رہے تھے میں بھی کھڑا ہو گیا۔ انھوں نے میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور کہا۔ جب دو آدمیوں کو باتیں کرتے دیکھو تو ان کی اجازت کے ان کے پاس کھڑے نہ ہو۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمن خدا تمہارا بھلا کرے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ تم سے کوئی اچھی بات سنوں۔ (از سعید المقبری)

(۶۷) اگر تم تین آدمی ہو تو دو آدمی چھپا کر بات نہ کریں کہ اس سے تیسرے کو رنج ہوگا۔ (عبد اللہ ابن مسعود ادب مفرد)

(۶۸) نبی صلعم نے اس سے منع کیا ہے کہ مرد دو عورتوں کے درمیان کو راستہ چلے۔ (ابن عمر مشکوٰۃ)

(۶۹) لوگوں سے ان کے درجے کے موافق پیش آؤ۔ (عائشہؓ مشکوٰۃ)

(۷۰) اگر کوئی آدمی بات کر کے کہیں چلا جائے تو اس کی بات امانت ہے (جابر بن عبد اللہ کنز)

(۷۱) اپنے بھائی (مسلمان) کی طرف تیز نظر سے دیکھنا مکروہ ہے نیز جب وہ جائے تو پیچھے سے بے ضرورت یہ سوال کرنا کہ کہاں سے آئے ہو کہاں جاتے ہو۔

(۷۲) اللہ تعالیٰ برا جانتا ہے بلند آواز والے کو۔ اور دوست رکھتا ہے پست آواز والے کو۔ (ابی امامہ۔ کنز)

(۷۳) اے ایمان والو اپنے گھر کے سوا دوسروں کے گھروں میں مت جایا کرو جب تک ان سے اجازت نہ لو اور اس گھر والوں کو سلام نہ کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے شاید تم یاد رکھو۔ اگر اس میں کسی کو نہ پاؤ تو اس میں نہ جاؤ جب تک تم کو اجازت نہ دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ پھر جاؤ تو واپس چلے آؤ۔ یہ تمہارے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے۔ اللہ تمہارے اعمال کو جانتا ہے۔ اس گھر میں جانے کا حرج نہیں جس میں تمہارا اسباب ہو اور اس میں کوئی نہ رہتا ہو۔ اور اللہ ہر چیز کو جانتا ہے جسے تم ظاہر کرتے ہو یا چھپاتے ہو۔ (سورہ نور رکوع چہارم آیت ۲۸)

(۷۴) اے مسلمانو! لازم ہے کہ وہ بھی تم سے اجازت چاہیں جن کے تم مالک ہو اور جو تم میں سے سن شعور کو نہیں پہنچے۔ تین مرتبہ صبح کی نماز سے پہلے۔ اور جب تم دوپہر کو اپنے کپڑے اتارو۔ اور بعد نماز عشاء کے تینوں تمہارے خلوت کے وقت ہیں۔ اس کے بعد ہرج نہیں کہ تم میں کوئی کسی کے ہاں آئیں جائیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ دانا و حکیم ہے۔

اور جب تمہارے اطفال سن شعور کو پہنچیں تو اس طرح اجازت لیں جیسے ان سے پہلے لوگ اجازت لیتے تھے اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں تم سے بیان کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ دانا اور حکیم ہے۔ (سورہ نور رکوع ہشتم آیت ۵۸ و ۵۹)

(۷۵) آدمی کو اپنے ماں باپ اور بھائی اور بہن سے اجازت لینی چاہیئے (عبد اللہ عبد المفرد)

(۷۶) جب آدمی کسی دروازہ پر اجازت لینا چاہے۔ دروازہ کے سامنے سے نہ آئے۔ بلکہ دائیں بائیں سے آئے۔ اگر اجازت ملے بہتر ورنہ واپس ہو جائے۔ (عبد اللہ بن بسر ادب المفرد)

(۷۷) بنی عامر کا ایک شخص رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے کہا کہ میں اندر آؤں۔ رسول اللہ صلعم نے چھوکری سے کہا کہ اس سے جا کر کہو۔ اس طرح کہے۔ السلام علیکم میں داخل ہوں؟ کہ اس نے اچھی طرح اجازت نہیں لی۔ وہ شخص کہتا ہے کہ میں نے چھوکری کے آنے سے پہلے اس کو سن لیا اور کہا۔ السلام علیکم

بیٹھا تھا ہوں؟ رسول اللہ نے فرمایا وعلیکم السلام آؤ۔ پس میں داخل ہوا اور عرض کیا۔ کہ آپ کیا لائے ہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا۔ میں بجز بھلائی کے اور کچھ نہیں لایا۔ اس لئے آیا ہوں کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور لات و عزیٰ کی عبادت چھوڑ دو اور رات دن میں پانچ نمازیں پڑھو۔ اور سال بھر میں ایک مہینے کے روزے رکھو اور خانہ کعبہ کا حج کرو۔ اور اپنے مالداروں کے مال سے لو اور اپنے فقیروں کو دو۔ میں نے کہا کوئی علم ایسا بھی ہے جو آپ کو معلوم نہ ہو فرمایا کہ اللہ نے اچھا علم دیا ہے۔ پانچ چیزیں ہیں کہ سوائے اللہ کے کسی کو ان کا علم نہیں اللہ ہی کو علم ہے قیامت کا۔ اور نازل کرتا ہے باران رحمت کو۔ اور جانتا ہے جو کچھ رحموں میں ہے یعنی لڑکا یا لڑکی۔ کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اور کسی کو علم نہیں ہے کہ کس جگہ مرے گا۔ (ادب المفرد)

(۷۸) کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ کسی کے گھر میں جھانکے بدون اجازت کے اگر ایسا کیا یعنی بلا اجازت کے دیکھا تو گویا گھر میں چلا گیا۔ (ترجمان)

(۷۹) ایک شخص نے رسول اللہ صلعم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں سے بھی اجازت لوں۔ آپ نے فرمایا بیشک۔ اس شخص نے عرض کیا کہ میں اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ نبی اکرمؐ نے فرمایا اجازت لے اس شخص نے کہا میں اس کا خادم ہوں رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اجازت لے۔ کیا تو چاہتا ہے کہ اپنی ماں کو برہنہ دیکھے اس نے کہا نہیں۔ رسول اللہ نے فرمایا تب اجازت لے کر جا۔
(عطاء ابن یسار مشکوٰۃ)

(۸۰) جب عبد اللہ ابن عمرؓ کی اولاد بالغ ہو جاتی تھی ان کو جدا کر دیتے تھے کہ بدون اجازت کے ان کے پاس نہ آئیں۔

(۸۱) عبد اللہ ابن عمرؓ نے کہا کہ جب خالی مکان میں جائے کہے السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ یعنی سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر۔ (تاج مشکوٰۃ)

(باقی)

عشرہ مبشرہ

حواریٔ رسول حضرت زبیرؓ

(از عزیز حسن بقائی نقشبندی دھلوی)

خاندان و پیدائش

قریش میں خویلد کا خاندان بہت ہی ممتاز تھا۔ زبیرؓ کے والد عوام کی شادی حضرت صفیہ رضؓ (حضور انور کی پھوپھی) سے ہوئی۔ حضرت زبیرؓ ان ہی کے بطن سے ...ء میں مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ رشتہ میں آپ حضورؐ کے پھوپھی زاد بھائی، حضرت خدیجہؓ کے حقیقی بھتیجے اور حضرت ابوبکرؓ کے داماد تھے۔ ابتدائی تربیت و تعلیم قریش کے خاندانی اصول پر حضرت صفیہؓ کی زیر نگرانی ہوئی۔ حضرت صفیہؓ کی دلی خواہش تھی کہ ان کا لال بڑا ہو کر بہادری، سخاوت، جرأت و دلیری میں فخر خاندان بنے۔ خدا نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ایسا ہی ہوا۔

حضرت صفیہؓ کی سخت تربیت کا اثر یہ ہوا کہ حضرت زبیرؓ بچپن ہی سے نڈر، بہادر، جفاکش، محنتی، بلند حوصلہ، اولوالعزم اور مجاہد تھے جو کسی جھگڑے میں انتہائی بے باکی سے کود پڑنا اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے خواہ اس کے نتائج کچھ ہی ہوں۔ چند کامیاب معرکوں نے ان کی ہمت بڑھا دی۔ اور حوصلے بلند کر دیئے اور ان کے ہمعصروں پر ان کی دھاک بیٹھ گئی۔

قبول اسلام اور اس کے مصائب

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کی دعوت پر آپ نے سولہ برس کی عمر میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا جبکہ صرف چھ یا سات مسلمان ہوئے تھے جس سے آنحضرتؐ کو بہت خوشی ہوئی اور السابقون الاولون کا شرف آپ کو حاصل ہوا۔

اسلام قبول کرتے ہی آپ پر مصائب و آلام کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اپنے غیر ہو گئے۔ لیکن حضرت زبیرؓ کے قدموں میں ان سختیوں سے لغزش کی بجائے استقامت پیدا ہوئی۔ اس ظلم کا کچھ ٹھکانا ہے جس کا اندازہ اس سے ہو کہ چٹائی میں آپ کو لپیٹ کر دھواں دیا جاتا۔ آپ کا دم گھٹنے لگتا۔ لیکن اسلام کے عشق میں ذرہ برابر کمی نہ آئی تھی۔ عشق رسالت مآبؐ کا اندازہ اس سے ہے کہ کسی نے یہ مشہور کر دیا

کہ مشرکین نے حضورؐ کو گرفتار کر لیا یہ سنتے ہی تلوار کھینچ کر ... مجمع کو چیرتے ہوئے ...

... اور زنون گنہ یاں سزا کے بعد

اور جب ... دیکھا کہ آزاد ہیں تو بہت خوش ہوئے۔ تمام ماجرا حضورؐ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

حضرت زبیرؓ کے حقیقی چچا کی مخالفت سب سے بڑھ گئی تھی لیکن آپ کی استقامت و عزیمت نے ان کو ہرا دیا۔

ہجرت

جب حضرت زبیرؓ پر مظالم حد سے زیادہ ہو گئے۔ تو حضورؐ نے آپ کو حبشہ ہجرت فرمانے کا حکم دیا۔ جہاں اس سے پہلے آپ کے بہت سے لوگ پہنچ چکے تھے۔ کچھ عرصہ حبشہ میں قیام کے بعد عشق رسالت میں بے چین ہو کر مکہ پھر واپس آ گئے۔ لیکن یہاں کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے مظالم ڈھائے گئے کہ آپ کے لئے ناقابل برداشت ہو گئے۔ ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ بھی حضورؐ کے پیچھے اپنا گھربار عزیز و اقارب سب کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت فرما گئے۔ یہاں حضورؐ نے آپ کا دینی بھائی حضرت سلمہ بن سلامہ انصاری کو بنا دیا۔ جو حضرت زبیرؓ ہی کی طرح ... ماذر ... پیشہ تھے۔

غزوات میں شرکت

حضرت زبیرؓ کا درجہ بہادری استقامت میں تمام عرب میں بہت ممتاز تھا اور آپ تلوار بڑی بے جگری سے چلاتے تھے۔ اور دشمن پر باز کی طرح ٹوٹ پڑتے تھے۔ اسی لئے اسلام کی کوئی لڑائی ایسی نہ تھی جس میں انہوں نے شرکت نہ کی ہو یا بہادری اور کارنامہ کا کوئی امتحان ایسا نہ تھا جس میں سو فیصدی نمبر انہوں نے حاصل نہ کئے ہوں۔ وہ ہر وقت اپنا سر ہتھیلی پر لئے پھرتے تھے اور حضورؐ پر اپنی جان نثار کرنا اپنے لئے باعث عزت و سعادت سمجھتے تھے۔

بدر

دنیا میں سب سے بڑا اور سب سے اہم معرکہ حق و صداقت سب سے پہلے بدر کے مقام پر پیش آیا۔ جہاں تین سو تیرہ بے سر و سامان صحابہ نے سر سے کفن باندھ کر محض خدا نے رب العزت اور رسول اللہ الاعلیٰ کی

خوشنودی کے لئے دنیا کا سب سے بڑا امتحان بجھتی رہا۔ قریش بڑی طرح کے ترکی یافتہ سامان حرب وکما سازش سے مسلح تھے اور سامان کی کثرت اور بہادری انکے لئے دلیل فتح تھی لیکن حق غالب ہوا اور اللہ رب العالمین نے اپنے فرشتے بھیج کر ان بے سروسامان انسانوں کی مدد فرمائی اور ان کو باوجود بے سروسامانی کے فتح عطا ہوئی۔

حضرت زبیرؓ نے اس جنگ میں جس بے مثال بہادری کا ثبوت دیا ہے اس کی نظیر تاریخ حرب میں ملنی مشکل ہے۔ آپ جس طرف تلوار لے کر بڑھتے تھے پرے کے پرے کفار کے کاٹ کر ڈھیر کردیتے تھے۔ دشمنوں کی صفیں درہم برہم کر دیتے تھے۔ دشمن کے ایک بہادر سپاہی نے ایک ٹیلہ پر چڑھ کر آپ کو للکارا۔ آپ باز کی طرح اس پر جھپٹے اور آپس میں گتھم گتھا ہو کر لڑھکتے ہوئے نیچے آرہے۔ حضور صلعم نے دیکھکر فرمایا۔

"جو نیچے پہلے آئیگا۔ مارا جائے گا"

چنانچہ سچے نبی نے جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری ہوئی۔ اور حضرت زبیرؓ کی تلوار نے اس کافر کی زندگی کا خاتمہ کیا۔ اسی طرح ایک دوسرا کافر آہن پوش تھا۔ اس پر کوئی حربہ کارگر نہ ہوتا تھا اس کی آنکھوں میں آپ نے تاک کر ایسا نیزہ مارا کہ نیزہ آر پار ہو گیا۔ یہ وار اتنا سخت تھا کہ اس کی لاش زمین پر تڑپنے لگی۔ آپ نے نیزہ اس کی لاش پر پیر رکھکر پوری قوت سے نکالا تو انی ٹیڑھی لگی اس نیزہ کو حضورؐ نے اپنے لئے پسند فرما کر حضرت زبیرؓ کی عزت افزائی فرمائی۔ حضرت زبیرؓ اس جنگ میں اتنی بہادری سے لڑے کہ سارا بدن زخموں سے چور چور تھا۔ اور ایک زخم تو اتنا گہرا تھا کہ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ آپ کے صاحبزادے بچپن میں اس سے کھیلا کرتے تھے۔

اُحد

جنگ احد میں ابتداء میں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی لیکن دنیا کے بہترین فیلڈ مارشل کے نقشہ جنگ کے خلاف احد کی گھاٹیاں کے تیر اندازوں کا ہٹنا غضب ہو گیا جیتی ہوئی بازی ہر گئی اور خالد بن الولید نے اس گھاٹی سے ہی لشکر اسلام پر جوابی حملہ کیا۔ اور مسلمانوں کو شکست ہوئی۔ حضور انورؐ نرغۂ اعداء میں گھر گئے۔ حضورؐ کی وفات کی خبر کفار نے مشہور کر دی جس سے دل ٹوٹ گئے۔ ایک عجیب انتشار کفری کا عالم تھا۔ اس وقت صرف ۱۰ اصحابی تھے۔ جو حضور انورؐ کے گرد جمع تھے اور جنہوں نے حضور کو حلقہ میں لے رکھا تھا۔ ان میں حضرت زبیرؓ کی پیٹھ کفار کی طرف تھی۔ اور منہ حضور کی جانب تھا۔ جتنے تیر کفار کی جانب سے حضور صلعم پر آتے تھے وہ سب آپ کی پیٹھ پر لگتے تھے۔

خندق

احد کے بعد جنگ خندق ہوئی۔ جبکہ کفار کا ٹڈی دل مدینہ پر حملہ آور ہوا حضرت سلمان فارسی کے مشورہ سے خندق کھودی گئی۔ جو عرب میں پہلی لڑائی تھی۔ اس جنگ میں حضرت زبیرؓ کے سپرد عورتوں کی حفاظت تھی یہود بنی قریظہ جو مسلمانوں کے حلیف تھے دشمن سے مل گئے۔ حضور نے تمام صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"کوئی ہے جو آج اس خبر کی تصدیق کے لئے بنی قریظہ کے پاس جائے"

آپ نے تین بار یہ سوال کیا تینوں مرتبہ اس کا جواب حواری رسول اللہ نے آگے بڑھ کر نہایت ادب سے کہا۔

" یا رسول اللہ میں حاضر ہوں"

حضور انورؐ نے خطرات میں گھرے ہوئے دشمنوں میں جا کر خبر لانے

کے اس عمل سے خوش ہوکر فرمایا۔

"ہر نبی کے حواری ہوتے ہیں میرے حواری زبیرؓ ہیں
زبیرؓ تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں اللہ تمہارا
نگہبان ہو۔"

حضرت زبیرؓ کی جلالت شان اور فخر و امتیاز کے لئے یہ الفاظ کافی تھے آپ بنی قریظہ گئے۔ اور وہاں سے تمام معلومات لے کر واپس آئے جس سے اسلام کو بہت فائدہ پہونچا۔

اس کے بعد غزوہ بنو قریظہ اور بیعت رضوان میں بھی آپ نے شرکت فرمائی۔

خیبر

جنگ خیبر میں جب حضرت علی مرتضیٰ یہودیوں کے مشہور سردار مرحب کو واصل جہنم کر چکے تو اس کا بھائی یاسر جو اپنے بھائی کی طرح لمبا چوڑا، ہٹا کٹا بڑے ڈیل ڈول کا نوجوان تھا۔ میدان جنگ میں اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے آیا۔ اور اس نے مسلمانوں کو للکارا تو اس کے مقابلہ کے لئے حضرت زبیرؓ فوراً روانہ ہوئے۔ اس وقت حضرت صفیہؓ کی محبت مادری جوش میں آئی۔ اور وہ حضورؐ سے مخاطب ہوکر فرمانے لگیں۔ کیا آج میرا لال ہمیشہ کیلئے مجھ سے جدا ہوجائیگا۔ لیکن حضورؐ خاموش رہے اور حق تعالیٰ نے اس طاقتور دشمن پر بھی حضرت زبیرؓ کو فتح دی۔

فتح مکہ

مظلوم مسلمان جو ابھی چند سال ہوئے حج بھی نہ کر سکے تھے۔ اور اپنے وطن سے نہایت سراسیمگی اور بے کسی میں ہجرت پر مجبور ہوئے تھے فتح مکہ کے خواب دیکھکر اس جنگ کے لئے تیاریاں کر رہے تھے کہ بدری صحابی نے مکہ والوں کو ڈرانے کے لئے اطلاع دینی چاہی۔ حضور انورؐ کو بذریعہ وحی اس کا علم ہوا تو آپ نے اس عورت کو جو اس خبر کو لے جا رہی تھی گرفتاری کے لئے جس جماعت کو روانہ فرمایا۔ اس کی سرداری حضرت زبیرؓ کے سپرد تھی۔

ہجرت کے پورے آٹھ سال کے بعد مسلمان اس قابل ہوگئے کہ مکہ کو فتح کریں۔

فتح مکہ کے لئے جو فوج نہایت تزک و احتشام کے ساتھ مکہ میں داخل ہوئی اس کے علم بردار حضرت زبیرؓ تھے۔ جب مکہ میں امن ہوگیا تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تو حضور صلعم نے کھڑے ہوکر آپ کے چہرہ کی گرد و غبار کو صاف کیا اور فرمایا

"میں نے گھوڑے سوار کے دو حصے اور سوار کے لئے ایک حصہ مقرر کیا ہے جو ان میں کمی کرے گا وہ نقصان اٹھائے گا۔"

حنین

فتح مکہ کے بعد حضرت زبیرؓ پہرہ پر تھے۔ دشمنان اسلام جو مکہ سے بھاگ کر حنین میں پناہ گزین تھے آپ کو تنہا دیکھکر آپ پر حملہ آور ہوئے۔ حضرت زبیرؓ نے نہایت بے جگری سے تنہا اس طرح حملے کرنے مقابلہ کیا کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ گئے۔ [illegible] بیسیوں سے گھاٹی خالی کرالی جہاد حنین کے بعد طائف و تبوک میں بھی شرکت فرمائی اور حجۃ الوداع میں بھی آپ کو حضور صلعم کی ہمرکابی کا شرف حاصل رہا۔

یرموک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صدیقی آپ کے کارناموں سے خالی نظر آتا ہے۔ لیکن عہد فاروقی میں آپکی بوڑھی ہڈیوں میں جوش پیدا ہوتا ہے اور آپ یرموک میں نیزہ تانے کھڑے نظر آتے ہیں۔

حضرت زبیرؓ سے مسلمانوں نے کفار پر حملہ کے لئے عرض کی اور کہا کہ ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے زبیر تمہارے ساتھ کہا کہ

"تم میرے بیٹا بلکہ دار کا ساتھ نہیں دے سکتے۔"

یہ کہکر اچانک بجلی کی طرح کفار کے قلب پر جا گرے اور دار تے کاٹتے قلب کو چیر کر اندر کفار میں سراسیمگی پھیلا کر واپس آنا چاہتے تھے کہ گھوڑے کی باگ کفار نے پکڑ لی۔ اور حضرت زبیرؓ کو زخموں سے چور چور کر دیا۔ حضرت زبیرؓ گو تن تنہا تھے لیکن آپ نے ہمت نہ ہاری اور مار دھاڑ کر آپ نرغہ کفار سے نکل آئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رومی سپاہ کی کثرت کا خوف مسلمانوں کے دلوں سے جاتا رہا۔ اور مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

فسطاط

قسطاط کا محاصرہ کئے ہوئے عمرو بن العاص مصر میں پڑے ہوئے ہیں حضرت فاروق اعظم رض سے امداد کی درخواست کرتے ہیں۔ حضرت عمر دس ہزار سپاہی چار افسروں کے ساتھ بھیجکر لکھتے ہیں کہ۔

"ان چار افسروں میں سے ہر افسر دس ہزار سپاہ کے برابر ہے۔"

ان چار افسروں میں حضرت زبیر بھی شامل ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے حضرت زبیر رض کو قلعہ کے محاصرین کی فوج کا سپہ سالار بنایا۔ حضرت زبیر نے قلعہ کا چکر لگاکر جنگ کی سختی کا اندازہ کرکے کہا۔

"آج میں اسلام پر فدا ہوتا ہوں۔"

یہ کہکر قلعہ کی دیوار پر سیڑھی لگائی۔ اور فصیل پر کھڑے ہوکر نعرہ تکبیر بلند کیا۔ اور نیچے کود کر قلعہ کا دروازہ اندر سے کھول دیا۔ مسلمانوں نے حضرت زبیر رض کی تکبیر کے جواب میں تکبیر کہی۔ مصری یہ سمجھے کہ فوج نے قلعہ توڑ دیا۔ تکبیر کے ساتھ اسلامی فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی۔ اور قسطاط کے حاکم نے امان طلب کی۔ اسلام خود امن کا طالب ہے اس لئے فوراً آپ نے محصورین کو امان دی۔ اور قسطاط جیسا مضبوط قلعہ آپ کی بےمثل جرأت اور بہادری اور عقلمندی سے منٹوں میں فتح ہو گیا۔ جبکہ عمرو بن العاص رض بھی عاجز ہو گئے تھے اسکا محاصرہ کئے ہوئے۔

جنگ جمل

حضرت عثمان غنی رض کی شہادت کے بعد حضرت زبیر یہ چاہتے تھے کہ بلوائیوں اور قاتلوں سے خون عثمان رض کا انتقام لیا جائے۔ اس لئے آپ نے حضرت علی رض کی بیعت کی۔ لیکن بیعت کے بعد آپ اصلاح احوال سے مایوس ہو گئے۔ تو حضرت طلحہ رض کے ساتھ آپ نے بیعت فسخ کی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کو حالات سے باخبر کرکے خون عثمان رض کا انتقام لینے کے لئے آپ کو آمادہ کیا۔

حضرت عائشہ رض کے مشورہ سے اصلاح کا جھنڈا بلند کیا گیا۔ جن اصحاب جو مدینہ میں خوف و ہراس کی زندگی گزار رہے تھے۔ بصرہ میں آ گئے اور حضرت صدیقہ رض کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رض اور صحابہ کرام رض نے حضرت طلحہ کے مشورہ سے یہ طے پایا کہ۔

"عرب کے باہر سب جمع ہوں اور وہیں حضرت علی رض کو بلا کر ان کی مدد کی جائے۔ اور بلوائیوں سے انتقام لیا جائے"

مشورہ کے مطابق یہ سب لوگ بصرہ میں جمع ہوئے۔ اور وہاں کی آبادی جو حضرت زبیر رض کی ہمنوا تھی ان کے ساتھ ہو گئی۔ اس تیاری کا علم جب حضرت علی رض کو ہوا۔ اور بلوائیوں اور شورش پسندوں نے حضرت زبیر رض اور حضرت عائشہ رض کے خلاف حضرت علی رض کے خوب کان بھرے۔ تو حضرت علی رض کو خیال ہوا کہ۔

"کہیں میری خاموشی سے تمام ملک میں آگ نہ لگ جائے"

حضرت علی رض اس خیال کے ماتحت کوفہ سے بصرہ کی جانب فوج لے کر بڑھے اور بصرہ پہنچ کر حضرت زبیر رض کے پاس حضرت قعقاع رض کو بطور قاصد دریافت احوال کے لئے بھیجا۔ حضرت زبیر رض نے حضرت قعقاع رض سے فرمایا۔

"ہمارا ارادہ اصلاح کا ہے فساد کا نہیں ہم حضرت علی رض سے جنگ نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن بلوائیوں اور خلیفہ اسلام کے قاتلوں کو چھوڑنا بھی نہیں چاہیئے"

حضرت علی رض کے قاصد نے یہ سنکر کہا کہ

"اس کام کو حضرت علی رض کے ملائے بغیر آپ کیونکر انجام دے سکتے ہیں۔"

حضرت زبیر رض نے فرمایا

"ہم تو خود بھی حضرت علی رض کے ساتھ مل کر اس کام کو انجام دینا چاہتے ہیں۔"

اس گفتگو کی خبر بلوائیوں کو ہو گئی اور انہوں نے رات کے وقت

بے خبری میں حضرت علیؓ کے لشکر پر حملہ کر دیا۔ اور اللہ کی چند تلواروں کو دشمنانِ اسلام کے خلاف چلنا چاہیئے تھا انکو اس طرح نہایت چالاکی سے حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ کو آپس میں لڑانے میں کامیاب ہو گئے۔

اچانک حضرت علیؓ کو کچھ خیال آیا۔ انھوں نے اپنی فوج کی صفوں سے گھوڑے کو نکالا اور حضرت زبیرؓ کو پکارا۔ حضرت زبیرؓ سامنے آئے حضرت علیؓ نے فرمایا۔

"وہ دن یاد کرو، جب ہم اور تم دونوں ہاتھوں میں ہاتھ دیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرے تھے، اس وقت حضورؐ نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا تم اس سے دوستی اور محبت رکھتے ہو؟ تم نے جواب دیا کہ ہاں رسول اللہ! اس پر حضورؐ نے فرمایا تم ایک دن ناحق علیؓ سے جنگ کرو گے؟"

حضرت زبیرؓ نے اپنے آقا اور مولا کا فرمان سنتے ہی گردن جھکا لی۔ اور ام المومنین حضرت عائشہؓ سے کہا

"علیؓ نے مجھے میرے مولا کا فرمان یاد دلایا کہ میں ناحق پر ہو کر علیؓ سے جھگڑا کروں گا۔ میں ناحق پر ہوں اور ایک منٹ بھی میں ان جھگڑوں میں ضائع نہیں کروں گا۔"

شہادت

اس کے بعد آپ اپنے تمام ساتھیوں حتیٰ کہ اپنے بیٹے کو بھی میدانِ جنگ میں چھوڑ کر واپس ہوئے۔ اور حجاز کی طرف روانہ ہوئے۔ احنف بن قیس نے آپ کو دیکھ لیا۔ اور عمرو بن جرموز کو ان کے پیچھے لگا دیا۔ ابن جرموز آپ کی ہمراہی میں روانہ ہوا۔ نماز کے وقت آپ نے اس ملعون کی حفاظت کا وعدہ اور اس نے آپ کی حفاظت کا وعدہ کیا۔ حضرت زبیرؓ نے امامت کی اور عالتِ نماز میں جرموز نے دھوکہ کرکے بحالتِ سجدہ آپ کا سر کاٹ لیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ یہ ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

ابن جرموز اس کے بعد آپ کے ہتھیار لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں پہنچا آپ یہ خبر سنکر حیرت میں رہ گئے۔ اور بہت رنج کا اظہار کرکے فرمایا۔

"تجھے دوزخ کی بشارت ہو۔ بھڑکتے ہوئے دوزخ میں تیرا انتظار ہو رہا ہے۔"

اخلاق وعادات

حق پسندی، دیانت داری، تقویٰ و پرہیزگاری آپکی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی۔ سخاوت کا یہ عالم تھا کہ ایک ہزار غلام آپکے تھے۔ جو کما کر لاتے وہ سب خیرات کر دیتے تھے۔ دیانت کا یہ عالم تھا کہ حضرت عثمان غنیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ وغیرہ اجل صحابہ اور کرم فرماؤں نے ان کو اپنا وصی بنایا۔ اور انھوں نے نہایت دیانت داری سے آپ کا مال صرف کیا۔ حضورؐ سے بے پناہ محبت تھی۔ جس کا کوئی حد حساب نہ تھا۔ اپنے اہل وعیال سے بڑی محبت تھی۔

آپ کا اصلی ذریعہ معاش تجارت تھی۔ آپ کی دولت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ پانچ کروڑ درہم آپ کی ملکیت تھے لیکن آپ وفات کے وقت بائیس لاکھ کے مقروض تھے۔ مرنے سے پہلے وصیت کی کہ سب سے پہلے میرا قرض ادا کیا جائے تہائی مال میری اولاد پر تقسیم کیا جائے اگر قرض ادا نہ ہو تو میرے آقا کی طرف اس کی ادائیگی کے لئے رجوع کرنا چاہیئے۔ صاحبزادے نے دریافت کیا آپ کا آقا کون ہے؟ جواب دیا۔

"اللہ"

آپ کے صاحبزادے نے وفات کے ۴ سال بعد تک اعلان کیا "جس کا قرض حضرت زبیرؓ کے ذمہ ہو لے لے۔"

اللہ کی ہزاروں رحمتیں ہوں حواریٔ رسولؐ حضرت زبیرؓ پر جن کے نقش قدم ہمارے لئے ایک زندہ درس ہے۔

صحابیات

حضرت عائشہ صدیقہؓ

(۳)

(از جناب سیدہ تمیرا بانو صاحبہ دہلوی)

خاندان اور ولادت

حضرت عائشہ کا خاندان قریش میں بہت ممتاز تھا۔ جاہلیت کے تمام امتیازات کے ساتھ اسلام کے تمام مفاخر سے وابستہ تھیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے والد اور آپ کی والدہ حضرت زینبؓ جنکا لقب ام رومان تھا ان ہی کے بطن مبارک سے ۴ سنہ نبوی شوال کے مہینہ میں مکہ میں پیدا ہوئیں۔ اور آپ نے آنکھ کھولی تو گھر کا تمام اصول اسلامی تھا کفر و شرک کی تمام آلودگیوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا گھر پاک ہو چکا تھا قریش کے ممتاز قبائل کی لڑکیوں کی طرح آپ کی ابتدائی تعلیم تربیت ہوئی۔ حضرت عائشہ کو عرب کے دستور کے مطابق وائل کی بیوی سے دودھ پلایا۔

نکاح

حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد خولہ بنت حکیمؓ نے آنحضرت کی اجازت سے حضرت عائشہ کا پیغام حضرت ام رومانؓ کو دیا۔ ام رومان نے کہا۔

”کیا یہ جائز ہے؟ عائشہؓ تو حضرت کی بھتیجی ہے۔
نیز اس کی نسبت جبیر بن مطعم سے ہو چکی ہے۔“

مطعم نے خود نسبت توڑ دی کیونکہ حضرت عائشہؓ سے نکاح کے معنی یہ تھے کہ اس گھر میں اسلام کا پیغام پہنچے۔ جس کو وہ قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے نکاح کے جواز کے لئے حضورؐ نے فرمایا۔ کہ

”تم صرف مذہبی بھائی ہو۔“

سنہ ۱۰ نبوی میں شوال کے مہینہ میں (جس میں کفار قریش شادی نہیں کرتے تھے) آپ کا نکاح ۶ برس کی عمر میں حضور صلعم سے پانسو درہم پر حضرت ابوبکرؓ نے خولہ کے ذریعہ کر دیا۔ اور رخصت ۱۲ برس کی عمر میں مدینہ منورہ میں شوال ہی کے مہینہ ہوئی۔ اس طرح حضرت عائشہؓ سے نکاح کے ذریعہ عرب کی اور جاہلیت کی رسم کا خاتمہ ہوا۔

کاشانۂ نبوت میں

حضرت عائشہؓ حضور انورؐ کی تمام بیویوں میں پہلی اور آخری بیوی ہیں جو دوشیزہ ہیں۔ اور حضورؐ کو آپ سے بے انتہا محبت تھی۔ آپ پیار و محبت سے حضرت عائشہ رضؓ کو حمیرا ... سے مخاطب فرماتے تھے

حضرت عائشہؓ کی اہمیت کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ حضور انورؐ کی سب سے زیادہ چاہیتی بیوی ہیں۔ آپ کا حجرہ مدفن نبوی ہے۔ آپ کے بستر پر وحی آئی لیکن اس کے ساتھ ہی آپ کا شرف اس سے ظاہر ہے کہ آپ کے لئے آیت تیمم نازل ہوئی۔ واقعہ افک کی تردید میں سورۂ نور نازل ہوئی۔ ایلاء کے واقعات اور تحریم کے واقعات پیش آئے۔

اولاد

حضرت عائشہؓ کے کوئی بچہ نہیں ہوا۔ ایک ناتمام بچہ ساقط ہوا۔ آپ نے اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیرؓ کو متبنی بنا لیا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کی تعلیم و تربیت آپ ہی کے زیر سایہ ہوکر آپ پروان چڑھے۔

اخلاق و عادات

اللہ اللہ! حضرت عائشہ کے اخلاق و عادات، رسول اللہ کے بعد سب سے بہتر تھے۔ صدیق اعظم اور ام رومانؓ کے زیر سایہ تربیت ہوئی اور یہی گہر کاشانۂ نبوی میں نکال دی گئی۔ نہایت خلیق اول درجہ کی خطیب، خوددار، شجاعت و دلیری میں اپنا ثانی نہیں رکھتی تھیں۔ جود و سخا میں ان کا جواب نہ تھا۔ نہایت تضرع اور زاری کرتی تھیں۔ اور بڑی عبادت گذار تھیں۔

ایک دفعہ امیر معاویہ نے چند لاکھ درہم بھیجے شام ہونے سے پہلے ختم کر دیئے گئے۔ اتفاق سے اس روز آپ روزے سے تھیں۔ لونڈی نے عرض کیا۔

”افطار کے لئے کچھ نہیں ہے۔“

آپ نے فرمایا۔

”پہلے سے کیوں یاد نہیں دلایا“

ایک دفعہ آپ کے منہ بولے بیٹے عبداللہ ابن زبیرؓ آپ کی فیاضی دیکھ کر گھبرائے اور انہوں نے اس گھبراہٹ میں کہا کہ:-

"ان کا ہاتھ روکنا چاہیئے"

یہ سنکر حضرت عائشہ سخت برہم ہوگئیں اور قسم کھائی کہ ان سے بات نہ کرینگی۔ چنانچہ اپنے بھتیجے سے بڑے عرصہ تک ناراض رہیں، بات چیت بول چال سب بند۔ عرصہ کی الحاح وزاری کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ کا قصور معاف ہوا۔

تہجد کی بڑی پابند تھیں۔ حج بڑی پابندی سے ادا کرتی تھیں غلاموں پر بڑی شفقت فرماتی تھیں ۶۷ غلام خرید کر آزاد کئے۔

حضرت عائشہؓ سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ امام بخاری نے ۵۴ حدیثیں بخاری میں جمع کی ہیں ۶۸ حدیثیں امام مسلم نے لی ہیں۔ دین کا چوتھائی حصہ آپ سے منقول ہے۔ خواتین کے تو تمام مسائل آپ کے ذریعہ حل ہوئے۔ خواتین کی دینی مشکلات کے حل میں آپ ہی ذات سہارا تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ فاروق اعظمؓ عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں معرکۃ الآراء فتوے دیئے۔

قرآن مجید کی ترتیب نزول، غسل جمعہ، نماز قصر کی علت، عشورہ محرم، روزہ کا سبب، حقیقت حج، ہجرت کے معنی ان سب کی خاص تشریحات آپ نے کی ہیں۔

طب کے متعلق آپ کی معلومات بہت تھیں۔ تاریخ عرب جاہلیت ان کے رسم ورواج، انساب طرز معاشرت میں اپنا جواب نہ رکھتی تھیں آغاز وحی اور اس کی کیفیت ہجرت، واقعہ افک، نزول قرآن، ترتیب قرآن، حضور کے مرض الموت کے حالات، آنحضرت صلعم کے اخلاق، عادات، حجۃ الوداع، حضرت سیدہؓ کا دعوی میراث، حضرت علیؓ کا ملال، اور پھر بیعت۔ یہ سب حالات صدیقہؓ ہی کے ذریعہ دنیا کو معلوم ہوئے۔

فضل وکمال میں اجل صحابہ پر آپ کو فوقیت حاصل تھی حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں۔

"ہم کو کبھی کوئی ایسی مشکل پیش نہیں آئی جس کو ہم نے حضرت عائشہ رض سے دریافت کیا ہو اور ان کے اس کے متعلق کچھ معلومات نہ ملی ہوں"

حضرت امام زہری ارشاد فرماتے ہیں۔

"اگر تمام مردوں کا اور امہات المومنین کا علم ایک جگہ جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم وسیع تر ہوگا۔"

ایلا و تخییر

سنہ ۹ھ میں ایلاء اور تحریم کا واقعہ پیش آیا جس میں حضرت عائشہؓ نمایاں ہیں۔

حضور صلعم نہایت زاہدانہ زندگی بسر فرماتے تھے۔ جس میں دو دو مہینے کاشانۂ نبوی میں آگ نہیں جلتی تھی۔ نوبت فاقوں تک پہنچ جاتی تھی۔ ازواج مطہرات اگرچہ حضور کے شرف صحبت سے دنیا کی خواہش سے ممتاز تھیں۔ لیکن بشریت معدوم نہیں ہوئی تھی ایسی حالت میں کہ فتوحات اسلامی کا دائرہ وسیع ہو رہا تھا۔ اموال غنیمت اس کثرت سے مدینہ میں آرہا تھا اور اس کا ایک قلیل حصہ بھی آنحضرت کی زندگی میں کافی معاون ہو سکتا تھا۔ صبر وقناعت کا دامن ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور حضور صلعم سے نان نفقہ کا تقاضہ ہوا۔

ایک روز حضور صلعم کی خدمت میں ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں حاضر ہوئے دیکھا کہ ازواج مطہرات آپ کو گھیرے بیٹھی ہیں اور توسیع نفقہ کا تقاضا ہو رہا ہے۔ اور آپ [illegible]

دونوں نے وعدہ کیا کہ

"ہم آئندہ آپ کو زائد مصارف کے بارے میں تکلیف نہ دیں گے۔"

لیکن دوسری ازواج مطہرات اپنے مطالبہ پر قائم رہیں۔ حضور صلعم نے عہد فرمایا

"ایک مہینے تک ازواج مطہرات سے نہ ملیں گے۔"

اس کے بعد آپ نے بالاخانہ پر گوشہ نشینی کی زندگی گزارنی شروع کی صحابہ کرام کا خیال ہوا کہ

"آپ نے ازواج مطہرات کو طلاق دیدی"

مگر جب حضرت عمرؓ نے حضور سے دریافت فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"نہیں"

حضرت عمرؓ نے فرط مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ جب ایک مہینہ گذر چکا تو آپ بالاخانہ سے نیچے اترے تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ

"یا رسول اللہ آپ نے ایک مہینہ کے لئے عہد فرمایا تھا مگر ابھی تو انتیس ہی دن ہوئے ہیں۔"

ارشاد فرمایا۔

"مہینہ کبھی کبھی انتیس کا بھی ہوتا ہے"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضور دین کے معاملہ میں بھی آسانی پسند فرماتے تھے۔

اس کے بعد آیت تخییر نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ ہے۔

"اے نبیؐ ازواج مطہرات کو مطلع فرما دیں کہ دنیا اور آخرت دو چیزیں تمہارے سامنے ہیں اگر دنیا چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو رخصتی جوڑے دیکر عزت و احترام کے ساتھ رخصت کردوں اور اگر تم خدا اور ابدی راحت چاہتی ہو تو خدا نے نیک کرداروں کے لئے بڑا اجر رکھا ہے۔"

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ازواج مطہرات کو اس حکم الٰہی سے مطلع فرمایا تو سب سے پہلے حضرت عائشہؓ نے فرمایا

"میں سب کچھ چھوڑ کر خدا اور رسول کو لیتی ہوں۔"

تمام ازواج مطہرات نے آپ کی تقلید کی۔

اور اس طرح آپ کو دائمی امن و سکون گھریلو زندگی کا میسر ہوا۔

تحریم

سنہ ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معمول سے زیادہ حضرت زینب رضہ کے پاس ٹھیرے کیونکہ حضرت زینبؓ نے آپ کو شہد پلایا تھا۔ شہد آپ کو بہت مرغوب تھا کیونکہ ازواج مطہرات دو گروہوں میں تقسیم تھیں۔ ایک گروہ حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ کا تھا۔ کیونکہ بارگاہ نبوت میں ان دونوں کے باپوں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو زیادہ تقرب حاصل تھا۔ اس لئے دوسری ازواج مطہرات کے مقابلہ میں یہ دونوں ایک تھیں۔ حضرت عائشہ رضہ کو رشک ہوا۔ انہوں نے حضرت حفصہؓ سے کہا

"جب حضور تمہارے پاس آئیں تو کہنا آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔"

چنانچہ حفصہ رضہ نے ایسا ہی کیا۔ آپ اس سے متاثر ہوئے اور آپ نے قسم کھائی کہ

"آئندہ شہد نہیں کھائیں گے۔"

اس پر قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

"اے پیغمبر اپنی بیویوں کی خوشی کے لئے تم اللہ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو حرام کیوں کرتے ہو۔"

کبھی کبھی حضرت عائشہ رضہ اور حضرت حفصہؓ میں باہمی رشک رقابت بھی ہوتی تھی۔

افک مبین

حضرت عائشہؓ نے غزوات میں شرکت کی ہے۔ آپ زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں۔ اور مرہم پٹی کرتی تھیں۔

سنہ ھ میں حضرت عائشہ رضہ غزوہ بنی مصطلق میں حضرت کے ساتھ تھیں۔ اتفاق سے آپ کا ہار گم ہوگیا۔ اور آپ اس کو ڈھونڈتی ہوئی قافلہ کے ساتھ نہ جا سکیں۔ جو صحابی سب سے پیچھے قافلہ کے ساتھ رہا کرتے تھے انھوں نے انتہائی احترام سے صدیقہؓ کو اونٹ پر بٹھا کر قافلہ میں شامل کر دیا۔

اس واقعہ کو قصہ ساز منافقوں نے رنگ آمیزی کے ساتھ بیان کیا۔ حضور کو بھی ازراہ بشریت شبہ ہوا۔ آپ نے علیحدگی

ضیاء کرکے وحی کا انتظار کیا۔ حضرت عائشہ رض کو سخت اذیت اور حضور کو بے حد رنج تھا۔ کافی انتظار کے بعد نزول وحی ہوا۔ اور خدا نے آپ کی طہارت اور پاکیزگی کی صداقت دی۔ اور سورۂ نور کی آیات نازل فرمائیں جن کو سننے کے ساتھ لوگوں نے یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ بالکل افترا ہے۔

بیوگی

ربیع الاول سنہ ۱۱ ہجری میں حضور صلعم نے ۱۳ دن علیل رہ کر پردہ فرمایا۔ چونکہ ازواج مطہرات کے لئے خدا نے دوسری شادی ممنوع قرار دی تھی۔ اس لئے حضرت عائشہ رض نے ۴۸ سال بیوگی میں بسر کئے۔ اس زمانہ میں آپ کا مقصد زندگی قرآن حکیم اور احادیث نبوی کی تعلیم تھا۔ آنحضرت کی وفات کے بعد دو برس سنہ ۱۳ھ میں حضرت ابوبکر صدیق رض نے بھی رحلت فرمائی۔ اور چاہنے والے شوہر کے ساتھ آپ شفقت پدری سے بھی محروم ہو گئیں۔

حضرت عمر رض نے خلیفہ مقرر ہوتے ہی حضرت صدیقہ رض کی دلجوئی میں کسر نہ اٹھا رکھی۔ سب ازواج مطہرات کا دس ہزار درہم سالانہ وظیفہ مقرر فرمایا۔ لیکن حضرت عائشہ رض کے بارہ ہزار مقرر کئے۔

حضرت عثمان غنی کا حادثہ جب پیش آیا۔ تو آپ مکہ معظمہ میں تھیں۔ حضرت زبیر رض اور حضرت ابوطلحہ رض نے مدینہ سے مکہ پہنچکر آپ کو حالات سے باخبر کیا۔ تو آپ بہت متاثر ہوئیں۔ اور حالات کی درستی کے لئے دونوں کے ہمراہ ہو گئیں۔ چونکہ آپ اونٹ پر سوار تھیں۔ اس لئے اس ناگہانی حادثہ کا نام جنگ جمل ہو گیا حضرت علی رض نے آپ کے اونٹ پر حملہ کرا کے اس خونریزی کو بند کیا۔ جنگ کی شرکت سے مسلمانوں میں ہمدردی تھی اور آپ کو باعزت مدینہ منورہ بھیجا دیا۔ جنگ جمل میں جو موثر خطبہ آپ نے دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے خطبہ کا انداز کتنا موثر کن تھا۔ اس کا ماحصل یہ ہے۔

"لوگو! خاموش، خاموش! تم پر میرا مادری حق ہے۔ اور تم کو مجھے نصیحت کرنے کی عزت حاصل ہے، سوائے اس شخص کے جو خدا کا نافرمان ہے۔ مجھے کوئی الزام نہیں دے سکتا۔

آنحضرت صلعم نے میرے سینہ پر سر رکھے ہوئے وفات پائی۔ میں آپ کی محبوب ترین بیوی ہوں، خدا نے مجھکو دوسروں سے محفوظ رکھا۔ اور میری ذات سے مومن و منافق میں تمیز ہوئی ہے۔ میرے ہی سبب تم کو خدا نے تیمم کا حکم دیا۔

پھر میرا باپ دنیا میں تیسرا مسلمان ہے اور غار حرا میں دو کا دوسرا تھا۔ اور پہلا شخص تھا جو صدیق کے لقب سے مخاطب ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے خوش ہوکر اور اس کو طوق خلافت پہنا کر وفات پائی۔ اس کے بعد جب مذہب اسلام کی رسی ہلنے لگی تو میرا باپ ہی تھا جس نے اس کے دونوں سرے تھام لئے۔ جس نے نفاق کی باگ روک دی جس نے ارتداد کا سرچشمہ خشک کر دیا۔ جس نے یہودیوں کی آتش افروزی سرد کی۔ تم لوگ اس وقت آنکھیں بند کئے غدر و فتنہ کے منتظر تھے۔ اور شور و غوغا پر گوش بر آواز تھے۔ اس نے شگاف کو برابر کیا۔ بیکار کو درست کیا۔ گرتوں کو سنبھالا۔ دلوں کی مدتوں بیماریوں کو دور کیا جو پانی سے سیراب ہو چکے تھے ان کو تھان تک پہنچا دیا۔ جو پیاسے تھے ان کو گھاٹ پر لے آیا۔ اور جو ایک بار پانی پی چکے تھے انہیں دوبارہ پلایا۔ جب وہ نفاق کا سر کچل چکا اور اہل شرک کے لئے آتش جنگ مشتعل کر چکا۔ اور تمہارے سامان کی گٹھڑی کو ڈوری سے باندھ چکا تو خدا نے اسے اٹھا لیا ......

ہاں میں سوال کا نشانہ بن گئی ہوں کہ کیوں فوج لیکر نکلی میرا مقصد اس سے گناہ کی تلاش اور فتنہ کی جستجو نہیں ہے جسکو میں پامال کرنا چاہتی ہوں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں سچائی اور انصاف کے ساتھ۔ تنبیہ اور اتمام حجت کے لئے۔

پوری زندگی اپنی اس غلطی (جنگ جمل میں شرکت) پر افسوس کرتی رہیں

وفات

امیر معاویہ رض کے زمانہ امارت میں رمضان المبارک کے مہینہ میں سنہ ۵۸ھ میں سرسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماز جنازہ ابوہریرہ رض نے مروان بن حکم کی طرف سے پڑھائی۔ جنت البقیع میں رات کے وقت دفن کیا گیا۔ تدفین کے وقت قاسم بن محمد رض عبداللہ بن عبدالرحمن رض عبداللہ بن عتیق رض عروہ بن زبیر رض عبداللہ بن زبیر رض نے قبر میں اتارا۔

ناموران اسلام

فلاسفر اسلام حضرت حکیم عمر خیام

(از سید عزیز حسن بقائی)

پیدائش

سنہ ۱۰۱۷ء میں نیشاپور (ایران) میں پیدا ہوا۔ پورا نام غیاث الدین عمر بن ابراہیم النیشاپوری ہے۔ لیکن بہت جلد اس نے عمر خیام کا روحانی نام اختیار کر لیا اور دنیا نے اس کو اسی نام سے جانا اور پہچانا۔ اسی نام سے اس کی مشرق و مغرب میں شہرت ہوئی۔

عمر خیام نے ایک اچھے دولت مند گھرانے میں آنکھ کھولی تھی اس لئے اس کی تعلیم و تربیت بہت شاندار طریقہ سے ہوئی اس کا علمی ماحول بہت سازگار رہا۔ عمر خیام نے خالص علمی زندگی بسر کی جس کے لئے تجرد لازمی شے ہے۔

تصنیفات

عمر خیام کی دس تصانیف کا علم ہو سکا ہے۔ جن میں تین کتابیں علم طبیعات سے متعلق ہیں۔ چار ریاضی کی ہیں۔ اور دو فلسفہ پر اور ایک کتاب اشعار کی ہے۔ جس میں اس کی رباعیات ہیں۔ جو اس کی شہرت اور تعارف کا باعث ہوئیں۔

ان تمام اہم علمی و ذہنی تصانیف میں سے تین کتابیں اہل علم تک پہنچ سکیں ہیں ایک تو اس کا مسودہ ہے۔ جو اقلیدس کے مشکل مقامات کی تشریح ہے۔ دوسری الجبرا پر ہے تیسری وہ رباعیات ہیں جس پر اس کی شہرت کا محل تعمیر ہوا۔

کلینڈر کی درستی

عمر خیام کا سب سے بڑا علمی کارنامہ یونانی کلینڈر کی درستی ہے کیونکہ ملک شاہ سلجوقی کو یونانی تقویم سے اطمینان نہ تھا اور کاروبار سلطنت میں پیچیدگیاں پیدا ہوتی تھیں۔ اس لئے ملک کے بڑے بڑے ہیئت داں جمع ہوئے۔ اور انہوں نے کلینڈر کو درست کرنا چاہا لیکن سب کو ناکامی ہوئی۔ کامیابی جس کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔ وہ عمر خیام تھا۔ جس کا ثانی نہ اس وقت عالم میں تھا اور نہ آج دنیا کے اس قدر ترقی کر جانے اور جدید علوم کی تحقیقات کے بعد ممکن ہے۔

رسد گاہیں

عمر خیام کی زندگی کا بڑا حصہ رسدگاہ میں گذرا جس میں اس نے فلسفہ اور علم ہیئت کی تحقیقات کی۔ لیکن افسوس ہے کہ آج ہم اہل اسلام کے مایہ ناز فلسفی اور ہیئت داں کو اگر جانتے ہیں تو اس کی رباعیات کی وجہ سے۔ اور نہ بھی ہم نے اس کی قدر جب کی کہ رباعیات خیام کے شرح اور رنگین ایڈیشن یورپ اور امریکہ نے شائع کئے۔ تب ہمیں معلوم ہوا کہ ہمارے علمی خزانہ میں کیسے کیسے گوہر نایاب پوشیدہ ہیں۔ ورنہ اس سے پہلے خیام جام و صراحی کے متوالے خیام سے زیادہ اہمیت نہ تھی۔ اور آج بھی ہم خیام کی علمی، فلسفی، ہیئت دانی، مذہب پرستی سے زیادہ اس کی شاعری کے قدر دان ہیں۔ کیونکہ اس میں شراب اور عورت کا تذکرہ ہے۔ جو ہمیں مرغوب ہے۔

یورپ میں حکیم عمر خیام کی مقبولیت کا راز یہ ہے کہ اس نے ایران کے اور دوسرے شاعروں سے ہٹ کر اپنی شاعری میں عورت سے خطاب کیا ہے۔ جس میں یورپ کے لئے اپیل ہے اگر اس دور کے دوسرے شعرا کی طرح خیام بھی مرد کو خطاب کرتا تو یورپ اس کو قبول نہ کرتا۔ اور مشرق کا ایک بڑے فلاسفر ماہر علوم سے دنیا واقف نہ ہوتی۔

عمر خیام کا مذہبی درجہ

میرا یہ منصب نہیں ہے کہ میں عمر خیام کے مذہبی معتقدات پر بحث کروں لیکن اس کی رباعیات ہی اس کے دین و مذہب کی شرح ہے۔ خیام کی شراب درحقیقت اس سے زیادہ نہ تھی جتنی حافظ، رومی، عطار، سعدی کی تھی۔ شراب سے مراد اس کی شراب معرفت تھی۔ کیونکہ مشرقی شاعری کی تعبیر ہی میں شراب و صراحی

جام و مینا، ساغر و صبوحی کی مصطلحات، شعرائے مشرق کی شاعری کی جان ہے۔ محض شاعری کے مصطلحات پر الحاد و زندقہ کا فتویٰ دے دینا بے خبری ہے۔ تصوف کے خشک مضامین رندانہ کی زبانی کیفیت سے بھی زیادہ میٹھے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ مصطلحات شراب ہی کی برکت ہے کہ خشک نوالے حلق سے نیچے اُتر جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حکیم عمر خیام صوفی مشرب موحد ہے رسالت کی تصدیق کرتا ہے جس کا شاہد اس کا کلام ہے وہ اپنے گناہوں کا اقراری ہے۔ احکام قضا و قدر کا قائل ہے۔ مالک الملک کو خالق الکل مانتا ہے حشر و نشر کا قائل ہے یہی مذہب کے اصول ہیں جن پر کفر و ایمان کا انحصار ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ اس کے اسلام پر شبہ کیا جائے۔ جبکہ کفر کی کوئی دلیل اس کے خلاف نہیں ہے۔

حضرت ابوالحسن غزالی فن قرات کے امام تھے وزیر عبدالرزاق کے ہاں قرات پر بحث تھی کہ حکیم بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان کو دیکھتے ہی وزیر نے کہا۔

" واقف کار آگیا۔ اب فیصلہ اس کے ہاتھ سے ہوگا "

اس کے بعد حکیم عمر خیام نے ایک انتہائی عالمانہ تقریر قرات سبعہ اور شواذ پر کی جس کو سنکر حضرت امام غزالی رح نے بیساختہ فرمایا

" علما تو کس گنتی میں ہیں ہم تو ایسی علمی معلومات اور قرین آگہی نہیں۔ "

اس طرح قرآن حکیم کی تفسیر پر مرو کے ایک حمام میں " سموات " کے معنی اور تکرار پر قاضی عبدالرشید سے بحث ہوئی۔ جس میں حکیم خیام نے بیساختہ اتنی مدلل برجستہ تقریر کی جیرت ہوتی ہے کہ حکیم کی وسعت نگاہ اور دلائل و مشاہدہ مفسر کی حیثیت سے کتنی وسیع

چنا۔ کیا ایسا شخص شراب کا متوالا ہو سکتا ہے؟

مے خوردن من نہ از برائے طرب ست
نے بہر فساد و ترکِ دین و ادب ست
خواہم کہ بیخودی بر آرم نفسے
مے خوردن و مست بودنم زیں سبب ست

یعنی میں جو شراب پیتا ہوں تو کچھ اس لئے نہیں کہ (لہو) پیتا ہوں کہ اس سے سرور اور حظ حاصل کروں، نہ اس لئے پیتا ہوں کہ مذہب کو چھوڑ دوں یا فتنہ و فساد کا پھیلاؤں اور مذہب اور احکام مذہب کا ادب و احترام میرے دل سے نکل جائے۔ میرا مقصد تو شراب پینے سے صرف اسقدر ہے کہ اس عالم کون و فساد میں جہاں ہزاروں رنج اور لاکھوں مصیبتیں ہر چہار طرف سے انسان کو گھیرے ہوئے ہیں۔ دو چار سانس اطمینان اور بے فکری کے ساتھ لے سکوں اور میری مستی اور شراب نوشی کا ماحصل ذرا سی فارغ البالی اور تھوڑی سی دیر کے لئے مسرت و الم دونوں سے بے پروائی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

ساقی قدحے کہ ہست عالم ظلمات
جز روئے تو نیست در جہاں آب حیات
از جان و جہاں بس است ہر چہ در عالم ہست
مقصود تو ئی و بر ہمہ صلواۃ

ساقی ازل کو مخاطب کرکے خیام کہتا ہے کہ تمام عالم میں تاریکی چھائی ہوئی ہے " تیرے چہرے کے سوا دنیا میں آب حیات اور کوئی چیز نہیں ہے " اسی حالت میں تو ایک پیالہ بھر کر مجھے دیدے جان ہو یا جہان ہو اور اس دنیا کی کوئی چیز ہو ہمارا مقصود اصلی

تو بس تو ہے اور تیرے حبیب محمد مصطفےٰ پر درود ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بار الہٰا دنیا کے اس ظلمت کدہ میں اگر آب حیات ہے تو بس تو ہے اور دنیا بھر کی کوئی چیز بھی کیوں نہ ہو ہمارا مقصد اصل تو بس تو ہی ہے۔ اس لئے اپنی معرفت کا ایک جام اپنے حبیب پاک کے صدقہ کہ ان پر درود و سلام پہنچے ہمیں بھی عنایت کر دے۔

ساقی مے معرفت نہ مکرمت است
در مشرب بے معرفتاں معصیت است
بے معرفت آدمی چہ کار آید ہیچ
مقصود ز آدمی ہمیں معرفت ست

کہتا ہے کہ یا اللہ میرے لئے تو تیری معرفت کی شراب ایک بزرگی ہے لیکن ان لوگوں کی نگاہوں میں کہ حق نا آشنا ہوں اور تجھے نہیں پہچانتے یہ شراب ایک گناہ ہے۔ بھلا جس آدمی میں معرفت نہ ہو اور جو خدا ہی کو نہ پہچانتا ہو وہ بھی کوئی انسان ہے اور اس کی زندگی بھی کسی کام آسکتی ہے۔ آدمی جس چیز کا نام ہے اور انسان کی جس خوبی کو آدمیت کہا جاتا ہے وہ تیری معرفت ہی تو ہے۔ اس رباعی میں بھی زاہدان ریاکار پر ایک پر لطف طنز موجود ہے۔ یعنی جو لوگ کہ شراب معرفت سے بے بہرہ ہیں۔ انہیں آدمی ہی کیوں کہا جائے اور جو بادۂ عرفاں کو گناہ سمجھتے ہیں وہ آدمی کب ہیں۔

تا زہرہ و مہ بر آسمانست پدید
بہتر زمے لعل کسے ہیچ ندید
من در عجبم کہ مے فروشاں کایشاں
بہ زانکہ فروشند چہ خواہند خرید

ارشاد ہوتا ہے کہ جب سے زہرہ اور چاند آسمان پر ظاہر ہوئے ہیں یعنی جب سے یہ دنیا بنی ہے آجتک کسی نے مے لالہ فام سے بہتر کوئی چیز نہیں دیکھی ہے اور اس کے باوجود جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ شراب فروش اسے اپنے پاس رکھنے کے بجائے بیچ ڈالتے ہیں تو مجھے سخت حیرت ہوتی ہے کہ ایک ایسی نادر نادر چیز کو بیچ کر آخر یہ بے وقوف اور کون سی چیز خریدیں گے۔

من مے خورم و ہر کہ چو من اہل بود
مے خوردن او نزد خدا سہل بود
مے خوردن من حق ز ازل میدانست
گر مے نخورم علم خدا جہل بود

اپنی پے در پے مے نوشی کے جواز میں خیام نے ایک نہایت ہی عجیب اور لطیف دلیل پیش کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں شراب پیتا ہوں اور میری طرح اور جتنے لوگ اہل دل یا اہل معرفت ہیں وہ بھی کھانے کے ساتھ شراب پیا کرتے ہیں۔ میری اس شراب نوشی کا اللہ تعالیٰ کو روز ازل سے علم تھا۔ اب اگر آج میں شراب چھوڑ دوں تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ کا علم غلط ہو جائے گا۔

مے خور کہ نہ علم دست گیرد نہ عمل
الا کرم و رحمت حق عز و جل
آں طائفہ کہ از خرمی مے نخورند
از جمعۂ انعام شمار اے احول

کہتا ہے کہ بس شراب پی۔ کیونکہ عقبیٰ میں سوائے خدا کی رحمت اور کرم کے ہمارا علم کچھ کام دے گا اور نہ ہمارا عمل ہی کسی کام آئے گا وہ لوگ کہ جو اپنی بے وقوفی اور حماقت کی وجہ سے دنیا اور عقبیٰ کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے ہیں اور شراب نہیں پیتے انہیں تو غلطی سے ایک بھینگے کی طرح ایک ایک کے دو دو دکھائی دے رہے ہیں، اور بڑا سمجھ رہا ہے وہ تو نرے ہیں اور نہ قابل تعظیم، ان سب کو تو جانوروں کے گروہ میں سے شمار کر جنہیں کسی بات کی تمیز ہی نہیں ہوتی

اے آنکہ توئی خلاصۂ کون و مکاں
بگذار دمے وسوسۂ سود و زیاں
یک جام مے از ساقی باقی بستاں
تا باز رہی تو از غم ہر دو جہاں

اس رباعی میں خیام نے بالکل صاف صاف بتا دیا ہے کہ شراب

[illegible] عمر خیام کی مراد فی الحقیقت کیا ہوتی ہے۔ وہ بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ اے وہ بزرگ ہستی کہ جو تمام موجودات عالم کا خلاصہ ہے تو نفع اور نقصان کے خیال کو تھوڑی دیر کے لئے دل سے نکال دے۔ تیری طبیعت ان فرمایوں اور اندیشوں سے بہت بالاتر ہونی چاہیئے۔ دنیا کے جھگڑوں اور بکھیڑوں میں اُلجھنے کی بجائے تو اس ساقی سے کہ جسے کبھی فنا نہیں ہے شراب کا ایک جام لے کر پی لے یعنی معرفت الٰہی کی شراب سے مست ہو جا تاکہ دونوں جہان کے غم اور رنج سے تجھے نجات حاصل ہو جائے

بت خانہ و کعبہ خانۂ بندگی است
ناقوس زدن ترانۂ بندگی است
محراب و کلیسا و تسبیح و صلیب
حقا کہ ہمہ نشانۂ بندگی است

کہتا ہے کہ بت خانہ اور کعبہ دونوں بندگی اور عبادت کے گھر ہیں اور سنکھ اور اذان، دونوں بندگی اور عبادت کے ترانے ہیں۔ اللہ کی عبادت کرنے کے لئے کسی جگہ اور کسی مخصوص آواز کی ضرورت نہیں ہے۔ جب دل اس کے آگے جھک گیا۔ تو سر اور پاؤں کہیں بھی ہوں اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اسی طرح مسجد کی محراب اور گرجا۔ اور تسبیح اور صلیب یہ تمام چیزیں صرف بندگی اور عبادت کی نشانیاں ہیں اور اگر خدا کی بندگی مقصود ہے تو پھر ہاتھ میں تسبیح ہو یا صلیب سب برابر ہے

در کارگہ کوزہ گری کردم رائے
در پایۂ چرخ دیدم استادہ بپائے
می کرد سبو و کوزہ را دستہ و پائے
از کلہ پادشاہ و ز دست گدائے

اس دنیا کی بے ثباتی اور عیش دنیا کی ناپائیداری کو خیام نے صدہا مختلف طریقوں پر بیان کیا ہے۔ جس چیز پر بھی اس کی نگاہ پڑتی تھی۔ اس سے وہی سبق حاصل کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ صراحیاں بنانے والے کے کارخانہ پر میں نے نگاہ کی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ اپنے چرخ کے قریب کھڑا ہوا ہے اور صراحیوں کے دستے اور گھڑوں کی گردنیں بنا رہا ہے۔ لیکن جس مٹی سے وہ چیزیں بنا رہا تھا وہ یا تو کسی بادشاہ کے جبڑوں کی خاک تھی یا کسی فقیر کے ہاتھوں کی

اے از حرم ذات تو عقل آگہ نے
ز معصیت و طاعت ما مستغنی
مستم ز گناہ و ز رجا ہشیارم
امید ز رحمت تو دارم یعنی

خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں سر نیاز جھکا کر خیام کہتا ہے کہ اے وہ ہستی کہ جس کی ذات کے حرم تک عقلوں کی رسائی نہیں ہے۔ اور اے وہ ذات کہ جو ہمارے گناہ اور ہماری بندگی سے بے پرواہ ہے میں گناہوں کے نشہ میں تو چور ہوں لیکن تیری رحمتوں کی امید کی طرف سے ہشیار ہوں۔ اس سیہ کاری اور گناہگاری کے باوجود مجھے تیرے لطف و کرم کی امید ہے اور اسی کے بھروسے پر یہ سب کچھ کر رہا ہوں۔

ابریق مے مرا شکستی ربی
بر من در عیش را ببستی ربی
بر خاک نگندی مے گلگوں مرا
خاکم بدہن مگر تو مستی ربی

رحمت باری تعالیٰ پر ناز کرنے والا خیام کبھی کبھی اس قدر گستاخ ہو جاتا ہے کہ عبد و معبود کے نازک رشتہ کو بالکل بھول جاتا ہے اور ایک عالم سرمستی میں طفلانہ شوخی اور ناز کے ساتھ کہتا ہے کہ اے اللہ تو نے میری شراب کی بوتل توڑ دی اور مجھ پر عیش و مسرت

کا دروازہ بند کردیا: "اب میں کیا پیوں، تو نے میری لاانعام شراب ساری خاک پر گرا دی، میرے منہ میں خاک، شاید تو مستی کے عالم میں ہے"

گر گشتہ نہاں روئے بکس ننمائی
گر در صور کون و مکان پیدائی
ویں جلوہ گری بخویشتن بنمائی
خود عین عیانی و خود ہی بینائی

خیام نے تصوف کے اسرار بھی اپنی بعض رباعیوں میں بیان کئے ہیں چنانچہ کہتا ہے کہ اے ذات واجب الوجود کبھی تو تو پوشیدہ ہو کر سب سے منہ چھپا لیتا ہے اور کبھی یہ حالت ہے کہ دنیا کے ہر نقش و نگار اور ہر صورت سے تیری تجلی ظاہر ہوتی ہے اور پھر تماشا یہ ہے کہ اپنی جلوہ گری خود اپنے آپ ہی آپ کو دکھایا کرتا ہے خود ہی تو عین و عیاں یعنی بالکل ظاہر ہے اور خود ہی اپنے اس جلوہ کو دیکھتا ہے گویا خود ہی تماشا ہے اور خود ہی تماشاگر۔

برگیر پیالہ و سبوئے دلجوئے
بخرام بسوئے سبزہ زار و لب جوئے
کایں چرخ کہ صورت بتاں مہ روئے
صد بار پیالہ کرد و صد بار سبوئے

کہتا ہے کہ اے میرے محبوب مطلوب تو صراحی اور گلاس اٹھا لے اور نہر کے کنارے سبزہ زار میں چل تاکہ وہاں بیٹھکر خوب شراب پئیں اندر اندیشہ دیں اس آسمان کا تو ہمیشہ یہی کام اور رات دن کا یہی مشغلہ ہے کہ چاند سی صورت والے حسینوں کو خاک میں ملاتا رہتا ہے۔ اور ان کی خاک سے سینکڑوں مرتبہ پیالے بنا دیئے۔ اور سینکڑوں مرتبہ صراحیاں۔

غرضکہ کہاں تک رباعیاں نقل کروں۔ ایک دفتر اس کے لئے درکار ہے۔

ذہانت

اصفہان کے سرکاری کتب خانہ میں ایک کتاب حکیم کی نگاہ سے گذری حکیم اس کے بلند پایہ مضامین سے مستفید ہونا چاہتے تھے۔ اس لئے اس اپنے گھر لیجا کر مطالعہ کے خواہشمند تھے۔ لیکن مہتمم کتب خانہ نے کتاب کی نایابی کی وجہ سے اس کی اجازت نہ دی۔ حکیم نے سہ مرتبہ کتب خانہ میں بیٹھکر کتاب کا مطالعہ کیا۔ اور اس کے بعد گھر آکر اول سے آخر تک کتاب زبانی نقل کرادی۔

حکیم عمر خیام علاوہ عربی، فارسی، ترکی کے یونانی زبان پر

کامل عبور رکھتا تھا جس سے تازہ علمی و فنی معلومات اس کو حاصل ہوتی تھی غرضکہ ہیئت و فلسفہ، مذہب و تاریخ جملہ علوم متداولہ میں حکیم کی معلومات کامل اور مکمل تھی۔

وفات

۱۱۲۳ء میں نیشاپور میں ایک دن حکیم عمر خیام شیخ الرئیس بو علی سینا کی کتاب "الشفاء" پڑھ رہا تھا۔ جب مسئلہ "وحدت و کثرت" سامنے آیا تو کتاب بند کردی اور طلائی خلال جس کو وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتا تھا۔ کتاب کے اس مقام پر رکھدی۔ وضو کیا۔ نماز پڑھی۔ وصیت لکھی۔ شام تک کچھ نہ کھایا۔ عشاء کی نماز پڑھ کر سجدہ میں گیا۔ اور انتہائی ذوق و شوق سے خدا کو پکارا۔

خدایا۔ میرے جس قدر امکان میں تھا اس کے مطابق میں نے تجھکو پہچان لیا۔ اس وسیلہ سے مجھے بخشدے"

یہ کہتے ہی روح نے پرواز کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

حکیم کی وفات سے علمی دنیا میں کہرام مچ گیا۔ عوام و خواص نے ماتم کیا۔ شعراء نے مرثئے لکھے۔ اس کی موت کو علم و تحقیق، ہیئت و فلسفہ کی موت قرار دیا گیا۔

گورستان نیشاپور میں دفن کیا گیا۔ صدہا علماء و مشائخ اعیان اکابر جنازہ کے ساتھ تھے

حکیم عمر خیام کی نجات

حکیم عمر خیام کی وفات کے بعد اس کی والدہ نے خواب میں دیکھکر دریافت کیا۔

"خدا نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔"

خیام نے جواب دیا۔

"مجھے خدا نے اس رباعی کے صلہ میں بخش دیا"

اے سوختہ، سوختہ، سوختنی　　اے آتش دوزخ ترا افروختنی
تا کے گوئی کہ بر عمر رحمت کن　　حق را تو کجا بہ رحمت آموختنی

فقرائے اسلام

حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رضؓ

(از سید عزیز حسن بقائی)

نام و نسب

آپ کا نام عبدالقادر، لقب محی الدین اور کنیت ابوالبرکات تھی۔ آپ کے والد حضرت ابو صالح جیلان کے بے مثل ادیب اور مایہ ناز خطیب تھے۔ ان واسطوں سے ان کا شجرۂ نسب سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام سے ملتا ہے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت ام الخیر فاطمہؓ سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضؓ کی اولاد میں تھیں۔ اس تحقیق کے مطابق آپ حسنی و حسینی سید تھے۔

ولادت

آپ گیارہ ربیع الثانی ۴۷۱ ہجری کو جیلان میں پیدا ہوئے۔ شروع سے آپ کے چہرہ سے عظمت کے آثار نمایاں تھے اور غیر معمولی خصوصیات آپ کے اندر موجود تھیں۔ جب آپ پیدا ہوئے تو مکان کے اندر حیرت انگیز روشنی نمودار ہوئی اور تمام مکان طرح طرح کی خوشبوؤں سے معطر ہو گیا۔

ابتدائی حالات

معتمد سوانح نگاروں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ سیدنا عبدالقادرؓ مادر زاد ولی تھے۔ جب آپ کی عمر پانچ مہینے کی تھی اور رمضان کا مہینہ آیا تو مطلع کسیقدر غبار آلود تھا۔ اس بنا پر چاند کے متعلق اختلاف ہوا۔ رمضان کا چاند، ایک اہم فرض کا معاملہ تحقیق ہونی ہی چاہیئے۔ شہر کے مسلمان باعظمت بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن چاند کے متعلق کوئی معتبر شہادت نہیں ملی حضرت ابو صالح رضؓ شہر کے محترم روحانی پیشوا تھے۔ طالبان حق ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے اپنے اہل خانہ یعنی حضرت غوث اعظم رضؓ کی والدہ محترمہ سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔

"آج میرے بچے نے دودھ نہیں پیا ہے۔ اس لئے میں یقین سے کہتی ہوں کہ آج رمضان کا پہلا دن ہے"

اس واقعہ کا تذکرہ حضرت ابو صالح رضؓ نے حاضرین سے کیا۔ ان کا قول چونکہ معتبر سمجھا جاتا تھا اس لئے سب نے اس بات پر یقین کیا۔ پہلا دن روزہ رکھا گیا۔ دوسرے دن مختلف شہروں سے اطلاعات موصول ہوئیں اور تحقیق ہو گیا کہ واقعی چاند کا شب کو ہو چکا ہے۔ اس ماہ مبارک میں حضرت غوث نے کبھی دن کے وقت دودھ نہیں پیا۔

تعلیم و تربیت

جب حضرت غوث اعظمؓ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کی والدہ محترمہ نے آپ کو قرآن شریف پڑھایا۔ پھر چند مسائل کی کتابیں پڑھائیں اس کے بعد آپ کو ایک مقامی درسگاہ میں داخل کر دیا۔

حضرت غوث اعظم رضؓ اپنے عہد طالب علمی کا ایک واقعہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جب میں مدرسے کے لڑکوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو ایک آواز آتی کہ

"عبدالقادر ہم نے تم کو کھیلنے کے واسطے نہیں بھیجا۔
تم ہماری طرف آؤ۔"

میں اس آواز کو توجہ کے ساتھ سنتا اور جب کوئی آواز دینے والا نظر نہ آتا تو فوراً گھر میں جا کر چھپ جاتا جب والدہ سے میں نے اس بات کا تذکرہ کیا تو انھوں نے مجھے سینے سے لگایا۔ اور کہا خدا تعالیٰ عمر میں ترقی دے

بغداد کا سفر

۴۸۸ہجری میں جب حضرت غوث اعظمؓ کی عمر اٹھارہ سال کی تھی آپ نے تکمیل علم کے لئے بغداد شریف جانے کا ارادہ کیا۔ والدہ صاحبہ نے آپ کو اجازت دی اور خود کاروان تک پہنچانے کے لئے آئیں۔ روانہ ہوتے ہوئے فرمایا۔

"عبدالقادر صرف ایک نصیحت کرتی ہوں وہ یہ کہ
کبھی جھوٹ نہ بولنا۔"

حضرت غوث پاکؓ نے والدہ محترمہ کے حکم پر سر اطاعت خم کیا اور قافلے کے ساتھ روانہ ہو گئے چند منازل طے ہونے کے بعد ڈاکوؤں نے حملہ کیا قزاقوں کا سردار احمد البدوی ایک شجاع نوجوان تھا اس کے حکم سے اہل قافلہ کی تلاشی لی گئی۔ ایک شخص نے حضور غوث رضہ سے پوچھا، لڑکے تیرے پاس بھی کچھ ہے؟ آپ نے فرمایا۔

"میرے پاس چالیس درہم ہیں جو میرے لبادے کے اندر سلے ہوئے ہیں۔"

وہ ڈاکو اس جواب کو سنکر حیران ہوا۔ اور حضور غوث پاک رضہ کو اپنے سردار کے پاس لے گیا۔ احمد البدوی نے کہا

"لڑکے تمہارے پاس کیا ہے؟"

آپ نے جواب دیا۔

"میرے پاس چالیس درہم ہیں جو میرے لبادے کے اندر سلے ہوئے ہیں۔"

آپ کا لبادہ اسی وقت ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ اور اس میں سے چالیس درہم برآمد ہوئے سردار نے کہا۔ میاں صاحبزادے تم نے اس سرمایہ کا راز کیوں ظاہر کر دیا آپ نے فرمایا۔

"میں نے اپنی والدہ کی نصیحت پر عمل کیا ہے۔ جیلان سے چلتے وقت میری والدہ محترمہ نے فرمایا تھا کہ جھوٹ ہرگز نہ بولنا۔"

احمد البدوی کے دل پر اس معصومانہ جواب کا بے انتہا اثر ہوا۔ اس نے کہا اللہ اکبر یہ نوجوان اپنی والدہ کے حکم کا اس قدر پابند ہے اور میں اپنے مالک کا پابند نہیں ہوں۔

اس کے بعد اس نے اور اس کے ساتھیوں نے صدق دل سے توبہ کی اور پرہیزگار بن گئے۔

یہ حضور غوث اعظم رضہ کی ہدایت کا پہلا مظاہرہ تھا جس کی عام طور پر شہرت ہو گئی۔ قصہ مختصر یہ کہ حضرت غوث اعظم رضہ اپنے قافلہ کے ساتھ بغداد شریف پہنچے اور مدرسہ نظامیہ میں داخل ہو گئے جو اسلامی دنیا میں سب سے بڑا مدرسہ تھا۔ چند سال میں آپ نے سند تکمیل حاصل کی اور آپ اسلامی دنیا کے سب سے بڑے محدث تسلیم کئے گئے

ذوق معرفت

جب آپ ظاہری علوم و کمالات میں بے نظیر قابلیت حاصل کر چکے تو آپ کی حقیقت شناس طبیعت معرفت الہٰی کی طرف مائل ہو گئی۔ اور سب سے پہلے آپ نے خرقۂ طریقت اپنے استاد حضرت امام العارفین ابو سعید مخزومیؒ سے حاصل کیا۔ اور منازل حقیقت کی طرف گامزن ہو گئے۔

ریاضت و مجاہدہ

بیعت ہونے کے بعد حضور غوث اعظم رضہ نے ریاضت و مجاہدہ شروع کیا۔ آپ دن رات میں ڈہائی سو رکعتیں نماز کی پڑھتے تھے اور تین ہزار مرتبہ درود شریف پڑھتے تھے۔ عہد ریاضت میں اکثر آپ پر وجد کی کیفیت طاری رہتی اور اس حال میں آپ اتنا روتے تھے کہ آپ کی آنکھیں سوجھ جاتی تھیں۔

اخلاق و عادات

سیدنا غوث اعظم رضہ شروع سے نہایت خلیق اور شیریں زبان، رحم دل اور نرم طبیعت تھے ہر ادنیٰ و اعلیٰ سے نہایت اخلاص کے ساتھ بات چیت کرتے تھے اور کسی کو حقیر نگاہوں سے نہیں دیکھتے تھے حضور کے اخلاص و انکسار سے ہر شخص متاثر ہوتا اور آپ کا مداح بن جاتا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو غریب نوازی مسکین پروری اور ہمدردی کا جذبہ بھی فیاضی سے عطا فرمایا تھا۔ آپ کے در سے کبھی سائل محروم نہیں جاتا اور آپ اکثر بیواؤں یتیموں کی خدمت اور بیماروں کی عیادت کو تشریف لے جایا کرتے تھے۔

انداز استغنا

حضور غوث اعظمؓ میں شان استغنا بدرجۂ کمال موجود تھی، آپ امیروں سے زیادہ تعلقات پیدا نہیں کرتے تھے اور ان کے نذرانوں کو قبول نہیں فرماتے تھے۔ بارہا ایسے مواقع پیش آئے کہ امرا اور وزراء نے اپنی جائیدادوں میں سے ایک حصہ آپ کے لئے وقف کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔ آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ آپ اکثر سردیوں کے موسم میں گرم کپڑوں کی تجارت کیا کرتے تھے اور اس کاروبار میں آپ کو غیر معمولی نفع حاصل ہوتا تھا۔ حضور کے اس انداز زندگی میں آج کل کے صوفیوں کے لئے درس عبرت ہے جو اپنی معاش حاصل کرنے کے لئے امراء کے دروازوں پر جاتے ہیں اور جھولی پھیلا کے نذرانوں کا انتظار کرتے ہیں۔

حضرت شیخ ابو الفتح سہروردیؒ بیان فرماتے ہیں کہ میں تقریباً

چالیس سال تک حضور غوث اعظم کی خدمت میں حاضر رہا۔ اس مدت میں میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ آپ عشاء کے وضو سے صبح کی نماز پڑھا کرتے تھے عشاء کے بعد آپ خلوت خانہ میں تشریف لے جاتے اور صبح کے وقت باہر تشریف لاتے۔ رات کے وقت اگر کوئی آپ سے ملنے آتا تو آپ دوسرے وقت آنے کی ہدایت فرماتے یہاں تک کہ چند بار خلیفۂ بغداد نے بھی آپ سے بوقت شب آرزوئے ملاقات ظاہر کی۔ لیکن آپ نے انکار کر دیا۔

خوارق وعادات

خوارق عادات اور کرامات جو بزرگان دین سے ظہور پذیر ہوتے ہیں اس کی غایت سمجھنے میں بعض لوگ متامل ہوتے ہیں۔ ان کو سیدنا غوث اعظم کے اس ارشاد کو بغور پڑھنا چاہیے کس قدر دلنشین پیرایہ میں اس کے وقوع اور امکان کو واضح فرمایا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

قال الله تعالى في بعض كتبه	اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں
يا ابن آدم انا الله	فرمایا ہے کہ اے فرزند آدم میں اللہ
لا اله الا انا اقول	ہوں میرے سوا کوئی اللہ نہیں میں
للشيء كن فيكون اطعني	جس چیز کو کہتا ہوں ہو جا بس وہ
اجعلك تقول للشيء	ہو جاتی ہے میری فرمانبرداری کر
كن فيكون وقد فعل	میں تجھے بھی ایسا ہی بنا دوں گا
ذالك بكثير من انبيائه	تو جس چیز کو کہیگا ہو جا بس ہو جائیگی
واوليائه وخواصه	اور بیشک اللہ نے اپنے کثیر انبیاء اولیاء
من بني آدم	اور خواص بنی آدم کو ایسا ہی بنایا ہے

اطاعت الٰہی

پھر اطاعت الٰہی کے متعلق ارشاد ہوتا ہے۔

بل انه تنطق بين يديه الاشياء	تو ان کے سامنے گویا [illegible]
بين يدي الفارس يتقلب	سوار اپنے چوگان سے پلٹتا ہے
بعض لجانبه وكالميت بين	اور غسال کے سامنے مردہ کے
يدي الغسال والطفل الرضيع	طور پر اور ماں اور دایہ کی گود میں
في حجر امه وظئره	جس طرح بچہ پڑا رہتا ہے ماں اور دایہ

جب انسان اپنے ظاہر اور باطن کی جامعیت کے ساتھ ذات الٰہی میں منسلک کر دیتا ہے تو اس سے اس کے افعال کی نسبت اٹھ جاتی ہے اس وقت اس کا ہر فعل فعل الٰہی ہوتا ہے
یہی وہ مقام ہے جس کے لئے حدیث قدسی میں وارد ہے۔

لا يزال عبدي المؤمن	میرا بندہ مومن ہمیشہ عبادت نافلہ سے
يتقرب الي بالنوافل حتى	میرا تقرب چاہتا ہے۔ یہاں تک کہ
احبه فاذا احببته	میں اسے دوست کر لیتا ہوں۔ تو
كنت سمعه الذي يسمع	اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے
به وبصره الذي يبصر	وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا
به ويده التي يبطش	ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے
به ورجله التي يمشي	اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے
بها وفي لفظ آخر فبي	وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں
يسمع وبي يبصر وبي يبطش	جس سے وہ چلتا ہے۔ اور اس کا
وبي يعقل	مفہوم دوسرے لفظوں میں یہ ہے

کہ مجھ ہی سے سنتا ہے مجھ ہی سے دیکھتا ہے مجھ ہی سے پکڑتا ہے مجھ ہی سے سمجھتا ہے۔

اسی مقام پر فائز ہو کر سیدنا غوث اعظم نے فرمایا ہے

ولو القيت سري في بحار ۔۔۔ لصار الكل غورا في الزوال

اگر میں اپنا بھید دریاؤں پر ڈالوں تو وہ اس کی [illegible] سب کے سب اندر ہی کے اندر نابود ہو جائیں۔

ولو القيت سري في جبال ۔۔۔ لدكت واختفت بين الرمال

اگر میں اپنا راز اور دلی بھید پہاڑوں پر ڈالوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر نابود ہو جائیں اور ریت میں مل جائیں۔

ولو القيت سري فوق ميت ۔۔۔ لقام بقدرة المولى تعالى

اور اگر میں اپنا بھید مردہ پر ڈالوں تو وہ خدا کی قدرت کاملہ سے زندہ ہو جائے
یہ حالت بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتی۔ فنا کیا ہے؟ ارشاد ہوتا ہے

فنا

اذا فنی العبد عن الخلق	جب بندہ فنا ہو جاتا ہے مخلوق سے
والھوی والنفس و	خواہش نفس سے، ارادے اور
الارادۃ والاماني دنیا	دنیا و آخرت کی آرزوؤں سے
واخری لم یرد الا اللہ	تو سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی
عز وجل وخرج الکل	کو نہیں چاہتا۔ اور تمام چیزیں
من قلبہ وصل الی الحق	اس کے دل سے نکل جاتی ہیں۔
	تو وہ خدا سے واصل ہو جاتا ہے

شرک محبت

ارشاد ہوتا ہے۔ خواہش اور ارادہ اور طلب لذات جب تک قلب میں جاگزیں ہیں اللہ تعالیٰ کی محبت میں شرک باقی ہے۔

تزکیۂ قلب

اذا تنظف القلب من	جب بندہ کا قلب تمام انبیاء الٰہی
الشرکاء والانداد من	اور شریکوں یعنی بی بی بچوں مال
الاھل والمال والولد	دولت، لذات، شہوات و حکومت
واللذات والشھوات	ریاست۔ کرامات حالات۔ منازل
وطلب الولایات والریا	مقامات اور جنت و درجات اور
سات والکرامات والحالات	نزدیکیوں کی خواہش سے پاک
والمنازل والمقامات	ہو گیا تو پھر اس قلب میں نہ ارادہ
والجنات والدرجات و	باقی رہتا ہے نہ کوئی آرزو باقی
القربات والزلفات فلا	رہتی ہے اور اب یہ قلب اس
تبقی فی القلب ارادۃ ولا	سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا۔
امنیۃ فصار کالاناء	جس میں کوئی بہنے والی شے
المنثلم الذی لا یثبت	نہیں ٹھہرتی۔
فیہ مائع الخ	

ارتفاع غیریت

خواہش اور ارادے جس وقت تک دل میں موجود ہیں غیریت باقی ہے جب انسان اپنی خواہش اور ارادے کو اللہ کی مشیت اور ارادہ میں فنا کر دیتا ہے تو غیریت نہیں رہتی۔ فرماتے ہیں۔

فیختار العبد ح اللہ	پس بندہ اللہ کو اس وقت اختیار
عز وجل ویرید بارادتہ	کرتا ہے اور اللہ کے ارادہ کے ساتھ
ویدبر بتدبیرہ و	ارادہ کرتا ہے اللہ کی تدبیر کے ساتھ
یشاء بمشیئتہ ویرضی	تدبیر کرتا ہے اور وہی چاہتا ہے
برضاءہ ویمتثل امرہ	جو اس کی مشیت چاہتی ہے
دون غیرہ فلا یری	اور اسی پر راضی ہوتا ہے جو اس کی
لغیرہ عز وجل وجوداً	رضا ہے اور اسی حکم کو بجا لاتا
ولا فعلاً لان الغیریۃ	ہے جو اس کے غیر کا نہیں ہے اور اللہ کے
قد زالت بزوال الھوی	غیر کو نہ وجوداً دیکھتا ہے نہ فعلاً اس لئے کہ غیریت
	خواہش نفس کے فنا ہوتے ہی زائل ہو گئی

اتباع نفس

ارشاد ہوتا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ ولا تتبع	اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نفس کی پیروی مت کر
الھوی فیضلک عن	یہ تجھے اللہ کے راستہ سے
سبیل اللہ	گمراہ کر دے گا۔

کتاب اور سنت کی پیروی

والسلامۃ مع الکتاب	سلامتی کتاب اور سنت کے ساتھ
والسنۃ والھلاک	وابستہ رہنے میں ہے اور ہلاکت کے
مع غیرھما وبھما یرتقی	ساتھ عمل کرنے سے بندہ ولایت
العبد الی حالۃ الولایۃ	ابدالیت اور غوثیت کے مقام
والبدلیۃ والغوثیۃ	پر پہنچتا ہے۔

کسب اور توکل

قال النبی صلعم الاکتساب	فرمایا حضور صلعم نے کسب میرا طریقہ
سنتی والتوکل حالتی	ظاہری ہے اور توکل میری حالت
او کما قال فانت بین	باطنی ہے جیسا کہ یہ عبارت

سنتہ وحالتہ ان ضعف ایمانک فالکسب الذی ھو سنتہ وان قوی ایمانک فحالتہ التی ھی التوکل۔

بلکہ آپ نے فرمایا کہ اے طالب تو آپ کی سنت اور حالت کے درمیان اگر تیرا ایمان ضعیف ہے تو تیرے لئے کسب ہے جو سنت ہے اور اگر تیرا ایمان قوی ہے تو توکل اختیار کر وہ آپ کی حالت ہے۔

ماسوا اللہ سے امید اور علائق قطع کرنے کی تاکید میں فرماتے ہیں۔

نفع اور نقصان اللہ کے قبضہ میں ہے

ولو جھد العباد ان ینفعوک بشیء لم یقضہ اللہ لک لم یقدروا علیہ ولو جھد العباد ان یضروک بشیء لم یقضہ اللہ علیک لم یقدروا۔

اگر سب بندے مل کر کوشش کریں کہ تجھے اس چیز سے نفع پہنچائیں جو تیرے مقدر میں نہیں ہے تو ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے اور اگر سب بندے مل کر کوشش کریں کہ تجھے اس چیز سے نقصان پہنچائیں جو تیرے مقدر میں نہیں ہے تو بھی وہ ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

مخلوق سے سوال کرنے کی ممانعت

ماسال الناس من سال الا لجھلہ باللہ وضعف ایمانہ ومعرفتہ ویقینہ وقلت صبرہ

مخلوق سے کسی نے سوال نہیں کیا مگر اللہ کو نہ جاننے اور اپنے ایمان اور معرفت اور یقین کے ضعیف ہونے کے سبب سے اور قلت صبر کی وجہ سے

دنیائے عبرت

فالغالب علی بنی آدم فی الدنیا البلایا والنغص والالام والمحن وما یجدون من النعیم واللذات مشوبۃ بالآفات اذا اعتبرھا کل عاقل ادرک ان لاحیات لہ الا فی الآخرۃ ان کان موقنا کما قال النبی صلعم لا عیش الا عیش الآخرۃ

بنی آدم پر بلائیں اور سختیاں، ناگواری اور محنتیں ہیں اور بنی آدم نعمتوں اور لذتوں سے جو کچھ پاتے ہیں وہ نعمتیں اور لذتیں آفتوں سے بھری ہوئی ہیں۔ جب کوئی دانشمند نظر عبرت سے دنیا کو دیکھے گا تو وہ اگر صاحب یقین ہے تو جان لیگا کہ حیات اخروی کی زندگی کے سوا نہیں ہے، جیسا کہ نبی صلعم نے فرمایا عیش آخرت کے سوا کوئی عیش نہیں۔

حقیقت فقر

حقیقۃ الفقر ان لا تفتقر

فقر کی حقیقت یہ ہے کہ تو اپنے

الی من ھو مثلک

جیسے شخص کا محتاج نہ ہو۔

حقیقت غنا

وحقیقۃ الغنی ان تستغنی عما ھو مثلک

اور غنا کی حقیقت یہ ہے کہ تو مخلوق سے بے نیاز ہو جائے۔

تصوف

التصوف ما اخذ من القیل والقال ولکن اخذ عن الجوع وقطع المالوفات والمستحسنات والتصوف مبنی علی ثمان خصال السخاء لابراھیم والرضا لاسحاق والصبر لایوب والمناجات لزکریا والغربۃ لیحیی ولبس الصوف لموسی والسیاحۃ لعیسی والفقر لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم

اور تصوف قیل و قال سے نہیں بلکہ بھوک سے اور اشیاء مالوفہ و پسندیدہ کو چھوڑنے سے حاصل ہوتا ہے تصوف کی بنیاد آٹھ خصلتوں پر رکھی گئی ہے (۱) حضرت ابراہیم کی طرح سخی ہونا (۲) حضرت اسحٰق کی طرح راضی رہنا (۳) حضرت ایوب کی طرح صبر (۴) حضرت زکریا کی طرح مناجات (۵) حضرت یحییٰ کی طرح غربت اختیار کرنا (۶) حضرت موسیٰ کی طرح صوف کا پہننا (۷) حضرت عیسیٰ کی طرح سیر کرنا۔ ہمارے آقائے نامدار محمد مصطفےٰ کی طرح فقر اختیار کرنا۔

ہر مومن کے لئے تین چیزیں ضروری ہیں

لا بد لکل مومن فی سائر احوالہ ثلثۃ اشیاء (۱) امر یمتثلہ (۲) نھی یجتنبہ (۳) قدر یرضی بہ

ہر مومن کے لئے جملہ احوال میں تین چیزیں ضروری ہیں یہ کہ (۱) حکم خدا بجالائے (۲) ممنوعات سے بچے (۳) تقدیر پر راضی رہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کے وعظ

خشیت الٰہی

اما بعد! یا عباد اللہ! اپنے مالک کی وفاداری کا اقرار کرو وہی معبود ہے جو تم کو طرح طرح کی نعمتیں عطا فرماتا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور کوئی اس کا شریک نہیں۔ جو اس کے آگے توبہ کا سر جھکاتے ہیں۔ وہ ان کی خطائیں معاف کر دیتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

اے ناامیدی کے صحرا میں ٹھوکریں کھانے والو! تم کیوں آزردہ اور غمگین ہو؟ اٹھو اپنے خالق کو راضی کر لو۔ اگر تم اس کے حکموں کے آگے جھک جاؤ تو تمہیں کسی چیز کے لئے بھی کسی دوسری تدبیر کے کرنے کی احتیاج باقی نہیں رہے گی۔ وہ دنیا میں تمہارے

عزت و اطمینان کا شرف پیدا کرے گا۔

اے نفس کی اطاعت کرنے والو! یہ دنیا کی زندگی جو تعلق الٰہی سے خالی ہے اس کے سوا اور کیا ہے کہ فانی خواہشوں کا ایک کھیل ہے جس کا انجام ہلاکت ہے۔ پس اس کی طرف سے توجہ ہٹاؤ اور ابدی راحتوں کو تلاش کرو۔ میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ ابدی راحتیں ان کے لئے ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور ہر حال میں اس کی رضامندی کو سامنے رکھتے۔ وہ اس کی محبت کے مقابلہ میں تمام رشتوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ماں باپ اور دوست احباب کی محبت کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ ان کو اپنی محبوبیت کا شرف عطا فرماتا ہے۔ وہ ان کے کان بنجاتا ہے۔ جن سے وہ سنتے ہیں اور ان کی آنکھ بنجاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں اور وہ ان کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں اور وہ اُن کے پاؤں بنجاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں۔

اے شراب غفلت کے متوالو! سنو کہ اس قدوس حق تعالیٰ کے سوا کوئی تمہارا کارساز نہیں ہے۔ اگر وہ تم کو بلندی پر پہنچانا چاہتا ہے تو کوئی ذلیل نہیں کر سکتا۔ اور اگر وہ ذلیل کرنا چاہتا ہے تو کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اور نفع و ضرر کا کوئی مالک ہے اگر وہ ناراض ہے تو زمین و آسمان کی کوئی ہستی بھی تم سے راضی نہیں ہو سکتی۔ اور اگر وہ مہربان ہے تو کوئی تم کو ضرر نہیں پہنچا سکتا۔ پھر تم کو کیا ہو گیا ہے جو تم اس قدوس حق تعالیٰ کو چھوڑ کر فانی ہستیوں کی پرستش کرتے ہو۔

ایھا الناس! اس معبود کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی نے ہر چیز پیدا کی ہے اور وہی نعمتوں کا سرچشمہ ہے۔ اسے نہ کبھی زوال ہوا اور نہ آیندہ ہوگا۔ پس اسی کی عبادت کرو اور اسی کا خوف رکھو۔

اے اللہ کے بندو! اپنے مالک کے سوا کسی سے نہ ڈرو۔ یاد رکھو سچا عارف وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے اور ہر حال میں سچی بات کہے، اور سب سے اچھی موت اس کی ہے۔ جو ظالموں کے سامنے اظہار حق کرے۔ اور اس کی پاداش میں قتل کیا جائے

یاد رکھو تیغوں کی چمک اور قید خانہ کی تاریکی اعلان حق میں کبھی حائل نہیں ہو سکتی، زبانوں کی بیباکی اور دلوں کی بے خوفی ہر حال میں قائم رہنی چاہیئے۔

یا عباد اللہ! اور اس بات کو سمجھو! جو مکان آباد ہے اس پر کوئی غاصبانہ قبضہ نہیں کر سکتا۔ اور جو مکان خالی ہے اس پر ہر شخص آ سکتا ہے۔ اسی طرح جس کے دل میں حق تعالیٰ کا خوف موجود نہیں۔ وہ ہر ایک سے مرعوب ہو سکتا ہے۔ اسی لئے داعیان طریقت نے فرمایا ہے۔ جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور جو خدا سے نہیں ڈرتا وہ ہر ایک سے ڈرتا ہے۔

ایھا الناس! ہر حال میں اپنے پروردگار کی رضامندی کو سامنے رکھو اور اپنی تمام خواہشوں کو ٹھکرا کر اپنے مالک کی رضامندی کے پابند ہو جاؤ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

اتباع رسول

اما بعد یا عباد اللہ! یہ اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم ہے کہ اس نے ہماری ہدایت کے واسطے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ حضور کی زندگی ہمارے لئے مشعل ہدایت ہے۔ حضور سرور عالم رحیم و کریم تھے ان کے رحم و کرم کی یہ کیفیت تھی کہ دشمنوں سے بھی انتقام نہیں لیتے تھے۔ سخت سے سخت باتیں کمال خندہ پیشانی سے سن لیتے تھے۔ اور کسی کو سخت جواب نہیں دیتے تھے۔ جنگ احد میں عتبہ بن ابی وقاص نے حضور پر پتھر برسائے جس سے آپ کے دندان مبارک شہید ہو گئے۔ خادموں نے کہا یا رسول اللہ اس کے حق میں بد دعا کیجئے۔ حضور نے فرمایا نہیں۔ میں بد دعا کرنے کے لئے دنیا میں نہیں آیا۔ حضور کی مسکین پروری اور غریب نوازی کا یہ عالم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ کے در سے محروم نہیں گیا۔ اگر کسی وقت کچھ پاس نہیں ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ میرے نام سے قرض لے لو۔ جس وقت ہوگا میں ادا کر دوں گا۔

ریاضت و عبادت کا یہ عالم تھا کہ رات رات بھر نوافل میں

گذار دیتے تھے یہاں تک کہ پائے مبارک ورم کر جاتے تھے خوف و خشیت کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر باوجود وعدۂ جنت کے رویا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔

محنت و مشقت کا یہ حال تھا کہ آپ ہر روز طلوع آفتاب سے چار گھنٹے پیشتر بیدار ہوتے اول ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے پھر نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ تہجد کی نماز ادا کرتے۔ اس کے بعد ذکر و فکر میں مشغول ہو جاتے جب سحر کے آثار نمودار ہوتے تو فریضۂ سحر ادا کرتے اس عبادت سے فارغ ہو کر غریبوں کی خدمت اور بیماروں کی عیادت کو تشریف لیجاتے غریبوں کی دلنوازی اور بیواؤں کا سودا خرید کر لانا حضور کے معلومات میں داخل تھا۔

ان کاموں سے فارغ ہو کر آپ اپنی معاش کے لئے جدوجہد کرتے اور چھ گھنٹے تک کاروبار میں مصروف رہتے۔ نیز اصلاح و ہدایت کا فرض انجام دیتے۔ غرض آپ کی زندگی کا ہر لمحہ انتہائی محنت و مشقت میں گذرتا تھا۔

اصلاح و ہدایت میں دنیا کی کوئی ہستی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتی آپ نے ان تمام گمراہیوں کو مٹایا۔ جن کو دنیا نے پرچھائے ہوئے مسلسل کئی صدیاں گذر چکی تھیں۔ آپ کی تعلیم سے بے حیائی کی ظلمتیں کافور ہو گئیں۔ ظلم و ستم کا بازار سرد ہو گیا۔ اور ہزاروں گمراہ راہ راست پر لگ گئے۔ آپ نے دنیا کی کایا پلٹ دی، جاہلوں کو عالم، ظالموں کو رحمدل اور عیش پرستوں کا پرہیزگار بنا دیا۔

ایہا الاخوان! رسول عربی ﷺ کی زندگی صرف ہمارے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے شمع ہدایت ہے انسانی زندگی کا ایک شعبہ بھی ایسا نہیں جس میں رسول اللہ کا اسوۂ حسنہ موجود نہ ہو۔ ہمارے حضور اگر ایک طرف محفل روحانیت کے پیشوا ہیں تو دوسری طرف محفل دنیا کے بھی رہبر اعظم ہیں آپ کے اندر وہ تمام صفات موجود تھیں جو انسانیت کبریٰ کے لئے لازم و مخصوص ہیں۔

وہ رحم و کرم کے بادشاہ تھے۔ لیکن قانون الٰہی کے جاری کرنے میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے وہ نرم طبیعت اور بردبار تھے۔ لیکن حق و صداقت کے اعلان میں تامل نہیں کرتے تھے وہ عظیم الشان فاتح تھے۔ لیکن مغلوب جماعتوں کے لئے سراپا رحم و کرم تھے۔ انھوں نے حق کے مخالفوں کو کبھی معاف نہیں کیا لیکن اپنے ذاتی دشمنوں سے کبھی بدلہ لینے کی خواہش نہیں کی۔ غرض ان میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو ایک رہبر کامل میں ہوتی ہیں۔ وہ نہایت خلیق اور ہمدرد تھے۔ ان کو غریبوں سے بے انتہا محبت تھی۔ وہ ظاہری شان و شوکت کو حقیر سمجھتے تھے۔ ہمارے حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ اپنے کپڑوں میں پیوند لگا لیتے، بکریوں کا دودھ دوہتے۔ جو کی روٹی کھاتے جھاڑو دیتے، آگ سلگا لیتے، اپنی جوتیاں گانٹھ لیتے اور مہمانوں کی خدمت کرتے تھے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ ہم کو اتباع رسول ﷺ کی توفیق عطا فرمائے۔

تعلیمات قادریہ

حضرت سعد بن ربیع الطائف رحمہ اللہ القدس میں تحریر فرماتے ہیں۔

۱۱ ربیع الاول ۵۵۱ ہجری کو سیدنا عبدالقادر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور میں نے منازل طریقت کے متعلق سوال کیا۔ حضرت شیخ کی زندگی علوم و معارف کا ایک بے پناہ سمندر تھی جس سے ہزار اہل دل لسان معرفت مستفید ہوئے حضور نے ارشاد فرمایا۔ منازل طریقت میں اولین منزل تزکیۂ قلب ہے۔ رسول اللہ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَۃً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ کُلُّہٗ وَھِیَ الْقَلْبُ۔

بے شک بدن کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے۔ جب وہ سنور جاتا ہے تو سارے اعضا سنور جاتے ہیں اور جب وہ بگڑ جاتا ہے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے۔ یاد رکھو وہ قلب ہے۔

ہمارے مشاہدات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس چیز کا دھیان دل میں سما جاتا ہے سارے اعضاء اس کی دھن میں لگ جاتے ہیں۔ آنکھ اس چیز کے دیکھنے کے لئے بے قرار ہوتی ہے کان اس کی بات سننے کے لئے مضطرب ہوتے ہیں۔ ہاتھ اس کے پکڑنے کے لئے اور پاؤں اس کی طرف چلنے کے لئے مضطرب ہوتے ہیں۔ ہاتھ اس کے پکڑنے کے لئے اور پاؤں اس کی طرف چلنے کے لئے آرزومند ہوتے ہیں۔ پس جو طالبان بارگاہ حق سبحانہ وتعالیٰ کی یاد میں بے قرار ہیں ان کا قلب ہمیشہ محبوب

کی رضامندی کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ یاد رکھو تزکیۂ قلب کا آسان طریقہ حلال روزی کا حاصل کرنا اور نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہنا ہے۔ جب کسی شخص کا قلب برائیوں سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ کٹ کر صرف اپنے مالک کا وفادار بنجاتا ہے۔ ہر حال میں اس کی رضامندی کو سامنے رکھتا ہے اور اس کی محبت کے مقابلے میں تمام دنیا کو ہیچ سمجھتا ہے دنیا کی کوئی طاقت اسے محبت الٰہی سے باز نہیں رکھ سکتی۔ اور وہ کسی حال میں بھی اقرار محبت کو فراموش نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے رو رو میں حق سبحانہٗ تعالیٰ کی محبت سما جاتی ہے۔ یاد رکھو جس شخص میں یہ صفات نہ ہوں وہ ہرگز عارف کامل نہیں ہے۔ (الطائف القدس صفحہ ۲۹۲)

تقرب الی اللہ

حضرت طاہر بن سعد سے روایت ہے کہ میں نے ۱۲۔شعبان ۵۴۵ ہجری کو حضرت غوث اعظم سے دریافت کیا کہ تقرب الی اللہ کا آسان طریقہ کیا ہے؟ حضور نے فرمایا:

تَجْرِيدُ الْقَلْبِ لِلّٰهِ تَعَالٰى وَاحْتِقَارُ مَا سِوَاهُ۔ فَرَاقِبِ اللّٰهَ فِي جَمِيعِ حَالَاتِكَ بِاَنْ تَبْدَاءَ بِفَضْلِ الْفَرَائِضِ وَتَرْكِ الْمُحَرَّمَاتِ ثُمَّ النَّوَافِلِ وَالْاَذْكَارِ	اللہ تعالیٰ کے لئے دل کو اغیار سے خالی کرنا اور اس کے ماسوا کو اس کے مقابلے میں حقیر جاننا۔ پس اپنی ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کا دھیان کر اس کا طریقہ یہ ہے کہ فرائض ادا کرے اور تقدیس و تمجید میں مشغول رہے۔

اس کے بعد فرمایا اے فرزند اگر تو حق سبحانہ و تعالیٰ کی محبوبیت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہے تو اپنی خواہشات کو مٹا کر حق تعالیٰ کی فرمانبرداری کے لئے وقف ہو جا۔ ہر کام میں اس کی رضامندی کو سامنے رکھ۔ اور کسی کام میں اس کی نافرمانی نہ کر۔ جو تجھ سے غریب ہو اسے حقیر نہ سمجھ۔ اپنے فائدے کے لئے دوسروں کے نقصان کا آرزومند نہ ہو۔ صدق و اخلاص کا تعلق صرف زبان ہی سے نہ ہو بلکہ عمل سے بھی ہو۔ جب تیرے اندر یہ محاسن پیدا ہو جائیں گے تو حق تعالیٰ تجھے اپنی محبوبیت کا شرف عطا فرمائے گا۔ ہر محفل میں تیری عزت ہوگی اور ہر شخص تیرا احترام کرے گا۔

پھر فرمایا یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے اس کے کسی کام میں استقلال نہیں۔ تمہاری زندگی تمہارا عیش و آرام تمہارا مال و زر یہ سب چیزیں فنا ہونے والی چیزیں ہیں۔ پھر کس قدر نا سمجھ اور نادان ہیں وہ بندگان نفس جو ابدی راحتوں کو ٹھکرا کر فانی مسرتوں کو خریدتے ہیں اور معرفت کا لباس اختیار کرکے دنیا کماتے ہیں۔ یاد رکھو جو داعی طریقت مال و زر کے لئے جیتا ہے عزت و شہرت کا آرزومند ہے۔ ظاہری تکلفات کا خیال رکھتا ہے اور امیروں کے دروازے پر جاتا ہے وہ یقیناً فریب کار ہے اس سے اپنی متاع ایمان کو اسی طرح بچاؤ جس طرح رہزنوں سے مال و زر کی حفاظت کرتے ہو۔ (مقامات اولیاء باب ۲۶ صفحہ ۱۱۳)

تسلیم و رضا

حضرت عبید ابن عاصم بیان فرماتے ہیں کہ میں ۱۲۔شوال ۵۵۰ھ کو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت تلاوت قرآن میں مشغول تھے۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے سوال کیا حضور میں تسلیم و رضا کے مسئلہ کو سمجھنا چاہتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔

وَاحْفَظْ فِي نَفْسِكَ ثَلٰثَةَ اُصُوْلٍ الْاَوَّلُ اَنْ لَا نَفْعَ وَلَا ضَرَّ اِلَّا مِنْهُ تَعَالٰى وَاِنَّ مَا قُدِّرَ لَكَ لَا بُدَّ نَفْعًا اَوْ شِدَّةً وَضَرًّا فِي الْاَزَلِ وَاصِلٌ اِلَيْكَ لَا مَحَالَةَ	اور تو اپنے دل و دماغ میں تین چیزوں کو ہمیشہ محفوظ رکھ۔ اول یہ کہ نفع و ضرر کا مالک حق سبحانہٗ تعالیٰ ہے اور اس نے ازل میں جو کچھ مقرر کیا ہے۔ خواہ وہ نفع ہو یا تنگی ہو یا سختی ہو یا نقصان ہو بہرحال وہ تجھے ضرور پہنچے گا۔

پھر فرمایا۔ وہ معبود تمام جہان کا بادشاہ ہے، پاک ذات ہے بڑی طاقت والا ہے، تمام جہان کا اسی نے پیدا کیا ہے اور وہی کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے۔ مشرق اور مغرب میں جو کچھ ہے وہ سب اسی کا ہے وہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے اور کسی کی مجال نہیں جو اس کے حکم کو ٹال سکے پس اے عزیز جب تجھے سوال کرنا ہو تو اللہ ہی سے سوال کر اور جب مدد طلب ہو تو اللہ ہی سے مدد مانگ۔ اگر تمام بندے چاہیں اور کوشش کریں کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے مقدر نہیں کیا اس سے تجھے نفع دیں تو اس پر قادر نہ ہوں گے۔ اور اگر تمام بندے کوشش کریں کہ تجھے ضرر پہنچائیں اور وہ مقدر نہیں ہے تو ضرر نہیں پہنچا سکتے۔

اور اے فرزند! تیرے مالک کا تجھ پر اختیار ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے تیری حالت بناتا ہے۔ اور تیرے لئے یہ مناسب نہیں کہ تیرے آقا کی جو مرضی ہو وہ تجھے ناپسند ہو۔ حالانکہ وہ تجھ پر تیرے ماں باپ سے زیادہ مہربان ہے۔

اے فرزند اس بات کو یاد رکھ! جس طرح ایک مہربان طبیب مریض کے واسطے دوا تجویز کرتا ہے اور وہ دوا الگ میں تلخ ہوتی ہے۔ لیکن نتائج کثیر ہوتے ہیں۔ اسی طرح قضا و قدر کے بعض احکام جو بظاہر تجھے ناپسند ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ان میں تیرے لئے فائدہ ہے پس احکام الٰہی کی مخالفت نہ کر تیرا فرض ہے کہ اپنی تمام قوتوں کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں جھک جا۔ پھر وہ قدوس حق تعالیٰ تیرے لئے امن و عافیت اور عزت کا شرف پیدا کر دیگا۔

(تربیت السالکین ص۱۲)

الکلمات القدسیہ

حضرت جنید بن عاصمؒ سے روایت ہے کہ ۲۱۔ شوال سنہ ۵۔۔ھ کو بیت الامین میں ایک مجلس منعقد ہوئی اس میں سیدنا غوث اعظمؒ نے ارشاد فرمایا۔

اسمع ھذا طریق الوصول الی اللہ تعالیٰ۔ سنو کہ یہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا طریقہ ہے۔ سب سے پہلے اپنے دل کو بُرے خیالات سے پاک کرو۔ پھر خدائے قدوس کی وفاداری کا عہد کرو پھر اپنے اعمال میں صدق و اخلاص پیدا کرو۔ پھر کہو۔ لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ اور تنہائی میں اس کا ورد کرو لیکن اس حال میں کہ جب لا الہ کہو تو سوائے حق کے سب کچھ بھول جاؤ اور جب الا اللہ کہو تو حق تعالیٰ کی قدوسیت اور ربوبیت، رزاقیت اور حکمت کا اقرار کرو اور اس کی محبت کے لئے وقف ہو جاؤ۔ اور جب محمد رسول اللہ کہو تو حضور کی اطاعت کا عہد کرو۔ یہ احسن الاذکار ہے اور ذکر محمود یہ ہے کہ جب کلمہ طیبہ کا ورد کرو تو سوائے حق کے خیال سے بے نیاز ہو جاؤ اور جب الا اللہ کہو تو کم ترین مرتبہ یہ الفاظ کہو۔

یا اللہ انت مقصودی ترا رضائے مطلوبی۔ یہ کلمہ اللہ دیتا ہے ہر اچھے اور بُرے خطرے کے لئے اور اس سے ماسوائے حق کی محبت کم ہوتی ہے۔ اور حق سبحانہٗ تعالیٰ کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کا ورد زیادہ رکھو تاکہ روح میں طاقت حاصل ہو۔ اور بُرے خیالات سے محفوظ رہو۔ اور زیادہ موثر طریقہ یہ ہے کہ جب کلمہ طیبہ کا ذکر کرو تو آنکھیں بند کر لو اور قلب کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرو (مقامات اولیاء جلد اول ص۱۱۱)

وصال

۴۔ ربیع الثانی سنہ ۵۶۱ھ کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی ایک ہفتہ تک شدید بخار رہا۔ ۱۱۔ ربیع الثانی کو آپ نے وفات پائی وفات سے ایک گھنٹہ پہلے آپ نے صاحبزادہ عبدالوہابؒ سے فرمایا۔ حق تعالیٰ کے سوا کسی اور سے ہرگز نہ ڈرنا اور اپنے نفس پر تقوے کو لازم رکھنا۔ جو اپنی ہستی کو خدا کے سپرد کر دیتا ہے دنیا کی تمام چیزیں اس کے لئے آسان کر دی جاتی ہیں۔

باورچی خانہ

(از جناب مولوی حاجی عطاء الرحمٰن صاحب بانی دہلوی)

(گذشتہ سے پیوستہ)

کورن بریڈ

کورن بریڈ یعنی مکئی کا آٹا	ایک پیالی
میدہ	ایک پیالی
بیکنگ پوڈر	۳ چمچہ چاء
نمک طعام	½ چمچہ چاء
بیضہ مرغ	ایک عدد
دودھ	ایک پیالی
مکھن گھی۔ بناسپتی یا چربی پگھلاکر	¼ پیالی

ترکیب:- مکئی کا آٹا۔ میدہ۔ بیکنگ پوڈر اور نمک چھلنی میں چھان کر ایک جان کرلو۔ انڈے کو خوب پھینٹو۔ اور دودھ شامل کرو۔ اور گھی یا مکھن ملاؤ۔ پھر خشک مصالحہ ملادو۔ اور خوب ملاکر گوندھو اور ۸ :پانچ مربع انچ اور پانچ اونچے اور چپٹے سانچے میں بھر کر ۴۰۰ درجہ کی حرارت پر بسکٹ کے تندور میں تیس منٹ تک پکاؤ۔

پنیر اور مکئی کی روٹی
چیز کورن بریڈ

میدہ	ایک پیالی
شکر چینی	ایک چمچہ میز
نمک طعام	½۱ چمچہ چاء
بیکنگ پوڈر	۲ چمچہ چاء
بیضۂ مرغ	ایک عدد
مکئی کے دانے اُبالے ہوئے	½۲ پیالی
امریکن چیز سفوف کیا ہوا	½ پیالی
مکھن گھی۔ چربی۔ بناسپتی پگھلاکر	¼ پیالی

ترکیب:- میدہ۔ شکر۔ نمک اور بیکنگ پوڈر چھلنی میں چھان کر ایک جان کرلو۔ انڈے کو پھینٹو اور اس میں مکئی کے ابلے ہوئے دانے اور پنیر ملادو۔ اور مکھن۔ گھی۔ چربی یا بناسپتی پگھلاکر ملادو۔ پھر خشک اجزا بھی شامل کردو۔ اور ۸ انچ مربع اور دو انچ اونچے سانچے میں بھر کر چار سو درجہ کی حرارت پر بسکٹ کے تندور میں ۲۵ منٹ تک پکاؤ۔ اور گرم گرم نوش فرماؤ۔

اورنج کافی کیک

بیضہ مرغ	ایک عدد
دودھ	½ پیالی
چینی	½ پیالی
نمک طعام	½ چمچہ چاء
نارنگی یا سنترے کے چھلکے پسے ہوئے	۲ چمچہ میز
میدہ یا آٹا	۲ پیالی
مکھن یا بناسپتی پگھلاکر	½ پیالی
نارنگی یا سنترے کا رس	½ پیالی
بیکنگ پوڈر	۲ چمچہ چاء
NUT TOP.PING نٹ ٹوپنگ بموجب ترکیب نمبر ۶۵	حسب ضرورت

ترکیب:- انڈے کو پھینٹو۔ دودھ شکر نمک اور نارنگی کا چھلکا پسا ہوا شامل کرو اور نصف پیالی آٹے کی اور مکھن یا بناسپتی کی ملاؤ۔ پھر نارنگی یا سنترے کا رس شامل کرو اور اچھی طرح ملاؤ۔ پھر باقی آٹا اور بیکنگ پوڈر چھلنی میں چھان کر تاکہ ایک جان ہوجائے شامل کردو جب خوب مل جائے دس انچ قطر کے مجوف سانچے میں بھر دو اور اوپر نٹ ٹوپنگ P. Ring چھڑک دو جس کی ترکیب نیچے درج ہے بناکر چھڑک دو اور ۳۷۵ درجہ کی حرارت پر بسکٹ کے تندور میں پچیس سے تیس منٹ تک پکاؤ۔

۶۵ نٹ ٹوپنگ NUTTO P.P.ING

مکھن یا بناسپتی ۲ چمچہ میز اور انمیں ½ پیالی اخروٹ بادام پستہ یا ناریل خشک کٹا ہوا۔ دارچینی ایک چمچہ چاء۔ جائفل ایک چمچہ چاء

ترکیب:- مکھن یا بناسپتی میں شوگر یعنی براؤن شکر ملاکر کریم سی بنالو۔

افسانے

کلیجہ کا داغ

(از سعادت ایڈیٹر)

(۱)

آدھی رات ادھر آدھی رات ادھر، ہر طرف ویرانہ۔ آسودگان خاک کی بستی پہ وہ نازنین رشیدہ جس نے کبھی گھر سے باہر قدم نہیں نکالا تھا آج غم نصیب بن کر حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے دربار میں رحم و کرم کی بھیک مانگنے آئی ہے۔ فرط ادب سے روضہ کے اندر قدم نہیں رکھتی۔ اپنے بکھرے ہوئے بالوں سے سنگ آستاں پر جاروب کشی کر رہی ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں دل میں دعا لب پر آہ۔

عالم یاس میں جب سب تدبیریں بیکار ہو جائیں تو ناامیدوں کا سہارا دعا ہے اور صرف دعا۔ آنکھیں خانۂ خدا کا کونا ڈھونڈتی ہیں۔ رشیدہ اس وقت مجبور ہے۔ لاچار ہے۔ صاحب مزار کی عظمت و حرمت کا واسطہ دے دے کر خدائے کریم سے اپنے نیم جاں شوہر کی صحت یابی کے لئے دعا کر رہی ہے۔

مزار مبارک کے سرہانے لوبان سلگ رہا ہے۔ اس کی خوشبو رشیدہ کے پژمردہ غنچۂ دل کو کھلانے کے لئے نسیم سحری کا رنگ اختیار کر رہی ہے اور اس کا دھواں رشیدہ کی دردبھری فریاد کو اپنے دامن میں لے کر بارگاہ الٰہی میں جا رہا ہے۔

روتے روتے رشیدہ کی ہچکیاں بندھ گئیں۔ اس وقت صرف اس کو مجاور یا خادم ہی کو حیرت نہ تھی بلکہ قبرستان کا ایک ایک ذرہ سراپا حیرت بن کر اس وفا کی دیوی کا منہ تک رہا تھا۔ کیا یہ اسی شرابی خوار محمود کی بیوی ہے۔ جس نے آٹھ برس کے عرصہ میں کبھی رشیدہ سے سیدھے منہ بات بھی نہ کی اور جس نے کوئی ظلم و ستم اپنی بیوی کے واسطے اٹھا نہیں رکھا۔

یہ دلدوز نظارہ دیکھ کر عالم قدس کے مکین بھی پکار اٹھے کہ ایسی وفادار عورت کی دعا محروم اثر نہیں رہ سکتی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۲)

"تم میرے معاملات میں دخل دینے والی کون ہو؟"

رشیدہ، یہ غضبناک آواز سن کر لرز گئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔ "میں تو آپ ہی کے بھلے کے واسطے کہتی ہوں۔ خدا کے لئے ابھی آپ اچھے ہوئے ہیں!"

محمود کی تیوری پر بل پڑ گئے آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں ڈانٹ کر بولا۔

"یہ بڑی میری خیر خواہ بن کر آئی ہیں۔ میں شراب نوشی ہرگز نہیں چھوڑوں گا جان جائے گی میری میرے بعد تم تو نہیں رہ جاؤ گی۔"

رشیدہ نے رو کر کہا۔ "میری تو دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ہاتھوں میری مٹی عزیز کرے میں آپ کی تمام بلائیں لے کر مر جاؤں۔"

محمود کی قہر آلود آواز کمرے کے اندر گونجی

"بس بس میں فضول بکواس نہیں سننا چاہتا اور دیکھو کل صبح ہی کوٹھی خالی ہو جائے۔ ورنہ دوپہر تک زہرہ آ جائیں گی۔"

"میری خطا؟"

"مجھے زہرہ سے محبت ہے۔"

"مجھے بھی ایک کونے میں پڑا رہنے دیجئے۔ میں لونڈی بن کر زہرہ کی بھی خدمت کروں گی۔۔۔"

"نہیں تمہاری کوئی ضرورت نہیں۔ تمہاری منحوس صورت اس لائق نہیں ہے کہ مس زہرہ کی خوب صورت نگاہیں اس پر پڑ سکیں۔"

"خدا کے لئے مجھ پر رحم کیجئے آخر میرا بھی کچھ حق ہے۔ میں آپ کی لونڈی ہوں۔ برسوں خدمت کی ہے۔"

رشیدہ نے چاہا کہ دوڑ کر شوہر کے قدموں پر سر رکھ دے۔ لیکن سنگدل محمود نے رشیدہ کو دھکا دے کر کہا۔

"جہنم میں جاؤ تم۔ تمہارا کوئی حق نہیں۔"

(۳)

شاہد بازاری زہرہ بھلا یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ بدنصیب رشیدہ ان کوارٹروں میں بھی رہے جو کوٹھی کے احاطہ میں ملازموں کے لئے بنے تھے۔ چنانچہ چند ہی روز کے اندر وہ جبراً اپنے میکہ بھجوا دی گئی۔ یہ نامراد رشیدہ کے والدین مدت ہوئی مر چکے تھے۔ لیکن اولاد کی مامتا بری ہوتی ہے اگر زندہ ہوتے تو رشیدہ کو سر آنکھوں پر بٹھاتے۔ جو کچھ نصیب ہوتا پہلے رشیدہ کو کھلاتے پیچھے آپ کھاتے رہا بھائی کا دم سو وہ بھی اپنی بیوی کا پجاری۔ گھر گھر مٹی کے چولھے ہوتے ہیں کون کسی کی پروا کر سکتا ہے۔ غریب رشیدہ سلائیاں کر کے اپنا اور اپنے بچوں کے لال رخ کا پیٹ پالتی تھی۔

سات آٹھ مہینے کے بعد رشیدہ نے اپنے شوہر کی صورت دیکھی محمود اس کے گھر میں قدم رکھتے ! فرط مسرت سے باچھیں کھل گئیں۔ بیتابانہ جوش کے ساتھ پیشوائی کے لئے لپکی۔ اور رحم طلب نگاہوں سے شوہر کی طرف دیکھکر پوچھا۔

" آپ اچھے تو ہیں ؟ "

محمود نے بے رخی کے ساتھ جواب دیا " تمہاری بلا سے۔ یہ بتاؤ فرخ کہاں ہے ؟"

امید کی دبی ہوئی چنگاری رشیدہ کے دل میں پھر بھڑک اٹھی سمجھی باپ ہیں۔ محبت نے جوش کیا۔ اپنے بچے کو دیکھنے آئے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی محبت اُن کے آنے جانے کا ذریعہ ہو جائے جلدی سے فرخ کو آواز دی۔ معصوم بچے نے اپنے باپ کی صورت دیکھی۔ اور دونوں ہاتھ پھیلا کر دوڑا۔ لیکن آہ! یہ دیکھکر رشیدہ کی تمناؤں کا خون ہو گیا کہ محمود نے نہ فرخ کو چمکارا اور نہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ تیور بدل لئے اور ڈانٹ کر کہا۔

" فرخ میرے ساتھ چل "۔

فرخ نے سہم کر اپنی ماں کی طرف دیکھا اور کہا۔

" اور میری امی جان "

" تیری امی گئی جہنم میں۔ جلدی چل "

رشیدہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔" آخر میرے بچے کو کہاں لئے جاتے ہو۔؟ "

محمود نے بگڑ کر جواب دیا " اپنے گھر۔ مس زہرہ کو کام کاج کے لئے ایک چھوٹے لڑکے کی ضرورت ہے۔"

" کیا میرا فرخ زہرہ کی خدمت کرے گا "

" ہاں ! ہاں۔ زہرہ کی خدمت تو اس کا باپ بھی کرتا ہے "

" مجھے بھی ساتھ لے چلئے۔ میں بھی زہرہ کی خدمت کروں گی "

" نہیں تیرا کوئی کام نہیں۔ "

" یہ معصوم ابھی کسی کی خدمت کرنے کے لائق نہیں۔ خدا کے لئے اس کو مجھ سے جدا نہ کیجئے۔ میں نے فرخ کو بڑی مصیبتوں سے پالا ہے "

" کیا تیرے کہنے سے میں مس زہرہ کا دل میلا کروں "

یہ کہکر محمود نے فرخ کا ہاتھ پکڑا اور باہر چلنے کے لئے گھسیٹا۔ فرخ تڑپ کر چلایا۔" اے میری امی جان "

دوسری جانب رشیدہ کے منہ سے چیخ نکلی۔

" ہائے میرا فرخ "

اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔

. . . .

رشیدہ اب دنیا کی فکروں سے آزاد ہو چکی ہے۔ اب کوئی غم نہیں سوا اس کا غم کہاتے ہیں۔ اسے یہ خبر نہیں کہ معصوم فرخ اپنی ماں کے غم میں سبکہ سوکھ کر رہ گیا ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم کہ مس زہرہ محمود کی تمام دولت پر قبضہ کر کے پھر چاوڑی بازار کو زینت دے رہی ہے اس کو یہ بھی علم نہیں کہ مفلس و قلاش محمود اپنے آوارہ گرد دوستوں کی بدولت ایک سنگین الزام میں کالے پانی کی ہوا کھا رہا ہے۔

دہلی میں جامع مسجد کے جنوبی دروازہ کے سامنے ایک دیوانی اکثر دیکھی پھرتی ہے۔ راتوں کو جب چیخیں مار کر روتی ہے تو اہل محلہ کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے۔ رونے سے فارغ ہوتی ہے تو سوکھے جسم کو جنبش دے کر دل کی پوری قوت سے " فرخ۔۔۔ فرخ " کے درد ناک نعرے اس طرح لگاتی ہے کہ معلوم ہوتا ہے کلیجہ منہ سے نکل پڑے گا۔ لڑکے اس کی نقل کرتے ہیں۔ بڈھے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ لیکن یہ کوئی نہیں جانتا کہ یہ وہی بد نصیب رشیدہ ہے جسے دیوانگی میں بھی اپنے فرخ کی جستجو ہے۔

حج اکبر

(افسانہ نہیں حقیقت)

(از صادق ایڈیٹر)

(۱)

عراق میں عبداللہ بن مبارک کی فیاضی و خدا ترسی کا شہرہ ہے۔ ان کے دروازے سے کوئی سائل محروم نہیں جاتا۔ وہ فاقہ کر لیتے ہیں۔ سائل کو پیٹ بھر کر کھلاتے ہیں۔ دن رات عبادت سے کام ہے۔ ہر سال جس طرح ممکن ہو فریضۂ حج ادا کرتے ہیں۔ حج کا زمانہ قریب آ گیا عشقِ الٰہی دل میں چٹکیاں لے رہا ہے۔ لیکن اس سال عبداللہ بن مبارک کے پاس زادِ راہ کا کوئی انتظام نہیں۔ متفکر ہیں۔ پریشان ہیں۔ کہاں سے روپیہ لائیں اور کس طرح دل کی لگی کو بجھائیں۔

رفتہ رفتہ ایک صورت ذہن میں آئی۔ خوبصورت موروثی مکان ہے اس کو فروخت کر دیا جائے۔ یہ مانا کہ اس مکان میں پیدا ہوئے زندگی کا بہترین حصہ اس مکان میں گذرا۔ بزرگوں کی نشانی ہے۔ لیکن عشقِ خدا کے سامنے یہ کوئی چیز نہیں۔

لوگوں سے تذکرہ ہوا۔ جائداد کے متلاشی آنے لگے۔ خرید و فروخت کی گفتگو شروع ہوئی اور پانچ سو اشرفیوں میں معاملہ طے ہو گیا۔

(۲)

آج عبداللہ بن مبارک بہت خوش ہیں۔ خداوند کریم نے زادِ راہ کا انتظام کر دیا۔ اور انہیں پھر خانۂ کعبہ کی زیارت نصیب ہو گی۔ تمناؤں کا ہجوم ہے دل سینہ میں اچھل رہا ہے۔ پانچ سو اشرفیوں کی تھیلی بغل میں دبائی اور سامانِ سفر درست کرنے کے لئے بازار کی راہ لی۔

خیال ہوا کہ دوسری چیزیں تو پھر مل جائیں گی سب سے پہلے ایک تیز رفتار اونٹ خرید لیں۔ حج کا زمانہ ہے۔ عاشقانِ صادق کے قافلے فرات و دجلہ کی دلفریب وادیوں کو چھوڑ کر جوق در جوق بطحا کے تپتے ہوئے ریگستانوں کی طرف جا رہے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ پھر کوئی اچھا اونٹ دستیاب نہ ہو سکے۔

سب سے پہلے اونٹوں کے بازار میں گئے۔ ایک ایک اونٹ کو دیکھا بھالا۔ کوئی اونٹ پسند خاطر نہ ہوا۔ اونٹوں کے سوداگر نے بتایا کہ کل ایک نہایت عمدہ اور قیمتی اونٹ بازار میں فروخت ہونے کے لئے آئیگا۔ عبداللہ بن مبارک کے دل کی کلی کلی کھل گئی۔ خوش خوش اپنے ٹھکانے (اب یہ مکان کہاں تھا جہاں کہیں بھی مقیم ہوں) کی جانب واپس ہوئے کہ چند گھنٹوں کی رات گذارنا ہے۔ کل صبح ہی پہنچ کے اونٹ خرید لیں گے

(۳)

عبداللہ بن مبارک کی نگاہ نے دور سے کوئی حیرت انگیز چیز دیکھی وہ چلتے چلتے رک گئے اور گھبرا کر پوچھا۔

"بی بی یہ کیا کر رہی ہے۔؟"

عورت نے مری ہوئی مرغی جلدی سے کوڑے پر پھینک دی سہم کر کھڑی ہو گئی اور اپنی چادر کو سنبھال کر سر جھکا لیا۔ وہ خاموش تھی لیکن عبداللہ بن مبارک سے اس کا ہر عضو زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ ؎

وہ خراب حال کو زاہد نہ چھیڑ تو
تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو

عبداللہ بن مبارک نے دوبارہ کہا۔

"یہ تو مری ہوئی مرغی کھانے کے لیے صاف کر رہی ہے کیا تو جانتی نہیں کہ یہ حرام ہے۔"

عورت نے دردناک لہجہ میں جواب دیا۔

"ہاں حرام ہے۔ میرے لئے بھی کل تک حرام تھی آج حلال ہے"

عبداللہ بن مبارک کا دل ہل گیا۔ جسم پر لرزہ آیا اور سر پکڑ کر اسی جگہ پر بیٹھ گئے۔ جہاں سے بے بس خاتون نے مری ہوئی مرغی اٹھائی تھی اور جہاں بیٹھی ہوئی وہ اسے صاف کر رہی تھی۔

عورت کا معصوم چہرہ اس کی شرافت و نجابت پر گواہی دے رہا ہے

عبداللہ بن مبارک نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو۔ معصومہ نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا۔ خاندانی شرافت گلوگیر ہوئی۔ مدینہ منورہ کی جانب دیکھا۔ اور آنکھوں میں آنسو بھر کر خاموش ہو رہی۔

اب کچھ زیادہ کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی۔ عبداللہ بن مبارک سمجھ گئے کہ یہ سیدہ اس شہنشاہ دو جہاں کی اولاد میں سے ہے جس نے اپنی امت کے لئے دو دو پتھر پیٹ پر باندھے ہیں۔

حج....! فاطمۃ الزہرا کے گھر سے حج کی تعلیم ملی ہے!

کعبہ تین سو ساٹھ دیوی اور دیوتاؤں کا استھان تھا۔ فاطمہ زہرا کے باپ نے تو خدائے حی و قیوم کی پرستش گاہ بنایا ہے!!

ایک بنت فاطمہ بھوکی ہو اور.... کیا حج اکبر کا درجہ اس سے افضل ہو سکتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک نے اشرفیوں کی تھیلی جیب سے نکالی اور اس غم نصیب خاتون کی خدمت میں تمام و کمال بطور نذر عقیدت پیش کر دی۔ جس کا جد امجد خود بھوکا سو رہتا تھا۔ اپنے بچوں کو بھوکا سلا دیتا تھا۔ لیکن سائل کو شکم بھر کر کھانا کھلاتا تھا۔

عقیدت نے اشرفیوں کی تھیلی دیکھی، ہاشمی خون رگوں میں دوڑنے لگا۔ غیرت جاہ و جلال بنکر چہرے پر نمودار ہوئی۔ حقارت کے ساتھ منہ پھیر کر بولی۔ "اگر مری ہوئی مرغی حرام ہے تو آل رسول پر صدقہ بھی حرام ہے۔"

عبداللہ بن مبارک نے فاطمی خون کی غیرت کا عدیم المثال نظارہ دیکھا۔ حیرت طاری ہوگئی۔ رو کر فاطمی معصومہ کے قدموں پر سر رکھدیا کہا "یہ صدقہ اور خیرات نہیں۔ بلکہ میں تم کو اپنی بہن سمجھ کر تمہاری خدمت میں یہ ہدیہ پیش کرتا ہوں اور ہدیہ قبول کرنا سنت ہے۔"

(۴)

حج کا زمانہ آیا بھی اور گذر بھی گیا۔ عبداللہ بن مبارک کو اب حج کی کوئی فکر نہ تھی۔ وہ اپنے کنج عافیت میں بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کر رہے تھے عاشقان توحید پتے ہوئے ریگستانوں میں عظمت و جلال خداوندی کا مشاہدہ کرنے اور دنیا کو اپنی شان و وقار دکھلانے کے بعد اب اپنے اپنے مکانوں کو واپس جا رہے تھے۔

بصرہ و بغداد کے گلی کوچوں میں خوب چہل پہل تھی۔ مکانات آراستہ ہو رہے تھے۔ زائرین حرم کا قافلہ صبح ہی شام میں داخل ہونے والا تھا۔ ہر شخص انتظار میں ہمہ تن چشم بنا ہوا تھا۔

شہر میں جہان حجاز کے آنے کی خبر گرم ہوئی۔ عبداللہ بن مبارک بھی اپنے دوستوں سے ملنے کے لئے باہر نکلے۔ طیبہ کی مقدس سرزمین سے انعام خداوندی کی دولت لوٹ کر واپس آنے والے عبداللہ بن مبارک کی صورت دیکھتے ہیں اور متعجب ہو کر پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اس سال کے لئے حج کے لئے نہیں گئے تھے۔ عبداللہ بن مبارک ان سوالات کا جواب نفی میں دیتے ہیں۔ مقدس حاجیوں کو یقین نہیں آتا۔ وہ جس خدائے قدوس کے دربار سے واپس آ رہے ہیں اسی خدا کو گواہ کر کے کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے کانوں سے یہ آواز بھی سنی کہ "اس سال عبداللہ بن مبارک کا حج قبول ہوا"۔

ڈائرکٹر کی ڈائری

(گذشتہ سے پیوستہ)

(سید عزیز حسن بقائی)

ہیرن اسٹوڈیو بمبئی ۱۰ - مارچ سنہ ۴۰ء

آج صبح بہت دیر ہوگئی سوتا رہا۔ خانساماں نے چائے کے وقت جگایا بڑی جلدی جلدی چائے پی پھر ضروریات سے فارغ ہوا۔ موٹر صاف کی۔ کلینر نہیں آیا تھا اس لئے یہ کام بھی مجھے انجام دینا پڑا۔ ٹھیک دس بجے سوٹ پہن کر اور بے پارسی کا بستہ بغل میں دبا کر میں بیٹھا موٹر اسٹوڈیو میں پہنچی۔ میں سیٹ پر گیا۔

آرٹ ڈائرکٹر کی زیر ہدایت سیٹ لگایا جا رہا تھا۔ وہ سیٹ ڈائرکٹر کی ہدایت سیٹ لگایا جا رہا تھا۔ جس میں گلفام اور سبز پری کو قید میں دکھانا تھا۔ یہ سین بہت دردناک ہوگا۔ میرے کمرے سبز پری شہزادہ گلفام قید ہوگا تعجب! ایک تو کہا ایک بچہ ایک تی اس کے حکم سے سبز شہزادہ گلفام کا قید ہونا۔ اللہ اللہ تیری شان کے قربان! میں کھاس پر بیٹھا ہوا اپنا رول یاد کر رہا تھا کہ مس یاسمین سامنے مسکراتی ہوئی آئیں اور کہا۔

"مسٹر بشیر! کیا میں آپ کی کچھ مدد کر سکتی ہوں۔"

میں نے کہا۔

"شکریہ! مجھے پوری زندگی کے لئے آپ کی مدد درکار ہے۔"

سنتے ہی یاسمین مسکرائیں اور کہا۔

"زندگی کے اسٹیج سے پہلے اسکرین پر اداکاری کے جوہر دکھانے ہیں۔ اور میرا مطلب اسی اداکاری میں آپ کو مدد دینے سے ہے۔"

میں نے آنکھیں نیچی کر کے کہا۔

"مجھے دونوں رول ادا کرنے کے لئے آپ کی مدد کی ضرورت ہے یاسمین!"

اس کے بعد یاسمین نے مجھے اس سیٹ اور اس کردار کی تمام معلومات پہنچائیں اور ایک بہترین ڈائرکٹر کی طرح مجھے بتایا کہ کام کس طرح کرنا ہے اور مکالمے کس طرح ادا کرنے چاہئیں۔ شاہانہ وقار کس طرح قائم رہتا ہے۔ شاہانہ چال ڈھال، اور طرز گفتگو کیا ہونا چاہئے۔ غرضکہ کردار کا کوئی جز ایسا نہ تھا جس پر یاسمین نے بیش قیمت ہدایتیں کر کے مجھے نہ سمجھایا ہو۔

آج مجھے پہلی مرتبہ معلوم ہوا کہ اگر عورت ڈائرکٹر ہو تو کتنے جلدی ہر آرٹسٹ اپنا رول سمجھ جائے۔ لیکن مرد ڈائرکٹر قصائی ہوتا ہے قصائی عورت کی نفرتی آنا میں وہ لوچ ہوتا ہے کہ مرد کی سخت گیری اسکی گرد کو نہیں پہنچ سکتی۔ عورت اور پھر وہ بھی یاسمین جیسی مجسم رقص و موسیقی۔ حسن و نغمہ۔ شوخ و شنگ، شباب و رقص کی دیوی۔

میں نے جب اپنا رول سمجھ لیا تو یاسمین سے کہا۔

"میں آپ کے احسان کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں آپ نے ایک بے مایہ پایل تیلی کو عزت کی انتہائی بلندیوں پر پہنچا دیا۔ اور آج آپ نے اداکاری کے نکات بتا کر مجھے ہیرو بننے کے قابل بنانے میں مدد دی۔"

یاسمین مسکرائیں اور کہا۔

"اچھا آپ شاعری کرنے لگے بشیر صاحب"!

عین اسی وقت مس روز اور اس کے باپ آگئے اور ان دونوں نے مجھے شک کی نگاہوں سے دیکھا۔ میرے دل میں چور تھا۔ اس لئے میں نے فوراً ہی صفائی کرنے میں اپنی خیر دیکھی اور گھبرا کر کہا۔

"نادر کل مس روزی کے شور و سے پہلے ہوا تھا کہ

"مس یاسمین مجھے اداکاری میں مدد دیں گی۔ یہ دیکھئے ڈائرکٹر سے میری تنخواہ کی کل [illegible] اسی فکر کی مارے رات بھر نیند نہیں آئی تھی۔ وہ سبق یاد کر رہا ہوں اور یاسمین کیسے ایکٹنگ بتانے آئی ہیں۔"

کیوں روزی سچ ہے نا!

روزی نے دبے الفاظ میں کہا

"مسٹر بشیر سچ کہہ رہے ہیں نادر۔"

یاسمین نے جو یہ گفتگو سنی تو بہت شرمندہ ہوئی اور نہایت خاموشی سے رخصت ہوگئی۔

اب مس روز کے باپ نے کہا۔

"اے بشیر! تم اپنے تئیں بھول گئے۔ تم اس کو بھول گئے ہو کہ تم اسٹوڈیو میں کس حیثیت سے آئے تھے تم نے یہ بھی بھلا دیا ہے کہ ایک کرسی بچھانے والے تیلی کو راجہ اندر کی کرسی پر کس نے بٹھایا ہے؟

اے سالے تمہاری یہ جرات ہوگئی کہ یاسمین جیسی آرٹسٹ کو جو نعیم صاحب کی رشتہ دار ہے اپنے پہلو میں بٹھانا چاہتے ہو وہ بھولی لڑکی ہے اس نے زمانہ نہیں دیکھا ہے۔ تمہارے مسکہ پالش سے ممکن ہے کہ اپنا مستقبل برباد کرے۔

لیکن تم یہ سمجھتے ہو کہ بڈھا مارے بھتیجی تم کو

معاف کر دیگا۔ ہرگز نہیں۔ وہ تم کو جیل میں سڑا دے گا تم واقف نہیں ہو کہ بمبئی میں پارسیوں کے اثرات کیا ہیں اور ان کا کتنا رسوخ ہے۔

تم نے یاسمین کی خوبصورتی اور اس کے روپے پر نظر بد ڈالی ہے۔ تم کو اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔ تم نے جان بوجھ کر اپنے ہاتھ میں انگارا لیا ہے۔ تم نے آنکھوں دیکھتے مکھی نگلی ہے۔ کیا تم اس کی سزا سے بچ سکتے ہو؟

تیار ہو جاؤ منیجر صاحب کے سامنے جواب دہی کے لئے۔ تم اول درجے کے پاجی، نمک حرام، ذلیل کمینہ اور حرامی ہو۔ تم نے اپنے دو محسنوں سے غداری کی ہے۔ ایک مجھ سے اور ایک بڑے منیجر صاحب سے"

بڑے میاں کا لیکچر نہ معلوم کتنی دیر جاری رہتا کہ میں نے آگے بڑھ کر پیروں پر سر رکھ دیا۔ اور کہا۔

"فادر! آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یاسمین میرے لئے قابل احترام ہیں۔ وہ میرے آقا کی عزیزہ ہیں۔ میں اپنی اوقات سے اور ان کے بلند رتبہ سے ناواقف نہیں ہوں۔

آپ کو بدگمانی ہوئی ہے۔ باپ! میں ایسی نمک حرامی کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتا۔ اس کی گواہ مس روزی دے سکتی ہیں۔ آج آپ نے جو کچھ دیکھا ہے یہ کل میری کہانی ادھوری رہنے کے بعد ان کے مشورہ ہی سے طے پایا تھا۔ آپ اگر حکم دیں گے تو میں یاسمین سے بات بھی نہ کروں گا۔

مگر مسیح کی قسم اپنے دل سے یہ بدگمانی دور کر دیجئے جب تک آپ کا دل صاف نہ ہوگا میں ان قدموں سے سر نہ اٹھاؤں گا۔ میں اپنے سب سے بڑے محسن کی منشا کے خلاف (اس لئے کہ مجھے روزی نے بتلا دیا تھا کہ فادر میرے جیسا نوکر پیشہ لڑکے پر روزی کی شادی مجھ سے کر دیگا) شادی کا خیال بھی نہیں کر سکتا۔"

میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو فادر کا غصہ ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ اور روزی میری سفارش کر رہی تھی۔

اس لئے یہ تو اطمینان ہو گیا کہ اب مجھے یاسمین سے ......

قصہ مختصر .... پارسی منیجر کے سامنے جواب دہی نہ کرنی پڑی۔ فادر تو یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ

"آئندہ یہ حماقت نہ ہو۔ ورنہ تمہارے حق میں برا ہوگا بشیر سے!"

میں نے کہا۔

ایسا ہی ہوگا فادر!

لیکن روزی وہیں کھڑی رہی اس کا غصہ کے اسے برا حال تھا۔ معلوم ہوتا ہے اس کو میری بات کا یقین نہیں آیا اس نے گرجدار آواز میں کہا۔

"نا فادر کو اور مجھے دھوکہ دیتے ہوئے شرم نہ آئی"

میں نے کہا

"تم حالات سے باخبر ہو کر ایسی بات کہتی ہو مس روزی! جس کا تصور بھی میں نہیں کر سکتا۔ یاسمین اس میں شک نہیں کہ تم سے خوبصورت ہے۔ لیکن میں خیال بھی نہیں کر سکتا کہ وہ میری طرف مائل ہو سکتی ہے۔

اگر تم کو میرا اس سے فن کے متعلق بات کرنا ناگوار گزرتا ہے تو اس کھیل کے بعد میں بات بھی نہیں کروں گا۔ لیکن ایسی حالت میں کہ میں اس کے ساتھ ایک ہی سٹ پر کام کرنے پر مجبور ہوں۔ تم کو کیونکر یقین دلاؤں کہ میں تمہاری محبت کا اسیر ہوں مجھے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہوئے فادر سے ڈر لگتا تھا۔ مگر جب سے تم نے ان کی رضامندی کا اظہار کیا ہے۔ میں چاہتا تھا کہ تم سے کھل کر بات کروں۔ اس رول کی وجہ سے فرصت ہی نہ ہوتی تھی۔

روزا پیاری! یقین جانو کہ محبت کی راہ مذہب حائل نہیں ہو سکتا۔ مجھے اس پر ہرگز

اعتراض نہیں کہ میں تمہاری محبت میں بپتسمہ لے لوں
اور مسیح کی بھیڑوں میں شامل ہو جاؤں۔
یوں تم جانتی ہو کہ میں نام ہی کا مسلمان ہوں ورنہ
مجھ کو اسلام سے واسطہ؟
اگر یہ نام بھی تم کو ناپسند ہے تو مجھے اس کے بدلنے
میں اعتراض نہیں۔
لیکن اس کے لئے تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا۔ تاکہ
میں یاسمین کے ساتھ جو رول ادا کر رہا ہوں وہ ختم ہو جائے
اتنے عرصے کے لئے میری خاطر سے تم یاسمین سے ملنے
جلنے اور بات کرنے کی اجازت دو۔ دس روز کی
تاکہ مجھے اداکاری آجائے ورنہ روزمرہ ڈائرکٹر کی
گالیاں اور جھڑکیاں کھاؤں۔"
روزی میری اس منافقانہ تقریر سے متاثر ہوئی اور اس نے کہا۔
"اگر تم چار سو میں بپتسمہ لے لو تو میں شادی کی اجازت
کر لوں گی۔ اور خود تم کو یاسمین سے ملنے جلنے کی اجازت
دیتی ہوں لیکن دیکھنا دغا نہ کرنا۔ مرد بڑے
بے وفا ہوتے ہیں"
روزی سے یہ سنتے ہی مجھے معلوم ہوا کہ میرے سر سے گویا بھاری بوجھ
اتر گیا۔ میں نے روزی کا شکریہ ادا کر کے اس کے ہاتھوں کو بوسہ دیا
چپراسی نے آکر کہا صاحب کا موٹر تیار ہے۔ میں روزی سے رخصت ہو کر
اور موٹر میں اسباب رکھ کر کوٹھی پہنچا۔ صاحب کو چائے پلائی
اور اپنے سبق کو یاد کرنے میں مصروف ہو گیا۔
۹ بجے صاحب کو ڈنر کھلایا۔ خود بھی کچھ کھایا۔ اور پھر سبق
یاد کرنے لگا۔ بارہ بجے نیند آئی سو گیا۔

نسرین اسٹوڈیو بمبئی ۱۲ - مارچ سنہ ۶ء
کئی روز چونکہ رول کو یاد کرنے میں گذرے تھے اور آرٹ کی باریکیوں سے بھی
یاسمین نے آگاہ کر دیا تھا۔ اس لئے میں مطمئن تھا کہ آج میں اپنا رول
بغیر ذلت برداشت کئے ہی نہیں بلکہ خوبی سے ادا کرنے میں کامیاب
ہو سکوں گا۔ اداکاری میں آرٹسٹ کو اپنی ذات پر اعتماد بھی بڑا معاون
ہوتا ہے۔
بہر حال میں بیدار ہو کر تمام ضروری کاموں سے فارغ ہوا۔
اور منیجر صاحب کو چائے پلا کر خانساماں کے پاس آیا اور اس سے کہا۔
"چچا دعا کرو کہ آج میرا کام ٹھیک ہو جائے۔ اور
میں اس فرعون ڈائرکٹر کے جھڑکی مار سے بچ جاؤں"
بڈھے خانساماں نے اپنی ڈاڑھی پر ہاتھ پھیر کر کہا
"بیٹا بشیرا۔ اگرچہ تو اب پہلا جیسا نہیں رہا۔ کام میں میرا
ہاتھ بھی نہیں بٹاتا۔ تیرا دماغ صاحب کی جاہ و جلال
کو خراب ہو گیا ہے۔ لیکن میں پھر بھی دعا دیتا ہوں
کہ تو اپنے کام کو ٹھیک طریقہ سے انجام دے"
میں نے بڈھے خانساماں کو جھک کر سلام کیا۔ ڈائرکٹر صاحب کا
ہارن کی آواز آئی۔ فوراً صاحب کو بریف کیس، چھتری فائل دے
کر موٹر اور موٹر میں بیٹھنے سے پہلے صاحب سے معافی مانگی۔
جھک کر سلام کیا۔ موٹر روانہ ہوئی۔
بڈھے پارسی نے دریافت کیا۔
"اے بشیرا مسٹر پر کیسا کام کرلے۔ ڈائرکٹر صاحب
کے وقت منتظر رہ گئے۔"
میں نے کہا۔
"حضور کے اقبال سے کام ٹھیک ہو رہا ہے شروع
میں ڈائرکٹر صاحب کو غصہ بہت آیا۔ مگر اب وہ
بات نہیں ہے۔ آج کے رول کو حضور ایک
نظر دیکھ لیں تو مجھے اطمینان ہو جائے گا"
منیجر صاحب بولے۔
"اچھا آج ہم تمہارا کام دیکھنے آئیں گا۔"
تھوڑی دیر میں اسٹوڈیو میں داخل ہوئی۔ منیجر صاحب
اپنے کمرے میں پہنچے اور میں میک اپ ماسٹر کا
تاک رہا ہے۔ میرا انتظار ہی کر رہا تھا میں نے ہنس کر کہا۔
باقی آئندہ

اشتراکیت روس کی تجربہ گاہیں

آہنی پردہ کے پیچھے

(گزشتہ سے پیوستہ)

طبقہ واریت!

بڑے اور چھوٹے

اگر طبقہ واریت کے ختم ہونے سے ہماری مراد صرف ذاتی ملکیت کا
ہونا ہے تب تو روس نے یقیناً کسی حد تک اس طرف موثر قدم اٹھایا ہے
لیکن اگر اس سے ہماری مراد امیر و غریب کے باطل امتیاز کو مٹانا ہے
اور معاشی استحصال کو ختم کرنا ہے تو پھر وثوق سے کہا جا سکتا ہے
سرمایہ دارانہ حکومتوں اور اشتراکی روس میں قطعاً کوئی فرق نہیں
روس میں انقلاب سے پیشتر غریب مزدور کی محنت سے امراء
فائدہ حاصل کرتے تھے، اس تغیر کے بعد اب حکومت اور
اس سے ذاتی مفاد وابستہ رکھنے والے اصحاب مستفید ہو رہے ہیں
جو کچھ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے سرمایہ داروں کو
ہٹا کر حکومت خود ایک بہت بڑی سرمایہ دار بن کر تخت حکومت
پر متمکن ہو گئی ہے —— اس کے ثبوت کے لئے ایک فرانسیسی
صحافی کامریڈ یون (Le comrade Joun)
کے بیانات قابل غور ہیں۔ اور روس کے معاملات پر اس کی نظر سرسری
نہیں بلکہ انھوں نے روس کے اندر کم و بیش بارہ سال بسر کئے
اور اس مدت میں ہر شعبہ کا نہایت ہی عمیق مطالعہ کیا —— اس کا
خیال ہے کہ روس کے اندر طبقہ واریت اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ
موجود ہے۔ جہاں امرا بھی ہیں اور غربا بھی۔ غالب بھی اور مغلوب
بھی ان کے معیار میں نمایاں تفاوت ہے۔ ریلوے میں مختلف درجوں
کا موجود ہونا اسی "طبقہ واریت" کی دلیل ہے۔ کچھ لوگ عمدہ اور
آراستہ پیراستہ محلات میں ہر طرح کی آسائش و آرام کے ساتھ زندگی بسر
کرتے ہیں اور غریب سر چھپانے کے جھونپڑوں تک سے محروم ہے
غریب اور امیر کا امتیاز ہوٹلوں اور تھیٹروں اور دوکانوں غرضیکہ
ملک کے ہر شعبہ میں نظر آتا ہے ...... سرمایہ داروں کی جگہ
بڑے بڑے حکام نے لی ہے۔ غریب مزدوروں نے
اپنی زنجیروں کو توڑا نہیں بلکہ بدلا ہے اور یہ نئی زنجیریں پہلی
زنجیروں سے کہیں زیادہ مضبوط اور وزنی ہیں۔

روس میں آمدنی کے تفاوت کا یہ عالم ہے کہ اگر ایک شخص کی آمدنی پچیس
روپے ہے تو وہاں ایسے اشخاص بھی موجود ہیں جن کی یافت دس ہزار
روبل ماہانہ سے بھی زیادہ ہے ——— ایک مزدور کی تنخواہ سے جو رقم
وصول کی جاتی ہے۔ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

(۱) آمدنی پر ٹیکس ——— ۵ اور ۷ سے ۱۳ فی صدی، البتہ ۱۵۰
روبل سے کم کمانے والے افراد اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(۲) کلچرل ٹیکس ——— تھیٹر و سینما بال اور لائبریریوں کے قیام کے لئے۔

(۳) ٹریڈ یونین کا ماہانہ چندہ، کل آمدنی کا ۲ فیصدی۔

(۴) ریاست کو قرضہ، تنخواہ کا دس فیصدی، یہ قرضہ برائے نام رضا
کارانہ ہے۔ درحقیقت یہ ہر ملازم کو دینا پڑتا ہے

(۵) دوسری انجمنوں کے لئے چندہ ۲ یا ۱ فیصدی۔

اگر ان تمام رقوم کو جمع کیا جائے تو یہ آمدنی کا ۲۱ فیصدی بنتی
ہیں اور یہ وہ رقم ہے جو ہر شخص سے جبراً تنخواہ سے وضع کی جاتی ہے
جو لوگ روس گئے ہیں انھوں نے مزدوروں کو انتہائی کس مپرسی
کی حالت میں پایا۔ حکومت نے اپنے مزدوروں کو بیرونی دنیا سے بالکل
الگ تھلگ رکھا ہے۔ کسی قسم کی اطلاع بھی ان کے ملک میں نہیں
جا سکتی۔ حکومت نے اپنے اردگرد انتظامات کی ایسی آہنی دیوار
چن دی ہے۔ جس سے بیرونی دنیا کی کسی خبر کا بھی گزر نہیں ہو سکتا۔

جابر ڈکٹیٹر

شہنشاہوں کو بہت مستبد اور ظالم بتایا جاتا ہے مگر مزدوروں کا یہ عوامی حکمران
اسٹالن جبر و استبداد میں بادشاہوں کو بھی میلوں پیچھے چھوڑ گیا۔
اسٹالن کے آہنی ہاتھوں نے اپنے راستے کے تمام کانٹوں کو
صاف کر دیا۔ اسٹالن کے ہر مخالف پر تخریب وطن کا الزام لگایا گیا
یہ بات نہایت ہی افسوسناک ہے کہ ہزاروں اشخاص جو دوسروں
کی موت میں اسٹالن کے ممد و معاون ثابت ہوئے خود اپنی
جانوں کو اس ظالم سے کسی صورت میں بھی نہ بچا سکے!
مخالف خیالات پر احتساب کا یہ عالم ہے کہ کوئی شخص

ٹراٹسکی (Trotsky)، زینوویف (Zinoviev) اور بخارن (Bukharin) یا ایسے شخص کی لکھی ہوئی کتاب نہیں پڑھ سکتا جس کے ساتھ اسٹالن کا اختلاف تھا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ سوویٹ کے مصنفین، سائنس داں اور صنعتی کام کرنے والوں کو دوسرے ممالک میں جانے کی عام اجازت نہیں دی جاتی اور روس کے اندر سوائے چند بڑے فوجی یا سیاسی افسران کے کوئی بھی طاقتور ریڈیو سیٹ نہیں رکھ سکتا۔ مبادا وہ غیر ملکی خبریں سن سکے۔ اسٹالن کو اپنی رعایا پر اعتماد نہیں ہے۔

اسٹالن کی جنبش لب بلکہ اس کی تیوری پر سب کچھ ہوتا ہے۔ ۱۹۳۶ء کے دستور دفعہ ۱۲۱ کے مطابق سوویٹ یونین کے ہر شہری کو تعلیم حاصل کرنے کا پورا پورا استحقاق تھا۔ اور ابتدائی لازمی تعلیم ہر شہری کو میسر تھی۔ اعلیٰ تعلیم کے لئے بھی وظائف دئے جاتے تھے تاکہ ہر خاص و عام زیور تعلیم سے آراستہ ہوسکے۔ لیکن ۲ اکتوبر ۱۹۴۰ء کو ایک جنبش قلم نے سارا قانون بدل کر رکھ دیا۔ مفت ثانوی تعلیم ختم کر دی گئی۔ اب بغیر فیس کی ادائگی کے کوئی شخص بھی ہائی اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور صنعتی اداروں میں تعلیم حاصل نہیں کر سکتا۔ کسی شہری کو جرأت نہیں ہوتی کہ وہ حکومت کے خلاف ایک لفظ بھی کہہ سکے۔

آہنی پردے کے پیچھے ایک جھلک دیکھئے۔ روس کے اندر ہر وہ شخص جس کا اسٹالن سے اختلاف ہے یا جو اسٹالن کا منظور نظر نہیں ہے رجعت پسند ہے۔ حکومت نے محنت کے ساتھ ساتھ فکر بھی خرید لیا ہے۔ ۶ دسمبر ۱۹۳۶ء میں سوویٹ کے نئے دستور پر ۳۰ روسی عمائد نے دستخط کئے جن میں اسٹالن، پوسٹیشیف (Postyshev) شامل تھے۔ ۱۹۳۹ء تک ان میں سے پندرہ کو ختم کر دیا گیا، اور بیشتر گولی کا نشانہ بنے۔ ظلم کے تختۂ مشق بننے والوں میں ایک مارشل بلوخر (Marshal Blucher) بھی تھا جو نارالیسٹرن ریڈ آرمی کا کمانڈر ان چیف تھا۔ ان میں (Postyshev) یوکرین کی کمیونسٹ پارٹی کا لیڈر بھی موجود تھا۔ ان میں جی۔ پی۔ یو کا افسر اعلیٰ بھی تھا اس کے علاوہ (Lyubchenko) یوکرین کا وزیر اعظم بھی تھا۔

روس کا نصاب تعلیم و تربیت انسانوں کو صرف مشین ہی کی طرح کام کرنا نہیں سکھاتا۔ بلکہ ان سے قوت فکر بھی سلب کر لیتا ہے ان کے فکر کا دائرہ صرف اشیا کے پیدا کرنے ہی تک محدود رہتا ہے۔ ایک سوویٹ ناول میں جس کا نام Unknown Sta... ہے ایک روسی کردار ... ہے

کا اخلاق ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعلق مجھے کبھی سوچنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ میں اشتراکیت کی تعمیر میں بے حد مشغول ہوں۔ اگر مجھے قطب اور پاجامہ میں ایک چیز کے انتخاب کا اختیار دیا جائے تو صرف پاجامہ ہی کو پسند کروں گا۔ یہ الفاظ روسی ذہنیت کی پوری طرح غمازی کر رہے ہیں۔ کنٹیش اگر مادی اشیاء کی پیدائش کو بڑھا سکتا ہے تو پھر وہ ہر تنقید سے بالاتر ہے۔ چاہے اس مقصد کے حصول کے لئے کتنے ہی ناپاک ذرائع استعمال میں لانے جائز ہوں اور اپنے نصب العین کو کتنی رفعہ پامال کرنا پڑے۔

اسٹالن کے ساتھ بے پناہ عقیدت اور اس کے ہر ارشاد پر ایمان ہماری ایک منظم تحریک کا نتیجہ ہے۔ امور دین تعلیم و تربیت اور نشر و اشاعت کے ذرائع کو پوری ہوشیاری عیاری کے ساتھ کام میں لایا گیا ہے۔ ہر کامیابی کا سہرا ان کے سر ہے اور ہر ناکامی کی لعنت کا طوق اس کے مخالفین کے گلے میں ہے سوویٹ نازی جنگ کے پہلے مہینے میں جب کہ روسی افواج بری طرح پسپا ہو رہی تھیں۔ اسٹالن لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا ریڈیو اور پریس میں اسٹالن کا نام کبھی نہیں آتا تھا۔ کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا نام شکست کے وقت لیا جائے۔ مگر جوں ہی سرخ فوج نے بڑھنا شروع کیا اسٹالن کا نام شہرت کے افق پر درخشاں نظر آنے لگا (باقی)

الہامات

اللہ اکبر اللہ اکبر

(از جناب ناجی حمید صاحب صدیقی لکھنوی)

کیفِ حضوری، اللہ اکبر　چھایا ہوا ہے دیدہ و دل پر
تشنہ لبوں پہ بخشش پیہم　صلِ علیٰ اے ساقیِ کوثر
بادۂ عرفاں، کیف مجسم　جھوم رہے ہیں شیشہ و ساغر
دقتِ زیارت چشمِ تمنا　مہر لگی ہے لیکن لبوں پر
محویتِ نظارہ نہ پوچھو　بھول گیا ہوں خود کو بھی یکسر
خود ہیں وہ ہم آغوشِ تصور　دل کو ہوا محسوس یہ اکثر
ڈھونڈ رہی ہیں میری نگاہیں　جلوہ بہ جلوہ، منظر بہ منظر
برقِ تجلی کوند رہی ہے　جالی کے باہر، جالی کے اندر
گنبدِ خضرا، شمعِ تجلی　محوِ نظارہ ہیں مہ و اختر
حلقہ بگوشِ بامِ حرم ہیں　کس کے پیامی ہیں یہ کبوتر
جذبِ سوادِ شامِ مدینہ　لرزاں لرزاں خسروِ خاور
جلوہ نشاں کر ان کے قریب ہی کھا　نذر بھی بہت کر پاس بھی جا کر
حاصلِ زیست انعامِ حضوری　جس کو بھی وہ ہو جائے میسر
طیبہ میں مرنا، طیبہ میں جینا　یہ بھی ہے بہتر، وہ بھی ہے بہتر

مجھ کو بھی لے آغوش میں اپنی
عمر سے بقیعِ پاک میں تجھ پہ

شمعِ نبوت

(از جناب جگر صاحب مرادآبادی)

ہر طرف غل ہے وہ آیا جگرِ بادہ پرست　از نشۂ صہبائے سراپا بدمست
شعرِ حافظ بہ زباں شیشہ بکف جام بدست　بے خبر از ہمہ عالم چہ بلند است و چہ پست
شورِ مستانہ کہاں اور سخنِ وعظ کہاں　آج یہ رند کہاں انجمنِ وعظ کہاں
ہر زمانے میں پیمبر بھی نبی بھی آئے　حق کے جویندہ و اندر حق کے ولی بھی آئے
مصلح و ملکی بھی رشی بھی آئے　ناقفِ پردۂ سرِ ازلی بھی آئے
آئے دنیا میں بھی پاک و مکرم بن کر　کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر
وہ رسولِ عربی مخبرِ سبحان صادق　ذاتِ اقدس سے کہ لا جس کی نماز کو شرف
[illegible]

وہ کہ ہے شمعِ نبوت جو ضیا بار ہوئی　ساری تاریک فضا مطلع الانوار ہوئی
تم میں صدیق سا گزرا ہو تو للہ دکھاؤ　تم نے فاروق سا دیکھا ہو تو للہ دکھاؤ
تم نے حیدر سا جو پایا ہو تو للہ دکھاؤ　تم میں عثمان سا آیا ہو تو للہ دکھاؤ
شانِ احمد ہے عظیم تو کہاں لاؤ گے　اس کی امت کی مثالیں بھی نہیں پاؤ گے
غم نہ کر مسلمِ حیرت زدۂ مہر بلب　آشنا رنگِ فنا سے نہیں تیرا مذہب
یہ حوادث ہیں ترے تیری ترقی کا سبب　تیرا حامی ہے نبی تیرا نگہبان ہے رب
نقشے اکثر بہت اس طرح کے اٹھوائے گئے　ایسے زوال زمانے میں بہت آئے گئے

تبرکاتِ سیماب

(حضرت علامہ سیماب صاحب اکبرآبادیؒ کا آخری کلام)

کارواں قوم میں جو حاملِ منزل ہوا　اس کا مرنا عبرتِ دنیا کے قابل ہوا
جو چلا ہے واسطہ نا آشنائے منزل ہوا　کشورِ دل میں اس کی ماتم ہو کامل ہوا
قبر بھی ہے آخری آرام گاہِ اہلِ فکر　آج اسیرِ کارواں آسودۂ منزل ہوا
اس فنا خانے کا دستورِ قدامی ہے یہی　مل گیا مٹی میں جب انساں کسی قابل ہوا
ہے سماعت آشنا الیاس کون کی صدا　ناقص الایماں ہے جو مایوسِ مستقبل ہوا
آہ وہ رہبر وہ قائد کارواں مردِ راہ　قربِ باطن سے جو کشور کشائے دل ہوا
نیند ہو یا موت دونوں فطرتاً ہیں ناگزیر　حیف اس پر ہے جو اپنے فرض سے غافل ہوا
قوم کی خدمت میں مر کر تا حیاتِ جاوداں　وہ نہ عمرِ خضر بھی پائی تو کیا حاصل ہوا
تیرگیِ شب ہے نورِ سحر کا امتیاز　عارضہ تھا وہ نہ تھا جو عارفِ کامل ہوا
تھی نشانِ عظمتِ اقوام جس کی زندگی　اب مزار اس کا نشانِ منزلِ حاصل ہوا
آہ وہ معمارِ ملت وہ اساسِ پاکستاں　جس کے مٹ جانے سے شیرازہ قوم کا مشکل ہوا

روح اس کی اب قیادت قوم کی فرمائے گی
ہر فضا ہر دور میں تاریخ اسے دہرائے گی۔


جگر
معدہ
آنتیں


SAFI
مادوں کو خارج کرتی ہے
خون کو صاف رکھتی ہے،